(اہل سنت و جماعت کے عقائد ومسائل کے ثبوت میں علمی وتحقیقی مقالات)

مقالات بکھروی

تحریر وتحقیق

مولانا ابواُسامہ ظفر القادری بکھروی حفظہ اللہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: مقالات بکھروی

مصنف: مولانا ابو اُسامہ ظفر القادری بکھروی حفظہ اللہ

تاریخ اشاعت:

صفحات: 742

برائے رابطہ:03447519992

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
1	دس بنیادی عقیدوں کا بیان	06
2	مسنون نماز	10
3	حضور ﷺ کا دور سے درود وسلام سماعت فرمانا	48
4	حضور ﷺ کی چار صاحبزادیاں اور ان کی مختصر سوانح حیات	65
5	کچھ علم حدیث کے بارے میں	79
6	ضعیف احادیث کا کلی انکار ایک فتنہ	106
7	ضعیف احادیث اور غیر مقلدین خصوصاً زبیر علی زئی	116
8	تحقیق تاریخ ولادت ووصال مصطفی ﷺ	154
9	حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ اور (اختلافی) رفع یدین کا منسوخ ہونا	164
10	اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک الزام کا جواب	184
11	ناصر الدین البانی کی کتاب سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ پر ایک نظر	189
12	مدینہ سے میدان کربلا تک امام حسین رضی اللہ عنہ کی سواری	199
13	زوجہ فاروق اعظم حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کے نکاح کی تحقیق	204
14	امام المحدثین والفقہاء امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ	218
15	اہل تشیع کے سوالات کے جوابات	234
16	تازیانہ عبرت کس کے لئے؟	249
17	کیا یزید جنتی ہے؟	283

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

18	فرض نمازوں کے بعد دعا کا ثبوت	293
19	قرآن وسنت کی روشنی میں عقیدہ ختم نبوت	297
20	ختم نبوت اور قادیانیوں جیسے کچھ اور گروہ	310
21	وحدانیت ربانی۔۔۔۔۔۔۔بائبل کی زبانی	326
22	اللہ کی رحمتیں اور شعبان المعظم	331
23	ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف کی وجوہات	339
24	ترک تقلید اہل علم محدثین کی نظر میں ایک بدعت	358
25	امام ابوحنیفہ بطور امام جرح وتعدیل	375
26	تحقیق عمر نکاح حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا	383
27	فرقہ تفضیلیہ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تبرّا	427
28	مروجہ چھ کلموں کا ثبوت	448
29	دعا بعد نماز جنازہ	468
30	فقہ حنفی پر اعتراضات کی حقیقت	479
31	اقامت کے وقت امام اور مقتدی کب کھڑے ہوں	502
32	ترک رفع یدین اور چالیس احادیث	517
33	ترک رفع یدین کی احادیث کا انکار اور غیر مقلدین	534
34	باغ فدک اور حدیث قرطاس کی تحقیق	564
35	امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ایک عظیم مصنف وتوثیق امام ابو مطیع بلخی رضی اللہ عنہ	603
36	بائبل کے غیر مستند ہونے کے دلائل	617
37	موجودہ مسیحیت ایک تجزیہ	633

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

38	علم وعرفان کی عبقری شخصیت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ	649
39	تقلید ائمہ اربعہ اقوال سلف کی روشنی میں	666
40	اہل الرائے اور اہل الحدیث کا مقام وفرق	689
41	خرگوش حلال ہے	712
42	مروجہ آٹھ رکعات تراویح بدعت ہیں	728

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

✿ دس بنیادی عقیدوں کا بیان ✿

(۱) پہلا عقیدہ: ذات وصفات باری تعالیٰ

اللہ تعالیٰ واحد ہے اپنی ربوبیت والوہیت میں کوئی اس کا شریک نہیں کوئی اس کا ثانی نہیں وہ تمام نقائص سے پاک ہے وہ ازلی ابدی قدیم ہے اور اس کی صفات بھی ایسی ہی ہیں سب کائنات کا بنانے والا، پالنے والا ہے وہ موجود واحد ہے نہ کہ ایسا واحد جوکہ چند اجزاء سے مل کر بنا ہو جیسے انسان

(۲) دوسرا عقیدہ: حضور ﷺ سب سے اعلیٰ، سب سے اولیٰ

اللہ تعالیٰ کی ذات کے بعد سب سے اعلیٰ واولیٰ ذات حضور نبی کریم رؤف الرحیم حضرت محمد ﷺ کی ہے آپ بے مثل و بے مثال ہیں اللہ تعالیٰ نے بے شمار نعمتوں سے آپ ﷺ کو نوازا، اللہ تعالیٰ نے وما کان وما یکون یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہو گا مخلوق کا سب علم عطاء فرمایا، اور آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب مطلق بنایا، اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا تمام عالم ان کے ماتحت ہے ان کے تصرف میں ہے تمام جہان ان کا محکوم تمام زمین ان کی مِلک، جنت و نار کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں، جس کو جو ملا حضور ﷺ کے دستِ اقدس سے ملا آپ ﷺ کی قبر انور کی جگہ جہاں آپ ﷺ کا جسم مبارک جس مٹی کو مَس کر رہا ہے وہ عرش سے بھی افضل ہے

(۳) تیسرا عقیدہ: حضور ﷺ کے بعد تمام انبیاء ورسولوں اور مُرسلین پر ایمان

اللہ تعالیٰ نے جتنے انبیاء، رسول اور مُرسلین بھیجے سب پر ایمان لانا اور ان پر نازل شدہ کتابوں اور صحیفوں پر ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کی عزت وتکریم کو ماننا اور کوئی بڑے سے بڑا صحابی یا بڑے سے بڑا ولی ان کے درجے کو نہیں پہنچ سکتا ہے ان کی ادنیٰ سی گستاخی ایسے ہی کفر ہے جیسے نبی ﷺ کی گستاخی کفر ہے

(۴) چوتھا عقیدہ: اعلیٰ طبقہ ملائکہ مقربین

انبیاء ومُرسلین علیہم السلام کے بعد اعلیٰ طبقہ ملائکہ مقربین کا ہے ان میں سب سے بڑے چار فرشتے ہیں اور سب فرشتوں کے سردار حضرت جبرائیل علیہ السلام ہیں ان کی ادنیٰ سی گستاخی کفر ہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نبیوں کی بارگاہ میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وحی لانے والے، حضرت میکائیل علیہ السلام پانی برسانے والے اور روزی پہچانے والے حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکنے والے اور حضرت عزرائیل علیہ السلام روح قبض کرنے والے ہیں

(۵) پانچواں عقیدہ: اصحاب سید المرسلین و اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم

انبیاء وملائکہ مقربین کے بعد بڑی عزت وبڑی شان والے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ و اہل بیت ہیں جن میں ازواج مطہرات، حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا وامام حسن رضی اللہ عنہ وامام حسین رضی اللہ عنہ اور دیگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صاحبزادے اور صاحبزادیاں ہیں اور ہر وہ مسلمان جس نے ایمان کی حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کی زیارت کی اور ایمان کی حالت میں ہی اس دنیا سے رخصت ہوا، ان سب صحابہ پر ایمان لانا اور ان کی عزت وتکریم کو بجالانا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جب ذکر کرے تو خیر ہی کے ساتھ کرے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے [اللہ تعالیٰ سے ڈرو، اللہ تعالیٰ سے ڈرو، میرے اصحاب کے حق میں انہیں نشانہ نہ بنالینا میرے بعد جو انہیں دوست رکھتا ہے میری محبت سے اسے دوست رکھتا ہے اور جو ان کا دشمن ہے میری عداوت سے ان کا دشمن ہے جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گرفتار کرلے] (جامع ترمذی: ۵/ ۶۳ ۴ رقم ۳۸۸۸)

(۶) چھٹا عقیدہ: عشرہ مبشرہ وخلفائے اربعہ رضی اللہ عنہم

سب اہل بیت وصحابہ کرام میں افضل واعلیٰ حضرات عشرہ مبشرہ ہیں وہ دس صحابی جن کی بشارت حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں سنا دی تھی یعنی حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق حضرت عثمان غنی، حضرت علی شیر خدا، حضرت طلحہ، حضرت زبیر، حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید اور حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہم، پھر ان سب میں خلفائے اربعہ یعنی چاروں خلفاء حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہم سب میں افضل ہیں سب کی شانیں جدا جدا ہیں

(۷) ساتواں عقیدہ: مشاجرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جنہوں نے اختلافات کیے اور جو واقعات رونما ہوئے مثلاً جنگ جمل میں حضرت طلحہ و حضرت زبیر وحضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم اور جنگ صفین میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقابل حضرت امیر معاویہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رضی اللہ عنہ کے بارے اہل سنت کا یہ عقیدہ ہے ان میں حق بجانب حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں باقی سب کی اجتہادی خطاء ہے اوران سے حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں لیکن ان حضرات کے متعلق زبان کو طعن و تشنیع سے روکتے ہیں، اور ان کے تنازعات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں اور ان کے اختلافات کو امام ابوحنیفہ وامام مالک و امام شافعی وامام احمد رحمہم اللہ جیسا اختلاف سمجھتے ہیں اورکسی ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائیکہ ام المؤمنین طیبہ طاہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر کوئی طعن کرے، یہ تو اللہ ورسول کی گستاخی ہے، اور حضرت طلحہ و زبیر رضی اللہ عنہم یہ تو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں، رہے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان کا درجہ ان سب کے بعد ہے ان سے تو شہزادہ اکبر حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے حسب بشارت حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے صلح فرمائی اوران کے ہاتھ پر بیعت بھی کرلی اب اس کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن دراصل امام حسن رضی اللہ عنہ پر طعن ہے وہ تو سب آپس میں محبت و پیار رکھنے والے ہیں

(۸) آٹھواں عقیدہ: امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت مطلقہ کو امامتِ کبریٰ اور اس منصب پر فائز ہونے کو امام کہتے ہیں، امام المسلمین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیابت سے مسلمانوں کے تمام امور دینی و دنیوی میں حسبِ شرع تصرف عام کا اختیار رکھتا ہے اور غیر معصیت میں اس کی اطاعت تمام جہان کے مسلمانوں پر فرض ہوتی ہے، اس امام کے لئے مسلمان آزاد، عاقل، بالغ، قادر اور قریشی ہونا لازم ہے ہاشمی علوی اور معصوم ہونا اس کی شرط نہیں یہ صرف روافض کا مذہب ہے ہم مسلمانانِ اہل سنت وجماعت کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافت وامامت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قطعاً یقیناً اور تحقیقاً ثابت و درست رُشد وہدایت پر مبنی ہے نہ کہ غصب یا جبر سے حاصل کی ہے اور آپ ہی اسی کے حق دار تھے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشاداتِ وسیع ہیں اس کے ساتھ ساتھ سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر اجماع ہے اور کسی ایک کا بھی انکار ثابت نہیں، اس کے بعد تینوں خلفاء اور آخر میں امام حسن رضی اللہ عنہ ہیں

(۹) نواں عقیدہ: ضروریاتِ دین

نصوصِ قرآنیہ جو اپنی مراد پر واضح ہوں اور احادیثِ مشہورہ متواترہ اور اجماعِ امت مرحومہ سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت ذات وصفات اور نبوتِ انبیاء ورسالت ومرسلین، وحی رب العالمین وآسمانی کتب وملائکہ وجن وبعث

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حشر ونشر وقیامِ قیامت، قضاء وقدر، وما کان وما یکون یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا جنت کی لذتیں، جس کو آنکھوں نے نہ دیکھا اور نہ کانوں نے سنا اور جہنم کے عذاب جس کے تصور سے بھی روح کانپے، پل صراط، حوض کوثر کے متعلق جو کچھ ثابت ہے سب پر ایمان لائے اور اس کے خلاف کوئی نئے معنی نہ گھڑے جان لو کہ کوئی حدیث کا انکار کرے اور صرف قرآن کی بات کرے گمراہ ہے اور جو قرآن میں شبہ ڈالے تو حدیث کی پناہ لو اگر حدیث میں شبہ ڈالے تو ائمہ دین کی پناہ لو اس درجہ پر حق و باطل کھل جائے گا ان شاء اللہ

(۱۰) دسواں عقیدہ: شریعت وطریقت

شریعت وطریقت دو مختلف ایک دوسرے سے جدا راہیں نہیں ہیں، بلکہ بے اتباعِ شریعت اللہ تعالیٰ تک رسائی ناممکن، شریعت ہی اصل ہے اور حق و باطل کے پرکھنے کی کسوٹی، شریعت راہ کو کہتے ہیں اور شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا ترجمہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی راہ، یہی وہ راہ ہے جو صراطِ مستقیم ہے، یونہی طریق، طریقہ، طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو، تو یقیناً طریقت بھی راہ ہی کا نام ہے اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشہادت قرآن خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان کی طرف لے جائے گی، جنت کی طرف نہ لے جائے گی بلکہ جہنم کی طرف لے جائے گی، طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے وہ شریعت کے اتباع کا صدقہ ہے صوفی وہ جو اپنی خواہشوں کو شرع کے تابع کرے نہ کہ وہ صوفی ہے جو اپنی خواہش کے واسطے شریعت سے لڑائی کرے، شریعت غذا ہے اور طریقت قوت، جب غذا ترک کی جائے گی تو قوت ختم ہوگی، شریعت آنکھ ہے اور طریقت نظر آنکھ چھوڑ کر نظر کا رہنا ناممکن، توہین شریعت کفر ہے لہٰذا شریعت پر عمل کر کے ہی طریقت ملتی ہے ان دس عقیدوں کو جو سمجھ کر اس پر ایمان لاتا ہے وہ گمراہی سے دور ہے اور جو ان میں سے کسی ایک کا بھی انکاری ہے وہ گمراہی میں مبتلا ہے لہٰذا ان دس عقیدوں کو مضبوطی سے تھامیے اگر قاری توجہ سے اس کو پڑھے تو تمام دین کا خلاصہ ان دس عقیدوں میں پائے گا اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی و ناصر ہو آمین۔

(ماخوذ فتاوٰی رضویہ: ۲۹/ ۳۴۰ تا ۳۸۹ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ لاہور)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۱)

مسنون نماز

(المعروف حنفی نماز)

ثناء: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ ط

ترجمہ: پاک ہے تو اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں تیرا نام برکت والا ہے اور تیری شان بہت بلند ہے اور تیرے سوا کوئی معبود نہیں

تعوذ: اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ط

ترجمہ: میں پناہ مانگتا ہوں اللہ کی شیطان مردود سے

تسمیہ: بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط

ترجمہ: اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا

سورۃ فاتحہ:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ O اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ O اهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ O صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ O آمین۔

ترجمہ: سب خوبیاں اللہ کو جو مالک سارے جہان والوں کا، بہت مہربان رحمت والا، روز جزاء کا مالک، ہم تجھی کو پوجیں اور تجھی سے مدد چاہیں، ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا، نہ ان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بہکے ہوؤں کا (اس کے بعد امام و مقتدی آہستہ آمین کہے)

سورۃ اخلاص: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ O اَللّٰهُ الصَّمَدُ O لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ O وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ O

ترجمہ: کہو وہ اللہ ایک ہے، اللہ بے نیاز ہے نہ اس نے (کسی کو) جنا، اور نہ وہ (کسی سے) جنا گیا اور کوئی بھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کا ہم سر نہیں ہے۔

اس کے بعد اللہ اکبر کہتے ہوئے رکوع میں جائے اور گھٹنوں کو ہاتھ کی انگلیوں سے مضبوط پکڑ لے اور اتنا جھکے کہ سر اور کمر برابر ہو جائے اور پھر یہ تسبیح تین بار پڑھے

تسبیح رکوع: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ ط ترجمہ: پاک ہے میرا پروردگار عظمت والا

اس کے بعد سر اٹھا کر سیدھا کھڑا ہوتے ہوئے پڑھے

تسمیع: سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ط ترجمہ: اللہ نے اس کی سن لی جس نے اس کی تعریف کی

قومہ: پھر دونوں ہاتھ چھوڑ کر سیدھا کھڑا ہو جائے اور مقتدی تحمید کہے

تحمید: رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ: ترجمہ: اے ہمارے پروردگار سب تعریف تیرے ہی لئے ہے

اس کے بعد سجدہ کو جائے اور دو سجدے کرے ہر ایک میں یہ تسبیح پڑھے

سجدہ کی تسبیح: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى: ترجمہ: پاک ہے میرا پروردگار بہت بلند

جلسہ: دو سجدوں کے درمیان بیٹھنے کو جلسہ کہتے ہیں

تشہد: اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَ رَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ ط اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ، اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ ط:

ترجمہ: تمام قولی عبادتیں اور تمام فعلی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں سلام ہو تم پر اے نبی اور اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں، سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں

نوٹ: جب تشہد پر پہنچے تو انگلی سے اشارہ کرے

درود شریف: اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

ترجمہ: اے اللہ حضرت محمد ﷺ پر اور حضرت محمد ﷺ کی آل پر درود بھیج جس طرح تو نے درود بھیجی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے اے اللہ برکت دے حضرت محمد ﷺ کو اور حضرت محمد ﷺ کی آل کو جس طرح تو نے برکت دی حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل کو بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے

دعا: رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ، رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ:

ترجمہ: اے میرے پروردگار مجھ کو نماز کا پابند بنادے اور میری اولاد کو بھی اے ہمارے پروردگار میری دعا قبول فرما اے ہمارے پروردگار مجھ کو میرے ماں باپ کو اور سارے مسلمانوں کو بخش دے اس روز جب کہ (عملوں کا) حساب ہونے لگے

سلام: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ ط:

ترجمہ: تم پر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمت

نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کرے

حنفی نماز احادیث کی روشنی میں

{مسنون نماز}

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ۔

اَمَّا بَعْدُ!

{وضو کے فرائض جن کے بغیر وضو نہیں ہوتا}

اللہ تعالیٰ عزوجل قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔

ترجمہ: اے ایمان والو! جب نماز کو کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو، اور گٹوں تک پاؤں دھوؤ (کنز الایمان پارہ:۶، سورہ المائدہ: آیت ۶)

اس آیت مقدسہ سے معلوم ہوا کہ وضو کے فرض چار ہیں

{وضو شروع کرتے وقت بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے فرض نہیں}

۱) **عَنْ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ اِذَا تَطَهَّرَ اَحَدُكُمْ فَلْيَذْكُرِ اسْمَ اللهِ تَعَالٰى فَاِنَّهٗ يُطَهِّرُ جَسَدَهٗ كُلَّهٗ وَاِنْ لَّمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ تَعَالٰى عَلٰى طُهُوْرِهٖ لَمْ يَطْهُرْ مِنْهُ اِلَّا مَامَرَّ عَلَيْهِ الْمَاءُ:**

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اسے چاہیے کہ اللہ کا نام لے لے (بسم اللہ پڑھ لے) اس طرح سارا جسم پاک ہو جائے گا اور اگر کسی نے دوران وضو اللہ کا نام نہ لیا تو جس عضو پر پانی گزرے گا وہی پاک ہوگا:

(۱) سنن دار قطنی ۱/ ۲۴، رقم ۲۳۱ (۲) مشکوٰۃ: ص ۴۷

(۳) سنن الکبریٰ بیہقی: ج ۱، ص ۴۴

نوٹ: یہ روایت ضعیف ہے اسی مضمون کی تائید میں دیگر روایات حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے، دار قطنی: ۱/ ۱۲۵، زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۲۴۸، میں موجود ہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت حسن کوفی رحمۃ اللہ علیہ سے ''زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۲۴۹، ۲۴۸'' میں روایات موجود ہیں:

۲) **[حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ رَبِيْعٍ، عَنِ الْحَسَنِ اَنَّهٗ قَالَ يُسَمِّيْ اِذَا تَوَضَّاَ فَاِنْ لَمْ يَفْعَلْ اَجْزَأَهٗ:]**

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب (کوئی) وضو کرے تو بسم اللہ پڑھے، اور نہ پڑھے تو بھی وضو ہو جائے گا (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/ ۳، رقم ۱۸)

نوٹ: جو لوگ بسم اللہ کو فرض کہتے ہیں اور دلیل کے طور پر ''**لَا وُضُوْءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللهِ**

عَلَیْهِ۔"(جامع ترمذی:۱/۹۰ مترجم) پیش کرتے ہیں یہ دلیل صحیح نہیں ہے

۱) کیونکہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ اس باب میں مجھے کوئی ایسی حدیث معلوم نہیں جسکی سند جید ہو: (جامع ترمذی: ۱/۹۰ مترجم)

۲) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بلوغ المرام ص ۱۱ مترجم میں یہی روایت لکھی اور فرمایا! "اخرجہ احمد، ابو داؤد وابن ماجہ باسناد ضعیف" پھر فرمایا کہ ترمذی میں سعید ابن زید اور ابو سعید رضی اللہ عنہما سے بھی یہی منقول ہے

۳) امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام حاکم کے حوالے سے لکھا ہے! "**لا یثبت فی ھذا الباب حدیث**" اس باب میں کوئی حدیث ثابت نہیں (نصب الرایہ:۱/۴)

۴) حافظ ابن رشد مالکی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں "**وھذا الحدیث لا یصح عند اھل النقل**" اور یہ حدیث اہل نقل (محدثین) کے نزدیک صحیح نہیں (بدایۃ المجتہد:۱/۱۷)

۵) تحفۃ الاحوذی:۱/۳۵ میں ہے

"**فکل ماروی فی ھذا الباب فلیس بقوی**" پس اس باب میں کوئی روایت قوی نہیں

لہٰذا اس روایت سے وضو کے فرائض کی فرضیت ثابت نہیں ہوتی ملاحظہ فرمایئے:

(شرح آثار السنن لیاقت علی رضوی: ص ۱۲۰)

{وضو میں سر کا مسح ضروری ہے}

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

"**یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَیْدِیَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَیْنِ:**

ترجمہ: اے ایمان والو!! جب نماز کے لیے کھڑے ہونا چاہو تو اپنا منہ دھوؤ اور اپنے کہنیوں تک ہاتھ اور سروں کا مسح کرو، اور ٹخنوں تک پاؤں دھوؤ: (سورہ: المائدہ: آیت ۶، پارہ ۶)

۳) "**عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ یَتَوَضَّأُ وَعَلَیْهِ عِمَامَةٌ قِطْرِیَّةٌ**"

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فَأَدْخَلَ يَدَهُ مِنْ تَحْتِ الْعِمَامَةِ فَمَسَحَ مُقَدَّمَ رَأْسِهِ وَلَمْ يَنْقُضِ الْعِمَامَةَ "

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو فرماتے ہوئے دیکھا آپ کے سر مبارک پر قطری عمامہ تھا آپ نے عمامہ کے نیچے ہاتھ ڈال کر سر کے اگلے حصے پر مسح فرمایا اور عمامہ کو کھولا نہیں

(۱) سنن ابو داؤد: ۱/ ۱۹ (۲) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۲۶۳

(۳) سنن الکبریٰ بیہقی: ۱/ ۶۰ رقم ۲۸۴

۴) "مَالِكٍ أَنَّهُ بَلَغَهُ أَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْأَنْصَارِيَّ سُئِلَ عَنِ الْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ فَقَالَ: لَا، حَتَّى يُمْسَحَ الشَّعْرُ بِالْمَاءِ "

ترجمہ: حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انھیں یہ روایت پہنچی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے عمامہ پر مسح کرنے کے بارے میں سوال ہوا آپ نے فرمایا! جائز نہیں جب تک بالوں کا پانی سے مسح نہ کرے:

(۱) مؤطا امام مالک: ص ۴۷ رقم ۴۷ (۲) مؤطا امام محمد ص ۶۰

(۳) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۲۶۴

{ گردن پر مسح کرنا مستحب ہے }

۵) "عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ قَالَ: مَنْ تَوَضَّأَ وَمَسَحَ عُنُقَهُ وُقِيَ الْغُلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ "

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا! جس نے وضو کیا اور گردن پر مسح کیا تو وہ قیامت کے دن طوق سے محفوظ رہے گا

(۱) التلخیص الحبیر: ۱/ ۲۸۸ رقم ۹۸ (۲) مسند فردوس مع تسدید القوس: ۴/ ۴۴

(۳) ابو نعیم تاریخ اصبھان: ۲/ ۱۱۵ (۴) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۲۵۷

۶) "عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ قَالَ: مَنْ مَسَحَ قَفَاهُ مَعَ رَأْسِهِ وُقِيَ الْغُلَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ:

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو شخص سر کے ساتھ گردن کا بھی مسح کرے وہ قیامت کے دن طوق سے بچ جائے گا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱)التلخیص الحبیر: ۱/۲۸۸ (۲)زجاجۃ المصابیح: ۱/۲۵۷

(۳)اخرجہ ابوعبید فی، کتاب الطہور، ص ۳۷۳ رقم ۳۶۸

{شرم گاہ پر ہاتھ لگنے سے وضو نہیں ٹوٹتا}

۷)"عَنْ طَلْقِ بْنِ عَلِيٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ :قَالَ رَجُلٌ مَسَسْتُ ذَكَرِيْ اَوْقَالَ الرَّجُلُ يَمَسُّ ذَكَرَه، فِي الصَّلَاةِ أَعَلَيْهِ الْوُضُوْءِ؟فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ:لا إِنَّمَا هُوَ بَضْعَةٌ مِنْكَ، أَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ وَصَحَّحَهُ اِبْنُ حِبَّانَ، وَقَالَ ابْنُ الْمَدِيْنِيْ هُوَ أَحْسَنُ مِنْ حَدِيْثِ بُسْرَةَ"

ترجمہ: حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ میں اپنی شرم گاہ کو ہاتھ لگاؤں یا کوئی شخص بھی ایسا کرے تو اس کا وضو جاتا رہے گا یا نہیں؟ نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ تمہارے جسم کا ایک حصہ ہے اس کو روایت کیا امام احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ نے ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث بُسرہ رضی اللہ عنہا کی حدیث سے زیادہ بہتر ہے:

(۱)بلوغ المرام مترجم: ص ۲۵ رقم ۷۲ (۲)زجاجۃ المصابیح: ۱/۲۱۳

(۳)مؤطا امام محمد ص ۴۳ (۴)شرح معانی الآثار مترجم: ۱/۱۵۶

(۵)مسند احمد ج ۴، ص ۲۳، رقم الحدیث ۱۶۳۹۵ قال شعیب حسن

(۶)سنن ابوداؤد: ۱/ ۷۲، رقم ۱۸۲ (۷) جامع ترمذی: ۱/ ۱۳۱، رقم ۸۵ قال الاالبانی صحیح

نوٹ: امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں متعدد صحابہ اور بعض تابعین شرم گاہ کو ہاتھ لگانے کے بعد وضو ضروری نہیں سمجھتے۔ اہل کوفہ اور ابن مبارک کا یہ مسلک ہے اس باب میں روایت کردہ احادیث میں یہ حدیث احسن ہے (جامع ترمذی: ج ۱، ص ۱۱۵ مترجم، باب شرم گاہ کو چھونے سے وضو نہ کرنا)

صحابہ کرام میں سے حضرت علی، حضرت عبد اللہ بن مسعود، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت عمار بن یاسر، حضرت حذیفہ بن یمان، حضرت عمران بن حصین، حضرت ابو الدرداء رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے نزدیک شرم گاہ کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا، ملاحظہ فرمایئے:

زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۲۱۵، مؤطا امام محمد، طحاوی، مصنف ابن ابی شیبۃ، طبرانی اور مجمع الزوائد کتب میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

{باریک جرابوں پر مسح کرنا جائز نہیں}

آج کل لوگ اس مسئلہ میں غلطی کر رہے ہیں حضور ﷺ سے باریک جرابوں پر مسح کرنے کی ایک بھی صحیح مرفوع روایت نہیں جو لوگ جرابوں پر مسح کے قائل ہیں انھی کے ایک مستند عالم کی تحقیق ملاحظہ ہو

علامہ عبدالرحمن مبارکپوری غیر مقلد لکھتے ہیں

''وَالْحَاصِلُ عِنْدِیْ أَنَّهٗ لَيْسَ فِيْ بَابِ الْمَسْحِ عَلَى الْجَوْرَبَيْنِ حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ مَرْفُوْعٌ خَالٍ عَنِ الْكَلَامِ (تحفۃ الاحوذی: ۱/۱۱۲)

ترجمہ: (تمام روایتوں کو لکھنے کے بعد) میری تحقیق کا حاصل یہ ہے کہ جرابوں پر مسح کرنا کسی صحیح مرفوع حدیث سے ثابت نہیں جو محدثین کی جرح و تنقید سے خالی ہو:

{اوقات نماز احادیث کی روشنی میں}

فقہا احناف کے نزدیک اس میں تفصیل ہے یعنی وقت میں تین حال پائے جاتے ہیں

(۱) کل وقت نماز (۲) مکروہ وقت نماز (۳) مستحب وقت نماز

۱) **کل وقتِ نماز:** نماز کے شروع ہونے سے لے کر ختم ہونے تک کو کل وقت نماز کہتے ہیں

۲) **مکروہ وقتِ نماز:** نماز کے بعض اوقات وہ ہیں جن میں نماز مکروہ ہو گی، اگرچہ وقت نماز کہلائے گا

۳) **مستحب وقتِ نماز:** جن وقتوں میں نماز ادا کرنا یا جماعت کرانا افضل ہوتا ہے اسے مستحب وقت نماز کہتے ہیں

ہم احناف نماز مستحب وقت میں پڑھنے کے قائل ہیں کیونکہ اس میں ثواب زیادہ ہے

{نماز فجر کا مستحب وقت}

۸) حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ بْنُ إِسْمَاعِيْلَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ عُمَرَ بْنِ قَتَادَةَ بْنِ النُّعْمَانِ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ لَبِيْدٍ عَنْ رَافِعِ بْنِ خَدِيْجٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ أَصْبِحُوْا بِالصُّبْحِ فَإِنَّهٗ أَعْظَمُ لِأُجُوْرِكُمْ أَوْ أَعْظَمُ لِلْأَجْرِ ترجمہ: سند کے بعد: حضرت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صبح کو خوب روشن کیا کرو کیونکہ اس میں تمہارے لیے ثواب زیادہ ہے یا اس کا ثواب زیادہ ہے

(۱) سنن ابو داوٗد : ۱/ ۱۶۲، رقم الحدیث ۴۲۴ (۲) جامع ترمذی: ۱/ ۹۴

(۳) مسند حمیدی: ۱/ ۹۹، رقم الحدیث ۴۰۹ (۴) شرح معانی الآثار: ۱/ ۳۶۷

(۵) نصب الرایۃ: ۱/ ۲۳۸ (۶) سنن دارمی: ۱/ ۳۰۰، رقم ۱۲۱۷

(۷) اس مضمون کی روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ہے دیکھئے: مسند امام اعظم: ص ۴۷ مترجم

(۸) مسند احمد: ۳/ ۴۶۵، رقم ۱۵۹۱۳

۹) ''**حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ سُفْيَانَ، عَنْ حَمَّادٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ، قَالَ: مَا أَجْمَعَ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم عَلَى شَيْءٍ مَا أَجْمَعُوا عَلَى التَّنْوِيرِ بِالْفَجْرِ**''

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے صبح کی نماز روشنی میں پڑھنے میں اتفاق کیا ہے ایسا اتفاق کسی اور چیز پہ نہیں کیا ہے:

(۱) مصنف ابن شیبۃ: ۱/ ۳۲۲، رقم ۳۲۷۵ (۲) شرح معانی الآثار طحاوی: ۱/ ۳۷۸، رقم ۱۰۱۶

(۳) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۴۲۴، رقم الحدیث ۸۱۷ مترجم

{نماز ظہر کا مستحب وقت}

احناف کے نزدیک ظہر کی نماز سردیوں میں جلدی اور گرمیوں میں ٹھنڈی کر کے یعنی تھوڑی دیر کے بعد پڑھنی چاہیے:

۱۰)''**حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ، قَالَ: حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَفِظْنَاهُ مِنَ الزُّهْرِيِّ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيِّبِ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ: إِذَا اشْتَدَّ الْحَرُّ فَأَبْرِدُوا بِالصَّلوٰةِ فَإِنَّ شِدَّةَ الْحَرِّ مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ**''

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب گرمی کی شدت ہو تو نماز کو ٹھنڈا کیا کرو، کیونکہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہے

(۱) صحیح بخاری: ۱/ ۱۴۲، رقم ۵۳۶ (۲) سنن ابو داوٗد: ۱/ ۱۹۸، رقم ۴۰۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۳)صحیح مسلم:۱/۲۲۴ (۴)سنن نسائی:۱/۸۷

(۵)جامع ترمذی:۱/۱۴۷رقم۱۴۹ (۶)سنن ابن ماجہ:ج۱ص۴۹

۱۱)''حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ مَرْزُوقٍ، قَالَ حَدَّثَنَا بِشْرُ بْنُ ثَابِتٍ قَالَ، حَدَّثَنَا أَبُو خَالِدَةَ عَنْ أَنَسٍ قَالَ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا كَانَ الشِّتَاءُ بَكَّرَ بِالظُّهْرِ، وَإِذَا كَانَ الصَّيْفُ أَبْرَدَ بِهَا''

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ سردیوں میں نماز ظہر جلدی ادا فرماتے اور گرمیوں کے موسم میں ٹھنڈا کر کے پڑھتے

(۱)شرح معانی الآثار طحاوی:۱/۱۸۸رقم۱۱۲۹ (۲)سنن نسائی:۱/۵۸

۱۲)''وَحَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ، عَنْ يَزِيدَ بْنِ زِيَادٍ، عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ رَافِعٍ مَوْلَى أُمِّ سَلَمَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ ﷺ أَنَّهُ سَأَلَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنْ وَقْتِ الصَّلَوةِ؛ فَقَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ. أَنَا أُخْبِرُكَ صَلِّ الظُّهْرَ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَكَ، وَالْعَصْرَ إِذَا كَانَ ظِلُّكَ مِثْلَيْكَ''

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن رافع رضی اللہ عنہ، مولی ام سلمہ زوجہ نبی ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے اوقات نماز کے متعلق پوچھا تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تمہیں بتاتا ہوں کہ ظہر کی نماز پڑھو جب سایہ تمہارے برابر ہو جائے اور جب تم سایہ سے دوگنا ہو جائے تو نماز عصر پڑھو

(۱)مؤطا امام مالک:ص،۳۸،رقم۹ (۲)زجاجۃ المصابیح:۱/۴۰۱رقم۷۵۷اسکی سند صحیح ہے

(۳)مصنف عبدالرزاق،۱/۵۴۰ (۴)تمہید ۲۳/۸۶میں بھی اسی طرح مروی ہے

{نماز عصر کا مستحب وقت}

احناف کے نزدیک نماز عصر دو مثل کے بعد شروع ہوتی ہے۔حدیث نمبر ۱۲ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے فرمان سے دو مثل کے بعد عصر واضح ہے دیگر روایات ملاحظہ فرمایئے

۱۳)''حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْعَنْبَرِيُّ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ أَبِي الْوَزِيرِ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يَزِيدَ الْيَمَامِيُّ حَدَّثَنِي يَزِيدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَلِيِّ بْنِ شَيْبَانَ قَالَ قَدِمْنَا عَلَى رَسُولِ اللهِ ﷺ الْمَدِينَةَ فَكَانَ يُؤَخِّرُ الْعَصْرَ مَا دَامَتِ الشَّمْسُ بَيْضَاءَ نَقِيَّةً''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے والد مدینہ منورہ کے اندر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نماز عصر میں اتنی تاخیر کر دیتے کہ سورج میں سفیدی اور صفائی ہوتی:

(سنن ابو داؤد: ج ۱ص ۱۵۸، باب وقت العصر، رقم الحدیث ۴۰۸)

۱۴) ''عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ... ثُمَّ صَلَّى بِنَا الْعَصْرَ حِيْنَ كَانَ الظِّلُّ كُلِّ شَيْءٍ مِثْلَيْهِ--- الخ'' ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں عصر کی نماز ایسے وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ دو مثل کو پہنچ گیا

(۱) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/ ۳۱۸ رقم ۳۲۴۵ (۲) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۴۰۲، رقم ۵۸۷

{نماز مغرب کا مستحب وقت}

نماز مغرب سورج غروب ہونے کے بعد ہے:

۱۵) ''حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ حَدَّثَنَا حَاتِمُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ عَنْ يَزِيدَ بْنِ أَبِي عُبَيْدٍ عَنْ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الْمَغْرِبَ إِذَا غَرَبَتِ الشَّمْسُ وَتَوَارَتْ بِالْحِجَابِ--- قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى حَدِيْثُ سَلَمَةَ بْنِ الأَكْوَعِ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ''

ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نماز مغرب اس وقت ادا فرماتے جب سورج غروب ہو کر پردوں کے پیچھے چھپ جاتا امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سلمہ بن اکوع کی حدیث حسن صحیح ہے

(۱) جامع ترمذی: ۱/ ۲۸۸ رقم ۱۶۴ (۲) صحیح مسلم: ۲/ ۱۱۵

(۳) صحیح بخاری: ۱/ ۱۴۷ (۴) سنن ابو داؤد: ۱/ ۲۰۱ رقم ۴۱

{نماز عشاء کا مستحب وقت}

{نماز عشاء میں تاخیر کرنا مستحب ہے}

۱۶) ''حَدَّثَنَا هَنَّادٌ، حَدَّثَنَا عَبْدَةُ، عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عُمَرَ، عَنْ سَعِيْدٍ الْمَقْبُرِيِّ، عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ أَنْ يُؤَخِّرُوا الْعِشَاءَ إِلَى

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ثُلُثِ اللَّيْلِ أَوْ نِصْفِهِ...قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى حَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ"

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی ﷺ نے ارشادفرمایا اگر میں اپنی اُمت پر گراں نہ سمجھتا تو انھیں عشاء کی نماز تہائی رات یا نصف رات تک دیر سے پڑھنے کا حکم دیتا امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ابوہریرہ رضی اللہ عنہ حسن صحیح ہے

(۱) جامع ترمذی: ۱/ ۲۹۳رقم ۱۶۷ (۲) مسند احمد: ۲/ ۲۵۰ رقم ۷۴۰۶

(۳) سنن ابن ماجہ: ۱/ ۵۰ قال البانی صحیح (۴) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/ ۳۳۱ رقم ۳۳۶۴

۱۷) "حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيٰى وَ قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ وَأَبُوْ بَكْرِ بْنُ أَبِيْ شَيْبَةَ قَالَ يَحْيٰى أَخْبَرَنَا وَقَالَ الْآخَرَانِ حَدَّثَنَا أَبُو الْأَحْوَصِ عَنْ سِمَاكٍ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُؤَخِّرُ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ"

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عشاء کی نماز دیر سے پڑھا کرتے تھے

(۱) صحیح مسلم: ۲/ ۱۱۸/رقم ۱۴۸۵ (۲) مسند احمد: ۵/ ۸۹ رقم ۲۱۱۱۴، صحیح ابن حبان

{اذان واقامت کے کلمات دو،دو دفعہ ہیں}

۱۸) "حَدَّثَنَا أَبُوْ سَعِيْدٍ الْأَشَجُّ حَدَّثَنَا عُقْبَةُ بْنُ خَالِدٍ عَنِ ابْنِ أَبِيْ لَيْلٰى عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِيْ لَيْلٰى عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ زَيْدٍ قَالَ كَانَ أَذَانُ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ: شَفْعًا شَفْعًا فِي الْأَذَانِ وَالْأَقَامَةِ......وَقَالَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ الْأَذَانُ مَثْنٰى مَثْنٰى وَالْإِقَامَةِ مَثْنٰى: وَبِهٖ يَقُوْلُ سُفْيَانُ الثَّوْرِيُّ، وَابْنُ الْمُبَارَكِ وَأَهْلُ الْكُوْفَةِ"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی اذان اور اقامت دو دو مرتبہ تھی (یعنی کلمات دو دو مرتبہ) امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بعض علماء فرماتے ہیں اذان اور اقامت دونوں کے کلمات دو دو مرتبہ ہیں سفیان ثوری، ابن مبارک اور اھل کوفہ (امام ابوحنیفہ اور ان کے متبعین رحمہم اللہ) کا یہی مسلک ہے:

(۱) جامع ترمذی: ۱/ ۳۳۸ رقم ۱۹۴ (۲) مستخرج ابی عوانۃ: ۱/ ۴۴۳ رقم ۶۴۷

(۳) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۴۵۵، رقم ۸۷۴ (۴) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/ ۲۰۶، رقم ۲۱۲۵۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۹) ''حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ دَاوُدَ بْنِ مُوْسٰی قَالَ حَدَّثَنَا یَعْقُوْبُ بْنُ حُمَیْدِ بْنِ کَاسِبٍ، قَالَ ثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنْ مَعْمَرٍ، عَنْ حَمَّادٍ عَنْ اِبْرَاهِیْمَ، عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ بِلَالٍ، أَنَّهُ كَانَ يُثَنِّي الْأَذَانَ وَيُثَنِّي الْاِقَامَةَ''

ترجمہ: حضرت اسود بن یزید، حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ اذان کے الفاظ دو دو مرتبہ ادا کرتے اور اقامت کے الفاظ کو بھی دو دو مرتبہ ادا کرتے تھے

(۱) شرح معانی الآثار طحاوی: ۱/ ۱۳۴، رقم ۸۲۶ (۲) مصنف عبد الرزاق: ۱/ ۴۶۲

(۳) سنن دار قطنی: ۱/ ۴۵۳، رقم ۹۴۰ (۴) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۴۵۶، رقم ۸۷۷

(۵) مصنف ابن شیبۃ: ۱/ ۲۰۶، رقم ۲۱۵۵

نوٹ: حضرت سلمہ بن اکوع، حضرت ثوبان، حضرت ابومحذورہ رضوان اللہ علیہم اذان و اقامت میں کلمات دو دو مرتبہ کہتے تھے

۲۰) ''عَنْ أَبِي مَحْذُوْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ الْاِقَامَةَ۔ اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ'' اسکی روایت ابن ابی شیبہ اور سعید بن منصور نے کی:

(زجاجۃ المصابیح: ج ۱ ص ۴۵۱، رقم الحدیث ۸۶۸)

۲۱) ''حَدَّثَنَا يَزِيْدُ بْنُ سِنَانٍ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ الْقَطَّانُ قَالَ ثَنَا فِطْرُ بْنُ خَلِيْفَةَ عَنْ مُجَاهِدٍ فِي الْاِقَامَةِ مَرَّةً مَرَّةً إِنَّمَا هُوَ شَيْءٌ اسْتَخَفَّهُ الْأُمَرَاءُ، فَأَخْبَرَ مُجَاهِدٌ أَنَّ ذَالِكَ مُحْدَثٌ وَأَنَّ الْأَصْلَ هُوَ التَّثْنِيَةُ''

ترجمہ: فطر بن خلیفہ نقل کرتے ہیں کہ اقامت کے کلمات ایک ایک بار کہنا حکمرانوں نے تخفیف کی خاطر اختیار کیا تو حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بتایا کہ یہ بدعت ہے اور اصل بات دو دو بار کلمات کہنا ہے:

(۱) شرح معانی الآثار: ۱/ ۱۳۶، رقم ۸۳۹ (۲) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۴۵۷، رقم ۸۸۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۳) مصنف عبدالرزاق:۱/ ۴۶۳ رقم ۱۷۹۳ (۴) مصنف ابن ابی شیبۃ:۱/ ۲۰۵

۲۲) ''وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ النَّخَعِي كَانَ النَّاسُ يَشْفَعُوْنَ الْاِقَامَةَ حَتّٰى خَرَجَ هٰؤُلَاءِ يَعْنِي بَنِيْ أُمَيَّةَ فَأَفْرَدُوا الْاِقَامَةَ وَمِثْلُهُ لَا يَكْذِبُ، وَأَشَارَ اِلٰى كَوْنِ الْاِفْرَادِ بِدْعَةً''

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہمیشہ سے مسلمان کلمات اقامت دو دو مرتبہ کہتے آئے تھے یہاں تک کہ بنی اُمیہ نے خروج کیا اور کلمات اقامت کو ایک ایک بار کہنا شروع کیا اور یہ عمل بدعت ہے

(۱) بدائع الصنائع:۲/ ۹۳ (۲) شرح صحیح مسلم للسعیدی:۱/ ۵۵۶

یہی بات امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے ''تبیین الحقائق ۱/ ۴۳۶ باب الاذان'' میں ابو الفرج سے نقل فرمائی ہے اسی طرح ''زجاجۃ المصابیح ج ۱ ص ۴۵۷'' میں بھی ہے

{نمازی اقامت کے وقت کب کھڑے ہوں}

فقہ حنفی میں واضح موجود ہے کہ جب اقامت کہی جائے تو نمازی حی علی الصلوٰۃ، حی علی الفلاح یا قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑا ہو اس سے پہلے کھڑے ہو کر اقامت سننا مکروہ ہے

(دیکھئے: ''فتاوٰی عالمگیری:۱/ ۵۷'' و دیگر کتب فقہ)

۲۳) ''وَحَدَّثَنِيْ مُحَمَّدُ بْنُ حَاتِمٍ وَعُبَيْدُ اللّٰهِ بْنِ سَعِيْدٍ قَالَا حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيْدٍ عَنْ حَجَّاجِ الصَّوَّافِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ أَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ أَبِيْ سَلْمَةَ وَعَبْدُ اللّٰهِ بْنُ أَبِيْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِيْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰى تَرَوْنِيْ وَقَالَ ابْنُ حَاتِمٍ إِذَا أُقِيْمَتْ أَوْ نُوْدِيَ''

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ جب نماز کی اقامت ہو تو اس وقت کھڑے نہ ہو جب تک مجھے نہ دیکھ لو۔۔۔۔۔۔ابن حاتم نے کہا جب اقامت ہو یا اذان:

(۱) صحیح مسلم: ۲/ ۱۰۱ رقم ۱۳۹۵ (۲) صحیح بخاری: ۱/ ۳۳۵، رقم ۶۰
(۳) مسند احمد:۵/ ۲۹۷ رقم ۲۲۹۰۰ (۴) جامع ترمذی:۱/ ۳۴۱ رقم ۵۷۴
(۵) سنن ابوداود:۱/ ۲۴۳ رقم ۵۳۶ (۶) سنن نسائی:۱/ ۳۶۹ رقم ۷۹۳
(۷) صحیح ابن حبان: ۵/ ۵۱، رقم ۱۷۵۵ (۸) سنن دارمی:۱/ ۳۲۲، رقم ۱۲۶۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۹) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۱۸۴ رقم ۹۳۹ (۱۰) مسند حمیدی: ۱/ ۲۰۵ رقم ۴۲۷

{حدیث کی شرح}

علامہ مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ "مرقات" میں اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں

"**ولعله صلی اللہ علیہ وسلم کان یخرج من الحجرة بعد شروع المؤذن فی الاقامة و یدخل فی محراب المسجد عند قوله حی علی الصّلوٰة ولذا قال ائمتنا ویقوم القوم الامام والقوم عند حی علی الصّلوٰة**"

ترجمہ: شاید کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجرے شریف سے تکبیر کہنے والے کی تکبیر شروع کرنے کے بعد نکلتے تھے۔ اور محراب مسجد میں حی علی الصلوٰۃ کہنے کے وقت تشریف لاتے اس لیے ہمارے ائمہ نے فرمایا کہ امام اور مقتدی حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہوں

(حاشیہ مشکوٰۃ: ص ۶۴ بحوالہ فتاویٰ اجملیہ: ج ۲ ص ۱۸۵)

یہی بات شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے "شرح مشکوٰۃ اشعۃ اللمعات باب اذان حدیث ابی قتادۃ" کے تحت فرمائی ہے

۲۴) "**وَكَانَ اَنَسٌ يَقُوْمُ اِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ**"

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے جب مؤذن قد قامت الصلوٰۃ کہتا

(شرح مسلم نووی: ۲/ ۳۸۳ علی حدیث ابی قتادۃ)

{کراہیت کا ثبوت}

"**وَفِي الْمُصَنَّفِ كَرِهَ هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ: يَقُوْلُ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ**"

ترجمہ: اور مصنف (عبد الرزاق) میں ہے کہ حضرت ہشام بن عروۃ رضی اللہ عنہ مکبر کے قد قامت الصلوٰۃ کہنے سے پہلے کھڑا ہونے کو مکروہ سمجھتے تھے (عمدۃ القاری شرح بخاری: ۸/ ۲۱۱)

کتاب الآثار میں ہے

"**عن الامام الاعظم عن طلحة عن مطرف عن ابراهيم انه قال اذا قال المؤذن حی الفلاح فينبغی للقوم ان يقوموا للصلوٰة قال محمد وبه نأخذ وهو قول ابی حنيفة**"

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ:حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جب تکبیر کہنے والا حی علی الفلاح پر پہنچے تو قوم کے لیے کھڑا ہونا مناسب ہے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہم اسی کو دلیل بناتے ہیں اور یہی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے

(۱)کتاب الآثار محمد: ۱/ ۸۴ رقم ۶۲ (۲) صحیح البہاری: ص ۴۶۹

اور دیگر صحابہ کرام کے بارے میں امام ابوعیسیٰ ترمذی فرماتے ہیں

''قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى حَدِيْثُ أَبِيْ قَتَادَةَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ وَقَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِ هِمْ أَنْ يَنْظُرَ النَّاسُ الْإِمَامَ وَهُمْ قِيَامٌ قَالَ بَعْضُهُمْ إِذَا كَانَ الْإِمَامُ فِي الْمَسْجِدِ وَأُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَإِنَّمَا يَقُوْمُوْنَ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ، وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ''

ترجمہ:امام ترمذی فرماتے ہیں کہ حدیث ابی قتادہ حسن صحیح ہے اہل علم صحابہ کرام کی جماعت نے کھڑے ہو کر امام کی انتظار کو مکروہ کہا ہے بعض علماء فرماتے ہیں جب امام مسجد میں ہی ہو اور تکبیر کہی جائے تو لوگ قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہوں یہ ابن مبارک کا قول ہے

(جامع ترمذی : ۱/ ۳۴۱، باب کراھیہ ان ینظر الناس الامام وھم عند افتتاح الصلوٰۃ)

{بلا عذر دو نمازوں کو اکٹھا پڑھنا جائز نہیں}

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے!

''إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا''

ترجمہ:بے شک نماز مومنوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقت پر(پارہ ۴: سورۃ النسا، آیت ۱۰۳)

۲۵)''عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُصَلِّي الصَّلٰوةَ لِوَقْتِهَا إِلَّا بِجَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ''

ترجمہ:حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ ہمیشہ اپنے وقت پر نماز پڑھتے تھے

(۱)سنن نسائی:۱/ ۲۵۴ رقم ۳۰۱۰ باحکام البانی (۲) صحیح مسلم: ۱/ ۴۱۷

۲۶)''عَنْ أَبِيْ قَتَادَةَ قَالَ... قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ...ثُمَّ قَالَ أَمَا إِنَّهُ لَيْسَ فِي النَّوْمِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تَفْرِيْطٌ اِنَّمَا التَّفْرِيْطُ عَلٰى مَنْ لَمْ يُصَلِّ الصَّلٰوةَ حَتّٰى يَجِيْءَ وَقْتُ الصَّلٰوةِ الْاُخْرٰى''

ترجمہ: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نیند میں قصور اور کوتاہی نہیں ہے قصور یہ ہے کہ کوئی شخص دوسری نماز کا وقت آنے تک پہلی نماز نہ پڑھے

(۱) صحیح مسلم: ۲/۱۳۸ رقم ۱۵۹۴ (۲) شرح معانی الآثار طحاوی: ۱/۳۳۸ رقم ۹۰۹

(۳) مسند حمیدی: ۱/۶۳ رقم ۱۱۴

۲۷) ''حَدَّثَنَا فَهْدٌ قَالَ ثَنَا الْحَسَنُ بْنُ بِشْرٍ قَالَ ثَنَا الْمُعَافَى بْنُ عِمْرَانَ، عَنْ مُغِيْرَةَ بْنِ زِيَادِنِ الْمَوْصِلِيِّ، عَنْ عَطَاءِ بْنِ اَبِيْ رَبَاحٍ، عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ، كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فِي السَّفَرِ يُؤَخِّرُ الظُّهْرَ وَيُقَدِّمُ الْعَصْرَ وَيُؤَخِّرُ الْمَغْرِبَ وَيُقَدِّمُ الْعِشَاءَ''

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حالت سفر میں ظہر کو مؤخر کرتے اور عصر کو مقدم فرماتے تھے مغرب میں تاخیر کرتے اور عشاء کو مقدم فرماتے

(۱) شرح معانی الآثار: ۱/۱۶۴ رقم ۹۸۵ (۲) شرح مسلم: ۲/۲۱۶

(۳) مسند احمد: ۶/۱۳۵، رقم ۲۵۵۵۳ (۴) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲/۴۵۷

اگر کسی مجبوری کی حالت میں نماز اکٹھی پڑھنی پڑے تو ظہر کو اسکے آخری وقت اور عصر کو اس کے اول وقت میں ادا کریں۔ اسی طرح مغرب اور عشاء پڑھیں جیسا کہ حدیث سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے ظاہر ہے نہ کہ ایک وقت میں دو نمازیں اکٹھی پڑھیں

{ عمامہ یا ٹوپی پہن کر نماز پڑھنا چاہیے }

۲۸) ''اَخْبَرَنَا عَتَّابُ بْنُ زِيَادٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مُبَارَكٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ شَيْبَةَ الْوَاسِطِيُّ عَنْ طَرِيْفِ بْنِ شِهَابٍ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَعْتَمُّ وَيُرْخِيْ عِمَامَةً بَيْنَ كَتِفَيْهِ''

ترجمہ: حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمیشہ عمامہ شریف باندھتے تھے اور عمامے کے شملے کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکاتے تھے

(طبقات ابن سعد: ۱/۴۵۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲۹)''لَا یَنْظُرُ اللّٰہُ اِلٰی قَوْمٍ لَا یَجْعَلُوْنَ عَمَائِمَھُمْ تَحْتَ رِدَائِھِمْ یَعْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ اَبُوْ نُعَیْمٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ''

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو قوم اپنی چادروں کے نیچے نماز میں سر پر عمامے نہیں باندھتی وہ اللہ تعالیٰ کے دیدار سے محروم رہے گی

(۱) کنزالعمال: ۷/۵۱۶ رقم ۲۰۰۳۳ (۲) الفردوس بماثور الخطاب: ۵/۴۶ رقم ۷۷۲۳

(۳) جامع الاحادیث لسیوطی: ۱۷/۲۸۴ رقم ۱۸۱۷۹

۳۰)''عَنْ سُلَیْمَانَ بْنِ اَبِیْ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ: اَدْرَکْتُ الْمُھَاجِرِیْنَ الْاَوَّلِیْنَ یَعْتَمُّوْنَ بِعَمَائِمَ کَرَابِیْسَ سُوْدٍ وَبِیْضٍ وَحُمْرٍ وَخُضْرٍ الخ''

ترجمہ: سلیمان بن ابی عبداللہ فرماتے ہیں کہ میں نے مہاجرین اولین صحابہ کرام کو دیکھا وہ موٹے کپڑے کے سیاہ، سفید، سرخ اور سبز رنگ کے عمامے باندھتے تھے

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸/۲۴۱ رقم ۲۵۴۸۹)

اور امام شعرانی لکھتے ہیں ''**کان ﷺ یامر بستر الراس بالعمامه او العلنسوۃ و ینھی عن کشف الراس فی الصّلوٰۃ**''حضور ﷺ عمامہ یا ٹوپی سے سر ڈھانپنے کا حکم فرماتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے (کشف الغمۃ: ص ۸۵)

{فرض نمازوں کی تعداد رکعات}

فجر............... ۲ رکعات

ظہر............... ۴ رکعات

عصر............... ۴ رکعات

مغرب............ ۳ رکعات

عشاء............. ۴ رکعات

فرائض کی مندرجہ بالا تعدادِ رکعات حضور ﷺ کے زمانے سے اب تک امت کے تواتر عملی سے ثابت ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کے علاوہ اس کی تعداد احادیث میں بھی مذکور ہے دیکھئے

(۱) نصب الرایہ: ۱/۲۲۳ باب المواقیت، (۲) معجم الکبیر للطبرانی: ۷/۱۲۹ رقم ۱۴۱۴۳،

(3) السنن الکبریٰ للبیہقی: ۱/۳۶۱ باب عدد رکعات الصلوٰۃ الخمس

{فجر کی رکعات ، ۲ رکعت (سنت مؤکدہ) ۲ رکعت فرض}

(۳۱) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ لَمْ يَكُنِ النَّبِيُّ ﷺ عَلٰى شَيْءٍ مِنَ النَّوَافِلِ أَشَدَّ مِنْهُ تَعَاهُدًا عَلٰى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کسی نفل کی اتنی زیادہ پابندی نہیں فرماتے جتنی فجر کی دو رکعتوں کی کرتے تھے

(۱) صحیح بخاری: ۲/۷۰ (۲) صحیح مسلم: ۱/۲۵۱

(۳۲) عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ لَا تَدَعُوْهُمَا وَإِنْ طَرَدَتْكُمُ الْخَيْلُ:

ترجمہ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ فجر کی دو رکعتوں کو نہ چھوڑو خواہ تمہیں گھوڑے روند ڈالیں:

۱) سنن ابی داؤد: ۱/۱۸۱، ۴ رقم ۱۲۶۰ (۲) شرح معانی الآثار: ۱/۲۰۹

{ظہر کی رکعات}

{۴ رکعت (سنت مؤکدہ) ۴ فرض ۲ سنت (سنت مؤکدہ) ۲ نفل}

(۳۳) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ:

ترجمہ۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی ﷺ ظہر سے پہلے چار رکعتیں کبھی نہیں چھوڑتے تھے (صحیح بخاری: ۲/۴۷ باب رکعتین قبل الظہر)

(۳۴) عَنْ أُمِّ حَبِيْبَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ مَنْ صَلّٰى قَبْلَ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الظُّهرِ أَرْبَعًا وَبَعْدَهَا أَرْبَعًا حَرَّمَهُ اللهُ عَلَى النَّارِ

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعات پڑھیں ۔تو اللہ تعالی اس پر آگ کو حرام فرمادیں گے

نوٹ: ایک اور روایت میں ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص دن رات میں بارہ رکعتیں پڑھے گا اس کے لئے جنت میں گھر بنادیا جائے گا چار ظہر سے پہلے، دو ظہر کے بعد، دو مغرب کے بعد، دو عشاء کے بعد، دو فجر سے پہلے

(۱) جامع ترمذی: ۱/۷۰،۲ رقم ۴۰۷ (۲) صحیح مسلم: ۱/۲۵۱

{عصر کی رکعات}

{۴ سنت (غیر مؤکدہ) ۴ فرض}

۳۵) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ رَحِمَ اللهُ امْرَأً صَلَّى قَبْلَ الْعَصْرِ أَرْبَعًا

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالی اس شخص پر رحم فرمائے جو عصر سے پہلے چار رکعت ادا کرتا ہے:

۱) جامع الترمذی: ۱/۷۲،۲ رقم ۴۱۳ (۲) مسند احمد: ۲/۱۱۷ رقم ۵۹۸۰

(۳) سنن ابو داؤد: ۱/۴۰۷ رقم ۱۲۷۱

{مغرب کی رکعات}

{۳ رکعات فرض ۲ سنت (مؤکدہ) ۲ نفل}

۳۶) عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ مَنْ رَكَعَ بَعْدَ الْمَغْرِبِ أَرْبَعَ رَكَعَاتٍ كَانَ كَالْمُعَقِّبِ غَزْوَةً بَعْدَ غَزْوَةٍ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے مغرب کی نماز کے بعد چار رکعات پڑھیں تو وہ ایسا ہے جیسے ایک غزوے کے بعد دوسرا غزوہ کرنے والا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(مصنف عبدالرزاق: ۳/ ۴۵ رقم ۴۷۲۸ طبع بیروت)

۳۷) عَنْ أَبِي مَعْمَرٍ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ سَنْجَرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ كَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ بَعْدَ الْمَغْرِبِ:

ترجمہ: حضرت ابومعمر عبداللہ بن سنجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین مغرب کے بعد چار رکعات پڑھنے کو مستحب سمجھتے تھے

(مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۸۵ باب یصلی بین المغرب والعشاء اربع رکعات)

{نماز عشاء کی رکعات}

{۴ سنت غیر مؤکدہ) ۴ فرض، ۲ سنت (مؤکدہ) ۲ نفل ۳ وتر، ۲ نفل}

۳۸) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ جُبَيْرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ كَانُوْا يَسْتَحِبُّوْنَ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ قَبْلَ الْعِشَاءِ الْآخِرَةِ:

ترجمہ: حضرت سعید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔ کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عشاء کی نماز سے پہلے چار رکعت ادا کرنے کو مستحب سمجھتے تھے (مختصر قیام اللیل للمروزی ص ۸۵)

۳۹) عَنْ زُرَارَةَ بْنِ أَوْفَى رَحِمَهُ اللّٰهُ أَنَّ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا سُئِلَتْ عَنْ صَلٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ فَقَالَتْ كَانَ يُصَلِّيْ صَلٰوةَ الْعِشَاءِ فِيْ جَمَاعَةٍ ثُمَّ يَرْجِعُ إِلٰى أَهْلِهٖ فَيَرْكَعُ أَرْبَعَ رَكْعَاتٍ ثُمَّ يَأْوِيْ إِلٰى فِرَاشِهٖ:

ترجمہ: حضرت زرارہ بن اوفی رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ ﷺ کی درمیانِ رات والی نماز کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ آپ ﷺ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرکے گھر تشریف لاتے تو چار رکعتیں پڑھتے پھر اپنے بستر پر آرام فرماتے:

(سنن ابوداؤد: ۱/ ۱۹۷ باب فی صلوۃ اللیل)

۴۰) عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُوْتِرُ بِثَلَاثٍ يَقْرَءُ فِيْ أَوَّلِ رَكْعَةٍ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلٰى وَفِي الثَّانِيَةِ ،قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُوْنَ وَفِي الثَّالِثَةِ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر تین رکعت ادا فرماتے تھے پہلی رکعت میں "سبح اسم ربک الاعلیٰ" اور دوسری رکعت میں "قل یا ایھا الکافرون"، اور تیسری رکعت میں "قل ھو اللہ احد اور معوذ تین پڑھتے تھے

(۱) شرح معانی الآثار: ۱/۲۰۰ (۲) مصنف عبد الرزاق: ۲/۴۰۴

(۳) صحیح ابن حبان: ۶/۲۰۱ رقم ۲۴۴۸ قال شعیب الارناؤط صحیح

(۴۱) عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ يُصَلِّيْ بَعْدَ الْوِتْرِ رَكْعَتَيْنِ:

ترجمہ: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وتر کے بعد دو رکعتیں ادا فرماتے تھے

(۱) جامع الترمذی: ۱/۱۰۸ رقم ۴۸۱ (۲) سنن ابن ماجہ: ۲/۲۶۳ رقم ۱۱۹۵

(۳) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۳/۳۲

{نماز میں تکبیر افتتاح کے وقت کانوں کے برابر ہاتھ اُٹھانا}

(۴۲) "حَدَّثَنِيْ أَبُوْ كَامِلٍ الْجَحْدَرِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا أَبُوْ عَوَانَةَ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ نَصْرِ بْنِ عَاصِمٍ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحُوَيْرِثِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ إِذَا كَبَّرَ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يُحَاذِيَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ"

ترجمہ: حضرت مالک بن حویرث رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو اُٹھاتے حتیٰ کہ ان کو کانوں کے برابر کرتے

(۱) صحیح مسلم: ۲/۷، رقم الحدیث ۸۹۱ (۲) سنن ابن ماجہ: ۱/۶۲

(۳) مسند احمد: ۳/۴۳۶، رقم ۱۵۶۸۵

حضرت براء بن عازب، حضرت انس، حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہم سے بھی اسی طرح کی روایات ہیں

{نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے}

(۴۳) "حَدَّثَنَا وَكِيْعٌ، عَنْ مُوْسَى بْنِ عُمَيْرٍ، عَنْ عَلْقَمَةَ بْنِ وَائِلِ بْنِ حُجْرٍ عَنْ أَبِيْهِ، قَالَ رَأَيْتُ النَّبِيَّ صلی اللہ علیہ وسلم وَضَعَ يَمِيْنَهُ عَلٰى شِمَالِهِ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ"

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر اپنے والد سے روایت کرتے ہیں۔ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر زیر ناف باندھتے (اسنادہ صحیح)

(مصنف ابن ابی شیبۃ : ۱/۳۹۰ رقم ۳۹۵۹ بتحقیق محمد عوامۃ)

۴۴) ''حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ مَحْبُوْب ثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ إِسْحَاقَ، عَنْ زِيَادٍ عَنْ أَبِي جُحَيْفَةَ أَنَّ عَلِيٍّ قَالَ السُّنَّةُ وَضْعُ الْكَفِّ عَلَى الْكَفِّ فِي الصَّلٰوةِ تَحْتَ السُّرَّةِ،،

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نماز میں ایک ہتھیلی کا دوسری ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے

(۱) سنن ابو داؤد نسخہ ابن اعرابی: ۱/۲۸۰ رقم ۷۵۱ (۲) مسند احمد: ۱/۱۱۰ رقم ۸۷۵

(۳) محلیٰ ابن حزم: ۳/۳۰ (۴) زجاجۃ المصابیح: ۱/۵۸۴ رقم ۱۰۸۴

(۵) سنن الکبریٰ بیہقی ۲: /۳۱ رقم ۲۱۷۰ (۶) الاوسط ابن منذر: ۴/۱۸۶ رقم ۱۲۴۲

علامہ ابن المنذر فرماتے ہیں کہ سفیان ثوری، اسحق بن راہویہ بھی اسی کے قائل ہیں اسحق بن راہویہ کا کہنا ہے کہ ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا حدیث کی رو سے انتہائی قوی اور تواضع کے قریب ہے

(الاوسط ابن المنذر: ۴/۱۸۷ تحت رقم ۱۲۴۳)

حضرت انس، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اور حضرت ابراہیم نخعی، ابو مجلز رحمہم اللہ سے بھی روایات ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کی ہیں

{تکبیر تحریمہ کے بعد ثنا}

۴۵) ''حَدَّثَنَا حُسَيْنُ بْنُ عِيْسٰى حَدَّثَنَا طَلْقُ بْنُ غَنَّامٍ حَدَّثَنَا عَبْدُ السَّلَامِ بْنُ حَرْبِ نِ الْمَلَائِيُّ عَنْ بُدَيْلِ بْنِ مَيْسَرَةَ عَنْ أَبِي الْجَوْزَاءِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا اسْتَفْتَحَ الصَّلٰوةَ قَالَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَ تَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا إِلٰهَ غَيْرُكَ''

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جب نماز شروع کرتے تو کہتے ''سبحانک اللّٰھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالیٰ جدک ولا الہ غیرک''

(۱) سنن ابو داؤد: ۱/۲۸۱ رقم ۷۷۶ (۲) جامع ترمذی: ج ۱/۱۸۵ رقم ۲۳۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۳) شرح معانی الآثار طحاوی: ج ۱/ ۲۰۶ رقم ۱۰۸۴ (۴) مستدرک حاکم: ۱/ ۲۳۵

(۵) سنن ابن ماجہ: ۲/ ۷ رقم ۸۰۶ (۶) سنن دارقطنی: ۲/ ۶۰ رقم ۱۱۴۱

(۷) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۶۰۰، رقم ۱۱۱۲

نوٹ: سنن ابو داؤد کی سند حسن ہے (دیکھئے: مرقات ۲/ ۲۷۸ طیبی)

{بسم اللہ الرحمن الرحیم آہستہ پڑھنا}

۴۶) ''حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى وَابْنُ بَشَّارٍ كِلَاهُمَا عَنْ غُنْدَرٍ قَالَ ابْنُ الْمُثَنّٰى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ قَالَ سَمِعْتُ قَتَادَةَ يُحَدِّثُ عَنْ أَنَسٍ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ وَأَبِي بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ فَلَمْ أَسْمَعْ أَحَدًا مِنْهُمْ يَقْرَأُ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ''

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ اور ابوبکر، عمر، عثمان رضی اللہ عنہم کی اقتداء میں نماز پڑھی مگر میں ان میں سے کسی کو بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھتے ہوئے نہیں سنا

(۱) صحیح مسلم: ۲/ ۱۱۲ رقم ۹۱۶ (۲) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۶۴۵ رقم ۱۱۸۰

{امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ نہ پڑھنا}

۴۷) ''حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ عَنْ قَتَادَةَ عَنْ أَبِي غَلَّابٍ عَنْ حِطَّانَ بْنِ عَبْدِ اللهِ الرَّقَاشِيِّ عَنْ أَبِي مُوْسٰى قَالَ عَلَّمَنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ قَالَ إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلٰوةِ فَلْيَؤُمَّكُمْ أَحَدُكُمْ، وَإِذَا قَرَأَ الْإِمَامُ فَأَنْصِتُوْا:

ترجمہ: حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں نماز سکھائی فرمایا جب تم نماز پڑھنے کھڑے ہو تو تم میں سے ایک تمہارا امام بنے اور جب وہ امام قرأت کرے تو تم خاموش رہو (یہ سند اور الفاظ مسند احمد کے ہیں)

(۱) مسند احمد: ۴/ ۴۱۵ رقم ۱۹۹۶۱ کچھ الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ یہ حدیث دیگر کتابوں میں موجود ہے

(۲) صحیح مسلم: ۱/ ۱۷۴ (۳) صحیح ابی عوانہ: ۲/ ۱۳۳

۴) سنن ابن ماجہ: ۲/ ۳۱ رقم ۸۴۷

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۴۸)''حَدَّثَنَا أَبُوسَعْدٍ الصَّاغَانِيُّ مُحَمَّدُ بْنُ مُيَسَّرٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ: أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ إِنَّمَا الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا، وَإِذَا قَرَأَ فَأَنْصِتُوا وَإِذَا قَالَ وَالضَّالِّينَ: فَقُولُوا: آمِينَ الخ

ترجمہ: (یہ سند اور متن مسند احمد کا ہے) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا امام اس لیے ہوتا ہے کہ اس کی اقتداء کی جائے سو جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرأت کرے تو تم خاموش رہو اور جب وہ ولا الضآلین کہے تو تم آمین کہو

(۱) مسند احمد: ۲/ ۳۷۶، رقم ۸۸۷۶ (۲) صحیح مسلم: ۱/ ۱۷۴

(۳) سنن ابن ماجہ: ۲/ ۳۱ رقم ۸۴۷ (۴) سنن نسائی: ۱/ ۱۱۲

(۵) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/ ۳۷۷ (۶) سنن ابو داود: ۱/ ۸۹

۷) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۲۶۸ رقم ۱۱۴۵

مزید تفصیل دیکھنی ہو تو راقم کا رسالہ ''اربعین ظفر'' کا مطالعہ مفید رہے گا

۴۹)''حَدَّثَنِي عَنْ مَالِكٍ عَنْ أَبِي نُعَيْمٍ وَهْبِ بْنِ كَيْسَانَ أَنَّهُ سَمِعَ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ يَقُولُ مَنْ صَلَّى رَكْعَةً لَمْ يَقْرَأْ فِيهَا بِأُمِّ الْقُرْآنِ فَلَمْ يُصَلِّ إِلَّا وَرَاءَ الْإِمَامِ''

ترجمہ: حضرت وہب بن کیسان نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ فرما رہے تھے جس شخص نے کوئی رکعت یا نماز پڑھی اور اس میں سورہ فاتحہ نہ پڑھی تو اس نے نماز نہ پڑھی مگر امام کے پیچھے ہو تو (نماز ہو گئی)

(۱) مؤطا امام مالک: ص ۸۴ رقم ۱۸۷ (۲) جامع ترمذی: ۲/ ۱۱۸

(۳) مصنف عبدالرزاق: ۲/ ۱۲۱ (۴) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/ ۳۶۰

(۵) شرح معانی الآثار: ۱/ ۱۴۱ (۶) سنن الکبریٰ بیہقی: ۱/ ۱۴۹

یہ بخاری کی سند ہے لہذا صحیح ہے دیکھئے: بخاری شریف: ۱/ ۳۳۷ اور ترمذی میں ہے هٰذَا حَدِيثٌ صَحِيحٌ

{امام کی قرأۃ مقتدی کی قرأۃ ہے}

۵۰)''حَدَّثَنَا أَسْوَدُ بْنُ عَامِرٍ أَخْبَرَنَا حَسَنُ بْنُ صَالِحٍ عَنْ أَبِي الزُّبَيْرِ، عَنْ جَابِرٍ عَنِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: مَنْ كَانَ لَهُ إِمَامٌ: فَقِرَاءَتُهُ لَهُ قِرَاءَةٌ"

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا جس کا امام ہو، تو امام کی قرات اس کی قرات ہے:

اس حدیث کو فتح القدیر، امام الکلام، التعلیق الحسن، آثار السنن، عینی شرح بخاری، نہایہ میں صحیح فرمایا

(۱) مسند احمد: ۳/۳۳۹ رقم ۱۴۶۹۸ (۲) مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۳۷۶

(۳) شرح معانی الآثار: ۱/۴۴۶ رقم ۱۲۰۳ (۴) سنن ابن ماجہ: ۱/۵۰

(۵) سنن دار قطنی: ۱/۳۳۳ (۶) آثار السنن: ۱/۸۷

(۷) مصنف عبدالرزاق: ۲/۱۳۶ تقریباً ۳۶ کتابوں میں اتنی حدیث موجود ہے

{فرض نماز میں پہلی دو رکعتوں میں فاتحہ کے بعد سورۃ ملانا}

۵۱) "عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ أَبِي قَتَادَةَ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يَقْرَأُ فِي الظُّهْرِ فِي الْأُولَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ وَسُورَتَيْنِ وَفِي الرَّكْعَتَيْنِ الْأُخْرَيَيْنِ بِأُمِّ الْكِتَابِ الخ

ترجمہ: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ظہر کی نماز میں پہلی دو رکعتوں میں سورۃ فاتحہ اور دو سورتیں پڑھتے اور دوسری دو رکعتوں میں صرف سورۃ فاتحہ پڑھتے تھے

(۱) صحیح بخاری: ۱/۳۵۷ رقم ۷۷۶ (۲) صحیح مسلم: ۱/۶۴۸ رقم ۶۱۹

(۳) سنن نسائی: ۲/۱۶۵ رقم ۹۷۷ (۴) بلوغ المرام: ص ۵۵ رقم ۳۰۷

{نماز میں آمین آہستہ آواز سے کہنا}

۵۲) "عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللهِ ﷺ قَالَ إِذَا قَالَ الْقَارِئُ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ: فَقَالَ مَنْ خَلْفَهُ آمِينَ: فَوَافَقَ قَوْلُهُ: قَوْلَ أَهْلِ السَّمَاءِ غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ"

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب قرات کرنے والے (امام) نے غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہا اسکے مقتدی نے آمین کہا پس مقتدی کا کہنا آسمان والوں (فرشتوں) کی آمین کہنے کے موافق ہو گیا تو اس کے پچھلے سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱) صحیح مسلم: ۲/ ۱۸، رقم الحدیث ۹۴۷ (۲) سنن ابو داود: ۱/ ۳۶۲، رقم ۹۲۷

(۳) صحیح بخاری: ۱/ ۳۸۵ رقم ۷۴۵ (۴) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۶۴۹ رقم ۱۱۹۱

۵۳) ''حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبِ نِ الْكَيْسَانِيُّ قَالَ ثَنَا عَلِيُّ بْنُ مَعْبَدٍ قَالَ ثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ عَيَّاشٍ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ عَنْ أَبِي وَائِلٍ قَالَ كَانَ عُمَرُ وَ عَلِيٌّ لَا يَجْهَرَانِ بِبِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ وَلَا بِالتَّعَوُّذِ وَلَا بِالتَّامِيْنِ''

ترجمہ: حضرت ابو وائل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بسم اللہ، اعوذ باللہ، اور آمین بلند آواز سے نہیں کہتے تھے:

(۱) شرح معانی الآثار: ۱/ ۴۱۹ رقم ۱۱۱۹ (۲) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۶۵۲ رقم ۱۱۹۶

(۳) کنز العمال: ۸/ ۱۰۵ رقم ۲۲۱۰۲ (۴) نصب الرایۃ: ۱/ ۳۵۶

اس روایت میں تمام راوی ثقہ ہیں

{رکوع اور سجدے میں تسبیحات پڑھنے کا بیان}

۵۴) ''حَدَّثَنَا فَهْدُ بْنُ سُلَيْمَانَ قَالَ ثَنَا سُحَيْمُ الْحَرَانِيُّ قَالَ ثَنَا حَفْصُ بْنُ غِيَاثٍ عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ صِلَةَ عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَقُوْلُ فِيْ رُكُوْعِهِ: سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ: ثَلٰثًا وَفِيْ سُجُوْدِهِ سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلٰى ثَلٰثًا''

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ رکوع میں تین بار سبحان ربی العظیم اور سجدے میں تین بار سبحان ربی الاعلیٰ پڑھتے تھے (شرح معانی الآثار: ۱/ ۱۸۲ رقم ۱۳۲۱)

{رکوع میں جاتے اور آتے ہوئے رفع الیدین منسوخ ہے}

۵۵) ''حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ وَ أَبُو كُرَيْبٍ قَالَ نَا أَبُو مُعَاوِيَةَ عَنِ الْأَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ تَمِيْمِ بْنِ طَرَفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ مَالِيْ أَرَاكُمْ رَافِعِيْ أَيْدِيَكُمْ كَأَنَّهَا أَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ: اسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ''

ترجمہ: حضرت جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ باہر سے ہمارے پاس رسول اللہ ﷺ تشریف لائے پس فرمایا کہ میں تمہیں ہاتھ اٹھاتے ہوئے دیکھتا ہوں گویا بدکے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں ہیں نماز میں سکون

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اختیار کرو

(۱) صحیح مسلم: ۲/ ۲۹ رقم ۹۹۶ (۲) سنن نسائی: ۴/ ۱۶/ ۴ رقم ۱۱۷۱

(۳) سنن ابو داؤد: ۱/ ۳۸۴ رقم ۸۹۷ (۴) مسند احمد: ۵/ ۱۰۷، رقم ۲۱۳۴۰

(۵) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲/ ۴۸۶ (۶) شرح معانی الآثار: ۱/ ۳۰۹

(۷) مسند ابی عوانۃ: ۲/ ۵ (۸) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/ ۲۸۰

(۹) جزء رفع الیدین البخاری: ص ۶۱ رقم ۳۷ (۱۰) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۳۷۵ رقم ۱۰۶۷

نوٹ: اس حدیث سے متعدد محدثین وفقہاء نے رفع الیدین کو منسوخ مانا ہے

(۱) علامہ علی القاری رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۱۰۱۴ھ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں ''**ولیس فی غیر التحریمہ رفع یدیہ عند ابی حنیفۃ لخبر مسلم عن جابر بن سمرۃ**'' اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تحریمہ کے علاوہ رفع یدین نہیں جابر بن سمرہ کی حدیث کے تحت جو مسلم میں ہے

(۲) امام ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ نے البحر الرائق: ۱/ ۳۲۲ طبع کوئٹہ میں

(۳) علامہ سید طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ نے حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں

(۴) امام جمال الدین زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے نصب الرایہ: ۱/ ۳۹۳ میں

(۵) امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے مبسوط: ۱/ ۳۰ میں

(۶) علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ شرح ہدایہ: ۱/ ۶۶۲ میں

(۷) علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے بدائع الصنائع: ۱/ ۲۰۷ میں

(۸) شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح سفر السعادۃ ص ۷۲ میں

(۹) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ: ۶/ ۱۵۵ میں اس حدیث کے تحت رفع یدین کو منسوخ مانا ہے۔

{بغیر رفع الیدین رکوع میں جاتے اور آتے ہوئے نماز نبوی صلی اللہ علیہ وسلم}

۵۶) ''**حَدَّثَنَا هَنَّادٌ نَا وَكِيعٌ عَنْ سُفْيَانَ عَنْ عَاصِمِ بْنِ كُلَيْبٍ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْأَسْوَدِ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْعُوْدٍ أَلَا أُصَلِّي بِكُمْ صَلٰوةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ** صلی اللہ علیہ وسلم

فَصَلّٰى فَلَمْ يَرْفَعْ يَدَيْهِ إِلَّا فِيْ أَوَّلِ مَرَّةٍ قَالَ فِي الْبَابِ عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ أَبُو عِيْسٰى حَدِيْثُ ابْنِ مَسْعُوْدٍ حَدِيْثٌ حَسَنٌ وَبِهٖ يَقُوْلُ غَيْرُ وَاحِدٍ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَالتَّابِعِيْنَ وَهُوَ قَوْلُ سُفْيَانَ الثَّوْرِيِّ وَأَهْلِ الْكُوْفَةِ''

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھکر نہ دکھاؤں؟ پھر آپ نے نماز پڑھی اور صرف نماز کے شروع میں ہاتھ اُٹھائے: امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس باب میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے فرمایا کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث حسن ہے اور اکثر کبار صحابہ کرام اور تابعین اسی بات کے قائل ہیں سفیان ثوری اور اہل کوفہ (امام اعظم اور انکے متبعین) کا یہی مسلک ہے:

(۱) جامع ترمذی: ۱/۵۱ رقم ۲۵۸ (۲) سنن ابوداود: ۱/ ۳۰۳ رقم ۷۴۲

(۳) سنن نسائی: ۲/ ۱۸۲ رقم ۱۰۲۶ (۴) مسند احمد: ۱/ ۳۸۸

اس حدیث کو امام ترمذی رحمہ اللہ کے علاوہ تقریباً ۲۲ محدثین نے صحیح کہا ہے دیکھئے: راقم کی کتاب [سنت امام القبلتین فی ترک رفع الیدین]

{رکوع سے کھڑے ہوتے ہوئے پڑھنے کا بیان}

۵۷) ''وَإِذَا يُوْنُسُ قَدْ أَخْبَرَنِيْ قَالَ أَنَا ابْنُ وَهْبٍ قَالَ أَخْبَرَنِيْ يُوْنُسُ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَ خَسِفَتِ الشَّمْسُ فِيْ حَيٰوةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فَصَلّٰى بِالنَّاسِ فَلَمَّا رَفَعَ رَأْسَهٗ مِنَ الرُّكُوْعِ قَالَ سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ''

(شرح معانی الآثار طحاوی: ۱/ ۲۴۰ رقم ۱۴۳۴)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں سورج گرہن ہوا تو آپ ﷺ نے لوگوں کو نماز پڑھائی اور جب رکوع سے سر اُٹھایا تو سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہا: اسی طرح کی دیگر روایات [صحیح بخاری: ۱/ ۸۷، صحیح مسلم: ۲/ ۳۴ ارقم ۱۵۷۲، مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/ ۲۲۳] میں بھی ہیں:

{رکوع سے سجدہ کو جانے کا طریقہ}

۵۸) ''حَدَّثَنَا رَبِيْعُ الْمُؤَذِّنُ قَالَ ثَنَا أَسَدُ بْنُ مُوْسٰى قَالَ ثَنَا ابْنُ فُضَيْلٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بْنِ سَعِيْدٍ عَنْ جَدِّهٖ عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ إِذَا سَجَدَ أَحَدُكُمْ فَلْيَبْدَأْ بِرُكْبَتَيْهِ قَبْلَ يَدَيْهِ وَلَا يَبْرُكْ بُرُوْكَ الْفَحْلِ''

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب تم میں کوئی سجدہ کرے تو ہاتھوں سے پہلے گھٹنے رکھے اور جانوروں کی طرح نہ بیٹھے:

(۱) شرح معانی الآثار: ۱/ ۵۲۰ رقم ۱۴۱۶ (۲) مسند ابی یعلی: ۱۱/ ۴۱۴ رقم ۶۵۴۰

(۳) سنن الکبریٰ بیہقی: ۲/ ۱۰۰ رقم ۲۷۴۱

{سجدہ کرنے کا طریقہ}

۵۹)''حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ نَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ عَمْرِو بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ طَاوُسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ أُمِرَ النَّبِيُّ ﷺ أَنْ يَسْجُدَ عَلٰى سَبْعَةِ أَعْضَاءٍ وَلَا يَكُفَّ شَعْرَهٗ وَلَا ثِيَابَهٗ قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى هٰذَا حَدِيْثٌ حَسَنٌ صَحِيْحٌ''

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سات اعضاء پر سجدہ کرنے اور کپڑوں اور بالوں کو نہ سمیٹنے کا حکم دیا امام ترمذی فرماتے ہیں یہ حدیث حسن صحیح ہے:

(۱) جامع ترمذی: ۱/ ۳۱۰ رقم ۲۸۳ (۲) صحیح بخاری: ۱/ ۳۹۶ رقم ۷۷۱

(۳) صحیح مسلم: ۱/ ۶۷۹ رقم ۹۹۹ (۴) سنن ابوداؤد: ۱/ ۳۳۷ رقم ۸۸۹

{دو سجدوں کے بعد دوسری اور چوتھی رکعت کیلئے کھڑا ہونا}

۶۰)''عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَنْهَضُ فِي الصَّلٰوةِ عَلٰى صُدُوْرِ قَدَمَيْهِ قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى حَدِيْثُ أَبِيْ هُرَيْرَةَ عَلَيْهِ الْعَمَلُ عِنْدَ أَهْلِ الْعِلْمِ''

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ (بغیر بیٹھے) اپنے قدموں کے اگلے پنجوں پر کھڑے ہوتے امام ابوعیسی ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حدیث ابی ہریرہ پر اہل علم کا عمل ہے

(۱) جامع ترمذی: ۱/ ۳۱۹ رقم ۲۸۸ طبع بیروت (۲) الدرایہ: ۱/ ۱۴۷ رقم ۱۷۸

(۳) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/ ۱۲۴ رقم ۲۳۱ (۴) شرح السنۃ للبغوی: ۳/ ۱۶۶

۶۱)عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ أَنَّ رَجُلًا دَخَلَ الْمَسْجِدَ يُصَلِّيْ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ نَاحِيَةِ الْمَسْجِدِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فَجَاءَ فَسَلَّمَ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهُ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ فَرَجَعَ فَصَلِّ ثُمَّ سَلَّمَ فَقَالَ وَعَلَيْكَ ارْجِعْ فَصَلِّ فَإِنَّكَ لَمْ تُصَلِّ قَالَ فِي الثَّالِثَةِ فَأَعْلِمْنِي قَالَ إِذَا قُمْتَ إِلَى الصَّلٰوةِ فَأَسْبِغِ الْوُضُوْءَ ثُمَّ اسْتَقْبِلِ الْقِبْلَةَ فَكَبِّرْ وَاقْرَأْ بِمَا تَيَسَّرَ مَعَكَ مِنَ الْقُرْاٰنِ ثُمَّ ارْكَعْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ رَاكِعًا ثُمَّ ارْفَعْ رَأْسَكَ حَتّٰى تَعْتَدِلَ قَائِمًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ وَتَطْمَئِنَّ جَالِسًا ثُمَّ اسْجُدْ حَتّٰى تَطْمَئِنَّ سَاجِدًا ثُمَّ ارْفَعْ حَتّٰى تَسْتَوِيَ قَائِمًا ثُمَّ افْعَلْ ذَالِكَ فِي صَلَاتِكَ كُلِّهَا:

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اور نماز پڑھی، اور رسول اللہ ﷺ ایک گوشے میں تشریف فرما تھے وہ بعد نماز آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور سلام عرض کیا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا واپس لوٹ جا اور جا کر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی وہ واپس آ گیا اور نماز پڑھ کر حاضر بارگاہ ہوا اور سلام عرض کیا آپ ﷺ نے سلام کا جواب دے کر فرمایا واپس لوٹ جا، جا کر نماز پڑھ تو نے نماز نہیں پڑھی تیسری مرتبہ اس شخص نے عرض کیا حضور ﷺ مجھے نماز کا طریقہ سمجھا دیں تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔ جب تم نماز کا ارادہ کرو تو اچھی طرح وضو کرو پھر قبلہ رو ہو کر تکبیر کہہ اور جتنا قرآن میسر آئے پڑھ اس کے بعد اطمینان سے رکوع کر پھر سر اٹھا کر سیدھا کھڑا ہو جا پھر اطمینان سے سجدہ کر پھر سجدے سے اٹھ کر اطمینان سے بیٹھ جا پھر اطمینان سے سجدہ کر پھر سجدہ سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو جا اور اسی طرح ساری نماز پڑھ:

(۱) صحیح بخاری جزء ۸ صفحہ ۱۶۹ رقم ۶۶۶۷ (۲) سنن الکبریٰ بیہقی: ۲/ ۲/ ۳۷

(۳) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/ ۲۸۱ رقم ۲۹۷۶ (۴) شعار اصحاب الحدیث للحاکم صفحہ ۴۵ رقم ۴۶

۶۲) "حَدَّثَنَا أَبُوْ خَالِدٍ الْأَحْمَرِ، مُحَمَّدُ بْنُ عَجْلَانَ، عَنِ النُّعْمَانِ بْنِ أَبِيْ عَيَّاشٍ قَالَ أَدْرَكْتُ غَيْرَ وَاحِدٍ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ فَكَانَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ السَّجْدَةِ فِيْ أَوَّلِ رَكْعَةٍ وَ الثَّالِثَةِ، قَامَ كَمَا هُوَ لَمْ يَجْلِسْ"

حضرت نعمان بن ابی عیاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے اکثر صحابہ (کے زمانہ) کو پایا ہے پس وہ جب پہلی رکعت اور تیسری رکعت کے (سجدہ ثانیہ) سے اپنا سر اٹھاتے تو جلسہ استراحت کیے بغیر کھڑے ہوتے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/ ۳۹۵ رقم ۴۰۱۱ (۲) زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۵۹۲، رقم الحدیث ۱۰۹۹ عام مشائخ ،تابعین، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی پر عمل کرتے تھے دیکھئے (مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/ ۹۴، ۹۵)

{تشہد میں کس طرح بیٹھے}

۶۳) ''عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ أَنَّهُ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ كَانَ يَرَى عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ يَتَرَبَّعُ فِي الصَّلٰوةِ إِذَا جَلَسَ فَفَعَلْتُهُ وَأَنَا يَوْمَئِذٍ حَدِيثُ السِّنِّ فَنَهَانِي عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عُمَرَ وَقَالَ إِنَّمَا سُنَّةِ الصَّلٰوةِ أَنْ تَنْصِبَ رِجْلَكَ الْيُمْنٰى وَتَثْنِيَ الْيُسْرٰى فَقُلْتُ إِنَّكَ تَفْعَلُ ذٰلِكَ فَقَالَ أَنَّ رِجْلَيَّ لَا تَحْمِلَانِي''

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ میں اپنے باپ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھتا، وہ نماز میں چارزانوں ہوکر بیٹھتے میں بھی اسی طرح بیٹھتا ان دنوں میں بچہ تھا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے منع کیا اور فرمایا بے شک نماز میں سنت ہے کہ دایاں پاؤں کھڑا کرے اور بایاں پاؤں موڑ دے (یعنی اوپر بیٹھے) میں نے کہا آپ تو چارزانوں بیٹھتے ہیں فرمایا میرے پاؤں میرا بوجھ نہیں برداشت کرتے:

(۱) صحیح بخاری ۱/ ۲۰۹ رقم ۸۲۷ (۲) موطاء امام مالک: ص ۸۹ رقم ۲۰۱

{تشہد میں پڑھنے کا بیان}

۶۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے تو یوں کہتے جبریل پر سلام، میکائیل پر سلام، فلانے پر سلام، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف منہ پھیرا اور فرمایا اللہ کا نام خود سلام ہے جب کوئی تم میں سے نماز پڑھے تو یوں کہے ''اَلتَّحِيَّاتُ لِلّٰهِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّيِّبٰتُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ أَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ، اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ، جب تم یہ کہو گے تو تمہارا سلام آسمان اور زمین میں جہاں کوئی اللہ کا نیک بندہ ہے اسکو پہنچ جاوے گا أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ

(۱) صحیح بخاری: ۱/ ۳۰۴ رقم ۷۹۲ (۲) شرح معانی الآثار: ۱/ ۵۳۶ رقم ۱۴۵۳

(۳) سنن ابوداود: ۱/ ۳۷۳ رقم ۹۵۵ (۴) جامع ترمذی: ۱/ ۲۰۳ رقم ۷۳

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

{تشہد آہستہ پڑھنا سنت ہے}

۶۵)''عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ مِنَ السُّنَّةِ أَنْ يُخْفِيَ التَّشَهُّدُ''

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا تشہد کو آہستہ پڑھنا سنت ہے

(۱)سنن ابوداؤد:۱/۳۷۴،رقم ۹۸۸ (۲)جامع ترمذی:۲/۸۴،رقم ۲۹۱

{پہلے قعدہ میں تشہد سے زیادہ نہ پڑھنا}

۶۶)''عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ لَا يَزِيْدُ فِي الرَّكْعَتَيْنِ عَلَى التَّشَهُّدِ''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ دو رکعتوں میں تشہد پر زیادتی نہ کرتے تھے

(۱)مسند ابی یعلی:۴/۳۴۸،رقم ۴۳۷۳ (۲)مجمع الزوائد:۲/۱۶۹،رقم ۲۸۵۹

{تشہد میں انگلی کا اشارہ}

۶۷)''حَدَّثَنَا مَحْمُوْدُ بْنُ غَيْلَانَ وَ يَحْيَى بْنُ مُوْسٰى قَالَا نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ إِذَا جَلَسَ فِي الصَّلٰوةِ وَضَعَ يَدَهُ الْيُمْنٰى عَلٰى رُكْبَتِهٖ وَ رَفَعَ إِصْبَعَهُ الَّتِيْ تَلِي الْإِبْهَامَ يَدْعُوْ بِهَا وَيَدَهُ الْيُسْرٰى عَلٰى رُكْبَتِهٖ بَاسِطَهَا عَلَيْهِ...قَالَ أَبُوْ عِيْسٰى حَدِيْثُ ابْنِ عُمَرَ حَدِيْثٌ حَسَنٌ''

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نماز میں (تشہد کیلیے) بیٹھتے وقت دایاں ہاتھ داہنے گھٹنے پر رکھتے اور انگشت شہادت اٹھا کر اشارہ فرماتے جبکہ بائیں ہاتھ کو بائیں گھٹنے پر بچھا کر رکھتے امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہ حسن ہے

(۱)جامع ترمذی:۱/۳۸۲،رقم ۲۹۴ (۲)صحیح مسلم:۲/۹۰

(۳)مسند احمد:۲/۱۴۷،رقم ۶۳۴۸

۶۸)حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيْمُ بْنُ الْحَسَنِ الْمَصِيْصِيُّ نَا حَجَّاجٌ عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ عَنْ زِيَادٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَجْلَانَ عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّهُ ذَكَرَ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ كَانَ يُشِيْرُ بِإِصْبَعِهٖ إِذَا دَعَا وَلَا يُحَرِّكُهَا:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: عامر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ذکر کیا کہ نبی کریم ﷺ اپنی انگلی سے اشارہ فرمایا کرتے تھے اور اسے حرکت نہیں دیا کرتے تھے (اسنادہ صحیح)

(۱) سنن ابوداؤد: ۱/۳۴۷ رقم ۹۹۱ (۲) مستخرج ابی عوانہ: ۲/۳۵۵ رقم ۱۵۹۴

(۳) شرح السنۃ للبغوی: ۳/۱۷۸ رقم ۶۷۶

{تشہد کے بعد نبی ﷺ پر درود پڑھنا}

۶۹) "عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ أَبِي لَيْلٰى قَالَ لَقِيَنِي كَعْبُ بْنُ عُجْرَةَ فَقَالَ أَلَا أُهْدِي لَكَ هَدِيَّةً سَمِعْتُهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَقُلْنَا يَا رَسُوْلَ اللهِ كَيْفَ الصَّلٰوةُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ فَإِنَّ اللهَ قَدْ عَلَّمَنَا نُسَلِّمُ عَلَيْكَ قَالَ قُوْلُوْا. اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ. اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ" متفق عليه:

ترجمہ: حضرت عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں ایک دفعہ مجھ سے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی تو وہ فرمانے لگے کیا میں تمہیں ایک ایسا تحفہ نہ دوں جو مجھے نبی کریم ﷺ سے ملا ہے میں نے کہا جی ہاں ضرور دیجئے تو حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ہم نے نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے (نماز میں التحیات کے ذریعے) آپ پر سلام بھیجنا تو ہمیں سکھایا ہے اب آپ فرمایئے کہ ہم آپ پر اور آپ کے اہل بیت پر درود کس طرح بھیجیں تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا اس طرح بھیجا کرو اللّٰھم صل علیٰ محمد وعلیٰ ال محمد۔۔۔ آخر تک اس کی روایت بخاری ومسلم نے کی

(۱) زجاجۃ المصابیح: ۱/۱۹۷ رقم ۱۲۸۳ (۲) سنن ابوداؤد: ۱/۳۷۰ رقم ۹۷۸

(۳) تہذیب الآثار للطبری: ۱/۲۱۳

{نماز میں سلام کا طریقہ}

۷۰) "عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ وَأَبُوْ بَكْرٍ وَ عُمَرُ يُسَلِّمُوْنَ عَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ فِي الصَّلٰوةِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللهِ"

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نماز میں دائیں اور بائیں طرف "السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ" کے الفاظ سے سلام پھیرتے تھے:

(۱) شرح معانی الآثار: ۱/ ۵۴۸ رقم ۱۴۸۶ (۲) سنن ابو داود: ۱/ ۳۸۳ رقم ۹۸۳

{نماز کے بعد ذکر الٰہی}

۷۱) "حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ مُوسَى الْبَلْخِيُّ نَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ أَخْبَرَنِي ابْنُ جُرَيْجٍ أَنَا عَمْرُو بْنُ دِينَارٍ أَنَّ أَبَا مَعْبَدٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّكْرِ حِينَ يَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَكْتُوبَةِ كَانَ ذٰلِكَ عَلَى عَهْدِ رَسُولِ اللهِ ﷺ وَأَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ أَعْلَمُ إِذَا انْصَرَفُوا بِذٰلِكَ وَأَسْمَعُهُ"

ترجمہ: ابو معبد مولیٰ ابن عباس نے بتایا کہ فرض نماز کے بعد بلند آواز سے ذکر کرنا رسول اللہ ﷺ کے عہد میں رائج تھا اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے نماز سے فارغ ہونے کا اسی سے علم ہوتا جبکہ میں سنا کرتا

(۱) سنن ابو داود: ۱/ ۳۸۳ رقم ۱۰۰۵ (۲) صحیح بخاری: ۱/ ۲۱۳ رقم ۸۴۱

{نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا}

۷۲) "عَنِ الْأَسْوَدِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللهِ ﷺ الْفَجْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ انْحَرَفَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَدَعَا"

ترجمہ: حضرت اسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں انکے والد نے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز فجر ادا کی جب حضور ﷺ نے سلام پھیرا تو پلٹ گئے اور دونوں ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمائی:

(۱) زجاجۃ المصابیح: ۲/ ۵۶ رقم ۱۳۲۲ (۲) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/ ۳۰۲ رقم ۳۱۱۰

(۳) عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۱/ ۲۶۲ رقم ۳۰۷ میں بھی اسی طرح کا مفہوم منقول ہے

{نماز وتر تین رکعت ہیں}

۷۳) "حَدَّثَنَا أَبُو بِشْرٍ الرَّقِّيُّ ثَنَا قَالَ شُجَاعٌ عَنْ سُلَيْمَانَ بْنِ مِهْرَانَ عَنْ مَالِكِ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ يَزِيدَ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ مَسْعُودٍ قَالَ الْوِتْرُ ثَلٰثٌ كَوِتْرِ النَّهَارِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صَلٰوۃِ الْمَغْرِبِ"(اسنادہٗ صحیح)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں وتر تین رکعتیں ہیں جیسا کہ دن کے وتر یعنی نماز مغرب کی تین رکعات ہیں (اسکی سند صحیح ہے)

(۱) شرح معانی الآثار: ۱/ ۵۹۸ رقم ۱۶۲۵ (۲) زجاجۃ المصابیح: ۲/ ۲۶۵ رقم ۱۶۳۹

(۳) آثار السنن: ص ۲۲۷ رقم ۶۱۹

۷۴)"وَعَنْهَا عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ لَا يُسَلِّمُ اِلَّا فِيْ اٰخِرِهِنَّ :رَوَاهُ الْحَاكِمُ فِيْ مُسْتَدْرَكِهٖ وَقَالَ اِنَّهٗ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الْبُخَارِيِّ وَمُسْلِمٍ"

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ تین وتر پڑھتے تھے اور صرف آخر میں سلام پھیرتے: اس کی روایت امام حاکم نے مستدرک میں کی ہے اور امام حاکم نے کہا کہ یہ حدیث بخاری ومسلم کی شرط پر صحیح ہے:

(۱) زجاجۃ المصابیح: ۲/ ۲۶۶ رقم ۱۶۴۱ (۲) مستدرک حاکم: ۱/ ۳۰۴ رقم ۱۱۴۰

(۳) سنن نسائی: ۱/ ۱۷۵ (۴) معجم الصغیر طبرانی: ۲/ ۱۸۱ رقم ۹۹۰

{وتروں میں قنوت سے پہلے تکبیر کہہ کر ہاتھ اٹھانا}

۷۵)"عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْاَسْوَدِ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَبْدِ اللهِ اَنَّهٗ كَانَ يَقْرَأُ فِيْ اٰخِرِ رَكْعَةٍ مِنَ الْوِتْرِ قُلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ ثُمَّ يَرْفَعُ يَدَيْهِ وَ يَقْنُتُ قَبْلَ الرَّكْعَةِ. قَالَ الْبُخَارِيُّ هٰذَا الْاَحَادِيْثُ كُلُّهَا صَحِيْحَةٌ عَنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ"

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وتر کی آخری رکعت میں قل ھو اللہ احد پڑھتے، پھر اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، یہ تمام حدیث رسول ﷺ سے صحیح ثابت ہیں

(۱) جزء رفع الیدین: ص ۸۰ رقم ۱۶۴، ۱۶۳ (۲) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲/ ۳۰۷ رقم ۷۰۲۴

۷۶)"حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ شُعَيْبِ بْنِ سُلَيْمَانَ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ عَنْ طَلْحَةَ بْنِ مُصَرِّفٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ النَّخْعِيِّ قَالَ تُرْفَعُ الْاَيْدِيْ فِيْ سَبْعِ مَوَاطِنَ فِيْ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

افْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ وَفِي التَّكْبِيْرِ لِلْقُنُوْتِ فِي الْوِتْرِ وَفِي الْعِيْدَيْنِ وَعِنْدَ اِسْتِلَامِ الْحَجَرِ وَعَلَى الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَبِجَمْعٍ وَعَرَفَاتٍ وَعِنْدَ الْمَقَامَيْنِ عِنْدَ الْجَمْرَتَيْنِ''

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں سات مقامات پر ہاتھ اٹھائے جائیں آغاز نماز میں وتروں میں تکبیر قنوت کے وقت، عیدین میں، حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت، صفا مروہ پر، مزدلفہ اور عرفات میں اور دو جمروں کے پاس ٹھہرتے وقت: (شرح معانی الآثار: ۲/ ۲۹۳ رقم ۱۴۰۸)

{دعائے قنوت}

۷۷)''حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ قَالَ أَخْبَرَنَا ابْنُ أَبِي لَيْلَى، عَنْ عَطَاءٍ عَنْ عُبَيْدِ بْنِ عُمَيْرٍ، قَالَ صَلَّيْتُ خَلْفَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ الْغَدَاةَ فَقَالَ فِي قُنُوتِهِ. اَللّٰهُمَّ إِنَّا نَسْتَعِيْنُكَ وَ نَسْتَغْفِرُكَ وَ نُثْنِيْ عَلَيْكَ الْخَيْرَ وَ نَشْكُرُكَ وَلَا نَكْفُرُكَ وَ نَخْلَعُ وَ نَتْرُكُ مَنْ يَّفْجُرُكَ. اَللّٰهُمَّ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَلَكَ نُصَلِّيْ وَ نَسْجُدُ، وَإِلَيْكَ نَسْعٰى وَ نَحْفِدُ وَ نَرْجُوْ رَحْمَتَكَ وَ نَخْشٰى عَذَابَكَ، إِنَّ عَذَابَكَ بِالْكُفَّارِ مُلْحِقٌ،،

ترجمہ: حضرت عبید بن عمیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے قنوت پڑھی **اللّٰھم انّا نستعینک**۔۔آخر تک **باالکفار ملحق**

(اسکی سند صحیح ہے)

(۱) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲/ ۳۱۴ رقم ۷۱۰۰ (۲) زجاجۃ المصابیح: ۲/ ۲۷۷

(۳) سنن الکبریٰ بیہقی: ۲/ ۲۱۱ رقم ۳۲۶۹

{نماز میں سجدہ سہو کا بیان}

۷۸) حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے:

''لِكُلِّ سَهْوٍ سَجْدَتَانِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ،،

ترجمہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر بھول کیلئے دو سجدے ہیں سلام کے بعد:

(۱) سنن ابوداود: ۱/ ۱۴۰ رقم ۱۰۴۰ (۲) مسند احمد: ۵/ 280 رقم ۲۲۷۸۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۷۹)حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ نَا حَجَّاجُ عَنِ بْنِ جُرَيْجٍ اَخْبَرَنِيْ عَبْدُاللهِ بْنُ مُسَافِعٍ اَنَّ مُصْعَبَ ابْنِ شَيْبَةَ اَخْبَرَهُ عَنْ عُتْبَةَ بْنِ الْحَارِثِ عَنْ عَبْدِاللهِ بْنِ جَعْفَرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ قَالَ مَنْ شَكَّ فِيْ صَلَاتِهٖ فَلْيَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ بَعْدَ مَا يُسَلِّمُ:

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس کو اپنی نماز میں شک ہو جائے تو وہ دو سجدے کرے سلام پھیرنے کے بعد:

(۱)سنن ابوداود: ۱/۳۹۷رقم ۱۰۳۵ (۲)سنن نسائی: ۳/۳۰رقم ۳۴۸

(۳)سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۳۳۶رقم ۳۹۸۷ (۴)مسند احمد: ۱/۲۰۵رقم ۱۷۵۲

۸۰)حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے

"قَالَ اِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ يُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ"

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے تو غور کرے کہ درست کیا ہے اور اس کے مطابق (نماز) پوری کر کے سلام پھیر دے پھر دو سجدے کرے:

(۱)صحیح بخاری: ۱/۱۱۱رقم ۴۰۱ (۲)سنن ابن ماجہ: ۲/۲۷۵رقم ۱۲۱۲

(۳)سنن نسائی: ۳/۲۹رقم ۱۲۴۴ (۴)سنن الدارقطنی: ۴/۶۵رقم ۱۴۲۴

۸۱)حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے مروی ہے

اَنَّ النَّبِيَّ ﷺ صَلّٰى بِهِمْ فَسَهَا فَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ تَشَهَّدَ ثُمَّ سَلَّمَ:

ترجمہ: نبی ﷺ نے (صحابہ کرام کو) نماز پڑھائی اور اس میں بھول واقع ہوگئی تو آپ ﷺ نے دو سجدے ادا کئے، پھر تشہد پڑھی اور سلام پھیرا:

(۱)جامع ترمذی: ۱/۲۵۳رقم ۳۷۸ (۲)سنن ابوداود: ۱/۴۰۱رقم ۱۰۴۱

(۳)سنن نسائی: ۳/۲۶رقم ۱۲۳۶ (۴)صحیح ابن حبان: ۶/۳۹۴رقم ۲۶۷۲

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۲)

❁ حضور ﷺ کا دُور سے دُرود و سلام سماعت فرمانا ❁

نحمدہ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد!

اہل اسلام کا یہ عقیدہ ہے کہ ہمارے نبی پاک حضرت محمد مصطفی ﷺ دور و نزدیک سے درود و سلام سماعت فرماتے ہیں حدیث شریف ملاحظہ فرمایئے:

۱)[قال الطبرانی حدثنا یحیی بن ایوب العلاف حدثنا سعید بن ابی مریم حدثنا یحیی بن ایوب عن خالد بن یزید عن سعید بن ابی ھلال عن ابی الدرداء قال: قال رسول اللہ ﷺ اکثروا الصّلوٰۃ علی یوم الجمعۃ فانہ یوم مشھود تشھدہ الملائکۃ لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوتہ حیث کان قلنا و بعد وفاتک؟ قال وبعد وفاتی ان اللہ حرم علی الارض ان تأکل اجساد الانبیاء]

ترجمہ: بسند مذکور: رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں جمعہ کے دن کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے اس دن فرشتے حاضر ہوتے ہیں تم میں کوئی شخص بھی مجھ پر درود شریف پڑھتا ہے اس کی آواز مجھ تک پہنچ جاتی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہو ہم نے عرض کیا آپ ﷺ کے وصال کے بعد بھی؟ فرمایا! ہاں وصال کے بعد بھی کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمین پر انبیاء علیہم السلام کے اجسام کھانا حرام فرما دیا ہے

(۱) جلاء الافھام ص نمبر ۷۲ ا مطبوعہ کویت

(۲) امام حافظ محمد عبد اللہ بن ناصر الدین دمشقی نے بھی امام طبرانی کے حوالہ سے یہی الفاظ نقل کیے ہیں: "**لیس من عبد یصلی علی الابلغنی صوتہ حیث کان**"

(صلاۃ الکئیب بوفاہ الحبیب: ص ۱۸۷)

(۳) حضرت امام محمد بن یوسف الصالح الشامی نے امام طبرانی کے حوالہ سے یہی الفاظ نقل کیے ہیں:

(سبل الھدیٰ والرشاد: ۱۲/ ۳۵۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۴)علامہ موسیٰ محمد علی صاحب فرماتے ہیں

"لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوته حیث کان""(حقیقۃ التوسل:ص ۵۴۰ طبع بیروت)

(۵)امام حافظ محمد بن عبد الرحمن السخاوی نے بھی اس روایت کو نقل کیا لکھتے ہیں!

"وأخرجه الطبرانی فی "الکبیر" بلفظ "أکثروا الصلاۃ علی یوم الجمعة،فانه یوم مشهود تشهد الملائکة،لیس من عبد یصلی علی الا بلغنی صوته حیث کان۔قلنا وبعد وفاتك؟ قال:وبعد وفاتی،ان الله تعالیٰ حرم علی الارض أن تأکل أجساد الانبیاء" (القول البدیع:ص ۳۳۴ طبع دوم المدینۃ المنورہ السعودی العربیۃ)

(۶)علامہ ابن حجر ہیتمی المکی نے بھی طبرانی کے حوالہ سے اس روایت کو نقل کیا ہے:

(الجوھر المنظم:ص ۲۱ طبع مصر)

(۷)شارح بخاری امام شمس الدین محمد قسطلانی نے بھی انہی الفاظ کے ساتھ اس روایت کو نقل کیا ہے:

(مسالک الحنفاء: ص ۲۶۲)

(۸)امام یوسف بن اسماعیل نبھانی نے بھی اس روایت کو انہی الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے

(حجۃ اللہ علی العالمین:ص ۷۱۳)

(۹)مولانا محمد انوار اللہ قادری فاروقی حیدرآبادی خلیفہ مجاز الحاج امداد اللہ مہاجر مکی نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے۔ (انوار احمدی:ص ۷۶)

(۱۰)علامہ ابن حجر مکی نے بھی اس روایت کو نقل کیا ہے (الدر المنضود:ص ۱۱۷)

❁ سند کا تعارف ❁

(۱)**امام طبرانی**:اس روایت کے پہلے راوی امام طبرانی ہیں جو تمام کے نزدیک ثقہ ہیں

(۲)**یحییٰ بن ایوب العلاف بن بادی الخولانی مولاھم ابوزکریا المصری:**

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں!"**قال النسائی صالح،لا بأس به**"

(تہذیب التہذیب: ۱۱/۱۸۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یحییٰ بن ایوب العلاف المصری کا ترجمہ درج ذیل کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے:

(۱)سیر اعلام النبلاء: ۱۳/ ۴۵۳ (۲)الکاشف: ۲/ ۳۶۱ الترجمہ ۶۱۳۵

(۳)تہذیب التہذیب: ۴/ ۱۴۹ (۴)العبر: ۲/ ۸۳

(۵)المعجم المشتمل: الترجمہ ۱۱۳۴ (۶)تاریخ الاسلام: ۲۳۴

(۷)نھایۃ السول: ۴۲۳ (۸)تقریب التھذیب: الترجمہ ۷۵۵۹

(۹)شذرات الذھب: ۲/ ۲۰۲ (۱۰)تھذیب الکمال: ۳۱/ ۲۳۰

(۱۱)خلاصۃ تذھیب الکمال: ص ۴۲۱ (۱۲)تذھیب تھذیب الکمال ۹/ ۴۱۸ الترجمہ ۷۵۵۵

(۳)سعید بن ابی مریم ہو سعید بن الحکم بن محمد سالم الجمعی المصری:

امام ذہبی "تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۲۹۸" طبقہ ۷ میں لکھتے ہیں کہ "امام ابو داؤد فرماتے ہیں: یہ میرے نزدیک حجت ہیں عجلی کہتے ہیں ثقہ ہیں ابن یونس کہتے ہیں مشہور فقیہ تھے ۱۴۴ ھجری میں پیدا ہوئے اور ۲۲۴ ھجری میں وفات پائی میں (امام ذہبی) کہتا ہوں ثقہ اور کثیر الحدیث تھے

ان کا شاندار ترجمہ دیکھنے کے لیے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمایئے:

(۱)تاریخ الکبیر للبخاری: ۳/ الترجمہ ۷ ۵۴ (۲)تاریخ الصغیر للبخاری: ۲/ ۳۵۵

(۳)ثقات ابن حبان: ۱/ ۱۵۶ (۴)ثقات العجلی: ۱۸

(۵)تھذیب الکمال: ۱۰/ ۳۹۱ (۶)شذرات الذھب: ۲/ ۵۳

(۷)الکنیٰ لمسلم: ۹۸ (۸)المعرفہ لیعقوب: ۱/ ۲۰۷

(۹)الجرح والتعدیل: ۴/ ۱۳، الترجمہ ۴۹ (۱۰)رجال بخاری للباجی: ۱۵۵

(۱۱)السابق واللاحق: ۲۹۹ (۱۲)الجمع لابن القیسرانی: ۱/ ۱۶۴

(۱۳)المعجم المشتمل: الترجمہ ۳۶۰ (۱۴)تاریخ الاسلام: ۱۹۸

(۱۵)سیر اعلام النبلاء: ۱۰/ ۳۲۷ (۱۶)الکاشف ۱/ ۴۳۲، الترجمہ ۱۸۶۸

(۱۷)العبر: ۱/ ۳۹۰ (۱۸)تذھیب التھذیب: ۲/ ۱۶

(۱۹)اکمال مغلطائی: ۲/ ۸۱ (۲۰)نھایۃ السول: ۱۱۵

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۲۱) حسن المحاضرہ: ۱/ ۳۷۶ (۲۲) خلاصۃ الخزرجی: ۱/ الترجمہ ۲۴۳۳

(۴) یحییٰ بن ایوب ابو العباس الغافقی المصری:

یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ثقہ"

(تاریخ ابن معین روایۃ الدارمی: ۱/ ۱۹۶ رقم ۷۱۹، وابن محرز ص ۳۲، وابن طہمان رقم ۱۲۱)

اس کے علاوہ یحییٰ بن ایوب کی توثیق درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) تقریب التہذیب ۲:/ ۲۹۷ رقم ۷۵۳۸ (۲) تہذیب التہذیب: ۱۱/ ۱۸۶

(۳) میزان الاعتدال: ۴/ ۳۶۲ رقم ۹۴۶۲ (۴) العبر: ۱/ ۱۸۶ طبع بیروت

(۵) الکاشف: ۲/ ۳۶۲ رقم ۶۱۳۷ (۶) تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۱۶۷ رقم ۲۱۲

(۷) سیر اعلام النبلاء: ۸/ ۵ رقم ۱ (۸) رجال صحیح مسلم لابن منجویہ: ص ۱۹۳

(۹) الثقات لابن حبان: ۷/ ۶۰۰ رقم ۱۱۶۵۶ (۱۰) الثقات للعجلی: ۲/ ۳۴۷ رقم ۱۹۶۲

(۱۱) ثقات ابن شاہین: الترجمہ ۱۵۹۴ (۱۲) طبقات الخلیفۃ: ۱/ ۵۴۳ رقم ۲۷۹۵

(۱۳) تاریخ الکبیر للبخاری: ۸/ ۲۶۰ رقم ۲۹۱۹ (۱۴) الکنی والاسماء لمسلم: ۱/ ۲۴۹۱۶۱۰

(۱۵) التعدیل والتجریح للباجی: ۳/ ۱۲۰۳ رقم ۱۴۴۸ (۱۶) تہذیب الکمال: ۳۱/ ۲۳۳ رقم ۶۷۹۲

(۱۷) اقوال الامام احمد بن حنبل فی رجال الحدیث: ۴/ ۱۰۸ رقم ۳۴۶۶

(۵) خالد بن یزید الجمعی أبو عبد الرحیم البربری ثم المصری:

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے "تہذیب التہذیب: ۳/ ۱۲۹ میں لکھتے ہیں

"قال ابو زرعه والنسائی ثقه وقال أبو هاتم لاباس به...ذکره ابن حبان فی الثقات وقال العجلی ثقة وقال یعقوب بن سفیان مصری ثقة"

خالد بن یزید کا شاندار ترجمہ دیکھنے کے لیے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیے:

(۱) تاریخ یحییٰ بروایۃ الدوری: ۲/ ۱۴۶ (۲) ابن طہمان: رقم ۳۷۱

(۳) ابن جنید: ۲۵ (۴) تاریخ الکبیر للبخاری: ۳/ ۱۸۰، الترجمہ ۶۱۲

(۵) المعرفۃ لیعقوب: ۱/ ۱۲۰ (۶) أبو زرعۃ الرازی: ۳۶۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۷)الجرح والتعدیل ۳:/ ۳۵۸،الترجمہ ۱۶۱۹(۸) ثقات ابن حبان: ۱۱۵
(۹)اسماء دارقطنی: الترجمہ ۳۷۲ (۱۰)سنن دارقطنی:۱/ ۳۰۵
(۱۱)رجال بخاری للباجی :۵۴ (۱۲)الجمع لابن القیسرانی ۱/ ۱۲۱
(۱۳)سیر أعلام النبلاء:۹/ ۴۱۴ (۱۴)تذھیب التھذیب:۱/ ۱۹۵
(۱۵)الکاشف ۱:/ ۳۰۷،الترجمہ ۱۳۶۷ (۱۶)اکمال مغلطائی:۱/ ۳۲۴
(۱۷)نھایۃ السول:۸۵ (۱۸)خلاصۃ الخزرجی:۱/ الترجمہ ۱۸۱۶
(۱۹)شذرات الذھب:۱/ ۲۰۷ (۲۰)تھذیب الکمال:۸/ ۲۰۸
(۲۱)تذھیب تھذیب الکمال:۳/ ۱۱۳،الترجمہ ۱۶۸۵

(۶)سعید بن ابی ھلال اللّیثی أبو العلاء المصری:

امام المزی تہذیب الکمال ۱۱/ ۹۶ میں لکھتے ہیں"**قال أبو حاتم لا بأس به۔ ذكره ابن حبان في كتاب الثقات و ثقه ابن سعد،والعجلي وابن خزيمه والدارقطني والبيهقي والخطيب وابن عبدالبر وغيرهم وقال الساجي صدوق**"

ترجمہ:ابو حاتم نے فرمایا "**لا بأس به**"ابن حبان نے کتاب الثقات میں اس کا ذکر کیا اور ابن سعد،العجلی ،ابن خزیمہ،دارقطنی ،بیہقی،خطیب بغدادی اور ابن عبد البر وغیرہ نے ثقہ فرمایا امام ساجی نے کہا سچا ہے

سعید بن ابی ھلال کا مزید ترجمہ درج ذیل کتب میں دیکھئے:

(۱)طبقات ابن سعد:۷/ ۵۱۴ (۲)تاریخ الکبیر للبخاری:۳/ الترجمہ ۱۷۳۶
(۳)ثقات العجلی :صفحہ ۱۹ (۴)ابوزرعہ الرازی:۳۶۱
(۵)میزان الاعتدال:۲/ ۱۶۲الترجمہ ۳۲۹۰(۶) تذھیب التھذیب:۲/ ۳۰
(۷)الکاشف:۱/ ۴۴۵،الترجمہ ۱۹۷۰ (۸)سیر أعلام النبلاء:۶/ ۳۰۳
(۹)تاریخ الاسلام:۵/ ۲۵۶ (۱۰)الجمع لابن القیسرانی:۱/ ۱۷۲
(۱۱)السابق واللاحق:۳۱۵ (۱۲)رجال للبخاری للباجی:۱۵۹

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۳)رجال صحیح مسلم لابن منجویہ:۶۰ (۱۴)سنن دارقطنی:۱/۳۰۵
(۱۵)وفیات ابن زبر:ص ۴۲ (۱۶)ثقات ابن حبان:۱/۱۶۳
(۱۷)المراسیل:ص ۷۵ (۱۸)الجرح والتعدیل ۴/۱۷، الترجمہ ۳۰۱
(۱۹)تاریخ أبی زرعہ الدمشقی:۴۴۵ (۲۰)المعرفۃ للیعقوب:۱/۱۲۱
(۲۱)الاکمال مغلطائی:۲/۹۸ (۲۲)مراسیل العلائی:۲۴۵
(۲۳)نھایۃ السول:۱۲۰ (۲۴)تہذیب التھذیب ابن حجر:۴/۹۴
(۲۵)خلاصۃ الخزرجی:۱/الترجمہ ۲۵۵۳ (۲۶)شذرات الذھب:۱/۱۹۱

(۷)حضرت ابی الدرداء رضی اللہ عنہ:

تمام صحابہ بالاتفاق ثقہ ہیں لہذا یہ حدیث صحیح ہے اور کم از کم حسن درجہ کی ہے جس میں یہ صراحت موجود ہے کہ نبی ﷺ ہمارا درود وسلام خود سماعت فرماتے ہیں بعد از وصال بھی

{حضور ﷺ کا درود وسلام سماعت فرمانا اور جواب عطا فرمانا}

[حدثنا محمد بن عوف نا المقری نا حیوۃ عن ابی صخر حمید بن زیاد عن یزید بن عبد اللہ بن قسیط عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال ما من احد یسلم علی الا رد اللہ علی روحی حتی ارد علیہ السلام]

ترجمہ: سند مذکور: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کوئی ایسا نہیں جو مجھے سلام کرے مگر اللہ تعالی میری روح کو واپس لوٹا دیتا ہے تاکہ میں اس کے سلام کا جواب دوں

(۱)سنن ابوداود:۱/۲۸۶ (۲)مسند احمد بن حنبل:۲/۵۲۷
(۳)شعب الایمان:۲/۲۱۷ (۴)مسند اسحاق بن راھویہ:۱/۴۵۳
(۵)سنن الکبریٰ بیہقی:۵/۲۴۵ (۶)سنن الصغیر:۲/۲۱۰
(۷)المعجم الاوسط للطبرانی:۳/۳۸۷ (۸)تاریخ اصبھان لابی نعیم:۲/۳۵۳
(۹)الرسائل القشیریہ لابی قاسم:ص ۱۶ (۱۰)الترغیب والترھیب:۲/۴۹۹
(۱۱)فضائل الاعمال للضیاء المقدسی:۷۹۰ (۱۲)القول البدیع: ص ۳۲۸

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

{اس حدیث کا صحیح وحسن ہونا}

۱......امام سخاوی فرماتے ہیں!"**باسناد حسن، بل صححه النووی**"

(القول البدیع: ص ۳۲۸)

۲......امام نووی فرماتے ہیں!"**رواه ابوداؤد بسند صحیح**"

اسکو ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا ہے۔

(المجموع شرح المھذب للنووی ۸/ ۲۷۲)

مزید فرماتے ہیں!

"**ورویناه فیه ایضاً باسناد صحیح عن ابی ھریرة**"حضرت ابوھریرہ سے اس بارے میں صحیح سند سے روایت کی گئی ہے (الاذکار: ص ۱۰۶)

۳......امام زرقانی فرماتے ہیں!"**وقد روی ابوداؤد باسناد صحیح**"

اسے ابوداؤد نے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے (زرقانی علی المواھب ۱۲/ ۲۰۲)

۴......حضرت ملا علی قاری فرماتے ہیں!"**رواه ابوداؤد واحمد وبیھقی وسنده حسن**"

اسکی سند حسن ہے اور اس کو ابوداؤد، امام احمد بن حنبل اور امام بیہقی نے روایت کیا ہے

(شرح شفاء علی قاری ۲/ ۱۴۲)

۵......حافظ ابن حجر مکی فرماتے ہیں"**وسندھا حسن**"اسکی سند حسن ہے۔

(الدر المنضود ص ۱۲۱)

۶......ابن قیم فرماتے ہیں!"**وقد صح اسناد ھذا الحدیث**"

اور اس حدیث کی سند صحیح ہے (جلاء الافھام: ص ۳۳)

۷......علامہ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں"**وھذا اسناد صحیح**"

اور یہ سند صحیح ہے (شفاء السقام: ص ۴۱)

۸......حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں"**رواته ثقات**"اسکے راوی ثقہ ہیں(فتح الباری پارہ ۳/ ۲۷۹)

۹......اسی طرح علامہ شوکانی نے"تحفۃ الذاکرین ۲۸"میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۰......امام جلال الدین سیوطی نے ''مناھل الصفاص ۲۰۵''میں

۱۱......امام قاسم بن قطلو بغا نے ''التعریف والاخبار ص ۱۰۵'' (قلمی نسخہ) میں

۱۲......علامہ مجد الدین فیروز آبادی نے ''الصلات والبشر ۱۰۴''میں

۱۳......امام محمد بن یوسف الشامی نے ''سبل الھدیٰ ۱۲/ ۲۵۶''میں

۱۴......علامہ سمہو دی نے ''وفاء الوفا ۲/ ۴۰۳''میں

۱۵......علامہ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے ''السراج المنیر ۳/ ۲۷۹''میں

۱۶......مفتی عبدالعزیز بن باز نجدی نے ''مجموع فتاویٰ ومقالات ۲/ ۳۹۴''میں

۱۷......مولوی اسماعیل سلفی (غیر مقلد) نے ''تحریک آزادی فکر ص ۴۱۳''میں

اس حدیث کو صحیح کہا ہے

{سند کا تعارف}

۱۔محمد بن عوف بن سفیان الطائی ابوجعفر الحمصی:

امام ابوحاتم ان کو صدوق اور نسائی ثقہ کہتے ہیں امام ابن حبان انکو ثقات میں لکھتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ وہ صاحب حدیث اور اہل حفظ تھے امام ابن عدی فرماتے ہیں کہ وہ اہل شام کی صحیح اور ضعیف سب حدیثوں کے عالم تھے محدث مسلمہ فرماتے ہیں کہ وہ ثقہ تھے امام خلال فرماتے ہیں کہ وہ اپنے زمانہ میں امام حافظ اور علم ومعرفت میں مشہور تھے (تہذیب التہذیب ۹/ ۳۸۳،۳۸۴)

محمد بن عوف کا شاندار ترجمہ دیکھنے کے لیے درج ذیل کتب ملاحظہ فرمایئے:

(۱) الجرح والتعدیل: ۸/ ۵۲، الترجمہ ۲۴۱ (۲) ثقات ابن حبان: ۹/ ۱۴۳

(۳) السابق واللاحق: ۳۴۵ (۴) سیر أعلام النبلاء: ۱۲/ ۶۱۳ رقم ۲۳۸

(۵) الکاشف: ۲/ ۲۰۸، الترجمہ ۵۰۹۸ (۶) العبر: ۲/ ۵۰

(۷) تاریخ الاسلام ذہبی: ۱۳۵:۵ (۸) تقریب التہذیب: ۲/ ۱۹۷

(۹) المعجم المشتمل الترجمہ: ۹۳۰ (۱۰) شذرات الذھب: ۲/ ۱۶۳

(۱۱) تسمیۃ شیوخ ابی داؤد للجیانی: ص ۹۲ (۱۲) تہذیب الکمال ۲۶/: ۲۳۶

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲۔عبداللہ بن یزید القرشی العدوی ابوعبدالرحمن المقری:

امام ابو حاتم ان کو صدوق اور امام نسائی اور خلیلی ان کو ثقہ کہتے ہیں علامہ ابن سعد ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہتے ہیں امام ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں اور محدث ابن قانع ان کو ثقہ کہتے ہیں

(تہذیب التہذیب: ۶/ ۸۴)

مزید تفصیلات دیکھنے کے لیے المقری کا ترجمہ درج ذیل کتابوں میں دیکھئے:

(۱)طبقات ابن سعد ۵/ ۵۱۰ — (۲)تاریخ الدوری: ۲/ ۳۳۸

(۳)طبقاتہ: ۲۲۷ — (۴)تاریخ الکبیر بخاری: ۵/ ۲۲۸ رقم ۷۴۵

(۵)تاریخ الصغیر بخاری: ۲/ ۳۲۶ — (۶)الجرح والتعدیل: ۵/ ۲۰۱، الترجمہ ۹۳۹

(۷)ثقات ابن حبان: ۸/ ۳۴۲ — (۸)الکندی: ۳۰۲

(۹)تھذیب الکمال: ۱۶/ ۳۲۰ — (۱۰)رجال صحیح مسلم لابن منجویہ: ۹۹

(۱۱)السابق واللاحق: ۴۹ — (۱۲)المعجم المشتمل: الترجمہ ۵۱۴

(۱۳)الجمع لابن القیسرانی: ۱/ ۲۸۱ — (۱۴)معجم البلدان: ۱/ ۶۲۴

(۱۵)سیر أعلام النبلاء: ۱۰/ ۱۶۶ — (۱۶)الکاشف: ۱/ ۶۰۹

(۱۷)تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۲۸۱ — (۱۸)تذھیب التھذیب: ۲/ ۱۹۵

(۱۹)العقد الثمین: ۵/ ۲۹۸ — (۲۰)نھایۃ السول ۱۹۳

(۲۱)تقریب التھذیب: ۱/ ۴۶۲ — (۲۲)خلاصۃ الخزرجی ۲/ الترجمہ ۳۹۲۱

۳۔حیوۃ بن شریح بن یزید الحضرمی أبوالعباس:

حیوۃ بن شریح بڑے صاحب کرامات بزرگ اور صحاح ستہ کے مرکزی راوی ہیں امام ابن معین اور یعقوب بن شیبہ ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہتے ہیں محدث ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں

(تہذیب التہذیب: ۳/ ۷۱)

حیوۃ بن شریح کا شاندار ترجمہ درج ذیل کتابوں میں ملاحظہ فرمائیے:

(۱)تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۱۷۴ — (۲)تاریخ الکبیر بخاری: ۳/ ۱۲۱، الترجمہ ۴۰۵

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۳) سوالات ابن الجنید لابن معین:۱۶ (۴) المعرفۃ والتاریخ: ۱/۱۲۰

(۵) الجرح والتعدیل: ۳/۳۰۷ ترجمہ ۱۳۶۷ (۶) ثقات ابن حبان: ۱۰۸

(۷) أسماء دارقطنی: الترجمہ ۲۵۷ (۸) رجال بخاری للباجی: ۵۰

(۹) شیوخ أبی داؤد للجیانی: ۸۰ (۱۰) المجمع لابن القیسرانی: ۱/۱۱

(۱۱) المعجم المشتمل: الترجمہ ۳۰۹ (۱۲) المعلم لابن خلفون: ۷۳

(۱۳) تاریخ الاسلام ذہبی: ۱۹۵ (۱۴) سیر أعلام النبلاء: ۱۰/۶۶۸

(۱۵) العبر: ۱/۳۹۰ (۱۶) تذھیب التھذیب: ۱/۱۸۴

(۱۷) الکاشف: ۱/۲۶۳ (۱۸) اکمال مغلطائی: ۱/۳۰۶

(۱۹) نھایۃ السول: ۸۰ (۲۰) تھذیب الکمال: ۷/۴۸۲

(۲۱) شذرات الذھب: ۲/۵۳ (۲۲) خلاصۃ الخزرجی: ۱/الترجمہ ۱۶۹۷

۴۔ <u>حمید بن زیاد وھوابن أبی المخارق المدنی أبوصخر الخراط:</u>

امام بغوی ان کو صالح الحدیث اور امام دارقطنی ثقہ کہتے ہیں محدث ابن حبان ان کو ثقات میں لکھتے ہیں امام ابن معین اور امام احمد بن حنبل ان کے متعلق **"لا بأس بہ"** کہتے ہیں محدث ابن عدی ان کو صالح الحدیث کہتے ہیں (تھذیب التھذیب: ۳/۴۱،۴۲)

ابوصخر حمید بن زیاد کا مزید ترجمہ درج ذیل کتب میں دیکھا جاسکتا ہے:

(۱) طبقات ابن سعد: ۹/۲۴۲ (۲) تاریخ یحییٰ بن معین الدوری: ۲/۱۳۶

(۳) تاریخ دارمی: رقم ۲۶۰ (۴) سوالات ابن الجنید: ۵۴

(۵) طبقات خلیفۃ: ۲۹۵ (۶) تاریخ الکبیر للبخاری: ۲/۳۵۰ رقم ۲۷۱۲

(۷) الکنی لمسلم: ۱/۴۴۴ (۸) ثقات العجلی: ۱۲

(۹) الجرح والتعدیل: ۳/۲۲۲ رقم ۹۷۵ (۱۰) الکنی للدولابی: ۲/۱۱

(۱۱) ثقات ابن حبان: ۱۰۵ (۱۲) المجمع لابن القیسرانی: ۱/۹۱

(۱۳) أنساب للسمعانی: ۵/۶۹ (۱۴) تاریخ الاسلام: ۶/۵۸

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۵)میزان الاعتدال:۱/ ۶۱۲رقم ۲۳۲۸ (۱۶) تذھیب التھذیب:۱/ ۱۷۹

(۱۷)الکاشف:۱/ ۲۵۶ (۱۸)تھذیب الکمال:۷/ ۳۶۶رقم ۱۵۲۶

(۱۹)اکمال مغلطائی:۱/ ۲۹۶،۲۹۷ (۲۰) نھایۃ السول:۷۸

(۲۱) خلاصۃ الخزرجی:۱/ ۱۶۴۶

۵۔ یزید بن عبداللہ بن قسیط بن أسامۃ بن عمیر اللیثی ابو عبداللہ المدنی:

امام ابن معین ان کو "**لیس بہ بأس**" اور امام نسائی ثقہ کہتے ہیں امام ابن حبان ثقات میں لکھتے ہیں امام ابن عدی ان کو مشہور اور صالح الروایات کہتے ہیں محدث ابراہیم بن سعد فرماتے ہیں کہ وہ فقیہہ اور ثقہ تھے۔ علامہ ابن سعد ان کو ثقہ اور کثیر الحدیث کہتے ہیں امام ابن معین ان کو صالح کہتے ہیں امام ابن عبد البر ان کو ثقہ من الثقات کہتے ہیں۔ (تہذیب التھذیب ۱۱/ ۳۴۲،۳۴۳)

یزید بن عبداللہ کا ترجمہ اور توثیق درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں:

(۱) تاریخ الدارمی: الترجمہ ۸۸۹ (۲) تاریخ ابن طھمان: الترجمہ ۳۴۶

(۳) طبقات ابن سعد:۹/ ۲۰۴ (۴) تھذیب الکمال:۳۲/ ۱۷۷رقم ۷۰۱۵

(۵) تاریخ خلیفۃ: ۳۵۴ (۶) علل أحمد:۱/ ۳۰۲

(۷) تاریخ الکبیر للبخاری:۸/ ۳۴۴رقم ۳۲۵۷ (۸) المعرفۃ للیعقوب:۱/ ۴۴۸

(۹) ثقات ابن حبان:۵/ ۵۴۳ (۱۰) الکامل لابن عدی:۳/ ۲۴۵

(۱۱) الجرح والتعدیل:۹/ ۲۷۳رقم ۱۱۵۲ (۱۲) ثقات ابن شاہین:۱۵۵۷

(۱۳) رجال صحیح مسلم لابن منجویہ:۲۰۰ (۱۴) التعدیل والتجریح للباجی:۳/ ۱۲۳۱

(۱۵) السابق واللاحق:۵۴ (۱۶) الکامل فی التاریخ:۵/ ۲۴۹

(۱۷) الجمع القیسرانی:۲/ ۵۷۵ (۱۸) سیر أعلام النبلاء:۵/ ۲۶۶

(۱۹) تاریخ الاسلام:۵/ ۱۸۷ (۲۰) الکاشف:۲/ ۳۸۶، الترجمہ ۳۶۲۹

(۲۱) میزان الاعتدال:۴/ ۴۳۰رقم ۹۷۱۹ (۲۲) معرفۃ التابعین:۴۷

(۲۳) تذھیب التھذیب ۴/ ۱۷۸ (۲۴) نھایۃ السول ۴۶۸

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۲۵)تقریب التھذیب:۲/۳۲۶رقم ۷۷۶۵ (۲۶)شذرات الذھب:۱/۱۶۰

۶۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول:

بالاتفاق تمام صحابہ ثقہ اور سچے ہیں معلوم ہوا یہ حدیث صحیح ہے کیونکہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں

{حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود سنتے ہیں چاہے کوئی کہیں سے بھی سلام عرض کرے}

اس صحیح روایت کے تحت تمام شارحین نے تصریح و اعلان کیا ہے کہ کہیں سے بھی کوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں سلام عرض کرے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اسے خود سماعت فرماتے ہیں اور سلام کا جواب بھی عنایت فرماتے ہیں اور اگر کسی نے اسے مزار عالی کے قرب کے ساتھ مخصوص کرنے کی کوشش کی تو اس کا واضح رد کیا اور لکھا اسے عموم پر ہی رکھنا لازم ہے اس کے مخصوص ہونے پر کوئی دلیل نہیں

۱۔امام زرقانی اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیتے ہوئے اس کے عموم کو ان کے الفاظ میں بیان کرتے ہیں!

''وقد روی ابوداؤد باسناد صحیح من حدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال (ما من مسلم یسلم علی) فی ای محل کان'' (زرقانی علی المواھب ۱۲/ ۲۰۲)

ترجمہ:امام ابوداؤد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ فرمان نبوی روایت کیا ہے (جو بھی مجھ پر سلام کہے) یعنی خواہ وہ کسی بھی مقام پر ہو

۲۔حضرت ملا علی قاری حنفی فرماتے ہیں!''حدیث کے ظاہر میں اطلاق ہے جو تمام اوقات اور مقامات کو شامل ہے'' (شرح الشفاء ۲/ ۱۴۲)

۳۔علامہ ابن عبد الھادی نے بھی عموم ہی لکھا ہے (الصارم المنکی ۱۹۷)

۴۔علامہ عبد الحی لکھنوی نے اس سے مراد عموم ہی لیا ہے (السعی المشکور ۴۵۱)

۵۔امام احمد خفاجی نے بھی مراد عموم ہی لیا ہے (نسیم الریاض ۵/ ۷۹)

۶۔امام ابن عساکر کا استدلال بھی یہی ہے (نسیم الریاض ۵/ ۸۰)

۷۔امام جلال الدین سیوطی بھی یہی فرماتے ہیں (القول البدیع:ص ۳۱۶)

{''عند قبری'' حدیث کا حصہ نہیں}

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دیوبندی مکتبہ فکر کے ڈاکٹر خالد محمود نے اپنی کتاب ''مقام حیات'' اور مولانا سرفراز صفدر نے اپنی کتاب ''تسکین الصدور'' میں یہ لکھا ہے کہ اس حدیث کا حصہ '' عند قبری'' بھی ہے حالانکہ محدثین کرام نے ان الفاظ کو حدیث کا حصہ نہیں مانا ہے محدثین کی تصریحات ملاحظہ فرمایئے:

ا۔امام سخاوی فرماتے ہیں!''شیخ موفق ابن قدامہ نے''مغنی'' میں اس حدیث کا ذکر کیا اور ان الفاظ کا اضافہ کیا (میری قبر کے پاس) لیکن مجھے یہ الفاظ کسی حدیث میں نہیں ملے اور علم حقیقی اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔

(انباء الاذکیا:ص ۱۳)

۲۔شیخ ابن عبدالھادی نے بھی اسکی تردید کی ہے (الصارم المنکی:۱۱۵)

۳۔حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی اس کا انکار کیا ہے (مسالک الحنفاء:ص ۲۰۵)

۴۔حافظ ابن حجر مکی نے بھی اسکی تردید کی ہے (الدر المنضود:ص ۱۵۲)

{حدیث کا معنی}

ا۔امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کا معنی بیان فرماتے ہیں

[انہ یستغرق فی امور الملاء الاعلی فاذا سلم علیہ رجع فہمہ یسجیب من سلم علیہ] (فتح الباری شرح بخاری:۶/ ۳۷۹)

ترجمہ: آپ ﷺ امور ملاء اعلیٰ میں مصروف ہوتے ہیں جب کوئی سلام کہتا ہے تو آپ ﷺ کا فہم وتوجہ لوٹ آتی ہے تاکہ سلام کہنے والے کا جواب دیں

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں:

[ان تکون الروح کنایۃ عن السمع ویکون المراد ان اللہ یرود علیہ سمعہ الخارق للعادۃ حیث یسمع المسلم وان بعد قطرہ و یرد علیہ من غیر احتیاج الی واسطۃ مبلغ ولیس الرد سمعہ المعتاد]

ترجمہ: روح لوٹانے سے سلام کا سننا مراد ہے تو یہاں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بطور معجزہ آپ ﷺ کا سننا لوٹا دیتا ہے کہ آپ ﷺ کہنے والوں کا سلام سنتے ہیں۔خواہ وہ کہیں بھی ہو تو آپ بلاواسطہ اس کا جواب دیتے ہیں یہاں لوٹانے سے مراد عادی اور معمول کے مطابق لوٹانا نہیں (انباء الاذکیاء:ص ۱۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳۔اسی طرح شیخ ابن عبدالھادی نے بھی یہ ہی معنی مراد لیا ہے (الصارم المنکی:۲۲۶)

۴۔یہ ہی معنی شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لیے ہیں (اشعۃ اللمعات:۱/۴۰۷)

۵۔یہی معنی ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لیے ہیں (الفتاوی الکبری:۲/۱۱۳)

۶۔امام زین العابدین ابوبکر المراغی نے"تحقیق النصرہ ۱۱۶"میں

۷۔مُلا علی قاری حنفی نے"شرح الشفاء ۲/۱۴۲"میں

۸۔امام سخاوی نے"القول البدیع ۳۹۹"میں

۹۔مولانا انور شاہ کشمیری نے"فیض الباری ۲/۶۵"میں

۱۰۔مولانا شبیر احمد عثمانی نے"فتح الملھم ۲/۳۸۹"میں

۱۱۔مولانا خلیل احمد سہارنپوری دیوبندی نے"بذل المجہود ۳/۲۰۷"میں اس حدیث کے یہی معنی لکھے ہیں

اس موضوع پر ہمارے سامنے دلائل کے انبار ہیں مگر طوالت کے خوف سے مختصراً عرض کرتا ہوں

{روضہ اقدس پر تمام لوگوں کا درود و سلام سننے والا فرشتہ}

امام طبرانی نقل کرتے ہیں کہ ابن حمیری کا بیان ہے مجھے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ نے بلا کر فرمایا! کیا میں تمہیں اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سناؤں؟ میں نے عرض کیا ضرور سنائیں تو بتایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا[**عمار! ان الله اعطیٰ ملکاً من الملائکة السماع الخلائق کلها فهو قائم عند قبری الی ان تقوم الساعة فلیس احدا یصلی علی صلاۃ و فی روایة البزار فلا یصلی علی احد الی یوم القیامة الا ابلغنی باسمه واسم ابیه۔هذا فلاں بن فلاں قد صلی علیك**]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ کا ایک فرشتہ ہے جسے خدا نے تمام مخلوق کی بات سن لینے کی طاقت عطا فرمائی ہے۔قیامت تک وہ میری قبر منورہ پر کھڑا ہے جو کوئی بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے یہ فرشتہ مجھ کو وہ درود پہنچا دیتا ہے۔اور بزار کی روایت میں ہے کہ جو کوئی مجھ پر قیامت تک کے لیے درود پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ اس آدمی کے نام اور اس کے باپ کے نام کے ساتھ (یہ عرض کرتے ہوئے) کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے مجھے پہنچا دیتا ہے

❁ تخریج حدیث ❁

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱) مسند البزار: ۴/ ۴۷ (۲) التاریخ الکبیر للبخاری: ۶/ ۴۱۶
(۳) الکامل ابن عدی: ۶/ ۱۷۰ (۴) کتاب المعجم ابن الاعرابی: ۱/ ۲۶۰
(۵) الترغیب والترہیب ۲: / ۳۱۹ (۶) طبقات الشافعیہ السبکی: ۱/ ۱۶۹
(۷) المعجم الکبیر طبرانی بحوالہ القول البدیع: ص ۲۵۱
(۸) تاریخ دمشق بحوالہ القول البدیع: ۲۵۱
(۹) مسند امام حارث (بغیۃ الباحث عن زوائد مسند الحارث): ۲/ ۹۶۳ برقم ۱۰۶۳
(۱۰) کتاب الصلوٰۃ ابن ابی عاصم: صفحہ ۴۳ برقم ۵۱
(۱۱) الجرح والتعدیل ابن ابی حاتم: ۶/ ۲۹۶ برقم ۱۶۴۴
(۱۲) الضعفاء الکبیر للعقیلی: ۳/ ۲۴۹
(۱۳) القند فی ذکر علماء سمرقند للنسفی: ۵۵۰
(۱۴) القول البدیع السخاوی: ص ۲۵۱
(۱۵) مجمع الزوائد: رقم ۱۷۲۹۲

یہ روایت حسن ہے

حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہر مسلک کے اہل علم کے ہاں معتبر ہے طوالت سے بچنے کے لیے ہم یہاں دیوبندی، نجدی، غیر مقلدین کے صرف ایک ایک عالم کا حوالہ پیش کرتے ہیں:

۱۔ سعودی کمیٹی کی تیار کردہ کتاب ''نضرۃ النعیم'' میں اس حدیث کو درج کرکے اس کے حاشیہ میں لکھا ہے!

''رواہ الطبرانی والبزار وحسنہ الالبانی،انظر سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ برقم (۱۵۳۰) وایضاً صحیح الجامع الصغیر برقم (۲۱۷۲)

ترجمہ: اسے امام طبرانی اور بزار نے روایت کیا اور البانی نے اسے حسن قرار دیا ہے
دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ (۱۵۳۰) اور صحیح جامع الصغیر (۲۱۷۲)
(نضرۃ النعیم فی مکارم الاخلاق الرسول الکریم: ۱/ ۵۶۸)

۲۔ مفتی کفایت اللہ دیوبندی دہلوی نے اس کو معتبر قرار دیا ہے (کفایت المفتی: ۱/ ۱۶۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳۔نواب صدیق حسن بھوپالی نے لکھا یہ حدیث حسن ہے ۔ (نزل الابرار: ص ۱۸۶)

اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ ایک فرشتہ کو اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کی آوازیں سننے کی طاقت عطا فرمائی ہے جب ایک فرشتہ مدینہ شریف میں روضہ رسول ﷺ پر کھڑا ہو کر ساری کائنات کی آوازیں سن سکتا ہے تو پھر باعث تخلیق کائنات تمام مخلوق کے سردار ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کی سماعت کے بارے میں شک کرنا اور اس کو شرک کہنا کہاں کی مسلمانی ہے جبکہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں!

"ان اللہ قد رفع لی الدنیا فأنا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھذا"

ترجمہ: بے شک اللہ عزوجل نے ساری دنیا میرے سامنے کر دی ہے تو میں اسے اور جو کچھ اس میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے اپنی اس ہتھیلی کو دیکھتا ہوں

(۱) المعجم الکبیر للطبرانی کذا فی کنز العمال: ۱۱/ ۴۲۰ (۲) کتاب الفتن لنعیم بن حماد: ۱/۱

(۳) حلیۃ الاولیاء ابی نعیم: ۶/ ۱۰۱ (۴) الترغیب والترھیب: ۲/ ۲۱۱

دوسرے مقام پر حضور ﷺ کا ارشاد ہے!

[انی اری مالا ترون واسمع مالا تسمعون وفی روایۃ وانی اسمع لاطیط السمآء]

ترجمہ: میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے اور میں وہ سنتا ہوں جو تم نہیں سنتے

اور ایک روایت میں ہے!"میں اس وقت آسمان کی چرچراہٹ سن رہا ہوں"

(1) جامع ترمذی: ۲/ ۵۷ (2) مسند احمد: ۵/ ۳۱۷۳

(3) ابن ماجہ: ۳۰۹ (4) المستدرک حاکم: ۲/ ۵۱۰

(5) کنز العمال: ۱۰/ ۳۶۴ (6) معجم الکبیر طبرانی: ۳/ ۲۰۱

اسی طرح تقریباً درجن بھر کتب میں یہ روایت موجود ہے

{قبر کے قریب سلام سننا اور حضور ﷺ کا امتیاز}

اگر مخالفین کی یہ بات مان لی جائے کہ آپ ﷺ مزار اقدس کے پاس پڑھے جانے والے درود وسلام کو سنتے ہیں لیکن دور سے پڑھے جانے والے درود وسلام کو خود نہیں سن سکتے تو اب یہ سوال پیدا ہوگا کہ یہ مقام تو ہر مومن

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کو حاصل ہے کہ وہ اپنی قبر پر آنے والے زائر کو پہچان لیتے ہیں اور اسکے سلام کا جواب بھی دیتے ہیں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ذیشان ہے

[ما من احد کم یمر بقبر اخیه المومن کان یعرفه فی الدنیا یسلم علیه الا عرفه ورد علیه السلام] (نسیم الریاض شرح الشفا: ۳/ ۵۰۰)

ترجمہ: تم میں کوئی جب اپنے مومن بھائی کی قبر کے پاس سے گزرے اور وہ دنیا میں اسے جانتا ہو تو وہ اس کو پہچانتا ہے اور اس کو جواب دیتا ہے

اگر رسول اللہ ﷺ بھی صرف زائر کا سلام سنیں اور جواب دیں تو پھر آپ ﷺ کی خصوصیت کیا ہے؟ اس طرح تو عام مومن اور سید المرسلین ﷺ میں کوئی فرق نہ رہ جائے گا؟ لہٰذا اس فرق کو ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہے اللہ کریم اپنے حبیب مکرم ﷺ کے طفیل حق پر استقامت عطا فرمائے آمین!

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۳)

حضور نبی کریم ﷺ کی چار صاحبزادیاں اوران کی مختصر سوانح حیات

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد!

محترم قارئین! اس تحریر کا مقصد ہمارے پیارے نبی حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ کی اولاد پاک کے متعلق معلومات پہنچانا ہے اور ساتھ ہی کچھ لوگوں کی طرف سے پیدا شدہ شبہات کا ازالہ ہے پہلے حصے میں حضور ﷺ کی چاروں صاحبزادیوں کی مختصر سوانح حیات اور دوسرے حصے میں چار صاحبزادیوں کے متعلق دلائل مستند کتب شیعہ سے پیش کیے جائیں گے

حصہ اول:

۱) سیدہ زینب رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ:

سید المرسلین حضرت محمد مصطفی ﷺ کی چاروں صاحبزادیوں میں سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینب رضی اللہ عنہا ہیں انکی والدہ محترمہ کا نام حضرت خدیجۃ الکبری بنت خویلد رضی اللہ عنہا ہے آپ کی ولادت مبارک حضور ﷺ کے ساتھ نکاح کے پانچ برس بعد ہوئی جبکہ حضور ﷺ کی عمر مبارک ۳۰ برس تھی اعلان نبوت کے وقت حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً دس برس تھی اعلان نبوت کے بعد سب سے پہلے حضرت خدیجۃ الکبری مشرف بااسلام ہوئیں تھیں اور انکے ساتھ حضور ﷺ کی یہ صاحبزادی بھی اسلام میں داخل ہوئیں آپ نے اسلام کا ابتدائی دور بھی پایا اور جب ہجرت کا دور آیا آپ نے ہجرت بھی کی حضور ﷺ کو آپ سے بڑی محبت تھی

(۱) الاستیعاب لابن عبدالبر: ۴/ ۳۰۵ تحت بنت رسول اللہ ﷺ

(۲) تاریخ الخمیس للشیخ الدیار بکری: ۱/ ۲۷۳ ذکر زینب

(۳) ذخائر العقبیٰ: ص ۱۵۶

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی گزارش پر حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا دیکھئے درج ذیل کتب:

(۱) البدایہ والنھایہ ۳/ ۳۱۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۲) سیرت ابن ہشام: ۱/۶۵۱ تحت سبب زواج ابی العاص من زینب رضی اللہ عنہا

(۳) ذخائر العقبیٰ ص ۵۷

ان کا پورا نام بعض نے "لقیط" اور بعض نے "مقسم" وغیرہ لکھا ہے حضرت ابو العاص بن ربیع حضرت خدیجۃ الکبری کے خواہر زادے ہیں۔ انکی والدہ کا نام ہالہ بنت خویلد بن اسد ہے جو حضرت خدیجۃ الکبری کی حقیقی بہن ہیں۔ اور حضرت خدیجۃ الکبریٰ ابو العاص کی خالہ ہیں حضرت ابو العاص رضی اللہ عنہ نے شعب ابی طالب کے واقعہ میں حضور ﷺ اور دیگر محصورین کی بھرپور مدد کی۔ اسی بنا پر حضور ﷺ فرماتے تھے کہ ابو العاص نے ہماری دامادی کی بہترین رعایت کی ہے اور اس کا حق ادا کیا ہے شیعہ علماء نے بھی اس واقعہ کو لکھا ہے چنانچہ شیعہ عالم مُلا باقر مجلسی نے تحریر کیا ہے

"وابو العاص بن ربیع کہ داماد رسول بود بردر شعب شتر مے آورد کہ گندم و خرما برآنہا بار کردہ بود د صدا میزد برآں شتران کہ داخل درہ میشدند و برمے گشتند لہذا حضرت فرمود کہ ابو العاص حق دامادی مالانیکو رعایت" (حیات القلوب فارسی: ۲/۳۳۷)

اسی طرح (مرآۃ العقول شرح اصول: ۵/۱۸۳) میں اور شیخ عباس قمی نے (منتہی الآمال: ۱/۴۹: تحت احوال شعب ابی طالب) میں بھی لکھا حضرت ابو العاص جنگ بدر میں قیدی ہوئے اور بعد میں رہائی ملی تو واپس مکہ پہنچے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو حضور ﷺ کے پاس جانے کی اجازت دی۔ آپ ہجرت فرما کر جا رہی تھیں کہ مکہ والوں نے آپ کو وادی ذی طویٰ کے پاس زخمی کیا

(البدایۃ والنہایہ: ۳/۳۳۰، مجمع الزوائد: ۹/۲۱۵، نسب قریش: ص ۲۱۹)

چند دنوں بعد آپ اپنے دیور کے ساتھ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچیں اور پھر انکے ساتھ آپ مدینہ شریف حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اسی بنا پر حضور ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے بارے میں فرمایا [**ھی خیر بناتی اصیبت فی**] اور بعض روایات میں [**ھی افضل بناتی اصیبت فی**] یعنی میری بیٹیوں میں زینب رضی اللہ عنہا افضل ہیں جو میری وجہ سے مصیبت زدہ ہوئیں اور انھیں اذیت دی گئی

(مجمع الزوائد ۹/۲۱۳، دلائل النبوۃ للبیہقی ۲/۴۲۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دیگر روایات کی بنا پر جمہور اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا افضل ہیں]ابو العاص بن ربیع جب تک اسلام نہیں لائے تھے مکہ میں مقیم رہے اور حضرت زینب رضی اللہ عنہا اپنے والد محترم کے ہاں مدینہ میں مقیم رہیں بعد میں شام کی طرف ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ گئے واپسی پر مسلمانوں نے قافلہ والوں کو گرفتار کرلیا مگر ابو العاص ان سے پہلے ہی بھاگ کر مدینہ میں حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی پناہ لے چکے تھے اور یوں ان کو اپنے سارے مال کے ساتھ مکہ واپس بھیج دیا گیا وہاں جا کر تمام لوگوں کا مال واپس کیا اور قریش مکہ کے سامنے اپنے مسلمان ہونے کا اظہار کیا:

(سیر اعلام النبلاء للذہبی ص ۱۷۶ تحت حالات حضرت زینب رضی اللہ عنہا)

اور پھر مکہ سے نکل کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو نکاح اول پر ہی ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ کی طرف واپس کر دیا

(۱)البدایہ والنھایہ: ۳/ ۳۳۲ (۲)طبقات ابن سعد ۸: /۲۱

(۳)الاصابہ لابن حجر: ۴/ ۳۰۶، (۴)مصنف عبدالرزاق: ۷/ ۱۷۱، ۱۷۲

شیعہ علماء کے حوالے سے (تاریخ یعقوبی ۲: /۱۷ طبع بیروت) اہل تشیع حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ [ابو العاص کافر تھے تو ان کے ساتھ نکاح کیسے جائز ہوا؟]

اسکا جواب یہ ہے کہ ابتداء اسلام میں مؤمنہ کی تزویج کافر کے ساتھ جائز تھی علماء اہل تشیع کی کتب ملاحظہ فرمائیے:

(۱)تفسیر مجمع البیان للطبرسی: ۱/ ۸۷۳ طبع قدیم (۲)حیات القلوب از مُلا باقر مجلسی: ۲/ ۸۱۷

(۳)منتہی الآمال: ۱/ ۱۰۸

سیدہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی حضرت ابو العاص بن ربیع رضی اللہ عنہ سے دو بیٹے اور ایک بیٹی پیدا ہوئی ایک بیٹا صغر سنی میں ہی فوت ہو گیا (سنن ابو داؤد: ۲/ ۹۰ مشکوٰۃ: ص ۱۵۰)

شیعہ کتب کے حوالے سے: (الجعفریات او الاشعثیات لابی العباس عبداللہ بن جعفر الحمیری: ص ۲۰۸)

دوسرے بیٹے کا نام ''علی'' اور ایک بیٹی ''اُمامہ بنت ابو العاص'' تھی علی بن ربیع کے بارے میں بعض علماء فرماتے ہیں کہ بلوغت کے قریب حضور ﷺ کی زندگی میں انتقال فرمایا

(اسد الغابہ لابن اثیر: ۴/ ۴۱، الاصابہ لابن حجر: ۲/ ۵۰۳: تحت علی بن ابی العاص)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے اپنے انتقال سے قبل حضرت علی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ اگر میرے بعد شادی کریں تو میری بہن زینب کی بیٹی اُمامہ سے نکاح کرنا وہ میری اولاد کے حق میں میری قائم مقام ہوگی شیعہ علماء نے بھی اسی طرح لکھا ہے (کتاب سلیم بن قیس الکوفی:ص۲۲۶:تحت وصیت فاطمہ،طبع ایران)

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ کی وصیت کے مطابق ۱۲ھ میں اُمامہ بنت ابی العاص کے ساتھ نکاح کیا شیعہ علماء نے بھی اسی طرح لکھا ہے دیکھئے:

(انوار النعمانیہ:۱/۳۶۷،مروج الذھب للمسعودی:۲/۲۹۸میں)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ۸ھ میں مدینہ منورہ میں ہوا حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے غسل کا انتظام حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگرانی میں ہوا اور انکو غسل دینے والی اُم المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا، اُم المومنین حضرت سلمہ رضی اللہ عنہا اور ایک صالحہ خاتون اُم ایمن رضی اللہ عنہا تھیں (انساب الاشراف:۱/۴۰۰)

حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے کفن کے ساتھ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا تہبند بھی عنایت فرمایا

(۱) بخاری شریف:۱/۱۶۷ (۲) مسلم شریف:۱/۳۰۴

(۳) مصنف ابن ابی شیبہ:۳/۲۴۲ طبع کراچی

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود انکا جنازہ پڑھایا (انساب الاشراف:۱/۴۰۰ بحث ازواج رسول اللہ وولدہ)

اور اس جنازہ میں مسلمان عورتیں بھی شامل ہوئیں خاص کر حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بڑی بہن کے جنازہ میں شرکت کی تھی۔ شیعہ حضرات کی کتب میں بھی یہ واقعہ موجود ہے ملاحظہ کیجئے درج ذیل کتب:

(۱) تہذیب الاحکام:ص ۲۱۵ طبع ایران (۲) کتاب الاستبصار:۱/۲۴۵ طبع لکھنو

(۳) منتہی المقال:ص ۳۴۴ طبع قدیم ایران

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں اتر کر خصوصی دعا فرمائی

(۱) مجمع الزوائد ۳/۴۷ (۲) اسد الغابہ ۵/۴۶۸

(شیعہ مکتب فکر کی کتاب تنقیح المقال:۳/۷۹:طبع ایران)

ہجرت کے دوران آپ کو جو زخم آئے تھے پہلے وہ مندمل ہو گئے تھے پھر دوبارہ تروتازہ ہو گئے اور اسی کی وجہ سے آپ کی وفات ہوئی۔ اور اہل اسلام نے انھیں شہیدہ کا لقب دیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(مجمع الزوائد:۹/ ۲۱۶، البدایہ والنھایہ ابن کثیر:۵ / ۳۰۸)

۲)سیدہ حضرت رُقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

حضرت سیدہ رقیہ رضی اللہ عنہا حضرت سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے چھوٹی ہیں انکی والدہ محترمہ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبری رضی اللہ عنہا بنت خویلد ہیں آپ حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے تین برس بعد پیدا ہوئیں اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تقریباً ۳۳ برس تھی (تاریخ الخمیس:۱/ ۲۷۴: تحت ذکر رقیہ رضی اللہ عنہا)

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنی والدہ محترمہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا

(طبقات ابن سعد ۸:/ ۲۴، الاصابہ:۴ / ۲۹۷ تفسیر قرطبی:۱۴/ ۲۴۲)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رقیہ اور ام کلثوم رضی اللہ عنہما کا نکاح اپنے چچا ابولہب کے دونوں لڑکوں عتبہ اور عتیبہ کے ساتھ کر دیا اور رخصتی نہیں ہوئی بعد میں جب انکی دشمنی بڑھی اور ابولہب کی مذمت میں قرآن کی آیات نازل ہوئیں تو ابولہب کے کہنے پر عتبہ اور عتیبہ نے حضرت رقیہ اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو طلاق دے دی

(الاصابہ:۴ / ۲۹۷، طبقات ابن سعد:۸ / ۲۴)

اہل تشیع حضرات نے بھی یہ واقعہ لکھا ہے دیکھئے: (الانوار النعمانیہ:۱/ ۳۶۷)

بعد میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نکاح حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مکہ میں کر دیا اور ساتھ ہی رخصتی بھی کر دی

(کنز العمال:۶/ ۳۷۵، تاریخ الخمیس:۱/ ۲۷۵، ذخائر العقبیٰ: ص ۱۶۲، المستدرک حاکم:۴/ ۴۹)

آپ رضی اللہ عنہا نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی یہ واقعہ نبوت کے پانچویں سال پیش آیا

(البدایہ والنھایہ:۳/ ۶۶، تفسیر قرطبی:۱۴/ ۲۴۲)

اہل تشیع علماء نے بھی اس واقعہ میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کی ہے شیعہ کتب کے لیے دیکھئے: (حیات القلوب:۲/ ۳۳۰، الانوار النعمانیہ:۱/ ۳۶۷)

حبشہ سے واپسی پر جب مکہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کی طرف ہجرت فرما چکے تھے تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ مدینہ کی طرف دوسری ہجرت فرمائی

(مجمع الزوائد ۹:/ ۲۱۷، الاصابہ ۴:/ ۱۹۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت رضی اللہ عنہا کا ایک بیٹا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا جن کا نام عبد اللہ رکھا گیا انکی پیدائش حبشہ میں ہجرت کے دوران ہوئی، اسکے علاوہ حضرت عبد اللہ سے پہلے ایک نا تمام بچہ بھی حضرت عثمان سے پیدا ہوا تھا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو عبد اللہ اپنے بیٹے عبد اللہ کی نسبت سے تھی اہل سیر لکھتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ تقریباً جب چھ برس کے تھے کہ ان کی آنکھ میں ایک مرغ نے ٹھونک لگا کر زخم کر دیا بعد میں اسی وجہ سے وہ انتقال فرما گئے (تفسیر قرطبی: ۱۴/ ۲۴۲، البدایہ والنھایہ: ۵/ ۳۰۸، اسد الغابہ: ۵/ ۴۵۶)

کتب شیعہ کے حوالے دیکھئے: (الانوار النعمانیہ: ۱/ ۸۰، مروج الذھب: ۲/ ۳۴۱: تحت ذکر عثمان میں)

حضرت عبد اللہ بن عثمان رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ حضور نبی کریم ﷺ نے خود پڑھائی اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے قبر مبارک میں اتر کر ان کو دفن کیا (انساب الاشراف للبلاذری: ۱/ ۴۰۱، تاریخ الخمیس: ۱/ ۲۷۵)

مدینہ طیبہ میں ۲ ہجری میں حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا خسرہ کی بیماری میں مبتلا ہو گئیں حضور ﷺ کے حکم پر حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ مدینہ میں ٹھہرے اور بعد میں غزوہ بدر میں شامل ہونے والوں کے برابر حصہ عطا فرمایا

(بخاری شریف: ۱/ ۵۲۳ تحت مناقب عثمان، مجمع الزوائد ۹: /۲۱۷)

کتب شیعہ کے حوالے کے لیے دیکھئے: (التنبیہ والاشراف: ص ۲۰۶) اس کے بعد ۲ ہجری میں ہی حضرت رقیہ اسی بیماری کی وجہ سے حضور ﷺ کی غیر موجودگی میں انتقال فرما گئی

(طبقات ابن سعد: ۸/ ۲۴، تفسیر قرطبی: ۱۴/ ۲۴۲)

حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا نے غزوہ بدر کی واپسی پر حضرت رقیہ کی قبر پر جا کر دعا فرمائی اور اپنی بہن کے غم میں قبر کے پاس جا کر رونے لگیں تو حضور نبی پاک ﷺ نے تسلی دی اور صبر کی تلقین کی

(۱) سنن الکبریٰ بیہقی: ۴/ ۷۱: کتاب الجنائز (۲) طبقات ابن سعد ۸: /۲۴

(۳) وفاالوفا للسمہودی: ۳/ ۸۹۵ (۴) الزرقانی شرح مواھب ۳: /۱۹۹: تحت رقیہ رضی اللہ عنہا

اہل تشیع کی کتب میں بھی یہ بات موجود ہے دیکھئے:

(فروع کافی: ۱/ ۱۳۳: کتاب الجنائز طبع لکھنو اور منتہی الآمال: ۱/ ۱۰۸)

علماء شیعہ حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا پر درود بھیجنے کے حوالے سے لکھتے ہیں

[اللّٰھم صلی علی القاسم والطاھر ابنی نبیک۔ اللھم صلی علی رقیہ بنت نبیک

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

والعن من آذی نبیك فیھا اللھم صلی علی ام کلثوم بنت نبیك والعن من آذی نبیك فیھا]

ترجمہ: اے اللہ تو اپنے نبی کے دونوں فرزندوں قاسم اور طاہر پر درود بھیج اے اللہ اپنے نبی کی بیٹی رقیہ رضی اللہ عنہا پر درود بھیج اور جس شخص نے تیرے نبی کو رقیہ کے حق میں اذیت پہنچائی اس پر لعنت کر اے اللہ نبی کی بیٹی اُم کلثوم کے حق میں اذیت پہنچائی اس پر لعنت کر

(۱) تہذیب الاحکام ۱/ ۲۸۴ (۲) تحفۃ العوام: ص ۱۲۳

(۳) القول المقبول فی بنات الرسول: ص ۲۰

۳) سیدہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

سیدہ حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تیسری صاجزادی ہیں اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑی ہیں آپکا اسم گرامی اُم کلثوم ہے اور اسی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں آپ کا کوئی الگ معروف نام نہیں

(۱) الزرقانی شرح مواھب: ۳/ ۱۹۹ تحت ذکر اُم کلثوم (۲) تاریخ الخمیس: ۱/ ۲۷۵

آپ کی ولادت بھی بعثت نبوت سے پہلے کی ہے جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اعلان نبوت فرمایا تو حضرت خدیجۃ الکبری جو آپ کی والدہ محترمہ ہیں کے ساتھ ایمان لائیں ہجرت تک مکہ میں قیام فرمایا آپ کا پہلا نکاح عتیبہ بن ابولہب سے ہوا بعد میں ابولہب کے کہنے پر عتیبہ نے طلاق دے دی جب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجرت فرما کر مدینہ پہنچے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اہل وعیال تا حال مکہ میں مقیم تھے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت زید بن حارثہ اور ابو رافع رضی اللہ عنہم کو مکے بھیجا تو حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ اپنے گھر والوں، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زوجہ محترمہ اُم المومنین حضرت سودہ بنت زمعہ، حضرت اُم کلثوم، حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے گھر والوں کو ساتھ لے کر مدینہ پہنچے (مجمع الزوائد: ۹/ ۲۲۷)

آپکا دوسرا نکاح بامر خدا ربیع الاول ۳ ھجری کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے ہوا اور جمادی الآخر ۳ ھجری کو آپ کی رخصتی ہوئی

(۱) اسد الغابہ: ۵/ ۶۱۲ (۲) طبقات ابن سعد: ۸/ ۲۵

نکاح اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ یہ حکم خداوندی سے ہوا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(تاریخ بغداد: ۱۲/ ۳۶۴)

اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا حق مہر بھی وہی تھا جو حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا تھا، اور یوں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو ذوالنورین کا لقب ملا علماء شیعہ نے بھی نکاح عثمان رضی اللہ عنہ و اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا ذکر کیا ہے دیکھئے:

(الانوار النعمانیہ: ۱/۳۶۷)

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے کوئی اولاد پاک نہیں ہوئی آپ کا انتقال ماہ شعبان ۹ ھجری میں ہوا

(۱) تفسیر قرطبی: ۱۴/ ۲۴۲ (۲) کتاب الثقات ابن حبان: ۲/ ۱۰۵

(۳) البدایہ والنھایہ: ۵/ ۳۹ (۴) طبقات ابن سعد: ۸/ ۲۵

حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو غسل حضرت صفیہ بنت عبد المطلب، اسماء بنت عمیس، لیلیٰ بنت قانف اور اُم عطیہ رضی اللہ عنہا نے دیا اور کفن بھی انھوں نے ہی پہنایا:

(۱) مسند امام احمد بن حنبل: ۶/ ۳۸۹ (۲) سنن الکبریٰ بیہقی ۴/:۶

(۳) شرح السنۃ للبغوی ۵:/ ۳۱۳ (۴) البدایہ والنھایہ: ۵/ ۳۹

سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا نماز جنازہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود پڑھایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے نماز جنازہ میں شرکت کی

(۱) الزرقانی شرح مواھب: ۳/ ۲۰۰ (۲) طبقات ابن سعد: ۸/ ۲۶

خادم نبوی حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کی قبر پر تشریف لے گئے تو آپ کی آنکھوں سے آنسو مبارک جاری تھے (تفسیر قرطبی: ۱۴/ ۲۴۲)

۴) سیدہ حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم :

حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سن ولادت میں مؤرخین کا شدید اختلاف ہے لیکن صحیح تر قول یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک ۴۱ سال تھی جب آپ کی ولادت ہوئی

(الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر: ۴/ ۳۶۵: تحت تذکرہ فاطمہ رضی اللہ عنہا)

حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا مشہور قول کے مطابق سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں آپ کا اسم گرامی] فاطمہؓ اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپ کے القاب ''زہرا، بتول'' ہیں یہ چاروں صاحبزادیاں آپس میں حقیقی بہنیں ہیں آپ کے شمائل میں محدثین نے یوں ذکر کیا ہے ![فاطمہ رضی اللہ عنہا اپنے والد شریف صلی اللہ علیہ وسلم کے بالکل مشابہ تھیں]

(صحیح مسلم: ۴/ ۲۹۰: باب فضائل حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا)

آپ نے بھی ہجرت فرمائی علامہ ذہبی نے اس کا ذکر فرمایا ہے

(۱) سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۱۰۹ (۲) البدایہ والنھایہ ابن کثیر: ۳/ ۲۰۲

مدینہ منورہ میں اقامت پذیر ہونے کے بعد ۲ھ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نکاح رمضان المبارک میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا، اور چند ماہ بعد ذوالحجہ ۲ھ میں رخصتی ہوئی اس وقت آپ کی عمر مبارک پندرہ سال اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر مبارک ۲۱ سال تھی

(۱) تفسیر قرطبی: ۱۴/ ۲۴۱: تحت آیت **قل لا ازواجك وبناتك ...الخ**

(۲) الاکمال فی اسماء الرجال لصاحب المشکوٰۃ: ص ۶۱۳

حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا اہل میت کے ہاں تعزیت کے لیے بھی جایا کرتی تھیں

(سنن ابو داؤد: ۲/ ۸۹ طبع دہلی)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے خصوصاً محبت رکھنے کی تاکید فرمائی

(۱) صحیح مسلم: ۲/ ۲۸۵ (۲) سنن نسائی ۲:/ ۷۸

(۳) مسند ابی یعلی: ۴/ ۴۷۱

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو وصیت:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری اوقات میں حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کو متعدد وصایا فرمائی تھیں ان میں خصوصی وصیت ''ماتم'' سے منع کرنے کے متعلق تھی چنانچہ اس وصیت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو اہل تشیع کے متعدد اکابر علماء نے اپنی اپنی سند کے ساتھ اپنے ائمہ سے نقل کیا ہے ملاحظہ ہو:

۱) محمد ابن یعقوب کلینی رازی نے امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نقل کیا ہے

[ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال لفاطمة عليها السلام اذا انا مت فلا تخمشي على وجها ولا ترخي على شعرا ولا تنادي بالويل ولا تقيمي على نائحة]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے اپنی وفات کے وقت میں حضرت فاطمہ ؓ کو (بطور وصیت) فرمایا کہ اے فاطمہ! جب میرا انتقال ہو جائے تو میری وجہ سے (میرے غم میں) اپنے چہرہ کو نہ چھیلنا، اور اپنے بالوں کو پریشان نہ کرنا، اور واویلا نہ کرنا، اور مجھ پر نوحہ اور بین نہ کرنا، اور نہ ہی نوحہ کرنے والیوں کو بلانا:

(فروع کافی ۲:/ ۲۲۸: کتاب النکاح طبع نول کشور لکھنؤ)

یہی مضمون "شیخ صدوق" نے (معانی الاخبار: صفحہ ۱۱۱ طبع ایران)، اور "ملا باقر مجلسی" نے اپنی تصنیف (حیات القلوب ۲:/ ۸۵۲ طبع لکھنؤ) میں لکھا ہے

باغ فدک کا مسئلہ:

حضور ﷺ کے وصال کے بعد اکابر بنی ہاشم سمیت جمہور صحابہ کرام کے اتفاق سے حضرت ابو بکر صدیق ؓ خلیفہ منتخب ہوئے آپ ؓ نماز پنجگانہ کی امامت فرماتے اور مدینہ کے تمام صحابہ کرام بنی ہاشم سمیت آپکی اقتداء میں نماز پڑھتے تھے اسی طرح جمعہ و دیگر اجتماعات اور تنازعات کے فیصلے بھی آپ ہی فرمایا کرتے تھے انھی ایام میں حضرت فاطمہ ؓ کی طرف سے مال فیئ کے متعلق مسئلہ آپ کی خدمت میں پیش ہوا حضرت فاطمہ ؓ کا موقف تھا کہ باغ فدک ہمیں میراث میں ملنا چاہیے اسکے جواب میں حضرت ابو بکر صدیق ؓ نے ان کو نبی کریم ﷺ کے اس فرمان کی طرف توجہ دلائی جس میں نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا!

"لا نورث ما ترکنا فھو صدقة"

ترجمہ: ہماری کوئی (مالی) وراثت نہیں ہوتی جو کچھ چھوڑ کر ہم رخصت ہوتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے

(۱) صحیح بخاری: ۱/ ۵۲۶ (۲) شرح معانی الآثار: ۱/ ۲۹۸

تو جناب فاطمۃ الزہرہ ؓ واپس تشریف لے گئیں اور حضرت ابو بکر صدیق ؓ اہل بیت کی ضرورت کے مطابق ان کو یہ حصہ دیتے رہے جیسا کہ اکابر علماء شیعہ نے بھی نقل کیا ہے ملاحظہ ہو!

"کان ابو بکر یأخذ غلتها فیدفع الیهم منها ما یکفیهم ویقسم الباقی وکان عمر کذالك ثم کان عثمان کذالك ثم کان علی کذالك"

ترجمہ: حضرت ابو بکر فدک کا غلہ لے کر جس قدر اہل بیت نبوی کی ضرورت کو کافی ہوتا انکی طرف بھجوایا کرتے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تھے،اور باقی آمدن کو (ضرورت مندوں میں) تقسیم کرتے تھے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح کرتے تھے

(شرح نہج البلاغہ ابن حدید ۲/ ۲۹۶ طبع ایران)

اسی طرح (شرح نہج البلاغہ ابن میثم: ۵/ ۱۰۷ طبع ایران) اور (کتاب الدرۃ النجفیہ: ص ۳۳۲ شرح نہج البلاغہ لابراہیم طبع ایران) میں بھی ہے اسکے علاوہ (شرح نہج البلاغہ فارسی سید علی نقی فیض الاسلام: ۵/ ۹۶۰) میں واضح موجود ہے کہ اس کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی تھیں

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا مرض الوفات اور صحابہ کرام کی تیمارداری:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نہایت مغموم رہتی تھیں جب آپ بیمار ہوئیں تو حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہا آپ کی تیمارداری کے لیے تشریف لاتی تھیں

(کتاب الامالی للشیخ محمد بن حسن الطوسی: ۱/ ۱۰۷)

حضرت علی رضی اللہ عنہ پانچوں نمازیں مسجد (نبوی) میں ادا کرتے تھے جب نماز پڑھ چکے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کا کیا حال ہے؟ کیسے مزاج ہیں؟

(کتاب سلیم بن قیس الہلالی: صفحہ ۲۲۴،۲۲۵ طبع عراق)

معلوم ہوا کہ شیخین حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی تیمارداری کرتے تھے

سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا انتقال:

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بیمار ہوئیں اور چند روز بیمار رہنے کے بعد ۳ رمضان المبارک ۱۱ھ بروز منگل کی رات انتقال فرما گئیں اس وقت آپ کی عمر مبارک اٹھائیس یا انتیس سال تھی (البدایہ والنھایہ: ۶/ ۳۳۴ تحت حالات ۱۱ ہجری)

اہل اسلام کے لیے یہ ایک عظیم صدمہ تھا تمام اہل مدینہ اس صدمے سے متاثر تھے حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل حضرت اسماء بنت عمیس زوجہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہا اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ابو رافع رضی اللہ عنہ کی بیوی سلمیٰ رضی اللہ عنہا اور اُم ایمن رضی اللہ عنہا نے دیا

(۱) اسد الغابہ: ۵/ ۴۷۸ تحت سلمیٰ (۲) البدایہ والنھایہ: ۶/ ۳۳۳

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۳) حلیۃ الاولیاء: ۲/ ۴۳ تحت تذکرہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا

(۴) المبسوط: ۲/ ۶۳ طبع مصر (۵) سنن الکبریٰ بیہقی: ۴/ ۲۹

(۶) تحفہ اثنا عشریہ: ص ۴۵ (۷) حلیۃ الاولیاء: ۴/ ۹۶: تحت میمون ابن محصر ان

حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ اور شیخین رضی اللہ عنہم کی شرکت:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے غسل اور تجہیز و تکفین کے مراحل کے بعد نماز جنازہ کا مرحلہ درپیش ہوا حضرت ابو بکر و عمر فاروق رضی اللہ عنہم اس موقعہ پر موجود تھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرمایا کہ آگے بڑھیں اور جنازہ پڑھائیں جواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جناب کی موجودگی میں مَیں جنازہ کے لیے پیش قدمی نہیں کر سکتا نماز جنازہ پڑھانا آپ کا حق ہے آپ تشریف لائیں اور جنازہ پڑھائیں چنانچہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا کا جنازہ چار تکبیر کے ساتھ پڑھایا باقی تمام حضرات نے ان کی اقتداء میں نماز جنازہ ادا کی

(۱) کنز العمال: ۶/ ۳۱۸ باب فضائل الصحابہ (۲) طبقات ابن سعد: ۸/ ۱۹

(۳) ریاض النضرۃ: ۱/ ۱۵۶

دفن کے لیے قبر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ (عم نبی) فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اترے

(الاصابہ: ۴/ ۳۹۸ تذکرہ فاطمہ)

اولاد پاک سیدہ فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا:

۱) حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ (۲) حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ

۳) حضرت محسن رضی اللہ عنہ (۴) حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا

۵) حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا (۶) حضرت رقیہ بنت علی رضی اللہ عنہا

حضرت زینب بنت علی رضی اللہ عنہا کا نکاح عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ عنہ سے ہوا، اور حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کا نکاح سیدنا عمر فاروق بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ۱۷ھ میں ہوا، حوالے کے لیے دیکھئے:

(نسب قریش: صفحہ ۲۵ تحت اولاد فاطمہ رضی اللہ عنہا)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حصہ دوم:

حضور ﷺ کی چار بیٹیوں کا ثبوت شیعہ کتب سے:

(۱) شیعہ حضرات کی معتبر ترین کتاب "اُصول کافی" میں ہے!

"وتزوج خديجة وهو ابن بضع وعشرين سنة فولد له منها قبل مبعثه عليه السلام القاسم ورقية و زينب و أم كلثوم وولد له بعد المبعث الطيب والطاهر و فاطمة عليها السلام"

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے حضرت سیدہ خدیجہ (رضی اللہ عنہا) سے شادی کی جبکہ آپ کی عمر مبارک پچیس سال تھی، اور حضرت خدیجہ کے بطن پاک سے آپ کی اولاد آپ کی بعثت سے پہلے: قاسم، رقیہ، زینب، اُم کلثوم اور بعثت کے بعد: طیب، طاہر اور فاطمہ رضی اللہ عنہم پیدا ہوئیں

(۱) اُصول کافی: ۱/ ۴۳۹ مطبوعہ ایران

(۲) الشافی ترجمہ اصول کافی: ۳/ ۵ مطبوعہ کراچی

درج ذیل کتب شیعہ میں بھی حضور ﷺ کی چار بیٹیوں کا ثبوت ہے ملاحظہ ہو:

(۱) فروع کافی: ۲/ ۸۲ مطبوعہ ایران (۲) القول المقبول: ص ۲۰

(۳) تحفۃ العوام: ص ۱۲۳ مطبوعہ لاہور (۴) تہذیب الاحکام: ۱/ ۲۸۴

(۵) قرب الاسناد: صفحہ ۸ (۶) خصال لابن بابویہ: ۲/ ۳۷

(۷) کتاب الاستبصار: ۱/ ۲۴۵ (۸) مجالس المؤمنین: ۱/ ۲۰۴ مطبوعہ تہران

(۹) مناقب آل ابی طالب: ۱/ ۱۶۱ طبع قم ایران (۱۰) کتاب الامالی للشیخ الطوسی: صفحہ ۲۷

(۱۱) من لا یحضرہ الفقیہ: صفحہ ۴۰۷ (۱۲) شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید: ۳/ ۴۶۰ طبع بیروت

(۱۳) مروج الذہب للمسعودی: ۲/ ۳۳۱ (۱۴) التنبیہ والاشراف: صفحہ ۲۵۵

(۱۵) شرح نہج البلاغہ فارسی فیض الاسلام: خطبہ ۱۴۳ صفحہ ۵۲۸ مطبوعہ تہران

(۱۶) تفسیر مجمع البیان: ۲/ ۳۲۳ مطبوعہ تہران (۱۷) منہج الصادقین: ۷/ ۳۳۲

(۱۸) مسالک الافہام: جلد اول کتاب النکاح مطبوعہ ایران

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۹) اعیان الشیعہ: ۳/ ۴۸۷ مطبوعہ بیروت (۲۰) بحارالانوار: ۲۲/ ۱۶۶۔ ۱۶۷ مطبوعہ تہران

(۲۱) ناسخ التواریخ: ۱/ ۶۶۹ (۲۲) چہاردہ معصوم: ۱/ ۲۲۴ مطبوعہ تہران

(۲۳) المبسوط: ۴/ ۱۵۸ (۲۴) تنقیح المقال: ۳/ ۷۷

(۲۵) شافی اور تلخیص الشافی: ۴/ ۵۴، ۵۵ مطبوعہ قم ایران

(۲۶) مراۃ العقول: ۱/ ۳۵۲ (۲۷) ابن شہر آشوب: ۱/ ۸۸

(۲۸) منتخب التواریخ: ۱/ ۲۴ مطبوعہ ایران (۲۹) حیات القلوب: ۲/ ۱۰۲۷ مطبوعہ لکھنو

(۳۰) انوار النعمانیہ: ۱/ ۳۶۶ مطبوعہ تبریز (۳۱) منتہی الامال: ۱/ ۱۲۵ مطبوعہ ایران

(۳۲) ذبح عظیم: صفحہ ۲۴ مطبوعہ لاہور (۳۳) اخبار ماتم: صفحہ ۸۵

ہم نے اپنے اس مضمون میں حضور نبی پاک صاحب لولاک حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کی چار صاجزادیوں کی سوانح حیات اور کتب شیعہ سے ان چاروں کا ثبوت پیش کیا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۴)

کچھ علم حدیث کے بارے میں

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین، اما بعد!

حضور اکرم نور مجسم شفیع المذنبین خاتم النبیین حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ ہی زمین پر تنہا وہ ہستی ہیں جن کی طرف تا قیامت ہدایت کیلیے رجوع کیا جاتا رہے گا حضور ﷺ کے توسط سے ہمیں اللہ تعالیٰ عزوجل کی آخری کتاب ملی اور آپ ہی کے اسوہ حسنہ سے یہ متعین ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو انسانوں سے کیسا طرز عمل مطلوب ہے یہ اُسوہ حسنہ اصطلاحی مفہوم میں سنت کہلاتا ہے جو قرآن مجید کے ساتھ دین کا دوسرا ماخذ ہے حضور ﷺ کی اس مرکزی حیثیت کا تقاضا ہے کہ آپ کو ہدایت کا سرچشمہ مان کر جملہ اُمور میں آپکی سنت سے رجوع کیا جائے آپ ﷺ سے اسی تعلق کی بناء پر حدیث کا وہ عظیم الشان علم وجود میں آیا جو مسلمانوں کا طرہ امتیاز ہے:

مسلمان اہل علم اس بات سے کبھی غافل نہیں رہے کہ کسی قول یا فعل کی حضور ﷺ کی طرف نسبت میں کیا نزاکتیں ہیں اس لئے انھوں نے اس بات کی ہر ممکن کوشش کی کہ اس انتساب کو ممکنہ حد تک ہر شک و شبہ سے بالاتر بنا دیا جائے ان کی انھیں کوششوں کا حاصل حدیث کے وہ علوم ہیں جن میں ایک طرف درایت کے پیمانے متعین کیے گئے تو دوسری طرف اسماء الرجال کا علم وجود میں آیا جس کے تحت ان تمام لوگوں کے احوال مرتب کیے گئے جو کسی طرح بھی روایت حدیث سے متعلق تھے علم، دیانت، حسب ونسب ہر زاویے سے ان خواتین وحضرات کے درجات کا تعین کیا گیا جن کی بنیاد پر روایت کی صحت یا عدم صحت کے بارے میں حکم لگایا جا سکتا ہے روایت کو پرکھنے کا یہ عمل مسلمان محدثین کی غیر معمولی کاوشوں کے نتیجے میں ایک نہایت اعلیٰ و ارفع علمی مقام تک پہنچا آج ہر علم کی طرح اس کی اپنی اصطلاحیں ہیں اور اپنی زبان، کوئی علم جب اس سطح پر پہنچ جاتا ہے تو فہم عام کے لیے وہ شرح و وضاحت کا محتاج ہوتا ہے یوں لغات اور تشریح لٹریچر کی ضرورت پیش آتی ہے ہمارے دین کی بنیاد قرآن کریم اور سنت نبوی ﷺ پر ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے دونوں بنیادوں کی حفاظت کا ذمہ خود لیا ہے قرآن کریم کے بارے میں تو ارشاد باری تعالیٰ کی وضاحت موجود ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ] (سورۃ الحجر آیت نمبر ۹)

ترجمہ: ہم ہی نے اس قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں اسی طرح نطق رسول کو بھی وحی قرار دیا گیا قرآن کریم میں ہے:

[وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى] (سورۃ النجم آیت ۳،۲)

ترجمہ: اور نہ وہ اپنی خواہش سے بات کہتے ہیں وہ تو وحی ہے جو اتاری جاتی ہے

امام احمد بن حسین علی بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"سنت اللہ تعالیٰ کے فرمان کے قائم مقام ہے" (مفتاح الجنۃ: ص ۷۳)

جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے!

[وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ]

ترجمہ: یہ ذکر ہم نے آپکی طرف اتارا ہے کہ لوگوں کی جانب جو نازل فرمایا گیا ہے آپ اسے کھول کھول کر بیان کردیں (سورۃ النحل ۴۴)

اس طرح سنت بھی قرآن کے ساتھ ساتھ محفوظ ہے کیونکہ سنت بھی اس ذکر میں سے ماخوذ ذکر ہے سنت کی حفاظت کا سب سے اہم ہتھیار سند ہے سند کے بغیر حدیث کی حفاظت ممکن نہیں ہے امام عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے:

"الاسناد عندی من الدین ولولا الاسناد لقال من شاء ماشاء"

ترجمہ: میرے نزدیک سند دین کا حصہ ہے اور اگر سند نہ ہوتی تو جو چاہتا کہہ ڈالتا (مقدمہ صحیح مسلم شریف ص ۱۱)

امام عبد اللہ الحاکم النیشا پوری مذکورہ بالا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں "اگر اسناد نہ ہوتیں اور محدثین کرام ان کو طلب نہ کرتے اور کثرت سے یاد نہ رکھتے تو اسلام کی علامتیں مٹ جاتیں جھوٹی احادیث گھڑلی جاتیں، اسناد حدیث کو اُلٹ پلٹ کر دیا جاتا اور اس طرح اہل بدعت غالب آجاتے کیونکہ اگر احادیث کو اسناد سے بے نیاز کر دیا جائے تو وہ بالکل بے بنیاد رہ جائیں گی" (معرفۃ علوم الحدیث: ص ۶)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین وافعال کو اگر پوری صحت اور دقت نظر سے منتقل کرنا ہو تو لازم ہے کہ صحیح سند کو ملحوظ رکھا جائے اور صحت سند کے لیے ضروری ہے کہ وہ روایت ثقہ اور عادل راویوں سے منتقل ہوتی ہوئی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہم تک پہنچے اس لیے راقم اس مضمون کے اندر علم حدیث کے بارے میں بنیادی باتوں کو قارئین (خاص و عام) کو روشناس کرانے کی کوشش کرے گا:

حدیث کے دو حصے ہوتے ہیں:

(ا) سند حدیث یا روایت حدیث (۲) متن حدیث

ا) سند حدیث: ۔ حدیث بیان کرنے والے راویان اس حصہ کو سند حدیث کہتے ہیں

۲) متن حدیث: ۔ جہاں پر راویان حدیث کا اختتام ہوتا ہے اور [قال قال رسول اللہ ﷺ] کا آغاز ہوتا ہے یہ حصہ متن حدیث کہلاتا ہے۔ کبھی ایک راوی حدیث بیان کرتا ہے تو یہ خبر واحد یا احاد کہلاتی ہے محدثین کی اصطلاح میں متواتر سے مراد وہ حدیث ہے جسے اتنی کثیر تعداد نے روایت کیا ہو جس کا جھوٹ پر متفق ہونا ممکن نہ ہو یعنی متواتر میں تعداد کی کثرت اور ان کا عادۃً جھوٹ پر متفق ہونا محال ہو:

علم حدیث سے واقفیت نہایت ضروری ہے اس لیے کہ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی ''عجالہ نافعہ،، میں فرماتے ہیں:

''چونکہ (حدیث) ایک قسم کی خبر ہے اور خبر سچ اور جھوٹ دونوں کا احتمال رکھتی ہے اس لیے اس علم کو حاصل کرنے کے لیے دو باتوں کا لحاظ رکھنا ضروری ہے پہلی بات یہ کہ حدیث کے راویوں کے حالات کی چھان بین اور ان سے واقفیت حاصل کرنا اور دوسری (ضروری) بات یہ ہے کہ حدیث کا مطلب سمجھنے کے لیے نہایت احتیاط سے کام لینا کیونکہ اگر پہلی بات میں کوتاہی رہ گئی تو سچے اور جھوٹے میں تمیز نہ رہے گی اور اگر دوسری بات میں احتیاط نہ کی گئی اور اس میں ذرا سی بھی کوتاہی ہوگئی تو مراد غیر مراد سے خلط ملط ہو جائے گی اور ان دونوں صورتوں میں اس بلند پایہ علم سے جس فائدہ کی توقع تھی وہ حاصل نہ ہو سکے گا بلکہ فائدہ کی بجائے الٹا نقصان ہوگا خود بھی گمراہ ہوگا اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے گا'' (حاشیہ شرح نخبۃ الفکر: ص ۲۷)

سند کی تعریف: متن حدیث کے طریق کا بیان سند کہلاتا ہے طریق کا معنی ہے ''راستہ'' یعنی جو کہ مطلوب تک پہنچا دے اب ناموں کا وہ سلسلہ جو کہ متن تک پہنچا دے وہ حدیث کا طریق ہوا، اسے اسناد کہتے ہیں یعنی الفاظ حدیث سے پہلے ناموں کا سلسلہ اسناد کہلاتا ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

متن کی تعریف:

جس (مضمون) پر اسناد کلام ختم ہو جائیں اسے متن کہتے ہیں (شرح نخبۃ الفکر: ص ۲۷)

یعنی جہاں اسناد ختم ہو جائے اسے متن کہا جاتا ہے:

مثلاً: حدثنا ابو الیمان قال اخبرہ شعیب قال حدثنا ابو الزناد عن الاعرج عن ابی هریرۃ یہ اسناد ہے اور ان رسول اللہ ﷺ قال والذی نفسی بیدہ الخ متن ہے

حدیث کی تعریف:

حدیث کے لغوی معانی جدید کے ہیں جسے قدیم کے مقابلہ میں استعمال کیا جاتا ہے اس کے علاوہ گفتگو، بیان، واقعہ اور قصہ بھی مراد لیا جاتا ہے:

قرآن مجید میں حدیث کا لفظ بمعنی گفتگو، بیان، بات، واقعہ کے معنی کے ساتھ سورۃ الکہف، ۶، سورۃ التحریم، ۳، سورۃ طٰہٰ، ۹، سورۃ البروج، ۱۷، اور سورۃ المرسلات، ۵۰ میں استعمال ہوا ہے

حدیث کے اصطلاحی معنی نبی کریم ﷺ کے قول فعل یا تقریر کے ہیں صحابہ کرام وتابعین کے قول فعل اور تقریر کو بھی حدیث کہتے ہیں جمہور علماء کے نزدیک اس کو خبر واثر بھی کہتے ہیں:

قولی حدیث: ایسی حدیث جس میں حضور ﷺ کا قول ذکر کیا گیا ہو:

فعلی حدیث: ایسی حدیث جس میں حضور ﷺ کا فعل ذکر کیا گیا ہو:

تقریری حدیث: ایسی حدیث جس میں حضور ﷺ نے اپنے سامنے ہونے والے کسی امر کے حوالے سے کچھ فرمایا ہو:

اسی طرح صحابہ وتابعین کے حوالے سے بھی یہ ہی بات ہے یعنی انکے قول وفعل وتقریر کو حدیث یا خبر یا اثر کہا جائے گا:

طرق کے لحاظ سے حدیث کی دو قسمیں ہیں:

(۱) متواتر (۲) آحاد (خبر واحد)

۱) متواتر: ۔وہ حدیث جس کے روایت کرنے والے ہر زمانہ میں اس قدر کثیر ہوں کہ ان سب کے جھوٹ پر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اتفاق کر لینے کو عقل سلیم محال سمجھے:

۲) آحاد (خبر واحد): ۔وہ حدیث یا احادیث جس کے راوی اس قدر کثیر نہ ہوں:

اقسام تواتر: (۱) تواتر اسناد (۲) تواتر طبقہ (۳) تواتر عمل

(۴) تواتر مشترک (تواتر معنوی)

۱) تواتر اسناد:

یہ ہے کہ شروع سند سے آخر سند تک حدیث کو ایسی جماعت روایت کرے جس کا اجتماع جھوٹ پر محال ہو جیسے حدیث **من کذب علی متعمداً فلیتبوا مقعدہ من النار** علامہ ابن الصلاح علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کو ۶۲ صحابہ کرام نے روایت کیا ہے علامہ نووی نے شرح صحیح مسلم میں فرمایا ہے کہ قریباً دو سو صحابہ نے روایت کیا ہے یونہی ختم نبوت کی احادیث ہیں جو کہ ڈیڑھ سو سے زائد ہیں تیس کے قریب صحاح ستہ میں ہیں:

۲) تواتر طبقہ:

جیسے تواتر قرآن ہے کیونکہ قرآن مجید شرقاً، غرباً، درساً، تلاوۃً، حفظاً و قراۃً متواتر ہے

۳) تواتر عمل:

یہ ہے کہ حضور ﷺ سے لیکر آج تک ہر زمانہ میں اتنی بڑی جماعت نے اس پر عمل کیا ہو کہ عادۃً اتنے لوگوں کا اتفاق جھوٹ یا غلط بات پر محال ہو جیسے وضو کے اندر مسواک کرنا سنت ہے اور اسکی سنیت کا اعتقاد فرض ہے کیونکہ یہ تواتر عملی سے ثابت ہے:

۴) تواتر مشترک (تواتر معنوی):

یہ کہ راویوں کے الفاظ اس میں مختلف ہوں یعنی راویوں کی ایک جماعت ایک واقعہ کو روایت کرتی ہو اور دوسری جماعت دوسرے واقعہ کو اور اگر یہ سب واقعات کسی قدر مشترک پر مشتمل ہوں تو اس کو تواتر مشترک یا تواتر معنوی کہتے ہیں مثال کے طور پر راویوں کی ایک جماعت روایت کرے کہ حاتم طائی نے سو دینار بخشے تھے اور دوسری جماعت یوں بیان کرے کہ سو اُونٹ بخشے تھے اور تیسری جماعت بتائے کہ بیس گھوڑے بخشے تھے تو اب یہ تمام روایات اس بات میں مشترک ہیں کہ حاتم طائی نے اپنے مال سے کوئی سی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چیز بخشی تھی جو اس کی سخاوت کی دلیل ہے عقائد میں اسکی مثال سماع موتی کی ہے:

خبر واحد کی پہلی تقسیم:۔ خبر واحد اپنے منتہی کے اعتبار سے تین قسم پر ہے:

(۱)مرفوع (۲)موقوف (۳)مقطوع

۱)مرفوع:۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں حضور ﷺ کے قول فعل یا تقریر کا ذکر ہو

۲)موقوف:۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں صحابی رضی اللہ عنہ کے قول فعل یا تقریر کا ذکر ہو

۳)مقطوع:۔ یہ وہ حدیث ہے جس میں تابعی رحمۃ اللہ علیہ کے قول فعل یا تقریر کا ذکر ہو

خبر واحد کی دوسری تقسیم:۔ خبر واحد راویوں کی تعداد کے اعتبار سے بھی تین قسم ہے

(۱)مشہور (۲)عزیز (۳)غریب

۱)مشہور:۔ محدثین کی اصطلاح میں مشہور سے مراد وہ حدیث یا روایت ہے جسے بیان کرنے والے تین یا زیادہ افراد ہوں اور یہ تعداد تمام طبقات میں اسی طرح قائم رہے لیکن متواتر کی حد کو نہ پہنچے مثال کے طور پر حدیث ''ان اللہ لا یقبض العلم انتزاعا ینتزعہ'' مشہور ہے اہل علم کے ہاں مشہور ہونا اور عامۃ الناس کے ہاں مشہور ہونا اس قسم کی کتب درج ذیل ہیں:

۱)التذکرۃ فی الاحادیث المشتہرہ: از حافظ بدرالدین زرکشی

۲)الآلی المنشورۃ فی الاحادیث المشہورۃ: از حافظ ابن حجر عسقلانی

۳)المقاصد الحسنہ: از حافظ السخاوی

۴)کشف الخفاء: از عجلونی الجراحی

۵)النوافع العطرۃ فی الاحادیث المشتہرۃ: از قاضی محمد بن احمد الصنعانی (معجم: ص ۴۱۴)

۲)عزیز:۔ وہ حدیث جس کے راوی سند کے تمام طبقات میں دو سے کم نہ ہوں لیکن اگر کسی طبقے میں اس سے زیادہ ہو جائیں تو کوئی حرج نہیں تاہم ضروری یہ ہے کہ یہ تعداد کسی بھی طبقے میں دو سے کم نہ ہو خواہ وہ ایک ہی طبقہ ہو مثلاً حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث بروایت بخاری و مسلم ''ان رسول اللہ ﷺ **قال لا یومن أحدکم حتّی أکون أحب الیہ من والدہ وولدہ والنّاس اجمعین** '' اسکی سند اس طرح ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کہ یہ حدیث حضرت انس رضی اللہ عنہ سے دو راوی قتادہ اور عبد العزیز روایت کرتے ہیں پھر قتادہ سے شعبہ اور سعید روایت کرتے ہیں جبکہ عبد العزیز سے دو راوی اسماعیل اور عبد الوارث پھر ان سب سے کئی افراد روایت کرتے ہیں۔

۳) غریب:

وہ حدیث ہے جسے روایت کرنے والا صرف ایک شخص ہو یعنی وہ حدیث جسے روایت کرنے میں کوئی شخص اکیلا اور منفرد ہو اور یہ کیفیت اسکی سند کے تمام طبقات میں یا بعض میں ہو یا کسی ایک طبقے میں صرف ایک راوی رہ جائے اگر کہیں ایک سے زیادہ راوی بھی ہوں تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اعتبار کم سے کم تعداد کا ہوتا ہے اکثر علماء ''الغریب'' کو [الفرد] کا نام بھی دیتے ہیں پھر اسکی دو قسمیں ہیں:

(ا) الفرد مطلق (ب) الفرد النسبی

ا) الفرد المطلق:

وہ حدیث جس میں غرابت (تفرد) سند کی ابتداء میں ہو یعنی آغاز سند میں ہی روایت کرنے والا کوئی اکیلا شخص ہو مثلاً حدیث ''**انما الاعمال بالنیات**''

(بخاری و مسلم) کی روایت میں صحابی رسول حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ منفرد ہیں

ب) الفرد النسبی:

وہ حدیث جسکی سند کے درمیان کے کسی طبقے میں کوئی راوی اکیلا رہ جائے یعنی ابتداء اور اصل سند میں روایت کرنے والے (صحابہ) تو بہت ہوں لیکن بعد کے کسی طبقے میں کوئی راوی اپنے مشائخ سے روایت کرنے میں اکیلا رہ جائے

خبر واحد کی تیسری تقسیم:۔

خبر واحد اپنے راویوں کی صفات کے اعتبار سے سولہ قسم ہے

ا) صحیح لذاتہ:

وہ حدیث ہے جس کے کل راوی عادل، کامل الضبط ہوں اور اس کی سند متصل ہو معلل و شاذ ہونے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے محفوظ ہو اسکو صحیح یا صحیح لذاتہ کہتے ہیں:

۲)حسن لذاتہ:

وہ حدیث ہے جسکے راوی میں صرف ضبط ناقص ہو باقی سب شرائط صحیح لذاتہ کے اس میں موجود ہوں

۳)ضعیف:

وہ حدیث ہے جس کے راوی میں حدیث صحیح و حسن کی شرائط نہ پائی جائیں

کسی بھی حدیث کے ضعیف قرار دینے کیلیے مختلف اسباب ہیں یہ اسباب مجموعی طور پر ان دو امور میں واقع ہوتے ہیں

(۱)راوی میں عیب (۲)سند میں سقوط

۴)صحیح لغیرہ:.

اُس حدیث حسن لذاتہ کو کہا جاتا ہے جسکی سندیں متعدد ہوں:

۵)حسن لغیرہ:

اُس حدیث ضعیف کو کہا جاتا ہے جسکی سندیں متعدد ہوں:

۶)موضوع:

وہ حدیث جسکے راوی پر حدیث نبوی میں جھوٹ بولنے کا طعن ہو یعنی کسی راوی میں یہ عیب ثابت ہو جائے کہ رسول اللہ ﷺ پر جھوٹ بولتا ہے اور من گھڑت باتیں آپ ﷺ کی طرف منسوب کرتا ہے تو اس کی روایت موضوع ہے۔

۷)متروک:

وہ حدیث جس کا کوئی راوی ایسا ہو جس پر جھوٹے ہونے کی تہمت ہو تو اس کی روایت کو متروک کہتے ہیں:

۸)شاذ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وہ حدیث جس کا راوی ثقہ ہو مگر ایک ایسی جماعت کثیرہ کی مخالفت کرتا ہو جو اس سے زیادہ ثقہ ہیں

۹)محفوظ:

وہ حدیث جو شاذ کے مقابل ہو:

۱۰)منکر:

وہ حدیث ہے جس کا راوی باوجود ضعیف ہونے کے جماعت ثقات کے مخالف روایت کرے:

۱۱)معروف:

وہ حدیث جو منکر کے مقابل ہو:

۱۲)مُعلَّل:

وہ حدیث جس میں کوئی ایسی علت خفیہ ہو جو صحت حدیث میں نقصان دیتی ہو اسکو معلوم کرنا ہر شخص کا کام نہیں

۱۳)مُضطَرِب:

وہ حدیث جس کی سند یا متن میں ایسا اختلاف واقع ہو کہ اس میں ترجیح یا تطبیق نہ ہو سکے:

۱۴)مقلوب:

وہ حدیث جس میں بھول سے متن یا سند کے اندر تقدیم یا تاخیر واقع ہو گئی ہو یعنی لفظ مقدم کو مؤخر اور مؤخر کو مقدم کیا گیا ہو یا بھول کر ایک راوی کی جگہ دوسرا راوی رکھا گیا ہو

۱۵)مَصحَّف:

وہ حدیث جس میں باوجود صورت خطی باقی رہنے کے لفظوں، حرکتوں وسکونوں کے تغیر کی وجہ سے تلفظ میں غلطی واقع ہو جائے:

۱۶)مُدرَج:

وہ حدیث جس میں کسی جگہ راوی اپنا کلام درج کر دے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خبر واحد کی چوتھی تقسیم:۔

خبر واحد سقوط وعدم سقوط راوی کے اعتبار سے سات قسم ہے

۱) مُتَّصِل :۔وہ حدیث کہ اس کی سند میں راوی پورے مذکور ہوں

۲) مُسْنَد :۔وہ حدیث کہ اس کی سند رسول اللہ ﷺ تک متصل ہو

۳) منقطع :۔وہ حدیث کہ اسکی سند متصل نہ ہو بلکہ کہیں نہ کہیں سے راوی گرا ہوا ہو

۴) مُعلَّق :۔وہ حدیث جس کی سند کے شروع سے ایک راوی یا کثیر راوی گرے ہوئے ہوں

۵) مُعْضَل :۔وہ حدیث جس کی سند کے درمیان میں سے کوئی راوی گرا ہوا ہو یا ایک سے زائد راوی پے در پے گرے ہوئے ہوں

۶) مُرْسَل :۔وہ حدیث جس کی سند کے آخر سے کوئی راوی گرا ہوا ہو

۷) مُدَلَّس :۔وہ حدیث جسکے راوی کی یہ عادت ہو کہ وہ اپنے شیخ یا شیخ الشیخ کا نام چھپا لیتا ہو

❁ ضعیف حدیث کا بیان ❁

لغوی تعریف: لغت کے اعتبار سے ضعیف قوی کی ضد ہے ضعف حسی بھی ہوتا ہے اور معنوی بھی یہاں ضعف سے مراد معنوی ضعف ہے

اصطلاحی تعریف:

ہر وہ حدیث جس میں حدیث صحیح اور حدیث حسن کی مذکورہ صفات جمع نہ ہوں وہ حدیث ضعیف ہے

(مقدمہ ابن الصلاح: صفحہ ۲۰، النوع الثالث معرفۃ الضعیفۃ من الحدیث)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

"**كل حديث لم تجتمع فيه صفات القبول**" ہر وہ حدیث جس میں صفات قبول جمع نہ ہو (وہ حدیث ضعیف ہے)

❁ ضعیف حدیث کی اقسام ❁

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ضعیف حدیث کی چار اقسام ہیں:

ا۔ پہلی قسم یہ ہے کہ اس کا ضعف اتنا کم ہے کہ اعتبار کے قابل ہے مثلاً یہ ضعف اختلاط راوی سوئے حفظ، تدلیس کی وجہ سے ہے تو یہ حدیث ضعیف متابعات اور شواہد کے کام آتی ہے تلافی ضعف کے سبب پائے جانے سے قوت پا کر حسن لغیرہ بلکہ صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے

۲۔ وہ ضعیف حدیث ہے جو راوی کے فسق وغیرہ کی وجہ سے متروک ہو بشرطیکہ اب تک سرحد کذب میں داخل نہ ہو ایسی حدیث احکام میں لائق حجت نہیں البتہ مذہب راجح پر فضائل میں مقبول ہے

۳۔ وہ حدیث جس کا راوی کذاب وضاع یا جھوٹ سے متہم ہو یہ حدیث ضعیف کی بدترین قسم ہے بلکہ بعض محاورات کی بنا پر مطلقاً اور ایک اصطلاح پر اگر ان کا مدار کذاب پر ہو تو اس کو بھی موضوع کہتے ہیں بنظر دقیق ان اصطلاحات پر یہ قسم موضوع حکمی میں داخل ہوگی

۴۔ یہ قسم بالاجماع ناقابل اعتبار ہے یہاں تک کہ فضائل میں بھی اس کا کوئی اعتبار نہیں بلکہ اس کو حدیث بھی مجازاً کہتے ہیں ورنہ حقیقت میں یہ حدیث ہی نہیں

قارئین کرام کو اس بات کا خیال رہے کہ ضعیف کی پہلی دو قسموں کا حکم اور ہے اور آخری دو قسموں کا حکم اور ہے یہاں پر ہی بدمذہب عوام کو دھوکہ دیتے ہیں اور ضعیف کا معنی موضوع کر دیتے ہیں اور جب اپنی باری آتی ہے تو پھر ان کو یہ تمام قوانین یاد آجاتے ہیں

❁ حدیث ضعیف فضائل میں معتبر ہے ❁

حدیث ضعیف فضائل اعمال اور مناقب کے باب میں پہلی دو قسم معتبر ہیں چنانچہ علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **"قال العلماء من المحدثین والفقهاء و غیر هم یجوز و یستحب العمل فی الفضائل والترغیب والترهیب بالحدیث الضعیف ما لم یکن موضوعا"**

(الاذکار المنتخبۃ من کلام سید الابرار للنووی: صفحہ ۱۲)

ترجمہ: ائمہ محدثین وفقہاء اور دیگر علماء کرام فرماتے ہیں کہ فضائل اعمال اور ترغیب و ترہیب میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا مستحب ہے جبکہ موضوع نہ ہو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسی طرح علامہ ابن حجر الھیتمی رحمۃ اللہ علیہ نے فضائل کے سلسلے میں حدیث ضعیف پر عمل کے لیے دلیل دیتے ہوئے کہا:

[قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل اعمال لانہ ان کان صحیحا فی نفس الامر فقد اعطی حقہ من العمل بہ والا لم یترتب علی العمل بہ مفسدۃ تحلیل ولا تحریم ولا ضیاع حق للغیر] (الفتح المبین شرح اربعین)

ترجمہ: بے شک فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل کے جواز پر علماء کا اتفاق ہے اس لیے کہ یہ حقیقت میں صحیح ہے تو اس پر عمل کرنے سے اس کا حق ادا ہو، ورنہ اس پر عمل کرنے سے حلال اور حرام بنانے اور دوسرے کے حق کو ضائع کرنے کا خطرہ نہیں ہے

فتح القدیر میں ہے:

[الضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل اعمال]

ترجمہ: فضائل اعمال میں حدیث ضعیف پر عمل کیا جائے گا بس اتنا چاہیے کہ وہ موضوع نہ ہو

(فتح القدیر: ۱/ ۳۰۳ مطبوعہ سکھر)

اسی طرح مقدمہ امام ابوعمرو ابن الصلاح و مقدمہ جرجانیہ و شرح للمصنف وتقریب النواوی اور اسکی شرح تدریب الراوی میں ہے:

[محدثین وغیرھم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تسائل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم حدیث کی روایت اور اس پر عمل فضائل اعمال وغیرہا امور میں جائز ہے جنھیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں امام احمد بن حنبل و امام عبد الرحمن بن مہدی و امام عبد اللہ بن مبارک وغیرھم ائمہ سے انکی تصریح منقول ہے وہ فرماتے ہیں جب ہم حلال و حرام میں حدیث روایت کریں تو سختی کرتے ہیں اور جب فضائل میں روایت کریں تو نرمی کرتے ہیں] (تدریب الراوی: ۱/ ۲۹۸ مطبوعہ لاہور بحوالہ فتاوی رضویہ ۵/ ۴۸۱ مطبوعہ لاہور)

اسی طرح مقاصد حسنہ: صفحہ ۴۰۵، موضوعات کبیر ملا علی قاری: ص ۶۳، قوت القلوب امام ابو طالب محمد بن علی المکی: ۱/ ۳۳۶، مقدمہ ابن الصلاح: ص ۴۹، کتاب الراوی محدث زکریا بن محمد شافعی، مرقات شرح مشکوۃ: ۲/ ۸۳ میں ہے (تفصیل کیلئے فتاوی رضویہ جلد ۵ میں رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل

الابہامین" مطالعہ فرمائیں)

{حدیث ضعیف کی تقویت کی وجوہ}

۱) کبھی حدیث ضعیف متعدد اسناد سے مروی ہو کر حسن لغیرہ اور کبھی صحیح لغیرہ ہو جاتی ہے جیسا کہ امام عبدالوھاب شعرانی فرماتے ہیں:

"بے شک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طُرق سے حجت مانا ہے اور اُسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا"۔ (میزان الکبریٰ للشعرانی الفصل الثالث:۱/۶۸ مطبوعہ مصر)

اسی طرح مرقات شرح مشکوۃ: ۳/۱۸،الاسرار المرفوعہ فی اخبار الموضوعہ: ص ۳۴۶،فتح القدیر: ۱/۲۶۶،المیزان الکبریٰ للشعرانی:۱/۶۸،الصواعق المحرقۃ:ص ۱۸۴،التعقبات علی الموضوعات:ص ۷۵ میں ہے

۲) کسی حدیث ضعیف پر اہل علم کا عمل اس کو حسن بنا دیتا ہے یعنی علماء کاملین جس ضعیف حدیث پر عمل کرنا شروع کر دیں وہ ضعیف نہ رہے گی بلکہ حسن ہو جائے گی

مرقات شرح مشکوۃ میں ہے:

"یعنی امام ترمذی نے فرمایا یہ حدیث غریب ہے اور اہل علم کا اس پر عمل ہے سید میرک نے امام نووی سے نقل کیا کہ اس کی سند ضعیف ہے تو گویا امام ترمذی عمل اہل علم سے حدیث کو قوت دینا چاہتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم" (مرقات شرح مشکوۃ:۳/۹۸ مطبوعہ ملتان)

اسی طرح تعقبات:ص ۱۳ میں ہے

۳) مجتہد جس حدیث ضعیف سے استدلال کرے تو اس کا استدلال بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ "ردالمحتار" میں فرماتے ہیں:

"**ان المجتهد اذا ستدل بحديث كان تصحيحا له كما فى التحرير وغيره**" مجتہد جب کسی حدیث سے استدلال کرے تو اس کا استدلال بھی حدیث کے صحیح ہونے کی دلیل ہے جس طرح تحریر میں امام ابن ہمام نے فرمایا:

۴) اسی طرح امام عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کبھی تجربہ اور کشف سے بھی ضعیف حدیث کو قوت مل جاتی ہے جیسا کہ مرقات: ۳/ ۲۲۲ و میزان الکبریٰ للشعرانی: ۱/ ۴۵ میں ہے:

{ضعیف ترین سندیں}

۱) حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے:

"صدقة الدقيقي عن فرقد السبخي عن مرة الطيب عن ابي بكر الصديق رضي الله عنه"

۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے:

"عمرو بن شمر عن جابر الجعفي عن الحارث الاعوء عن علي رضی اللہ عنہ"

۳) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے:

"السری بن اسماعیل عن داؤد بن یزید الأزدی عن ابیہ عن ابی حریرہ رضی اللہ عنہ"

۴) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے:

"نسخة عند البصريين الحارث بن شبل عن ام النعمان عن عائشة رضی اللہ عنہا"

۵) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے:

"شريك عن أبي فزارة عن أبي زيد عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ"

۶) حضرت انس رضی اللہ عنہ کی نسبت سے ضعیف ترین سند یہ ہے:

"داؤد بن المحبر بن قحذم عن ابيه عن أبان بن أبي عياش عن أنس رضی اللہ عنہ"

(تدریب الراوی شرح تقریب النواوی: ص ۱۱۳، ۱۱۴)

❁ موضوع روایت ❁

لغوی تعریف: موضوع "وَضَعَ" سے ماخوذ ہے جسکے معنی گرانے اور پھینکنے کے ہیں موضوع روایت کو اس لیے موضوع کہتے ہیں کہ یہ اپنے رتبے سے گر جاتی ہے اور پستیوں میں چلی جاتی ہے

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ "النکت" میں لکھتے ہیں "جہاں تک لغوی معنی کا تعلق ہے تو ابو الخطاب ابن وحیہ کا کہنا ہے کہ موضوع کے معنی غلط طور پر منسوب بات ہے کہا جاتا ہے فلاں شخص نے دوسرے سے وضع کیا جو اس نے نہیں کہی اسکے معنی پھینکنا اور گرانا بھی ہے لیکن دوسرے معنی زیادہ مناسب ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اصطلاحی تعریف:

حافظ ابن الصلاح موضوع کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں ''**هو المختلق الموضوع**'' وہ گھڑی ہوئی بنائی روایت ہے (مقدمہ ابن الصلاح: ص ۵۷)

ملا علی قاری علیہ الرحمہ شرح نخبۃ الفکر میں لکھتے ہیں ''الموضوع ھو الحدیث الذی فیہ الطعن بکذب الراوی'' موضوع وہ حدیث ہے جس میں کذب راوی کی وجہ سے طعن ہو

(شرح نخبۃ الفکر للملا علی قاری: ص ۷۳)

روایت کا موضوع ہونا کیونکر ثابت ہوتا ہے؟

امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''غرض ایسی وجوہ سے حکم وضع کی طرف راہ چاہنا محض ہوس ہے ہاں موضوعیت یوں ثابت ہوتی ہے کہ اس روایت کا مضمون:

۱) قرآن عظیم

۲) یا سنت متواترہ

۳) یا اجماعِ قطعی قطعیات الدلالۃ

۴) یا عقل صریح

۵) یا حسن صحیح

۶) یا تاریخ یقینی کے ایسا مخالف ہو کہ احتمال تاویل وتطبیق نہ رہے

۷) یا معنی شنیع وقبیح ہوں جن کا صدور حضور پرنور صلوات اللہ علیہ سے منقول نہ ہو جیسے معاذ اللہ کسی فساد یا عبث یا سفہ یا مدح باطل یا ذم حق پر مشتمل ہونا

۸) یا ایک جماعت جس کا عدد حد تواتر کو پہنچے اور ان میں احتمال کذب یا ایک دوسرے کی تقلید کا نہ رہے اس کے کذب وبطلان پر گواہی مستنداً الی الحس دے

۹) یا خبر کسی ایسے امر کی ہو کہ اگر واقع ہوتا تو اس کی نقل وخبر مشہور ومستفیض ہو جاتی مگر اس روایت کے سوا اس کا کہیں پتا نہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۰) یا کسی حقیر فعل کی مدحت اور اس پر وعدہ و بشارت یا صغیر امر کی مذمت اور اس پر وعید وتہدید میں ایسے لمبے چوڑے مبالغے ہوں جنھیں کلام معجز نظام نبوت سے مشابہت نہ رہے یہ دس سورتیں تو صریح ظہور و وضوح کی ہیں

۱۱) یا یوں ظہور و وضوع کیا جاتا ہے کہ لفظ رکیک وسخیف ہوں جنھیں سمع دفع اور طبع منع کرے اور ناقل مدعی ہو کہ بعینہا الفاظ کریمہ حضور افصح العرب ﷺ ہیں یا وہ محل ہی نقل بالمعنی کا نہ ہو

۱۲) یا ناقل رافضی حضرات اہل بیت کرام سیدھم وعلیہم السلام کے فضائل میں وہ باتیں روایت کرے جو اس کے غیر سے ثابت نہ ہو۔ جیسے حدیث "**لحمك لحمي و دمك دمي**" (تیرا گوشت میرا گوشت تیرا خون میرا خون)

اقول: ۔انصافاًیوں ہی وہ مناقب امیر معاویہ وعمر بن العاص رضی اللہ عنہم کہ صرف نواصب کی روایت سے آئیں کہ جس طرح روافض نے فضائل امیر المومنین و اہل بیت طاہرین رضی اللہ عنہم میں قریب تین لاکھ حدیثوں کے وضع کیں

"**كما نص عليه الحافظ ابو يعلىٰ والحافظ الخليلي في الارشاد**" جیسا اس پر حافظ ابویعلیٰ اور حافظ خلیلی نے ارشاد میں تصریح کی ہے یونہی نواصب نے مناقب امیر معاویہ رضی اللہ عنہ میں حدیثیں گھڑیں "**كما ارشد اليه الامام الذاب عن السنة احمد بن حنبل رحمه الله تعالىٰ**" جیسا کہ اس کی طرف امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے رہنمائی فرمائی جو سنت کا دفاع کرنے والے ہیں

۱۳) یا قرائن حالیہ گواہی دے رہے ہوں کہ یہ روایت اس شخص نے کسی طمع سے یا غضب وغیرہما کے باعث ابھی گھڑ کر پیش کر دی جیسے حدیث سبق میں زیادت جناح اور حدیث دم معلمین اطفال

۱۴) یا تمام کتب وتصانیف اسلامیہ میں استقرائے تام کیا جائے اور اس کا کہیں پتہ نہ چلے یہ صرف اجلۂ حفاظ ائمہ شان کا کام تھا جس کی لیاقت صدہا سال سے معدوم ہے

۱۵) یا راوی خود اقرار وضع کر دے خواہ صراحۃً خواہ ایسی بات کہے جو بمنزلہ اقرار ہو مثلاً ایک شیخ سے بلا واسطہ بدعوی سماع روایت پھر اس کی تاریخ وفات وہ بتائے کہ اس کا اس سے سننا معقول نہ ہو یہ پندرہ باتیں ہیں کہ شاید اس جمع وتلخیص کے ساتھ ان سطور کے سوا نہ ملیں "ولو بسطنا المقال على كل صورة لطال الكلام وتقاضى المرام ولمسنا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ھنا لک بصدد ذلک ۔ اگر ہم ہر ایک صورت پر تفصیلی گفتگو کریں تو کلام طویل ہو جائے گا اور مقصد دور ہو جائے گا لہٰذا ہم یہاں اسکے درپے نہیں ہوتے'' (فتاوی رضویہ: ۵/ ۴۶۰،۴۶۱، ۴۶۲ مطبوعہ لاہور)

حدیث کے دو حصے ہوتے ہیں:

(۱) سند حدیث (۲) متن حدیث

(۱) سند حدیث سے متعلق ۱۲ علوم کا بیان

۱) **معنعن**: حدیث کو حدثنا، اخبرنا، سمعت کی جگہ ''عن'' سے شروع کرنا اس کی مثالیں کتب حدیث میں بکثرت موجود ہیں

۲) **مؤنن**: راوی بغیر حدثنا، اخبرنا سمعت کہے ''ان فلانا قال'' کہہ کر حدیث کی سند کو بیان کرے

۳) **مسلسل**: رجال سند کا ایک صفت یا ایک حالت پر تسلسل کے ساتھ قائم رہنا یہ تسلسل کبھی راویوں کے لیے ہوتا ہے اور کبھی روایت کے لیے، ضروری نہیں کہ سارے راوی متفق ہوں بلکہ مسلسل کہلانے کے لیے اکثر کا اتفاق ضروری ہے جب درمیان یا آخر میں تسلسل ختم ہو جائے تو وضاحت کر دی جائے گی کہ یہ فلاں تک مسلسل ہے اس سلسلے کی چند خاص کتب یہ ہیں

۱) الجواہر المفصلات فی الاحادیث المسلسلات

۲) العذب السلسل فی الحدیث المسلسل (حافظ شمس الدین ذہبی)

۳) المسلسلات الکبریٰ (حافظ جلال الدین سیوطی)

سند عالی و نازل:

عالی: وہ سند جس کے راویوں کی تعداد بہ نسبت دوسری سند کے کم ہو اور سند میں اتصال ہو اگر راوی میں قبول کی تمام شرائط ہوں تو حدیث قابل حجت ہے

نازل: یہ نزل کا اسم فاعل ہے وہ حدیث جسکی سند کے راویوں کی تعداد دوسری سند سے کم ہو

عالی کی اقسام:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱)علو مطلق (۲)علو نسبی

علو نسبی کی چار قسمیں ہیں

پہلی قسم: ائمہ حدیث مثلاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ یا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ میں سے کسی ایک کی نسبت سے قرب ہونا خواہ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک کئی واسطے ہوں

دوسری قسم: دوسری کسی سند کے مقابلے میں ایک بے داغ سند کے ساتھ صحاح ستہ یا دیگر معتبر کتب سے قرب ہونا اس کی بھی چار قسمیں ہیں:

(۱)موافقہ (۲)بدل (۳)مساوات (۴)مصافحہ

تیسری قسم: علو بتقدم وفاۃ الراوی، راوی کی وفات کے مقدم ہونے کی وجہ سے علو کا حاصل ہونا

چوتھی قسم: شیخ سے پہلے سماع کرنے کی وجہ سے علو کا حاصل ہونا

سند عالی کی اہمیت: محدثین نے علو اسناد کو قابل فخر سمجھا ہے کیونکہ روایت میں جس قدر واسطے کم ہونگے اسی قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرب زیادہ ہوگا نیز راویوں کی کمی کی وجہ سے حدیث کی سند کی چھان بین کم کرنی پڑتی ہے اسی طرح خطا و نسیان کا احتمال کم ہوگا

علوم اسناد، یہ فن کا مستقل شعبہ بن گیا ہے اور سلف کی سنت بھی ہے خطیب بغدادی نے عبید اللہ بن عدوی رحمۃ اللہ علیہ (تابعی کبیر) سے نقل کیا ہے کہ ''مجھے ایک حدیث کا پتہ چلا کہ اس کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں دل میں خدشہ ہوا کہ کہیں خدانخواستہ ان کا انتقال ہوگیا تو پھر براہ راست ان سے وہ حدیث نہ سن سکوں گا بس فوراً ہی سفر شروع کر دیا اور ان کی خدمت میں عراق پہنچ کر دم لیا (الرحلۃ فی طلب الحدیث: ص ۸۵)

۵)روایت الاکابر عن الاصاغر (بڑوں کی چھوٹوں سے روایت):

تعریف: کسی شخص کا اپنے اس شیخ سے روایت کرنا جو اس سے عمر اور طبقے میں چھوٹا ہو یا علم اور حافظے میں کم ہو مثلاً رواہ مسلم رقم ۷۴۷ میں ایک حدیث کے راوی حضرت سائب بن یزید صحابی عبد الرحمن بن عبد القاری تابعی سے اور وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا۔۔۔الخ:

اس سند میں حضرت سائب رضی اللہ عنہ صحابی ہیں اور عبد الرحمن بن عبد القاری تابعی ہیں یعنی صحابی نے تابعی سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

روایت کیا سی طرح تابعی ،تبع تابعی سے روایت کرے جیسے امام زھری اور یحییٰ بن سعید الانصاری کا امام مالک سے نقل کرنا مشہور کتب یہ ہیں:

۱)ماروا الکبار عن الصغار والآباء عن الابناء (حافظ اسحاق بن ابراہیم)

۲)روایۃ الاکابر عن الاصاغر (خطیب بغدادی)

۶)روایۃ الآباء عن الابناء (آباء کی بیٹوں سے روایت):

سند میں ایسا راوی ہو جو اپنے بیٹے سے روایت کر رہا ہو مثلاً حضرت عباس بن عبد المطلب اپنے بیٹے فضل رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مزدلفہ میں دو نمازوں کو جمع کیا تھا اسی طرح تابعین میں سے حضرت وائل نے اپنے بیٹے سے ۸ حدیثیں نقل کیں

۷)روایۃ الابناء عن الآباء (بیٹوں کی اپنے باپ سے روایت):

سند حدیث میں ایسے راوی کا ہونا جو اپنے باپ سے یا اپنے دادا، پردادا سے روایت کر رہا ہو اس کی مشہور کتابیں یہ ہیں

(۱)روایۃ الابناء عن ابائھم (ابو نصر عبید اللہ بن سعید)

(۲)جزمن روی عن ابیہ عن جدہ (ابو بکر بن ابی خیثمہ)

۸)روایۃ الاقران والمدبج (ساتھیوں کی روایت):

اقرن کا مطلب ہے ساتھی، ہم مکتب، مدبج کا مطلب سجانا، وہ روایت جس کے راوی عمر اور اسناد میں قریب ہوں اور ایک ہی طبقہ کے شیوخ سے دونوں نے علم حاصل کیا ہو اور دونوں ایک دوسرے سے روایت کریں مثلاً حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا روایت کرنا اسکی مشہور کتب یہ ہیں

۱)روایۃ الاقران (ابو شیخ عبد اللہ اصبھانی)

۲)المدبج (امام علی بن عمر بن احمد بن مھدی بغدادی)

۹)سابق ولاحق:

سابق کا مطلب پہلے آنے والا اور لاحق بعد میں آنے والا اسکی اصطلاحی تعریف ہے کہ ''ایک شیخ روایت کرنے والے، دو مشترک راوی جن دونوں کی وفات کے درمیان اتنی زیادہ مدت ہو جو عام طور پر نہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوتی مثلاً امام بخاری اور خفاف نیشاپوری ،دونوں نے ابو العباس محمد بن اسحاق سراج وفات ۳۱۳ھ سے روایت سنی اور دونوں کی وفات کے درمیان میں ۱۳۷ سال کی مدت کا فاصلہ ہے اس لیے کہ امام بخاری کی وفات ۲۵۶ھ میں ہوئی اور خفاف کی وفات ۳۹۳ھ میں اس علم کے متعلق صرف ایک کتاب ہے:

۱)السابق ولاحق (خطیب بغدادی)

۱۰)جرح وتعدیل:

سند حدیث سے متعلق یہ ایک عظیم علم ہے جس کا اصل ہدف ''راوی'' ہے اور اس سے راویوں کی عدالت وثقاہت یا ضعف کے بارے میں معلومات ملتی ہیں جرح کے لغوی معنی ہیں زخمی کرنا توہین یا عیب لگانا بھی لغت میں اس کے معانی ہیں تعدیل کے لغوی معنی ہیں ''تزکیہ'' عدل سے تعدیل نکلا ہے

جرح وتعدیل کی اصطلاحی تعریف

جرح وتعدیل ایسا علم ہے جس میں راوی کے حالات بھول چوک امانت داری عدالت ثقاہت ،ضبط ،غفلت یا کذب وافتراء ہو تو ان کے متعلق بحث وتفصیل ہوتی ہے جرح وتعدیل کے لیے شرط ہے کہ راویوں پر جرح کرنے یا ان کی توثیق کرنے نہ کرنے سے قبل راوی کا نام ونسب ضرور معلوم ہو چال چلن معلوم ہو سمجھ بوجھ ،حافظہ ،فہم وفراست ،عالم یا جاہل ہونا کس قبیلہ کا ہے ،کن شیخ سے علم حاصل کیا؟ پیدائش ووفات معلوم ہو

شرائط جرح وتعدیل:

حافظ ذہبی رحمہ اللہ نے ''تذکرۃ الحفاظ'' کے مقدمے میں جو شرائط درج کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ: وہ عالم فن شناس ہو جو کہ راویوں کا تزکیہ کرتا ہے یا ان پر جرح کرتا ہے ماہر وہ ہے جو مسلسل ہمیشہ ان راویوں کی تلاش وجستجو میں جان کھپائے ۔بہت زیادہ مذاکرہ کرے شب بیداری کرے بیدار مغز ہو فہم وادراک کا مالک ہو خدا خوفی اور دین داری کا مالک ہو انصاف پسند ہو علماء کی مجالس میں آمد ورفت رکھے غور وفکر کرے اثر ورسوخ کو اہمیت نہ دے عادل ہو جرح وتعدیل کے اسباب سے واقف ہو منصف ہو جذبہ خیر خواہی سے سرشار ہو تعصب سے دور ہو کیونکہ جرح وتعدیل میں تعصب والے کی بات قابل قبول نہیں ہوتی

(فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت: ۲/ ۱۵۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسماء الرجال:

عام معنی اس کا یہ ہے ''لوگوں کے نام کا فن'' لغوی معنی ہیں ''حدیث کے راویوں کے مکمل حالات کا ریکارڈ'' مولانا تقی الدین مظاہری اپنی کتاب ''فن اسماء الرجال'' میں لکھتے ہیں: ''پوری علمی دنیا کا اس پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کی حیات طیبہ بلکہ ہر اس چیز اور ہر اس شخص کے حالات کی جس کا ادنی سا تعلق بھی آپ ﷺ کی ذات مبارک سے تھا، جس طرح حفاظت کی وہ انسانی تاریخ کا عجوبہ ہے

(فن اسماء الرجال: ص ۱۴)

فن اسماء الرجال کا محرک:

قرآن کریم بغیر حدیث کے سمجھا نہیں جا سکتا اس بات پر اُمت کا اجماع ہے لہذا حدیث کا جمع کرنا، اسکی صحت کا اطمینان کرنا، اور پھر اسکی جمع وتدوین کرنا مرتب کر دینا لازمی ضرورت تھی ہر حدیث کو جرح و تعدیل کی کسوٹی پر پرکھ کر اطمینان کافی نہ سمجھا گیا بلکہ مزید حفاظت یہ سمجھی گئی کہ اُمت کو حدیث دینے والے یعنی ''راوی'' کو اور کیسے لوگ تھے یہ سب معلوم کیا جائے اس عظیم کام کا محرک وہ شدید احساس تھا کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث کی حفاظت میں کوئی کمی کوتاہی نہ رہ جائے اس شدید محبت بھرے احساس ذمہ داری نے محدثین کو ہر مشکل سے بے نیاز کر کے یہ دھن سوار کر دی یہی وجہ ہے کہ محدثین نے بھوک، پیاس، سفر کی تکالیف، موسم کی شدت اور دنیا کے ہر کام سے بے نیاز ہو کر حدیث کو اکٹھا کرنے کا کام کیا اس کے پیچھے وہ والہانہ جذبہ کارفرما تھا وہ محبت اور ''امانت نبی'' کو اُمت تک پہنچانے کا جذبہ تھا فن اسماء الرجال جرح وتعدیل کی بنیادی ضرورت بلکہ اہم ترین ہتھیار ہے اس فن کی مشہور کتب یہ ہیں:

۱) کتاب الصحابہ از امام محمد بن حبان ابو حاتم بستی

۲) الاستیعاب از ابن عبد البر مالکی

۳) الاصابۃ فی تمیز الصحابہ از ابن حجر عسقلانی

۴) تاریخ بغداد از خطیب بغدادی

۵) تاریخ دمشق از ابن عساکر

۶) تہذیب الکمال فی اسماء الرجال از علامہ مزی دمشقی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۷)تہذیب التہذیب از ابن حجر عسقلانی

۸)تذکرۃ الحفاظ از علامہ ذہبی

۱۲)علم علل الحدیث:

یہ حدیث کے نہایت مشکل علوم میں سے ایک ہے کیونکہ علت ایک پوشیدہ چیز ہے جس کا پتہ عام نظر رکھنے والے کو تو کیا بعض اوقات ماہرین کو بھی نہیں ہوتا علل حدیث کے لیے نہایت وسیع علم، قوت حافظہ فہم و فراست اور گہرے ادراک کی ضرورت ہوتی ہے حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''علل حدیث، حدیث کے نہایت دقیق وعویص (مشکل) علوم میں ہے علت کی پہچان میں صرف وہی ماہر شخص ہوسکتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ عزوجل نے روشن دماغی، قوت حافظہ، راویوں کے مرتبوں کی پہچان اور اسنادوں یا متن حدیث کی مہارتوں سے نوازا ہو علم حدیث کی ''مہارت'' جب متقی ذہن اور گہرے ادراک کے مالک انسانوں کو نصیب ہوتی ہے تو وسیع علم اور مسلسل مشق انھیں نکھار کر تجربہ کار بنا دیتی ہے نیز قرآن وحدیث پر کام کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ہاتھ ہوتا ہے، جو دل ہدایت ہدایت یافتہ ہوتے ہیں اور منافقین و دشمنان دین کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ ان دلوں کو ہدایت عطا فرماتا ہے انکے دل و دماغ، زبان وقلم کو ہدایت دیتا ہے اور کمی وخرابی کو اپنی رحمت وشفقت سے دور فرماتا ہے لہذا علت حدیث کے حیرت بھرے سوال کا جواب یہی ہوسکتا تھا کہ عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا ''آپ کسی حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں اور کسی کو ضعیف ٹھہراتے ہیں اسکی کیا دلیل ہے؟ فرمایا: اگر تم کسی صراف کو اپنے درہم دکھاؤ اور وہ کہے کہ یہ کھرے ہیں اور وہ کھوٹے ہیں تو کیا تم اسکی بات تسلیم کرلو گے یا اس سے دلیل طلب کرو گے؟ سائل نے کہا میں اسکی بات کو تسلیم کرلونگا تو عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تو حدیث کا معاملہ بھی اسی طرح کا ہے کہ اس میں طویل مبحث اور مناظرہ ومہارت کی ضرورت ہے'' (تدریب الراوی: ص ۱۷)

اسی لیے خطیب بغدادی فرماتے ہیں کہ ''علم حدیث کے طالب کو صراف کی طرح کھوٹے اور کھرے میں تمیز کرنے والا ہونا چاہیے'' (الجامع: ۹/ ۱۷۷)

اس علم کی مشہور کتب یہ ہیں:

(۱)کتاب العلل از امام علی بن مدینی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۲) کتاب العلل از امام بخاری

(۳) کتاب العلل از امام مسلم بن الحجاج القشیری

(۴) کتاب العلل از امام عبدالرحمن بن حاتم الرازی

(۵) العلل الواردۃ فی الاحادیث النبویہ از امام الدارقطنی

(۶) کتاب العلل الکبیر از امام ابو عیسیٰ ترمذی

متن حدیث سے متعلق سات اہم علوم

۱) غریب الحدیث:

وہ حدیث جس کے متن میں کوئی پیچیدہ لفظ ہو سمجھائے بغیر نہ آئے مثلاً کھڑے ہو کر اگر نماز نہیں پڑھ سکتے تو بیٹھ کر پڑھو اگر بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتے تو پہلو پہ پڑھو (صحیح بخاری: رقم الحدیث ۱۱۱۷)

اس حدیث میں علی جنب (پہلو پہ) پیچیدہ ہے جس کی تشریح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کی تعلیم کردہ فہم وفراست سے یہ کی "اپنے دائیں پہلو پر قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر"

(سنن دارقطنی: ۲/ ۴۲)

یہ لفظ غریب اردو زبان کا غریب نہیں ہے عربی زبان میں غریب کا مطلب ہے "دور" غریب ایسے شخص کو بھی کہتے ہیں جو اپنوں سے دور اکیلا رہتا ہو یہاں پر غریب حدیث کا مطلب ہے کہ ایسی حدیث جس کا مطلب پوشیدہ ہو اور اُسے سمجھنے کی ضرورت ہو علوم حدیث میں یہ عظیم الشان علم ہے اس لیے کہ یہ حدیث کا معاملہ ہے اور حدیث پہنچانے والے اس میں گہرا غور وفکر، گہری بصیرت رکھتے ہیں کیونکہ یہ کلام حضور ﷺ خاتم الانبیاء کا ہے عام آدمی کا نہیں لہٰذا جس قدر احتیاط اسکی سند میں ہوتی رہی اسی قدر احتیاط اسکے فہم میں بھی کی گئی اس موضوع "غریب الحدیث" کو سمجھانے کے لیے لکھی گئی بے شمار کتب میں سے چند خاص کتب یہ ہیں:

۱) غریب الحدیث از ابو موسیٰ اشعری محمد بن ابی بکر مدینی

۲) غریب الحدیث از ابو الفرج بن الجوزی

۳) النھایۃ فی غریب الحدیث والاثر از ابن اثیر

۴) مجمع بحار الانوار فی غرائب التنزیل ولطائف الاخبار از علامہ محمد پٹنی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲)فقہ الحدیث:

اس کا مطلب ہے کہ حدیث سے واضح ہونے والے، حدیث سے سمجھنے اور لیے گئے احکام وآداب کا جاننا یا حدیث سے مستنبط فوائد کا معلوم کرنا حدیث کے ان معانی کو جاننا وسمجھنا جن کو عمل میں لانے کا اُمت سے مطالبہ ہے یا ان پرعمل واہتمام کرنا پسندیدہ کام ہے اس علم میں دخل وشغف ہر کسی کے لیے آسان نہیں یہ بڑا فنی کام ہے اس علم میں وہ لوگ دسترس پاسکتے ہیں جنھیں حدیثوں کے متن کی سمجھ وفہم کے ساتھ ساتھ علوم حدیث کی اچھی واقفیت ہو۔ دیگر دینی وعربی علوم بھی جانتے ہوں اس علم کے ائمہ مین ان حضرات کو شمار کرسکتے ہیں جیسے ائمہ اربعہ سفیان ثوری، عبداللہ بن مبارک، امام بخاری ومسلم رحمہم اللہ وغیرہ

(خلاصہ فی اصول الحدیث ص ۶۳)

اس موضوع "فقہ الحدیث" پر بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں حدیثوں کی تفسیر وشرح بتائی گئی ہے چند نام یہ ہیں:

۱)فتح الباری شرح صحیح بخاری، ابن حجر عسقلانی

۲)عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، علامہ بدرالدین عینی

۳)شرح مسلم نووی، امام نووی

۴)الاستذکار، امام ابوعمر یوسف بن عبداللہ

۵)التمہید لمافی الموطا من المعانی والاسانید، ابن عبدالبر

۳)مختلف الحدیث:

اس علم میں تاویل کرنا سکھایا جاتا ہے ایسی مقبول احادیث جنکے معنی میں بظاہر عارض ہو لیکن اصل میں وہ متضاد نہیں ہوتیں بظاہر دیکھنے پڑھنے میں یکساں نہیں لگتیں اس علم کے تحت بغیر دشواری کے ایسی حدیثوں کو سمجھنا سمجھانا اور جمع کرنا آسان ہوجاتا ہے یہ وہ خاص علم ہے جس میں مہارت ضروری ہے ایسی چیزوں کی تلاش دشمنان اسلام کی مرغوب عادت ہے جس میں عوام کو الجھا کر گمراہ کرسکیں محمد اسحاق بن خزیمہ بن خزیمہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس علم پہ اس قدر عبور تھا کہ فرماتے ہیں "مجھے کسی ایسی دو احادیث کا علم نہیں جن میں باہم تعارض ہو علماء کا ان کا فہم، تعلیم پانا اور دینا آسان ہو جاتا ہے لیکن جو لوگ محنت کیے بغیر یہ بولنا شروع کر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دیں ان کی مثال ایسی ہوگی جیسے ایک ان پڑھ یا پرائمری پاس کا ڈاکٹر پر باتیں بنانا اور اپنی دلیل کو حرف آخر سمجھنا اس علم کی چند کتب یہ ہیں:

(۱) اختلاف الحدیث، محمد بن ادریس شافعی

(۲) تاویل مختلف الحدیث، ابن قتیبہ دینوری

(۳) کتاب ابن خزیمہ، محمد اسحاق بن خزیمہ

(۴) شرح مشکل الآثار، امام طحاوی

(۵) مشکل الحدیث، ابن فورک

۴) مشکل الحدیث:

اس علم کے تحت ان حدیثوں پہ کام ہے جو بظاہر قرآن کریم کی نص کے خلاف محسوس ہوتی ہوں یا کسی علمی حقیقت کے برعکس لگتی ہوں یا اللہ تعالیٰ کے حق میں تشبیہ کا وہم پیدا کر رہی ہوں اس علم سے واقفیت و مہارت بہت ضروری ہے اس کے بغیر زندیقوں اور ملحدوں پر حاوی ہونا مشکل ہو جائے اور اہل بدعت اس شعبے کی حدیثوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں ان گروہوں نے ایسی احادیث کے نصوص کو سمجھے بغیر اس میں تحریف کر کے اپنے مطلب کی چیز بنائی اور دین اسلام پہ الزامات لگائے یہ حدیث نبوی ﷺ سے انتہائی محبت کا ثبوت ہے کہ علماء نے شروع ہی سے اس شعبے میں محنت کی ہے چند مشہور کتب یہ ہیں:

(۱) شرح مشکل الآثار، امام طحاوی

(۲) مشکل الحدیث، ابن فورک

(۳) اعلام الحدیث، امام احمد بن سلمان خطابی

(۴) المعلم بفوائد صحیح مسلم، امام محمد بن علی مازری

۵) ناسخ الحدیث:

متن حدیث کے اس علم میں ناسخ الحدیث سے بحث کی جاتی ہے اسکا اصطلاحی مفہوم ہے کہ ناسخ ،منسوخ کو زائل کر کے اس کو دوسرے حکم کی طرف منتقل کر دیتا ہے اصطلاحی معنی یہ ہے کہ شارع اپنے کسی سابق حکم کو بعد کے حکم کے ذریعے ختم کر دے (تدریب الراوی: ۲/ ۱۷۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہر وہ حدیث کو کسی پچھلے حکم شرعی کے ختم ہوتے یا ہٹا لیے جانے کی دلیل ہو منسوخ ہر وہ حدیث ہے جس کا حکم بعد میں آنے والی دلیل (شرعی دلیل) کے ذریعے اٹھا لیا گیا ہو اس علم کو سمجھنا بہت مشکل فن ہے جس نے علماء کو بھی تھکا دیا مگر انھوں نے نہایت محنت اور جانفشانی سے مہارت حاصل کی اس فن کی مشہور کتب میں سے چند یہ ہیں:

(۱) الناسخ والمنسوخ، امام احمد بن حنبل

(۲) الاعتبار فی الناسخ المنسوخ من الآثار، ابو بکر محمد بن موسیٰ حازمی

(۳) ناسخ الحدیث ومنسوخہ، ابو حفص عمر بن احمد با بن شاہین

(۴) تجرید الاحادیث المنسوخہ، ابن جوزی

۶) اسباب ورود حدیث:

متن حدیث میں یہ چھٹی قسم کا علم ہے جو خاص علم ہے اسباب سبب کی جمع ہے جس کا مطلب ذریعہ یا وسیلہ ہے کسی کام تک پہنچانے والا اصطلاحی مطلب یہ ہے کہ" وہ کام جو حدیث میں منقول امور کے باعث و داعی ہوں خواہ بصورت واقعہ ہوں یا حادثہ کی شکل میں یا سوال کی شکل میں اس علم کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم کی تحت اسباب حدیث میں موجود ہوتے ہیں دوسری قسم کے تحت اسباب کسی دوسرے موقع پر یا بعض طرق میں منقول ہوں یہ دوسری قسم اہم ہے، کہ ان کی تحقیق و تفتیش کی ضرورت ہوتی ہے اس علم کی مشہور مشہور کتب یہ ہیں:

(۱) اسباب ورود الحدیث، جلال الدین سیوطی

(۲) البیان والتعریف فی بیان بسب ورود الحدیث الشریف، ابن حمزہ دمشقی ابراہیم بن محمد حنفی

(۳) علم اسباب ورود الحدیث، ڈاکٹر اسعد حلیمی اسعد

مصحف ومحرف: اسکی تعریف میں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ: مصحف وہ ہے جس میں لفظوں میں تبدیلی کر کے ایک حرف یا چند حروف کو بگاڑ دیا گیا ہو مگر اس کی ظاہر صورت میں فرق نہ آیا ہو اور حروف یا حرف بدل جائے تو اسے محرف کہا جائے گا اس علم کی خاص کتب میں چند یہ ہیں:

۱) التصحیف والتعریف، ابو احمد الحسن بن عبد اللہ عسکری

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲)التصحف ،علی بن عمر بن مہدی دارقطنی

۳)اصلاح خطاء المحدثین،سلمان احمد بن ابراہیم خطابی

خلاصہ:اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن کریم جو ہماری ہدایت کے لیے نازل ہوا اسکو سمجھنے کے لیے حدیث کا علم ضروری ہے جیسا کہ امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں''کتاب اللہ کی تشریح کے لیے سنت کی زیادہ ضرورت ہے (الموافقات للامام الشاطبی ۲۶/۴)

لہذا حدیث کو سمجھنے کے لیے اور اسکی جانچ پڑتال کے لیے ان ۱۹ علوم کی اشد ضرورت ہے ان علوم کے حاصل کیے بغیر حدیث کا علم حاصل کرنا مشکل ہے لہذا ان علوم کے متعلق مختصر عرض کر دیا گیا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۵)

ضعیف احادیث کا کلی انکار ایک فتنہ

(منکرین حدیث کا نیا روپ)

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین، اما بعد!

ضعیف حدیث کا مطلقاً انکار آج کے دور کا ایک بڑا فتنہ ہے اور منکرین حدیث کا نیا روپ بھی دور اوّل میں اس فتنے کا وجود نہ ہونے کے برابر تھا لیکن آج اس فتنے کو ہوا دینے والے جگہ جگہ موجود ہیں خصوصاً ناصر الدین البانی صاحب نے اس فتنہ کو ہوا دیکر شعلہ بنایا اور اس کی فکر سے متاثر ہو کر آج عام کر دیا گیا ہے ان متاثرین میں ماہنامہ ''الحدیث'' کے مدیر زبیر علی زئی صاحب نے اس فتنہ کو اور ہوا دی ''الحدیث'' کے آخری صفحہ پر مستقل یہ بات لکھی ہوتی ہے کہ ہمارا عزم ''ضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب'' اور زبیر صاحب نے ناصر الدین البانی کی تقلید میں سنن اربعہ میں سے ضعیف روایات کو اکٹھا کر کے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ہے ''انوار الصحیفہ فی الاحادیث الضعیفہ من السنن الأربعۃ'' پھر اس کی تقلید میں ماہنامہ ''ضرب حق'' کے مدیر سبطین شاہ آف سرگودھا نے بھی یہی عزم ظاہر کیا، چنانچہ ماہنامہ ضرب حق کے آخری صفحہ پر مستقل لکھا ہوتا ہے ''ضعیف احادیث سے قطعی اجتناب'' ان کے دیکھا دیکھی دیگر کئی لوگوں نے البانی سے متاثر ہو کر ضعیف احادیث کا مطلقاً انکار شروع کر دیا اور یوں یہ منکرین حدیث کا نیا روپ ہمارے سامنے آیا اور ان کا طریقہ واردات بالکل پرانے منکرین حدیث جیسا ہے کیونکہ وہ مطلقاً حدیث کا انکار کرتے تھے اور جب اپنی بات کا ثبوت دینا ہوتا تو اپنے مطلب کی روایات کو دلیل بنا کر پیش کر دیتے بالکل اسی طرح یہ گروہ بھی ضعیف احادیث کا کلی انکار بھی کرتا ہے اور اپنی بات کا ثبوت دینے کے لیے طرح طرح کے بہانے بنا کر ضعیف احادیث بھی پیش کرتا ہے حالانکہ یہ گروہ شروع ہی سے مختلف نام تبدیل کرتا رہا کبھی یہ سلفی بنا، تو کبھی توحیدی، کبھی وہابی، تو کبھی نام تبدیل کروا کر اہل حدیث، اور کبھی محمدی الغرض گرگٹ کی طرح رنگ بدلتا یہ گروہ آج ایک نئے روپ میں لوگوں کے سامنے ظاہر ہو رہا ہے اور وہ ہے ضعیف احادیث سے کلی انکار کا روپ لوگوں کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ ضعیف روایات اور مردود وموضوع روایات میں کوئی فرق نہیں حالانکہ اہل سنت وجماعت کے سلف صالحین، محدثین ومحققین کا یہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طریقہ کار نہیں رہا ضعیف احادیث کا کلی انکار کرنا، انکار احادیث کا دروازہ کھولنا ہے اور منکرین احادیث کی کھلم کھلا حمایت کرنی ہے محدثین کرام رحمہم اللہ کا امت محمدیہ پر یہ احسان ہے کہ انھوں نے اللہ کے رسول ﷺ کے ہر قول و فعل اور آپ ﷺ کی ہر ہر سنت کو پہلے اپنے سینوں میں محفوظ کیا پھر اس کو سفینہ میں درج کر کے تمام امت کے لیے شریعت پر عمل کرنے کا راستہ آسان کر دیا اس راہ میں انھوں نے جو جان فشانیاں اٹھائی ہیں اس کا اس زمانے میں تصور بھی نہیں کیا جا سکتا ایک ایک حدیث کے لیے راتوں اور دنوں کا سفر کیا خشکی کا سفر کیا بیابان کی خاک چھانی سمندروں کو پار کیا مال لٹایا، فاقہ کیا، تو کیا یہ لوگ حضور ﷺ کی غلط سلط باتوں کو جمع کرنے کے لیے یہ محنت و مشقت اٹھاتے تھے؟ یہ لوگ تو متقی، پرہیزگار، مؤحد، سچے عاشق رسول تھے اور ان کی محبت میں دیوانے تھے اخلاص کے پیکر تھے ان محدثین کے بارے میں یہ تصور بھی ہمارے لیے گناہ ہے کہ انھوں نے جان بوجھ کر حضور ﷺ کی طرف منسوب جھوٹی باتوں کو اپنی کتابوں میں درج کیا جبکہ انھی محدثین نے حضور ﷺ کا یہ ارشاد نقل فرمایا ہے ''جس نے میرے اوپر جان بوجھ کر جھوٹ گڑھا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے'' تو کیا امام بخاری، امام مسلم، امام ابو داؤد، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ اور ان جیسے دوسرے محدثین کے بارے میں یہ لب کشائی جائز ہے کہ انھوں نے حضور ﷺ کی طرف منسوب جو جھوٹی بات تھی اسی کو اپنی کتابوں میں درج کر کے اتنے بڑے گناہ کا کام کیا معاذ اللہ، یقیناً نہیں حالانکہ انھی محدثین نے احادیث کے درجے قائم کیے لیکن ضعیف احادیث کا کلی انکار نہیں کیا سوائے ان نام نہاد سلفیوں اور البانیوں کے سلف صالحین محدثین کا ضعیف روایات کے بارے میں کیا منہج تھا آئندہ صفحات میں اسی کو واضح کیا جائے گا تاکہ آج کے اس فتنہ سے بچا جا سکے جو سلف کے نام پر دھبہ لگا رہے ہیں محدثین نے یہ درجے صرف حدیث کو سمجھنے کے لیے کیے اور جھوٹی روایات کو بالکل الگ کر دیا مگر آج کے یہ نااہل لوگ ضعیف روایات کو جھوٹی روایات کے ساتھ ملا رہے ہیں حالانکہ محدثین کے نزدیک احادیث کو قبول کرنے کا الگ الگ پیمانہ ہے جیسا کہ اہل علم جانتے ہیں اگر کسی محدث کے نزدیک ایک روایت صحیح نہیں، تو دوسرے محدث کی شرط پر صحیح ہے تو کیا جس محدث کے نزدیک وہ حدیث صحیح نہیں، تو کیا وہ مردود ہے؟ بہر حال ہماری گزارش یہ ہے کہ ضعیف احادیث کا کلی انکار کرنا اور ان کو احادیث کی فہرست سے خارج کر دینا، اور ان کو مردود قرار دینا یہ اسلاف کی طرز اور ان کے عمل کے خلاف ہے یہ حدیث دوستی نہیں، حدیث دشمنی ہے یہ دین نہیں، بے دینی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے،یہ سلفیت نہیں،رافضیت ہے،یہ سنت نہیں،بدعت ہے،یہ راستہ مؤمنین کا نہیں بلکہ منکرین حدیث کا ہے یہ طریقہ محدثین کا نہیں،بلکہ آج کے نام نہاد سلفیوں اور البانیوں کا ہے اسلاف کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ضعیف احادیث کو قبول کرتے تھے اور اس پر عمل بھی کرتے تھے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ اصول ہے کہ اگر کوئی راوی ظاہر العدالۃ ہے تو اس کی روایت قبول کی جائے گی خواہ اس سے روایت کرنے والے کئی ہوں یا ایک تو اس کی بنیاد قرآن کی یہ آیت ہے"اے ایمان والو! اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لائے تو تحقیق کرلو"

(پارہ ۲۶ سورۃ الحجرات آیت ۶)

اس سے معلوم ہوا،کہ کوئی شخص فسق سے محفوظ ہو تو اس کی بات کو قبول کیا جائے گا یہیں سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بہت سی وہ روایتیں جن پر محدثین ضعف کا حکم لگاتے ہیں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں وہ صحیح ہیں اب نئے نام نہاد محققین دیگر محدثین کے فیصلہ کے مطابق امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسائل کو جانچنا شروع کردیتے ہیں اور ان کو ان مسائل کے دلائل ضعیف نظر آتے ہیں حالانکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصول اور قاعدہ پر وہ احادیث اور دلائل قوی اور صحیح ہوتے ہیں راقم چونکہ جامع ترمذی کی شرح"الفیوض النبوی"کے نام سے لکھ رہا ہوں اس لئے جامع ترمذی ہی سے اس کی چند مثالیں دیتا ہوں کہ سلف صالحین کا ضعیف روایات پر عمل تھا

(۱) حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ

"**قال سألت رسول اللہ** ﷺ **عن صید البازی؟** یعنی میں نے رسول اللہ ﷺ سے باز کے شکار کردہ جانور کے بارے میں پوچھا کہ اس کا کھانا حلال ہے یا نہیں **فقال ما أمسك علیك فکل** آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو کچھ وہ تمہارے لیے پکڑ رکھے اسے کھالو" امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ہم بواسطہ مجالد عن الشعبی کی سند سے جانتے ہیں"**والعمل علیٰ ھٰذا عند اھل العلم**"یعنی اس حدیث پر اہل علم کا عمل ہے(جامع ترمذی مترجم: ۱/ ۷۴۳ طبع فرید بکسٹال لاہور)

حالانکہ مجالد ضعیف راوی ہے جیسا کہ زبیر علی زئی صاحب(مدیر ماہنامہ الحدیث)نے بھی"انوار الصحیفہ صفحہ نمبر ۱۰۲ برقم ۲۸۲۷"میں لکھا"**مجالد ضعیف،قال الھیثمی،وضعفہ الجمھور**

(مجمع الزوائد ۹:/ ۴۱۶)

اس روایت پر اہل علم کا عمل ہے سے ثابت ہوا کہ اہل علم ضعیف روایتوں کو قبول کرتے اور اس کی بنیاد پر عمل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بھی کرتے تھے یہ اہل علم صحابہ وتابعین، محدثین وفقہاء ہیں

(۲)امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں

"عن ابی واقد اللیثی۔قال قدم النبی ﷺ المدینة وهم یجبون أسنمة الابل ویقطعون ألیات الغنم قال ما قطع من البهیمة وحیة فهو میتة"

ترجمہ: حضرت ابوواقد لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ مدینہ تشریف لے آئے وہاں کے لوگ زندہ اونٹوں کے کوہان، زندہ دنبوں کی چکیاں کاٹتے تھے آپ ﷺ نے فرمایا زندہ جانور سے جو حصہ کاٹا جائے وہ مردار ہے (جامع ترمذی:۱/ ۷۳۹ مترجم طبع فرید بکسٹال لاہور)

اس سند میں عبدالرحمن بن عبداللہ بن دینار القرشی مولیٰ ابن عمر ہیں جن کے بارے میں ابن حجر عسقلانی تقریب التہذیب:۱/ ۵۷۷ برقم ۳۹۲۷ میں فرماتے ہیں! صدوق یخطی اسی طرح تہذیب الکمال:۱۷/ ۲۰۹ برقم ۳۸۶۶ میں ہے "**عن یحیی بن معین فی حدیثه عندی ضعف**" یحییٰ بن معین فرماتے ہیں اس حدیث میں ضعف ہے اسی میں ابوحاتم فرماتے ہیں "**ولا یحتج به**" اس سے حجت نہ پکڑی جائے اور ابن عدی فرماتے ہیں اس کی بعض روایتیں منکر ہیں ابن جوزی نے اسے "الضعفاء" صفحہ ۹۴ میں لکھا اسی طرح ابن حبان نے "المجروحین" ۲/ ۵۱، ۵۲ لکھا اب محدثین کی اصطلاح کے اعتبار سے یہ حدیث ضعیف ہے مگر امام ترمذی فرماتے ہیں "**والعمل علی هذا عند اهل العلم**" یعنی اہل علم (فقہاء ومحدثین) کا اسی پر عمل ہے (جامع ترمذی:۱/ ۷۳۹)

(۳)امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں

حضور ﷺ کا ارشاد ہے "**من ملك ذا رحم محرم فهو حر**"

یعنی جو شخص اپنے محرم رشتہ دار کی غلامی میں آجائے آزاد ہو جائے گا (جامع ترمذی:۱/ ۶۸۵)

اب اس روایت کے بارے میں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں "**وهو حدیث خطاء عند اهل الحدیث**" یعنی محدثین کے نزدیک اس روایت میں خطاء ہے

(دیکھئے جامع ترمذی:۱/ ۶۸۵ باب ما جاء فی من ملک ذا محرم)

اسی روایت کے بارے میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "**لا یصح**" یہ صحیح نہیں ہے امام بخاری کے استاد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"ھو حدیث منکر"یہ حدیث منکر ہے امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں"حدیث منکر"یہ حدیث منکر ہے (التلخیص الحبیر: ۴/۵۰۸ مطبوعہ دارالکتب العلمیہ بیروت)

لیکن ابن اثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[**والذی ذھب الیہ أکثر اھل العلم من الصحابة والتابعین والیہ ذھب أبو حنیفة واصحابه واحمد أن من ملك ذا رحم محرم عتق علیه ذکرا أو انثی**](النہایہ فی غریب الأثر: ۲/۵۰۴)

یعنی اس حدیث پر اکثر اہل علم صحابہ وتابعین کا عمل ہے اور اسی کے قائل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب ہیں اور یہی مذہب امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے ان حضرات کے یہاں کوئی شخص اپنے کسی رشتہ دار محرم کا مالک ہوجاتا ہے تو وہ محرم آزاد ہوجائے گا خواہ وہ محرم مذکر ہو یا مؤنث، ذرا اندازہ لگائیں جو حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ، امام مدینی رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضعیف ہو مگر ان سے پہلے لوگوں جن میں صحابہ وتابعین وفقہاء ومحدثین کا اس حدیث پر عمل ہے یہ ہے سلف کا طریقہ ضعیف حدیث کے بارے میں جامع ترمذی کے حوالے سے ایک خاص بات یہ ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کسی حدیث کے باب میں اگر یہ فیصلہ کریں کہ یہ حدیث محدثین کے ہاں ضعیف ہے اور پھر یہ کہیں کہ اسی پر اہل علم کا عمل ہے تو گویا یہ امام ترمذی کی طرف سے اس حدیث کی تصحیح ہے یعنی امام ترمذی اصول محدثین پر اس کو ضعیف کہہ رہے ہیں ورنہ حقیقت کے اعتبار سے وہ حدیث انکے نزدیک پایہ ثبوت کو پہنچی ہوئی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ وتابعین اس پر عمل کیوں کرتے جس طرح امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ محدثین کی اصطلاح کے اعتبار سے ضعیف حدیث کو ذکر کرتے ہیں پھر یہ کہہ کر کہ اس پر اہل علم، صحابہ وتابعین، فقہاء ومحدثین کا عمل ہے اس حدیث کی صحت کا اشارہ کرتے ہیں اسی طرح امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ، امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ، امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی اپنی کتاب میں یہی طرز اختیار کرتے ہیں یعنی یہ حضرات عام طور پر انہی حدیثوں کو ذکر کرتے ہیں جس پر دور اول میں مسلمانوں کا عمل رہا ہو ان کتابوں میں گنتی کی چند ہی روایتیں ایسی ہوں گی جو سنداً ضعیف ہوں مگر ان پر عمل کرنا جائز نہ ہو ابن ماجہ میں کچھ ایسی روایتیں ضرور ہیں جن پر محدثین نے شدید جرح کی ہے امام ابوداؤد اپنی کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں"**وأما هذا المسائل مسائل الثوری ومالك والشافعی فهذه الأحادیث أصولها**"

ترجمہ: اور امام ثوری رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے جو مسائل ہیں تو یہ احادیث اس کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اصل ہیں (رسالہ أبی داؤد: صفحہ ۲۸ طبع بیروت)

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ میری کتاب میں جو حدیثیں ہیں عام طور پر ان ائمہ کرام کے مذاہب کی بنیاد انہیں احادیث پر ہے اس سے یہ معلوم ہوا کہ اگر چہ سنن ابو داؤد کی کچھ حدیثیں اصول محدثین کے مطابق ضعیف بھی ہوں تو ان ائمہ کرام نے ان احادیث پر اپنے قول اور اپنے فقہ کی بنیاد رکھی ہے یعنی یہ تمام احادیث ان ائمہ کرام کے یہاں معمول بہا ہیں جب ان ائمہ کرام نے ان کو احکام میں قبول کیا ہے تو اس کا لازمی نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ ان ائمہ کرام کے نزدیک فی الاصل یہ احادیث ضعیف ان معنی میں نہیں ہیں کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث نہیں ہیں بلکہ محض اصول محدثین پر ضعیف ہیں جو احادیث محدثین کے اصول پر ضعیف ہوں ان کا ترک کرنا کسی امام کے ہاں ضروری نہیں لیکن یہ کہ ان ائمہ کرام کو خود اس کا ضعف اتنا واضح ہو کہ اس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف کرنا درست نہ ہو امام ابو داؤد اپنے رسالہ میں لکھتے ہیں

"والأحاديث التي وضعتها في كتاب السنن اكثرها مشاهير"

ترجمہ: میں نے اپنی سنن کی کتاب میں جو احادیث داخل کی ہیں ان میں اکثر مشہور ہیں

(رسالہ ابی داؤد: صفحہ ۲۹)

یہاں مشہور سے مراد یہ ہے کہ ان پر ائمہ فقہاء کا عمل ہے اگر چہ وہ اصطلاحاً ضعیف ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں" کہ امام ابو داؤد نے جن احادیث کو ذکر کر کے ان پر سکوت اختیار کیا ہے وہ چار قسم ہیں:

۱) بعض وہ جو بخاری ومسلم کی شرط پر ہیں یا ان میں موجود ہیں

۲) بعض وہ جو حسن لذاتہ کی قبیل سے ہیں

۳) بعض وہ جو حسن لغیرہ ہیں اور یہ دونوں زیادہ ہیں

۴) بعض وہ جو ضعیف ہیں پھر فرماتے ہیں

"وکل هذا الأقسام عنده تصلح للاحتجاج بها"

ترجمہ: اور یہ تمام قسمیں (امام ابو داؤد) کے نزدیک قابل احتجاج ہیں

(النکت علی کتاب ابن الصلاح: ۱/ ۴۳۵)

ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ محدثین کے نزدیک ضعیف حدیث سے حجت پکڑی جاتی تھی اسی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وجہ سے ان محدثین نے ضعیف احادیث کو اپنی کتابوں میں داخل کیا مگر آج ان ضعیف احادیث کو ان البانیوں اور اصل میں منکرین حدیثوں نے ان احادیث کو ترک کروا رکھا ہے جو سلف کا طریقہ نہیں بلکہ نئی بدعت ہے یہ دراصل خود بدعتی ہیں مگر دوسروں کو بدعتی کہتے تھکتے نہیں خوب جان لو کہ مطلقاً کلی طور پر ضعیف حدیث کا انکار دور جدید کا فتنہ ہے

محدث شام شیخ عبد الفتاح ابوغدۃ فرماتے ہیں

''محدثین، ائمہ متقدمین اپنی کتابوں میں ضعیف احادیث بھی ذکر کیا کرتے تھے تاکہ ان پر بھی عمل ہو جائے اور ان سے مسائل شرعیہ میں دلیل پکڑی جائے ضعیف احادیث سے ان کو پرہیز نہ تھا اور نہ وہ ان احادیث ضعیفہ کو منکر اور پس پشت ڈالنے والی بات کرتے تھے جیسا کہ آج بعض مدعیوں کا دعویٰ ہے''

(ظفر الامانی صفحہ ۱۷۶)

ابن عبدالبر، کتاب ''التمہید'' ۱/ ۵۸ میں فرماتے ہیں ''ورب حدیث ضعیف الاسناد صحیح المعنی'' یعنی بہت ساری احادیث سند کے اعتبار سے ضعیف ہوتی ہیں مگر معنی کے اعتبار سے صحیح ہوتی ہیں''

حدیث کا معنی ہی تو اصل ہے سند تو محض حدیث تک پہنچنے کا ذریعہ ہے اگر ذریعہ خراب ہے اور اصل صحیح ہے تو اصل کو اختیار میں کون سی چیز مانع ہے اور محض ذریعہ کی خرابی کی وجہ سے اصل ہی کو چھوڑ دیا جائے اور اس کا انکار کیا جائے یہ کون سی عقلمندی ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا محدث ان نام نہاد سلفیوں اور البانیوں کے نزدیک اور کوئی نہیں آئیے ذرا ان کی کتب میں ضعیف احادیث کی کیا حیثیت ہے دیکھتے ہیں صحیح بخاری کے سوا باقی ساری کتب ضعیف احادیث سے بھری پڑی ہیں اور اس سے تو ان کو بھی انکار نہیں، یہاں تک کہ ''ادب المفرد'' کے دو حصے کر دیئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے تو صحیح بخاری میں بھی ضعیف راویوں سے روایتیں ہیں کچھ تعلیقاً، فضائل اور ترغیب و ترہیب کے باب میں اس کی مثال حاضر ہے

(۱) ایک راوی ہے، اسید بن زید بن الجمال، جس سے امام بخاری نے ''صحیح بخاری باب یدخل الجنۃ سبعون الفا بغیر حساب برقم ۶۵۴۱ مطبوعہ قاہرہ'' میں ایک روایت لی ہے یہ راوی ضعیف ہے:

۱) امام نسائی فرماتے ہیں متروک الحدیث (کتاب الضعفاء والمتروکین: برقم ۵۴)

۲) امام ذہبی نے مغنی فی الضعفاء: ۱/ ۹۰ برقم ۷۴۷ میں بحوالہ یحییٰ بن معین کذاب اور متروک لکھا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳)امام دارقطنی نے ضعفاء میں شمار کیا (کتاب الضعفاء والمتروکین: ص۶ رقم ۱۱۴)

۴)علامہ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ”کذاب، دارقطنی نے اسے ضعیف قرار دیا

(تہذیب التہذیب ۱/ ۳۰۱ برقم ۶۲۸)

۵)ابن شاہین نے کذاب لکھا (تاریخ أسماء الضعفاء والکذابین ابن شاہین ۱/ ۴۷ برقم ۳)

۶)ابن حبان نے مجروحین: ۱/ ۱۸۰ میں لکھا

۷)یحییٰ بن معین نے کذاب کہا (تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: برقم ۱۹۱۴)

۸)ابن ابی حاتم رازی نے کذاب لکھا (الجرح والتعدیل: ۲/ ۳۱۸ برقم ۱۲۰۴)

۹)امام ابن جوزی نے ”الضعفاء والمتروکین: ۱/ ۱۲۴ برقم ۴۳۲ کے تحت کذاب، متروک لکھا

۱۰)امام عقیلی نے بھی ”الضعفاء للعقیلی: ۱/ ۲۸ میں کذاب لکھا

۱۱)ابن عدی نے ”الکامل فی الضعفاء: ۱/ ۴۰۰ کذاب، متروک لکھا

۱۲)سوالات لابن الجنید لأبی زکریا یحییٰ بن معین: ۱/ ۲۹۲ برقم ۷۹ ”کذاب“ لکھا

اب اتنا سخت ضعیف راوی ہے لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ”صحیح بخاری“ میں اس سے روایت لے رہے ہیں اب ذرا سنیے غیر مقلدین کی بھی لکھتے ہیں

”بفرض تسلیم اگر یہ ایسے ہی ہیں جیسا کہ معترض نے لکھا ہے تو ہم کو مضر نہیں اس لئے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جس حدیث کو اسید بن زید سے روایت کیا ہے وہ بطور متابعت کے ہے“

(دفاع صحیح بخاری: صفحہ ۴۵۲ مطبوعہ گوجرانوالہ)

آخر متابعت میں بھی امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس ضعیف راوی کو اہمیت دی یہی ہم بھی سمجھا رہے ہیں کہ ضعیف روایات کو متقدمین نے یکسر چھوڑ نہیں دیا تھا جیسا کہ آج کل کے جاہل لوگوں کا وطیرہ بن چکا ہے ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ”صحیح بخاری: ۱/ ۹۹ میں، باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب“ قائم کیا پھر فرماتے ہیں!

”ویذکر عن سلمۃ بن اکوع انّ النّبی ﷺ قال یزرہ ولو بشوکۃ فی اسنادہ نظر“

یعنی سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ نبی ﷺ بٹن لگایا کرتے تھے، اگرچہ کانٹا ہی کیوں نہ ہو اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کی سند میں نظر ہے امام بخاری کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے مگر استدلال فرمارہے ہیں طوالت کے خوف اتنا ہی کافی ہے ورنہ صحیح بخاری میں بھی فضائل،مناقب میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ضعیف راویوں کی روایتوں سے استدلال فرمایا ہے معلوم ہوا کہ متقدمین ضعیف روایتوں سے استدلال فرماتے تھے کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اصطلاحًا روایت ضعیف ہوتی ہے اور اس کا مضمون خلاف قیاس ہوتا ہے تو ایسی صورت میں تمام فقہاء خصوصًا ائمہ اربعہ قیاس کے مقابلے میں اس ضعیف روایت پر عمل کرتے ہیں جیسا کہ ابن قیّم صاحب نے اعلام الموقعین:۱/ ۲۵ میں لکھا ہے اب ان نئے منکرین حدیث نے کہا کہ یہ ضعیف حدیث ہے لہٰذا اس کو چھوڑ دینا چاہیے اور چھوڑ دیا اور اپنے قیاس پر عمل کرلیا اور اس کا نام اہل حدیث رکھ لیا اب ان منکرین حدیث کا دوسرا روپ بھی دیکھئے کہ جب اپنے مطلب کی روایت ہو خواہ وہ ضعیف ہو،اس کو راجح کہہ کر قبول کرلیتے ہیں اور دنیا میں ڈھنڈورا پیٹتے ہیں کہ ہم صحیح وحسن احادیث پر عامل ہیں ان لوگوں کا ضعیف احادیث پر عمل دیکھئے

(۱)امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ''جامع ترمذی'' میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قول نقل کیا ''جو شخص وضو کرتے وقت بسم اللہ نہیں پڑھتا،اس کا وضو نہیں'' (جامع ترمذی:۱/ ۹۰ مترجم) یہ روایت ضعیف ہے اس بارے میں جتنی روایتیں ہیں وہ بھی سب ضعیف ہیں،جیسا کہ علامہ ابن حجر عسقلانی نے ''بلوغ المرام: صفحہ ۱۱،امام زیلعی نے،نصب الرایہ:۱/ ۴،حافظ ابن رشد نے،بدایۃ المجتہد:۱/ ۱۷،اور عبد الرحمن مبارک پوری غیر مقلد نے،تحفۃ الاحوذی:۱/ ۳۵ میں لکھا'' مگر اس کے باوجود غیر مقلدین نے مولانا عبد الرحمن مبارک پوری کا یہ فیصلہ آنکھیں بند کرکے قبول کرلیا''**لا شك في ان هٰذا الحديث نص على انّ التسمية ركن للوضوء**'' یعنی اس میں کوئی شک نہیں،کہ یہ حدیث نص ہے کہ بسم اللہ پڑھنا،وضو کا رکن ہے (تحفۃ الاحوذی:۱/ ۳۸)

اب اس حدیث کو قبول کرتے ہوئے غیر مقلدین نے بسم اللہ پڑھنے کو وضو کا فرض مانا ہے حالانکہ ان کے اصول کے مطابق فرض تو دور کی بات،اس روایت پر ان کے ہاں عمل کرنا ہی جائز نہیں ہونا چاہیے مگر کیا کیا جائے،ہے جو اپنے مطلب کی روایت۔

(۲)غیر مقلدین اونچی آواز میں آمین کہنے کے بارے میں اس حدیث سے بھی استدلال کرتے ہیں''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لوگوں نے آمین کہنا چھوڑ دیا حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ''غير المغضوب عليهم ولا الضالين'' پڑھتے تو آمین بھی اتنے زور سے کہتے کہ پہلی صف والے سنتے اور مسجد گونج اٹھتی'' یہ روایت سنن ابن

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ماجہ:۱/ ۲۷۸ برقم ۸۵۳ ہے اس کو ناصر الدین البانی نے ضعیف کہا ہے اس کا ایک راوی بشر بن رافع پر امام بخاری، امام احمد، امام یحییٰ بن معین، امام نسائی اور دیگر محدثین نے سخت جرحیں کی ہیں اور جمہور کے نزدیک یہ راوی ضعیف ہے مگر غیر مقلدین کے عوام اور انکے محدثین و محققین نے اس ضعیف حدیث کو قبول کیا ہے کیونکہ اپنے مطلب کی ہے

(۳) غیر مقلدین ظہر کی نماز سارا سال اول وقت میں پڑھتے ہیں جامع ترمذی:۱/ ۲۹۲ برقم ۱۵۵، میں ایک روایت ہے یہ ضعیف روایت ہے اس کو ناصر الدین البانی نے بھی ضعیف کہا ہے اس کی سند میں ایک راوی حکیم بن جبیر ہے محدثین نے اس پر سخت کلام کیا ہے امام احمد، امام بخاری، امام نسائی، امام دارقطنی، امام شعبہ، ابن مہدی، امام جوزجانی نے ضعیف، متروک الحدیث، کذاب وغیرہ قرار دیا ہے دیکھئے میزان الاعتدال:۱/ ۵۸۴ برقم ۲۲۱۵ مگر ان سخت جرحوں کے باوجود بھی غیر مقلدین کا اس روایت پر عمل و فتویٰ ہے کیونکہ اپنے مطلب کی ہے   لہٰذا ان تمام دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ احادیث ضعیف کا مطلقاً انکار کرنا، انکار حدیث ہے اور سلف صالحین، متقدمین و متاخرین محدثین، مفسرین، فقہاء کرام اور علماء اہل سنت کا یہ طریقہ نہیں تھا جو آج بزعم خود اہل حدیث کہلوانے والوں کا ہے ان کا یہ طریقہ کہ مطلق ضعیف احادیث کا انکار، دراصل منکرین حدیث کا نیا روپ ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے: آمین

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۶)

{ضعیف احادیث اور غیر مقلدین خصوصاً زبیر علی زئی}

(غیر مقلد زبیر علی زئی کے اتہامات کا جواب)

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء و المرسلین: أما بعد!

میرا ایک مضمون [ضعیف احادیث کا کلی انکار ایک فتنہ، منکرین حدیث کا نیا روپ] مجلہ ''البرہان الحق جولائی تا ستمبر ۲۰۱۲ء'' میں شائع ہوا، اس کے علاوہ یہی مضمون [النظامیہ لاہور، الحقیقہ شکر گڑھ، چار یار مصطفی راولپنڈی اور سواد اعظم دہلی (انڈیا) میں بھی شائع ہوا اور عوام و خواص خصوصاً علمائے اہل سنت نے اس کو بہت پسند فرمایا مگر غیر مقلد زبیر علی زئی مدیر ''الحدیث'' حضرو کو یہ بات پسند نہیں آئی اور انھوں نے اپنے شمارہ الحدیث جون، جولائی ۲۰۱۳ء میں اس کا اپنے زعم میں جواب لکھا اسی کا جواب حاضر خدمت ہے:

سب سے پہلے یہ بات سمجھ لی جائے کہ اس مسئلہ میں ہمارا اہل سنت و جماعت کا مؤقف کیا ہے ہمارا مؤقف بالکل دوٹوک اور واضح ہے کہ

[ہم نہ ضعیف حدیث کا کلی انکار کرتے ہیں اور نہ کلی اقرار، عقائد و احکام میں ضعیف احادیث کو قبول نہیں کرتے اسی طرح صحیح احادیث کے مقابل بھی نہیں قبول کرتے اور فضائل اعمال و مناقب وغیرہا میں ضعیف احادیث کو قبول کرتے ہیں اور ضعیف روایات کو احادیث میں ہی شمار کرتے ہیں جبکہ اس میں شدید ضعف نہ ہو یا وہ موضوع نہ ہوں اور جرح و تعدیل کے معاملے میں محدثین کے فیصلے کو اجتہادی معاملہ سمجھتے ہیں]

ان صورتوں میں ضعیف روایات کو ترک کرنا ہے

① جب کوئی ضعیف روایت قرآن کے خلاف ہو

② جب کوئی ضعیف روایت کسی صحیح حدیث کے خلاف ہو

③ جب کسی ضعیف روایت میں کوئی راوی کذاب یا اس میں شدید ضعف ہو

جن صورتوں میں ضعیف روایات قبول ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

﴿۴﴾ جب کوئی ضعیف روایت قرآن وسنت کے مخالف نہ ہو اور اس مسئلہ میں کوئی صحیح حدیث نہ ہو

﴿۵﴾ جب کسی ضعیف روایت میں راوی کذاب نہ ہو اور اس کے کسی راوی میں شدید ضعف بھی نہ ہو تو قبول ہے جبکہ وہ فضائل میں ہو

﴿۶﴾ جب کسی ضعیف روایت کے متابعات اور شواہد ہوں تو،

ان تمام صورتوں میں ضعیف حدیث کا کلی انکار کرنا بھی غلط ہے اور ان ساری صورتوں میں ضعیف روایات کا حجت ماننا بھی غلط ہے بلکہ جن صورتوں میں ان کی قبولیت ہے ان کو قبول کرنا ہے اور جن صورتوں میں ان کا ترک ہے تو ان صورتوں میں ضعیف روایت کا ترک کرنا ہے یہی سلف صالحین، محدثین وفقہاء کا منہج ہے

اس تمہید کے بعد اب جواب حاضر ہے:

غیر مقلد حافظ زبیر علی زئی نے الحدیث شمارہ ۱۰۶ جون ۲۰۱۳ء صفحہ نمبر ۳۰ تا ۳۴ تک دس نمبروں کے تحت محدثین کے اقوال لکھے جس سے زبیر علی زئی نے یہ تاثر دیا کہ یہ حضرات بھی مطلقاً ضعیف حدیث کو رد کرتے ہیں مردود سمجھتے ہیں لیکن یہ ان کی بھول ہے میرا موضوع ضعیف حدیث کا کلی انکار رہے اور زبیر صاحب جزوی انکار دکھاتے ہیں اور محدثین کی بات میں اپنا فہم داخل کرتے ہیں اور موڑ توڑ کر اپنا الو سیدھا کرتے ہیں آئیے دیکھیں محدثین ضعیف احادیث کے بارے میں صراحتاً کیا فرماتے ہیں:

﴿۱﴾ امام ابو زکریا نووی رحمۃ اللہ علیہ شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں:

[قد اتفق العلماء علی جواز العمل بالحدیث الضعیف فی فضائل الأعمال]

ترجمہ: بے شک علماء کا اتفاق ہے کہ فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل جائز ہے

(شرح الأربعین للنووی: ص ۱)

﴿۲﴾ علامہ مولانا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ضعیف کے بارے میں فرماتے ہیں

[الجواز العمل به فی فضائل الاعمال بالاتفاق]

ترجمہ: فضائل اعمال میں ضعیف حدیث پر عمل بالاتفاق جائز ہے (حرز ثمین شرح مع حصن حصین: ص ۲۳)

﴿۳﴾ امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[قد احتج جمهور المحدثین بالحدیث الضعیف اذا کثرت طرقه والحقوه بالصحیح

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تارۃ،وبالحسن اخری]

ترجمہ: بیشک جمہور محدثین نے حدیث ضعیف کو کثرت طرق سے حجت مانا اور اسے کبھی صحیح اور کبھی حسن سے ملحق کیا

(المیزان الکبریٰ للشعرانی:۱/ ۶۸ مطبوعہ مصر)

﴿۴﴾امام عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[محدثین وغیرہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم کی روایت اور اس پر عمل فضائل اعمال وغیرہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد واحکام سے تعلق نہیں

(تدریب الراوی:۱/ ۲۹۸ مطبوعہ الریاض،تحذیر الخواص: ۷۳)

﴿۵﴾امام عثمان بن عبدالرحمن،ابوعمرو تقی الدین المعروف بابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[محدثین وغیرہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور بے اظہار ضعف موضوع کے سوا ہر قسم کی روایت اور اس پر عمل مواعظ،قصص،فضائل اعمال،ترغیب وترہیب وغیرہا امور میں جائز ہے جنہیں عقائد و احکام سے تعلق نہیں (مقدمۃ ابن الصلاح فی علوم الحدیث:ص ۱۰۳ مطبوعہ بیروت)

﴿۶﴾امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[الضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی فضائل الاعمال]

یعنی فضائل اعمال میں حدیث ضعیف جو موضوع نہ ہو پر عمل کیا جائے گا (فتح القدیر لابن ہمام:۱/ ۳۴۹)

﴿۷﴾امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ضعیف حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

[محدثین وغیرہم علماء کے نزدیک ضعیف سندوں میں تساہل اور موضوع کے سوا ہر قسم کی روایت اور اس پر عمل کرتے ہیں] (النکت علی مقدمۃ ابن الصلاح ۲:/ ۳۰۸ مطبوعہ الریاض)

﴿۸﴾علامہ جمال الدین القاسمی الدمشقی ضعیف حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

[اور زہد،مکارم الاخلاق جن کا تعلق حلال وحرام سے نہیں ہوتا موضوع روایات کے سوا دیگر روایات میں نرمی برتتے ہیں اور اس پر عمل کرتے ہیں] (قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث:ص ۱۷)

﴿۹﴾علامہ حلبی رحمۃ اللہ علیہ ضعیف حدیث کے بارے میں فرماتے ہیں:

[الجمہور علی العمل بالحدیث الضعیف الذی لیس بموضوع فی فضائل الاعمال]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: جمہور علماء کا مسلک فضائل اعمال میں حدیث ضعیف غیر موضوع پر عمل کرنا ہے

(حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی)

﴿۱۰﴾ امام حافظ السخاوی رحمۃ اللہ علیہ حدیث ضعیف کے بارے میں فرماتے ہیں:

[ضعیف حدیث فضائل میں عمل کے لئے مقبول ہوتی ہے] (فتح المغیث: ۱/ ۷۳)

اسی طرح یہی بات (۱۱) زین الدین عبد الرحیم بن حسین العراقی رحمۃ اللہ علیہ نے [التقیید والایضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح: ص ۱۳۵] اور (۱۲) برہان الدین ابو اسحاق الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے [الشذا الفیاح من علوم ابن الصلاح: ۱/ ۳۳۲، ۳۳۳] میں (۱۳) امام حاکم نے [المستدرک علی الصحیحین: ۱/ ۴۹۰] میں (۱۴) امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے [کتاب الامام: ۱/ ۱۷۱] میں (۱۵) حافظ ابن تیمیہ [فتاوٰی ابن تیمیہ: ۱/ ۳۹] میں (۱۶) محمود عیدان احمد الدلیمی نے [جرح الرواۃ وتعدیلھم: ۶/ ۵۰] میں اور (۱۷) علی بن نایف الشحود نے [الخلاصۃ فی أحکام الحدیث الضعیف: ص ۳۹] میں اور (۱۸) غیر مقلدین کے شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی نے [فتاوٰی نذیریہ: ۱/ ۳۰۳] میں اور (۱۹) نواب صدیق حسن خاں نے [دلیل الطالب علی ارجح المطالب: ص ۸۸۹] میں (۲۰) مولانا ثناء اللہ امرتسری [اخبار اہل حدیث ۱۵ شوال ۱۳۴۶ھ] میں (۲۱) مولانا عبد اللہ روپڑی غیر مقلد نے [فتاوٰی اہل حدیث: ۲/ ۴۷۳] میں فضائل اعمال میں ضعیف احادیث پر عمل کرنے کو صحیح سمجھا ہے

زبیر علی زئی خود بھی اس بات سے متفق ہیں کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی صحیح بخاری میں [ضعیف روایات] لائی ہیں دیکھئے [الحدیث جولائی ۲۰۱۳ء ص ۲۳] میں، تو گزارش ہے کہ اگر آپ کے بقول ضعیف روایات مردود روایات ہیں تو ان تمام محدثین بشمول امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اپنی اپنی کتابوں میں اور وہ بھی صحاح ستہ کی کتب میں ان ضعیف یعنی بقول زبیر علی زئی کے مردود روایات کو نقل کیا ہے اگر وہ حضرات ان کو مردود روایات سمجھتے تو کیا وہ ان روایات کو اپنی کتابوں میں نقل کر کے وہ بھی بغیر اس کو مردود بتائے جرم نہیں کر رہے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو کھلم کھلا اعلان کریں اور اگر جواب نہیں میں ہے تو ضعیف احادیث کا کلی انکار سے رجوع کا اعلان کریں

زبیر علی زئی لکھتے ہیں کہ صحیح بخاری و صحیح مسلم کا دفاع کرنا اہل حدیث کا شعار ہے دیکھئے [الحدیث جون ۲۰۱۳ء

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ص ۱۹]اس کا مطلب ہے جب بخاری ومسلم کتب نہیں تھیں اہل حدیث کا شعار بھی نہ تھا اور اہل حدیث یعنی غیر مقلدین بھی نہ تھے آئیے دیکھتے ہیں کہ بخاری کے دیوانے صحیح بخاری پر کس طرح عمل کرتے ہیں صرف ۱۰ روایات پیش خدمت ہیں:

﴿۱﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح بخاری میں باب [**الابراد بالظهر فى شدة الحر**] کے تحت یہ روایت لکھی

[حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ظہر کی نماز کو ٹھنڈا کرو اس لئے کہ گرمی کی شدت دوزخ کی بھاپ سے ہوتی ہے]

(صحیح بخاری:۱/۳۲۰)

جبکہ اس کے مقابلے میں غیر مقلدین کا عمل ظہر کی نماز گرمیوں میں جلدی پڑھنا ہے

﴿۲﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [**الميت يسمع خفق النعال**] مردہ جانے والوں کے جوتوں کی آواز کو سنتا ہے، کے تحت حضور ﷺ کا یہ فرمان لکھا:

[جب آدمی قبر میں رکھ دیا جاتا ہے اور اس کے ساتھی پیٹھ موڑ کر چل دیتے ہیں وہ ان کے جوتوں کی آوازوں کو سنتا ہے] (صحیح بخاری:۱/۵۷۹)

جبکہ غیر مقلدین مردے کا سننا مانتے ہی نہیں

﴿۳﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [**الصلوٰة بعد الفجر حتىٰ ترتفع الشمس**] کے تحت یہ روایت نقل فرمائی

[حضور ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک نماز پڑھنے سے منع فرمایا اور عصر کی نماز کے بعد سورج غروب ہونے تک] (صحیح بخاری:۱/۳۱۷)

جبکہ غیر مقلدین کا عمل اس کے مخالف ہے

﴿۴﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [**اذا ركع دون الصف**] صف میں پہنچنے سے پہلے رکوع کرنا، کے تحت یہ روایت نقل فرمائی

[حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ وہ حضور ﷺ کے پاس اس وقت پہنچے جب آپ رکوع میں تھے تو صف میں شامل ہونے سے پہلے انھوں نے رکوع کر لیا پھر حضور ﷺ سے یہ بیان کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ اس سے زیادہ تجھ کو حرص دے لیکن پھر ایسا نہ کر] (صحیح بخاری:۱/۳۸۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ رکوع میں ملنے سے رکعت مل جاتی ہے حالانکہ اس نے سورۃ فاتحہ نہیں پڑھی ہوتی لیکن غیر مقلدین کا عمل اس کے مخالف ہے

﴿۵﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [**الاذان یوم الجمعة**] کے تحت یہ روایت نقل کی:

[سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں، ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہم کے زمانے میں جمعہ کے دن پہلی اذان اس وقت ہوتی جب امام منبر پر بیٹھا کرتا حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے زمانے میں جب لوگ بہت ہو گئے انھوں نے زوراء کے مقام پر تیسری اذان پڑھائی پھر یہ مستقل طریقہ ہو گیا]

نوٹ: دو اذانیں اور ایک اقامت کو اس روایت میں اکٹھا بیان کیا گیا ہے (صحیح بخاری: ۱/ ۴۳۰، ۴۳۱)

اب بھی ساری امت مسلمہ بشمول مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ میں جمعہ کی دوسری اذان دی جاتی ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور سے یہ صحابہ کی سنت شروع ہوئی اور آج تک جاری وساری ہے سوائے اہل تشیع وغیر مقلدین کے سب مسلمان اس پر عمل کرتے ہیں لیکن غیر مقلدین اس کو بدعت کہتے ہیں دیکھئے [فتاوی ستاریہ: ۳/ ۸۵، فتاوی علمائے حدیث: ۲/ ۱۷۹، تیسر الباری: ۲/ ۲۱]

﴿۶﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ایک روایت نقل فرمائی:

[حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کٹواؤ حضرت عبداللہ بن عمر رحمۃ اللہ علیہ جب حج یا عمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں لے کر جتنی مٹھی سے زیادہ ہوتی اسے کاٹ دیتے] (صحیح بخاری: حدیث ۵۸۹۲)

اس روایت کے راوی صحابی کا عمل یہ بتاتا ہے کہ مسنون داڑھی بقدر قبضہ ہے صحابہ کرام خصوصًا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج شناس بھی تھے، فقیہہ بھی تھے اس حدیث کے راوی بھی ہیں اور صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہیں مگر پھر بھی غیر مقلدین اس بات کو قبول نہیں کرتے:

اس حدیث کی شرح میں علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

[میں کہتا ہوں کہ جو بات ظاہر ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا داڑھی کٹوانا اور بقدر ایک مشت کے رکھنا یہ حج وعمرہ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ داڑھی بڑھانے کے حکم کو اس حالت پر محمول کرتے ہیں کہ داڑھی طول وعرض میں زیادہ بڑھ کر صورت کو بھدی اور بدنمانہ کر دے، پھر آخر میں لکھا کہ حضرت ابن عمر، حضرت عمر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فاروق، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہم کا بھی ایسا ہی عمل تھا] (فتح الباری: ۱۰/ ۳۵۰ مطبوعہ بیروت)
لیکن غیر مقلدین کا عمل اس کے خلاف ہے یہ سامنے کی بات ہے

﴿۷﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [من اجاز طلاق الثلاث] کے تحت یہ روایت نقل فرمائی:
[حضرت عویمر رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنی بیوی کو تین اکٹھی طلاقیں دے دیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو الگ کر دیا یعنی تین طلاقیں واقع ہو گئیں] (صحیح بخاری: ۱/ ۱۴۹)
اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا فتویٰ بھی نقل فرمایا آپ فرماتے ہیں [اگر تو ایک بار یا دو بار طلاق دیتا تو رجعت کر سکتا تھا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو ایسا ہی حکم دیا لیکن جب تو نے تین طلاق دے دیئے تو اب وہ عورت تجھ پر حرام ہو گئی یہاں تک کہ تیرے سوا کسی اور سے نکاح کرے] (صحیح بخاری: ۱/ ۱۵۱)
جبکہ ان روایات پر غیر مقلدین کا عمل نہیں، بلکہ تین طلاق کو ایک طلاق قرار دیتے ہیں

﴿۸﴾ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے قنوت وتر کے بارے میں ایک باب [القنوت قبل الرکوع وبعدہ] کے تحت یہ روایت بیان کی:
[عاصم بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا انھوں نے فرمایا بیشک قنوت تھی میں نے پوچھا رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد انھوں نے فرمایا رکوع سے پہلے میں نے کہا فلاں صاحب آپ سے روایت کرتے ہیں کہ رکوع کے بعد آپ نے فرمایا کہ وہ غلط کہتے ہیں رکوع کے بعد تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے تک قنوت (نازلہ) پڑھی تھی (جب ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کیا گیا تو اس قبیلے کے خلاف) (صحیح بخاری: رقم الحدیث ۱۰۰۲)
ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہی سوال ہوا
[حضرت عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے قنوت وتر کے بارے میں پوچھا کہ رکوع کے بعد پڑھی جائے یا قرأت سے فارغ ہو کر (یعنی رکوع سے پہلے) آپ نے فرمایا قرأت سے فارغ ہو کر] (صحیح بخاری: رقم الحدیث ۴۰۸۸)
غیر مقلدین کا مستقل عمل رکوع کے بعد ہی ہے ان روایات کے خلاف عمل کرتے ہیں بلکہ رکوع کے بعد قنوت وتر ہاتھ اٹھا کر پڑھتے ہیں دیکھئے فتاویٰ علمائے حدیث: ۳/ ۲۰۵، تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۳۴۳ نوٹ: غیر مقلدین

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قنوت نازلہ کی روایات پیش کرتے ہیں جبکہ قنوت نازلہ اور ہے اور قنوت وتر اور ہے قنوت وتر کا ثبوت بعد الرکوع نہیں ہے

{۹} امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے [صحیح بخاری رقم الحدیث ۵۵۶۹، ۵۵۷۰، ۵۵۷۳، ۵۵۷۴]

میں مختلف الفاظ سے روایات لکھیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ قربانی تین دن ہے مگر غیر مقلدین کا عمل ان روایات پر نہیں وہ قربانی چار دن کے قائل ہیں

{۱۰} امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے باب [**الصلوٰۃ قبل المغرب**] کے تحت ایک روایت نقل فرمائی

[حضرت عبداللہ بن بریدہ فرماتے ہیں کہ مجھے عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث بیان کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب سے پہلے نماز پڑھو تیسری بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "**لمن شاء کراھیة أن یتخذھا الناس سنة**" جو چاہے (وہ پڑھ لے) اس بات کو ناپسند کرتے ہوئے کہ لوگ اسے سنت نہ بنالیں] (صحیح بخاری: رقم الحدیث ۱۱۸۳)

لیکن غیر مقلدین اس کو سنت سمجھتے ہیں اور جو اس کو سنت نہ سمجھے تو اس کو ظالم اور بدعتی کہتے ہیں دیکھئے فتاویٰ علمائے حدیث: ۴/ ۲۳۵

یہ چند روایات صحیح بخاری سے نقل کیں چونکہ یہ مضمون طوالت کا متحمل نہیں ہوسکتا اس کے لئے پوری ایک کتاب ہونی چاہیے یہ صرف ایک نمونہ ہے ان کے لئے جو لوگ بخاری بخاری کرتے رہتے ہیں اور خود بخاری پر عمل نہیں کرتے بلکہ مخالفت کرتے ہیں

{علمی دنیا میں غیر مقلدین خصوصاً زبیر علی زئی کا انوکھا فراڈ}

غیر مقلد زبیر علی زئی نے یہ فن اپنے بڑے غیر مقلدوں خصوصاً عبدالرحمن مبارک پوری سے لیا ہے کیونکہ وہ اس فن میں بڑے ماہر تھے دیکھئے ان کی کتاب تحفۃ الاحوذی، زبیر علی زئی کا طریقہ واردات یہ ہے کہ اگر کوئی حسن یا صحیح حدیث پیش کرے تو یہ حضرت اسماء الرجال سے ان کے راویوں میں کسی کو زبردستی ضعیف ثابت کرکے اس روایت کو ضعیف قرار دے کر مردود کہہ دیں گے جبکہ اگر کثرت سے محدثین نے اس روایت کو حسن یا صحیح کہا ہو لیکن یہ حضرت ان کے حسن کہنے کو بھی مردود قرار دے دیتے ہیں لیکن کوئی روایت جس کے بارے میں کثرت سے محدثین اس کو ضعیف قرار دے رہے ہوں مگر ہو وہ ان کے مطلب کی تو زبیر علی زئی اس کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زبردستی ادھر اُدھر کے اقوال سے اور کبھی زبردستی کے شواہد کی بناء پر اس روایت کو حسن قرار دے دیتے ہیں اور پھر اس عزم کا پاس رکھ لیا جاتا کہ ہم صحیح وحسن روایات پر عمل کرتے ہیں مثال حاضر ہے:

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین والی روایت جو جامع ترمذی میں ہے اس کو تقریباً ۶۰ سے زیادہ محدثین نے صحیح وحسن مانا ہے جبکہ زبیر علی زئی [الحدیث شمارہ ۳۴ ص ۱] پر لکھتے ہیں [ہر وہ راوی جس کے بارے میں محدثین کا اختلاف ہوا گر جمہور (مثلاً تین بمقابلہ دو) اس کی صریح یا اشارتاً توثیق کر دیں تو یہ راوی صدوق حسن الحدیث ہوتا ہے]

جبکہ اسی ترک رفع یدین کے سارے راوی ثقہ ہیں اور خاص کر سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلیس کے حوالے خصوصی بات یہ ہے کہ میری کتاب [سنت امام القبلتین فی ترک رفع الیدین] میں ۳۰ محدثین کی اصل کتب کے عکس سے مزین ثبوت دیکھئے کہ کسی ایک نے بھی تدلیس کی وجہ سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کو ضعیف نہیں قرار دیا ہے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کی تدلس کی تفصیل کے لئے کتاب ملاحظہ فرمائیں انٹرنیٹ کا لنک یہ ہے

www.scribd.com/zafarulqadri/documents مگر چونکہ یہ روایت ان کے خلاف ہے لہذا یہ حسن روایت بھی ضعیف بنا کر مردود قرار دے دی گئی

(۲) ایک روایت میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا **[لا وضو لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ]** اس شخص کا وضو نہیں، جس نے اس سے قبل بسم اللہ نہیں پڑھی

یہ روایت حضرت ابوسعید الخدری، حضرت ابو ہریرہ، حضرت علی، حضرت سعید بن زید، حضرت انس، حضرت سہل بن سعد، اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے یہ روایت ضعیف ہے اس بارے میں جتنی روایتیں ہیں وہ سب ضعیف ہیں محدثین ان سب کو ضعیف کہتے ہیں دیکھئے:

(۱) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے [مسائل احمد: ۱/ ۳ مسئلہ ۱۶، ۱۷ اروایۃ ابن ہانی: ۱/ ۹۱ روایۃ عبداللہ: ۱/ ۹۹ روایۃ الکوسج: ۱/ ۶۲، روایۃ صالح: ص ۶ روایۃ ابی داؤد صاحب السنن، التحقیق لابن جوزی: ۱/ ۱۴۳، روایۃ الاثرم] میں

(۲) امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے [نصب الرایۃ ۱/ ۴] میں

(۳) حافظ ابن رشد نے [بدایۃ المجتہد ۱/ ۱۷] میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

﴿۴﴾علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے[بلوغ المرام ص ۱۱] میں

﴿۵﴾امام بزار رحمۃ اللہ علیہ نے[الامام لابن دقیق العید ا/ ۴۴۹،البدر المنیر ۲/ ۸۶] میں

﴿۶﴾امام ابن المنذر رحمۃ اللہ علیہ نے[الاوسط لابن المنذر ا/ ۳۶۸] میں

﴿۷﴾امام ابو عبید القاسم بن سلام رحمۃ اللہ علیہ نے[کتاب الطہور ص ۵۴] میں

﴿۸﴾امام عقیلی رحمۃ اللہ علیہ نے[الضعفاء الکبیر للعقیلی ا/ ۱۷۷] میں

﴿۹﴾امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے[البدر المنیر ۲/ ۸۹] میں

﴿۱۰﴾علامہ ابن القیم نے[زاد المعاد ۲/ ۳۸۸] میں

اس کے علاوہ بھی دیگر محدثین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے جہاں تک زبیر علی زئی نے یہ لکھا ہے کہ سنن ابن ماجہ (۳۹۷) مسند احمد: ۳/ ۴۱ کی روایت حسن لذاتہ ہے اور بوصیری نے بھی اسے حسن قرار دیا ہے دیکھئے [الحدیث ص ۲۴ شمارہ ۱۰۷ جولائی ۲۰۱۳ء] میں لیکن یہ بات غلط ہے کیونکہ مسند احمد کے محققین نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے دیکھئے

[مسند احمد: ۳/ ۴۱ بتحقیق شعیب الارناؤوط رقم الحدیث ۱۱۳۸۸،۱۱۳۸۹، اسنادہ ضعیف] اس کے علاوہ [تحقیق مسند احمد: ۱۷/ ۴۶۴] میں بھی ضعیف قرار دیا گیا ہے، مسند احمد کی روایت کو زبیر علی زئی نے خود بھی ضعیف کہا ہے دیکھئے شمارہ ۱۰۶ ص: ۳۰ میں لکھا [سنن ابن ماجہ کی سند حسن لذاتہ ہے اور باقی تمام روایت بلحاظ سند ضعیف ہیں] حالانکہ اس سے اوپر رواہ احمد بھی لکھا ہے، ہر ایک سند میں کوئی نہ کوئی راوی ضعیف ہے اور جہاں تک امام بوصیری کا معاملہ ہے تو انھوں نے [مصباح الزجاجۃ: ۱/ ۵۹] میں جس روایت کو حسن کہا اس سے مراد حسن لغیرہ ہے کیونکہ اس میں ایک راوی [کثیر بن زید] کو درج ذیل محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے

﴿۱﴾امام یحیی بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے [معرفۃ الرجال: ص ۱۰۴ روایۃ ابن محرر، التاریخ لابن ابی خیثمۃ: ص ۴۳۹] میں

﴿۲﴾امام ابن مدینی رحمۃ اللہ علیہ نے[سوالات ابن ابی شیبۃ لابن المدینی: ص ۹۵] میں

﴿۳﴾امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے[الضعفاء والمتروکین للنسائی: ص ۲۰۶] میں

﴿۴﴾امام یعقوب بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے[تاریخ دمشق: ۵۰/ ۲۵] میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

﴿۵﴾امام ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے[المجروحین ۲:/ ۲۲۲]میں

﴿۶﴾امام ابو حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے[الجرح والتعدیل:۷/ ۱۵۱]میں

﴿۷﴾امام ابو زرعہ رازی رحمۃ اللہ علیہ نے[الجرح والتعدیل۷:/ ۱۵۱]میں

﴿۸﴾امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے[الضعفاء والمتروکین:۳/ ۲۲]میں ذکر کیا

﴿۹﴾امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے[مصباح الزجاجۃ:۱/ ۵۹]میں

﴿۱۰﴾امام ابو جعفر رحمۃ اللہ علیہ نے[تہذیب التہذیب:۸/ ۳۷۱]میں

اس کے علاوہ بھی کئی محدثین نے اس راوی کو ضعیف سمجھا ہے

اس روایت میں دوسرا راوی[**ربیح بن عبدالرحمن**]ہے اس کو بھی درج ذیل محدثین نے ضعیف سمجھا ہے:

﴿۱﴾امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے"منکر الحدیث" کہا[علل الترمذی الکبیر:۱/ ۷]

﴿۲﴾امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس راوی کو[دیوان الضعفاء ص:۹۹]میں شمار کیا

﴿۳﴾حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے"تقریب میں مقبول اور[نتائج الأفکار: ۱/ ۱۷۱] میں"مختلف فیہ" قرار دیا

﴿۴﴾امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا"لیس بمعروف"[الکامل لابن عدی:۳/ ۱۷۳]

﴿۵﴾امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی روایت کو غیر ثابت قرار دیا[**العلل المتناهية**:۱/ ۳۳۸]

﴿۶﴾مولانا ارشاد الحق اثری نے بھی اس کی روایت کے تحت لکھا"اس کی سند میں کمزوری ہے[تحقیق مسند ابی یعلیٰ: ۲/ ۱۹]

﴿۷﴾امام حاتم رحمۃ اللہ علیہ اور ابو زرعہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسے مجہول قرار دیا ہے[منحۃ العلام شرح بلوغ المرام:ص ۱۸۲]لہٰذا ان دلائل کے پیش نظر یہ روایت حسن لذاتہ نہیں ہوسکتی، جبکہ یہ زیادہ سے زیادہ حسن لغیرہ ہے اور زبیر علی زئی حسن لغیرہ کو مردود قرار دیتے ہیں دیکھئے[الحدیث شمارہ:۳۴ ص ۱]اس کے علاوہ زبیر علی زئی نے خود لکھا"یہ مسئلہ تو قرآن سے ثابت ہوگیا۔۔۔لہٰذا سنن ترمذی کی ضعیف روایت کی کوئی ضرورت نہیں"[الحدیث :ص ۲۰ جولائی ۲۰۱۳ء شمارہ ۱۰۷]لہٰذا ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ جب وضو کے فرائض قرآن کریم سے ثابت ہیں کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وہ چار ہیں تو اس ضعیف روایت کی ضرورت کیوں؟

کیا اس ضعیف روایت سے آپ کے نزدیک قرآن پر اضافہ جائز ہو گیا جبکہ یہ فضائل میں تو مقبول ہے اور جن محدثین نے اس کو قبول کیا ہے تو وہ فضائل میں ہی قبول کرتے ہیں احکام میں نہیں ملاحظہ فرمائیے:

[امام احمد رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے مختلف تلامذہ نے یہ سوال کیا کہ اگر ایک آدمی وضو کرتے وقت بسم اللہ پڑھے، یا دانستہ چھوڑ دے، یا نسیان کی وجہ سے رہ جائے تو اسکے وضو کا کیا حکم ہے؟ تو آپ نے جواب ارشاد فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھے اسے جان بوجھ کر حدیث کی مخالفت نہیں کرنی چاہیے، اگر وہ تسمیہ نہ کہے تو اس کا وضو درست ہوگا، کیونکہ اللہ تعالی نے بسم اللہ پڑھنے کو قرآن مجید میں فرض قرار نہیں دیا، اس بابت جتنی بھی احادیث ہیں وہ میرے نزدیک پایہ ثبوت کو نہیں پہنچتیں اس کی کوئی سند عمدہ نہیں]

دیکھئے: [مسائل احمد: ۱/ ۳ مسئلہ ۱۶، ۱۷، روایۃ ابن ہانی: ۱/۹۱ روایۃ عبداللہ: ۱/ ۹۹، روایۃ الکوسج: ۱/ ۶۲، روایۃ صالح: ص ۶، روایۃ ابی داؤد صاحب السنن التحقیق لابن جوزی: ۱/ ۱۴۳، روایۃ الأثرم] میں، مگر غیر مقلدین پھر بھی کہتے ہیں کہ جس نے بسم اللہ نہیں پڑھی اس کا وضو نہیں حالانکہ یہ صرف فضیلت کی لئے ہے

دیکھئے: [تحفۃ الأحوذی: ۱/ ۹۴، شرح بلوغ المرام عطیہ محمد سالم: جز ۱۸/ ۷، منحۃ العلام شرح بلوغ المرام: ص ۱۸۷، مشکوۃ المصابیح مع مرعاۃ المفاتیح: ۲/ ۲۱۵]

لیکن پھر بھی زبیر علی زئی اس روایت کو حسن کہتے ہیں اور اس سے استدلال کرتے ہیں

{زبیر علی زئی کے شبہات، اکاذیب، تدلیسات، تلبیسات اور ان کے جوابات}

زبیر علی زئی نے ''الحدیث کے جون، جولائی ۲۰۱۳ء کے دو شماروں میں ۳۰ روایتیں لکھ کر اس پر عمل کرنے کو لکھا لہذا اس کے شبہات کا جواب حاضر ہے

۱) امام طاؤس بن کیسان رحمۃ اللہ علیہ کی روایت بحوالہ کتاب المراسیل لابی داؤد لکھی اور لکھا کہ اس روایت کی سند امام طاؤس تک حسن لذاتہ ہے [الحدیث: ص ۳۶ شمارہ ۱۰۶]

جواب: زبیر علی زئی کا اس روایت کی سند کو حسن لذاتہ کہنا غلط ہے کیونکہ اس کے ایک راوی [سلیمان بن موسیٰ الدمشقی] پر شدید جرح موجود ہے اور زبیر علی زئی کے کلیے کے مطابق جمہور محدثین کے ہاں مجروح ہے کیونکہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تقریباً ۲۳ محدثین نے اس کو مجروح قرار دیا ہے اور علی زئی نے اس کی تعدیل کے اقوال لکھے ہیں ان میں تعدیل نہیں صرف تعریف ہے اور بعض اس کے اپنے اصولوں کے مطابق صحیح نہیں پھر ۹ کے مقابلے میں ۲۳ مجروح قرار دے رہے ہیں تو وہ یقیناً مجروح ہے

ہمارا عمل اس کے مقابلے میں صحیح روایت پر ہے اور شروع میں یہ بات لکھ دی ہے کہ ہم اہل سنت و جماعت ضعیف کے مقابلے میں صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں وہ روایت یہ ہے

[حدثنا وکیع، عن موسیٰ بن عمیر، عن علقمة بن وائل بن حجر، عن ابیه قال رأیت النّبیّ ﷺ وضع یمینه علی شماله فی الصّلوٰة تحت السّرّة]

ترجمہ: حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نماز میں دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر زیر ناف باندھتے

(مصنف ابن ابی شیبة: ۱/۳۹۰ رقم ۳۹۵۹ بتحقیق محمد عوامہ، دوسرا نسخہ مصنف ابن ابی شیبة: ۱/۳۴۳ رقم ۳۹۳۸ بتحقیق کمال یوسف الحوت مطبوعہ الریاض)

یہ روایت صحیح ہے اس کی تفصیل دیکھنی ہو تو ہمارے برادر اصغر محترم فیصل خان صاحب کی کتاب **[الدرة فی عقد الایدی تحت السرة]** ص: ۱۳ تا ۵۰ مطالعہ فرمائیں

۲) دوسری روایت جو سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ سے بحوالہ صحیح ابن خزیمہ نقل کی اس کا جواب حاضر ہے

جواب: یہ روایت مؤمل بن اسماعیل کی وجہ سے ضعیف ہے اور زبیر علی زئی کا یہ کہنا کہ وہ ثقہ صدوق ہے غلط ہے کیونکہ مؤمل بن اسماعیل کو تقریباً ۵۰ سے زیادہ محدثین نے ضعیف قرار دیا ہے تفصیل کے لئے دیکھئے محترم فیصل خان صاحب کی کتاب [الدرة فی عقد الایدی تحت السرة] ص: ۱۰۸ تا ۱۱۵، اس کے مقابلے میں ہم نمبر ایک کے تحت حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت پر عمل کرتے ہیں

۳،۴) تیسری اور چوتھی روایت جو حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے بحوالہ کتاب القرأة خلف الامام للبیہقی نقل کی اس کا جواب

جواب: اگر اس کی سند زبیر علی زئی کے نزدیک صحیح ہے تو اس سند سے یہ روایت بھی ملاحظہ فرمائیں **[سفیان، زھری، محمود بن الربیع، عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ یبلغ به النّبیّ ﷺ قال لا صلوٰة لمن**

لم يقرأ بفاتحة الكتاب فصاعدا]

ترجمہ: حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انھیں نبی ﷺ کا فرمان پہنچا آپ ﷺ نے فرمایا، اس کی نماز نہیں ہوتی جو سورت فاتحہ اور کچھ زیادہ نہ پڑھے [سنن ابو داؤد: ۱/ ۲۷۷ رقم ۸۲۲] اس کی سند بھی وہی ہے جو علی زئی نے لکھی ہے

اگر زبیر علی زئی کہے کہ یہ اکیلے نمازی کے لئے ہے تو جواباً کہا جائے گا کہ آپ نے جو روایت لکھی ہے وہ بھی تو اکیلے نمازی کے لئے ہے ملاحظہ فرمائیں، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ آپ والی روایت کا مطلب بیان کرتے ہیں امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

[وأما احمد بن حنبل فقال معنى قول النبي ﷺ لا صلوٰة لمن لم يقرأ بفاتحة الكتاب اذا كان وحده]

ترجمہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ جب اکیلا نماز پڑھ رہا ہو (تو فاتحہ ضروری ہے) [جامع ترمذی: ۱/ ۴۰۸ تحت حدیث ۳۱۲] اس کے علاوہ جو روایت زبیر علی زئی نے لکھی اس کے بارے میں انھی کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ لکھتے ہیں [**وهذا الحديث معلل عند ائمة الحديث بأمور كثيرة ضعفه احمد وغيره من الائمة**]

ترجمہ: یہ حدیث بہت سی وجوہ سے ائمہ حدیث کے نزدیک معلول ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ حدیث کے نزدیک ضعیف ہے (الفتاوی الکبریٰ: ۲/ ۹۹ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ)

جبکہ ہم اہل سنت و جماعت ان صحیح احادیث پر عمل کرتے ہیں:

(۱) [رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: امام اس لئے بنایا جاتا ہے کہ تم اس کی پیروی کرو جب وہ اللہ اکبر کہے تو تم بھی اللہ اکبر کہو اور جب وہ قرآن پڑھے تو تم خاموش رہو اور جب وہ غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین کہے تو تم سب آمین کہو] دیکھئے: (سنن ابن ماجہ **باب اذا قرأ الامام فأنصتوا**: ۲/ ۳۰ رقم ۸۴۶)

اس روایت کے تمام راوی ثقہ ہیں یہ حدیث صحیح ہے تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب [اربعین ظفر]

انٹرنیٹ کا لنک یہ ہے **www.scribd.com/zafarulqadri/document**

(۲) [**مالك عن ابي نعيم وهب بن كيسان أنه سمع جابر بن عبد الله يقول من صلى**

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رکعة لم یقرأ فیها بأم القرآن فلم یصل الا وراء الامام]

ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس شخص نے کوئی رکعت یا نماز پڑھی اور اس میں سورت فاتحہ نہ پڑھی تو اس نے نماز نہیں پڑھی مگر جب امام کے پیچھے ہو (تو اس کی نماز ہوگی)

نوٹ: اس کے تمام راوی بخاری کے راوی ہیں یہ روایت صحیح ہے

(۱) موطا امام مالک: ۱/۸۴ رقم ۱۸۷ (۲) جامع ترمذی: ۱/۲۱۷ رقم ۲۹۷

(۳) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۱۶۰ رقم ۳۰۱۴ (۴) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/۳۶۰ رقم ۳۶۴۱

۵) پانچویں روایت زبیر علی زئی نے صحیح ابن خزیمہ اور صحیح ابن حبان کے حوالے سے لکھی کہ سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں نماز پڑھائی آپ نے آٹھ رکعتیں اور وتر پڑھے

جواب: یہ روایت سخت ضعیف ہے دیکھئے: صحیح ابن حبان بتحقیق شعیب الارناؤوط: ۶/۱۶۹ رقم الحدیث ۲۴۰۹ مطبوعہ بیروت میں لکھا ہے، قال شعیب الارناؤوط اسنادہ ضعیف

اس میں ایک راوی عیسیٰ بن جاریہ جمہور محدثین کے نزدیک سخت ضعیف ہے دوسرا راوی یعقوب القمی شیعہ ہے اور متفرد ہے اور اس کا تفرد قبول نہیں، جبکہ اجماع صحابہ اور اجماع امت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت جو [مصنف ابن ابی شیبہ ۲/۳۹۴ رقم ۷۷۴۲ میں ہے کی تائید کرتا ہے اس کے لئے تفصیل دیکھئے: [البرہان الحق شمارہ: ۱۱ جولائی تا ستمبر ۲۰۱۳ء] اس پر ہمارا عمل ہے

۶) زبیر علی زئی نے چھٹی روایت نقل کی، سیدنا قیس بن قہد رضی اللہ عنہ نے صبح کی (فرض) نماز کے بعد (طلوع آفتاب سے پہلے) دو رکعتیں (سنتیں) پڑھیں پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو انھوں نے بتادیا کہ میری دو رکعتیں رہ گئیں تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو گئے

جواب: صحیح ابن حبان: ۴/۴۲۹ رقم ۱۵۶۳ بتحقیق شعیب الارناؤوط مطبوعہ بیروت میں لکھا ہے اسنادہ ضعیف، اس ضعیف روایت کے مقابلے میں ہم اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں [حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع فرمایا حتیٰ کہ سورج غروب ہو جائے اور صبح کی نماز کے بعد حتیٰ کہ سورج طلوع ہو جائے] یہی روایت حضرت ابی سعید الخدری، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بھی مروی ہیں (صحیح بخاری:۱/۸۳،صحیح مسلم: ۱/ ۲۷۵)

۷) ساتویں روایت جو سنن ابوداؤد کے حوالے سے نقل کی کہ نبی ﷺ غزوہ تبوک میں جمع تقدیم فرماتے اور زبیر علی زئی نے لکھا کہ نیموی نے لکھا [وہو حدیث ضعیف جدا]

جواب: اس روایت میں لیث بن ابی سلیم ضعیف راوی ہے جو جمہور کے نزدیک ضعیف ہے دیکھئے سیر اعلام النبلاء: ۶/۱۷۹ ترجمہ ۸۴ میں جبکہ ہم صحیح حدیث جو بخاری ومسلم میں ہے اس پر عمل کرتے ہیں [حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب سورج ڈھل جانے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک موخر کرتے پھر اتر کر ان دونوں کو اکٹھا پڑھتے اور اگر کوچ سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر کی نماز پڑھ کر سفر پر روانہ ہوتے] (صحیح بخاری: ۲/۵۸،صحیح مسلم: ۲/۱۵۰)

۸) آٹھویں روایت سنن دارقطنی کے حوالے سے نقل کی کہ نبی ﷺ نے منی کے بارے میں فرمایا کہ یہ بے شک بلغم اور تھوک کی طرح ہے اور تمھارے لئے کافی ہے کہ اسے کپڑے کے کسی ٹکڑے یا گھاس سے پونچھ لے

جواب: غیر مقلدین تو ویسے ہی منی پاک ہونے کے قائل ہیں اور یقیناً وہ منی کو پونچھ ڈالتے ہونگے غسل کی ان کو کیا ضرورت، یہ روایت بھی ضعیف ہے ہمارا اس پر عمل نہیں بلکہ اس کے مقابلے میں دوسری صحیح روایت پر عمل ہے وہ یہ ہے [حضرت سلیمان بن یسار رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں میں نے سیدۃ عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس منی کے بارے پوچھا جو کپڑے سے لگ جائے تو انھوں نے فرمایا میں رسول اللہ ﷺ کے کپڑے سے منی دھوتی تھی الخ] (صحیح بخاری: ۱/۳۶،صحیح مسلم: ۱/۱۴۱)

۹) نویں روایت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی لکھی [کہ رسول اللہ ﷺ وفات تک نماز فجر میں میں قنوت پڑھتے رہے] آگے لکھتے ہیں کہ اگر یہ روایت صحیح ہے تو بریلویہ اس پر عمل کیوں نہیں کرتے اور اگر ضعیف ہے تو ان کا ضعیف روایات کو حجت سمجھنا باطل ومردود ہے

جواب: زبیر علی زئی سے گزارش ہے کہ وہ میرے مضمون کو دوبارہ پڑھیں شاید انھیں میرا مضمون سمجھ نہیں آیا میں نے موٹی ہیڈنگ لگائی تھی [ضعیف احادیث کا کلی انکار ایک فتنہ] ہمارا اہل سنت وجماعت کا موقف کیا ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وہ میں شروع میں لکھ چکا ہوں کہ ہم ضعیف احادیث کا نہ کلی انکار کرتے ہیں اور نہ کلی اقرار، اسی طرح صحیح حدیث کے مقابلے میں ضعیف روایت آجائے تو پھر صحیح پر عمل کرتے ہیں اور اگر اس معاملے میں صحیح روایت نہ ہو اگر ضعیف روایت ہی ہو تو پھر اس پر عمل کرتے ہیں ضعیف کے مقابلے میں اپنے قیاس پر عمل نہیں کرتے جبکہ آپ کا نعرہ کلی انکار کا ہے لہٰذا ہمیں طعنہ دینے کی ضرورت نہیں یہ روایت بھی ضعیف ہے اور اس کے مقابلے میں ہم اس صحیح روایت پر عمل کرتے ہیں

[عاصم بن سلیمان رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے قنوت کے بارے میں پوچھا انھوں نے فرمایا بیشک قنوت تھی میں نے پوچھا رکوع سے پہلے یا رکوع کے بعد انھوں نے فرمایا رکوع سے پہلے میں نے کہا فلاں صاحب آپ سے روایت کرتے ہیں کہ رکوع کے بعد آپ نے فرمایا کہ وہ غلط کہتے ہیں رکوع کے بعد تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مہینے تک قنوت (نازلہ) پڑھی تھی (جب ستر صحابہ رضی اللہ عنہم کو شہید کیا گیا تو اس قبیلے کے خلاف) (صحیح بخاری رقم الحدیث ۱۰۰۲)

۱۰) دسویں روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی کہ [نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں تھے جب آپ کی منزل میں سورج ڈھل جاتا تو سوار ہونے سے پہلے ظہر اور عصر کو اکٹھا ادا فرماتے الخ]

جواب: اس ضعیف روایت کے مقابلے میں ہم اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں:

[حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سورج ڈھل جانے سے پہلے کوچ فرماتے تو ظہر کو عصر کے وقت تک موخر کرتے پھر اتر کر ان دونوں کو اکٹھا پڑھتے اور اگر کوچ سے پہلے سورج ڈھل جاتا تو ظہر کی نماز پڑھ کر سفر پر روانہ ہوتے] (صحیح بخاری: ۲/۵۸، صحیح مسلم: ۲/۱۵۰)

۱۱) گیارویں روایت یہ نقل کی کہ [نبی صلی اللہ علیہ وسلم دو سجدوں کے درمیان (جلسے میں) درج ذیل دعا پڑھتے تھے پھر دعا لکھی

جواب: ہمارے نزدیک بھی دعا پڑھنا جائز ہے اختلاف صرف سنیت کا ہے حنفیہ اور مالکیہ کے نزدیک یہ دعا یا ذکر مسنون نہیں جائز ہیں دیکھئے قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے مالابد منہ میں جائز لکھا

۱۲) بارہویں نمبر پر عبدالحمید بن جعفر کی سند سے ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ والی روایت لکھی اور اس کے بعد لکھا لیکن بریلویہ کے نزدیک یہ راوی پھر بھی سخت مجروح اور ضعیف ہے سبحان اللہ (الحدیث شمارہ ۱۰۶ ص ۴۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جواب: عبدالحمید بن جعفر کو امام نسائی، ابن حجر عسقلانی، علامہ ماردینی، یحیی بن سعید، امام بدرالدین عینی، امام ابو حاتم، ابن حبان وغیرہ ضعیف قرار دیتے ہیں اس کے علاوہ بھی اس روایت میں بہت سی علتیں ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب [ظفر مبین] اب اس ضعیف روایت کے مقابلے میں ہم حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں طویل حدیث ہے۔۔۔۔حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

[آپ صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے اور جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ دونوں گھٹنوں پر جما دیتے پھر اپنی پیٹھ جھکا کر سر اور گردن کے برابر کر دیتے پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر پسلی اپنی جگہ پر آجاتی اور جب سجدہ کرتے دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے نہ بانہوں کو بچھاتے نہ سمیٹ کر پہلو سے لگاتے اور پاؤں کی انگلیوں کی نوکیں قبلے کی طرف رکھتے اور جب دو رکعتیں پڑھ چکتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے الخ]

(صحیح بخاری: ۱/۲۱۰ رقم ۸۲۸ مطبوعہ قاہرہ)

اس میں عبدالحمید بن جعفر ضعیف راوی نہیں ہے اسی لئے اس روایت کے بارے میں امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا [**اصله فی البخاری**] (حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی) اصل روایت بخاری میں ہے

[الدرایۃ فی تخریج أحادیث الھدایۃ: ۱/۱۵۳ مطبوعہ بیروت]

۱۳) تیرہویں روایت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نماز کے متعلق لکھی کہ وہ نماز شروع کرتے وقت، رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے

جواب: اس روایت میں ایک راوی ابوالنعمان محمد بن فضل سدوسی المعروف [عارم] ہے اس کا حافظہ متغیر ہو گیا ہے اور اس کی عقل بھی ضائع ہو گئی تھی جس کی وجہ سے یہ اختلاط کا شکار ہو گیا تھا (میزان الاعتدال: ۴/۷) اسی لئے اکثر محدثین نے یہی جرح کی ہے مثلاً [امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ (تاریخ الکبیر: ۱/۲۰۸)، امام ابو داؤد (الضعفاء الکبیر للعقیلی: ۴/۱۲۱، ۱۲۲)،

امام ابو حاتم الرازی (الجرح والتعدیل للرازی: ۸/۶۹، ۷۰)، اسی طرح تقریباً ۲۳ محدثین نے یہی بات لکھی ہے کہ اس کا حافظہ خراب ہو گیا تھا اور یہ مختلط راوی ہے]

اس مختلط راوی ''محمد بن فضل السدوسی،، کے بارے میں ابن حبان رحمۃ اللہ علیہ نے ایک قاعدہ بیان کیا ہے وہ یہ ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[وقال ابن حبان اختلط فی آخر عمرہ وتغیر حتی کان لایدری مایحدث به فوقع فی حدیثه المناکیر الکثیرۃ فیجب التنکب عن حدیثه فیما رواہ المتأخرون فان لم یعلم هذا ترك الكل ولا یحتج بشیء منها]

ترجمہ: اور ابن حبان رحمہ اللہ فرماتے ہیں آخری عمر میں یہ اختلاط کا شکار ہوگیا تھا یہاں تک کہ اس کی یہ حالت ہوگئی کہ اس کو یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ کیا کہہ رہا ہوں اس لئے اس کیحدیث میں منکر باتیں آگئیں، لہذا اس کے متاخرین شاگردوں میں سے اگر کسی نے اس سے روایت نقل کی تو ان روایات سے رک جانا واجب ہے اگر اس بات کا علم نہ ہوسکے (کہ کون سی روایت قدیم شاگرد سے مروی ہے، اور کون سی متاخر شاگرد سے) تو ایسی تمام روایات متروک ہونگی، اور ان سے احتجاج نہیں کیا جائے گا

(تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی: ۹/ ۳۵۸، ۵۹۳ ترجمہ ۶۵۹)

اس روایت میں بھی محمد بن اسماعیل السلمی قدیم شاگرد نہیں ہے دیکھئے

[التعلیق الحسن للنیموی ص ۱۱۴]

لہذا یہ روایت متروک ہے

اس روایت کے مقابلے میں ہم اس روایت پر عمل کرتے ہیں

[عن عبداللہ قال صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابی بکر رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ فلم یرفعوا ایدیهم الا عند افتتاح الصلاۃ]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی انھوں نے (پوری) نماز میں صرف شروع میں رفع یدین کیا

(۱) معجم أسامی شیوخ أبی بکر الاسماعیلی: ۲/ ۶۹۲ رقم ۳۱۸

(۲) مسند أبی یعلیٰ: ۵/ ۳۶ رقم ۵۰۳۸

(۳) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/ ۷۹ رقم ۲۶۳۶

زبیر علی زئی غیر مقلد کا اس روایت پر یہ اعتراض کہ محمد بن جابر مختلط راوی ہے اور اس سے اسحاق بن ابی اسرائیل نے اختلاط کے بعد یہ روایت سنی ہے (نور العینین ص ۱۵۳) سوائے ایک کھوکھلی دھونس کے سوا کچھ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نہیں محمد بن جابر صدوق تھے جیسا کہ محدثین نے اس کی صراحت کی

﴿۱﴾ امام فلاس لکھتے ہیں "**صدوق**،، سچے ہیں (مختصر الکامل فی الضعفاء ص ۶۶۱)

﴿۲﴾ امام ابو حاتم رازی لکھتے ہیں "**محلهما الصدق**،، سچے مقام کے مالک ہیں

(الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی: ۷/۲۱۹ ترجمۃ ۱۲۱۵)

﴿۳﴾ امام ابوزرعہ رازی: لکھتے ہیں "**کتب عنه باليمامة وبمكة فهو صدوق**،، جس شخص نے یمامہ اور مکہ میں ان (محمد بن جابر) سے (روایات) لکھی ہیں وہ سچا ہے

(الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی: ۷/۲۲۰)

﴿۴﴾ امام الذہلی فرماتے ہیں: "**لا بأس به**،، اس میں کوئی حرج نہیں

(تہذیب التہذیب: ۹/۷۸)

﴿۵﴾ امام ابن عدی: یہ بھی ان صدوق سمجھتے تھے

(الکامل فی ضعفاء الرجال ابن عدی: ۶/۱۵۳)

﴿۶﴾ امام ہیثمی فرماتے ہیں: "**هو صدوق فی نفسه**،،

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۲/۲۲۷ تحت رقم ۳۳۶۷)

﴿۷﴾ امام ابوالولید فرماتے ہیں، کہ ہم محمد بن جابر کی حدیث نہ لے کر ان پر ظلم کرتے ہیں یعنی وہ صحیح ہیں

(الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی: ۷/۲۲۰)

﴿۸﴾ عمرو بن علی فرماتے ہیں "**صدوق**، سچے ہیں (الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی: ۷/۲۱۹)

﴿۹﴾ امام ذہبی لکھتے ہیں "**وفی الجملة قد روی عن محمد بن جابر ائمة وحفاظ**،، اور حقیقت میں محمد بن جابر سے روایت کرنے والے بڑے بڑے ائمہ حدیث اور حفاظ حدیث ہیں

(میزان الاعتدال: ۳/۴۹۸)

﴿۱۰﴾ ابن حجر عسقلانی: لکھتے ہیں "**صدوق**،، سچے ہیں

(تقریب التہذیب: ۲/۶۱ رقم ۵۷۹۵)

ان پر جرح اختلاط کی وجہ سے ہے، اور اصول ہے کہ اختلاط سے پہلے والی روایت قبول ہے امام ابوزرعہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اورامام ابو حاتم الرازی نے یہ تصریح کی ہے کہ[**کتب عنه باليمامة وبمكة فهو صدوق**] جس شخص نے یمامہ اور مکہ میں ان (محمد بن جابر) سے (روایات) لکھی ہیں وہ سچا ہے

(الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی: ۷/۲۲۰)

لہذا اس روایت میں بھی اسحاق بن ابی اسرائیل ہیں جنہوں نے محمد بن جابر سے یمامہ میں حدیث کا سماع کیا ہے جس کی تصریح محدثین نے کی ہے ملاحظہ فرمائیے

﴿۱﴾ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں [قال: **اسحاق بن ابی اسرائیل ،لما انصرفت من اليمامة من عند هذا الشيخ يعني محمد بن جابر الخ**]

ترجمہ: اسحاق بن ابی اسرائیل کہتے ہیں کہ جب میں یمامہ سے شیخ یعنی محمد بن جابر سے حدیث کا سماع کر کے آیا

(۱) تاریخ بغداد: ۷/۳۷۶ تحت رقم ۲۱۶۰

(۲) تہذیب الکمال مع حواشیہ: ۲/۳۹۹ تحت ترجمۃ اسحاق بن ابی اسرائیل

﴿۲﴾ امام محمد بن سعد رحمۃ اللہ علیہ:

[**قال ابن سعد، وكان رحل الى محمد بن جابر باليمامة فكتب كتبه**]

ترجمہ: اسحاق بن ابی اسرائیل یمامہ میں محمد بن جابر کے پاس گئے اور ان کی کتابوں کو لکھا

(۱) الطبقات الکبریٰ لابن سعد: ۷/۳۵۳،

(۲) تہذیب الکمال مع حواشیہ: ۲/۴۰۰ تحت ترجمۃ اسحاق بن ابراہیم

﴿۳﴾ ابن عدی الجرجانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

[**عند اسحاق بن أبي اسرائيل عن محمد بن جابر كتاب احاديثه صالحة**]

اسحاق بن ابی اسرائیل کے پاس محمد بن جابر سے مروی احادیث صالحہ پر مشتمل ایک کتاب تھی

(الکامل فی ضعفاء الرجال ابن عدی : ۶/۱۵۳)

لہذا یہ روایت قبل اختلاط ہے اور ان کے پاس محمد بن جابر سے روایت شدہ صالحہ احادیث کی ایک کتاب تھی اور تحقیق کی رو سے یہ روایت صحیح ہے

۱۴) چودھویں روایت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی لکھی اور خود ہی لکھا کہ اس میں ایک راوی محمد بن عصمہ الرملی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مجہول الحال ہے جبکہ دوسری سند میں حصین بن وہب مجہول الحال ہے

(الحدیث شمارہ ۱۰۶ص ۴۱)

جواب: اس ضعیف روایت کے مقابلے میں ہم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حسن روایت پر عمل کرتے ہیں [حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز میں داخل ہوتے تو خوب دراز کر کے رفع یدین کرتے تھے] (سنن ابوداود: ۱/۱۱۷ رقم ۷۵۳ باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع)

۱۵) پندرہویں روایت رفع یدین کے متعلق حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی لکھی اور خود اس کے دو راویوں کو ضعیف بھی لکھا پھر آخر میں لکھا [اس سے ثابت ہوا کہ روایت صرف ضعیف ہے موضوع ومتروک نہیں] لہٰذا جو لوگ ضعیف روایت کو حجت سمجھتے ہیں انھیں چاہیے کہ وہ اس حدیث کو مدنظر رکھ کر رفع یدین کے بارے میں اپنے عمل کا جائزہ لیں (الحدیث شمارہ ۱۰۶ص ۴۲،۴۳)

جواب: یہ روایت صرف ضعیف نہیں بلکہ متروک بھی ہے میرے علم کے مطابق کسی ثقہ محدث وفقیہ نے اس روایت کو قبول کر کے یہ فتویٰ نہیں دیا کہ جو ان مقامات پر رفع یدین نہ کرے تو اس کے اعضاء اس پر لعنت بھیجتے ہیں اس کے خلاف حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں

(۱) **[عبدالرزاق عن ابن جریج قال قلت لعطاء أرأیت ان نسیت أن أکبر بیدی فی بعض ذلك أعود للصلاۃ قال لا]**

ترجمہ: ابن جریج فرماتے ہیں کہ میں حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ بعض مقامات میں اگر میں رفع یدین کرنا بھول جاؤں تو اعادہ نماز کروں آپ نے فرمایا نہیں اس کی سند صحیح ہے

(مصنف عبدالرزاق: ۲/۷۱ رقم ۲۵۳۶)

(۲) اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں، امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ (صاحب سنن) فرماتے ہیں کہ:

[میں نے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا ایک آدمی نماز شروع کرتا ہے اور (کوئی بھی) رفع یدین نہیں کرتا تو کیا وہ نماز کا اعادہ کرے تو آپ نے فرمایا نہ کرے اس کی حجت یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے أعرابی کو رفع یدین کی تعلیم نہیں دی] (بدائع الفوائد لابن القیم: ۳/ ۶۰۰ مطبوعہ مکہ مکرمہ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس لئے ہم اہل سنت و جماعت اس متروک وضعیف روایت کے مقابلے میں اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں ایک طویل حدیث جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو نماز کی تعلیم دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

[جب تو نماز کے لئے کھڑا ہو تو تکبیر کہہ، پھر جو کچھ قرآن تجھ کو یاد ہو اور آسانی کے ساتھ پڑھ سکے، وہ پڑھ پھر اطمینان سے ٹھہر کر رکوع کر پھر سر اٹھا یہاں تک کہ سیدھا کھڑا ہو جائے پھر اطمینان سے سجدہ کر پھر سجدے سے سر اٹھا اور اطمینان سے بیٹھ پھر دوسرا سجدہ اطمینان سے ادا کر پھر اسی طرح ساری نماز پڑھ]

(۱) صحیح بخاری: ۱/ ۱۹۳ رقم ۷۵۷ مطبوعہ قاہرہ

(۲) سنن نسائی: ۲/ ۱۲۴ رقم ۸۸۴ مطبوعہ حلب

(۳) سنن ترمذی: ۱/ ۳۹۳ رقم ۳۰۳ مطبوعہ بیروت

رہا یہ کہ ہم ضعیف روایات کو حجت مانتے ہیں یا نہیں تو یہ بات میں شروع میں واضح کر چکا ہوں کہ ہم ضعیف احادیث کا نہ کلی انکار کرتے ہیں اور نہ کلی اقرار، اسی طرح صحیح حدیث کے مقابلے میں ضعیف روایت آجائے تو پھر صحیح پر عمل کرتے ہیں اور اگر اس معاملے میں صحیح روایت نہ ہو اگر ضعیف روایت ہی ہو تو پھر فضائل وغیرہ میں اس پر عمل کرتے ہیں، نہ کہ ہر جگہ قبول کرتے ہیں یہی سلف صالحین، محدثین وفقہاء کا طریقہ ہے اور یہ اصول حدیث ہے اب یہ باتیں بھی ہمیں زبیر علی زئی کو پڑھانا ہوں گی جو غیر مقلدین کے نزدیک اس وقت ذہبی زماں اور سب سے بڑے محدث مانے جاتے ہیں سبحان اللہ!

۱۶) سولہویں روایت لکھی کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عید میں پہلی تکبیر میں سات اور دوسری میں پانچ یعنی کل بارہ تکبیریں کہیں (الحدیث شمارہ ۱۰۶ ص ۴۳، ۴۴)

جواب: یہاں لگتا ہے کہ کمپوزنگ کی غلطی سے رکعت کی بجائے تکبیر لکھا گیا ہے بہر حال اس روایت میں ایک راوی ''کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف المزنی'' سخت ضعیف اور کذاب راوی ہے اس کو امام یحیی بن معین، عثمان بن سعید دارمی، ابن ابی حاتم، نسائی، دارقطنی اور ابو حاتم رحمہم اللہ وغیرہا نے ضعیف، منکر الحدیث وغیرہ کہا ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے کذاب کہا ہے دیکھئے ''تہذیب الکمال: ۲۴/ ۱۳۶ رقم ۴۹۴۸'' اس کے مقابلے میں ہم اہل سنت و جماعت اس صحیح روایت پر عمل کرتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[حضرت علقمہ اور اسود بن یزید بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیٹھے ہوئے تھے ان کے پاس حضرت حذیفہ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے تو حضرت سعید بن عاص نے ان حضرات سے عید کی تکبیرات کے بارے میں پوچھا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اشعری سے پوچھو تو حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھو بے شک وہ ہم سے مقدم ہیں اور ہم میں سے سب سے زیادہ جاننے والے ہیں پس تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے پوچھا تو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم چار تکبیریں کہتے تھے (ایک تکبیر افتتاح + تین زائد تکبیریں) پھر قرأت کرتے پھر تکبیر کہہ کر رکوع کرتے پھر (جب) دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوتے تو قرأت کرتے پھر قرأت کے بعد چار تکبیریں کہتے (تین زائد + ایک رکوع والی)] (مصنف عبدالرزاق: ۳/ ۲۹۳ رقم ۵۶۷۷)

۱۷) سترہویں روایت پھر بارہ تکبیرات والی لکھی (الحدیث شمارہ ۱۰۶ ص ۴۴)

جواب: اس روایت میں ابن لہیعہ ضعیف راوی ہے اس کے مقابلے میں ہم عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ والی صحیح روایت پر عمل کرتے ہیں جو ابھی ۱۶ نمبر کے تحت گذری

۱۸) اٹھارہویں روایت ام شریک الانصاریہ رضی اللہ عنہا کی ایک روایت لکھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا (الحدیث شمارہ ۱۰۶ ص ۴۴)

جواب: یہ روایت بھی ضعیف ہے اور اس کے مقابلے میں ہم ان روایات پر عمل کرتے ہیں

(۱) [حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں پڑھنے کے لئے کسی چیز کو معین نہیں فرمایا اور نہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اور نہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے]

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/ ۲۹۴ رقم ۱۱۴۸۵)

(۲) [حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تیس صحابہ رضی اللہ عنہم سے عمرو بن شعیب عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ نماز جنازہ میں پڑھنے کے لئے کوئی چیز معین نہیں] (مصنف ابن ابی شیبہ: ۳/ ۲۹۴ رقم ۱۱۴۸۶)

۱۹) انیسویں روایت سنن دارقطنی اور مستدرک للحاکم کے حوالے سے لکھی کہ "نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب سورہ فاتحہ کی قرأت سے فارغ ہوتے تو اونچی آواز سے آمین کہتے تھے" آگے لکھتے ہیں کہ اس روایت کی سند زہری تک حسن لذاتہ ہے اور بعد والی سند دیوبندیہ و بریلویہ کی شرط پر صحیح ہے لیکن نیموی نے لکھا [**وفی اسنادہ لین**] اور اس کی سند

میں کمزوری ہے (الحدیث شمارہ ۱۰۶ص ۴۴)

جواب: زبیر علی زئی کی عادت ہے کہ وہ زبردستی دوسروں کا وکیل بن بیٹھتا ہے یہ روایت اگر ہماری شرط پر ہوتی تو ہمارا محدث اسے [وفی اسنادہ لین] کیوں کہتا، ایک ہی جملے میں دوغلی پالیسی، اس روایت میں ایک راوی [**اسحاق بن ابراهیم العلاء الزبیدی**] ہے جو کہ ضعیف راوی ہے

امام نسائی فرماتے ہیں لیس بثقۃ، امام ابو داؤد فرماتے ہیں لیس بشیء وکذبہ

(میزان الاعتدال: ۱/۱۸۱ ترجمہ ۷۳۰)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں [**روی الآجری عن ابی داؤد ان محمد بن عون قال ما اشك ان اسحاق بن زبریق یکذب**] (تہذیب التہذیب: ۱/۱۸۹ ترجمہ ۴۰۶)

اس ضعیف روایت کے مقابلے میں ہم اس صحیح روایت پر عمل کرتے ہیں:

[حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (نماز کی) تعلیم دیتے ہوئے فرمایا، امام سے جلدی نہ کرو، جب وہ تکبیر کہے تو تم تکبیر کہو اور جب وہ ولا الضآلین کہے تو تم آمین کہو الخ]

(صحیح مسلم: ۲/۲۰ رقم ۹۵۹)

۲۰) بیسویں روایت ام حصین رضی اللہ عنہا کی اونچی آواز سے آمین کہنے کی نقل کیا اور خود ہی لکھتے ہیں کہ نیموی نے لکھا ہے "وفیہ اسماعیل بن مسلم المکی وھو ضعیف" آخر میں زبیر علی زئی رونا روتا ہے [عجیب انصاف ہے کہ یہ لوگ خود تو بہت سی روایتوں کو ضعیف کہہ کر رد کر دیتے ہیں اور اگر کوئی صحیح العقیدہ سنی یعنی اہل حدیث عالم اصول حدیث، اسماء الرجال اور جمہور محدثین کی گواہیوں کو مدنظر رکھ کر کسی روایت کو ضعیف قرار دے تو انھیں مرچیں لگ جاتی ہیں اور منکرین حدیث کا فتویٰ لگانا شروع کر دیتے ہیں سبحان اللہ!

(الحدیث شمارہ ۱۰۶ص ۴۴)

جواب: زبیر علی زئی سے گزارش ہے کہ وہ میرا مضمون غور سے پڑھیں شاید بات ان کے پلے پڑ جائے میں نے مطلقاً ضعیف احادیث کا انکار کر دیا ہے آپ کا یعنی لگا کر سنی بننا بھی ٹھیک نہیں کیونکہ آپ تو غیر مقلد ہیں سنی نہیں اسی لئے آپ کو یعنی لگانے کی ضرورت پڑی اس کے علاوہ آپ کا اصول حدیث اور اسماء الرجال و جمہور محدثین کی گواہیوں کا شکوہ کرنا اس لئے ٹھیک نہیں کہ جمہور محدثین ضعیف روایات کا کلی انکار نہیں کرتے تھے آپ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کو بات سمجھ نہیں آتی آپ کبھی کلی انکار کرتے ہیں اور کبھی ہم پر کلی حجت کے طور پر پیش کرتے ہیں مرچیں تو آپ کو لگی ہیں نہ کہ ہمیں میں نے تو ایک تجزیہ دلائل کی روشنی میں پیش کیا تھا اصول حدیث کی روشنی میں خود فیصلہ کیجئے کہ صحیح روایت کے مقابلے میں ضعیف روایت قبول کرنا ہوتی ہے یا صحیح ،اس روایت میں بھی اسماعیل بن مسلم مکی ضعیف ہے اس کو[امام احمد ،امام یحیی بن معین ،ابن حبان ،امام البزار ،عقیلی ،الدولابی ،الساجی اور ابن الجارود نے ضعیف قرار دیا ہے] دیکھئے (تہذیب التہذیب: ۱/ ۲۹۰ ترجمہ ۵۹۸) اس ضعیف روایت کے مقابل ہم اہل سنت و جماعت صحیح مسلم کی حدیث جو ۱۹ نمبر کے تحت درج ہے اس پر عمل کرتے ہیں

۲۱) اکیسویں روایت معجم الاوسط للطبرانی کا ایک حصہ نقل کیا لکھتے ہیں "**فأما زلة عالم فان اهتدى فلا تقلدوه دينكم**" رہی عالم کی غلطی تو اگر وہ ہدایت پر بھی ہو تو دین میں اس کی تقلید نہ کرو، پھر لکھتے ہیں کیا ظفر القادری بکھروی صاحب اور فرقہ بریلویہ اور دیوبندیہ اصول وفروع ہر مسئلے میں درج بالا ضعیف مرفوع روایت پر عمل کے لئے تیار ہیں؟ (الحدیث شمارہ ۱۰۶ ص ۴۵)

جواب: جناب والا اسی ضعیف روایت میں آگے الفاظ ہیں

[**فان للقرآن منارا كمنار الطريق فما عرفتم فخذوه وما أنكرتم فردوه الى عالمه**]

دیکھئے: (المعجم الاوسط للطبرانی: ۸/ ۳۰۷ رقم ۸۷۱۵ مطبوعہ قاہرہ)

جبکہ ہم اللہ رب العزت جل جلالہ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہیں:

[**فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ**]

ترجمہ: اگر تمہیں علم نہ ہو تو اہل ذکر سے پوچھ لو (النحل: ۴۳ ،الانبیاء: ۷)

چنانچہ اس آیت کے ضمن میں علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

[**واستدل بها أيضا على وجوب المراجعة للعلماء فيما لا يعلم، وفى الاكليل للجلال الدين سيوطى أنه استدل بها على جواز تقليد العامى فى الفروع**]

ترجمہ: اور اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ جس چیز کا علم خود نہ ہو اس سے علماء کا رجوع کرنا واجب ہے اور علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ [الاکلیل فی استنباط التنزیل: ص ۱۶۳ تحت النحل آیت: ۴۳] میں لکھتے ہیں کہ اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ عام آدمیوں کے لئے فروعی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مسائل میں تقلید جائز ہے (روح المعانی: ۷/ ۳۸۷ مطبوعہ بیروت)

خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ ''الفقیہ والمتفقہ: ۱/ ۴۱۶ مطبوعہ سعودی عرب'' میں لکھتے ہیں:

[أما من یسوغ له التقلید فهو العامی: الذی لا یعرف طرق الأحکام الشرعیة،فیجوز له أن یقلد عالما ویعمل بقوله،قال الله تعالیٰ: فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ]

ترجمہ: رہا یہ مسئلہ کہ تقلید کس کے لئے جائز ہے سو یہ وہ عامی شخص ہے جو احکام شرعیہ کے طریقے نہیں جانتا پس اسے جائز ہے کہ وہ کسی عالم کی تقلید کرے، اور اس کے قول پر عمل کرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :فَسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔

یہ روایت تو آپ پر فٹ ہوتی ہے کہ کوئی عالم غلطی پر ہو تو اس کی دین میں تقلید نہ کرو جیسے [مسئلہ تدلیس] میں آپ کو غلطی لگی ہوئی ہے اور اس حوالے سے آپ کے اپنے پرائے آپ کو سمجھا رہے ہیں آپ پھر بھی اپنے اندھے مقلدوں کی بنا پر ڈٹے ہوئے ہیں

۲۲) بائیسویں روایت ابوصالح باذام (ضعیف راوی) کی روایت لکھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زائرات القبور (قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں)، ان پر مسجدیں بنانے والوں اور چراغ جلانے والوں پر لعنت بھیجی (الحدیث شمارہ ۱۰۶ ص ۴۵)

جواب: ہم اہل سنت و جماعت کا اس بارے میں موقف یہ ہے کہ عورتوں کا قبرستان جانا منع ہے جیسا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتاویٰ رضویہ: ۹/ ۵۳۶، ۵۳۷ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور میں لکھا ہے اسی طرح اس مسئلہ پر خاص ایک رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام [جمل النور فی نہی النساء عن زیارۃ القبور] دیکھئے ''فتاویٰ رضویہ: ۹/ ۵۴۱ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور'' اسی طرح قبر پر مسجد بنانے سے مراد اگر اس پر نماز پڑھنا ہے تو ہم اس کو جائز نہیں سمجھتے اور اگر اس سے مراد قبر کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا ہے تو یہ بھی ہمارے نزدیک جائز نہیں، رہی بات چراغ جلانے والی تو اس سے مراد اگر قبر کے اوپر چراغ جلانا مراد ہے تو یہ بھی ہمارے نزدیک جائز نہیں، ہاں اگر زائرین کی آسانی کے لئے روشنی کرنا مقصود ہو تو جائز ہے، یہی روایت لکھ کر اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ مسئلہ تفصیل سے لکھا ہے دیکھئے فتاویٰ رضویہ: ۹/ ۴۹۰، ۴۹۱ میں، اور اسی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طرح [فتاوٰی افریقہ: ص ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴] مطبوعہ نوری کتب خانہ لاہور میں ہے لہٰذا ہمیں طعنہ دینے کی بجائے آپ اپنی اداؤں پہ غور کریں ہم تو اس روایت کو قابل احتجاج سمجھتے ہیں جیسا کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے گزرا

۲۳، ۲۴، ۲۵) تیئسویں روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی سنن الکبریٰ للبیہقی کے حوالے سے لکھی کہ وہ سفر میں فرض نماز چار رکعتیں پڑھتی تھیں، پھر چوبیسویں روایت بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی لکھی کہ رسول اللہ ﷺ قصر کرتے اور میں پوری پڑھتی تھی تو آپ ﷺ نے فرمایا تو نے اچھا کیا (الحدیث شمارہ ۱۰۶ ص ۴۵، ۴۶)

پچیسویں روایت پھر دارقطنی کے حوالے سے لکھی کہ رسول اللہ ﷺ سفر میں قصر بھی کرتے تھے اور پوری نماز بھی پڑھتے تھے (الحدیث شمارہ: ۱۰۶ ص ۴۷)

جواب: علامہ ابن قیم لکھتے ہیں:

[رسول اللہ ﷺ سفر میں ہمیشہ چار رکعات والی نماز کو قصر کر کے دو رکعت پڑھتے تھے جب تک مدینہ واپس تشریف نہ لے آتے اور آپ ﷺ سے یہ قطعاً ثابت نہیں ہے کہ آپ نے سفر میں کبھی پوری نماز پڑھی ہو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جو یہ مروی ہے کہ آپ سفر میں قصر بھی کرتے اور پوری نماز بھی پڑھتے تھے اور روزہ بھی رکھتے تھے وہ حدیث صحیح نہیں میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ سے سنا کہ یہ رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہے]

(زاد المعاد فی ہدی خیر العباد: ۱/ ۴۴۴ مبحث فی قصر الصلوٰۃ)

﴿۱﴾ امام نسائی والی روایت کے بارے میں آپ کے ہی محدث ''البانی'' سنن نسائی میں اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں [منکر] یہ روایت منکر ہے: (سنن نسائی بأحکام البانی: ۱/ ۱۲۲ تحت رقم ۱۴۵۶)

﴿۲﴾ ابوبکر نیشاپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس حدیث میں خطاء ہے

(البدر المنیر: ۴/ ۵۲۷، تنقیح التحقیق لابن الہادی: ۲/ ۵۲۰)

﴿۳﴾ علامہ ابن الہادی فرماتے ہیں [ہذا حدیث منکر] یہ منکر حدیث ہے

(تنقیح التحقیق لابن الہادی: ۲/ ۵۲۰ تحت حدیث ۱۲۱۸)

﴿۴﴾ امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ بھی اس کو منکر سمجھتے ہیں (تلخیص الحبیر: ۲/ ۱۱۲)

﴿۵﴾ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ حدیث خطاء ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ۳/ ۱۴۲ تحت حدیث ۵۶۳۶ مطبوعہ حیدر آباد دکن انڈیا)

۹ امام جمال الدین الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس کو روایت کو منکر لکھا ہے

(نصب الرایۃ: ۲/ ۱۹۱ مطبوعہ بیروت)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا بھی حکم ہے

[وَإِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلٰوةِ۔]

ترجمہ: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر کوئی گناہ نہیں کہ نماز یں قصر سے پڑھو (سورۃ النساء: ۱۰۱)

آپ کی پیش کردہ روایات کے مقابلے میں ہم جمہور کی قبول کردہ صحیحین کی اس روایت پر عمل کرتے ہیں:

[حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کی رفاقت میں رہا ہوں ان حضرات نے سفر میں کبھی بھی دو رکعات سے زیادہ نماز نہیں پڑھی]

(۱) صحیح بخاری: ۲/ ۵۷ رقم ۱۱۱۲ (۲) صحیح مسلم: ۲/ ۱۴۴ رقم ۱۶۱۱

(۳) سنن ابو داؤد: ۱/ ۴۷۳ رقم ۱۲۲۵

اس کے علاوہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بھی ملاحظہ فرمائیں آپ فرماتی ہیں:

[کہ ابتداء میں نماز دو رکعت فرض ہوئی تھی پھر حضر میں نماز پوری (چار رکعات) کی گئی اور سفر میں پہلی فرضیت (یعنی دو رکعت) پر باقی رکھی گئی]

(۱) صحیح مسلم: ۲/ ۱۴۲ رقم ۱۶۰۳ (۲) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۳/ ۱۳۵ رقم ۵۵۸۸

لہٰذا آپ کی پیش کردہ منکر روایت کی بجائے ان روایت پر ہمارا عمل ہے

۲۶) چھبیسویں روایت ''ابو داؤد اور صحیح ابن حبان'' کے حوالے سے لکھی کہ [پھر اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز اندھیرے ہی میں پڑھتے رہے حتیٰ کہ وفات پا گئے اور دوبارہ یہ نماز روشنی کر کے نہیں پڑھی

(الحدیث شمارہ: ۱۰۶ ص ۴۷)

جواب: اس روایت میں ایک راوی ''اسامہ بن زید اللیثی'' ہے جو کہ مختلف فیہ راوی ہے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں فرماتے ہیں [لیس بشی ء] پھر فرماتے ہیں نافع سے یہ منکر روایات بیان کرتا ہے، یحیی بن سعید اس کو ضعیف کہتے ہیں، امام نسائی کہتے ہیں [لیس بالقوی] امام ابو حاتم کہتے ہیں کہ اس سے احتجاج نہ کیا جائے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دیکھئے [تہذیب الکمال: ۲/۷ ۳۴ ترجمہ ۳۱۷]اور پھر اس کی تصحیح کرتے ہیں اس روایت میں بھی اس راوی نے اپنے سے زیادہ ثقہ کی مخالفت کی ہے امام ابوداؤد ہی اسی روایت کے آخر میں فرماتے ہیں[اسی حدیث کو زہری،معمر،مالک،ابن عیینہ،شعیب بن ابوحمزہ،لیث بن سعد وغیرہ نے بھی روایت کیا مگر انھوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ کن اوقات میں نماز پڑھی اور نہ تفصیل بیان کی] دیکھئے سنن ابوداؤد: ۱/۱۵۱ تحت حدیث ۳۹۴ معلوم ہوا کہ اسامہ بن زید اللیثی نے ثقہ راویوں کی مخالفت کی ہے لہٰذا یہ روایت اصول حدیث کے مطابق قبول نہیں اس کے مقابلے میں ہم اس صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں [حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا صبح کو خوب روشن کیا کرو پس بے شک اس میں تمہارے لئے زیادہ اجر یا زیادہ ثواب ہے]ناصر الدین البانی نے اس روایت کو حسن صحیح کہا

(۱)سنن ابوداؤد: ح ۴۲۴ (۲)سنن ترمذی: ح ۱۵۴

(۳)سنن ابن ماجہ: ح ۶۷۲ (۴)مسند احمد: ح ۱۵۸۵۷

(۵) صحیح ابن حبان: ح ۱۴۹۰ (۶)مسند حمیدی: ح ۴۳۴)

۲۷)ستائیسویں نمبر پر تین روایتیں سنن ترمذی ،استذکار اور سنن الکبریٰ بیہقی کے حوالے سے لکھیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ جہراً پڑھتے تھے اور اس کو حسن لذاتہ قرار دیا (الحدیث شمارہ:۱۰۶ ص ۴۸)

جواب:ان روایتوں میں ایک راوی ابو خالد البصری ازھر بن سنان القرشی ہے جو کہ ضعیف راوی ہے جس کو امام یحییٰ بن معین نے [لیس بشیء] کہا، عقیلی نے اس کی حدیث کو وہم قرار دیا، ابن عدی نے اس کو منکر قرار دیا، ابن حبان نے کہا قلیل الحدیث ہے اور منکر روایتیں بیان کرتا ہے ابن شاہین نے اس کو ضعفاء میں شمار کیا ،امام ساجی نے بھی اس کو ضعیف قرار دیا دیکھئے [تہذیب الکمال: ۲/۳۲۶ رقم ۳۰۹،تہذیب التہذیب: ۱/۷۹ ارقم ۳۸۴]اس کے علاوہ اس روایت کو البانی نے بھی ابو خالد کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے (سنن ترمذی: ح ۲۴۵)اب قارئین بتائیں کہ یہ روایت حسن لذاتہ کیسے ہوگئی یہی زبیر علی زئی کا کمال ہے

جبکہ ہم اس کے مقابل صحیح حدیث پر عمل کرتے ہیں [حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما الحمد للہ رب العالمین کے ساتھ نماز کا آغاز کرتے اور وہ بسم اللہ الرحمن الرحیم نہ قرآت کے شروع میں پڑھتے اور نہ آخر میں (صحیح مسلم: ۲/۱۲ ارقم ۹۱۸)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر، عمر اور عثمان غنی رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی ان میں سے کسی کی میں نے اونچی آواز سے بسم اللہ نہیں سنی

(سنن نسائی: ۲/ ۱۳۵ رقم ۹۰۷ قال البانی صحیح)

اسی طرح ایک حسن روایت میں ہے

[حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے اپنے آپ کو اس سے بچا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی صحابی کو ایسا کرتے نہیں دیکھا ہے]

(۱)سنن ترمذی: ۲/ ۱۲ رقم ۲۴۴ قال الترمذی حسن

(۲)مسند احمد: ۴/ ۸۵ رقم ۱۶۸۳۳ اقال شعیب اسنادہ حسن فی الشواہد

(۳)سنن ابن ماجۃ: ۲/ ۱۲ رقم ۸۱۵

۲۸)اٹھائیسویں روایت عبدالرحمن بن ابزی رضی اللہ عنہ کی لکھی کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بسم اللہ جہراً پڑھی، اس کے بعد لکھا کہ احمد یار نعیمی بریلوی نے لکھا ہے "لہذا یہ حدیث شاذ ہے اور احادیث مشہورہ کے مقابل حدیث شاذ قابل عمل نہیں ہوتی" (الحدیث شمارہ: ۱۰۶ ص ۴۸)

جواب: معلوم نہیں زبیر علی زئی کو مرچیں کیوں لگیں احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ کے اس روایت کو شاذ کہنے پر، جبکہ حقیقت تو یہی ہے کیونکہ ۲۷ نمبر کے تحت میں نے صحیح روایات نقل کیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما بسم اللہ اونچی آواز سے نہیں پڑھتے تھے، اسی طرح حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی ایک اور روایت ہے

دیکھئے [مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/ ۴۱۱ رقم ۴۱۶۷ تحقیق محمد عوامہ) لہذا یہ روایت حدیث صحیحہ اور مشہورہ کے مخالف کیسے قبول کی جا سکتی ہے

۲۹)انتیسویں روایت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی لکھی کہ وہ جو آدمی رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین نہ کرتا تو اسے کنکریاں مارتے، آگے لکھتے ہیں کہ ولید بن مسلم صحیحین کے راوی اور جمہور کے نزدیک ثقہ صدوق ہیں

(الحدیث شمارہ: ۱۰۷ ص ۱۶)

جواب: ولید بن مسلم اس روایت میں متفرد ہے اور ولید بن مسلم کثیر غلطیاں بھی کرتا ہے چنانچہ:

۱)امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "کثیر الخطاء" [تہذیب التہذیب: ۱۱/ ۱۳۵]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲)ابو مسہر غسانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ کذابین کی روایات اوزاعی سے لے کر ان کی تدلیس کرتا تھا

[تہذیب التہذیب:۱۱/۱۳۵]

۳)امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں کہ ولید بن مسلم ایسا مختلط ہو چکا تھا کہ ماسمع اور غیر ماسمع میں کوئی تمیز نہ رہی تھی

[تہذیب التہذیب:۱۱/۱۳۶]

۴)امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ولید بن مسلم کی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں، رواتہ ثقات لکن منکر

[تذکرۃ الحفاظ: ۲/۱۸۸]

۵)علامہ ابن القیم ولید بن مسلم کی روایت کے متعلق لکھتے ہیں'' اس حدیث کو بڑے بڑے ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے، امام بخاری، ابوزرعہ، ترمذی، ابوداؤد، شافعی، اور متأخرین میں ابن حزم نے، پھر لکھتے ہیں کہ اس روایت میں ولید بن مسلم کا تفرد ہے [تہذیب سنن ابی داؤد: ۱/۹۱]

۶)امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ولید بن مسلم کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں ''فغلط فیہ الولید'' پس اس میں ولید کی غلطی ہے [القراءۃ خلف الامام للبیہقی: ص ۱۲۰ تحت رقم ۱۱۱]

۷)امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ولید بن مسلم کی تحدیث کے باوجود اس کی روایت کے بارے میں تفرد کی وجہ سے فرماتے ہیں'' وہذا حدیث معلول'' یہ حدیث معلول ہے [سنن ترمذی: ۱/۱۶۲ تحت حدیث ۹۷]

۸)امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ولید بن مسلم کی تحدیث کے باوجود اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں'' **ھذا لم یروہ الا الولید لا ندری ھو صحیح أم لا** '' ہم نہیں جانتے کہ ولید کی روایت صحیح یا غلط

[سنن ابوداؤد: ۴/۳۲۰ تحت حدیث ۴۵۸۸]

۹)امام ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ ولید بن مسلم کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں ''لیس بمحفوظ'' اس کی حدیث محفوظ نہیں [علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۱/۶۰۲ تحت حدیث ۱۳۵]

۱۰)ناصر الدین البانی غیر مقلد نے بھی ولید بن مسلم کی روایت کو ضعیف کہا ہے [سنن ترمذی: ۱/۱۶۲ تحت حدیث ۹۷]، امام بیہقی نے بھی ولید کی روایت کے حوالے سے ابن صاعد سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ ولید کی خطاء ہے [سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۱۶۵ تحت حدیث ۳۰۳۶]

اسی ولید بن مسلم کی دیگر رفع یدین والی روایات ملاحظہ ہوں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[کان ابن عمر اذا رای مصلیا لا یرفع یدیہ فی الصلاۃ حصبہ وامرہ ان یرفع یدیہ]

ترجمہ: جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کسی نمازی کو دیکھتے کہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریں مارتے اور حکم کرتے کہ رفع یدین کرے

(۱) مسائل احمد بن حنبل روایۃ ابنہ عبداللہ: ص ۷۰

(۲) تاریخ جرجان: ص ۴۷۰

(۳) معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص ۲۹۵

اس میں معلوم ہوتا ہے کہ شروع والا رفع یدین ہے

[کان ابن عمر اذا رای رجلا لا یرفع یدیہ حصبہ وامرہ ان یرفع یدیہ]

ترجمہ: جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کسی کو دیکھتے کہ رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریں مارتے اور حکم کرتے کہ رفع یدین کرے [التمہید لابن عبدالبر: ۹/ ۲۲۴] اس میں نماز کی بات نہیں

[کان ابن عمر اذا رای رجلا یصلی لا یرفع یدیہ کلما خفض ورفع حصبہ حتیٰ یرفع]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کسی نمازی کو دیکھتے کہ وہ ہر اونچ نیچ میں رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریں مارتے حتیٰ کہ وہ رفع یدین کرتا

(۱) سنن دارقطنی: ۲/ ۴۱ رقم ۱۱۱۸ (۲) مسند الحمیدی: ۲/ ۲۳۵ رقم ۶۴۴

لہٰذا یہ روایت ولید بن مسلم کے تفرد کا نتیجہ ہے جو زبیر علی زئی نے نقل کی ہے، مسند حمیدی اور دارقطنی والی روایت میں ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرواتے اور یہ غیر مقلدین کو بھی قبول نہیں تو ہمیں کیسے قبول کرواتے ہیں جبکہ محدثین بھی قبول نہیں کر رہے، اس کے مقابلے میں ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس سند صحیح روایت پر عمل کرتے ہیں

[عن مجاهد قال صليت خلف ابن عمر رضی اللہ عنہ فلم يكن يرفع يديه الا فی التكبيرة الأولى من الصلاة]

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے اس میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا سوائے تکبیر اولیٰ کے نماز میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱) شرح معانی الآثار: ۱/ ۲۲۵ رقم ۱۳۵۷ (۲) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/ ۲۳۷ رقم ۲۴۶۷
(۳) معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۲/ ۴۲۸ (۴) الاوسط لابن المنذر: ۴/ ۳۱۲ رقم ۱۳۴۴

(۳۰) تیسویں روایت سنن ترمذی کے حوالے سے نقل کی کہ نبی ﷺ نے وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا اور جوتوں پر مسح کیا (الحدیث شمارہ: ۱۰۷ ص ۱۶)

جواب: یہ روایت ضعیف ہے امام ترمذی کا اس کو حسن کہنا سہو ہے، اس کے علاوہ ابی قیس متفرد ہے جبکہ جمہور ائمہ حدیث اس کو ضعیف فرمارہے ہیں عجیب عادت ہے غیر مقلدین کی بھی جب محدثین امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ہوں تو یہ لوگ اس بات کا انکار کرتے ہیں جیسے ترک رفع یدین والی حدیث میں اور جب امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف جمہور ائمہ حدیث ہوں تو پھر یہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کا ساتھ دیتے ہیں

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں [**واتفق الحفاظ علی تضعیفه**] اس کی تضعیف پر حفاظ حدیث کا اتفاق ہے (تحفۃ الاحوذی: ۱/ ۱۱۲)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے
(سنن الکبریٰ بیہقی: ۱/ ۲۸۴ تحت روایت ۱۴۰۱)

عبدالرحمن بن مہدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں [ہو منکر] یہ (حدیث) منکر ہے
(تہذیب السنن ابوداؤد لابن القیم: ۱/ ۸۶)

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں [**لیس بالمتصل ولا بالقوی**] یہ (روایت) متصل بھی نہیں اور قوی بھی نہیں (سنن ابوداؤد: ۱/ ۶۱ تحت حدیث ۱۵۹)

امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث ضعیف ہے
(سنن الکبریٰ بیہقی: ۱/ ۲۸۴ تحت روایت ۱۴۰۱)

امام احمد، عبدالرحمن بن مہدی، یحییٰ بن معین، علی بن مدینی، سفیان ثوری اور امام مسلم رحمہم اللہ سب اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں (تہذیب السنن ابوداؤد لابن القیم: ۱/ ۸۶)

یہ روایت قرآن مجید کے ظاہر کے خلاف ہے ہم قرآن مجید پر اور جو صحیح سند اور جمہور محدثین کی قبول کردہ حدیث [**عن المغیرة أن النبی ﷺ مسح علی الخفین**] پر عمل کرتے ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کے بعد، الحدیث شمارہ: ۷۰ اص ۱۹ دو روایتیں اور لکھیں ان کا جواب بھی ملاحظہ فرمائیں

۱) مسند احمد اور مسند ابی یعلیٰ کے حوالے سے لکھتے ہیں ''سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رکانہ بن عبد یزید نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاق دیں، پھر وہ بہت زیادہ پریشان ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں ایک طلاق قرار دیا اور رجوع کرنے کا اختیار دیا (الحدیث شمارہ: ۷۰ اص ۱۹)

جواب: یہ روایت صحیح نہیں، اس میں ایک راوی ''داؤد بن الحصین، ابوسلیمان الاموی'' ہے، محدثین اس کے بارے میں فرماتے ہیں

[امام ابن المدینی کہتے ہیں ''**ماروی عن عکرمۃ فمنکر**'' امام ابوداؤد فرماتے ہیں ''**أحادیثه عن عکرمۃ مناکیر**'' ابوحاتم فرماتے ہیں ''**لولا ترك حدیثه**'' ابوزرعۃ فرماتے ہیں ''**لین**'' امام ترمذی نے اس حفظ کے حوالے سے کلام کیا دیکھئے: [سیر أعلام النبلاء: ۶/ ۱۰۶ رقم ۲۸]

امام ساجی نے فرمایا یہ منکر الحدیث ہے (اکمال تہذیب الکمال: ۴/ ۲۴۴، ۲۴۵) امام ذہبی دیوان الضعفاء میں شمار کیا، یہ روایت بھی [داؤد عن عکرمہ ہے] لہٰذا منکر ہے

ابن جوزی لکھتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں اس کی سند کا ایک راوی ابن اسحاق مجروح ہے دوسرا راوی اس سے بھی زیادہ ضعیف ہے امام ابن حبان فرماتے ہیں اس کی روایات سے اجتناب کرنا واجب ہے

(العلل المتناہیۃ لابن جوزی: ۲/ ۶۴۰)

اس کے علاوہ مسند احمد کے محقق شعیب الأرناؤوط غیر مقلد لکھتے ہیں: اسنادہ ضعیف

(مسند احمد: ۲۶۵۱ رقم ۲۳۸۷ مطبوعہ قاہرہ)

ابن رشد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ ابن اسحاق کا وہم ہے (بدایۃ المجتہد: ۲/ ۶۱) محمد بن اسحاق کے بارے میں معتدل قول یہ ہے کہ وہ ثقہ ہے مگر احکام اور سنت میں مقبول نہیں جیسا کہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا فرماتے ہیں [**وأنه لیس بحجة فی الحلال والحرام**] اور بے شک یہ حلال وحرام میں حجت نہیں

(تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۱۳۰ تحت ترجمہ محمد بن اسحاق)

اور یہاں بھی حلال وحرام کا مسئلہ ہے لہٰذا حجت نہیں اس لئے زبیر علی زئی کا ''اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ'' کا حوالہ دینا بے سود ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کے مقابلے میں سند صحیح سے مروی ہے وہ یہ ہے کہ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ رکانہ بن عبد یزید رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لکھتے ہیں

[انھوں نے اپنی بیوی کو طلاق البتۃ دی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نے کیا ارادہ کیا تھا عرض کی ایک کا فرمایا خدا لگتی کہتے ہو، عرض کی خدا لگتی کہتا ہوں فرمایا تمہارے ارادہ کے مطابق ہوگیا، امام ابو داؤد نے فرمایا کہ یہ ابن جریج کی حدیث سے زیادہ صحیح ہے]

(۱)سنن ابو داؤد: ۲/۲۳۱رقم ۲۲۱۰

(۲)سنن دارقطنی: ۵/۶۰رقم ۳۹۷۹ قال ابو داؤد ہذا حدیث صحیح

(۳)المستدرک للحاکم مع تعلیقات الذہبی: ۲/۲۱۸رقم ۲۸۰۷

(۴)التلخیص الحبیر: ۳/۴۵۸رقم ۱۶۰۳

امام حاکم اور امام ذہبی دونوں فرماتے ہیں کہ اس کا متابع موجود ہے جس سے یہ حدیث صحیح ہو جاتی ہے (المستدرک للحاکم مع تعلیقات الذہبی: ۲/۲۱۸رقم ۲۸۰۷)

اس کے بعد متابع لکھا (المستدرک للحاکم مع تعلیقات الذہبی: ۲/۲۱۸رقم ۲۸۰۸)

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں [امام ابو داؤد، ابن حبان اور امام حاکم رحمہم اللہ اس کی تصحیح کرتے ہیں (التلخیص الحبیر: ۳/۴۵۸)

۲)دوسری روایت لکھتے ہیں کہ "عائشہ (رضی اللہ عنہا) نے فرمایا: خاتم النبیین کہو، اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں، پھر لکھتے ہیں: جریر بن حازم کی سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ملاقات نہیں، لہٰذا یہ منقطع یعنی ضعیف ہے بریلویہ کا قادیانیہ کی اس دلیل کے بارے میں کیا خیال ہے؟ (الحدیث شمارہ: ۱۰۷ص ۱۹)

جواب: معلوم یہ ہوتا ہے کہ زبیر علی زئی پر بھی قادیانیہ کا اثر ہوگیا ہے اور جناب کی عقل ماری گئی ہے ابھی تو آغاز ہے دیکھئے آگے کیا ہوتا ہے جو کچھ بھی وسوسے ذہن میں آتے ہیں زبیر علی زئی لکھتا جاتا ہے جناب والا اس روایت کے خلاف احادیث صحیحہ اور مشہورہ ہیں ہمارا اس پر عمل ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے [**لانبی بعدی**، میرے بعد کوئی نبی نہیں]

(صحیح بخاری: ۱/۴۹۱، صحیح مسلم: ۲/۱۲۶، مسند احمد: ۲/۲۹۷) زیادہ تفصیل کے لئے میرا مضمون "قرآن

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وسنت کی روشنی میں عقیدہ ختم نبوت'' کا مطالعہ کیجئے ،دیکھئے:[الحقیقۃ کاتحفظ ختم نبوت نمبر جلد اول: ص ۳۳۹تا۳۴۹]

یہ تھی غیر مقلدین کے ذہبی زماں کی تحقیق جو اس نے اہل سنت و جماعت پر تیر برسائے اس کا جواب ملاحظہ فرمایااور قارئین کرام نے یہ بات بھی محسوس کی ہوگی کہ ان غیر مقلدین کا عمل اکثر منکر ومتروک وضعیف و شاذ روایات پر ہے جیسا کہ زبیر علی زئی نے ان روایات کولکھا یہ ساری روایات ان کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں جبکہ ان کے مقابلے میں ہم اہل سنت و جماعت صحیح وحسن روایات پرعمل کرتے ہیں فالحمدللہ۔

{غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کا عجیب واویلا}

غیر مقلد زبیر علی زئی رونا روتا ہے لکھتا ہے

[اوراہل حدیث کے خلاف ''غیر مقلدین'' کا ناپسندیدہ لفظ استعمال کر کے جھوٹا پروپیگنڈا نہ کریں]

(الحدیث شمارہ:۱۰۷ص ۲۴)

قارئین خود اندازہ لگائیں کہ غالی غیر مقلد دوسروں کو ان الفاظ سے یاد کرتا ہے

[تقلیدی،رضاخانی،بریلویہ،دیوبندیہ وغیرہ] مگر اپنے لئے غیر مقلد کا لفظ پسند نہیں کرتا،تو مہربانی فرما کر اپنا مقلد ہونا ظاہر کریں،اگر غیر مقلد ہیں تو پھر غصہ کس بات کا،ہمیں معلوم ہے پہلے آپ لوگوں کو وہابی کہلوانا اچھا لگتا تھا جب لوگوں کو آپ کی حقیقت معلوم ہوگئی تو آپ لوگوں نے انگریزوں کی منت سماجت کر کے اپنا نام[اہل حدیث]الاٹ کروایالازمی بات ہے اپنے آقا کا رجسٹرڈ نام آپ کو اچھا لگے گا

{غالی غیر مقلد زبیر علی زئی کی قلابازیاں}

ایک راوی اسید بن زید کے حوالے سے میں نے لکھا تھا کہ اس کی روایت بخاری میں ہے اور پھر تفصیل سے اس کو ضعیف راوی ثابت کیا تھا بلکہ بعض محدث اسے کذاب کہتے ہیں،لیکن امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے زبیر علی زئی لکھتا ہے''وہ اسے ضعیف نہیں بلکہ صدوق سمجھتے تھے'' (الحدیث شمارہ:۱۰۷ص ۲۳)

اب کوئی ان سے پوچھے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں اس راوی کو صدوق لکھا ہے بس اپنے ہی قیاس کو لوگوں پرفٹ کرتے ہیں

میں نے ایک روایت بخاری کی لکھی جس کو امام بخاری ضعیف سمجھتے تھے اس کے متعلق زبیر علی زئی لکھتا ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[امام بخاری کا اسے ضعیف قرار دینا صحیح نہیں]　　　　(الحدیث شمارہ:۱۰۷ص ۲۳)

زبیر علی زئی نے نور العینین ص ۱۳۳ نمبر ۱۱ کے تحت امام بخاری کو حدیث عبداللہ رضی اللہ عنہ کے جارح میں لکھا جزء رفع الیدین (۳۲) جبکہ جزء رفع الیدین (۳۲) جو کہ جناب کی تخریج شدہ ہے اس میں (۳۲) کے تحت امام بخاری نے پہلے سفیان ثوری کی سند سے حدیث عبداللہ رضی اللہ عنہ لکھی پھر عبداللہ بن ادریس کی سند سے روایت لکھی پھر لکھا [**فھذا أصح**] یہ روایت زیادہ صحیح ہے اگر پہلی حدیث صحیح نہیں تو دوسری [أصح] کیسے ہوگئی امام بخاری نے تو حدیث عبداللہ رضی اللہ عنہ کو صحیح لکھا اب یہ کیا کہ ترجیح دے کر دوسری روایات پر عمل کیا بتاؤ کیا انھوں نے ضعیف کہا؟

زبیر علی زئی لکھتا ہے [**والعمل علیٰ ھذا**] کا مطلب اس روایت پر عمل کرنا نہیں ہے بلکہ اس مسئلہ پر عمل کرنا ہے یہ روایت واقعی ضعیف ہے　　　　(الحدیث شمارہ:۱۰۷ص ۲۰)

اب اس غیر مقلد کو کون سمجھائے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت لکھ کر ہی یہ بات لکھی ہے اب اگر اس روایت پر عمل ہی نہیں کرنا تھا تو لکھنے کا مقصد، اور پھر بعد میں یہ بھی تصریح کہ اس پر عمل ہے، بات کو پھیرنا کوئی اس غیر مقلد سے سیکھے

بسم اللہ پڑھے بغیر وضو نہیں ہوتا، اس روایت کے بارے میں لکھا کہ ابن ماجہ (۳۹۷) مسند احمد (۳/۴۱) کی حدیث حسن لذاتہ ہے اس کو بوصیری نے حسن کہا ہے اس کا مکمل جواب پچھلے صفحات میں ملاحظہ فرمائیں اب دیکھئے اس کو شمارہ:۱۰۷ص:۲۴ میں دو کتابوں کی سند کو حسن لذاتہ کہا، اور پچھلے شمارے ۱۰۶ص:۳ میں لکھا [سنن ابن ماجہ کی سند حسن لذاتہ ہے اور باقی تمام روایت بلحاظ سند ضعیف ہیں] حالانکہ اس سے اوپر [رواہ احمد] بھی لکھا ہے اب قارئین ہی بتائیں اس غالی غیر مقلد کو نسیان اور وہم کی بیماری ہے جس کی بنا پر یہ قلابازیاں کھاتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہوجانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

۱۹ رمضان المبارک ۱۴۳۴ھ بمطابق ۲۹ جولائی ۲۰۱۳ء

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۷)

تحقیق تاریخ ولادت ووصال مصطفیٰ ﷺ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین اما بعد!

حضور ﷺ کی تاریخ ولادت کا بیان:

شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو اللہ تعالیٰ نے طویل عمر عطا فرمائی ساٹھ سال آپ نے جہالت میں گزارے اور ساٹھ سال بحیثیت ایک سچے مومن کے آپ کو زندگی گزارنے کی مہلت دی گئی آپ فرماتے ہیں! ''میری عمر ابھی سات آٹھ سال تھی مجھ میں اتنی سمجھ بوجھ تھی کہ جو میں دیکھتا اور سنتا تھا وہ مجھے یاد رہتا تھا۔ ایک دن علی الصبح ایک اُونچے ٹیلے پر یثرب میں ایک یہودی کو میں نے چیختے چلاتے ہوئے دیکھا وہ یہ اعلان کر رہا تھا: ''یا معشر یھود فاجتمعوا الیہ'' اے گروہ یہود سب میرے پاس اکٹھے ہو جاؤ یہودی اسکا اعلان سنتے ہی بھاگ کر اس کے پاس اکٹھے ہو گئے اور اس سے پوچھا بتاؤ کیا بات ہے اس نے کہا

''**طلع نجم احمد الذی ولد بہ فی ھذہ اللیلۃ ای الذی طلوعہ علامۃ علی ولادتہ** ﷺ **فی تلک اللیلۃ فی بعض الکتب القدیمۃ** ''اُس نے کہا کہ وہ ستارہ طلوع ہو گیا جس نے اس شب کو طلوع ہونا تھا جو بعض کتب قدیمہ کے مطابق احمد (ﷺ) کی ولادت کی رات ہے

(ضیاء النبی ج ۲ ص ۳۰،۳۱)

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کا یوم میلاد دوشنبہ یعنی سوموار کا دن تھا اس پر بھی علماء اُمت کا تقریباً اتفاق ہے وہ بابرکت مہینہ جس میں رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ہوئی ربیع الاول کا تھا اب ہم دلائل کی روشنی میں دیکھیں گے کہ ربیع الاول کی تاریخ کون سی تھی؟

صحیح ترین تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی ہے:

۱۔ امام ابن جریر طبری جو فقید المثال مفسر، بالغ نظر مؤرخ بھی ہیں وہ فرماتے ہیں!

''**ولد رسول اللہ** ﷺ **یوم الاثنین عام الفیل لاثنتی عشرۃ لیلۃً مضت من شھر ربیع الاول**''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رسول کریم ﷺ کی ولادت سوموار کے دن ربیع الاول شریف کی بارہویں تاریخ کو عام الفیل میں ہوئی

(تاریخ طبری ج ۲ ص ۱۲۵)

۲۔علامہ ابن خلدون جو علم تاریخ اور فلسفہ تاریخ میں امام تسلیم کیے جاتے ہیں بلکہ فلسفہ تاریخ کے موجد بھی ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں

''ولد رسول اللہ ﷺ عام الفیل لاثنتی عشرۃ لیلۃً خلت من ربیع الاول لاربعین سنۃً من ملك کسری انوشیروان''

''رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل کو ماہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ کو ہوئی نوشیرواں کی حکومت کا چالیسواں سال تھا (تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۷۱۰)

۳۔عالم اسلام کے سب سے پہلے مشہور سیرت نگار امام محمد بن اسحاق (علامہ ابن ہشام/متوفی ۲۱۳ ہجری) اپنی ''سیرۃ النبوۃ میں رقم طراز ہیں

''ولد رسول اللہ ﷺ یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃً خلت من شھر ربیع الاول عام الفیل''

رسول کریم ﷺ سوموار بارہ ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے (السیرۃ النبویہ ابن ہشام ج ۱ ص ۱۷۱)

۴۔علامہ ابوالحسن بن محمد الماوردی ارشاد فرماتے ہیں

''لانہ ولد بعد خمسین یوماً من الفیل وبعد موت ابیہ فی یوم الاثنین الثانی عشرۃ من شھر ربیع الاول''

واقعہ اصحاب فیل کے پچاس روز بعد اور آپ کے والد کے انتقال کے بعد حضور ﷺ بروز سوموار بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے (اعلام النبوۃ: ص ۱۹۲)

۱۲ ربیع الاول بروز سوموار کو ولادت رسول ﷺ قرار دینے والوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیں:

۱)۔علامہ ابن جوزی: الوفا لا بن جوزی ص ۹۰

۲)۔امام الحافظ ابوالفتح محمد بن محمد بن عبداللہ شافعی: عیون الاثر ج ۱ ص ۲۶

۳)۔محمد رضا امین، قاہرہ یونیورسٹی: محمد رسول اللہ ص ۱۹

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۴)۔حافظ ابن کثیر: سیرت ابن کثیر ج ا ص ۱۹۹

۵)۔امام حاکم: المستدرک ج ۲ ص ۶۰۳

۶)۔ابن جوزی: بیان میلاد النبی ﷺ ص ۳۱

۷)۔شیخ محمد ابوزہرہ: خاتم النبیین ج ا ص ۱۱۵

۸)۔شیخ عبد الحق محدث دہلوی: ماثبت من السنۃ ص ۹۸

۹)۔علامہ ابن کثیر: البدایہ والنہایہ ج ۲ ص ۲۶۰

۱۰)۔مُلا علی قاری: المورد الروی ص ۹۶

۱۱)۔امام یوسف نبہانی: حجۃ اللہ علی العالمین ج ا ص ۲۳۱

۱۲)۔امام قسطلانی: مواہب الدنیہ ص ۳۴

۱۳)۔نواب صدیق حسن خان بھوپالی (غیر مقلد): الشمامۃ العنبریہ ص ۷

۱۴)۔عبداللہ بن محمد بن عبد الوہاب نجدی: مختصر سیرت رسول

۱۵)۔مفتی محمد شفیع دیوبندی: سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۸

۱۶)۔علامہ یوسف نبہانی: انوار محمدیہ ص ۱۸

۱۷)۔شیخ محمد الصبان: نور الابصار ص ۹

۱۸)۔محمد رستم قاسمی: سیرت پاک ص ۲۲

۱۹)۔محمد صادق سیالکوٹی (غیر مقلد): سید الکونین ص ۵۹

۲۰)۔علامہ نور بخش توکلی: سیرت الرسول عربی ص ۴۳

۲۱)۔عاشق الٰہی میرٹھی دیوبندی: تاریخ اسلام ص ۳۵

۲۲)۔مُلا معین کاشفی: معارج النبوت ص ۸۰

۲۳)۔امام زرقانی: زرقانی علی المواہب ج ا ص ۱۲۳

۲۴)۔محمد صادق ابراہیم عرجون: محمد رسول اللہ ﷺ ج ا ص ۱۰۲

۲۵)۔پیر محمد کرم شاہ الازہری: ضیاء النبی ﷺ ج ۲ ص ۳۳

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ و امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ نے سند صحیح کے ساتھ روایت کیا کہ!

[عن عفان عن سعید بن میناء عن جابر و ابن عباس انہما ولد رسول اللہ ﷺ عام الفیل یوم الاثنین الثانی عشر من شہر ربیع الاول]

حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ عام الفیل سوموار کے دن ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ بحوالہ ضیاء النبی ج ۲ ص ۳۷

(۲) سیرت ابن کثیر ج ۱ ص ۱۹۹

(۳) بلوغ الامانی شرح فتح الربانی ج ۲ ص ۱۸۹ بیروت

(۴) البدایۃ والنہایۃ: ج ۲ ص ۲۶۰ بیروت

سند کا تعارف:

پہلا راوی ابو بکر بن ابی شیبہ ہے انکے متعلق امام ابو زرعہ رازی فرماتے ہیں کہ میں نے ابو بکر بن ابی شیبہ سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا محدث ابن حبان کہتے ہیں کہ ابو بکر عظیم حافظ حدیث تھا دوسرے راوی عفان ہیں انکے متعلق محدثین کہتے ہیں کہ عفان ایک بلند پایہ امام ثقہ، صاحب ضبط و اتقان ہیں تیسرے راوی سعید بن میناہیں ان کا شمار بھی ثقہ راویوں میں ہوتا ہے

(خلاصۃ التہذیب: ص ۱۴۳ تقریب: ص ۱۲۶)

چوتھے راوی دو صحابہ کرام ہیں اور ان کے ثقہ ہونے پر اجماع اُمت ہے لہذا ان دو صحابہ کرام سے جب صحیح سند کے ساتھ ولادت کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول بروز سوموار ثابت ہے تو پھر کسی ماہر فلکیات کا قول کیا معنی رکھتا ہے اور علماء کی کثیر تعداد نے، مفسرین، سیرت نگاروں نے ۱۲ ربیع الاول ہی کو رسول اللہ ﷺ کی ولادت مانا ہے دیوبندی حضرات کے لیے تو انکے علماء کی تحقیق ہی کافی ہے جو پہلے نقل کی جا چکی ہے غیر مقلدین حضرات کے لیے ان کے علماء کے اقوال کے ساتھ ساتھ صحیح سند کے ساتھ حدیث نقل کی جا چکی ہے اگر یہ واقعی اہل حدیث ہیں تو یہ حدیث انکے لیے کافی ہونی چاہیے

جمہور علماء کا مسلک:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علاوہ ازیں جمہور علماء کا مسلک بھی یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول ہی ہے ملاحظہ فرمائیے:

(۱) السیرۃ الحلبیہ: ج ۱ص ۹۳ (۲) زرقانی علی المواہب: ج ۱ص ۱۲۳

(۳) الفتح الربانی ج ۲ص ۱۸۹

اہل مکہ و مدینہ کا معمول:

۱۲ ربیع الاول ہی کو حضور ﷺ کے مکان شریف پر حاضر ہو کر میلاد شریف کا قدیم اہل مکہ کا معمول رہا ہے

(۱) زرقانی ج ۱ص ۱۳۲ (۲) المورد الروی ص ۹۵

(۳) ماثبت من السنۃ ص ۹۸ (۴) مدارج النبوت ج ۲ص ۱۴

(۵) تواریخ حبیب اللہ (۶) سیرۃ الحلبیہ: ج ۱ص ۹۳

اسی طرح ۱۲ ربیع الاول ہی کو اہل مدینہ اور دیگر شہروں کے مسلمانوں کا میلاد شریف منانے کا معمول رہا ہے ملاحظہ فرمائیے:

(۱) سیرۃ الحلبیہ: ج ۱ص ۹۳ (۲) زرقانی علی المواہب: ص ۱۳۲

ان تمام حوالہ جات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک ۱۲ ربیع الاول ہی ہے غیر مقلدین اور علماء دیوبند کے اکابر بھی ۱۲ ربیع الاول کو ہی راجح قرار دیتے ہیں غیر مقلدین کے پیشوا جناب نواب صدیق حسن خان بھوپالی کہتے ہیں ''ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر روز دوشنبہ دوازدھم ربیع الاول عام الفیل کو ہوئی جمہور علماء کا یہی قول ہے ابن جوزی نے اس پر اتفاق نقل کیا ہے''

(الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ ص ۷)

علماء دیوبند کے عالم مفتی محمد شفیع (کراچی) اپنی کتاب سیرت خاتم الانبیاء میں فرماتے ہیں!

''اس پر اتفاق ہے کہ ولادت باسعادت ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن ہوئی لیکن تاریخ کے تعین میں چار اقوال مشہور ہیں: دوسری، آٹھویں، دسویں، بارھویں مشہور قول بارھویں تاریخ کا ہے یہاں تک کہ ابن البزاز نے اس پر اجماع نقل کر دیا اور اسی کو کامل ابن اثیر میں اختیار کیا گیا''

(سیرت خاتم الانبیاء ص ۱۰۱ بر حاشیہ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جماعت اسلامی کے بانی مولانا مودودی بھی ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ کے متعلق فرماتے ہیں جمہور اہل علم میں یہ تاریخ مشہور ہے (سیرت سرور عالم ص ۹۳،۹۴)

۱۲ ربیع الاول تاریخ ولادت پر محدثین کا اجماع:

امام زرقانی، ابن کثیر، امام ابن جوزی، علامہ قسطلانی، علامہ جمال حسینی، مُلا علی قاری، امام ابن سید الناس، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ ابوزہرہ مصری، امام طیبی، علامہ ابن اثیر، علامہ طبری، علامہ جامی، امام بیہقی، مُلا معین کاشفی مصری وغیرہم نے ۱۲ کے قول کو صحیح راجح اور معمول بہا کہا ہے اور قول پر اجماع و اتفاق نقل کیا ہے

"وهذا هو المشهور عند الجمهور ولا على الصحيح بمكة عند طلوع الفجر يوم الاثنين لاثني عشر ،وهو الذي عليه العمل وبالغ ابن الجوزي وابن الجزاز فنقلا فيه الاجماع"

اور یہ جمہور کے مشہور اور صحیح تاریخ ولادت مکہ میں طلوع فجر کے وقت بروز سوموار ۱۲ ربیع الاول ہے اسی پر سب کا عمل ہے اور ابن جوزی و ابن الجزاز نے اس پر اجماع نقل فرمایا ہے ملاحظہ ہو

(۱) السیرۃ النبویہ الابن کثیر ج ا ص ۱۹۹ — (۲) زرقانی شرح مواہب ج ا ص ۱۳۲

(۳) مدارج النبوت ج ۲ ص ۱۴ — (۴) میلاد النبوی جوزی ص ۴۰

(۵) عیون الاثر ج ا ص ۳۷ — (۶) معارج النبوت ج ا ص ۸۵

(۷) خاتم النبیین ص ۱۱۵ — (۸) تاریخ طبری

(۹) دلائل النبوت بیہقی ج ا ص ۸۴ — (۱۰) ماثبت من السنۃ ص ۹۸

تاریخ وصال کی تحقیق:

عوام الناس میں یہ مشہور ہے کہ ۱۲ ربیع الاول ہی کو حضور ﷺ کا وصال ہوا اور دور حاضر میں بھی کچھ لوگ یہی باور کرانے کی کوشش کرتے ہیں حالانکہ یہ بات درست نہیں اس ضمن میں ایک روایت پیش کی جاتی ہے جو کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منسوب ہے کہ آپ ﷺ کا وصال ۱۲ ربیع الاول کو ہوا (البدایۃ والنھایۃ)

جواب: اس روایت سے متعلق یہ عرض ہے کہ اس کی سند میں محمد بن عمر الواقدی ایک راوی ہے جس کے متعلق

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امام اسحاق بن راہویہ، امام علی بن مدینی، امام ابوخاتم، امام نسائی نے متفقہ طور پر کہا ہے کہ واقدی اپنی طرف سے حدیثیں گھڑلیتا تھا امام یحییٰ بن معین نے کہا کہ واقدی ثقہ نہیں یعنی قابل اعتبار نہیں امام احمد بن حنبل نے فرمایا! واقدی کذاب ہے، حدیثوں میں تبدیلی کر دیتا تھا امام بخاری اور امام ابوحاتم رازی نے کہا کہ واقدی متروک ہے مرہ نے کہا کہ واقدی کی حدیث نہ لکھی جائے ابن عدی نے کہا واقدی کی حدیثیں تحریف سے محفوظ نہیں ذہبی نے کہا واقدی کے سخت ضعیف ہونے پر ائمہ جرح التعدیل کا اجماع ہے۔

(میزان الاعتدال: ج۲ص ۴۲۵)

لہٰذا بارہ ربیع الاول کو وفات بتانے والی روایت ساقط ہے اس لیے قابل قبول نہیں حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کسی بھی طریقہ سے ۱۲ ربیع الاول کو ثابت نہیں ہوتی تمام اُمت مسلمہ کا اس پر اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا وصال مبارک سوموار کو ہوا (بخاری شریف ج ا ص ۹۳، روایت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ)

اگر سوموار والے دن ۱۲ ربیع الاول بن جاتی ہے پھر تو ٹھیک ہے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ۱۲ تاریخ سوموار کے دن کسی صورت نہیں بنتی کیونکہ حضور ﷺ نے حج فرض ہونے کے بعد زندگی میں ایک ہی حج ادا فرمایا جس کو حجۃ الوداع کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ حج ۹ ذوالحجہ یوم عرفہ جمعۃ المبارک کو پڑھا گیا جیسا کہ مسلم شریف ج ۲ ص ۴۲۰ میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے لہٰذا ۹ ذوالحجہ بروز جمعۃ المبارک ۱۰ ھجری سے ۱۱ ھجری کے ربیع الاول تک کل تین مہینے ہیں۔ اور ۱۱ ھجری کے ربیع الاول میں سوموار والے دن رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو اگر ۹ ذوالحجہ بروز جمعہ سے گن کر ربیع الاول تک لایا جائے اور تینوں مہینوں کے چاند چاہے انتیس رکھے جائیں یا تینوں تیس یا جس طرح کوئی چاہے مگر سوموار والے دن کسی صورت ۱۲ تاریخ نہیں بنتی اکابرین علماء دیوبند بھی اس بات پر متفق ہیں ملاحظہ فرمائیے:

مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں: ''بارہویں جو مشہور ہے وہ حساب درست نہیں ہوتا کیونکہ اس سال ذوالحجہ کی نویں جمعہ کو تھی اور وفات دوشنبہ ثابت ہے پس جمعہ کو نویں ذوالحجہ ہو کر بارہ ربیع الاول دوشنبہ کو کسی طرح نہیں ہوسکتی'' (نشر الطیب: ص ۲۴۱ حاشیہ)

اسی قانون کے تحت مولانا زکریا سہارنپوری لکھتے ہیں!''۱۲ ربیع الاول وفات کی تاریخ کسی صورت میں نہیں ہوسکتی اس لیے بعض محدثین نے دوسرے قول کو ترجیح دی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا وصال دو ربیع

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الاول کو ہوا بلفظہ (خصائل نبوی شرح اردو شمائل ترمذی ص ۴۸۱ مطبوعہ لاہور)

مولانا عبدالحی لکھنوی لکھتے ہیں!

"بالجملہ بودن دوازدھم ربیع الاول بروز دوشنبہ بوجہ من الوجوہ صحیح نمی تواند شدہ" بارہ ربیع الاول بروز دوشنبہ وفات کئی وجوہ کی وجہ سے صحیح نہیں

(مجموعہ فتاوی عبدالحی لکھنوی ج ا ص ۳۵۲)

مفتی رشید احمد صاحب "ضرب مومن" ج ۵ شمارہ نمبر ۲۴، ۱۵ تا ۲۱ ربیع الاول ۱۴۲۲ھ مطابق ۸ تا ۱۴ جون ۲۰۰۱ء میں لکھتے ہیں "اس میں صرف ۳ مہینے کا حساب ہے اور بالکل بدیہی ہے جسے عامی سا شخص بھی آسانی سے نکال لے ذوالحجہ کی نویں تاریخ جمعہ کو تھی اسکے بعد آپ ﷺ کی وفات تک صرف ۳ چاند بنتے ہیں محرم، صفر، ربیع الاول، ان کا حساب ان پڑھ سے ان پڑھ بھی نکال سکتا ہے۔ تینوں چاند ۲۹ کے لگالیں تو پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول نہیں بنتی۔ دو اُنتیس کے لگائیں ایک تیس کا تو نہیں بنتی"

مولانا محمد حسین نیلوی دیوبندی (سرگودھا والے) نے بھی ۱۲ ربیع الاول کو وفات تسلیم نہیں کیا دیکھئے:

(ندائے حق: ۱/۴۰۹)

ان تمام اکابرین علما دیوبند سے تو ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن نہیں بنی تو نئے آنے والے متاخرین نے کیسے بنالی؟ اسی قانون اور قاعدہ کو مختلف محدثین نے پیش فرمایا جس کے تحت بارہ ربیع الاول کو وفات نہیں بنتی اور یہی حقیقت ہے ہاں اگر کوئی پیر والے دن ۱۲ ربیع الاول کو وفات ثابت کردکھائے تو ہم ماننے کے لیے تیار ہیں اور یہ ایسے ہی ہے جیسے دن کو رات ثابت کرنا

۱) اگر تینوں مہینے تیس کے مانے جائیں تو: ۵ ذوالحجہ کو سوموار بنتا ہے، پھر ۳ محرم کو سوموار بنتا ہے، پھر یکم صفر کو پیر بنتا ہے اور ۶ ربیع الاول کو پیر بنتا ہے اور ۱۳ ربیع الاول کو پیر بنتا ہے

۲) اگر تینوں مہینے ۲۹ کے ہوں تو: ۵ ذوالحجہ کو پیر بنتا ہے، ۴ محرم کو پیر بنتا ہے، ۳ صفر کو پیر بنتا ہے، ۲ ربیع الاول کو پیر بنتا ہے اور ۹ ربیع الاول کو پیر بنتا ہے

۳) ۲ مہینے ۲۹ کے اور ایک ۳۰ کا ہو تو: ۵ ذوالحجہ کو پیر بنتا ہے، ۴ محرم الحرام کو پیر بنتا ہے اور ۳ صفر کو پیر بنتا ہے، یکم ربیع الاول کو پیر بنتا ہے، ۸ ربیع الاول کو پیر بنتا ہے اور ۱۵ ربیع الاول کو پیر بنتا ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۴) ۲ مہینے ۳۰ دن کے ایک مہینہ ۲۹ دن کا ہوتو: ۵ ذوالحجہ کو پیر بنتا ہے، ۳ محرم الحرام کو پیر بنتا ہے، یکم صفر کو پیر بنتا ہے، ۷ ربیع الاول کو پیر بنتا ہے اور ۱۴ ربیع الاول کو پیر بنتا ہے مگر ۱۲ ربیع الاول کو کسی صورت پیر نہیں بنتا تو معلوم ہوا کہ ۱۲ ربیع الاول کو وفات النبی ﷺ کہنا درست نہیں

مذکورہ قانون اور محدثین: اس قانون کے تحت محدثین ومؤرخین نے ۱۲ ربیع الاول کو حضور ﷺ کی وفات تسلیم نہیں کی ہے ان میں سے چند کے نام درج کیے جاتے ہیں

۱) حضرت العلام الامام السہیلی متوفی ۵۸۱ھ نے یہ ہی قانون اپنی مشہور زمانہ کتاب ''الروض الانف'' ج ۲ ص ۳۷۲ مطبوعہ ملتان میں پیش فرمایا ہے۔

۲) اسی طرح حضرت علامہ امام نور الدین علی بن احمد السہودی متوفی ۹۱۱ھ نے اپنی کتاب ''وفاء الوفا ج ۱ ص ۳۱۸ میں بیان فرمایا۔

۳) یہ قانون حضرت علامہ امام شمس الدین الذہبی نے ''جزالسیرۃ النبویہ'' ص ۳۹۹، ۴۰۰ میں پیش کیا ہے۔

۴) امام ابن کثیر نے ''البدائیہ والنھائیہ ج ۵ ص ۲۰۶ طبع بیروت میں لکھا ہے۔

۵) امام علی بن برھان الدین الحلبی نے ''سیرت حلبیہ'' ج ۳ ص ۴۷۲ میں لکھا ہے۔

۶) یہی قانون امام یافعی نے اپنی کتاب ''مراق الجنان'' میں لکھا ہے۔

۷) یہ ہی قانون امام ابن رجب حنبلی دمشقی نے اپنی کتاب لطائف المعارف میں نقل کیا اور فرمایا! ''**کان کذالك لم یصح ان یکون یوم الاثنین ثانی عشر ربیع الاول**''

(فتاوی عبدالحی ج ۱ ص ۳۰۱)

۸) اسی قانون کو امام عبداللہ محمد الزرندی المدنی نے اپنی کتاب ''اعلام بسیرۃ النبی علیہ السلام'' میں نقل فرمایا ہے لہذا محدثین ومؤرخین کے نزدیک ۱۲ ربیع الاول رسول اللہ ﷺ کی وفات کا دن نہیں ہے۔

دیوبندی مکتبہ فکر کے سرکردہ عالم مفتی رشید احمد صاحب لکھتے ہیں

''تو ربیع الاول کی ابتداء میں پیر کے دن جو تاریخیں صحیح ہوسکتی ہیں ان میں سے اکثر نے ۲ ربیع الاول کو اختیار کیا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کتب تاریخ میں دراصل یوں لکھا تھا ثانی شہر ربیع الاول: شہر مہینے کو کہتے ہیں یعنی ربیع الاول کی دو تاریخ۔ مگر بعد میں کسی ناقل سے لکھنے یا پڑھنے میں غلطی ہوگئی اس نے اسکو اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طرح پڑھ لیا''ثانی عشر ربیع الاول''ثانی عشر کہتے ہیں ۱۲ کو۔اصل لفظ''شہر''تھا،اسے عشر پڑھ لیا گیا اور اس طرح ۲ کا ۱۲ بن گیا۔اور یہ غلط بات پھیل گئی بعض نے اختلاف مطالع کی تاویل کی ہے جو کہ باطل ہے

(ضرب مومن ۱۵ تا ۲۱ ربیع الاول ۱۴۲۲ ہجری بمطابق ۸ تا ۱۴ جون ۲۰۰۱ء)

اس تفصیل سے یہ معلوم ہوا کہ ۱۲ ربیع الاول حضور نبی کریم ﷺ کی وفات کا دن نہیں بلکہ ۲ ربیع الاول کا دن ہے اور ہم نے بھرپور دلائل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ۱۲ کو وفات نہیں کیونکہ ۱۲ کو سوموار کا دن نہیں بنتا سوموار کو حضور نبی کریم ﷺ کا وصال ثابت ہے اور سوموار کو ۱۲ نہیں بلکہ ۲ ربیع الاول بنتا ہے

اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

[اور اگر ہیات وزیج کا حساب لیتا ہے تو تاریخ وفات شریف بھی بارہ نہیں بلکہ تیرہ ربیع الاول **کما حققناہ فی فتاوٰنا** (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوی میں اس کی تحقیق کر دی ہے)]

(فتاوی رضویہ: ۲۶/۴۲۸ تحت مسئلہ نمبر ۲۲۴ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

اللہ کریم حق بات تسلیم کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین!!

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۸)

حدیث جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ

اور (اختلافی) رفع یدین کا منسوخ ہونا

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم!

"حَدَّثَنَا اَبُوْ بَكْرِ بْنُ اِبْنِ اَبِيْ شَيْبَةَ وَاَبُوْ كُرَيْبٍ قَالَ نَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنِ الْمُسَيَّبِ بْنِ رَافِعٍ عَنْ تَمِيْمِ بْنِ طُرْفَةَ عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ قَالَ خَرَجَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللهِ ﷺ فَقَالَ مَالِيْ اَرَاكُمْ رَافِعِيْ اَيْدِيْكُمْ كَاَنَّهَا اَذْنَابُ خَيْلٍ شُمْسٍ اُسْكُنُوْا فِي الصَّلٰوةِ"

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا یہ کیا وجہ ہے کہ میں تم کو بدکے ہوئے گھوڑوں کی دُموں کی طرح نماز میں رفع یدین کرتے ہوئے دیکھتا ہوں، نماز سکون سے پڑھا کرو

(صحیح مسلم عربی ۱/۱۸۱ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی)

یہ روایت تقریباً 16 کتب میں 32 اسناد کے ساتھ موجود ہے

اس حدیث کے تحت شروع دن سے محققین ومحدثین رحمہم اللہ نے اختلافی رفع یدین کو منسوخ مانا ہے یہی وجہ ہے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر شوافع وحنابلہ رحمہم اللہ اور بعد میں آنے والے غیر مقلدین (اہلحدیث) جو کہ رفع یدین کے قائل ہیں نے اس حدیث کے کئی جواب دیے ہیں اور اس حدیث کو ناسخ ماننے سے انکار کیا ہے جو اس بات کا بین ثبوت ہے کہ شروع ہی سے اکابرین اسلام نے اس حدیث کے تحت نسخ رفع یدین کا استدلال کیا ہے۔ جن محدثین نے اس حدیث سے رفع یدین کا منسوخ ہونا قبول کیا ہے درج ذیل ہیں:

۱) امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ:

امام اجل وکیل احناف محدث جلیل امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ نے اختلافی رفع

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یدین کے متعلق دعویٰ نسخ فرمایا پھر اس کی تکمیل کے بعد آخر میں لکھا!

"وھو قول ابی حنیفة وابی یوسف و محمد رحمھم اللہ تعالیٰ"

(شرح معانی الآثار: ۱/ ۴۶۸ مترجم حامد اینڈ کمپنی لاہور)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے یہ امر صراحت کے ساتھ ثابت ہے کہ نماز میں اختلافی رفع یدین نہیں چنانچہ امام محمد علیہ الرحمہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے لکھتے ہیں! (اللفظ الاول)

"لا یرفع یدیہ فی شیء من ذالک الا فی التکبیرة التی یفتتح بھا الصّلوٰة"

ترجمہ: یعنی پوری نماز میں (سوائے مستثنیات کے) نمازی کو تکبیر تحریمہ کے علاوہ کہیں بھی رفع یدین کی اجازت نہیں (کتاب الاصل: ۱/ ۱۳، کتاب الحجہ: ۱/ ۹۴، موطا امام محمد: صفحہ ۹۰)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

"وقال ابو حنیفة واصحابه و جماعة من اھل الکوفة لا یستحب فی غیر تکبیرة الاحرام وھو اشھر الروایات عن مالک"

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب اور اہل کوفہ کی جماعت نے یہ فرمایا کہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ کوئی بھی رفع یدین مستحب نہیں ہے اور یہ ہی مشہور روایت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے ہے

(شرح مسلم باب استحباب رفع الیدین حذو المنکبین مع تکبیرة الاحرام صفحہ ۱۶۸)

امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

[قال محمد السنة ان یکبر الرجل فی صلوٰته کلما خفض و کلما رفع واذا انحط للسجود کبر واذا انحط للسجود الثانی کبر فاما رفع الیدین فی الصّلوٰة فانه یرفع الیدین حذو الاذنین فی ابتداء الصّلوٰة مرة واحدة ثم لا یرفع فی شیء من الصّلوٰة بعد ذالک وھذا کله قول ابی حنیفة رحمه اللہ وفی ذالک اٰثار کثیرة]

(موطا امام محمد صفحہ ۹۰ مترجم)

ترجمہ: امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! سنت یہ ہے کہ جب کوئی اپنی نماز میں جھکے اور جب بلند ہو تکبیر کہے اور جب سجدہ کے لیے جھکے تکبیر کہے لیکن رفع یدین نماز میں ایک بار ہے وہ یوں کے نماز شروع کرتے وقت اپنے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دونوں ہاتھوں کو کانوں کے برابر اٹھائے یہی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے اس (ایک مرتبہ رفع یدین کرنے کے) مسئلہ میں بہت سے آثار ہیں

اگر کوئی یہ کہے کہ امام اعظم ابو حنیفہ اور امام اوزاعی رحمہما اللہ کا مناظرہ اس معاملہ میں مشہور ہے اور وہاں وجہ ترجیح فقہ رواۃ کو بنانا مذکور ہے اور آپ (حنفی) اسکو منسوخ کہتے ہیں تو گذارش یہ ہے کہ مناظرہ میں ماحول کے مطابق گفتگو کی جاتی ہے ہوسکتا ہے اس وقت بحث اسی انداز میں ہو رہی ہو اور اپنے مؤقف کو اسی طرح ثابت کرنا ٹھہرا ہو جبکہ یہ قطعاً ممکن نہیں کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو احادیث رفع یدین کے وجود کا انکار ہو کیونکہ انکار حدیث تو کسی عام مسلمان سے متصور نہیں چہ جائیکہ اسے امام المسلمین سے منسوب کیا جائے لہذا یہ ماننا پڑے گا کہ مسئلہ ہذا کی احادیث ترک راجح اور احادیث فعل مرجوع ہیں جبکہ نسخ کے علاوہ کوئی وجہ نہیں اور وجہ ترجیح نسخ ہی قرار پایا

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا بنیادی سلسلہ تلمذ تین واسطوں سے حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے علوم و معارف کے وارث اور امین ہیں جب کہ غیر مقلدین کے نزدیک حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نسخ رفع یدین کے قائل تھے اور ان سے رفع یدین نماز میں ثابت نہیں بلکہ ترک ثابت ہے

غیر مقلدین (اہل حدیث) کے پیشوا شاہ اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے!

"اما قول ابن مسعود و ترك فتركنا فلمستعار منه هو ان النبي ﷺ ترك وفهمنا النسخ فالنسخ هو فهم ابن مسعود"

ترجمہ: یعنی رہا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول کہ آپ ﷺ نے رفع یدین چھوڑ دی تو ہم نے بھی چھوڑ دی تو اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ نے رفع یدین چھوڑی جس سے ہم نے یہ سمجھا کہ وہ منسوخ ہوگئی پس اسے منسوخ سمجھنا حضرت ابن مسعود کی فہم کا نتیجہ ہے (تنویر العینین صفحہ ۲۸،۲۹)

علامہ علی قاری "مرقات شرح مشکوٰۃ" میں فرماتے ہیں!

"وليس في غير التحريمة رفع يديه عند ابي حنيفه لخبر مسلم عن جابر بن سمرة. قال خرج علينا" (حاشیہ مشکوٰۃ صفحہ ۷۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک (اختلافی) رفع یدین کی جوکہ تکبیر تحریمہ کے علاوہ احادیث نہیں جنکی ایک دلیل حضرت جابر بن سمرہ کی حدیث جوکہ صحیح مسلم میں ہے

اسی طرح غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے لکھا!

"ولا یبعد أن یکون ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ظن أن السنة المتقررة آخراً هو ترکه"

(الروضۃ الندیہ: ۱/۹۴ طبع کراچی)

ترجمہ: یعنی یہ بھی ممکن کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا ہوکہ یہ رفع یدین آخر میں متروک ہوگئی تھی

اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مناظرہ کے حوالہ سے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ موقف لکھا! **"فکانه ظن انه تفطن ابن مسعود للنسخ"**

گویا امام اعظم علیہ الرحمہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو قائل نسخ گردانتے ہوئے فقہ رواۃ کی توجیہ کو اپنایا تھا۔

(ملاحظہ فرمایئے: الروضۃ الندیہ: ۱/۹۵ طبع کراچی)

۲) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ:

حدیث جابر سے استدلال کے بعد امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

"ولأن السنة رفع یدیه عند الافتتاح"

اور بے شک رفع یدین (نماز کے) شروع میں سنت ہے (البنایۃ: ۳/۱۳۶ طبع بیروت)

۳) امام اجل وکیل احناف محدث جلیل امام ابوجعفر احمد بن محمد الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے دعویٰ نسخ فرمایا اور اس پر دلائل کے انبار لگا دیئے

دیکھئے: (شرح معانی الآثار للطحاوی مترجم ۱/۴۶۲ طبع لاہور)

۴) امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ:

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ "المبسوط" میں فرماتے ہیں!

"وحین رأی بعض الصحابة رضوان اللہ علیهم یرفعون ایدیهم فی بعض أحوال الصّلوٰة کره ذالك فقال مالی أراکم رافعی أیدیکم کأنها أذناب خیل شمس

اسکنوا"

ترجمہ: یعنی رسول اللہ ﷺ نے بعض صحابہ کرام کو بعض احوال نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا تو اس کے کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا: مالی اراکم رافعی ایدیکم۔۔۔الخ

(المبسوط لشمس الدین السرخسی: ۱/ ۱۴ باب کیفیۃ الدخول فی الصلوۃ طبع دار المعرفۃ بیروت)

۵) فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ اس روایت سے استدلال فرماتے ہیں!

"وعن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال مالی اراکم رافعی أیدیکم کأنها أذناب خیل شمس اسکنوا فی الصّلوٰة رواه مسلم"

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ج ۱/ ۱۲۰)

۶) امام کمال الدین محمد بن الواحد المعروف بابن ھمام رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابن ہمام نے شرح فتح القدیر میں ترک رفع یدین کے دلائل لکھ کر نسخ کا دعویٰ فرماتے ہیں دیکھئے: (شرح فتح القدیر: ۱/ ۳۱۹، ۳۲۰ طبع بیروت)

۶) شیخ الاسلام برھان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ المرغینانی صاحب الھدایہ اولین صفحہ نمبر ۹۲، ۹۳ میں ترک رفع یدین کے دلائل لکھ کر نسخ کا دعویٰ کرتے ہیں

۷) امام ابن نجیم المصری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابن نجیم المصری فرماتے ہیں!

"فلا یرفع یدیه عند الرکوع ولا عند الرفع منه ولا تکبیرات الجنائز بحدیث ابی داؤد عن البراء بن عازب (الی) وبحدیث جابر بن سمرة قال خرج علینا۔۔الخ"

ترجمہ: یعنی رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تکبیرات جنازہ میں رفع یدین نہیں ہے۔ ابو داؤد کی حدیث براء بن عازب اور حدیث جابر بن سمرہ کی وجہ سے (البحر الرائق ج اول صفحہ ۳۲۲ طبع کوئٹہ)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۸) قاضی عیاض المالکی رحمۃ اللہ علیہ:

قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے بارے میں لکھتے ہیں:

"وقد ذکر ابن القصار هذا الحديث حجة في النهي عن رفع الايدي على رواية المنع من ذالك جملة"

ترجمہ: اور بے شک ابن القصار المالکی نے اس حدیث کو نماز میں رفع یدین کے منع کرنے پر حجت کے طور پر پیش کیا ہے (الاکمال المعلم بفوائد مسلم: ۲/۳۴۴)

۹) حضرت علامہ علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ:

فرماتے ہیں!

"رواہ مسلم ویفید النسخ" (شرح نقایہ ج ا ص ۷۸)

ترجمہ: حدیث مسلم (رفع یدین) کے نسخ کا فائدہ دیتی ہے

اوراسی طرح "مرقات شرح مشکوٰۃ" ملا علی قاری میں ہے

۱۰) امام زیلعی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ:

حافظ امام جمال الدین أبی محمد عبداللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

"احاديث أصحابنا: منها حديث تميم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فقال مالي اراكم رافعي ايديكم كأنها أذناب خيل شمس اسكنوا في الصّلوٰة" (نصب الرایۃ لأحادیث الھدایۃ: ۱/۳۹۳)

۱۱) ملک العلماء علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث سے بطور نسخ استدلال فرمایا ہے۔

(دیکھئے: بدائع الصنائع ۱/۲۰۷)

۱۲) علامہ سید طحطاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ:

"فلا يرفع يديه عند الركوع و عند الرفع منه لحديث مسلم مالي اراكم رافعي

ایدیکم ۔۔۔الخ (دیکھئے: حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح)

۱۳) امام حسن بن عمارہ الشرنبلالی رحمۃ اللہ علیہ:

[ویکرہ الرفع فی غیر ھذا المواطن فلا یرفع یدیہ عند الرکوع ولا عند الرفع منہ ولا فی تکبیرات الجنائز غیر الاولیٰ لحدیث مسلم مالی اراکم رافعی ایدیکم کانہا اذناب خیل شمس۔۔۔الخ] (مراقی الفلاح صفحہ نمبر ۴۰ مطبوعہ کراچی)

۱۴) علامہ مولانا محمد ہاشم سندھی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۴ھ):

رفع یدین کے منسوخ ہونے کے بارے میں صریح احادیث اور حضرت جابر بن سمرہ، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم کی احادیث درج فرمائی ہیں

(کشف الرین فی مسئلہ رفع الیدین مترجم صفحہ ۶۸ مع مقدمہ محمد عباس رضوی طبع گوجرانوالہ)

۱۵) فتاویٰ عالمگیری:

میں لکھا ہے!

"و یکرہ ان یفترش ذراعیہ وان یرفع یدیہ عند الرکوع و عند رفع الراس من الرکوع"

(فتاویٰ عالمگیری ج ۱ ص ۱۰۵، ۱۰۶ میں "الفصل الثانی فی ما یکرہ فی الصلوٰۃ ومالا یکرہ)

۱۶) علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ:

فرماتے ہیں!

"(تتمہ) بقی من المکروھات اشیاء اخر ذکرھا المنیہ ونور الایضاح وغیرھما (الیٰ ان قال) ورفع یدیہ عند الرکوع والرفع منہ"

(فتاویٰ شامی: ۱/ ۴۸۴ مطبوعہ مصر)

اس عبارت میں علامہ شامی نے رکوع اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کے رفع یدین کو مکروہات میں شمار کیا ہے جو کہ ممانعت کی دلیل ہے اور ممانعت حدیث جابر میں ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۷)شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حدیث جابر کے تحت رفع یدین منسوخ مانا ہے ملاحظہ فرمائیے: (شرح سفر السعادت:ص ۷۲)

۱۸)علامہ بدر الدین العینی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ صاحب لکھتے ہیں!

"واستدلال أصحابنا بحديث جابر بن سمرة قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال مالي أراكم رافعين أيديكم كأنها أذناب خيل شمس اسكنوا في الصلوٰة اخرجه مسلم" (البنایۃ فی شرح الھدایۃ:۲/ ۲۹۴ طبع بیروت)

اسی طرح علامہ عینی نے "عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۴۰۵" میں لکھا ہے

۱۹)مولانا الشاہ احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ :

امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حدیث جابر کے تحت اختلافی رفع یدین کو منسوخ مانا ہے (فتاوی رضویہ: ۶/ ۱۵۵)

۲۰)محدث دکن علامہ ابو الحسنات سید عبد اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ :

محدث دکن رحمۃ اللہ علیہ نے "زجاجۃ المصابیح" میں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث لکھی اور دیگر دلائل دیئے اور اختلافی رفع یدین کو منسوخ مانا (زجاجۃ المصابیح مترجم ج ۱ صفحہ ۵۷۳ تا ۵۷۶ طبع فرید بک سٹال لاہور)

۲۱)علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ نے بھی رفع یدین عند الرکوع اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت کو بھی منسوخ مانا ہے (کوثر النبی ﷺ)

۲۲)امام ابی محمد علی بن زکریا المنجی (م ۶۸۶ ھ):

آپ لکھتے ہیں" **لا ترفع الايدى عند الركوع ولا بعد الرفع منه مسلم عن جابر بن سمرة رضى الله عنه قال خرج علينا رسول الله ﷺ فقال مالى اراكم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس اسكنوا في الصّلاة**"

(اللباب فی الجمع بین السنۃ والکتاب: ۱/ ۲۳۱ مطبوعہ دمشق)

۲۳) ابو الفرج عبد الرحمٰن ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ:

حدیث جابر لکھ کر آپ اس کے بعد لکھتے ہیں!

"وقد احتج بعض أصحاب أبي حنیفة بهذا الحدیث في منعهم رفع الیدین في الرکوع وعند الرفع منه"۔ (کشف المشکل من حدیث الصحیحین: ۱/ ۲۹۵ مطبوعہ الریاض)

۲۴) علامہ مغلطائی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ لکھتے ہیں!

"واما استدلال بعض الحنفیة بحدیث جابر بن سمرة من عند مسلم مالی ارا کم ......الخ"۔ (شرح ابن ماجہ للمغلطائی: ۱/ ۱۴۷۴ مطبوعہ سعودی عرب)

۲۵) محمود بن احمد بن الصدر الشہید النجاری برہان الدین مازہ رحمۃ اللہ علیہ:

آپ لکھتے ہیں! "ویکره أن یرفع یدیه عند الرکوع وعند رفع الرأس من الرکوع لحدیث جابر بن سمرة.........الخ"۔ (المحیط البرھانی: ۲/ ۵۵ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی)

۲۶) شہاب الدین احمد بن ادریس مالکی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ دیگر دلائل لکھ کر رفع یدین کی منسوخیت کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں!

"وجه الثاني أن الرفع منسوخ بمایروی عن جابر بن سمرة قال کنا...........اسکنوا في الصلاة" (الذخیرۃ: ۲/ ۲۲۰ طبع بیروت)

۲۷) علامہ الحاجۃ نجاح الحلبی:

آپ دیگر دلائل لکھ کر حدیث جابر کو منع کی دلیل بناتے ہوئے لکھتے ہیں!

"ولا ترفع الیدان عند الرکوع ولا في الرفع منه ولا في التکبیرات الجنازة غیر الأولی منها لحدیث جابر بن سمرة رضی اللہ عنہ قال خرج علینا.....اسکنوا في الصلاة"

(فقہ العبادات علی المذاہب الحنفی: ۱/ ۸۷)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲۸) ماہر یاسین الفحل:

ماہر یاسین صاحب لکھتے ہیں!

"لا ترفع اليدان عند الركوع ولا في الرفع منه، وانما ترفعان عند تكبيرة الاحرام فقط۔ وهو قول ابي بكر في الرواية، وعمر في رواية، وعلي، وابن مسعود، وابن عمر في رواية، وابن عباس في رواية، والثوري، والشعبي والنخعي، وابن ابي ليلى، والحسن بن صالح بن حي، والاسود، وعلقمة، وخيثمة، وقيس بن ابي حازم، وابي اسحاق السبيعي، واليه ذهب ابو حنيفة واصحابه، وهو رواية عن مالك وهو مذهب اهل الكوفة واستدلوا بحديث جابر بن سمرة قال خرج علينا......أسكنوا في الصّلاة،" (أثر اختلاف المتون والأسانيد في اختلاف الفقهاء:۱/۴۶۷،۴۶۸،۴۶۹)

۲۹) علامہ ظفر الدین بہاری رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت علامہ نے بھی حدیث جابر کے تحت اختلافی رفع یدین کو منسوخ مانا ہے (صحیح البہاری: ۲/۳۹۶)

۳۰) علامہ فیض احمد اویسی محدث بہاولپوری رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ فیض احمد اویسی نے بھی حدیث جابر سے رفع یدین کے منسوخ ہونے کا استدلال کیا ہے۔

(رسالہ رفع یدین ص ۹ طبع بہاولپور)

۳۱) علامہ غلام رسول سعیدی حفظہ اللہ:

آپ نے بھی حدیث جابر کے تحت رفع یدین کو منسوخ مانا ہے (شرح صحیح مسلم ج ۱ ص ۶۳۵)

۳۲) علامہ غلام رسول نقشبندی:

علامہ غلام رسول صاحب بھی حدیث جابر سے نسخ کا استدلال کرتے ہیں:

(نور الفرقدین علی رفع الیدین ص ۶۲،۶۳)

۳۳) محقق اسلام علامہ مولانا محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت محقق اسلام حدیث جابر بن سمرہ لکھ کر فرماتے ہیں!

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

"یہ حدیث پاک بھی اسی طرف اشارہ کر رہی ہے کہ ان صحابہ کرام نے حضور ﷺ کے پہلے عمل کو تو دیکھا تھا اور اسکے مطابق نماز ادا کر رہے تھے لیکن انھیں چونکہ آپ کے آخری عمل کی خبر نہ پہنچی تھی اس لیے جب آپ ﷺ نے انھیں منسوخ شدہ کام کرتے دیکھا تو اسے گھوڑوں کے دم ہلانے سے مشابہ قرار دیا اور سکون کا حکم دیا لہذا اس ارشاد گرامی سے رفع یدین والی روایات منسوخ ہونا خود حضور ﷺ کے ارشاد سے ثابت ہوگیا

(شرح موطا امام محمد ج ۱ ص ۱۳۵ کتاب الصلوۃ طبع لاہور)

۳۴) حضرت علامہ محمد حسن محدث السنبھلی رحمۃ اللہ علیہ:

محدث سنبھلی نے حدیث جابر لکھ کر اس سے نسخ رفع یدین کا استدلال کیا ہے اور مزید دلائل ترک رفع یدین کے دیئے ہیں (تنسیق النظام ص ۵۵ طبع مکتبہ رحمانیہ لاہور)

۳۵) حضرت علامہ محدث قاسم بن قطلو بغا رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت علامہ محدث قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حدیث جابر سے نسخ رفع یدین کا استدلال کیا ہے۔

(بحوالہ مناظرے ہی مناظرے از علامہ محمد عباس رضوی ص ۳۹۱)

۳۶) ترحیب بن ربیعان الدوسری:

آپ بھی دیگر دلائل لکھ کر آخر میں لکھتے ہیں!

"وقد احتج بعض متأخری الکوفة بحدیث مسلم عن جابر بن سمرة قال: قال رسول الله ﷺ: مالی اراکم.........أسکنوا فی الصّلاۃ"

ترجمہ۔اور تحقیق بعض متاخرین کوفہ نے حدیث مسلم جابر بن سمرہ سے احتجاج کیا ہے

(ردخبر الواحد بما یسمی: ۱/ ۶۳)

۳۷) ابو معاذ طارق بن عوض اللہ بن محمد:

ابو معاذ صاحب لکھتے ہیں!

"أطلق فیها النهی عن رفع الیدین، ولم یقید فیها بحالة السلام، فاحتج بها بعض الکوفین لمذهبهم فی المنع من رفع الیدین عند الرکوع ورفع منه وهذا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الروایة...عن جابر بن سمرة قال خرج علینا...أسکنوا فی الصلاۃ"

یعنی رفع یدین کے حوالے سے نہی مطلق ہے، اس کو بحالت سلام مقید نہیں کیا جاسکتا، پس بعض اہل کوفہ کا مذہب یہ ہے کہ وہ رکوع جاتے اور آتے ہوئے رفع یدین منع کرتے ہیں اس روایت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کے تحت قال خرج علینا......الخ۔ (الارشادات فی تقویۃ الاحادیث بالشواہد والمتابعات: ۱/ ۷۰ مطبوعہ الریاض)

قائلین اختلافی رفع یدین اور حدیث جابر:

بعض غیر مقلدین حضرات یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ آپ کے ذہن کی اختراع ہے پہلے محدثین نے اس حدیث سے نسخ رفع یدین کا استدلال نہیں فرمایا جو آپ کرتے ہو۔

جواباً عرض ہے کہ زمانہ قدیم سے قائلین رفع یدین محدثین اپنی اپنی کتب میں حدیث جابر بن سمرہ کے جوابات دیتے آرہے ہیں اور بلا دلیل یہ ان کی تردیدیں جو ہیں وہ آخر کس کا جواب دے رہے ہیں اگر آپ کے بقول اس حدیث سے نسخ رفع یدین کا استدلال کرنے والا کوئی نہیں تھا تو اس حدیث کی جوابی تحریریں کس بنیاد پر ہیں اور نسخ رفع یدین کا رد کرنا ہی اس بات کا ثبوت ہے کہ زمانہ قدیم سے ہی اس حدیث سے نسخ رفع یدین کے استدلال کرنے والے ائمہ اور علماء ومحدثین موجود تھے جبکہ اسکا رد کرنے والوں میں خود غیر مقلدین کا اعتراف کے مطابق امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۲۵۶ھ سر فہرست ہیں۔

(ملاحظہ فرمائیے: جزء رفع الیدین للبخاری صفحہ ۱۶ طبع مکتبہ اسلامیہ)

اسی طرح امام ابو داؤد "قائل رفع یدین" المتوفی ۲۷۵ھ نے اسے سنن ابو داؤد میں اور امام نسائی "قائل رفع یدین" المتوفی ۳۰۳ھ نے سنن نسائی باب السلام میں اس حدیث کو رکھ کر اسکے عندالرکوع کی ممانعت کی بابت ہونے سے انکار کیا ہے یہ بھی ثبوت ہے کہ ان کے دور میں اسے ممانعت رفع کی دلیل سمجھنے والے علماء محدثین وفقہاء موجود تھے

اسی طرح امام ابن حبان المتوفی ۳۵۴ھ کا اپنی کتب میں اور امام نووی شافعی المتوفی ۶۷۶ھ کا قائلین رفع یدین کا "شرح صحیح مسلم" وغیرہ اور حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی المتوفی ۸۵۲ء کا "تلخیص الحبیر" میں ابن الملقن کا "البدر المنیر" اور ابن سید الناس کا "شرح ترمذی" میں حدیث جابر کے رد میں جوابات لکھنا اس حقیقت کو واضح کرتا ہے کہ ہر دور میں حدیث جابر سے نسخ رفع یدین کا استدلال کرنے والے علماء ومحدثین موجود رہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہیں خاص کر قاضی شوکانی (غیر مقلد) المتوفی ۱۲۵۰ھ نے "نیل الاوطار ۲/ ۱۸۸" میں واضح الفاظ میں لکھا!

"واحتج من قال لعدم الاستحباب بحدیث جابر بن سمرة الخ"

یہ عبارت بھی اس بات کی ناقابل تردید اور ٹھوس حقیقت ہونے کی طرف نشاندہی کرتی ہے کہ حدیث جابر سے استدلال کرنے والے محدثین ہر دور کے اندر موجود رہے ہیں

یہ ایک اجتہادی اور فروعی مسئلہ ہے اسی وجہ سے اس میں اختلاف پایا جاتا ہے اس لیے ترک رفع یدین کرنے والوں کو برا کہنا درست نہیں اسی طرح ابن جوزی نے بھی اس بات کا اقرار کیا ہے فرماتے ہیں!

"وقد احتج بعض أصحاب أبي حنيفة بهذا الحديث في منهم رفع اليدين في الركوع و عند الرفع منه" (المشکل من حدیث الصحیحین لا بن جوزی:۱/ ۱۹۲۵ المکتبۃ الشاملہ)

ترجمہ: بعض اصحاب ابی حنیفہ نے اس حدیث کے ساتھ رکوع سے پہلے اور بعد رکوع سر اُٹھاتے وقت رفع یدین کی ممانعت کی دلیل پکڑی ہے۔

نوٹ: یہ کہنا کہ اس حدیث کا تعلق "باب السلام" سے ہے اور اس پر تمام محدثین کا اجماع ہے کئی وجوہ سے باطل ہے محدثین نے اپنی اپنی فہم سے اس حدیث پر ابواب باندھے ہیں کئی محدثین نے تو باب السلام میں اس حدیث کو روایت کیا ہے اور کئی نے دیگر ابواب میں اس کو ذکر کیا ہے بخاری، مسلم، ابو داؤد، نسائی، ابن الملقن، ابن تیمیہ وغیرھا سے بہت پہلے

۱) ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی کتاب مصنف ابن ابی شیبہ ج دوم ص ۴۸۶ طبع کراچی میں اس حدیث کو باب "من کرہ رفع الیدین فی الدعاء" کے زیر عنوان رکھا ہے۔

۲) اسی طرح ابی عوانہ نے مسند ابی عوانہ ۲/ ۸۵ طبع مکہ مکرمہ میں "**بیان النهي عن الاختصار في الصّلوٰة وايجاب الانتصاب والسكون في الصّلوٰة الا لصاحب العذر**" کے عنوان کے تحت رکھا ہے:

۳) جبکہ امام بیہقی نے "**جماع ابواب الخشوع في الصلوٰة والاقبال عليها**" کے زیر عنوان یہ حدیث لائے ہیں: (سنن الکبریٰ بیہقی ۲/ ۲۸۰ طبع ملتان)

۴) محمد بن اسحاق النیشا پوری نے "مسند السراج ص ۲۴۳" میں "**باب في السكون في الصّلوٰة**" کے تحت لکھا ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''کیا محدثین جو حدیث جس باب میں رکھیں وہ اسی معنی کی ہو کر رہ جاتی ہے؟''

اگر جواب ہاں میں ہے تو اس کی دلیل شرعی کیا ہے؟ اور اگر نہیں تو پھر اس حدیث کے بارے میں رفع یدین کے قائلین محدثین کے ابواب کو اپنے معنی دیکر ہم پر ڈالنے کا مقصد؟

محدثین کی ابواب کے تحت چند مثالیں پیش خدمت ہیں

۱) امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی ایک حدیث ''**لا تصوم المراۃ الا باذن اهلها**'' کو جو روزہ کے مسئلہ سے متعلق ہے کو آپ نے ''کتاب الزکوٰۃ'' میں رکھا ہے (صحیح مسلم: ۱/ ۳۳۰ طبع کراچی)

نیز امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث کو ''کتاب السھو'' کے تحت لکھا ملاحظہ فرمایئے: (سنن نسائی: ۱/ ۶۷ طبع کراچی) بتایئے اس میں زکوٰۃ اور سہو کا کیا مسئلہ ہے؟

۲) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''صحیح بخاری: ۱/ ۱۳۵'' میں ایک عنوان ان الفاظ سے قائم فرمایا ہے: ''**باب اذا فاته العيد يصلی رکعتين و کذالك النسا و من کان فی البيوت والقری**'' پھر اسکے تحت حدیث ''**وعند جاريتان فی ايام منی تدففان و تضربان الخ**: بتایئے اس عنوان کا اس باب سے کیا تعلق؟

اسی طرح جو حدیث باب کے تحت آئے تو کیا صرف وہ ہی معنی درست ہوں گے؟

۱) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بخاری شریف ۱/ ۵۱۴ مترجم طبع لاہور ''کتاب التہجد میں حدیث عائشہ لے کر آئے ہیں جو غیر مقلدین تراویح کی دلیل بنا کر پیش کرتے ہیں تو کیا غیر مقلدین حضرات اس حدیث کو تہجد کی حدیث مانتے ہیں؟

۲) امام ابو داؤد نے اپنی کتاب شامل صحاح ستہ سنن ابی داؤد کی ''کتاب الصلوٰۃ'' میں ایک عنوان قائم کیا ہے ''باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع'' یعنی اس شخص کا باب جس نے رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت کی رفع یدین کا ذکر نہیں کیا

پھر اسکے تحت سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت لائے کہ!

''**کان رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم **اذا دخل فی الصّلوۃ رفع يديه مدا**'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ خوب اٹھا کر (رفع یدین کر کے) آغاز فرماتے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(سنن ابوداؤد:۱/ ۱۱۰ طبع کراچی)

(۳)امام نسائی نے ''سنن نسائی ۱/ ۴۶۹ مترجم طبع لاہور'' میں پہلے رفع یدین کرنے کی احادیث درج کیں پھر باب لگایا ''ترک ذالک'' یعنی اسکے ترک کا بیان پھر عبداللہ بن مبارک کی سند سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی ترک رفع یدین کی حدیث لائے ہیں کیا غیر مقلدین یہاں محدثین کے فہم کو تسلیم کریں گے؟

قائلین رفع یدین محدثین سے استدلال کا جواب:

حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے متعلق قائلین رفع یدین کے اقوال حجت نہیں اس لیے کہ وہ اس معاملے میں مدعی ہیں اور مدعی کی گواہی شرعاً درست نہیں علاوہ ازیں بعض احناف کے اقوال پیش کرنا بھی درست نہیں کیونکہ یہ حنفی نہیں جیسے ابوالحسن محمد بن عبدالہادی سندھی وغیرہ اور جو حنفی ہیں ان کے اقوال ان کے تفردات میں سے ہیں لہذا قبول نہیں کیونکہ خلاف مذہب تو ہمارے نزدیک امام ابن ہمام جیسے محقق اور مجتہد کی ابحاث بھی معتبر نہیں

حدیث جابر کی تشریح:

یہ حدیث اپنے مفہوم میں نہایت درجہ واضح ہے کہ حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ایک جم غفیر مسجد میں حالت نماز میں رفع یدین کر رہا تھا جیسا کہ حدیث جابر کے مختلف طرق سے ثابت ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تشریف لا کر سخت ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا اور انھیں آئندہ ایسا کرنے سے صاف منع فرما دیا جس کے بعد اتنی بات یقینی ہوگئی کہ اس حدیث میں مذکور جس رفع یدین سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روک دیا تھا وہ قطعاً ممنوع ہے اور اس حدیث کا علم ہو جانے کے بعد اس کے برخلاف اس ممنوع رفع یدین کو جائز سمجھنا کسی مسلمان کیلیے ہر گز روا نہیں کیونکہ یہ ارشاد ربانی ''وما نھا کم عنہ فانتھوا'' کے مطالبہ اور تقاضا کے منافی ہے لیکن چونکہ یہاں اختلاف کی گنجائش تھی لہذا مجتہدین نے اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کیا جو کہ جائز ہے

ہمارے نزدیک اس حدیث میں مذکور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منع کردہ رفع یدین ہے جس کی وضاحت اسی حدیث میں موجود ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ مبارک ہیں ''**کانھا أذناب خیل شمس**'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی اس رفع یدین کو ''خیل شمس'' یعنی منہ زور، سرکش اور شریر گھوڑوں کی دُموں کی حرکت سے تشبیہ دی۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف یہ ہی نہیں فرمایا بلکہ ''خیل'' کے ساتھ ''شمس'' کی قید بھی لگائی یعنی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس رفع یدین کو عام گھوڑوں کی دُموں کی حرکت سے مشابہ قرار نہیں دیا بلکہ ایک خاص مزاج کے حامل مخصوص گھوڑوں کی دُموں سے تشبیہ دے کر منع فرمایا۔ جبکہ اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول ﷺ کے کلام میں کسی لفظ کی کمی بیشی سے متعلقہ مسئلہ کی نوعیت بدل جاتی ہے ۔مثلاً کفارہ ظہار میں اللہ تعالیٰ نے ''فتحریر رقبۃ'' ارشاد فرمایا اور کفارہ قتل میں ''فتحریر رقبۃ مؤمنۃ'' ارشاد فرمایا لہذا پہلی صورت میں ''رقبۃ'' کافر کے آزاد کرنے سے بھی کفارہ ادا ہو جائے گا مگر دوسری صورت میں نہیں کیونکہ اس میں ''رقبۃ'' کے ساتھ ''مؤمنۃ'' کی قید ہے:

اسی طرح ماہ رمضان کے روزوں کی قضا کی ادائیگی کے بارے میں ارشاد فرمایا ''فعدۃ من ایام اخر'' یعنی چھوٹے ہوئے روزے یکمشت بھی رکھے جا سکتے ہیں اور متفرق بھی ۔لیکن کفارہ قتل اور کفارہ ظہار کی دوسری متبادل صورت بیان کرتے ہوئے ارشا د فرمایا! ''**فمن لم یجد فصیام شھرین متتابعین**'' یہاں متتابعین کی قید سے واضح ہوا کہ وہ روزے متفرق طور پر کالعدم شمار ہونگے نیز کفارہ ظہار میں ''**من قبل ان یتماسا**'' کی بھی قید لگائی لہذا روزوں کے دوران تماس کے واقع ہو جانے سے بھی پہلے رکھے گئے روزے گنتی میں نہیں آئیں گے

ان مثالوں سے واضح ہوا کہ ''شمس'' کی قید بھی ایک خاص مقصد کیلیے ہے جس کے ذریعے آپ ﷺ نے صرف اس رفع یدین سے منع فرمایا جو ''خیل شمس'' کی دُموں کی حرکت سے مشابہ ہو ہر قسم کے رفع یدین سے نہیں پس وہ رفع یدین جو شمس گھوڑوں کی حرکت سے مشابہت رکھتی ہو وہ ممنوع قرار پائی

خیل شمس کا معانی:

خیل شمس کی دُموں کی حرکت کیا ہے اسکی نوعیت اور خاصیت کیا ہوتی ہے؟ اسکی مکمل وضاحت کتب لغت اور شروح حدیث میں موجود ہے المنجد مترجم ص نمبر ۵۴۱ مطبوعہ دھلی انڈیا میں ہے!

''شمس ،شموسا وشماسا، الفرس ،گھوڑے کا سرکش ہونا ،گھوڑے کا مچلنا کہ کسی کو سوار نہ ہونے دے، نہ زین کسنے دے، نہ ایک جگہ قرار پکڑے اسی طرح شرح مسلم نووی میں حدیث جابر کے تحت لکھا ہے!'' **وھی التی لا تستقر بل تضطرب و تتحرك باذنابھا وارجلھا**'' یعنی خیل شمس ایسے گھوڑوں کو کہا جاتا ہے جو ایک جگہ جم کر کھڑے رہنے کی بجائے اچھل کود کریں اور ان کی حرکت کا اندازہ یہ ہو کہ وہ اپنی دُموں اور ٹانگوں کو معاً ہلائیں اسی طرح النھایۃ: ۲/ ۵۰ میں ہے''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس تفصیل کی رو سے یہ بات بے غبار ہوگئی کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو اس حدیث میں مذکور جس رفع یدین سے منع فرمایا تھا وہ وہی تھی جس میں ان کے ہاتھوں کے ساتھ ان کے جسم کے دوسرے حصے بھی ہل رہے ہوں کیونکہ ''اَذناب خیل شمس'' کی حرکت کا انداز یہی ہوتا ہے ورنہ یہ تشبیہ عبث قرار پائے گی جبکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ اور اسکے رسول ﷺ کا کلام اس عیب سے قطعاً مبرا ہے اور اس مد میں نماز کی ہر اونچ نیچ والی تمام رفع یدین آتی ہیں مثلاً رکوع میں جاتے وقت یا اس سے سر اُٹھاتے وقت اسی طرح دو سجدوں کے مابین یونہی دو رکعتوں سے تیسری رکعت کی طرف کھڑے ہونے کے وقت وغیرہ جن پر اہل تشیع اور غیر مقلدین (اہل حدیث) عمل پیرا ہیں کیونکہ ان میں سے کسی میں ہاتھ پہلے ہلتے ہیں اور سر یا جسم کا دوسرا حصہ اسکے فوراً بعد ہلتا ہے یا سر اور جسم کا کوئی حصہ پہلے ہلتا ہے اسکے معاً بعد ہاتھ ہل جاتے ہیں اور یہی اذناب خیل شمس والی حرکات ہیں لہذا اسکے تحت منع ہے یعنی منسوخ ہے

تکبیر تحریمہ، قنوت وتر اور عیدین والی رفع یدین منع نہیں ہیں:

یہ تمام ''خیل شمس'' کی دُموں کی حرکت سے مشابہ نہیں ہیں لہذا منع بھی نہیں ہیں اس لیئے کہ ان میں صرف ہاتھ ہلتے ہیں جسم کا کوئی حصہ نہیں ہلتا یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کے اندر ان رفع یدین کے منسوخ ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں:

جب ہم تکبیر تحریمہ کہتے وقت رفع یدین کرتے ہیں تو جسم بالکل ساکن ہوتا ہے اور اسکے بعد کوئی حرکت نہیں ہوتی جو ''خیل شمس'' کے تحت آئے اسی طرح قنوت وتر کی تکبیر اور رفع یدین میں جسم بالکل ساکن اور صرف ہاتھ ہلتے ہیں عیدین کی نماز میں بھی صرف ہاتھ ہلتے ہیں جسم نہیں دوسری رکعت میں جب ہم چھ زائد تکبیریں کہہ چکتے ہیں اور رفع یدین بھی کر لیتے ہیں تو رکوع کی تکبیر تھوڑے وقفے سے کرتے ہیں پھر رکوع میں وقفے کے ساتھ جاتے ہیں تا کہ اَذناب خیل شمس'' کی حرکت مشابہ نہ ہو اور اس ممانعت کے زمرے میں نہ آئے اس وجہ سے ان میں سے کوئی رفع یدین منع نہیں لہذا غیر مقلدین کا یہ اعتراض بھی رفع ہوگیا کہ اگر رفع یدین منع ہے تو پھر تم وتر اور عیدین میں کیوں کرتے ہو؟ اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ حدیث جابر ہمارے مخالف نہیں اور غیر مقلدین کا یہ اعتراض جہالت یا تلبیس ہے

تکبیر تحریمہ، قنوت وتر اور عیدین میں رفع یدین کا ثبوت:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مذکورہ بالا تحریر سے اتنا معلوم ہوگیا کہ ان مقامات پر رفع یدین منع نہیں لیکن منع کے ثابت نہ ہونے سے ان کا وجود تو ثابت نہ ہوا؟ جوابا عرض ہے کہ ان مقامات پر دلائل قاہرہ سے رفع یدین ثابت ہے

تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین:

یہ دونوں فریقین کے درمیان متفق علیہ ہے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے بسند صحیح مروی ہے!

''کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا دخل فی الصلوٰۃ رفع یدیہ مدا''

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تو اپنے دونوں ہاتھ مبارک خوب اُٹھاتے تھے

(سنن ابوداؤد: ۱/۱۱۰ طبع کراچی)

اسی طرح ''مسند احمد ۵/۳۴۳ طبع مکہ مکرمہ و بیروت، مجمع الزوائد ۲/۱۳۰ طبع بیروت، میں حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے علاوہ ازیں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتح الباری شرح بخاری ۲/۲۷۳ طبع مصر،، امام نووی نے ''شرح مسلم: ۱/۱۶۸،، نیز غیر مقلدین کے امام نواب صدیق حسن خان بھوپالی نے ''السراج الوھاج: ۱/۱۸۴، الروضۃ الندیہ: ۱/۸۷،، میں ہے ''رفع یدین عند التحریمہ ایسا امر ہے جو شریعت مطہرہ کے دلائل متواترہ سے ثابت ہے جس کے مشروع ہونے میں دور اول سے لیکر آج تک کے جملہ علماء اُمت متفق ہیں اور اس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں'' یہ تمام کتابوں کا خلاصہ ہے

قنوت وتر کا رفع یدین اور اس کا ثبوت:

۱)امام ابن دقیق العید رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''الامام'' میں تکبیر قنوت وتر میں رفع یدین کے متواتر اخبار سے ثبوت کا دعویٰ فرمایا ہے (کتاب الامام: ص ۲۹۱)

۲)امام ابو بکر بن ابی شیبہ نے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۴ ص ۵۳۱ میں باب باندھا ہے: **''فی رفع الیدین فی قنوت الوتر''** پھر اس میں تین روایتیں لائے ہیں

ا)حدثنا أبو الأحوص، عن مغيرة، عن ابراهيم قال ارفع يديك للقنوت:

ب)حدثنا معاوية بن هشام قال حدثنا سفيان، عن ليث عن عبد الرحمن بن الاسود عن أبيه عن عبد الله، أنه كان يرفع يديه في قنوت الوتر:

ج)حدثنا عبد الرحمن بن محمد المحاربي، عن ليث، عن ابن الاسود عن ابيه، عن

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عبداللہ أنه کان یرفع یدیه اذا قنت فی الوتر"

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۴/۵۳۱ برقم ۷۰۲۶، ۷۰۲۷، ۷۰۲۸ بتحقیق محمد عوامہ طبع بیروت)

۳)عن ابراهیم النخعی قال ترفع الایدی فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوٰۃ وفی التکبیر للقنوت فی الوتر وفی العیدین الحدیث رواہ الطحاوی واسنادہ صحیح

ترجمہ: حضرت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رفع یدین سات موقعوں پر کیا جاتا ہے:

(۱) جب نماز شروع کی جاتی ہے

(۲) دوسرے وتر میں دعا قنوت کے لیے اللہ اکبر کہا جاتا ہے

(۳) عیدین کی نماز میں

(۴) حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت

(۵) سعی میں صفا و مروہ پر

(۶) مزدلفہ اور عرفات میں

(۷) منیٰ میں کنکریاں مارتے وقت

اس حدیث کی روایت امام طحاوی نے کی اور اس حدیث کی سند صحیح ہے

(زجاجۃ المصابیح جلد ۲ ص ۳۴۴ طبع لاہور)

اسی طرح مختصر قیام اللیل ص ۲۳۰ طبع رحیم یار خان میں بھی ہے امام احمد بن حنبل اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ بھی اسی کے قائل تھے علاوہ ازیں اس سے قطع نظر ان مقامات پر رفع یدین کرنا ہمارے اماموں سے ثابت ہے جبکہ اسکی ممانعت کی بھی کوئی معیاری شرعی دلیل نہیں اگر کسی کا دعویٰ ہے وہ دلیل پیش کرے ان شاء اللہ اسکا جواب دیا جائے گا

امام ابو یوسف کی تالیف میں ہے

"امام ابراہیم نخعی تکبیر قنوت وتر اور تکبیرات عیدین میں رفع یدین کرنے کا فتویٰ دیتے تھے"

(کتاب الآثار ص ۲۱)

علامہ بدرالدین محمود عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

”وھو الحدیث المشھور ان النبی ﷺ قال لا ترفع الأیدی الا فی سبع مواطن،ثلاثہ فی الصلوۃ،وأربعۃ فی الحج وأما الثلاثہ فتکبیرۃ الافتتاح،وتکبیرات العیدین و تکبیرۃ القنوت“ (البنایۃ:۲/۵۸۸ طبع بیروت)

عیدین کی نماز میں رفع یدین کا ثبوت:

”عن ابراھیم النخعی قال ترفع الایدی فی سبع مواطن فی افتتاح الصلوۃوفی التکبیر للقنوت فی الوتر وفی العیدین الحدیث رواہ الطحاوی واسنادہ صحیح“

اسکے علاوہ شیخ الاسلام بدرالدین محمود عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

”فان الکرخی قال فی مختصرہ قال ابو حنیفۃ و محمد یرفع یدیہ فی التکبیرات الزوائد فی العیدین“

یعنی مختصر کرخی میں ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا عیدین کی نماز میں زائد تکبیرات کے ساتھ تمہاری رفع یدین ہے (البنایۃ فی شرح الھدایۃ: ۳/۱۳۵ طبع بیروت)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

☆☆☆ ☆☆☆ ☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۹)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ پر ایک الزام کا جواب

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد!

اعتراض: مولانا احمد رضا خان بریلوی نے ''ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم صفحہ نمبر ۴۷'' میں عبدالرحمن قاری (صحابی رسول) پر فتویٰ کفر لگایا ہے

جواب: قارئین محترم: گزارش یہ ہے کہ عبدالرحمن قاری نام کا حضور نبی کریم ﷺ کا کوئی بھی صحابی نہیں ہے کیونکہ اسماء الرجال اور خاص کر صحابہ کرام علیہم الرضوان پر جتنی بھی کتب لکھی گئی ہیں اس نام کے کسی صحابی کا ذکر موجود نہیں اور اگر معترضین اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو کتب معتبرہ میں سے اس نام کے صحابی کے حالات زندگی اور اس کا سن پیدائش و وفات پیش کریں

مخالفین کی چال بازی:

مخالفین عوام کو دھوکہ دینے کے لیے ایک نام پیش کرتے ہیں جن کا نام ''عبدالرحمن بن عبدالقاری'' ہے کیا عبدالرحمن قاری اور عبدالرحمن بن عبدالقاری میں کوئی فرق نہیں یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ دعویٰ کیا اور دلیل کیا؟ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت مولانا الشاہ احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات میں جس عبد الرحمن قاری کا تذکرہ ہے وہ کوئی اور شخص ہے اور عبدالرحمن بن عبدالقاری کوئی اور ہے تفصیل اس کی یہ ہے کہ جس عبدالرحمن کا ذکر ملفوظات اعلیٰ حضرت میں موجود ہے وہ عبدالرحمن قاری قبیلہ بنی قارہ سے ہے اور رسول اللہ ﷺ کے مویشیوں پر ڈاکہ ڈالنے والا ہے، یہ واقعہ امام بخاری (صحیح بخاری باب غزوہ ذی القرد: ۲/ ۶۰۳ ومترجم بخاری: ۲/ ۶۵۲ طبع لاہور) کے مطابق غزوہ خیبر سے صرف تین روز پہلے پیش آیا اسی طرح یہ بات صحیح مسلم باب غزوہ ذی القرد: ۲/ ۱۱۳ و فتح الباری شرح بخاری ۷/ ۴۶۰ و شرح صحیح مسلم للسعیدی: ۵/ ۵۹۷ میں بھی موجود ہے اسی غزوہ میں عبدالرحمن قاری صحابہ کرام کے ہاتھوں قتل ہوا، اور یہ غزوہ ۷ ہجری کا ہے اس غزوہ کے ہیرو حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے جو روایات مروی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے:

''حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی سواری کے اونٹ اپنے غلام رباح کے ہمراہ چرنے کے لیے بھیجے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تھے اور میں (سلمہ بن اکوع) بھی ابوطلحہ (رضی اللہ عنہ) کے گھوڑے سمیت ان کے ساتھ تھا کہ اچانک صبح عبدالرحمن فزاری (جس کا ذکر ملفوظات اعلیٰ حضرت میں کیا گیا ہے) نے اونٹوں پر چھاپہ مارا اور ان سب کو ہانک کر لے گیا اور چرواہے کو قتل کر دیا۔ میں نے کہا! رباح یہ گھوڑا لو اور اسے ابوطلحہ تک پہنچا دو اور رسول اللہ ﷺ تک خبر دو اور خود میں نے ایک ٹیلے پر کھڑے ہو کر مدینہ کی طرف رخ کیا اور یا صباحاہ!! تین مرتبہ پکارا پھر میں حملہ آوروں کے پیچھے چل نکلا اور ان پر تیر برساتا جاتا اور یہ رجز پڑھتا جاتا:

انا ابن الاکوع　　　　الیوم یوم الرضع

ترجمہ: میں اکوع کا بیٹا ہوں اور آج کا دن دودھ پینے والے کا دن ہے:

حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بخدا میں انھیں مسلسل تیروں سے چھلنی کرتا رہا۔ جب کوئی سوار پلٹ کر میری طرف آتا تو میں کسی درخت کی اُوٹ میں بیٹھ جاتا۔ پھر اسے تیر مار کر زخمی کر دیتا یہاں تک کہ یہ لوگ پہاڑ کے تنگ راستے میں داخل ہوئے تو میں پہاڑ پر چڑھ گیا اور پتھروں سے ان کی خبر لینے لگا۔ اس طرح میں نے مسلسل ان کا پیچھا کیے رکھا یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ کے جتنے اونٹ تھے میں نے ان سب کو اپنے پیچھے کر لیا اور ان لوگوں نے میرے لیے ان اونٹوں کو آزاد چھوڑ دیا لیکن میں نے پھر بھی ان کا پیچھا جاری رکھا اور ان پر تیر برساتا رہا یہاں تک کہ بوجھ کم کرنے کے لیے انھوں نے تیس سے زیادہ چادریں اور تیس سے زیادہ نیزے پھینک دیے"

حاصل کلام یہ کہ اس لڑائی میں صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عبدالرحمن کو قتل کر ڈالا رسول اللہ ﷺ نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا

"آج ہمارے سب سے بہتر شہسوار ابوقتادہ اور سب سے بہتر پیادہ سلمہ (بن اکوع) ہیں۔ اور آپ ﷺ نے مجھے دو حصے دیے ایک پیادہ کا اور ایک شہسوار کا اور مدینہ واپس ہوتے (یہ شرف بخشا) کہ عضباء نامی اپنی اونٹنی پر اپنے پیچھے سوار فرمالیا"

(ماخوذ بخاری و مسلم، مدارج النبوت، زرقانی، سیرت ابن ہشام، زاد المعاد وغیرہ)

قارئین محترم! ذرا غور فرمائیں کہ یہ عبدالرحمن جس کا ذکر ملفوظات اعلیٰ حضرت میں کیا گیا ہے ۷ ہجری کے معرکے میں صحابہ کرام علیہم الرضوان کے ہاتھوں قتل ہوا:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور رہا عبدالرحمن بن عبدالقاری تو اس کی تفصیل یہ ہے:

اکثر محدثین نے عبدالرحمن بن عبدالقاری کو تابعی تسلیم کیا ہے صرف علامہ واقدی انھیں صحابہ میں شمار کرتے ہیں کیونکہ انھوں نے ان کو اُن لوگوں میں شمار کیا ہے جو عہد رسالت میں پیدا ہوئے مگر انھیں حضور ﷺ سے سماع حدیث کا شرف حاصل نہ ہوسکا ان کی وفات ۸۱ ہجری میں ہوئی جبکہ ان کی عمر ۷۸ سال تھی اس حساب سے انکی پیدائش ۳ ہجری ہے تو کیا وہ چار سال کی عمر میں لڑنے گئے تھے؟ جیسا کہ ''اکمال فی اسماء الرجال'' میں ہے:

[عبدالرحمن بن عبدالقاری یقال انه ولد علی عهدا رسول الله ﷺ ولیس له منه سماع ولا روایة وعده الواقدی من الصحابة فیمن ولد عهد رسول الله ﷺ المشهور انه تابعی وهو من جملة تابعی المدینة و علمائها سمع عمر بن خطاب مات سنة احدو ثمانین وله ثمان وسبعون سنة]

(مشکوۃ مع اکمال فی اسماء الرجال (اردو): ۳/ ۷۳ ۳ مطبوعہ لاہور)

ترجمہ: ان کا نام عبدالرحمن بن عبدالقاری ہے کہا جاتا ہے کہ حضور ﷺ کے زمانہ میں پیدا ہوئے لیکن نہ حضور ﷺ سے حدیث کی سماعت کی نہ ہدایت بیان کی مؤرخ واقدی نے اُن صحابہ کے ذکر میں جو آنحضرت (ﷺ) کے زمانہ میں پیدا ہوئے اِن کا بھی شمار کیا ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ تابعی ہیں مدینہ کے تابعین اور وہاں کے علماء میں سے ہیں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے حدیث سنی، ۸۱ھ میں بعمر ۷۸ سال وفات پائی

۲) ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[عبدالرحمن بن عبدالقاری ولد علی عهد النبیؐ ﷺ وقیل به الیه وهو صغیر روی عن عمر و ابی طلحه وابی ایوب وابی هریرة....قال ابن معین ثقه... وقال ابن سعد توفی بالمدینة سنة ۸۵ ه فی خلافت عبدالملك وهو ابن (۷۸)سنة...اجلة تابعی اهل المدینة وعلمائهم...وقال العجلی مدنی تابعی ثقه و ذکره مسلم وابن سعد وخلیفة فی الطبقة الاول من تابعی اهل المدینة]

(تہذیب التہذیب: ۷/ ۲۲۳ مطبوعہ بیروت)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳)اسی طرح علامہ ابن اثیر نے اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابۃ: ۳/۷۷،۳۷۸ ۳ مطبوعہ دار الفکر میں لکھا ہے
علاوہ ازیں درج ذیل کتب میں بھی عبد الرحمن بن عبد القاری کے متعلق تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں:

۴)طبقات ابن سعد: ۵/۵۷	(۵)طبقات خلیفۃ:۶۳۶
(۶) ثقات العجلی: ص ۳۳	(۷) تاریخ البخاری الکبیر: ۵/ الترجمہ ۹۸۸
(۸)علل احمد: ۱/۲۵۷	(۹)معرفۃ التاریخ ۱/۳۷۰
(۱۰)شذرات الذھب: ۱/۸۸	(۱۱)خلاصۃ الخزرجی: ۲/ الترجمہ ۴۱۷۶
(۱۲)معرفۃ التابعین: صفحہ ۲۶	(۱۳)تذھیب التھذیب: ۲/۲۱۸
(۱۴)تھذیب الکمال: ۱۷/ ۲۶۳	(۱۵)تاریخ الاسلام: ۳/۱۸۶
(۱۶)سیر أعلام النبلاء: ۴/ ۱۴، ۱۵	(۱۷)تجرید أسماء الصحابۃ ۱/ الترجمہ ۳۷۲۰
(۱۸)الکاشف: ۲/ الترجمہ ۳۲۹۷	(۱۹)العبر: ۱/ ۹۲

(۲۰) ثقات ابن حبان: ۵/ ۷۹ (۲۱)الجرح والتعدیل: الترجمہ ۱۲۳۳

ان تمام کتب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ عبد الرحمن بن عبد القاری تابعی ہیں لہذا ملفوظات اعلیٰ حضرت میں جس عبد الرحمن کا ذکر ہے وہ یہ نہیں ہیں

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ چلو صحابی نہ سہی تابعی کو کافر کیوں کہا؟

اس ضمن میں عرض ہے کہ ملفوظات اعلیٰ حضرت میں موجود عبد الرحمن کا ذکر تو عہد نبوی ﷺ سے ہے تو پھر وہاں تابعی کہاں سے آ گیا؟ بہر حال تابعی ہو یا صحابی یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے جس عبد الرحمن کو کافر کہا ہے یہ وہ شخص ہے اور جس کے کفری کارنامے ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم میں موجود ہیں چند باتیں قارئین کی وضاحت کے لیے پیش کی جاتی ہیں

۱)یہ عبد الرحمن اپنے ہمراہیوں کے ساتھ حضور ﷺ کے اونٹوں پر آپڑا

۲)حضور ﷺ کے چرواہے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا

۳)حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے اس کا تعاقب کیا

۴)اس عبد الرحمن کو حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے قتل کر دیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گزارش دل:

- کیا حضور ﷺ کے اونٹوں کو لوٹنے والا صحابی یا تابعی ہوگا؟
- کیا حضور ﷺ اور انکے صحابہ سے جنگ کرنے والا صحابی یا تابعی ہوگا؟
- کیا حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ نے کسی صحابی کا تعاقب کیا؟
- کیا حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے کسی صحابی یا تابعی کو قتل کیا؟

ہر ذی عقل و ذی فہم ان سوالات کے جوابات کے بارے میں یہی کہے گا کہ ہرگز نہیں غزوہ ذی قرد کے حالات و واقعات پڑھ کر سب کا یہی فیصلہ ہوگا کہ یہ عبدالرحمن ضرور بضرور اللہ اور اس کے رسول جل جلالہ وصلی اللہ علیہ وسلم کا سخت دشمن اور بدترین کافر تھا

ایک غلط فہمی اور اسکا ازالہ:

ملفوظات اعلیٰ حضرت حصہ دوم میں عبدالرحمن کے نام کے ساتھ جو واقعات تفصیلاً مذکور ہیں وہ واقعی طور پر اس بات کی غمازی کررہے ہیں کہ یہ عبدالرحمن بن عبدالقاری ہرگز ہرگز نہیں ہیں اگرچہ اس کافر عبدالرحمن کی نسبت سامع یا جامع کی غلطی کی وجہ سے بدل گئی ہے فزاری کی جگہ قاری ہوگیا ہے صرف نسبت بدلنے سے مسمی نہیں بدلتا اور ملفوظات میں صاحب ملفوظات کی عبارت بعینہ منقول نہیں ہوتی بلکہ یہ روایت بالمعنی ہوتی ہے اور سامع سے غلطی کا صادر ہوجانا ممکن ہے جیسا کہ اہل علم پر یہ بات مخفی نہیں ہے

والله تعالیٰ اعلم بالصواب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۱۰)

ناصر الدین البانی (غیر مقلد) کی کتاب
❁ ''سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ'' پر ایک نظر ❁

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد:

علوم احادیث میں جہاں اہل علم نے قابل ستائش خدمات انجام دیں اور حدیث کی تحقیق وتخریج میں طویل وقت صرف کیا وہیں چند لوگ ایسے بھی سامنے آئے جنھوں نے احادیث پر عمل کرنے کے دعویٰ کے التزام میں ضعیف وموضوع روایت پر بھی عمل کرنے کو خود کی معراج سمجھ لیا ہے چاہے اس روایت کا راوی متروک الحدیث، چور، زانی ہی کیوں نہ ہو یہ فاسقین سے بھی روایت حاصل کر کے اُسے حدیث کے نام سے موسوم کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرتے کیونکہ ان کے اس جال سے عام بھولے بھالے لوگ جو کہ حدیث کی تحقیق، جرح وتعدیل سے ناواقف ہیں وہ ان کے دام تزویر میں آسانی سے پھنس سکتے ہیں کہ یہ تو حدیث سے مسئلے کو ثابت کر رہے ہیں اور اس کام کی ذمہ داری غیر مقلدین (اہلحدیث) کی جماعت نے اُٹھائی ہے جن کا عزم خود ساختہ اور جعلی حدیث کے جھانسہ میں عوام الناس کو راہ راست سے بھٹکانا ہے:

انہی شخصیات میں غیر مقلدین کے ایک بڑے محقق جناب ناصر الدین البانی بھی ہیں اور موصوف وہ طوفانی محقق ہیں کہ جن کی طوفانی تحقیق نے احادیث صحاح کی مستحکم ومضبوط سندوں کو متزلزل کر کے زمرہ صحاح سے نکال پھینکا اور واہی تباہی راویوں کی روایتوں کو یکجا کر کے کمزور سندوں والی حدیثوں کا ذخیرہ جمع کر دیا اور اسکا نام رکھا ''سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ''

محقق ناصر الدین البانی نے محدثین وفقہاء کی قدیم روش سے ہٹ کر تحقیق کی ایک جدا راہ نکالی اور کتب صحاح کی احادیث کو دو حصوں میں بانٹ دیا، ایک احادیث صحیحہ جو قابل عمل ہیں دوسرے احادیث ضعیفہ جو مردود و باطل ہیں جماعت غیر مقلدین میں ان کی بڑی پزیرائی ہوئی اور آج پوری جماعت میں ان کی تحقیق کا سکہ بڑی دھوم دھام سے رواں دواں ہے

تحقیق حدیث کے نام پر تحریف وتلبیس اور رائمہ حدیث، ماہرین فن، جرح وتعدیل کی روایات ثابتہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

،ائمہ سے انحراف اور فکری کج روی کی ایک جھلک قارئین کی نذر کروں گا ہمیں صرف یہ دیکھنا ہے کہ محقق موصوف نے تحقیق حدیث کے نام پرکس ہوشیاری وسفاکی کے ساتھ ان ضعیف راویوں کی روایات کو اپنی صحیح میں داخل کر دیا جن کے ضعف پر ائمہ حدیث کا اجماع ہے اور جن کو ائمہ فن نے ناقابل اعتبار و احتجاج ،متروک ،مردود تسلیم کیا ہے البانی صاحب نے اپنی کتاب ''سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ''میں درج ذیل ضعیف و مردود دراویوں کی روایتوں کو درج کیا ہے کہیں احتجاج کے طور پر تو کہیں استشہاد ومتابعات کے طریقے پر ان راویوں کے نام اور ساتھ میں البانی صاحب کی کتاب کا حوالہ لگا دیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیے:

۱)فرات بن السائب:

سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:۱/ ۷۹

امام نسائی کتاب الضعفاء والمتروکین طبع بیروت رقم ۴۸۸ میں فرماتے ہیں:متروک الحدیث اسی طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ''تاریخ الکبیر'' ۷ / ۱۲۹،اور کتاب ''والضعفاء والمتروکین رقم ۲۹۷ طبع بیروت''میں ،ابن ابی حاتم نے''الجرح والتعدیل''۷ / ۷۹ میں ،امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے''المیزان''۳ / ۳۴۰ میں متروک الحدیث لکھا ہے:

۲)جابر الجعفی:

''سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ:۱/ ۸۷

۱)امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!
جابر بن یزید الجعفی متروک ،کوفی ،کتاب الضعفاء:۹۸ طبع بیروت،
۲)اسی طرح یحییٰ بن معین التاریخ:۳/ ۲۸۶
۳)ابن حنبل فی ''علله :۱/ ۶۱
۴)امام بخاری نے''تاریخ کبیر''میں:۱/ ۲۱۰،''تاریخ الصغیر:۲ / ۹والضعفاء الصغیر:۲۵
۵)البسوی فی ''معرفۃ والتاریخ''۳/ ۳۶
۶)العقیلی فی ''الضعفاء الکبیر ترجمہ''۲۴۰
۷)ابن ابی حاتم فی ''الجرح والتعدیل''۱/ ۴۹۷

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

٨)ابن حبان فی ''المجروحین''

٩)ابن عدی فی ''الکامل فی الضعفاء'' ٢/ ٥٣٧

١٠)الدارقطنی فی ''الضعفاء والمتروکین ترجمہ ١٣٢

١١)الذہبی فی ''المیزان'' ١/ ٣٧٩

٣) أصرم بن حوشب:

''سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ'' ١/ ١٢٢

(١)امام نسائی نے کتاب الضعفاء والمتروکین ترجمہ ٦٦ کے تحت فرمایا متروک الحدیث

(٢)ابن حنبل فی علله ١/ ٢٤٢

(٣)البخاری فی ''التاریخ الکبیر'' ١/ ٥٦ والتاریخ الصغیر ٢/ ٢٩٠ والضعفاء الصغیر ترجمہ نمبر ٢١

(٤)العقیلی فی ''الضعفاء الکبیر ترجمہ'' ١٣٢

(٥)ابن ابی حاتم فی ''الجرح والتعدیل'' ١/ ٣٣٦

(٦)ابن حبان فی المجروحین ١/ ١٨١

(٧)ابن عدی فی ''الکامل فی الضعفاء'' ١/ ٣٩٤

(٨)الدارقطنی فی الضعفاء والمتروکین: ترجمہ ١١٦

(٩)الذہبی فی ''المیزان'' ١/ ٢٧٢

(١٠)ابن حجر عسقلانی فی اللسان المیزان: ١/ ١٩٣

٤)لیث بن أبی سلیم:

''سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ'' ٢/ ٦٣٠، ٣/ ٢٩، ٥/ ١٨

١)امام نسائی فرماتے ہیں ضعیف دیکھئے الضعفاء والمتروکین ترجمہ ٥١١

اسی طرح درج ذیل محدثین نے بھی اسکو ضعیف قرار دیا ہے:

(٢) یحیٰی بن معین فی ''تاریخہ'' ٢/ ٥٠١

(٣) بخاری فی ''التاریخ الکبیر'' ٤/ ٢٤٦

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۴)العقیلی والضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۵۶۹

(۵)ابن أبی حاتم فی "الجرح والتعدیل" ۳/ ۱۷۷

(۶)ابن حبان فی "المجروحین" ۲/ ۲۳۱

(۷)ابن عدی فی "الکامل ۶/ ۲۱۰۵

(۸)الذہبی فی المیزان ۳/ ۴۲۰

(۹)ابن حجر عسقلانی فی التہذیب التہذیب ۸/ ۴۶۵ وفی تقریب ۲/ ۱۳۸

۵)اسماعیل بن سلیمان ألازرق التمیمی:

"سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ" ۲/ ۶۳۱

امام نسائی فرماتے ہیں! متروک الحدیث، دیکھئے: کتاب الضعفاء والمتروکین ترجمہ ۳۷ درج ذیل محدثین نے بھی اسماعیل بن سلیمان ألازرق کو ضعیف قرار دیا ہے:

(۱) یحییٰ بن معین فی "تاریخہ" ۳/ ۲۸۶

(۲)البخاری فی "التاریخ الکبیر" ۱/ ۳۵۷

(۳)البسوی فی المعرفۃ والتاریخ ۳/ ۳۶

(۴)العقیلی فی الضعفاء الکبیر ترجمہ ۹۲

(۵)ابن أبی حاتم فی "الجرح والتعدیل" ۱/ ۱۷۶

(۶)ابن حبان "المجروحین ۱/ ۱۲۰

(۷)ابن عدی "الکامل فی الضعفاء" ۱/ ۲۷۶

(۸)الدارقطنی فی "الضعفاء والمتروکین ترجمہ ۷۶

(۹)الذہبی فی "المیزان" ۱/ ۲۳۲

(۱۰)ابن حجر عسقلانی فی "التہذیب" ۱/ ۳۵۴ وفی تقریب التہذیب ۱/ ۷۰

۶)یزید بن ربیعہ الدمشقی:

"سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ" ۱/ ۷۷، ۲/ ۶۳۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امام نسائی فرماتے ہیں! متروک الحدیث، دیکھئے: الضعفاء والمتروکین ترجمہ ۶۴۳

درج ذیل محدثین نے بھی ضعیف قرار دیا ہے:

۱) البخاری فی ''التاریخ الکبیر ۴ / ۳۳۲ والتاریخ الصغیر ۲ / ۱۵۸

۲) العقیلی فی الضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۹۸۹

۳) ابن أبی حاتم فی الجرح والتعدیل ۴ / ۲۶۱

۴) ابن حبان فی المجروحین ۳ / ۱۰۴

۵) ابن عدی فی الکامل ۷ / ۲۷۱۴

۶) الدارقطنی فی ''الضعفاء والمتروکین ترجمہ ۵۹۰

۷) الذہبی فی ''المیزان'' ۴ / ۴۲۲

۸) ابن حجر عسقلانی فی ''اللسان المیزان ۶ / ۲۸۶

۷) یحییٰ بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن موہب التیمی المدنی:

''سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ'' ۲ / ۶۳۶

درج ذیل محدثین نے اسے ضعیف قرار دیا ہے

۱) یحییٰ بن معین فی ''التاریخ'' ۳ / ۲۸۰

۲) البخاری فی ''التاریخ الکبیر'' ۴ / ۲ و''تاریخ الصغیر'' ۲ / ۴ ''والضعفاء الصغیر'' ۱۲۰

۳) العقیلی فی الضعفاء الکبیر ترجمہ ۲۰۴۰

۴) ابن ابی حاتم فی ''الجرح والتعدیل'' ۴ / ۲ / ۱۶۷

۵) ابن حبان فی ''المجروحین'' ۳ / ۱۲۱

۶) ابن عدی فی ''الکامل'' ۷ / ۲۲۵۹

۷) الذہبی فی ''المیزان الاعتدال'' ۴ / ۳۹۵

۸) ابن حجر عسقلانی فی ''التہذیب'' ۱۱ / ۲۵۲ وفی ''التقریب التہذیب'' ۲ / ۳۵۳

۸) عباد بن کثیر الرملی:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ'' ۲/ ۶۱۷

۱) امام نسائی فرماتے ہیں ''لیس بثقۃ'' درج ذیل محدثین نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے

۲) یحیی بن معین فی ''التاریخ'' ۴/ ۸۶

۳) البخاری فی ''التاریخ الکبیر'' ۲/ ۲۷۰ و ''تاریخ الصغیر'' ۲/ ۴ ''والضعفاء الصغیر'' ۹۱

۴) العقیلی فی الضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۳۹۶

۵) ابن ابی حاتم فی ''الجرح والتعدیل'' ۳/ ۲۱۳

۶) ابن حبان فی ''المجروحین'' ۲/ ۱۸۹

۷) ابن عدی فی ''الکامل'' ۵/ ۱۶۶۴

۸) الدارقطنی فی ''الضعفاء والمتروکین ترجمہ ۴۲۴

۹) الذہبی فی ''المیزان'' ۲/ ۳۸۵

۱۰) ابن حجر عسقلانی فی ''التہذیب'' ۵/ ۲۱۷ و فی ''التقریب التہذیب'' ۱/ ۳۹۸

۹) اسماعیل بن عیاش:

''سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ'' ۴/ ۵،۵/ ۲۱

۱) امام نسائی فرماتے ہیں: ضعیف، دیکھئے: ''الضعفاء والمتروکین'' ترجمہ ۳۴

درج ذیل محدثین نے بھی ضعیف قرار دیا ہے

۲) البخاری فی ''التاریخ الکبیر'' ۱/ ۳۶۹

۳) العقیلی فی الضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۰۲

۴) تہذیب الکمال ۳/ ۱۶۳

۵) ابن ابی حاتم فی ''الجرح والتعدیل'' ۲/ ۱۹۱

۶) یحیی بن معین فی ''التاریخ'' ۲/ ۳۶

۷) ابن عدی فی ''الکامل فی الضعفاء'' ۱/ ۲۸۸

۸) الذہبی فی ''المیزان الاعتدال'' ۱/ ۲۴۰

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۹)ابن حجر عسقلانی فی "التقریب" ۱/ ۹۸ ترجمہ ۴۷۴ وفی "التھذیب" ۱/ ۳۲۱

۱۰) قیس بن ربیع کوفی:

"سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ" ۴/ ۷

۱)امام نسائی فرماتے ہیں: "متروک الحدیث" الضعفاء والمتروکین ترجمہ ۴۹۹

دیگر محدثین نے بھی اس کو ضعیف کہا ہے دیکھئے: درج ذیل کتب۔

۲) یحییٰ بن معین فی "التاریخ" ۲/ ۴۹۰

۳)البخاری فی "التاریخ الکبیر" ۴/ ۱۵۶

۴)العقیلی فی الضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۵۲۷

۵)ابن ابی حاتم فی "الجرح والتعدیل" ۷/ ۹۶

۶)ابن حبان فی "المجروحین" ۲/ ۲۱۸

۷)ابن عدی فی "الکامل" ۶/ ۲۰۶۳

۸)الذہبی فی "المیزان الاعتدال" ۳/ ۳۹۳

۹)ابن حجر "تہذیب التھذیب" ۸/ ۳۹۱و "التقریب" ۲/ ۱۲۸

۱۱)عبد الرحمن بن زیاد بن انعم الافریقی:

"سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ" ۴/ ۴۴۵

۱)امام نسائی فرماتے ہیں: "ضعیف" الضعفاء والمتروکین ترجمہ ۳۶۱

درج ذیل محدثین نے بھی اسے ضعیف قرار دیا ہے

۲) یحییٰ بن معین فی "التاریخ" ۲/ ۴۹۰

۳)محمد بن عثمان فی "سوالاتہ" ترجمہ ۳۳۰

۴)البخاری فی "التاریخ الکبیر" ۳/ ۲۸۳و "التاریخ الصغیر" ۲/ ۱۲۳ "والضعفاء الصغیر" ۷۰

۵)البسوی فی "المعرفۃ والتاریخ" ۲/ ۲۳۳

۶)العقیلی فی الضعفاء الکبیر ترجمہ ۹۲۷

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۷)ابن ابی حاتم فی ''الجرح والتعدیل''۲/ ۲۳۴
۸)ابن حبان فی ''المجروحین''۲/ ۵۰
۹)ابن عدی فی ''الکامل''۴/ ۱۵۹۰
۱۰)الدارقطنی فی ''الضعفاء والمتروکین ترجمہ ۳۳۷
۱۱)الذہبی فی ''المیزان الاعتدال''۲/ ۵۶۲
۱۲)المغنی ۲/ ۳۸۰
۱۳)ابن حجرعسقلانی فی ''تقریب التہذیب''۱/ ۵۶۹و''تہذیب التھذیب''۶/ ۱۷۳
۱۴)نصر بن طریف اَبو جزی:
''سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ ''۴/ ۴۴۶
۱)امام نسائی فرماتے ہیں:''متروک الحدیث''الضعفاء والمتروکین ترجمہ ۵۹۳
درج ذیل محدثین نے بھی اسکوضعیف قرار دیا ہے دیکھئے:
۲)یحییٰ بن معین فی ''تاریخہ''۴/ ۹۱
۳)محمد بن عثمان فی ''سوالاتہ''ترجمہ ۳۷
۴)احمد بن حنبل فی''عللہ ''۱/ ۵۳
۵)البخاری فی ''التاریخ الکبیر''۴/ ۱۰۵او''تاریخ الصغیر''۲/ ۱۵۷
۶)البسوی فی ''المعرفۃ والتاریخ''۲/ ۱۲۳
۷)العقیلی فی الضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۸۴۹
۸)ابن ابی حاتم فی ''الجرح والتعدیل ۴/ ۴۶۶
۹)ابن عدی فی الکامل ۷/ ۲۴۹۶و فی المجروحین ۳/ ۵۲
۱۰)دارقطنی فی الضعفاء والمتروکین ترجمہ ۵۴۴
۱۱)ابن حجر فی اللسان المیزان ۶/ ۱۵۵
۱۳)عبداللہ بن خراش:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ'' ۵/ ۴۴۶

۱)امام نسائی فرماتے ہیں''لیس بثقۃ''الضعفاء والمتروکین ترجمہ ۳۲۶

اسکے علاوہ درج ذیل محدثین نے اسکو ضعیف قرار دیا ہے۔

۲)امام بخاری''تاریخ الکبیر''۳/ ۸۰

۳)العقیلی نے''الضعفاء الکبیر ترجمۃ ۷۹۷ میں

۴)ابن عدی نے''الکامل'' ۴/ ۱۵۲۵ میں الذہبی نے''المیزان'' ۲/ ۴۲۳ میں

۱۴)الربیع بن صبیح البصری:

''سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ'' ۶/ ۲۲۷

اسکے ضعف کے لیے دیکھئے درج ذیل کتب

۱)یحییٰ بن معین فی''تاریخہ'' ۴/ ۹۱

۲)البخاری فی''التاریخ الکبیر'' ۱/ ۲۷۸ والضعفاء والمتروکین ترجمہ ۱۱۶

۳)العقیلی فی الضعفاء الکبیر ترجمہ ۴۸۳

۴)ابن حبان فی''المجروحین'' ۱/ ۲۹۶

۵)الذہبی فی''المیزان'' ۲/ ۴۱

۶)ابن حجر عسقلانی فی''التھذیب'' ۳/ ۲۴۷ وفی''التقریب التھذیب'' ۱/ ۲۴۵

۱۵)اسماعیل بن مسلم مکی:

''سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ'' ۶/ ۵۰۵

۱)امام نسائی فرماتے ہیں:''متروک الحدیث''الضعفاء والمتروکین ترجمہ ۳۶

درج ذیل محدثین نے بھی اسکو ضعیف قرار دیا ہے

۲)یحییٰ بن معین فی''تاریخہ'' ۴/ ۷۰

۳)البخاری فی''التاریخ الکبیر'' ۱/ ۳۷۲ و''تاریخ الصغیر'' ۲/ ۸۴''والضعفاء الصغیر'' ۱۷

۴)البسوی فی''المعرفۃ والتاریخ'' ۳/ ۶۶

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۵)العقیلی فی الضعفاء الکبیر ترجمہ ۱۰۴

۶)ابن أبی حاتم فی الجرح والتعدیل ۱/ ۱۹۸

۷)ابن حبان فی ’’المجروحین ۱/ ۱۹۸

۸)ابن عدی ’’الکامل فی الضعفاء ۱/ ۲۷۹

۹)الدارقطنی فی ’’الضعفاء والمتروکین‘‘ ترجمہ ۷۷

۱۰)الذہبی فی ’’المیزان الاعتدال‘‘ ۱/ ۲۴۸

۱۱)ابن حجر عسقلانی فی تقریب ۱/ ۹۹ وتہذیب ۱/ ۳۳۱

۱۲)’’تہذیب الکمال‘‘ ۳/ ۱۹۸ ترجمہ ۴۸۳

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

☆☆☆ ☆☆☆ ☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر(۱۱)

مدینہ سے میدان کربلا تک

امام حسین رضی اللہ عنہ کی سواری

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

جب بھی محرم الحرام کا مہینہ آتا ہے ماتمی جلوسوں میں ''ذوالجناح'' کا وجود ایک مقدس فریضہ سمجھا جاتا ہے یہاں تک کہ اس میں شامل گھوڑے کو ''شعائر اللہ'' کا درجہ دیدیا جاتا ہے جو کہ تحقیقاً بے اصل ہے عام واعظین اور ذاکرین اس کا تذکرہ بڑے مقدس انداز میں کرتے ہیں اور کربلا کے واقعہ کو بیان کرتے ہوئے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے گھوڑے کے بارے میں مختلف ڈرامائی حکایات بیان کی جاتی ہیں جو کہ یقیناً اُن نفوس قدسیہ کے شایان شان ہرگز نہیں اگر ہم بالغ نظری سے کتب شیعہ کا مطالعہ کریں تو ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سید الشہداء جناب حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اس سفر کے دوران اُونٹنی پر سوار تھے آیئے ان کتب کے مختلف اوراق کی ورق گردانی کرتے ہیں:

۱)مدینہ سے آغاز سفر اونٹنی پر اور کربلا میں اونٹنی:

[ثم ان محمد ابن حنفیه سمع ان اخاه الحسین یرید العراق فبکی بکاء شدیدا ثم قال له ان اهل الکوفة قد عرفت غدرهم بابیك واخیك فان قبلت قولی اقم بمکة فقال یا اخی انی اخشی ان تقاتلنی جنود بنی اُمیه فی مکة فاکون کالذی یستباح دمه فی حرم الله ثم قال یا اخی فیسر الی یمن فانك امنع الناس به فقال الحسین علیه السلام یا اخی سا نظر فیما قلت فلما کان وقت السحر عزم علی المسیر الی العراق فاخذ محمد ابن الحنفیة زمام ناقته وقال یا اخی ماسبب ذالك انك عجلت]

ترجمہ: جب محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ نے سنا کہ ہمارے بھائی جناب امام حسین رضی اللہ عنہ ملک عراق کی طرف تشریف لے جانے کا قصد رکھتے ہیں تو آپ زار و قطار روئے پس آپ نے عرض کی اے بھائی آپ اہل کوفہ کے غدر کو اپنے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پدر بزرگوار اور برادر عالی مقام کے ساتھ خوب جانتے ہیں پس اگر میری عرض پذیر فرمائیں تو مکہ میں قیام فرمائیں جناب امام حسین نے فرمایا کہ مجھ کو خوف ہے کہ لشکر بنو اُمیہ مجھ کو مکہ میں قتل نہ کر ڈالے اور کہیں میں وہ شخص نہ ہوں کہ جس کا خون بہانا حرم محترم میں مباح ہو محمد ابن حنفیہ نے کہا کہ آپ یمن کی طرف تشریف لے جائیں کہ وہاں کے لوگ مخالفوں کو آپ تک نہ آنے دیں گیا امام عالی مقام نے فرمایا کہ اے برادر عزیز اگر میں پتھر میں بھی سما جاؤں تاہم یہ بے دین مجھ کو وہاں سے نکال لیں گے اور مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ پھر امام حسین علیہ السلام نے فرمایا! اے بھائی جو تم نے کہا ہے میں اس میں غور کروں گا مگر جب صبح ہوئی تو حضرت نے سفر عراق کا قصد مصمم فرمالیا یہ خبر پا کر محمد بن حنفیہ آئے اور انھوں نے آپ کے ناقہ (اُونٹنی) کی مہار پکڑ لی:

(ذبح عظیم: ص ۱۶۵ میلمجر کتب خانہ اثنا عشری لاہور)

معلوم ہوا کہ آپ مدینہ سے روانہ ہونے لگے تو اُونٹنی پر سوار تھے:

۲) امام حسین رضی اللہ عنہ کربلا میں اونٹنی پر:

[فقال علیہ السلام ھذہ کربلا موضع کرب وبلاء ھذا مناخ رکابنا ومحط رحالنا ومقتل رجالنا]

ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی کربلا ہے اور یہی تکلیف وامتحان کا مقام ہے۔ ہمارے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ، ہمارے کجاوے اتارنے کا مقام اور نوجوانوں کی شہادت گاہ ہے۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضرت امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کربلا میں اونٹوں پر سوار تھے:

(۱) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ: ۲/۴۷ مطبوعہ تبریز طبع جدید

(۲) مناقب ابن شہر آشوب ۴/۹۷ مطبوعہ قم طبع جدید

۳) **"قال الحسین وما اسم ھذا المکان؟ قالوا له کربلاء قال ذات کرب وبلاء ولقد مرابی بھذا المکان عند مسیرہ الی صفین وانا معه فوقف فسأل عنه فاخبر باسمه فقال ھھنا محط رکابھم وھھنا مہراق دمائھم"**

ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے اس جگہ کے بارے میں دریافت فرمایا لوگوں نے عرض کی یہ کربلا ہے، فرمایا تکلیف وامتحان والی جگہ میرے والد گرامی (حضرت علی رضی اللہ عنہ) جنگ صفین کی طرف جاتے ہوئے اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جگہ سے گزرے میں بھی آپکے ساتھ تھا تو کچھ دیر ٹھہر گئے اس جگہ کے بارے میں لوگوں سے پوچھا آپکو اس کا نام بتایا گیا تو فرمایا یہ جگہ ان کے اُونٹوں کے بٹھانے کی ہے اور یہ جگہ ان کے خون سے لت پت ہوگی:

(الاخبار الطوال ص ۳۵۳ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

فائدہ:(۱) ان دونوں روایات سے معلوم ہوا کہ کربلا میں امام حسین رضی اللہ عنہ اُنٹوں پر سوار تھے

۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ نے علم لدنی سے یہ معاملہ ملاحظہ فرمایا اور بیان کیا

۳) حضرت علی رضی اللہ عنہ کی پیش گوئی اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا اس کو من وعن ذکر کرنا یہ واضح کرتا ہے کہ کربلا میں آپ گھوڑے پر سوار نہ تھے بلکہ اونٹنی پر سوار تھے

۴) اہل تشیع کے مستند و معتبر مؤرخ اور تاریخ کربلا کے پہلے مصنف کا بیان:

"فقال الحسین واللہ لا اعطی بیدی اعطاء الذلیل ولا افر فرار العبید ثم تلا انی عزت بربی وربکم من کل متکبر لا یومن بیوم الحساب ثم اناخ راحلته وامر عقبة بن سمعان ان یعقلها بفاضل زمامها"

ترجمہ: امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں ذلیل آدمی کی طرح اپنا ہاتھ (کسی کی بیعت میں) نہ دونگا اور میں غلاموں کی طرح راہ فرار اختیار کروں گا اور یہ کہہ کر آپ نے قرآنی آیت پڑھی: "میں ہر متکبر سے تمہارے اور اپنے رب کی پناہ چاہتا ہوں، جو متکبر قیامت کا منکر ہے" پھر امام حسین نے اپنی سواری بٹھائی اور عقبہ بن سمعان کو حکم دیا کہ اس (اُونٹنی) کے پاؤں باندھ دے تو اس نے بچی ہوئی نکیل کی رسی سے اُسے باندھ دیا

(مقتل ابی مخنف ص ۵۵ مطبوعہ حیدریہ نجف اشرف طبع قدیم)

فائدہ: سواری صرف اونٹ کی بٹھائی جاتی ہے نہ کہ گھوڑے کی، اور پاؤں بھی اُونٹ کے باندھے جاتے ہیں نہ کہ گھوڑے کے، معلوم ہوا کہ اہل تشیع کے مستند مؤرخ نے بھی تسلیم کیا کہ امام حسین اُونٹنی پر سوار تھے

رَکَابٌ کا معنی:

۱) المنجد ص ۴۰۳ مطبوعہ فرید بک ڈپو دہلی میں ہے: رَکَابٌ: سواری کے اونٹ

۲) لسان العرب: ۱/ ۴۳۰ مطبوعہ بیروت میں ہے: **والرکاب۔ الابل التی یسار علیها واحدتها راحلة ولا واحدلها من لفظها۔ واجمعها رکب بضمّ الکاف مثل کتب:**

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: رکاب وہ اونٹ ہیں جن پر سفر کیا جاتا ہے اس لفظ کا واحد راحلۃ ہے اور لفظ رکاب سے لفظی طور پر اس کا واحد نہیں اس کی جمع رکب بروزن کتب ہے

رِحالؒ کا معنیٰ:

(۱) المنجد صفحہ ۲۵۳ طبع فرید بک ڈپو دہلی انڈیا میں ہے:

الرحال: کجاوہ بنانے والا، بہت سفر کرنے والا، الرحل، کجاوہ پالان، الراحلۃ سواری کے لائق اُونٹ

۲) لسان العرب: ۱/ ۴۷۴ مطبوعہ بیروت میں ہے:

الرحل: مرکب للبعیر والناقۃ وجمعۂ ارحل ورحال

ترجمہ: رَحلؒ اُونٹ اور اُونٹنی پر بیٹھنے اور سفر کرنے کے لیے بنائے گئے کجاوے کو کہتے ہیں اس کی جمع اَرحُلؒ اور رِحالؒ آتی ہے

مقتل ابی مخنف کا بیان:

فلما نظر الطرماح اخذ بزمام ناقۃ الحسین وانشاء یقول۔

یاقتی لا تجزعی من زجری　　وشمری قبل طلوع الفجر

بخیر رکبان وخیر سفر　　حتیٰ تحلی بکثیر الفخر

(مقتل ابی مخنف: صفحہ ۴۵،۴۶ مطبوعہ نجف اشرف طبع قدیم)

ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ جب میدان کربلا میں تشریف لے آئے تو حُر آپکی نگرانی کرتے ہوئے آپکے ساتھ ساتھ چل رہا تھا امام حسین رضی اللہ عنہ کے ایک اور محب "طرماح" نے جب امام موصوف کو آتے ہوئے دیکھا تو آگے بڑھا اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی اُونٹنی کی لگام ہاتھ میں تھامے معذرت کرتے ہوئے چند اشعار کہے

ترجمہ: اے میری اُونٹنی! میری ڈانٹ ڈپٹ سے پریشان نہ ہونا اور طلوع فجر سے قبل بہترین سوار کو لے کر بہترین سفر پر روانہ ہو جا یہاں تک کہ تو بہت بڑے فخر سے مزین سے ہو جائے:

۶) اسی واقعہ کو محمد بن علی ابن شہر آشوب نے بھی بیان کیا ہے لکھتے ہیں!

یاناقتی لا تجزعی من زجری　　وامض بنا قبل طلوع الفجر

بخیر فتیان وخیر سفر　　آل رسول اللہ اھل الخیر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(مناقب ابن شہر آشوب: ۴/ ۹۴ مطبوعہ قم طبع جدید)

ترجمہ: اے میری اُونٹنی! میری ڈانٹ ڈپٹ سے پریشان نہ ہونا ہمیں بہترین سواروں کے ساتھ طلوع فجر سے قبل یہاں سے بہترین سفر کی طرف لے چلو۔ بہترین سوار اللہ کے رسول کی آل ہیں جو صاحب خیر ہیں

۷) تاریخ روضۃ الصفاء میں ہے:

''امام حسین فرمود۔مرگ نزد من آسان تر است از ملاقات یا ابن زیاد۔بعد ازاں فرمود تا شتراں بار کردند و مردم خود را سوار ساختہ روئے بجانب حجاز بنہاد'' (تاریخ روضۃ الصفاء: ۳/ ۱۷۹ مطبوعہ لکھنؤ)

ترجمہ: جب حُر نے امام عالی مقام کو''ابن زیاد'' کے پاس چلنے کا مشورہ دیا تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا! میرے لیے ابن زیاد کے ساتھ ملاقات کرنے کی نسبت جام شہادت نوش کر لینا آسان ہے اسکے بعد آپ نے فرمایا: ساتھیوں! سامان اُنٹوں پر لاد دو اور اپنے ساتھیوں کو سوار کر کے حجاز کی طرف روانہ ہو چلو:

تفسیر لوامع التنزیل میں ہے:

''جاء الشمر فی قبیلة عظمة یقاتله ثم حال بینه وبین رحله''

ترجمہ: شمر ایک بہت بڑی جماعت لے کر جنگ کے لیے آیا اور نواسہ رسول حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ اور آپکی اُونٹنی کے درمیان حائل ہو گیا: (تفسیر لوامع التنزیل: ۱۳/ ۹۱)

ان سطور میں اہل تشیع کی مستند کتب کی روشنی میں یہ بات ثابت ہو گئی کہ امام حسین رضی اللہ عنہ مدینہ سے روانہ ہوئے تو ان کے پاس اُونٹنی تھی راستے میں بھی اُونٹنی پر سوار تھے کربلا میں پہنچے تو اُونٹنی پر سوار تھے اُترے تو اُونٹنی سے اُترے شمر نے روکا تو اُونٹنی پر سوار تھے تو گھوڑا کہاں سے آگیا؟۔۔۔۔یقیناً''ذوالجناح'' کے تصور کو عام کرنے کے لیے اس جھوٹ کا سہارا لیا گیا ہے ہم اہل سنت کے لئے یہ کوئی مسئلہ نہیں کہ امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گھوڑا تھا یا اونٹنی مگر اہل تشیع کے یہ بہت بڑا مسئلہ ہے اللہ تعالیٰ عزوجل سمجھ عطا فرمائے

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۱۲)

✿ زوجہ فاروق اعظم حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کے نکاح کی تحقیق ✿

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم اما بعد!

اہل سنت و جماعت کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ اللہ رب العزت جل جلالہ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفی احمد مجتبیٰ ﷺ اور دیگر انبیاء و رسل سے محبت کرتے ہیں دیگر تمام انبیاء و رُسل علیہم السلام کے مقام و مرتبہ کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں اہل بیت اطہار و ازواج مطہرات کے فضائل و مناقب کو مانتے ہوئے ان سے محبت کو ایمان کی نشانی سمجھتے ہیں اور اسی طرح تمام صحابہ کرام کی عقیدت و محبت کو دل و جان سے تسلیم کرتے ہیں مگر شروع ہی سے جب سے رافضیوں کا جنم ہوا وہ انبیاء و رُسل ازواج مطہرات اور صحابہ کرام کے فضائل و مناقب کا انکار کرتے آئے ہیں اور اُن کے دل ہمیشہ سے ان حضرات کے بارے میں بغض و عناد سے بھرے رہے ہیں:

اسی بغض و عناد کے سلسلے کی ایک کڑی سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے نکاح حضرت اُم کلثوم بنت حضرت علی رضی اللہ عنہ جو کہ خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی سگی بیٹی اور حضور ﷺ کی سگی نواسی ہیں سے ہوا اس نکاح کا انکار رافضی اور شیعہ نواز سُنی کرتے ہیں جیسے محمود شاہ ہزاروی اور اُن کے حواری اور وہ تمام لوگ جو اُن سے کسی نہ کسی طرح متاثر ہیں اسی طرح وہ نام نہاد محققین و علماء جو کسی نہ کسی طرح رافضیوں سے متاثر ہیں وہ بھی انکار کرتے ہیں لہذا اہل سنت و جماعت اور رافضیوں کی مستند کتب سے اس کا ثبوت حاضر ہے:

✿ اہل سنت و جماعت کی کتب سے نکاح اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا ثبوت ✿

۱)[حدثنا عبدان، اخبرنا عبد الله، اخبرنا یونس، عن ابن شهاب، قال ثعلبة بن ابی مالك انّ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قسم مروطا بین نساء من نساء المدینة فبقی مرط جیّد فقال له بعض من عنده یا امیر المؤمنین أعط هذا ابنة رسول الله ﷺ التی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عندك يريدون أم كلثوم بنت علي فقال عمر ام سليط احق وام سليط من نساء الانصار ممن بايع رسول الله ﷺ قال عمر فانها كانت تزفر لنا القرب يوم احد]

ترجمہ: ثعلبۃ بن ابی مالک بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک دفعہ مدینہ منورہ کی عورتوں میں چادریں تقسیم فرمائیں، ایک چادر بچ گئی، حاضرین میں سے کسی نے کہا اے امیر المومنین چادر رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کو دے دیں جو آپکے عقد میں ہے اس سے اسکی مراد اُم کلثوم بنت علی المرتضیٰ تھی اُس پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اُم سلیط اس کی زیادہ حق دار ہیں اُم سلیط ایک انصاری عورت تھی جس نے حضور ﷺ سے بیعت کی تھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مزید فرمایا کہ یہ اُم سلیط رضی اللہ عنہا وہ عورت ہے جو احد کے دن پانی کی مشکیں بھر بھر کر ہم مجاہدوں کو پلاتی رہی

(صحیح بخاری: ۴/ ۴۰ رقم ۲۸۸۱ باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو مطبوعہ قاہرہ ۱۹۸۷ء)

تشریح حدیث:

۱) امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث پاک کی شرح میں لکھتے ہیں:

(قوله يريدون ام كلثوم) كان عمر قد تزوج ام كلثوم بنت علي وامها فاطمة ولهذا قالوا لها بنت رسول الله ﷺ وكانت قد ولدت في حياته وهي اصغر بنات فاطمة عليها السلام"

ترجمہ: سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے نکاح کیا تھا اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی اور سیدۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھیں اسی لیے انہیں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کہا گیا آپ حضور ﷺ کی زندگی میں ہی پیدا ہو چکی تھیں اور سیدہ فاطمہ الزہرہ رضی اللہ عنہا کی آپ سب سے چھوٹی صاحبزادی ہیں

(فتح الباری ابن حجر عسقلانی ۶/ ۸۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۸۹ھ)

۲) علامہ احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں "(هذا ابنت رسول الله ﷺ التي عندك يريدون) زوجته (ام كلثوم) بضم الكاف والمثلثة (بنت علي) وكانت اصغر بنات فاطمة الزهرا واولاد بناته عليه السلام ينسبون اليه۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: حاضرین کا بنت رسول اللہ کہنے سے مراد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی سیدہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت علی المرتضیٰ تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیوں کی اولاد خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوگ منسوب کیا کرتے ہیں

(ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری: ۵/ ۸۴ تحت رقم الحدیث ۲۸۸۱ باب حمل النساء القرب الی الناس فی لغزو مطبوعہ مصر ۱۳۲۳ھ)

۳) امام بدرالدین العینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری: ۱۴/ ۱۶۸، باب حمل النساء القرب الی الناس فی لغزو، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت) میں ذکر کیا

۴) کنز العمال ۱۳/ ۲۶۴، رقم الحدیث ۳۷۵۸۷ مطبوعہ حلب میں ہے

[عن ابی جعفر ان عمر بن الخطاب خطب الی علی بن ابی طالب ابنته ام کلثوم فقال علی انما حبست بناتی علی بنی جعفر فقال عمر الکحنیها یا علی فواللہ ما علی ظهر الارض رجل یرصد من حسن صحابتها ما ارصد فقال علی قد فعلت فجاء عمر الی مجلس المهاجرین بین القبر والمنبر وکانوا یجلسون ثم علی و عثمان والزبیر والطلحة وعبد الرحمن بن عوف فاذا کان الشیء یاتی عمر بن الخطاب من الآفاق جاء هم فاخبرهم بذالك فاستشارهم فیه فجآء عمر فقال رفئونی فتوفنوه وقالوا بمن یا امیر المومنین قال یا بنت علی بن ابی طالب ثم انشاء یخبرهم فقال ان النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم قال کل سبب و نسب منقطع یوم القیامة الا سببی و نسبی و کنت قد صحبته فاحببت ان یکون هذا ایضاً]

ترجمہ: حضرت ابو جعفر سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ان کی صاحبزادی سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا عقد طلب کیا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنی بیٹیوں کو اولاد جعفر کے لیے روک رکھا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پھر کہا اے علی مجھے یہ رشتہ دے دو، خدا کی قسم! روئے زمین پر مجھ جیسا کوئی شخص اس (اُم کلثوم) سے حسن سلوک کرنے والا نہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اچھا تو میں نے نکاح کر دیا اس کے بعد حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مہاجرین کی مجلس کی طرف تشریف لائے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور اور منبر شریف کے درمیان جگہ قائم تھی ان حضرات میں حضرت علی، حضرت عثمان، حضرت زبیر، حضرت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طلحہ، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہم بھی تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب بھی زمین کے کسی کونہ سے کوئی چیز پہنچتی تو وہ ان کے پاس اسے لے کر حاضر ہوتے ان سے مشورہ کرتے اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور فرمایا مجھے مبارک دو، پوچھا گیا کس چیز کی مبارک دیں فرمایا (حضرت) علی (رضی اللہ عنہ) کی صاحبزادی (کے نکاح کے ہوجانے) کی۔ پھر پورا واقعہ سنانا شروع کیا، اور یہ بھی فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ قیامت میں ہر حسب و نسب منقطع ہوجائے گا لیکن میرا حسب ونسب وہاں بھی قائم رہے گا مجھے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا مرتبہ تو مل گیا ہے اب میں چاہتا ہوں کہ آپ کے نسب سے بھی تعلق قائم ہوجائے

۱)الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۴ / ۱۹۵۵ مطبوعہ بیروت

۲)الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ: ۸ / ۲۹۴

۳)طبقات ابن سعد: ۸ / ۴۶۳ مطبوعہ بیروت ۱۹۶۸ء

۴)جامع الاحادیث: ۲۶ / ۹۶ رقم الحدیث ۲۸۶۵۴

۵)ذخائر عقبیٰ: صفحہ ۱۶۸ مطبوعہ بیروت

اسی طرح اہل سنت کے کثیر محدثین و محققین ومؤرخین نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حضرت اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ نکاح کا تذکرہ کیا ہے:

ملاحظہ فرمایئے درج ذیل کتب:

(۱)تاریخ خمیس: ۲ / ۱۸۵ (۲)اسد الغابۃ: ۲ / ۳۰۵

(۳)تاریخ طبری: ۵ / ۱۶ (۴)تاریخ کامل ابن اثیر: ۳ / ۵۴

(۵)البدایۃ والنھایۃ: ۷ / ۱۳۹ (۶)تفسیر ابن کثیر: ۵ / ۴۹۶

(۷)انساب القرشیین لابن قدامہ: ص ۱۱۱، اُم کلثوم بنت علی (۸)کتاب نسب قریش: ص ۴۱ مطبوعہ مصر

(۹) جمھرۃ الانساب العرب لابن حزم ص ۳۸ (۱۰)کتاب المحبر: صفحہ ۵۶ ذکر اصھار علی

(۱۱)کتاب الانساب الاشراف (البلاذری): ۱ / ۴۲۸ (۱۲)الصواعق المحرقۃ: صفحہ ۱۵۷، ۱۵۶

(۱۳)فتح القدیر: ۲ / ۴۲۱ مطبوعہ مصر (۱۴)الشرف المؤبد لآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم: صفحہ ۳۹ مطبوعہ مصر

(۱۵)المعارف لابن قتیبہ: صفحہ ۹۲ مطبوعہ کراچی (۱۶)مصنف ابن ابی شیبہ: ۴ / ۱۹۰ رقم الحدیث ۱۶۶۴۴

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۷)فتاویٰ رضویہ: ۵/ ۲۹۹ مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد

(۱۸)تحقیق الحق فی کلمۃ الحق مترجم: صفحہ ۱۵۲ مطبوعہ گولڑا شریف ۱۴۱۲ ھجری

(۱۹)حلیۃ الاولیاء: ۲/ ۳۴

(۲۰)اصلاح المال ابن ابی الدنیا: ۱/ ۷۲ ۴ رقم ۴۱۰ متوفی ۲۸۱ ھجری

(۲۱)فتح الباری ابن حجر عسقلانی: ۶/ ۸۰

(۲۲)المعتصر من المختصر من مشکل الآثار للیوسف الحنفی: ۱/ ۲۸۷

(۲۳)المجموع شرح المہذب: ۶/ ۳۲۷

(۲۴)محض الصواب فی فضائل امیر المومنین عمر بن خطاب: ۳/ ۸۸۹ مطبوعہ مدینہ منورہ

(۲۵)الذریۃ الطاہرہ: ۱/ ۱۵۷ رقم ۲۱۲

(۲۶)النھایۃ فی غریب الأثر لابن اثیر: ۲/ ۵۹۴ مطبوعہ بیروت

(۲۷)ثقات ابن حبان: ۲/ ۲۱۶ ذکر خلافت عمر واقعات ۱۷ ھجری

(۲۸)تاریخ الاوسط للبخاری: ۱/ ۶۷۲ رقم ۲۷۹

(۲۹)تاریخ دمشق لابن عساکر: ۲۱/ ۳۴۲

(۳۰)سیرت ابن اسحاق: صفحہ ۲۷۵

(۳۱)المستدرک للحاکم: ۳/ ۱۴۲ رقم ۴۶۸۴

(۳۲)سنن نسائی: ۱/ ۸۳۴ رقم ۱۹۸۲ کتاب الجنائز

(۳۳)مسند علی بن الجعد: رقم ۵۹۳

✿ اہل تشیع کی مستند کتب سے نکاح اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کا ثبوت ✿

شیعہ علماء، محققین ومئورخین نے بھی بڑی شدومد کے ساتھ زوجہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہما کے نکاح کا ثبوت لکھا ہے:

۱)فروع کافی: ۵/ ۱۱۵ کتاب الطلاق میں ہے:

”حمید بن زیاد عن ابی سماعة عن محمد بن زیاد عن عبد الله بن سنان و معاویة بن

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عمار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سئلتہ عن المرأۃ المتوفی عنہا زوجہا اتعتد فی بیتہا اوحیث شائت قال بل حیث شآء ت ان علیّا علیہ السلام لمّا توفی عمر اتی اُم کلثوم فانطلق بہا الی بیتہ:

ترجمہ: معاویہ بن عمار نے امام جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ کہتے ہیں کہ میں نے آپ سے اس عورت کے بارے میں پوچھا جس کا شوہر فوت ہو جائے تو کیا وہ اپنے گھر (شوہر کے گھر) عدت گزارے یا جہاں چاہے فرمایا۔ ہاں جہاں چاہے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوگئی تو حضرت علی علیہ السلام اُم کلثوم کو اپنے گھر لے آئے:

اسی کتاب کے اسی صفحہ پر دوسری سند کے ساتھ یہی بات لکھی ہے اس کے تمام راوی شیعہ مذہب کے نزدیک ثقہ ہیں جیسا کہ تنقیح المقال میں ہے:

۲) قرب الاسناد صفحہ ۱۰۹ مطبوعہ تہران میں ہے:

"اخبرنا عبد اللہ اخبرنا محمد حدثنی موسیٰ قال حدثنا ابی عن ابیہ عن جدہ جعفر بن محمد عن ابیہ عن جدہ ان علیّا نقل ابنتہ ام کلثوم فی عدتہا حیث مات زوجہا عمر ابن الخطاب لانہا کانت فی دار الامارۃ"

ترجمہ: جعفر بن محمد اپنے باپ سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی صاحبزادی سیدہ اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کو اپنے گھر لے آئے، جب کہ ان کے خاوند حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا وصال ہوگیا اس لیے کہ وہ دار الامارت میں اپنی عدت گزار رہی تھیں:

اس کے تمام راوی بھی ثقہ ہیں جیسا کہ "تنقیح المقال" میں ہے

۳) تہذیب الاحکام لابی جعفر طوسی: ۹/ ۲۶۲، ۲۶۳ مطبوعہ تہران میں ہے:

"محمد بن احمد بن یحییٰ عن جعفر بن محمد القمی عن القداح عن جعفر عن ابیہ علیہ السلام قال ماتت اُم کلثوم بنت علی علیہ السلام وابنہا زید بن عمر بن الخطاب فی ساعۃ واحدۃ لا یدری ایہما ہلک قبل فلم یورث احدہما من الآخر و صلی علیہما جمیعا"

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ۔قداح نے امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی سے بیان کیا کہ سیدہ اُم کلثوم بنت علی علیہ السلام اور ان کے صاحبزادے حضرت زید بن عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک ہی ساعت میں انتقال فرمایا لیکن یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ان دونوں میں سے پہلے کس کا انتقال ہوا ان میں سے کوئی بھی ایک دوسرے کا وارث نہیں بنا، اور ان دونوں کی نماز جنازہ اکٹھی ادا کی گئی:

۴) عمدۃ المطالب صفحہ ۶۳ عقد امیر المومنین مطبوعہ نجف اشرف میں ہے:

"اُم کلثوم من فاطمة واسمها رقیه خرجت الی عمر بن خطاب فاولدها زیدا"

ترجمہ: حضرت اُم کلثوم بنت فاطمہ (جن کا نکاح حضرت عمر سے ہوا) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ایک بیٹا بنام زید پیدا ہوا:

اسی طرح مختلف الفاظ سے اہل تشیع کی درج ذیل کتب میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے نکاح اُم کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کا تذکرہ موجود ہے:

۱) ناسخ التواریخ: ۳/ ۵۵ طبع تہران

۲) منتہی الامال: ۱/ ۲۱۷ باب دوم فصل ششم در ذکر اولاد حضرت امیر المومنین

۳) استبصار کتاب الطلاق باب المتوفی عنہا زوجہا

۴) مجالس المومنین للنور اللہ شوشتری: ۱/ ۲۰۴ مطبوعہ ایران

۵) شرح نہج البلاغہ ابن ابی حدید: ۴/ ۵۷۵،۵۷۶ مطبوعہ بیروت ۱۳۷۵ ھجری

۶) طراز المذہب مظفری: صفحہ ۳۳

۷) مسالک الافہام جلد اول کتاب النکاح باب لواحق العقد

۸) کتاب الشافی: صفحہ ۱۶ مطبوعہ ایران ۱۳۰۱ ھجری

۹) منتخب التواریخ: صفحہ ۹۵ مطبوعہ تہران

۱۰) اعلام الوریٰ باعلام الھدیٰ صفحہ ۲۰۴ مطبوعہ بیروت

۱۱) تہذیب المتین فی تاریخ امیر المومنین: ۱/ ۲۸۷ مطبوعہ دہلی

۱۲) اصول کافی: ۱/ ۲۸۲ کتاب الحجۃ مطبوعہ تہران

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۳)صافی شرح اصول کافی للملاخلیل قزوینی: ۳/ ۲۸۲ مطبوعہ نولکشور

۱۴)تاریخ یعقوبی: ۲/ ۱۴۹ مطبوعہ بیروت

۱۵)مناقب آل ابی طالب المعروف مناقب شہر آشوب: ۳/ ۳۰۴

۱۶)الاستبصار: ۳/ ۳۵۲ مطبوعہ تہران

۱۷)انوار النعمانیہ: ۱/ ۱۲۵

۱۸)کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ: صفحہ ۱۰

۱۹)حدیقۃ الشیعۃ للردبلی: صفحہ ۲۷۷

۲۰)مستند الشیعۃ: ۱۹/ ۳۳۳

۲۱)المبسوط للشیخ الطوسی: ۴/ ۲۷۱

نکاح حضرت اُم کلثوم رضی اللہ عنہا کے شبہات اور اس کا ازالہ

شبہ اول: اُم کلثوم جوزوجہ عمر ہیں وہ حضرت علی وحضرت فاطمہ کی اولاد نہیں بلکہ صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں جس کا ثبوت یہ ہے کہ وہ اُم کلثوم جوزوجہ عمر ہیں وہ ۴۹ یا ۵۰ ہجری میں وفات پاگئی تھیں جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی اُم کلثوم واقعہ کربلا میں موجود تھیں

جواب: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اولاد میں اُم کلثوم نام کی دوصاجزادیاں ہیں ایک اُم کلثوم کبریٰ جن کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ہوا جو حضرت فاطمۃ الزہرہ رضی اللہ عنہا ک ی سگی بیٹی ہیں اور دوسری اُم کلثوم حضرت علی رضی اللہ عنہ کی دوسری بیوی کی بیٹی ہیں جو اُم کلثوم الصغریٰ کے نام سے مشہور ہیں اور یہ ہی واقعہ کربلا میں موجود تھیں اس کا ثبوت کتب شیعہ سے ملاحظہ فرمائیں:

۱)**الاناث زینب الکبری وام کلثوم الکبری وام الحسن ورملة الکبری ام ھانی و میمونة و زینب الصغزی و اُم کلثوم الصغزی و رقیة و فاطمة واحامة و خدیجة وام الکرام وام سلمة وام جعفر و جمانة و تقیة بنت اخری لم یذکر سمھا ماتت صغیرة"**

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاجزادیاں یہ ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

زینب کبریٰ، ام کلثوم کبریٰ، ام الحسن، رملہ کبریٰ اُم ہانی، میمونہ، زینب صغریٰ، رملہ الصغریٰ، اُم کلثوم صغریٰ، رقیہ، فاطمہ، اُمامہ، خدیجہ، ام الکرام، ام سلمہ، ام جعفر، جمانہ، نقیہ اور ایک صاحبزادی جو بچپن میں فوت ہو گئی تھیں ان کا نام مذکور نہیں:

(۱) کشف الغمہ فی معرفۃ الائمہ: ۱/۴۴۱ ذکر اولاد الذکور والاناث مطبوعہ تبریز

(۲) مناقب آل ابی طالب: ۳/۳۰۴ فی ازواجہ واولادہ مطبوعہ قم

مناقب آل ابی طالب میں صاف الفاظ ہیں کہ:

[ام کلثوم کبریٰ تزوجھا عمر وام کلثوم صغریٰ من کثیر بن عباس بن عبد المطلب]

ترجمہ: یعنی ام کلثوم کبریٰ کا نکاح عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ہوا اور ام کلثوم صغریٰ کا نکاح کثیر بن عباس بن عبد المطلب سے ہوا:

منتخب التواریخ: صفحہ ۹۵ مطبوعہ تہران میں ہے:

"در کتاب حجۃ السعادۃ میفرماید نقلہ حدیث از طرق معتبرہ نقل نمودہ اند کہ جناب ام کلثوم دختر امیر المومنین و فاطمہ زہرہ والدہ زید بن عمر و رقیہ بنت عمر در حیوۃ حضرت مجتبیٰ ع در مدینۃ طیبہ از دنیا رحلت ۔۔۔۔۔۔ ام کلثوم کبریٰ زوجہ عمر بن خطاب بود وہر دو از صدیقہ طاہرہ بودند و زینب الصغریٰ وام کلثوم الصغریٰ از سائر امہات بوجود آمدند:

ترجمہ: کتاب حجۃ السعادۃ میں فرمایا کہ معتبر طریقوں سے حدیث منقول ہے کہ جناب ام کلثوم دختر امیر المومنین و سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا والدہ زید بن عمر اور رقیہ بنت عمر نے امام حسن رضی اللہ عنہ کی زندگی میں مدینہ منورہ میں دنیا سے رحلت فرمائی ۔۔۔۔۔ ام کلثوم کبریٰ زوجہ عمر فاروق رضی اللہ عنہا تھیں اور دونوں (زینب کبریٰ وام کلثوم کبریٰ) حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ کے بطن پاک سے تھیں اور زینب صغریٰ اور ام کلثوم صغریٰ دوسری بیویوں سے تھیں

شبہ دوم: حضرت ام کلثوم کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے تو ہوا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہی کیا تھا مگر یہ ام کلثوم بنت علی و فاطمہ نہ تھیں بلکہ بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھیں جو بعد وفات صدیق اکبر پیدا ہوئیں ان کی والدہ زوجہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسما بنت عمیس حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں اور یہ ام کلثوم ربیبہ علی ہونے کی وجہ سے بنت علی مشہور ہوگئیں، اور مورخین نے غلطی سے ام کلثوم بنت علی لکھ دیا

جواب: اس میں پہلا جھوٹ یہ ہے کہ ام کلثوم اسماء بنت عمیس کے بطن سے نہ تھیں بلکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیٹی ام کلثوم حبیبہ بنت خارجہ بن زید بن ابی زبیر تھیں جیسا کہ شیعہ کی کتاب ''ناسخ التواریخ'' میں ہے:

''حبیبه دختر خارجه در وقت وفات ابوبکر حامله بود پس از و دختر پیدا شد و نام ام کلثوم است''

ترجمہ: حبیبہ زوجہ ابوبکر وقت وفات ابوبکر صدیق حاملہ تھیں ان کے بعد لڑکی پیدا ہوئی جن کا نام ام کلثوم رکھا گیا تھا (ناسخ التواریخ: صفحہ ۲۱۵)

اسماء بنت عمیس کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد نکاح کیا اور اس وقت محمد بن ابی بکر صرف ساتھ تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت یحییٰ پیدا ہوئے جیسا کہ ناسخ التواریخ صفحہ ۷۱۸ میں ہے:

ام کلثوم بنت ابوبکر رضی اللہ عنہا بنت حبیبہ کا نکاح طلحہ بن عبداللہ کے ساتھ ہوا نہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ دیکھئے: ''ناسخ التواریخ: صفحہ ۷۲۱''

ام کلثوم بنت ابی بکر ۱۳ھ کو پیدا ہوئیں اور ۱۷ھ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا نکاح ہوا اور ۲۳ھ کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اس وقت ام کلثوم بنت ابی بکر کی عمر صرف دس سال تھی جبکہ ام کلثوم زوجہ حضرت عمر سے دو بچوں کا پیدا ہونا شیعہ کی کتب سے ثابت ہے دس سال کی لڑکی سے دو بچوں کا پیدا ہونا یہ کہاں کی عقل ہے، اگر یہ ہوسکتا ہے تو تمام اہل تشیع اور شیعہ نواز لوگوں کو دعوت عام ہے کہ وہ اس کی کوئی مثال پیش کریں

شبہ سوم: اگر بالفرض محال یہ مان لیا جائے کہ نکاح تو ام کلثوم بنت علی سے ہوا مگر وہ جبراً و قہراً ہوا نہ کہ رضامندی سے۔

جواب: یہ ایک سفید جھوٹ ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے یہ رشتہ پوری رضامندی کے ساتھ طے کیا تھا ملاحظہ فرمائیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[وفی هذا السنة خطب عمر الی علی بن ابی طالب ،ام کلثوم بنت علی،وامها فاطمة بنت رسول الله ،فقال علی :انها صغیرة !فقال انی لم ارد حیث ذهبت لکنی سمعت رسول الله یقول کل نسب و سبب ینقطع یوم القیامة الا سببی و نسبی وصهری فاردت ان یکون لی سبب و صهر برسول الله فتزوجها وامهرها عشرة الاف دینار]

ترجمہ: اسی سال حضرت عمر فاروق نے حضرت علی سے ام کلثوم بنت علی جن کی ماں فاطمہ بنت رسول اللہ ہیں کا رشتہ طلب کیا حضرت علی نے فرمایا! وہ چھوٹی ہیں حضرت عمر نے فرمایا کہ میں اُس چیز کا ارادہ نہیں رکھتا جس کا آپ نے خیال فرمایا میں تو صرف اس لیے رشتہ طلب کر رہا ہوں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا آپ فرما رہے تھے ،تمام نسبتیں اور سبب قیامت میں منقطع ہو جائیں گے مگر میرا سبب اور نسب اور صہریت منقطع نہ ہوگی پس میں نے ارادہ کیا کہ میرے لیے رسول اللہ ﷺ سے صہریت (دامادی) کا تعلق پیدا ہو جائے اسی پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی ام کلثوم کا ان سے عقد کر دیا اور دس ہزار دینار اُن کا حق مہر باندھا (تاریخ یعقوبی ۲/۱۴۹ مطبوعہ بیروت)

معلوم ہوا کہ یہ نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رضامندی سے ہوا۔

شبہ چہارم: حضرت ام کلثوم سیدہ ہیں اور کوئی غیر سید،سیدہ اولاد رسول کا کفو نہیں اور غیر کفو سے نکاح باطل ہے جیسا کہ فقہ حنفی کا مفتیٰ بہ قول ہے

جواب: یہ بھی نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا سے انکار کا حیلہ ہے چنانچہ فقہ حنفی کی مشہور کتاب ''ردالمحتار ۳/۵۷''مطبوعہ مصر میں ہے:

''(قوله بعدم جوازه اصلاً) هذه روایة الحسن عن ابی حنیفة وهذا اذا کان لها ولی لم یرض به قبل العقد فلا یفید الرضا بعده (بحر) واما اذا لم یکن لها ولی فهو صحیح نافذ مطلقا اتفاقا کما یأتی لأن وجه عدم الصحة علی هذه الروایة دفع الضرء عن الاولیاء اما هی فقد رضیت بأسقاط حقها (فتح) قوله (وهو المختار للفتویٰ) وقال شمس الائمه وهذا اقرب الی الاحتیاط''

ترجمہ: غیر کفو میں اصلاً عدم جواز کا قول یہ امام اعظم سے امام حسن کی روایت ہے اور یہ حکم اس وقت ہوگا جب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عورت کا ولی موجود ہو اور اس کے نکاح کرنے سے قبل اس کی ناراضگی واضح ہو لہٰذا نکاح کے بعد اس کی رضا مندی مفید نہ ہوگی اور اگر اس عورت کا ولی ہی موجود نہ ہو تو اس کا نکاح صحیح ہے نافذ الطلاق ہو گا اور یہ متفق علیہ ہے پھر جیسا کہ آگے آئے گا کیونکہ اس روایت کے مطابق نکاح صحیح نہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ایسا کرنے سے ولی کو نقصان ہوتا ہے اور اس کا دفع کرنا ضروری ہے لیکن خود عورت کہ جس نے اپنا نکاح غیر کفو میں کر دیا تو وہ اپنا حق ساقط کرنے پر راضی ہوگئی شمس الائمہ نے کہا کہ مختار للفتوی قول میں احتیاط کا بہت خیال رکھا گیا ہے

خلاصہ یہ کہ یہ شبہ بھی درست نہیں کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے برضا یہ نکاح کروایا تھا جو کہ اُم کلثوم کے ولی ہیں علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ نکاح غیر کفو والا نہیں جیسا کہ ردالمحتار میں ہے:

"ولهذا زوج علی وهو هاشمی ام کلثوم بنت فاطمة لعمر وهو عدوی۔۔۔والحاصل انه کما لا یعتبر التفاوت فی قریش حتیٰ ان افضلهم بنی هاشم اکفا لغیرهم منهم"

ترجمہ: اسی لیے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہاشمی ہونے کے باوجود اپنی صاحبزادی ام کلثوم بنت فاطمۃ الزہرہ کا عقد عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے کر دیا حالانکہ وہ عدوی ہیں۔۔۔خلاصہ یہ کہ قریش میں باہم تفاوت غیر معتبر ہے حتیٰ کہ ان سے افضل ہاشمی کا دوسرا کوئی قریشی کفو ہے:

(۱) ردالمحتار: ۳/۸۶،۸۷ باب الکفاءۃ

(۲) البدائع والصنائع: ۲/۳۱۹ باب الکفاءۃ

(۳) بحر الرائق: ۳/۱۳۰ والکفاءۃ تعتبر نسبا قریش اکفاء

❁ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کی رشتہ داریاں ❁

۱) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر زوجہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داماد ابوبکر اور ابوبکر سسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں

۲) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسماء بنت عمیس جو کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بھابی حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کی زوجہ سے ان کی شہادت کے بعد نکاح فرمایا اور یہ اسماء ام المومنین میمونہ رضی اللہ عنہا کی بہن ہیں اسی طرح حضرت عباس بن عبدالمطلب کی بیوی ام الفضل لبابہ بنت حارث اور حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی بیوی سلمیٰ بنت عمیس کی بھی بہن ہیں اور اس طرح یہ سب حضرات آپس میں ہم زلف ہوئے: دیکھئے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱)اسد الغابہ: ۵ / ۵۹۵ (۲) کتاب المحبر: صفحہ ۱۰۶، ۱۰۷، ۴۴۲، ۴۴۳

(۳)الاستیعاب ۴ / ۲۳۱، ۲۳۲

اسی طرح شیعہ کتب "کشف الغمہ: ص ۵۰۰، ۵۰۱، مجالس المومنین، حق الیقین، درنجفیہ وغیرہ میں ہے

۳) عبد الرحمن بن ابی بکر اپنی زوجہ قریبۃ الصغری جوکہ ام المومنین ام سلمہ بنت امیہ کی بہن ہیں اس لیے یہ حضور ﷺ کے ہم زلف ہوئے: (طبقات ابن سعد: ۸ / ۴۶۸، ۴۶۹ مطبوعہ بیروت)

۴) امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ، عبد الرحمن بن ابی بکر کے داماد تھے

(طبقات ابن سعد: ۸ / ۳۲۴ مطبوعہ بیروت)

۵) حضرت ام فروہ جو کنیت سے مشہور ہیں بعض نے ان کا فاطمہ اور قریبہ نام بھی ذکر کیا ہے۔ ان کے والد قاسم بن محمد بن ابی بکر اور ماں اسماء بنت عبد الرحمن بن ابی بکر زوجہ امام محمد باقر والدہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہم ہیں:

(طبقات ابن سعد: ۵ / ۲۳۵، طبقات خلیفہ ابن خیاط: صفحہ ۲۶۹)

اسی طرح شیعہ حضرات کی کتب "عمدۃ الطالب: صفحہ ۱۹۵، تنقیح المقال: صفحہ ۷۳"۔

۶) حضرت صفیہ بنت عبد المطلب رضی اللہ عنہا کی شادی حضرت عوام بن خویلد سے ہوئی اور ان سے حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ پیدا ہوئے

۷) ام الحسین بنت حسین بن علی بن ابی طالب کا نکاح حضرت عبد اللہ بن زبیر بن عوام سے ہوا اس شادی کا تذکرہ شیعہ کتب "منتہی الآمال: ۱ / ۳۴۱، عمدۃ الطالب: صفحہ ۲۸۸" اسی طرح اہل سنت کی کتب "أنساب الاشراف: ۲ / ۱۹۳" اور "أنساب قریش: صفحہ ۵۰" میں ہے

۸) سکینہ بنت حسین بن علی بن ابی طالب کا نکاح مصعب بن زبیر بن عوام سے ہوا

(أنساب الاشراف ۲ / ۱۹۵، المعارف ابن قتیبہ صفحہ ۳۱۴، سیر أعلام النبلاء، تاریخ بغداد) وغیرہ

۹) ام کلثوم بنت ابراہیم بن محمد بن علی بن ابی طالب کی شادی ابو بکر ابن عثمان بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عمر بن خطاب سے ہوئی: دیکھیے: (نسب قریش صفحہ ۷۸)

۱۰) حضرت خدیجہ بنت علی بن ابی طالب کی شادی حضرت عبد اللہ بن عامر بن کریز الاموی سے ہوئی۔ دیکھیے: (المحبر صفحہ ۵۷، نسب قریش صفحہ ۷۶) اور شیعہ کی کتاب (عمدۃ الطالب صفحہ ۶۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۱) رملہ بنت علی کی شادی معاویہ بن مروان بن الحکم سے ہوئی: دیکھئے:

(نسب صفحہ ۴۵، جمہرۃ الانساب العرب بن حزم صفحہ ۸۷)

۱۲) حضرت زینب بنت الحسن (المثنیٰ) ابن الحسن بن علی بن ابی طالب کی شادی ولید بن عبد الملک بن مروان سے ہوئی: دیکھئے: (جمہرۃ الانساب العرب صفحہ ۱۰۸، نسب قریش صفحہ ۵۲)

۱۳) حضرت ام القاسم بنت الحسن (المثنیٰ) بن الحسن بن علی بن ابی طالب کی شادی مروان بن اُبان بن عثمان بن عفان سے ہوئی (نسب قریش صفحہ ۵۳)

۱۴) حضرت فاطمہ بنت حسین بن علی بن ابی طالب کی شادی عبد اللہ بن عمرو بن عثمان بن عفان سے ہوئی۔ دیکھئے: (الاصیلی فی انساب الطالبین صفحہ ۶۵،۶۶، نسب قریش صفحہ ۵۱،۵۲) اسی طرح کتب شیعہ (منتہی الآمال: ۱/۴۹۸، عمدۃ الطالب حاشیہ صفحہ ۹۰)

۱۴) حضرت اسحاق بن عبد اللہ بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب نے حضرت عائشہ بنت عمر بن عاصم بن عمر بن عثمان بن عفان سے شادی کی دیکھئے: (نسب قریش صفحہ ۶۵)

۱۵) نفیسہ بنت عبید اللہ بن عباس بن علی بن ابی طالب کی شادی عبد اللہ بن خالد بن یزید بن معاویہ بن سفیان بن حرب سے ہوئی اور ان کے بطن سے عباس اور علی پیدا ہوئے دیکھئے: (نسب قریش صفحہ ۷۹)

غرض کہاں تک لکھوں طوالت کے خوف سے یہیں پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ میرے سامنے ان رشتہ داریوں کا ایک طویل سلسلہ ہے مقصد صرف یہ ہے کہ صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار رضوان اللہ علیہم اجمعین ایک ہی خاندان ہے آپس میں محبت و پیار کرتے تھے ان کو متفرق نہ کیا جائے۔ دونوں کی محبت دل میں ہونی چاہیے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حق بات واضح ہو جانے کے بعد قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے: آمین!

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۱۳)

سید الحفاظ امام المحدثین والفقہاء

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم۔ امابعد!

یوں تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نام کا ڈنکا چہار دانگ عالم میں بج رہا ہے اور آپ کے متقی و پرہیزگار ہونے میں تو حاسدین کو بھی شک نہیں مگر آج کل کچھ دشنام طراز قسم کے لوگوں نے یہ وطیرہ بنایا ہوا ہے کہ فقہ حنفی خصوصاً حنفی محدثین وفقہاء کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے گستاخانہ رویہ اختیار کرتے ہیں ان میں غیر مقلدین (اہلحدیث) کے حافظ زبیر علی زئی صاحب اپنا ایک خاص مقام رکھتے ہیں چنانچہ موصوف نے ایک خط میں دو جگہ پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو معاذ اللہ ''ابوخبیثہ'' لکھا ہے حافظ صاحب کی اس دریدہ دہنی کو دیکھتے ہوئے ہم نے سوچا کہ عالم اسلام کہ اس بطل جلیل عظیم محدث وفقیہہ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق چند حقائق پیش کریں تاکہ قارئین پر واضح ہو کہ آپ کی علمی شان وعظمت کس پائے کی ہے

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے محبت سُنّیت کی علامت ہے:

حضرت عکرمہ، حضرت سالم اور حضرت نافع رحمۃ اللہ علیہ اجمعین کے شاگرد ثقہ حافظ محدث جلیل عبد العزیز بن میمون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''**من احب ابا حنيفة فهو سني، ومن البغضه فهو مبتدع** جو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کرتا ہے وہ سُنّی ہے اور جو آپ سے بغض رکھتا ہے وہ بدعتی ہے (الجواہر المضیہ: ۲/ ۲۴۴)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں!''ہمارے اور لوگوں کے درمیان ابوحنیفہ ہیں جو ان سے محبت و تعلق رکھتا ہے ہم جانتے ہیں کہ وہ اہل سنت ہے اور جو ان سے بغض رکھتا ہے ہم یقین سے کہتے ہیں کہ وہ بدعتی ہے:

(الجواہر المضیہ: ۱/ ۱۸۲)

یہ عبد العزیز بن میمون رحمۃ اللہ علیہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے معاصر ہیں ان کے تلامذہ میں یحیٰ القطان، عبد اللہ بن مبارک، عبد الرزاق اور وکیع بن الجراح جیسے اساطین حدیث موجود ہیں ان کی وفات ۱۵۹ھ میں ہوئی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہر دور میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و رفعت شان اور بلند علمی مقام سے حسد کرنے والوں کی کمی نہیں رہی مگر اللہ رب العزت نے ہمیشہ اپنے اس ولی کامل کو عزت سے نوازا ہر دور میں آپ رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کرنے والوں اور آپ کی تعلیمات کی پیروی کرنے والوں کی بھی کوئی کمی نہ تھی آج بھی الحمد للہ اس روئے زمین پر دو تہائی حنفی مسلمان ہیں چنانچہ اس بات کا اعتراف کرتے ہوئے علامہ ابن حجر مکی شافعی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''الخیرات الحسان'' رقم طراز ہیں! ''**ان الامام ابی حنیفه کان له حساد کثیرون فی حیاته و بعد مماته**'' امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بہت سے حاسد تھے ان کی زندگی میں بھی اور ان کی وفات کے بعد بھی:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حاسدوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا:

مشہور غیر مقلد (اہلحدیث) عالم حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی فرماتے ہیں!

''جو شخص ائمہ دین اور خصوصاً امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بے ادبی کرتا ہے اسکا خاتمہ اچھا نہیں ہوتا''

(تاریخ اہل حدیث صفحہ ۴۳۷)

مولانا تجمل حسین صاحب بہاری لکھتے ہیں:

ایک اور غیر مقلد عالم مولانا محمد ابراہیم صاحب مکہ مکرمہ گئے اور حضرت قبلہ سید شاہ محمد علی مونگیری رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی مولانا محمد ابراہیم نے حضرت شاہ صاحب سے کہا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مجلس میں خواب میں دیکھا اس مجلس میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا تم ان یعنی ابوحنیفہ سے بدظن ہو قصور معاف کراؤ میں نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے قدموں میں گر کر معاف کرایا (کمالات رحمانی ص ۱۷)

انہی حاسدین میں ایک نعیم بن حماد بھی ہے جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حسد میں اتنا بڑھ گیا کہ تقویت سنت کے لیے جھوٹی حدیثیں بنایا کرتا تھا

امام ذہبی فرماتے ہیں! ''**قال الأزدی کان نعیم ممن یضع الحدیث فی تقویة السنة و حکایات مزورة فی ثلب النعمان کلها کذب**'' ازدی کہتے ہیں کہ نعیم تقویت سنت کے لیے حدیث وضع کیا کرتا تھا اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مصائب میں (جھوٹی) حکایات گھڑا کرتا تھا جو سب جھوٹ ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(میزان الاعتدال: ۴/ ۲۶۹مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت)

اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے بھی (تھذیب التھذیب ۱۰/ ۴۶۳ طبع حیدرآباد دکن الہند) میں یہی بات لکھی ہے اس نعیم بن حماد نے حنفیوں کے رد میں ایسی ہی جھوٹی حکایات پیش کر کے کتابیں لکھی ہیں یہ شخص ۲۲۸ھ میں فوت ہوا اس شخص کے پاس اگر کوئی پختہ دلیل ہوتی تو وہ یہ جھوٹی حکایات نہ بناتا یہ نعیم بن حماد حاسدوں کا سرغنہ اہل سنت کے عقیدے کے خلاف قرآن پاک کو مخلوق کہتا تھا۔ اسے حکومت وقت نے گرفتار کر کے اور باندھ کر ایک گڑھے میں پھینک دیا جہاں وہ مرگیا نہ اس کو کفن نصیب ہوا نہ نماز جنازہ دیکھئے: (تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۳۰ طبع دارالعرب الاسلامی بیروت)

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ محدثین کی نظر میں:

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت و ثقاہت کے اپنے پرائے سب معترف ہیں۔ سوائے حاسدوں کے، چند محدثین کی آراء ملاحظہ فرمائیں کہ وہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں:

۱) سیدالحفاظ حضرت یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ:

[عدل ثقة ما ظنك بمن ادله ابن المبارك و وكيع]

ترجمہ: سراپا عدالت ہیں، ثقہ ہیں ایسے شخص کے بارے میں تمہارا کیا گمان ہے جس کی عبداللہ بن مبارک اور وکیع نے توثیق کی ہے (مناقب امام الاعظم، از کردری: ۱/۹۱)

کسی نے سیدالحفاظ "یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ "**ابو حنيفة كان يصدق في الحديث. قال نعم صدوق**" "ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں سچے ہیں؟ فرمایا! ہاں سچے تھے: (مناقب موفق: ۱/ ۱۹۲)

حافظ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ یحییٰ بن معین سے یوں نقل کرتے ہیں "**كان ثقة صدوقا في الفقة والحديث مامونا على دين الله**" "امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فقہ اور حدیث میں ثقہ، صدوق اور اللہ تعالیٰ کے دین میں قابل اعتماد اور مامون تھے (الخیرات الحسان ص ۲۱، تاریخ بغداد: ۱۵/ ۵۸۱: طبع بیروت)

امام یحییٰ بن معین "معرفۃ الرجال" میں فرماتے ہیں "**قال ابن محرز سمعت يحيى يقول ابو حنيفة عندنا من اهل الصدق**" ابن محرز فرماتے ہیں کہ میں نے یحییٰ بن معین کو فرماتے سنا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہمارے نزدیک سچے ہیں (معرفۃ الرجال: ۲۳۰)

ایک اور روایت میں یحیٰ بن معین کے الفاظ یوں نقل کیے گئے ہیں:

"یقول یحیی بن معین وھو یسأل عن ابی حنیفة ثقة ھو فی الحدیث فقال نعم ثقة ثقة کان واللہ اورع من أن یکذب وھو اجل قدراً من ذالك۔۔۔الخ:

ترجمہ: امام یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سوال کیا گیا کہ وہ حدیث میں ثقہ تھے، انھوں نے فرمایا ہاں ثقہ تھے، ثقہ تھے خدا کی قسم انکی شان اس سے بہت بلند بالا تھی کہ وہ جھوٹ کہتے

(مناقب موفق: ۱/ ۱۹۲، تاریخ بغداد: ۱۵/ ۵۸۰ طبع بیروت)

شیخ الاسلام علامہ ابن عبدالبر المالکی بطریق امام عبداللہ بن احمد الدروقی روایت کرتے ہیں کہ **"سئل یحیی بن معین وانا اسمع عن ابی حنیفة فقال ثقة ما سمعت احداً ضعفه ھذا شعبة بن الحجاج یکتب الیه ان یحدث ویأمره و شعبة شعبة"**

ترجمہ: امام یحیٰ بن معین سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سوال کیا گیا اور میں سن رہا تھا تو انھوں نے فرمایا کہ وہ ثقہ تھے میں نے کسی سے نہیں سنا کہ کسی ایک نے بھی ان کو ضعیف کہا ہو اور یہ کہ شعبہ بن حجاج ہیں جو ان کی طرف لکھ رہے ہیں کہ وہ حدیث بیان کریں اور ان کو حکم دے رہے ہیں اور شعبہ رحمۃ اللہ علیہ تو شعبہ ہیں

(الانتقاء: ص ۱۲۷)

امام ابن حجر مکی الشافعی لکھتے ہیں:

"سئل یحیی بن معین عنه فقال ثقة ما سمعت احداً ضعفه"

ترجمہ: امام یحیٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سوال کیا گیا تو انہوں نے فرمایا وہ ثقہ تھے میں نے کسی سے انکی تضعیف نہیں سنی: (الخیرات الحسان: ص ۳۲)

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں

"وقال محمد بن سعد العوفی سمعت ابن معین یقول کان ابو حنیفة ثقة لا یحدث بالحدیث الا بما یحفظه ولا یحدث بما لا یحفظ وقال صالح بن محمد الاسدی عن ابن معین کان ابو حنیفة ثقة فی الحدیث"

ترجمہ: محمد بن سعد العوفی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن معین کو فرماتے سنا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ تھے وہ صرف وہی حدیث بیان کرتے تھے جو اُن کو از بر ہوتی تھی اور جو اُن کو یاد نہ ہوتی تھی وہ اُس کو بیان نہ کرتے تھے اور صالح بن محمد الاسدی امام یحییٰ بن معین سے روایت کرتے ہیں کہ ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ثقہ تھے''

(۱) تہذیب التہذیب ابن حجر: ۱۰/ ۴۴۹، ۴۵۰، مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۲۵ھ،

(۲) تاریخ بغداد: ۱۵/ ۵۸۰ طبع بیروت

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

''اخبرنا ابن رزق قال حدثنا احمد بن علی بن عمر بن جیش الرازی قال سمعت محمد بن احمد بن عصام یقول محمد بن سعد العوفی یقول سمعت یحییٰ بن معین کان ابو حنیفۃ ثقۃ لا یحدث بالحدیث الا ما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ'' (ترجمہ سابقہ)

(تاریخ بغداد: ۱۵/ ۵۸۰، طبع بیروت)

ایک اور سند کے ساتھ لکھتے ہیں

''کان ابو حنیفۃ ثقۃ صدوقا فی الحدیث والفقہ مأمونا علی دین اللہ''

ترجمہ: ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ثقہ سچے اور اللہ کے دین میں قابل اعتماد اور مامون تھے

(تاریخ بغداد: ۱۵/ ۵۸۱، طبع بیروت)

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبد الرحمن مبارکپوری رقم طراز ہیں:

''امام ابن معین، امام شعبہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ تمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کرتے ہیں''

(محصلہ تحقیق الکلام: ۱۴۰)

۲) امام یحییٰ بن سعید قطّان بصری رحمۃ اللہ علیہ:

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت پر یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

[اخبرنا العتیقی قال حدثنا عبد الرحمن بن عمر بن نصر بن محمد الدمشقی بہا قال حدثنی قال حدثنا أحمد بن علی سعید القاضی قال سمعت یحییٰ بن معین سمعت یحییٰ بن سعید القطان یقول لا نکذب اللہ ما سمعنا أحسن من رأی أبی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حنیفة،ولقد أخذنا بأ کثر أقواله]

ترجمہ:قسم بخدا!ہم نے(کسی بھی مسئلہ پر)ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ بہتر رائے کسی کی نہیں سنی اور ہم نے ان کے کافی اقوال لیے ہیں

(تاریخ بغداد:۱۵/ ۴۷۴،طبع بیروت،تہذیب التھذیب:۱۰/ ۴۵۰،طبع ہند)

دوسرے مقام پرفرماتے ہیں

"وابا حنیفة قاضی قضاة العلماء ومن قال لك سوی هذا فارمه فی کناسه بنی سلیم"

ترجمہ:ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علماء کے قاضی القضاۃ تھے جوشخص تجھے اس کے علاوہ کوئی اور بات کہے تو تم اس کو بنوسلیم کی غلاظت اورگندگی ڈالنے کی جگہ ڈال دو:

(مناقب موفق: ۲/۲۵)

۳)حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ :

[اخبرنا الخلال قال أخبرنا الحریری أن الحنفی حدثهم قال حدثنا محمد بن علی بن عفان قال حدثنا أبو کریب قال سمعت عبد الله بن المبارك وأخبرنی محمد بن احمد بن یعقوب قال أخبرنا محمد بن نعیم الضبیی قال حدثنی أبو سعید محمد بن الفضل المذکر قال حدثنا أبو عبد الله محمد بن سعید المروزی قال حدثنا أبو حمزة یعلی بن حمزة قال سمعت أبا وهب محمد بن مزاحم یقول سمعت عبد الله بن المبارك یقول رأیت أعبد الناس ورأیت أورع الناس،ورایت أعلم الناس،ورأیت أفقه،فأمأ أعبد الناس فعبد العزیز بن أبی رواد،وأما أورع الناس فالفضیل بن عیاض،واما اعلم الناس فسفیان الثوری،وأما افقه الناس فابو حنیفة ثم قال مارایت فی الفقه مثله] (تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۶۹،طبع بیروت)

ترجمہ:عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!میں نے لوگوں میں سب سے بڑا عابد،سب سے بڑا متقی،سب سے بڑا عالم اورسب سے بڑا فقیہہ دیکھا ہے اعبد الناس تو عبد العزیز بن أبی رواد رحمۃ اللہ علیہ ہیں اورأورع الناس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور اعلم الناس تو سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور افقہ الناس امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور فرمایا میں نے فقہ میں ان کا کوئی نظیر نہیں دیکھا:

دوسرے مقام پر عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں! "**اخبرنا الحسين بن علی بن محمد المعدّل قال حدثنا علی بن الحسن الرازی قال حدثنا محمد بن الحسين الزعفرانی قال حدثنا علی بن الحسن بن شفيق قال كان عبدالله بن المبارك يقول اذا اجتمع هذان علی شیء قوی يعنی الثوری وابا حنيفة**"

ترجمہ: جب یہ دونوں (سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کسی بات پر متفق ہوجائیں تو یہ قوی بات ہے

(تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۷۰ طبع بیروت)

۲) "**أخبرنا الصيمری قال أخبرنا عمر بن ابراهيم قال حدثنا مكرم بن أحمد قال أحمد بن محمد بن مغلس، قال حدثنا محمد بن مقاتل قال سمعت ابن المبارك قال۔ان كان الاثر قد عرف واحتيج الی الرای، فرای مالك و سفيان وأبی حنيفة، وأبوحنيفة أحسنهم وأدقهم فطنة وأغوصهم علی الفقه وهو أفقه الثلاثة**" (تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۷۰ طبع بیروت: الخیرات الحسان: ص ۴۵: أخبار أبی حنیفہ: ص ۷۷)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں کہ! اگر کوئی معروف اثر ہو جس میں رائے کی ضرورت ہو تو امام مالک، امام سفیان ثوری اور امام ابوحنیفہ کی آراء کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور پھر امام ابوحنیفہ ان سب سے اچھے ہیں باریک بینی میں ان سب سے زیادہ ذہین ہیں اور فقہ میں سب سے زیادہ غور وخوض کرنے والے ہیں اور وہ ان تینوں میں سب سے بہتر مسائل کو سمجھنے والے ہیں

۳) مزید بیان فرماتے ہیں "ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ فقہ جانتے ہیں"

(تہذیب التھذیب: ۱۰/ ۴۵۰ طبع ہند: تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۱۴۸ طبع لاہور)

۴) امام مدینہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

[**اخبرنی البرقانی قال حدثنا أبو العباس بن حمدان لفظا قال حدثنا محمد بن ايوب قال أخبرنا أحمد بن الصباح، قال سمعت الشافعی محمد بن ادريس قال**

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قيل لمالك بن انس،هل رأيت أبا حنيفة؟قال نعم،رايت رجلا لو كلمك فى هذه السارية أن يجعلها ذهبا لقام بحجته]

(۱)تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۶۳ (۲)تهذیب الکمال:۲۹/ ۴۲۹

(۳)الکمال: ص ۶۲۵ (۴)الخیرات الحسان:ص ۱۲

ترجمہ:امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کیا آپ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے فرمایا ہاں دیکھا ہے اگر وہ آپ کے ساتھ اس ستون کو سونے کا ثابت کرنے پر کلام کرتے اس پر حجت قائم کر دیتے:

۵)امیر المومنین فی الحدیث امام سفیان بن سعید الثوری رحمۃ اللہ علیہ:

امام محمد بن بشیر بیان کرتے ہیں ”میں امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتا جاتا تھا جب میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آئے ہو میں عرض کرتا سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے آیا ہوں یہ سن کر فرماتے آپ ایسے آدمی کے پاس سے آئیں ہیں کہ اگر علقمہ اور اسود بھی موجود ہوتے تو یقینا انکے علم کے محتاج ہوتے پھر جب میں سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آئے ہو میں عرض کرتا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس سے تو وہ فرماتے !!”**فيقول لقد جئت من عند أفقه أهل الارض**“

ترجمہ: آپ روئے زمین پر سب سے بڑے فقیہہ کے پاس سے آئے ہیں

(تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۷۱،طبع بیروت،عقود الجمان: ص ۱۹۰)

۶)امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

حافظ ابوالقاسم بن عساکر اپنی سند کے ساتھ امام شافعی سے روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی نے فرمایا”رائے وفقہ تم اہل کوفہ سے حاصل کرو“ (تاریخ مدینہ دمشق: ۱/ ۳۱۷)

[**اخبرنا أبو نعيم الحافظ قال حدثنا محمد بن ابراهيم بن على قال سمعت حمزة بن على البصرى يقول سمعت الربيع يقول سمعت الشافعى يقول الناس عيال على أبى حنيفة فى الفقه**]

ترجمہ:امام شافعی فرماتے ہیں فقہ میں سب لوگ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱) تاریخ بغداد، ۱۵/ ۴۷۴ طبع بیروت (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۱۴۸

(۳) تہذیب التھذیب: ۱۰/ ۴۵۰ طبع ہند (۴) الانتقاء لابن عبد البر: ص ۱۳۶

۷) امام ابو بکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ:

خطیب بغدادی اپنی سند سے نقل کرتے ہیں "ابو بکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "**يقول أبو حنيفة أفضل أهل زمانه**"

ترجمہ: امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے میں سب سے افضل تھے

(۱) تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۶۲ (۲) مناقب امام حنیفہ ذہبی: ص ۱۸

(۳) مناقب موفق: ۲/ ۲۶

۹) امام یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ:

امام یزید بن ہارون رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"**فقال أبو حنيفة تقياً تقياً زاهداً عالماً صدوق اللسان، أحفظ أهل زمانه كل من أدركته من أهل زمانه يقول انه ما رأى أفقه منه**"

ترجمہ: امام ابو حنیفہ متقی تھے پاکیزہ شخصیت کے مالک تھے دنیا کی حرص سے بے نیاز تھے اجل عالم تھے صدوق اللسان تھے اپنے زمانے میں سب سے بڑے حافظ حدیث تھے میں نے انکے ہم عصروں میں سے جس کو بھی پایا سب کو یہی کہتے ہوئے سنا کہ اس نے ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑھ کر کسی کو فقیہہ نہیں دیکھا:

(عقود الجمان، ص، ۱۹۴)

اسی طرح تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۶۸ میں ہے کہ یزید بن ہارون فرماتے ہیں! ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سفیان رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہہ ہیں:

۹) امام عبداللہ بن یزید المقبری رحمۃ اللہ علیہ:

خطیب بغدادی اپنی سند سے لکھتے ہیں "**ما رايت أسود راس أفقه من أبي حنيفة**"

ترجمہ: میں نے کسی ایک نوجوان کو بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ فقیہہ نہیں دیکھا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۷۲ طبع بیروت)

۱۰) امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ:

فرماتے ہیں "من أرادالمغازی فالمدینة۔ومن أراد المناسك فمكته۔ومن ارادالفقه فالكوفة ويلزم أصحاب أبي حنيفة"

ترجمہ: جو شخص علم مغازی کو جاننا چاہے وہ مدینہ کارخ کرے جو مناسک حج سیکھنا چاہے وہ مکہ کارخ کرے اور جو دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرنا چاہے وہ کوفہ جا کر اصحاب ابوحنیفہ کے حلقہ درس میں بیٹھے

(اخبار أبي حنیفۃ :ص،۷۵)

۱۱) امام مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ:

فرماتے ہیں "وقال النخعی حدثنا اسماعیل بن محمد الفارسی قال سمعت مکی ابن ابراهیم ذکر أباحنیفة فقال کان اعلم اهل زمانه"

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ علم والے تھے

(تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۷۳ طبع بیروت)

۱۲) امام شداد بن حکم رحمۃ اللہ علیہ:

فرماتے ہیں "میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ علم والا نہیں دیکھا"

(تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۷۳)

۱۳) امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ:

جب کوئی امام اعمش سے سوال پوچھتا تو فرماتے:

"انما یحسن الجواب فی هذا ومثله النعمان بن ثابت الخزاز أراه بورك له في علمه"

ترجمہ: اس کا اور اس جیسے سوالات کا جواب نعمان بن ثابت خزاز خوب جانتے ہیں مجھے یوں محسوس ہوتا ہے انکے علم میں برکت دی گئی ہے:

(۱) الانتقاء ابن عبد البر: ص ۱۹۶ (۲) سیر أعلام النبلاء: ۶/ ۴۰۳

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۳)الخیرات الحسان: ص ۴۸

۱۴)امام مسعر بن کدام رحمۃ اللہ علیہ:

[اخبرنا الخلال قال أخبرنا الحریری أن النخعی حدثهم قال حدثنا سلیمان بن الربیع قال حدثنا همام بن مسلم قال سمعت مسعر بن کدام یقول ما أحد احداً بالکوفة الا رجلین۔أبو حنیفة فی فقهه والحسن بن صالح فی زهده]

ترجمہ: حضرت مسعر بن کدام فرماتے ہیں کہ کوفہ میں مجھے دو آدمیوں پر رشک آتا ہے امام ابوحنیفہ پر انکی فقہ میں اور حسن بن سالح پر انکے زہد میں: (تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۶۴ طبع بیروت)

۱۵)ابوجعفر رازی رحمۃ اللہ علیہ:

فرماتے ہیں" میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا پرہیزگار اور کوئی نہیں دیکھا"

(تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۶۵)

۱۶)حسن بن صالح حی رحمۃ اللہ علیہ:

فرماتے ہیں"امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سمجھدار عالم اور متثبت فی العلم تھے"

(۱)الانتقاء:ص ۱۲۸ (۲)تانیب الخطیب:ص ۱۵۴

۱۷)امام اوزاعی اور عمری رحمۃ اللہ علیہم:

دونوں بزرگ فرماتے ہیں"ھو من اعلم الناس بمعضلات المسائل"

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پیچیدہ اور مشکل مسائل کو سب لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں"

(۱)مناقب کردری: ۱/ ۹۰ (۲)تبییض الصحیفۃ: ص ۲۸

۱۹)عبداللہ بن داؤد الخریبی رحمۃ اللہ علیہ:

خطیب بغدادی اپنی سند سے لکھتے ہیں عبداللہ بن داؤد الخریبی نے فرمایا" کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنی نماز میں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے لیے دعا کریں کیونکہ انھوں نے حدیث وفقہ کو ان کے لیے محفوظ کیا"

(۱)تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۷۲ طبع بیروت (۲)النھایۃ: ۱۰/ ۱۰۷

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲۰)اسی طرح حسن بن عثمان القاضی نے (تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۷۵) میں
۲۱)امام وکیع نے (تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۹۰) میں
۲۲) قیس بن ربیع نے تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۹۲) میں
۲۳)ابن المنیر نے (تاریخ بغداد: ۱۵/ ۵۷۵) میں
۲۴)الحجاج بن أرطاۃ نے (تاریخ بغداد: ۱۵/ ۵۷۵) میں
۲۵)عبدالرحمن مقری نے (تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۷۳) میں
۲۶) علی بن جعد نے (جامع المسانید: ۲/ ۳۰۸) میں
۲۷)علامہ ابن خلدون نے (مقدمہ ابن خلدون: ص ۴۴۷) میں
۲۸)امام علی بن المدینی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا! امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور ابن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کی ہے وھو ثقۃ لا بأس بہ وہ ثقہ اور لا باس بہ ہیں (الجواہر المضیۃ: ۱/ ۲)
۲۹)امام سرخسی نے (أصول الفقہ) میں
۳۰)صاحب مشکوٰۃ المصابیح امام خطیب ولی الدین محمد بن عبد اللہ التبریزی الشافعی نے (اکمال فی اسماء الرجال: ص ۶۲۵) میں
۳۱)امام ذہبی نے (تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۱۴۷، ۱۴۸) میں
۳۲)امام ابن حجر عسقلانی نے (تقریب وتھذیب التھذیب تحت ترجمہ ابوحنیفہ) میں
۳۳)امام ابوداؤد (تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۱۴۸) میں اور (الانتقاء: ص ۳۲: جامع بیان العلم: ۲/ ۱۶۳) میں
۳۴)امام عبدالرحمن بن مہدی نے (مناقب الامام اعظم: از صدر الائمہ: ۲/ ۴۵) میں
۳۵)امام اسرائیل نے (تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۶۴) میں
۳۶)امام معمر نے (تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۶۵) میں
۳۷)حافظ ابن عبدالبر نے (جامع بیان العلم: ۲/ ۱۴۸، طبع مصر) میں
۳۸)مشہور مؤرخ محمد بن اسحاق بن ندیم (المتوفی ۳۸۵) نے فہرست ابن ندیم: ص ۲۹۹، طبع مصر) میں
۳۹)حافظ ابن کثیر الشافعی نے (البدائیہ والنھایہ: ۱۰/ ۱۰۷) میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۴۰)امام ابن حجر مکی الشافعی نے(الخیرات الحسان) میں

(۴۱)امام حافظ الدین کردری نے(مناقب کردری) میں

(۴۲)عبداللہ بن ادریس نے(تاریخ بغداد:۱۵/۴۶۸) میں

(۴۳)ابو مطیع حکم بن عبداللہ نے(تاریخ بغداد:۱۵/۴۶۸) میں

(۴۴)ابو عاصم النبیل نے(تاریخ بغداد:۱۵/۴۶۸) میں

(۴۵)علامہ تاج الدین السبکی نے(طبقات الشافعیہ:۲/۴۷۱طبع مصر) میں

(۴۶)ابو یحییٰ الحمانی نے(مناقب موفق:۲/۲۶) میں

(۴۷)نضر بن شمیل نے۰تاریخ بغداد:۱۵/۴۷۳) میں

(۴۸)ابراہیم بن عکرمہ نے(تاریخ بغداد:۱۵/۴۷۶) میں

(۴۹)یزید بن زریع نے(تاریخ بغداد:۱۵/۴۷۶) میں

(۵۰)علامہ محمد طاہر الحنفی ''المتوفی ۵۸۶ھ'' نے(تکملہ مجمع البحار:۳/۵۴۷) میں

(۵۱)امام احمد بن حنبل نے(تاریخ بغداد:ج ۱۵:ابن ملکان:۲/۱۶۴:مناقب موفق:۲/۱۶۹ ،الخیرات الحسان:ص ۵۹) میں،(مناقب ابی حنیفہ للذہبی:ص ۲۷) میں

(۵۲)امام زفر نے(مناقب موفق: ۲/۱۴۹) میں

(۵۳)علامہ عبدالکریم شہرستانی ''المتوفی ۵۴۷ھ''(الملل والنحل: ۱/۲۳۴) میں

(۵۴)حافظ محمد بن یوسف الصالحی الشافعی نے(عقود الجمان) میں

(۵۵)ابن تیمیہ نے(تلخیص الاستغاثہ:ص ۱۳،۱۴:منهاج السنہ: ۱/۲۵۹) میں

(۵۶)امام نضر بن محمد مروزی نے(الجواہر المضیہ : ۲/۲۰۱) میں

(۵۷)محدث علی بن خشرم نے(معرفت علوم الحدیث،ص:۶۶) میں

(۵۸)امام عبدالوہاب شعرانی الشافعی نے(میزان الکبریٰ: ۱/۵۸) میں

(۵۹)محدث شقیق بن عقیبہ نے(مناقب ابی حنیفہ للذہبی:ص ۲۷) میں

(۶۰)محدث علی بن عاصم نے(تاریخ بغداد و الانتقا:ص ۱۶۰) میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۶۱)محدث ابن جریج نے(تاریخ بغداد:۱۵/ ۴۶۴)میں

۶۲)حافظ سمعانی نے(الانساب للسمعانی:ص ۲۴۷)میں

۶۳)یحییٰ بن آدم نے(الجواہر المضیہ : ۲/ ۱۸۲)میں

۶۴)حافظ محمد بن ابراہیم الوزیر نے(الروض الباسم: ۱/ ۱۶۶)میں

۶۵)علامہ بدرالدین عینی نے(البنایہ شرح ہدایہ: ۱/ ۱۷۳)میں

۶۶)امام ابو یوسف نے(الخیرات الحسان:ص ۶۷)میں

۶۷)قاضی ابوعبداللہ حسین بن علی صمیری نے(اخبار ابی حنیفہ)میں

۶۸)امام شعبہ بن الحجاج نے(اخبار ابی حنیفہ:ص ۷۲)میں

۶۹)امام حافظ ابوعمر یوسف بن عبدالبر مالکی مغربی نے(کتاب الاستغنا)میں

۷۰)محدث سعید بن ابی عروبہ نے(الانتقاء،ص ۱۳۰)میں

۷۱)محدث قاسم بن معن نے(الانتقاء،ص: ۱۳۴)میں

۷۲)محدث عبدالرزاق بن ھمام نے(الانتقاء:ص ۱۳۵)میں

۷۳)محدث عیسیٰ بن یونس نے(الانتقاء:ص ۱۳۶)میں

۷۴)حفص بن غیاث نے(مناقب موفق:۲/ ۴۰)میں

۷۵)علامہ جلال الدین السیوطی الشافعی نے(تبییض الصحیفہ)میں

۷۶)علامہ ابن خلکان برمکی الشافعی نے(وفیات الاعیان)میں

۷۷)علامہ حسین بن محمد بن حسن الدیار بکری نے(تاریخ الخمیس)میں

۷۸)علامہ جمال الدین ابوالمحاسن یوسف بن تغری نے(النجوم الزھرہ)میں

۷۹)امام مجدد الف ثانی نے(مکتوبات دفتر دوم مکتوب ۵۵)میں

۸۰)امام محمد باقر نے(الانتقاء: ص ۱۲۴)میں

۸۱)حافظ ابن اثیر الجزری نے(خواتم جامع الاصول)میں

۸۲)امام ابوجعفر طحاوی نے(شرح معانی الآثار)میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۸۳) علامہ خطیب بغدادی نے (تاریخ بغداد: ج ۱۵) میں

میں کہاں تک امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی شان بیان کروں کسی نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو حفاظ میں شمار کیا کسی نے ثقہ فرمایا کسی نے لا باس بہ فرمایا، فقیہہ، امام، متقی، غرض کہ ہر طرح سے شان بیان فرمائی اور بعض نے تو مستقل کتابیں تصنیف کیں

سید الحفاظ امام الفقہاء والمحدثین امام الجرح والتعدیل امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ تفصیلاً درج ذیل کتب میں دیکھا جاسکتا ہے:

(۱) تاریخ بغداد: ۱۵/ ۴۶۰ تا ۴۹۰
(۲) طبقات ابن سعد: ۷/ ۳۲۲
(۳) طبقات خلیفہ: ۱۲۶۷، ۳۲۰۳
(۴) الثقات العجلی: ص ۱۷۶۱ رقم ۱۸۵۳
(۵) المعارف: ۴۹۵
(۶) الجرح والتعدیل: ۸/ ۴۴۹
(۷) طبقات المحدثین، ۱/ ۲۶۳
(۸) الانتقاء فی فضائل الائمۃ: ص ۱۳۰
(۹) فہرست ابن ندیم: ص ۲۵۵
(۱۰) طبقات الشیرازی: ص ۸۶
(۱۱) تہذیب الاسماء واللغات: ۲/ ۱۲۱۶
(۱۲) وفیات الاعیان: ۵/ ۴۰۵
(۱۳) تہذیب الکمال: رقم ۱۴۸۱
(۱۴) سیر اعلام النبلاء: ۶/ ۳۹۰
(۱۵) تذہیب التھذیب: ۴/ ۹۸
(۱۶) میزان الاعتدال: ۴/ ۲۶۵
(۱۷) تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۱۶۸
(۱۸) العبر: ۱/ ۲۱۴
(۱۹) مراۃ الجنان: ۱/ ۳۰۹
(۲۰) البدائیہ والنھایہ: ۱۰/ ۱۰۷
(۲۱) الجواہر المضیہ: ۱/ ۴۹
(۲۲) طبقات القراء لابن الجزری: ۲/ ۳۴۲
(۲۳) تہذیب التھذیب: ۱۰/ ۴۴۹
(۲۴) النجوم الزھرہ: ۲/ ۱۲
(۲۵) طبقات الحفاظ: ص ۷۳
(۲۶) خلاصہ تذھیب الکمال: ص ۴۰۲
(۲۷) الخیرات الحسان
(۲۸) شذرات الذھب: ۱/ ۲۲۷
(۲۹) ھدیۃ العارفین: ۲/ ۴۹۵
(۳۰) تقریب التھذیب: ۲/ ۲۴۸
(۳۱) تاریخ التراث العربی: ۲/ ۳۱
(۳۲) الاکمال فی اسماء الرجال ترجمۃ ابوحنیفۃ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۳۳)مناقب موفق (۳۴)المیزان الکبریٰ: ۱/۵۸

(۳۵)اعلام الاخبار: امام محمود بن سلیمان مخطوطہ: ص ۸۰۸ (۳۶)تبییض الصحیفہ: ص ۲۸

(۳۷)عقود الجمان: ص ۱۹۴ (۳۸)البنایہ شرح ہدایہ: ۱/ ۳۷۱

علاوہ ازیں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ پر جو کلام ہوا ہے وہ تعصب، تشدد یا ضعیف راویوں سے منقول ہے علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

[الذین رواعن ابی حنیفة ووثقوہ اکثر من الذین تکلموا فیہ]

ترجمہ: جن لوگوں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت اور توثیق کی ہے ان لوگوں سے زیادہ ہیں جنھوں نے آپ پر کلام کیا ہے

(جامع بیان العلم وفضلہ: ۲/ ۱۴۹)

جمہور کے مقابلہ میں ان چند لوگوں کے کلام کو رد کیا جائے گا معلوم نہیں کہ یہ اصول امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے غیر مقلدین کو کیوں یاد نہیں رہتا:

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ پر جو کلام ہوا ہے اسکا جواب ان شاء اللہ ایک دوسرے مضمون میں دیا جائے گا اللہ تعالیٰ جل جلالہ وشانہ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں صالحین کے راستے پر چلائے اور بغض وعناد وگمراہوں کے راستے سے بچائے، آمین!

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۱۴)

اہل تشیع کے سوالات اور اُن کے جوابات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال نمبر ا: پانچ نمازوں کا وقت قرآن وحدیث سے واضح کریں اور ہر نماز کے وقت کا علیحدہ حوالہ دیں؟

الجواب: پانچ وقت کی فرض نماز اور اس کے اوقات

۱) اللہ تعالیٰ جل جلالہ کا ارشاد ہے [إِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ط]

ترجمہ: بے شک نماز مومنین (ایمان والوں) پر فرض ہے جس کا وقت مقرر ہے

(النساء: ۱۰۳)

اس سے معلوم ہوا کہ ہر نماز کا الگ الگ وقت ہے نمازیں پانچ ہیں تو وقت بھی پانچ ہوئے

۲) [حَافِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ط]

ترجمہ: نمازوں کی حفاظت کرو خصوصاً درمیانی نماز کی (سورۃ البقرۃ: ۲۳۸)

'وُسطیٰ' سے مراد درمیانی نماز ہے اور درمیانی نماز عصر ہے تو قرآن سے عصر کی نماز کا ثبوت ہوا

۳) [مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَمِنْ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ]

ترجمہ: نماز فجر سے پہلے اور نماز عشاء کے بعد (النور: ۵۸)

اس آیت کریمہ میں نماز فجر اور نماز عشاء کا بیان ہوا اور اہل تشیع نماز عصر اور نماز عشاء کے الگ الگ ہونے کے منکر ہیں:

۴) [وَأَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ]

ترجمہ: اور دن کے دونوں طرف اور رات کے کچھ حصوں میں نماز قائم کیجئے

(هود: ۱۱۴)

اس میں بھی اکثر نمازوں کا تذکرہ ہے:

۵) [أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ط]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک نماز قائم کیجئے اور صبح کی نماز بھی

(اسراء:۷۸)

معترض نے بھی ''غسق'' کو رات مانا ہے لہٰذا رات کی نماز عشاء کی نماز ہے نہ کہ مغرب:

اب اوقات نماز کے لیے احادیث نبوی ﷺ ملاحظہ فرمایئے:

ملاحظہ فرمایئے: حدیث کی کتاب (سنن ترمذی:۱/۲۱،سنن ابوداؤد:۱/۶۲باب فی المواقیت)

۱) [عن ابن عباس قال قال رسول الله ﷺ اتانی جبریل عند البیت مرتین فصلی بی الظهر حین زالت الشمس وکانت قدر الشراك وصلی بی العصر حین صار ظل کل شیء مثله وصلی بی المغرب حین افطر الصائم وصلی بی العشاء حین غاب الشفق وصلی بی الفجر حین حرم الطعام والشراب علی الصائم فلما کان الغد صلی بی الظهر حین کان ظله مثله وصلی بی العصر حین کان ظله مثلیه وصلی بی المغرب حین افطر الصائم وصلی بی العشاء الی ثلث اللیل وصلی بی الفجر فاسفر ثم التفت الی فقال یا محمد هذا وقت الانبیاء من قبلك والوقت ما بین هذین الوقتین]

(مشکوۃ شریف:ص ۵۹ فصل دوم باب فی المواقیت رواہ ابوداؤد والترمذی)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میرے پاس بیت اللہ میں جبریل علیہ السلام دو مرتبہ آئے پہلی مرتبہ نماز ظہر سورج ڈھلنے کے ساتھ ہی پڑھائی اس وقت سایہ تسمہ کی مقدار تھا نماز عصر اس وقت پڑھائی جب ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہو جاتا اور مغرب کی نماز اس وقت پڑھائی جب روزہ دار روزہ افطار کرتا ہے اور عشاء شفق کے غروب ہونے کے بعد پڑھائی اور صبح اس وقت پڑھائی جب روزہ دار پر کھانا پینا حرام ہو جاتا ہے پھر دوسرے دن جبریل امین دوبارہ تشریف لائے اور ظہر کی نماز ایک مثل سایہ ہونے پر پڑھائی عصر کی نماز دو مثل ہونے اور مغرب روزہ دار کے افطار کرنے کے وقت پڑھائی اور عشاء رات کے تہائی وقت گزرنے پر پڑھائی اور صبح خوب روشن کر کے پڑھائی پھر میری التفا فرمایا اور اے محمد ﷺ یہ آپ سے پہلے آنے والے پیغمبروں کے اوقات ہیں اور ان اوقات کے درمیان درمیان ہر نماز کا وقت ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نوٹ) امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی روایات منقول ہیں:

دیکھئے: (وسائل الشیعہ: ۳/ ۱۱۵ مطبوعہ تہران)

۲) حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

[قال رسول اللہ ﷺ وقت صلوٰۃ العصر مالم تصفر ویسقط قرنھا الاول

(صحیح مسلم: ۱/ ۲۲۳ باب اوقات الصلوٰۃ الخمس)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! نماز عصر کا وقت اس وقت تک ہے جب تک کہ سورج زرد نہ پڑ جائے اور اس کا پہلا کنارہ غروب ہونے لگے:

۳) حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

[قال قدمنا علی رسول اللہ ﷺ المدینۃ فکان یوخر العصر مادامت الشمس بیضاء نقیۃً] (سنن ابوداؤد: ۱/ ۶۵ باب فی الصلوٰۃ العصر)

ترجمہ: حضرت علی بن شیبان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہم مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نماز عصر تاخیر سے ادا فرماتے تھے جب تک سورج صاف سفید رہتا:

۴) حضرت عُمارہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

"قال سمعت رسول اللہ ﷺ لن یلج النار احد صلی قبل طلوع الشمس و قبل غروبھا یعنی الفجر والعصر" (صحیح مسلم: ۱/ ۲۲۸، سنن نسائی: ۱/ ۸۲ باب فضل صلوٰۃ العصر)

ترجمہ: رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے طلوع شمس و غروب شمس سے پہلے یعنی فجر اور عصر کی نماز پابندی سے ادا کی وہ ہرگز دوزخ میں داخل نہ ہوگا:

نوٹ: پانچوں نمازوں کے الگ الگ اوقات کیلیے اہل تشیع کی درج ذیل کتب ملاحظہ فرمایئے:

(۱) وسائل الشیعہ: ۳/ ۱۰۸ کتاب الصلوٰۃ (۲) تہذیب الاحکام: ۲/ ۲۵۱ تذکرۃ فی المواقیت

(۳) فروع کافی: ۳/ ۲۷۵ کتاب الصلوٰۃ (۴) فقہ امام جعفر صادق: ۱/ ۱۳۵ حدود الاوقات

(۵) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث میں ہے:

"ثم امرہ بالعشاء حین وقع الشفق" (صحیح مسلم: ۱/ ۲۲۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو عشاء کا حکم دیا جب کہ شفق غروب ہوئی

۶) حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ہے:

"ویصلی العشاء حین یسود الشفق" (سنن ابو داؤد :۱/ ۶۳ باب فی المواقیت)

ترجمہ: اور حضور ﷺ نماز عشاء اس وقت ادا فرماتے جب اُفق (آسمان کا کنارہ) سیاہ ہو جاتا

نماز وُسطیٰ عصر کی ہی نماز ہے:

۷) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احزاب میں شدت جنگ کی وجہ ایک روز حضور ﷺ کی نماز عصر فوت ہوگئی آپ ﷺ نے غروب شمس کے بعد اسکی قضاء پڑھی اور کفار کے خلاف ان الفاظ میں سخت دعا فرمائی:

[شغلونا عن الصّلوٰۃ الوسطٰی صلوٰۃ العصر ملاء اللہ بیوتھم و قبورھم نارًا]

ترجمہ: کہاں لوگوں (مشرکوں) نے ہمیں صلوٰۃ وسطیٰ صلوٰۃ العصر سے روکے رکھا اللہ تعالیٰ ان کے گھروں اور قبروں کو آگ سے بھر دے:

(۱) صحیح بخاری: ۴/ ۵۲ رقم ۲۹۳۱ (۲) صحیح مسلم: ۲/ ۲۲۵ رقم ۱۴۵۶

(۳) سنن ابن ماجہ: ۱/ ۲۳۶ رقم ۶۸۴ (۴) مسند احمد: ۱/ ۷۹ رقم ۵۹۱

سوال نمبر ۲: نمازوں کو دو دو کر کے اکٹھی پڑھنا نبی ﷺ سے ثابت ہے جیسا کہ سُنّیوں کی کتاب صحیح مسلم: ۲/ ۱۰۰۹ مطبوعہ مصر اور کراچی سے اردو ترجمہ علامہ وحید الزمان خان جلد نمبر ۳ ص ۱۲۱ میں ہے کہ "نبی ﷺ جمع الصلوٰۃ ظہر والعصر، مغرب والعشاء بغیر خوف، بغیر سفر، بغیر مطر" ظہر و عصر، مغرب و عشاء کی نمازیں اکٹھی پڑھتے تھے۔ بغیر کسی خوف کے بغیر کسی سفر کے اور بغیر بارش کے:

الجواب: اس روایت میں جمع صوری ہے نہ کہ جمع حقیقی لہٰذا یہ ہمارے خلاف نہیں اور اہل تشیع کے حق میں نہیں اس سے اگلی روایت میں جو عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہی ہے بیان کرتے ہیں:

"قال صلیت مع النّبیّ ﷺ ثمانیا جمیعًا و سبعًا جمیعًا قال قلت یا ابا الشعثآء اظنہ اخر الظھر و عجل العصر و اخر المغرب و عجل العشاء قال و انا اظن ذلك"

(صحیح مسلم: کتاب صلوٰۃ المسافرین برقم ۱۵۳۱)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آٹھ رکعتیں (ظہر و عصر) اور سات رکعتیں (مغرب وعشاء) اکٹھی پڑھی ہیں راوی کہتے ہیں میں نے کہا اے ابوشعثاء میرا گمان ہے کہ آپ نے ظہر کو مؤخر اور عصر کو مقدم کیا تھا اور مغرب کو مؤخر اور عشاء کو مقدم کیا تھا ابوالشعثاء نے کہا میرا بھی یہ ہی خیال ہے اسی طرح (نسائی شریف: ۱/ ۶۲) میں بڑی وضاحت کے ساتھ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت موجود ہے

جمع صوری وجمع حقیقی کیا ہے؟:

جمع صوری سے مراد یہ ہے کہ بولنے میں جمع ہو مگر اپنے اپنے وقت میں نماز ادا کی جائے یعنی اس طرح کہ دیکھنے میں دونوں نمازیں اکٹھی پڑھیں اور حقیقت میں اپنے اپنے وقت مثلاً ظہر کی نماز آخر وقت میں پڑھیں اور عصر اوّل وقت میں تو دونوں بظاہر اکٹھی نمازیں ہونگی مگر اپنے اپنے وقت میں اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کیا کرتے:

جمع حقیقی یہ ہے کہ ظہر کے وقت میں عصر کو بھی ادا کرلیا جائے جیسا کہ شیعہ حضرات کرتے ہیں اور یہ جائز نہیں:

۱) حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مرفوع روایت ہے:

[ان رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم قال انما التفريط على من لم يصل حتىٰ يجيء وقت الصلوٰة الاخرىٰ] (صحیح مسلم: ۱/ ۲۳۹ باب قضاء الصلوٰۃ)

ترجمہ: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے محض اس شخص کی کوتاہی ہے جو ایک نماز کو دوسری نماز کے وقت تک مؤخر کردے:

۲) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

"عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من جمع بين الصلوٰتين من غير عذر فقد اتیٰ باباً من ابواب الكبائر" (جامع ترمذی: ۱/ ۲۶ باب ماجاء فی الجمع بین الصلوٰتین)

ترجمہ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس شخص نے بلا عذر دو نمازوں کو جمع کیا اس نے کبیرہ گناہ کا ارتکاب کیا:

۳) اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا ارشاد ہے:

"الجمع بين الصلوٰتين من غير عذر من الكبائر" (مصنف ابن ابی شیبہ ۲/ ۴۵۹)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: بلاعذر دونمازوں کوایک وقت میں پڑھنا گناہ کبیرہ سے ہے:

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے مغرب کی نماز افضلیت حاصل کرنے کے لیے مؤخر کرکے پڑھی وہ ملعون ہے وہ ملعون ہے" **وقال الصادق علیه السلام ملعون ملعون من اخر المغرب طلباً لفضلها"** (وسائل الشیعہ: ۳/۷ ۱۴۳ ابواب المواقیت مطبوعہ ایران)

۴) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے:

[عن عبد الله بن مسعود رضی الله عنه قال ما رأیت رسول الله ﷺ صلی صلوٰۃ الا لمیقاتها الاصلوتین صلوٰۃ المغرب والعشآء بجمع]

(۱) صحیح بخاری: ۱/۲۲۸ (۲) صحیح مسلم: ۱/۴۱۷

(۳) مشکوٰۃ: ص ۲۳۰ کتاب الحج

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو بے وقت نماز پڑھتے نہیں دیکھا مگر مغرب وعشاء کو مزدلفہ میں (حج کے موقع پر) اکٹھے پڑھا:

(حج کے موقع پر اکٹھی نمازیں پڑھنا نص صریح سے ثابت ہے اس پر قیاس کر کے عام نمازیں پڑھنا درست نہیں)

سوال نمبر ۳:

تراویح پڑھنا واجب ہے یا سنت، اگر واجب ہے تو قرآن پڑھیں اگر سنت ہے تو حدیث پڑھیں؟

ا) رسول اللہ ﷺ کی ایک تراویح بھی اپنی صحاح ستہ سے ثابت کر دیں تو ہم مذہب چھوڑ دیں گے؟

ب) حضرت ابوبکر کے دورِ خلافت میں دو رمضان آئے صحاح ستہ کی کتابوں سے ایک رات کی تراویح پڑھنا ثابت کریں:

ج) یہ حضرت عمر نے شروع کی اور یہ بدعت ہے اور بدعت کو شروع کرنے والا ظالم شخص ہوتا ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے! **من احدث حدثا فعلیه لعنة الله والملئكة والناس اجمعین:**

الجواب: نماز تراویح کو بدعت قرار دینا اور وہ بھی "بدعت سیئہ" اگر اہل تشیع کے اس خیال کو مان لیا جائے تو سب سے پہلے اس برائی کو مٹانا ان حضرات کا فرض تھا جو اس بدعت کی ترویج کے وقت موجود تھے کیونکہ جب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نماز تراویح کو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے باجماعت ادا کرنے کا حکم دیا تو اس وقت کثیر تعداد میں صحابہ کرام خصوصاً حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور حضرات حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین بھی موجود تھے خصوصاً حضرت علی رضی اللہ عنہ جنھوں نے زندگی بھر حق کا ساتھ نہ چھوڑا اور نہ کبھی حق کو چھپایا ان کی اپنی ذات ہی تھی جنہوں نے اپنے دونوں جگر گوشوں کو آخری وصیت فرمائی کہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر پر عمل پیرا رہنا اگر تم نے یہ طریقہ چھوڑ دیا تو تم پر ظالم حکمران مسلط ہو جائیں گیاور بقول شیعہ کے تراویح بدعت تھی تو اسے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے کیوں نہ روکا؟

مولا علی رضی اللہ عنہ تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو اپنی طرف سے اس کام پر دعا دے رہے ہیں ملاحظہ فرمایئے اہل تشیع کی مستند کتاب شرح نہج البلاغہ:

''وقد روی الرواۃ ان علیاً علیہ السلام خرج لیلاً فی شھر رمضان فی خلافۃ عثمان بن عفان فرأی المصابیح فی المساجد والمسلمون یصلون التراویح فقال نور اللہ قبر عمر کما نور مساجدنا'' (شرح نہج البلاغہ ابن حدید: ۳/ ۹۸ مطبوعہ بیروت طبع جدید)

ترجمہ: بہت سے راویوں نے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ رمضان المبارک کی ایک رات حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں گھر سے باہر تشریف فرما ہوئے آپ نے دیکھا کہ مسجدوں میں چراغ جل رہے ہیں اور مسلمان باجماعت نماز تراویح میں مشغول ہیں یہ دیکھ کر آپ نے دعا فرمائی ،اے اللہ! عمر بن خطاب کی قبر کو منور فرما کیونکہ اُس نے ہماری مسجدوں کو منور کیا:

اہل بیت کا بیان

[عن سعدۃ بن صدقۃ عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال مما کان یصنع فی شھر رمضان کان یتنفل فی کل لیلۃ ویزید علی صلوٰتہ التی کان یصلی قبل ذلک منذ اوّل لیلۃ عشرین فی کل لیلۃ عشرین رکعۃ]

ترجمہ: سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ رمضان المبارک کے مہینہ میں ہر رات نوافل زیادہ پڑھتے تھے اور اس سے پہلے پڑھی گئی نفلوں کی تعداد میں اور زیادتی کرتے تھے رمضان شریف کی پہلی رات سے بیسویں رات تک ہر روز ۲۰ رکعت تراویح زیادہ ادا فرماتے تھے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱)الاستبصار: ۱/ ۴۶۲ھ فی الزیادۃ فی شہر رمضان

(۲)من لا یحضرہ الفقیہہ: ۲/ ۸۸،۸۹ مطبوعہ تہران طبع جدید

۲)[عن ابی بصیر قال دخلنا علی ابی عبدہ علیہ السلام فقال لہ ابو بصیر ما تقول فی الصلوۃ فی شہر رمضان۔۔۔فقال فی عشرین لیلۃً تصلی فی کل لیلۃٍ عشرین رکعۃ]

ترجمہ: ابو بصیر کہتا ہے کہ ہم چند آدمی امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے تو میں (ابو بصیر) نے امام سے پوچھا رمضان المبارک میں نماز کے متعلق آپ کا کیا ارشاد ہے؟۔۔۔۔فرمایا پہلی بیس راتوں میں ہر رات کو بیس رکعت ادا کیا کرو: (فروع کافی: ۴/ ۱۵۴ باب مایزاد من الصلوۃ فی شہر رمضان)

اسی طرح ائمہ کرام اور رسول اکرم ﷺ کا رمضان المبارک میں نماز عشاء کے بعد تراویح ادا کرنا مذکور ہے ملاحظہ فرمایئے:

(۱)فروع کافی: ۳/ ۳۹۹ (۲)استبصار: ۱/ ۲۳۱

(۳)من لا یحضرہ الفقیہہ: ۲/ ۸۸

حضور ﷺ سے تراویح کا ثبوت صحاح ستہ کی کتب سے

(۱)"حضور ﷺ ایک بار رات کو (رمضان میں) نکلے اور مسجد میں (تراویح) کی نماز پڑھی اور کچھ لوگوں نے بھی آپ کے پیچھے پڑھی جب صبح ہوئی تو انھوں نے اس کا چرچا کیا دوسری رات کو اس سے زیادہ لوگ جمع ہوئے اور آپکے ساتھ نماز پڑھی صبح کو لوگوں نے چرچا کیا تیسری شب کو بہت لوگ جمع ہوئے آپ ﷺ برآمد ہوئے اور نماز پڑھی لوگوں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی جب چوتھی رات ہوئی تو اتنے لوگ جمع ہوئے کہ مسجد میں ان کا سمانا مشکل ہوگیا آپ نہیں نکلے صبح کو نماز کے لیے نکلے اور نماز کے بعد لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے پہلے تشہد پڑھا پھر فرمایا مجھے معلوم تھا کہ تم یہاں جمع ہو لیکن میں ڈرا کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہوجائے اور تم سے نہ ہوسکے پھر آپکی وفات ہوگئی اور یہی کیفیت قائم رہی:

(صحیح بخاری جلد اول ص نمبر ۸۰۸ مترجم وحید الزمان، کتاب الصوم، باب رمضان میں تراویح پڑھنے کی فضیلت حدیث نمبر ۱۸۸۶ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

۲)"حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص رمضان کی راتوں میں (تراویح) ایمان رکھ کر ثواب کی نیت سے کھڑا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رہے اسکے اگلے گناہ بخش دیئے جائیں گے ابن شہاب نے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی وفات ہوگئی اور لوگوں کا یہی حال رہا اکیلے اور جماعتوں سے تراویح پڑھتے تھے ابو بکر صدیق کی خلافت میں بھی ایسا ہی رہا اور عمر رضی اللہ عنہ کی شروع خلافت میں ایسا ہی رہا،،

(صحیح بخاری ۱/۸۰۷ کتاب الصوم، باب رمضان میں تراویح پڑھنے کی فضیلت مترجم وحید الزمان حدیث نمبر ۱۸۸۵ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور)

(۳)''رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارے لیے اس قیام (تراویح) کو سنت مقرر فرمایا

(۱) سنن نسائی: ۱/۲۳۹ (۲) سنن ابن ماجہ: صفحہ ۹۵

(۳) کنز العمال: ۳/۲۹۶

لہذا یہ ہمارے لیے سنت ہے علاوہ ازیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بے شک رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح ادا فرماتے تھے:

(۱) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۲/۲۸۵ (۲) آثار السنن: ۲/۵۶

(۳) مجمع الزوائد: ۳/۱۷۴ (۴) المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱/۳۹۳

(۵) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۴۹۶ (۶) کشف الغمہ: ۲/۱۱۶

(۷) الوفا صفحہ نمبر ۵۶۰ (۸) حاشیہ موطا امام محمد: صفحہ ۴۱۱

(۹) مسند عبد بن حمید: صفحہ ۲۱۸

ان حوالہ جات سے تراویح کے متعلق سوال و جواب کا سلسلہ اختتام پذیر ہوا اب اگر اپنے قول کا پاس ہے تو مذہب اہل سنت کو قبول کرو اور شیعہ عقیدہ سے توبہ کرو:

سوال نمبر ۴:

رمضان المبارک میں وتر کی نماز باجماعت کیوں پڑھتے ہیں اور غیر رمضان میں جماعت سے کیوں نہیں پڑھتے اسکا جواب قرآن وحدیث سے دیں:

الجواب: آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے!

[عن عرباض بن سارية ...فعليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين المهديين عضوا

علیھا بالنواجذ]

(۱) سنن ابن ماجہ: ص ۵ (۲) جامع ترمذی: ۲/ ۹۲
(۳) سنن ابو داؤد: ۴/ ۳۲۹ (۴) مسند احمد: ۴/ ۱۲۷ برقم ۱۷۲۷۵
(۵) سنن دارمی: ۱/ ۵۷ برقم ۹۵ (۶) مستدرک حاکم: ۱/ ۹۶
(۷) سنن الکبریٰ بیہقی: ۱۰/ ۱۱۴ (۸) شعب الایمان ۶/ ۷۶
(۹) صحیح ابن حبان: ۱/ ۱۷۸ (۱۰) مسند الشامین: ۱/ ۲۵۴ برقم ۴۳۷
(۱۱) معجم الکبیر: ۱۸/ ۲۴۵

ترجمہ: پس تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفاء راشدین المھدیین کی سنت کو پکڑ لینا اور ان کے طریقہ کو مضبوطی کے ساتھ دانتوں سے پکڑ لینا:

اسی طرح شیعہ کتب میں بھی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا!

"کہ میرے صحابہ کرام روشن ستاروں کی مانند ہیں جس کی بھی پیروی کرو گے ہدایت پاؤ گے۔،

(۱) بحار الانوار: ۲۲/ ۳۰۷ (۲) عیون الاخبار: ۲/ ۵۷
(۳) انوار نعمانیہ: ۱/ ۱۰۰ (۴) معانی الاخبار: ص ۱۵۶

[عن علی رضی اللہ عنہ قال دعا القراء فی رمضان فامر منھم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعۃ قال وکان علی یوتر بھم]

ترجمہ: چونکہ دیگر صحابہ اور خاص کر حضرت علی رضی اللہ عنہ غیر رمضان میں وتر جماعت سے نہیں پڑھتے تھے تو ہم بھی نہیں پڑھتے اور رمضان میں پڑھتے تھے تو ہم با جماعت پڑھتے ہیں (سنن الکبریٰ بیہقی: ۲/ ۴۹۶)

سوال نمبر ۵:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر آگ لگائی اور ان پر دروازہ گرایا جس کی وجہ سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا حمل گر گیا (نعوذ باللہ من ذالک) بعد ازاں اسی وجہ سے وہ وفات پا گئیں اسکا جواب دیجیے:

الجواب: یہ مرادِ رسول ﷺ (حضرت عمر رضی اللہ عنہ) پر بہت بڑا بہتان ہے اگر کسی شیعہ عالم میں علمی جرأت ہے تو وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے یہ بات سند صحیح سے جو جمہور اہل سنت کا مؤقف ہو سے ثابت کر کے دکھائے ورنہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لوگوں کو گمراہ مت کریں اگر بالفرض (حاشاللہ ہزار بار حاشاللہ) بقول آپ کے مان لیا جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حضرت علی شیر خدا رضی اللہ عنہ یہ معاملہ خاموشی سے دیکھتے رہے اور کچھ بھی نہ کیا بلکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے مشیر بن گئے جواب آپ کے ذمہ ہے:

سوال نمبر ۶:

ذوالجناح کی حقیقت واضح کریں کیا یہ امام حسین رضی اللہ عنہ کا گھوڑا تھا؟

الجواب: کربلا کے اندر حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کے پاس گھوڑا نہ تھا بلکہ اونٹنی تھی ملاحظہ فرمایئے

''شیعہ کتاب ذبح عظیم ص ۱۶۵ کتب خانہ اثنا عشری لاہور''

اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''**فقال علیہ السلام ھذہ کربلا موضع کرب وبلاء ھذا مناخ رکابنا ومحط رحالنا ومقتل رجالنا**'' دیکھئے: شیعہ کتب

ترجمہ: حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہی کربلا ہے یہی تکلیف وامتحان کا مقام ہے ہمارے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ ہمارے کجاوے اتارنے کا مقام اور ہمارے نوجوانوں کی شہادت گاہ ہے:

(۱) کشف الغمہ: ۲/۴۷ مطبوعہ تبریز (۲) مناقب ابن شہر آشوب: ۴/۹۷ مطبوعہ قم

اسی طرح الفاظ کے فرق کے ساتھ ''الاخبار الطوال صفحہ ۳۵۳ مطبوعہ بیروت،، میں ہے:

سوال نمبر ۷: پارہ نمبر ۶ کی پہلی آیت ہے: **لا یحب اللہ الجھر بالسوء من القول الا من ظلم وکان اللہ سمیعاً علیماً** معلوم ہوا ماتم کرنا جائز ہے

الجواب: سبحان اللہ کیا استدلال ہے ہم اس آیت کی تفسیر میں علماء ومفسرین شیعہ کو پیش کرتے ہیں ملاحظہ فرمایئے:

''اس آیت کا دوسرا معنی یہ ہے کہ کسی کے لیے بددعا کرنا جائز نہیں ہاں اگر کوئی شخص کسی پر ظلم کرتا ہے تو مظلوم ظالم کے لیے اگر بددعا کرے تو یہ مکروہ نہیں یہ روایت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے ہے:

(۱) تفسیر مجمع البیان: ۲/۱۳۱ پارہ ششم مطبوعہ تہران (۲) تفسیر صافی: ۱/۴۰۸ مطبوعہ تہران

(۳) منہج الصادقین: ۳/۱۴۴ پارہ نمبر ۶ مطبوعہ تہران

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لہذا اس سے ماتم ثابت کرنا پرلے درجے کی بیوقوفی ہے

سوال نمبر ۸: ہم اہل تشیع کہتے ہیں ماتم جائز ہے اور تم حنفی کہتے ہو یہ تم (شیعہ) کو حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی بددعا ہے اس بات کی کیا دلیل ہے؟

الجواب: چونکہ اہل تشیع گروہ بے شمار جرائم میں مبتلا ہے مثلاً امام مسلم بن عقیل کو شہید کیا، اہل بیت کو شہید کیا لہذا اجتنا مرضی روئیں، ماتم کریں، ہر سال کریں اور قیامت تک کرتے رہیں گے کیونکہ جب امام مظلوم کی ہمشیرہ سیدہ زینب رضی اللہ عنہا کوفہ پہنچیں تو کوفیوں کو ماتم کرتے دیکھا تو فرمایا!

"یقتلنا رجالکم وتبلینا نساء کم لقد تعدّیتم علینا عدوانًا وظلمًا عظیمًا"

(۱) احتجاج طبرسی صفحہ ۱۶۵ طبع قدیم (۲) مقتل ابی مختلف صفحہ ۱۰۱ مطبوعہ نجف (شیعہ کتب)

ترجمہ: تمہارے ہی مردوں نے ہمارے ساتھوں کو شہید کیا اور اب تمہاری عورتیں ہم پر رو رہی ہیں یقیناً تم لوگوں نے ہم پر بہت بڑا ظلم کیا اور بہت بڑی زیادتی کی:

دوسرے مقام پر یہ الفاظ مذکور ہیں:

"واللہ فابکوا فانکم احری بالبکاء فابکوا کثیرا وضحکوا قلیلا"

ترجمہ: خدا کی قسم خوب روؤ تمہارے لائق بھی رونا ہی ہے لہذا بکثرت روؤ اور بہت کم ہنسو:

لہذا ہم احناف کی بات دلیل کے ساتھ ہے اور اہل تشیع کا ماتم ناجائز ہے:

سوال نمبر ۹:

حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں اپنے دانت شہید کیے تو ہم اگر امام حسین رضی اللہ عنہ کے عشق میں ماتم کریں تو کیوں جائز نہیں؟

الجواب: حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے متعلق دانت توڑنے والی جو روایت ہے وہ منکر اور غیر مقبول ہے اگر کوئی شیعہ سند صحیح غیر مجروح روایت پیش کرے تو بہت مہربانی ہوگی لہذا اس تنگ بندی سے کام نہیں چلے گا بالفرض یہ بات مان بھی لی جائے تو حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اپنے سارے دانت توڑ دیئے تو شیعوں کو بھی چاہیے کہ وہ امام حسین رضی اللہ عنہ کی محبت میں اپنے سر کو تن سے جدا کر دے کیونکہ یہ بات تو یقینی ہے کہ حضرت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امام عالی مقام رضی اللہ عنہ کا سر مبارک اُن کے تن سے جدا ہوا تھا تو پھر معلوم ہوگا کہ یہ عاشق امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں:

سوال نمبر ۱۰: آپ کے نزدیک یا علی کہنا جائز ہے نعرہ رسالت ،نعرہ حیدری ،نعرہ غوثیہ کے متعلق وضاحت فرمائیں؟

الجواب: یا علی کہنا جائز ہے سلف صالحین سے یہ ثابت ہے مگر شیعہ حضرات کے عقیدہ اور ہمارے عقیدہ میں بہت فرق ہے نعرہ رسالت کا آغاز تو حضور ﷺ کے سامنے ہی ہو گیا تھا جب آپ ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ شریف داخل ہوئے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے نعرہ لگایا ''یا محمداہ یا رسول اللہ'' دیکھئے: صحیح مسلم: ۲/ ۴۱۹ باب فی حدیث الھجرہ اور اسی طرح جنگوں میں صحابہ کرام نعرہ لگاتے یا محمداہ یا محمداہ ،دیکھئے: البدائیہ والنھایہ اور فتوح الشام میں

نعرہ حیدری اس لیے شروع کیا گیا کہ کچھ لوگ اپنے آپ کو اہل سنت کہتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھتے تھے ان کی پہچان کے لیے نعرہ حیدری لگایا گیا تا کہ جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنے والا ہو گا وہ پہچان لیا جائے اسی طرح نعرہ غوثیہ اس لیے لگایا گیا تا کہ جو علی علی کہتا ہے وہ وہ علی رضی اللہ عنہ کے لاڈلے حضور غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی سے محبت رکھتا ہے یا بغض اور اس کا نتیجہ آپکے سامنے ہے:

سوال نمبر ۱۱: نادعلی کے متعلق وضاحت کریں؟

الجواب: نادعلی کو پڑھنا اہل سنت کے سلف صالحین کا معمول رہا ہے لہذا جائز ہے مگر اہل سنت و جماعت کے عقائد کے ساتھ:

سوال نمبر ۱۲:

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا! جس کا میں مولا اس کا علی مولا ہے اس کے متعلق وضاحت کریں؟

الجواب: یہ روایت یوں ہے: ''**من کنت مولاہ فھذا مولا**'' اور اس طرح بھی ''**من کنت مولاہ فعلی مولاہ**'' یہ حدیث صحیح ہے اور بہت سے صحابہ کرام نے اس کو روایت کیا ہے جس میں امام ترمذی نے جامع ترمذی میں اور امام نسائی نے سنن نسائی میں اور امام احمد بن حنبل نے مسند احمد میں روایت کیا ہے اور یہ روایت حجۃ الوداع سے واپسی پر غدیر خم کے خطبے میں فرمائی اس کے علاوہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رضی اللہ عنہ کے ساتھ یمن بھیجا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ پر سختی فرمائی تو انھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر نکتہ چینی کی تو ان کو تنبیہ کرتے ہوئے فرمایا! ''من کنت مولاہ فعلی مولاہ'' یعنی جس کا میں دوست ہوں، مددگار ہوں، محبوب ہوں اسکا علی دوست ہے مددگار ہے محبوب ہے کسی لغت میں مولا کا معنی خلیفہ نہیں دیکھئے:

(الصواعق المحرقۃ: صفحہ نمبر ۱۵۸ تا ۱۶۱)

سوال نمبر ۱۳: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ روزہ عشاء کی نماز یا مغرب کے وقت کی نماز کے بعد افطار کرتے دیکھئے موطا امام تو پھر آپ اہل سنت انکی پیروی کیوں نہیں کرتے؟

الجواب: یہ بات درست نہیں بلکہ موطا امام مالک صفحہ نمبر ۲۲۳ میں یہ ہے کہ حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نماز مغرب اس وقت پڑھتے جب رات کی سیاہی نظر آنے لگتی یعنی افطار سے پہلے پھر رمضان میں نماز کے بعد روزہ افطار کرتے:

یہ روایت شاذ ہے کیونکہ ثقہ راویوں سے اس کے مقابلہ میں دوسری روایات موجود ہیں لہٰذا یہ روایت متروک ہوگی قابل عمل نہیں اسی موطا امام مالک صفحہ ۲۲۲ مترجم میں ہے:

[عن سهل بن سعد الساعدی ان رسول الله ﷺ قال لا يزال الناس بخير ما عجلوا الفطر]

ترجمہ: حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا لوگ ہمیشہ اچھے رہیں گے جب تک افطار میں جلدی کرتے رہیں گے: اسی کے ہم معنی روایت موجود ہے

(۱) سنن ابو داؤد: ۲/ ۲۲۷ مترجم (۲) صحیح بخاری شریف: ۱/ ۷۹۳ مترجم مکتبہ رحمانیہ

حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا

[عن عمر رضی الله عنه قال قال رسول الله ﷺ اذا قبل الليل وادبر النهار وغابت الشمس فقد افطر الصائم]

ترجمہ: حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب رات آجائے دن چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار کو روزہ افطار کر لینا چاہیے:

(صحیح مسلم کتاب الصیام باب روزہ پورے ہونے کا وقت)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسی طرح عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت صحیح مسلم میں اسی حدیث کے بعد ہے
اللہ کریم جل جلالہ حق کو قبول کرنے اور اس پر استقامت کی توفیق عطا فرمائے آمین!

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۱۵)

❁ تازیانہ عبرت کس کے لیے؟ ❁

(ایڈیٹر ماہنامہ سوئے حجاز کے شبہات کا ازالہ)

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم امابعد!

حضرت شیخ الحدیث علامہ مولانا پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی مدظلہ العالی جو اہل علم حضرات میں کسی تعارف کے محتاج نہیں ہیں آپ نے تفضیلی شیعوں کے رد میں ایک نہایت ہی محققانہ اور لاجواب کتاب ''ضرب حیدری''، تصنیف فرمائی تفضیلیت کا مسئلہ آجکل کئی اہل علم اہل سنت حضرات میں بڑی تیزی کے ساتھ سرایت کرتا جارہا ہے لہٰذا اس مسئلہ کی وضاحت کے لیے بہت ضروری تھا کہ ایک ایسی عالمانہ کتاب منظر عام پر لائی جائے جس سے اہل سنت کا اجماعی عقیدہ واضح ہو اس کتاب کے چار ایڈیشن شائع ہوئے اور علمائے اہل سنت کی ایک کثیر تعداد نے اس کتاب کو بہت سراہا اور اس پر اپنی گراں قدر تصدیقات ثبت فرمائیں عالمی مبلغ اسلام امام المناظرین حضرت علامہ سعید احمد اسعد مدظلہ نے اسکو چوتھی بار اپنی زیرنگرانی شائع کیا اور اس پر تیس علماء اسلام کی تصدیقات حاصل کیں لیکن ماہنامہ ''سوئے حجاز'' لاہور مارچ **2010**ء کے شمارہ میں اسکے ایڈیٹر مولانا خلیل الرحمن قادری صاحب نے اس کتاب مستطاب پر چند اعتراضات وارد کیے جن کے تفصیلی اور جامع جوابات ہم اس مقالہ میں اہل علم حضرات اور بالخصوص ایڈیٹر ماہنامہ ''سوئے حجاز'' کی خدمت میں پیش کریں گے خلیل الرحمن صاحب کا موقف جمہور اہل سنت کا مؤقف نہیں یہ عقیدہ تفضیلی شیعوں کا تو ہوسکتا ہے اہل سنت و جماعت کا نہیں ہاں قادری صاحب کو اہل سنت میں کوئی ایک آدھ آدمی ایسا مل سکتا ہے جس کا عقیدہ یہ ہو جو قادری صاحب کا ہے مگر جمہور اہل سنت کا یہ عقیدہ نہیں

رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں!

[انّ اللہ لا یجمع امتی او قال امۃ محمد علی ضلالۃ ویداللہ علی الجماعۃ ومن شذّ شُذّ الی النار]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ میری اُمت کو (یا فرمایا) اُمت محمد ﷺ کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا جماعت پر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اللہ تعالیٰ کا دست حفاظت ہے جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا وہ دوزخ میں داخل ہوا

(جامع ترمذی مترجم: ۲/ ۳۳ باب لزوم الجماعۃ)

جو آدمی جماعت سے علیحدہ ہوا جمہور سے کٹ گیا وہ گمراہ ہوا تاریخ اسلام میں بہت سارے اہل علم ایسے گزرے ہیں کہ صرف اپنے علم پر بھروسہ کر بیٹھے اور تفردات کا شکار ہو گئے تو وہ گمراہی میں چلے گئے سر دست ابن تیمیہ حرانی کا حوالہ کافی ہے قادری صاحب نے بھی تفردات کا شکار ہونے والے لوگوں کا راستہ اپنانے کی کوشش کی ہے ہماری دعا ہے کہ اللہ رب العزت انھیں شرح صدر کے ساتھ جمہور کا ساتھ دینے کی توفیق عطا فرمائے

اب اصل مسئلہ کی طرف توجہ فرمایئے:

قادری صاحب لکھتے ہیں "باب مدینۃ العلم" (سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خصوصیت) سوئے حجاز صفحہ نمبر ۳۹ مارچ ۲۰۱۰ء"

اسکے بعد صفحہ ۴۰، ۴۱ پر لکھتے ہیں!" ہماری محکم رائے ہے کہ مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کا "باب مدینۃ العلم" ہونا ان کی فضیلت اور خصوصیت ہے جس کی تین توجیہات ہو سکتی ہیں:

اولاً: مولائے کائنات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سب سے اعلم ہیں اور آپکا اعلم ہونا یقیناً آپکی خصوصیت ہے:

ثانیاً: حدیث مدینۃ العلم کے متن میں علم سے مراد خاص علم ہے یعنی علم الاسرار جس کا مطلب یوں ہوا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم علم الاسرار کا شہر ہوں اور حضرت علی رضی اللہ عنہ اس شہر علم الاسرار کا دروازہ ہیں گویا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی وساطت کے بغیر کوئی علم الاسرار حاصل نہیں کر سکتا ہے

ثالثاً: ظاہری اعتبار سے بھی علم نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان اُمت کو بالواسطہ طور پر سب سے بڑھ کر مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کے ذریعے ہی پہنچا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسی حقیقت کی طرف اشارہ فرما دیا تھا

[عن حبشی بن جنادۃ قال: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی منی وانا من علی انا من علی ولا یودی عنی الا انا او علی] (الصواعق المحرقۃ)

جواب: قادری صاحب کا موقف جو گزشتہ سطور میں ہم نے بیان کیا ہے اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا بیان تو ضرور ہے اور اس سے کوئی بھی انکاری نہیں ہے مگر یہ جو فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابہ میں اعلم ہیں اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہم سے بھی اعلم ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہی وہ تفرد ہے جو گمراہی کی طرف لے جاتا ہے اور اسی کو تفضیل کہتے ہیں اور اگر یہ تفضیلیت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اگر اس حدیث سے جمہور اہل سنت نے یہ سمجھا ہے جو کچھ قادری صاحب نے سمجھا ہے تو اس کا بیان ضروری تھا قادری صاحب صرف اپنی محکم رائے بیان کر رہے ہیں جو کہ صرف انہی کے گروہ کی رائے ہے اگر وہ ضرب حیدری پر لکھی جانے والی جید علماء اہل سنت کی تقاریظ ہی کو پڑھ لیتے تو جمہور علماء اسلام کی رائے معلوم ہو جاتی تو ایسی بات نہ لکھتے:

آیئے اب یہ بات حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھتے ہیں کہ آپ صحابہ میں افضل و اعلم ہیں یا کوئی اور تو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھتا ہے وہ مولائے کائنات کی بات ضرور مانے گا اور ان کی محبت میں غلو کرنے والا انکی بات کا ضرور انکار کرے گا:

۱)[حدثنا اسماعیل بن ابراهیم انبأنا منصور بن عبد الرحمن یعنی الغدانی الاشل عن الشعبی حدثنی ابو جحیفة الذی کان علی یسمیه وهب الخیر قال: قال لی علی حضرت ابا جحیفة الا اخبرك بافضل هذه الامة بعد نبیها؟ قال قمت بلی قال: ولم اکن اری ان احد افضل منه قال افضل هذه الامة بعد نبیها ابو بکر و بعد ابی بکر عمر] (مسند احمد: ۱/۱۰۷ رقم الحدیث ۸۳۵ طبع بیروت بیت الافکار)

اسی مضمون کی مختلف الفاظ سے رقم الحدیث:

۸۳۴، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۷۱، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۲۶، ۹۳۲، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۴۰، ۱۰۵۲، ۱۰۵۴، ۱۰۶۰ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اقوال موجود ہیں

(مسند احمد ج اول طبع بیروت بیت الافکار)

ترجمہ: حضرت ابو جحیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ ان سے انکی رائے پوچھی اور جواب دیا اس اُمت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو سب سے افضل ہے ابو بکر اور ابو بکر کے بعد عمر (رضوان اللہ علیہما)

اسی مضمون کی روایات سنن ابن ماجہ ص ۶۳ مصنف ابن ابی شیبہ ج ۸ ص ۵۷۴ پر موجود ہیں

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

هذا متواتر عن علی فلعن الله الرافضة ما اجهلهم یعنی یہ حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے اللہ کی لعنت ہو یہ کیسے جاہل ہیں (تاریخ الخلفاء: ص ۳۸)

۲) حضرت علی رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں "**لا اجد احد افضلنی علی ابی بکر و عمر الا جلدته حد المفتری**"، یعنی میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) سے افضل کہتا ہے اُسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر ۸۰ کوڑے ماروں گا:

(۱) الصواعق المحرقۃ: ص ۶۰ (۲) السنۃ لابن ابی عاصم: ۲/ ۵۷۵ رقم ۱۲۱۹

(۳) فضائل الصحابۃ لاحمد بن حنبل: ۱/ ۸۳ رقم ۴۹

ان دونوں روایتوں کو سامنے رکھیں تو بات واضح ہو جاتی ہے اور اگر یہ مسئلہ دور حاضر کے جید علماء کرام کے سامنے رکھا جائے تو اکثریت علماء اہل سنت کا عقیدہ وہی ہے جو ہم نے بیان کیا ہے ضرب حیدری جو اپنے موضوع کے اعتبار سے انتہائی جاندار اور شاندار کتاب ہے جس کو مناظر اسلام حضرت علامہ مولانا سعید احمد اسعد مدظلہ العالی جامعہ امینیہ رضویہ فیصل آباد نے دوبارہ شائع کیا ہے اس پر درج ذیل علماء کرام کی تصدیقات موجود ہیں:

۱) حضرت علامہ عبدالرشید رضوی جھنگ

۲) حضرت شیخ الحدیث مناظر اسلام محمد اشرف سیالوی صاحب سرگودھا

۳) مناظر اسلام پیر سید عرفان شاہ مشہدی

۴) علامہ ابوالفضل عبدالرحیم سکندری شاہ پور چاکر سندھ

۵) مناظر اسلام علامہ سعید احمد اسعد صاحب فیصل آباد

۶) مفتی محمد طیب ارشد سرائے عالمگیر

۷) حضرت علامہ محمد عبداللطیف جلالی جامعہ نعیمیہ لاہور

۸) حضرت علامہ مفتی محمد فضل رسول سیالوی سرگودھا

۹) علامہ محمد مختیار احمد قاسمی دادو سندھ

۱۰) علامہ حافظ خادم حسین رضوی جامعہ نظامیہ لاہور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۱)علامہ مفتی شیر محمد خان (بھیرہ شریف)

۱۲)علامہ سید ارشد سعید کاظمی (ملتان)

۱۳)مولانا غلام محمد سیالوی (ناظم امتحان تنظیم المدارس)

۱۴)پیر سید عظمت علی شاہ بخاری (کیلیا نوالہ شریف)

۱۵)علامہ پیر سید محمد نواز شاہ کرمانی (پنڈ دادنخان)

۱۶)پیر سید شبیر احمد (کھیوڑہ)

۱۷)علامہ مفتی محمد ایوب ہزاروی (ہری پور)

۱۸)پیر میاں جمیل احمد شرقپوری

۱۹)حضرت علامہ محمد منشاء تابش قصوری جامعہ نظامیہ (لاہور)

۲۰)پیر سید شبیر حسین شاہ (حافظ آبادی)

۲۱)مفتی عبد الکریم نقشبندی (شیخوپورہ)

۲۲)علامہ محمد محب اللہ نوری (بصیر پور اوکاڑہ)

۲۳)ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری

۲۴)علامہ مفتی محمد صدیق ہزاروی (جامعہ ہجویریہ لاہور)

۲۵)علامہ مفتی ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی (لاہور)

۲۶)پیر صوفی نور محمد (انگلینڈ)

۲۷)علامہ محمد اظہر محمود اظہری (حضرو اٹک)

۲۸)علامہ ملک اللہ دتہ اعوان (فاضل بھیرہ) حویلیاں (ہزارہ)

۲۹)علامہ حافظ محمد عمر فاروق سعیدی (مانسہرہ)

۳۰)علامہ محمد نصیر احمد اویسی (گوجرانوالہ)

اتنے علماء اہل سنت کی تقاریز جو حضرت شیخ الحدیث غلام رسول قاسمی صاحب مدظلہ العالی کے حق میں ہیں اور دوسری طرف خلیل الرحمن قادری صاحب کا عقیدہ دیکھیں تو ان کو مفتی محمد خان قادری اور پروفیسر طاہر القادری

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے محدود حلقے کے سوا کوئی قبول نہیں کر رہا:

اب ذرا ملاحظہ فرمائیں کہ سلف صالحین کا عقیدہ کیا تھا؟

۱) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ مہاجرین وانصار علیہم الرضوان کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس اُمت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق تھے

(۱) صحیح بخاری: ۱/۵۲۳ (۲) سنن ابوداؤد: ۲/۲۸۸

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں تمام صحابہ میں سے اس اُمت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد افضل جانتے تھے ابوبکر صدیق کو پھر عمر کو پھر عثمان کو رضی اللہ عنہم:

اسکو روایت کیا ابن عسا کر نے (مرام الکلام ص ۲۶ از علامہ پرہاروی بحوالہ ضرب حیدری ص ۱۵۷)

۳) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے اجماع نقل کیا ہے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہ سب سے اعلیٰ ہیں اس اُمت میں نبیوں کے بعد اس پر صحابہ وتابعین کا اجماع ہے:

(فتح الباری شرح بخاری: ۷/۱۳)

۴) امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اتفق اهل السنة ان افضلهم ابو بکر ثم عمر''

یعنی اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے کہ صحابہ کرام میں سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر رضی اللہ عنہ

(شرح مسلم نووی: ۲/۲۷۲)

۵) علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اجمع اهل السنة ان افضل الناس بعد رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضوان الله علیهم اجمعین''

یعنی لوگوں میں افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی ہیں: (تاریخ الخلفاء: ص ۳۷)

۶) علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''کہ شیخین کی افضلیت پر پوری اُمت کا اجماع ہے'' (الصواعق المحرقہ: ص ۵۹)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۷)حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

افضلیت صدیق اکبر پر صحابہ کا اجماع منعقد ہو گیا: (ازالۃ الخفاء: ۱/۳۱۱)

یہ صرف چند حوالے پیش کیے ہیں سلف صالحین کے ورنہ اس کے لیے ایک دفتر درکار ہے

یہاں ایک غلط فہمی کو بھی دور کیے دیتے ہیں کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ ہیں تو افضل مگر علم کے لحاظ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی اعلیٰ ہیں (جیسے خلیل الرحمن صاحب کا عقیدہ ہے) خود حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''مجھے اس ذات کی قسم جس نے دانے کو پھاڑ کر پودا نکالا اور ایک ذرے سے انسان کو پیدا کیا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے خلیفہ مقرر کیا ہوتا تو میں آپ کے فرمان کی خاطر جہاد کرتا اگر میرے پاس تلوار نہ ہوتی تو اپنی چادر سے ہی مخالفین پر حملہ کرتا اور ابو بکر کو منبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک سیڑھی بھی نہ چڑھنے دیتا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے مرتبے اور ابو بکر کے مرتبے کو خوب سمجھ کر فیصلہ دیا اور فرمایا! ابو بکر کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو نماز پڑھاؤ اور آپ نے مجھے نماز پڑھانے کا حکم نہیں دیا لہٰذا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس شخص کو ہمارا دینی پیشوا بنانے پر راضی ہیں ہم اسے اپنا دنیاوی پیشوا بنانے پر کیوں راضی نہ ہوں: (الصواعق المحرقۃ: ص ۶۲)

لہٰذا دینی پیشوا علم میں اعلیٰ ہوتا ہے اگر حضرت علی رضی اللہ عنہ علم میں سب سے اعلم ہوتے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم انھیں سب کا امام مقرر فرماتے اور آج تمام اہل سنت کا یہی اجماعی عقیدہ ہوتا مگر یہ تو رافضیوں اور تفضیلیوں کا عقیدہ ہے اہل سنت کا نہیں اور ہم اہل سنت ہیں:

امام العقائد حضرت امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''وتقدیمہ لہ دلیل علی انہ اعلم الصحابۃ واقرأہم''

یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا صدیق اکبر کو آگے کھڑا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صدیق اکبر تمام صحابہ میں سے زیادہ علم والے اور بہتر قاری تھے: (البدایہ والنہایہ: ۵/۲۵۷)

اسی طرح الصواعق المحرقہ ص ۱۷ پر ہے!''**ابو بکر اعلم الصحابۃ**''اسی طرح بخاری و مسلم و مشکوٰۃ میں ہے''**کان ابو بکر اعلمنا**''لہٰذا قادری صاحب کا اپنی محکم رائے دینا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابہ میں اعلم ہیں درست نہیں:

''باب مدینۃ العلم''میں جو کچھ بیان ہوا اس سے کیا مراد ہے حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (مرقاۃ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۱/۳۴۵) میں فرماتے ہیں! ''ای باب من ابواب العلم''یعنی باب العلم سے مراد علم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں:

''شک نیست کہ علم آنحضرت از جناب صحابہ دیگر نیز آمدہ ومخصوص بمرتضیٰ نیست''اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم ﷺ کا علم دوسرے صحابہ کے ذریعے بھی ہم تک پہنچا ہے اور یہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خاصہ نہیں

(اشعۃ اللمعات: ۴/۶۷۷)

ثانیاً کے تحت قادری صاحب نے جو لکھا ہے کہ خاص علم مراد ہے تو حضرت صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ جزوی فضیلت ہے اسکو کلی بنا کر پیش کرنا کیا معنیٰ؟

لہٰذا اپنے بیان سے ہی آپکا استدلال درست نہیں پھر قادری صاحب نے ثالثاً کے تحت لکھا ظاہری اعتبار سے بھی علم نبوی ﷺ کا فیضان اُمت کو بالواسطہ یا بلاواسطہ طور پر سب سے بڑھ کر مولائے کائنات کے ذریعے ہی پہنچا: ذرا قادری صاحب سے کوئی پوچھے کہ اس میں فضیلت والی بات تو ہے اعلم اور خصوصیت والی کونسی بات ہے؟ پھر جو روایت لکھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا''علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں''ذرا اس روایت کو بھی پڑھ لیتے تو اس سے جو استدلال کیا ہے اسکی حیثیت بھی آپ پر واضح ہو جاتی حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

''**ابوبکر منی وانا منه**''یعنی ابوبکر مجھ سے ہے اور میں ابوبکر سے ہوں:

(کنز العمال: ۱۱/۵۴۴ رقم ۳۲۵۵۰، الصواعق المحرقۃ: ص ۶۹)

اس کے بعد قادری صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر اعلم ہونے کی جو دلیل دی اُس میں الفاظ ہیں''**أكثرهم علما**''اس کو آپ نے ترجمہ کرتے وقت''اعلم''بنا دیا اور دوسری روایت میں بھی اَکثرھم علما ہے وہاں بھی ترجمہ اعلم کا بنا کر پیش کیا گیا یہ فضیلت ہے خصوصیت نہیں:

پھر قادری صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سب سے بڑے قاضی ہونے سے اعلم ہونے پر استدلال کیا ہے ہم بھی مانتے ہیں کہ اُنکی خصوصیات میں سے یہ بھی ایک ہے کہ وہ سب سے بڑے قاضی تھے لیکن اس دلیل سے تمام صحابہ کرام بشمول حضرات شیخین سے اعلم ہونا کہاں ثابت ہوتا ہے اور امام نسائی، امام اصبہانی، امام حاکم سے جو استدلال آپ نے کیا ہے تو اس ضمن میں یہ عرض ہے کہ جمہور محدثین اہل سنت نے ان بزرگوں کی ان روایات کو قبول نہیں کیا:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسی طرح قادری صاحب نے لکھا "علی رضی اللہ عنہ قرآن کے ساتھ اور قرآن علی کے ساتھ ہے اور خود ہی لکھا کہ اس حدیث میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے، چلئے تو خصائص ثابت کرنے اور دکھانے لگے فضیلتیں:

اسکے بعد شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی (ازالۃ الخفاء) رحمۃ اللہ علیہ کا حوالہ دیا تو عرض ہے کہ اس میں حضرت ابو بکر صدیق اور عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اعلم ہونے کا بیان کہاں ہے؟

اب سنیے اسی ازالۃ الخفاء: ۱/۳۱۱ پر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں!

"افضلیت صدیق اکبر پر صحابہ کا اجماع ہو گیا"

اسکے بعد پیر مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف یہ منسوب کرنے کی کوشش کی کہ وہ بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین سے اعلم مانتے ہیں اور حوالہ دیا تصفیہ مابین سنی وشیعہ ص ۸۹ کا یہ قبلہ پیر صاحب پر بہت بڑا بہتان ہے پیر صاحب اپنی اسی کتاب کے صفحہ نمبر ۱۹ پر فرماتے ہیں!

"بعد از پیغمبر کوئی شخص ابو بکر سے افضل نہیں کیونکہ اس نے مقاتلہ مرتدین میں نبی کا سا کام کیا ہے"

اب ذرا شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شرح مشکوۃ "اشعۃ اللمعات" ج ۷ ص ۴۵۷، ۴۵۸ پر اسی حدیث کی شرح ملاحظہ فرمائیں جس کا ترجمہ خلیل الرحمن قادری صاحب کے استاد جناب مفتی محمد خان قادری اور ان کے استاد، شیخ الحدیث شرف ملت حضرت علامہ عبد الحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے:

[عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا دار الحکمۃ و علی بابہا رواہ الترمذی وقال ہذا حدیث غریب وقال روی بعضہم ہذا الحدیث عن شریک ولم یذکروا فیہ عن الصنابحی ولا نعرف ہذا الحدیث عن احد من الثقات غیر شریک]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! ہم حکمت کا محل ہیں اور علی اس کا دروازہ ہیں (ترمذی) اور فرمایا یہ حدیث غریب ہے یہ بھی فرمایا بعض محدثین نے اس حدیث کو شریک سے روایت کیا اور انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ صنابحی سے مروی ہے ہمیں شریک کے علاوہ کسی ثقہ راوی سے یہ معلوم نہیں ہے

۱) یہ الفاظ مشہور ہیں اس میں شک نہیں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم دوسرے صحابہ کرام سے بھی آیا ہے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ساتھ خاص نہیں ہے یہ تخصیص کسی خاص وجہ کی بنا پر ہوگی کہ ان کے ذریعے وسیع اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عظیم علم لوگوں تک پہنچے گا جیسے حدیث شریف میں آیا ہے کہ "اقضاکم علی" تم میں سب سے زیادہ فیصلہ کرنے والے علی رضی اللہ عنہ ہیں، اصل میں یہ حدیث ابو الصلت عبد السلام ابن صالح ھروی سے مروی ہے وہ اگرچہ شیعہ ہیں لیکن سچے ہیں اور صحابہ کرام کی تعظیم میں کوتاہی نہیں کرتے:

۲) جیسے کہ بعض روایات میں آیا ہے:

۳) اس سلسلے میں طویل گفتگو ہے جس کا کچھ حصہ (عربی) شرح میں مذکور ہے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ الفاظ مروی ہیں:

"انا مدینۃ العلم وابوبکر اساسھا و عمر حیطانھا و عثمان سقفھا و علی بابھا... لا تقولوا فی ابی بکر و عمر و عثمان و علی الا خیراً:

ترجمہ: ہم علم کا شہر ہیں ابو بکر اس کی بنیاد ہیں عمر اسکی دیواریں ہیں عثمان اسکی چھت ہیں اور علی اسکا دروازہ ہیں، تم ابو بکر، عمر، عثمان اور علی کے بارے میں سوائے خیر (اچھی بات) کے کچھ نہ کہو:

(حافظ شیرویہ بن شہردار دیلمی: فردوس الاخبار ۱/۷۶ بیروت)

(اشعۃ اللمعات اردو ج ۷ ص ۴۵۷، ۴۵۸) ترجمہ: علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری، مفتی محمد خان قادری

آخر میں: جناب خلیل الرحمن قادری صاحب سے گذارش ہے کہ قادری سلسلہ میں مقتدر ہستیوں سے ہی پوچھ لیں یا کم ازکم پیران پیر حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھ کر بتا دیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرات شیخین سے اعلم وافضل ہیں اللہ رب العزت حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے:

خاصہ کیا ہے؟:

خاصہ اور خصوصیت کیا ہے لغت کی مشہور کتاب "المنجد" طبع فرید بک ڈپو دہلی انڈیا صفحہ نمبر ۲۷۶ پر ہے:

"الخاص" فا، عام کی ضد، یکتا، تنہا

الخاصۃ: عامۃ کی ضد خود اپنے لیے خاص کی ہوئی چیز

الخصوص والخصوص: علیحدگی خصوصیت، گویا عموم کا مقابل

خَصَّص: خاص کرنا مخصوص ہونا، منفرد ہونا

تخَصَّص: بالشیٔ مخصوص ہونا، منفرد ہونا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قلاتاً بالشیٔ: خصوصیت دینا، خاص کرنا، کہا جاتا ہے

خَصَّہٗ بالود: اس نے اسی سے محبت کی (خصوصاً) الشیٔ، خاص ہونا

الشیٔ ءلنفسہ: کسی شئے کو اپنے لیے مخصوص کرنا یا چن لینا

لغت کی ہر کتاب میں اس کے معنی یہی درج ہیں:

مسئلہ کو مزید آسان الفاظ میں سمجھنے کے لیے کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد مصطفی ﷺ نبی ہیں، رسول ہیں، مرسلین میں سے ہیں یہ سب آپ ﷺ کی فضیلتیں ہیں لیکن آپ کے خصائص نہیں کیونکہ نبوت رسالت ان کے ساتھ خاص نہیں بلکہ بہت سے نبی و رسول ہیں مگر آپ ﷺ کا امام الانبیاء ہونا آپکی خصوصیت ہے، آپ ﷺ کا خاتم النبیین ہونا خصوصیت ہے، آپ ﷺ کا سید المرسلین ہونا آپ کی خصوصیت ہے، آپ ﷺ رحمۃ اللعالمین ہونا آپ ﷺ کی خصوصیت ہے فضیلت اور خصوصیت میں فرق کرنا ضروری ہے ''ضرب حیدری'' میں یہ بات خصوصی طور پر سمجھائی گئی ہے مگر ایڈیٹر ماہنامہ ''سوئے حجاز'' خلیل الرحمن قادری صاحب فضیلت اور خصوصیت میں فرق نہیں کرتے یا انکی بے بصیرتی ہے یا پھر اپنی کم علمی کو چھپانے کے لیے تقیہ کر رہے ہیں اپریل ۲۰۱۰ کے شمارے کے صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں!

کیا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ تنہا ہم راز رسول ﷺ ہیں؟

موصوف نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو راز دار رسول ﷺ ثابت کر کے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں صاحب سر رسول ﷺ کی فضیلت ثابت کی اور خصوصیت کا رد کیا یہاں انکو اچھی طرح یہ بات سمجھ آئی کہ فضیلت کیا ہے اور خصوصیت کیا ہے ہم بھی مانتے ہیں کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا لقب صاحب سر رسول اللہ ﷺ ہونا انکی فضیلت ہے لیکن حضور ﷺ کے راز دار حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے تو خصوصیت نہ رہی یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی ہے کہ وہ صحابہ میں اعلم ہیں تو خلفاء ثلاثہ کے بعد:

لیکن خلیل الرحمن صاحب بضد ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر و عمر و عثمان رضوان اللہ علیہم سے اعلم ہیں اور روایت انا مدینۃ العلم و علی بابھا سے خصوصیت ثابت کرتے ہیں تو جب دوسرے صحابہ کرام کو بھی اسی شہر سے علم ملا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت کیسے بنتی ہے؟ یہ بات قادری صاحب کی سمجھ میں نہیں آ رہی۔ یہ آپ کی فضیلت ضرور ہے اور موصوف نے قبلہ قاسمی صاحب پر یہ بہتان بھی باندھا ہے کہ آپ فضیلت بھی نہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مانتے (استغفراللہ)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف:

اسی شمارے کے صفحہ ۲۷ پر رقم طراز ہیں"

''یہ ہے مسلک اہل سنت، خصائص سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ پر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف، پھر مطلع القمرین فی ابانۃ العمرین قلمی نسخہ ص ۲۵ تا ۲۹ سے اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کا مؤقف لکھا لیکن ان تمام صفحات میں اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سے ''انا مدینۃ العلم وعلی بابھا'' کے بارے میں ایک لفظ بھی ثابت نہ کر سکے کہ انھوں نے اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت مانی ہو راقم السطور سے فون پر بات کرتے ہوئے بھی قادری صاحب نے انھی صفحات کا جھانسہ دیا تھا قادری صاحب کا سارا زور اس بات پر ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان رضوان اللہ علیہم سے ''اعلم'' ہیں اور ان کا اعلم ہونا انکی خصوصیت ہے لیکن اپنے اس مؤقف پر واضح اور ٹھوس دلائل پیش کرنے کو تیار نہیں:

اپریل ۲۰۱۰ء کے شمارے کے صفحہ نمبر ۳۸، تا ۴۰ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فضیلتیں لکھتے رہے جبکہ موضوع انکا یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ صحابہ کرام خصوصاً حضرت ابوبکر صدیق، عمر فاروق، عثمان غنی رضوان اللہ علیہم سے اعلم ہیں:

فضائل سے اعلم ہونے کا خود ہی رد کرنا:

اپریل ۲۰۱۰ء کے شمارے میں صفحہ نمبر ۴۱ پر خود ہی فضائل سے اعلم ہونے کا رد کر رہے ہیں ملاحظہ ہو!

''حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہمراز ہونا اعلم ہونے کی دلیل نہیں''، صفحہ نمبر ۴۲ پر رقم طراز ہیں! ''ہمراز ہونا عہد اور امانت کے لحاظ سے ہے نہ کہ یہ کوئی علمی شان ہے''

اپنے دلائل کو اپنے ہی قلم سے رد کرنا یہ حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کی طرف سے تازیانہ عبرت ہے:

حدیث ''مدینۃ العلم'' کا مقام:

صفحہ نمبر ۴۴ تا ۴۶ پر حدیث ''مدینۃ العلم'' کی تحسین لکھی ہے قادری صاحب سے گذارش ہے کہ ضرب حیدری کو بغور مطالعہ کرتے تو آپ کو نظر آجاتا کہ یہاں بھی صفحہ نمبر ۲۲۵ پر اس کو حسن لکھا ہے تو پھر صفحات در صفحات کالے کرنے کی کیا ضرورت تھی بلا وجہ آپ نے اپنا وقت ضائع کیا جبکہ اہل سنت اس روایت کو حسن ہی مانتے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہیں مسئلہ حدیث کے ماننے میں ہے کہ اس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خصوصیت ہے یا فضیلت؟ اکابرین اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ حضرت علی رضی اللہ کی فضیلت ہے جبکہ خلیل الرحمن اور انکے ہمنوا خصوصیت کے قائل ہیں تو دلائل خصوصیت پر دینے تھے مگر صرف سند کو صحیح ثابت کرتے رہے جس پر ہمارا ان سے کوئی اختلاف نہیں:

کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ صحابہ میں اعلم ہیں؟:

خلیل الرحمن صاحب نے صفحہ نمبر ۴۸ تا ۵۸ تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے تمام صحابہ سے اعلم ہونے کا رد کر کے رافضیوں سے متاثر ہونے کا ثبوت دیا ہے صاحب "ضرب حیدری" نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اعلم ہونے کی دلیل یہ دی تھی کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو لکھا کہ! اعلم و فضل والا امامت کا زیادہ حقدار ہے اسی طرح امام العقائد حضرت ابو الحسن اشعری رضی اللہ عنہ کا قول لکھا کہ! نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو مصلی پر کھڑا کرنا صحابہ کرام میں اعلم ہونا ہے اس کے رد میں قادری صاحب اپنے تخیلات سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا اعلم ہونا ثابت کرتے رہے مگر جمہور علماء و مفسرین و محدثین کا کوئی قول پیش نہ کر سکے:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اعلم ہونا محدثین کی نظر میں:

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"**کان ابو بکر اعلمنا**"، حضرت ابو بکر ہم سب سے زیادہ علم والے تھے

(صحیح بخاری: حدیث ۴۶۶)

حضرت ابو الحسن اشعری رضی اللہ عنہ:

آپ بھی حضرت ابو بکر صدیق کو صحابہ میں اعلم مانتے ہیں دیکھئے:

(البدائیہ والنھایہ: ۵/۲۵۷)

حضرت علامہ بدر الدین عینی حنفی رحمۃ اللہ علیہ:

امامت والی حدیث کے تحت عمدۃ القاری شرح بخاری جلد ۵ صفحہ ۲۰۵ پر حضرت ابو بکر صدیق کو مطلق اعلم ہونا مراد لیا ہے اور مزاج محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اعلم ہونا بھی مراد لیا ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ:

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امامت والی حدیث کے سبب البدائیہ والنھایہ ج ۵ ص ۲۵۷ پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اعلم مانا ہے:

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تاریخ الخلفاء ص ۳۴ پر پوری ایک فصل قائم کی ہے فرماتے ہیں "**فصل فی انه اعلم الصحابه واذکاهم**"

ترجمہ: فصل اس بارے میں کہ ابو بکر تمام صحابہ سے علم والے اور سب سے زیادہ ذکی ہیں اس عنوان کے تحت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صحابہ میں اعلم ہونے کے دلائل کے دریا بہا دیئے ہیں:

(دیکھئے تاریخ الخلفاء: ص ۳۴)

مولانا خلیل الرحمن صاحب کے ممدوح جناب پروفیسر طاہر القادری صاحب کے من پسند ابن تیمیہ حرانی کا حوالہ بھی پیش خدمت ہے:

ابن تیمیہ حرانی:

لکھتے ہیں "**بل هما کانا اعلم بالکتاب والسنة منه**" یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت ابو بکر وعمر کتاب وسنت کا زیادہ علم رکھتے تھے: (منہاج السنۃ: ۳/ ۲۷۰)

یہ حوالہ صرف انکی پسندیدگی کی وجہ سے ہے گویا مسلمات خصم سے ہے:

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ فرماتے ہیں [**هو اعلم الصحابة علی الاطلاق**] یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ علی الاطلاق تمام صحابہ سے زیادہ علم رکھتے ہیں: (الصواعق المحرقۃ: ص ۳۳)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ:

امام غزالی فرماتے ہیں! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شہرت خلافت میں ہے مگر آپ کی اصل فضیلت وہ راز ہے جو انکے سینے میں سجا دیا گیا: (احیاء العلوم: ص ۳۵)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی فرماتے ہیں ''اگر کوئی شخصیت باب مدینۃ العلم ہو تو اس سے کب لازم آتا ہے کہ وہی صاحب ریاست عامہ بلا فصل ہو اس کا زیادہ سے زیادہ مطلب یہی ہے کہ اس میں امامت کی شرائط میں سے ایک شرط بوجہ اتم متحقق ہے ایک شرط کے پائے جانے سے مشروط کا پایا جانا ضروری نہیں ہوتا باوجود اسکے وہی شرط یا اس سے بڑھ کر وہ شرط دوسرے لوگوں میں پائی جا رہی ہو جو دوسری روایات سے ثابت ہو:

(تحفہ اثنا عشریہ: ص ۲۱۲)

امام نووی ''تہذیب الاسماء للنووی،، میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے اعلم مانتے ہیں:

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی الشاہ احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ:

احادیث و آثار سے ثابت کہ جناب شیخین رضی اللہ عنہما کے برابر صحابہ میں کسی کو علم نہ تھا بلکہ اعلمیت صدیق تو قرآن عزیز سے ثابت: (مطلع القمرین ص ۱۰۸ قلمی ،مطبوعہ جامع اسلامیہ کھاریاں ص ۹۸)

لیجئے قادری صاحب امام اہل سنت بھی آپ کے حق میں نہیں ،لہذا اب تو غور فرمائیے اور اجماع کی مخالفت سے توبہ کر لیجئے:

علامہ سید محمود احمد رضوی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ:

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

[سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ کرام میں افضل و اعلم تھے] (فیوض الباری شرح بخاری: ۲/۳۱۵)

علامہ غلام رسول سعیدی صاحب مدظلہ العالی:

حضرت ابو بکر صدیق تمام صحابہ میں سب سے زیادہ اعلم و افضل تھے:

(نعمۃ الباری شرح بخاری: ۲/۵۵۵)

مضمون کے طوالت کے خوف سے ہم نے صرف چند اکابرین کے حوالے پیش کیے ہیں ورنہ ہمارے پاس اپنے مؤقف کے حق ہونے پر اتنے دلائل ہیں کہ معاندین کو جان چھڑانی مشکل ہو جائے گی اب اگر خلیل الرحمن صاحب اور اُنکے ہمنوا اگر واقعی سُنّی ہیں تو ان مقتدر ہستیوں کے حوالہ جات سے ثابت کریں کہ وہ حضرت مولا علی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مشکل کشا رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر، عمر و عثمان علیہم الرضوان سے ''اعلم'' مانتے ہیں:

لہذا اہل سنت میں رہنا ہے تو اہل سنت کا عقیدہ اپنانا پڑے گا اور اگر رافضی عقیدے پر ہی اسرار ہے تو وہ آپ کو مبارک، ہم تو صرف دعا ہی کر سکتے ہیں:

خلیل الرحمن صاحب کا فساد قلب:

اپریل کے شمارے قسط دوم ص ۵۳ پر موصوف لکھتے ہیں ''اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امامت کو حدیث بخاری شریف سے مستنبط مان لیا جائے تو کیا کیا فساد لازم آتا ہے''

ہمارے خیال میں فساد تو جناب قادری صاحب کے دل میں ہے ورنہ آپ خود مجتہد بننے کی کوشش نہ کرتے اور اکابرین اسلام سے دلائل لاتے مگر یہ ہمت تو نہ ہو سکی اور لگے قیاس کرنے کہ اخبار واحاد سے اعلمیت ثابت نہیں ہوتی:

جمہور اہل اسلام کا فیصلہ ہی قبول ہے:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''میری اُمت کو اللہ گمراہی پر اکٹھا نہیں کرے گا''

(جامع ترمذی: ۲/ ۳۳ مترجم)

پچھلی سطور میں راقم نے اہل سنت کے مقتدر علماء کے حوالہ جات سے ثابت کیا ہے کہ بخاری شریف کی امامت والی حدیث کے تحت وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اعلم الصحابہ مانتے ہیں۔ مگر خلیل الرحمن صاحب ہیں کہ اپنی من مانی ہی کرتے جا رہے ہیں اور اپنی ذاتی رائے کو دوسروں سے منوانے پر اصرار کر رہے ہیں:

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا استخارہ اور قادری صاحب:

لکھتے ہیں: کہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں [میں نے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استخارہ کیا کہ وہ مجھے اس حدیث کے اصل مرتبہ سے آگاہ فرمائے تو میں نے اس حدیث کو رتبہ حسن سے مرتبہ صحت پر پایا]

اس روایت کے متعلق تو قادری صاحب نے جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا استخارہ خود بھی قبول کیا ہے اور دوسروں کو بھی قبول کروا رہے ہیں اب ذرا انہی جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک قول ہم بھی پیش کریں گے اور دیکھتے ہیں کہ قادری صاحب اسکو تسلیم کرتے ہیں کہ نہیں؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو اعلم الصحابہ لکھنا:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "تاریخ الخلفاء" ص ۳۴ اور مترجم شمس بریلوی ص ۱۶۰ طبع لاہور پر ہے

کہ "**فصل فی انہ اعلم الصحابہ واذکاھم**" (عربی ص ۳۴ مترجم ۱۶۰)

آپ (حضرت ابوبکر) تمام صحابہ میں سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ ذکی تھے تاریخ الخلفاء مترجم ص ۱۶۰ تا ۱۶۵ پر اس فصل کے تحت ۶ صفحات پر مشتمل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ سے اعلم ثابت کرنے کے لیے روایات کے انبار لگا دیئے ہیں اب دیکھتے ہیں کہ قادری صاحب علامہ جلال الدین سیوطی کے بارے میں کیا فرماتے ہیں یقیناً اہل سنت کی راہ پر چلتے ہوئے حق کی وضاحت جس طرح علامہ سیوطی نے کی تو ان کے استخارہ کو ہم نے قبول کیا اسی طرح قادری صاحب بھی انکی بات کو قبول کرتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ میں اعلم مانیں:

اور اگر نہیں مانتے تو محترم خلیل الرحمن صاحب اور ان کے ہمنواؤں میں اگر علمی طاقت ہے تو صریحاً علمائے اہل سنت سے یہ دکھائیں کہ حضرت مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ اس حدیث "**انا مدینۃ العلم و علی بابھا**" کے تحت تمام صحابہ بشمول حضرت ابوبکر، عمر، عثمان علیہ الرضوان سے اعلم ہیں اور اگر نہیں دکھاسکتے تو ہم آپ سے دست بستہ یہ گذارش کرتے ہیں کہ خدارا اہل سنت کے جلیل القدر محدثین کی راہ پر چلیں اور رافضیت کو فروغ نہ دیں سواد اعظم کی رہی سہی ساکھ کو باقی رہنے دیں آپ کا یہ اقدام اہل سنت کا شعار نہیں بلکہ اہل سنت سے فرار ہے نہایت ہی افسوس سے یہ بات کہنی پڑتی ہے کہ آپ کی مسجد بھی اہل سنت کی، امامت بھی اہل سنت کی، خطابت بھی اہل سنت کی، کھالیں بھی لیں تو اہل سنت کی، چندے صدقات وخیرات بھی اہل سنت سے لیں، القابات اور نسبتیں بھی اہل سنت کی رکھیں، سٹیج بھی اہل سنت کا استعمال کریں، اور عقائد بیان کریں تو رافضیت کے۔ واہ کیا خوب خدمت ہے اہل سنت کی میرے محترم! اگر آپ اپنے مؤقف کا بطلان تسلیم کرنے کو تیار نہیں تو براہ کرم اہل سنت کے لبادے سے باہر نکل جائیں اور بلا وجہ انتشار و افتراق کا سبب نہ بنیں:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیشمار فضائل ومناقب ہیں اور آپ کے خصائص ومناقب وفضائل کا انکار وہی کریگا جو جاہل ہو یا بغض وعناد سے بھرا ہو بالکل اسی طرح حضرات شیخین کے خصائص ومناقب وفضائل کا انکار کریگا جو جاہل ہو یا حضرات شیخین کے بغض وعناد سے بھرا ہو:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت علی کرم اللہ وجہ الکریم کے خصائص کیا ہیں ملاحظہ فرمایئے:

١) حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی ذریت رسول اللہ ﷺ کے جد امجد ہیں

٢) سیدۃ النساء رضی اللہ عنہا کے شوہر ہیں (مستدرک حاکم حدیث ۴۶۹۰)

٣) بچوں میں سب سے پہلے ایمان لائے (ترمذی حدیث ۳۷۳۴)

۴) خیبر میں فتح کا جھنڈا عطا فرمایا (بخاری حدیث ۲۹۴۲)

۵) آپ صحابہ میں سب سے بڑے قاضی ہیں (مستدرک حاکم ۴۷۱۴)

۶) رسول اللہ ﷺ کا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنے کندھوں پر اُٹھانا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمانا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے اُفق چھولوں (سنن الکبریٰ للبیہقی)

۷) حضور ﷺ کا فرمانا بے شک علی مجھ سے ہے اور میں علی سے ہوں اور علی میرے بعد ہر مومن کا محبوب ہے

(ترمذی حدیث ۳۷۱۲)

۸) حضور ﷺ فرماتے ہیں تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو میری ادائیگی علی کے سوا کوئی نہیں کرسکتا

(جامع ترمذی: ۲/ ۲۱۳)

۹) آپ کی نماز کی خاطر سورج کو واپس لوٹایا گیا (الشفاء للقاضی: ۱/ ۱۸۵)

١٠) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قرآن کی تاویل پر جنگ لڑنا (سنن الکبریٰ للبیہقی)

١١) ہجرت کی رات حضور ﷺ کے بستر پر سونا (الریاض النضرۃ ۲/ ۱۷۶)

١٢) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا دو بکرے ذبح کرنا (ترمذی)

١٣) حضور ﷺ کا فرمانا کہ اے اللہ مجھے اس وقت تک وفات نہ دینا جب تک مجھے علی کو نہ دکھا دے

(ترمذی حدیث ۳۷۳۷)

اسکے علاوہ بھی آپ کے کچھ خصائص ہو سکتے ہیں اس لیے ہم اس عدد پر اختتام نہیں کرتے لیکن جناب مولانا خلیل الرحمن قادری صاحب کا جو موقف ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ "**انا مدینۃ العلم و علی بابھا**" حضرت علی کا خاصہ ہے اور وہ یوں کہ آپ سب صحابہ میں اعلم ہیں ہم بھی اس بات کے قائل ہیں اہل سنت کے سلف وخلف بھی اسی بات کے قائل ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خلفاء ثلاثہ کے بعد اعلم ہیں مگر خلیل الرحمن قادری صاحب کا مقصد

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خصائص علی رضی اللہ عنہ کی آڑ میں رافضیوں والا عقیدہ اہل سنت میں داخل کرنا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرات شیخین سے بھی اعلم ہیں:

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حدیث انا مدینۃ العلم:

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی فتاویٰ عزیزی صفحہ نمبر ۳۹۳ مطبوعہ کراچی میں فرماتے ہیں!

''**انا مدینۃ العلم و علی بابھا**'' یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں گویا علم کا شہر ہوں اور حضرت اس شہر کے دروازے ہیں تو اس علم سے مراد یہی علم وہبی ہے:

کیا حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شیخین سے اعلم سمجھتے تھے؟

اسی فتاویٰ عزیزی کا ایک طویل اقتباس ملاحظہ فرمایئے لکھتے ہیں!

''چنانچہ یہ امر تواریخ سے ثابت ہے۔ اہل علم کا کلام یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علم میں دوسرے صحابہ کرام سے افضل تھے اس واسطے کہ اللہ نے فرمایا! قل ھل یستوی الذین یعلمون والذین یعلمون: یعنی کہہ دیجئے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا برابر ہیں وہ لوگ کہ ان کو علم ہے اور وہ لوگ کہ ان کو علم نہیں تو اسکے جواب میں میں کہتا ہوں کہ علم کی زیادتی دو طریقہ سے ہو سکتی ہے اول روایات کی کثرت اور فتاویٰ کے زیادہ ہونے سے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ایسے منصب پر مقرر فرمایا ہو کہ جہاں علم کی ضرورت ہو اس واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی منصب پر خاص اسی شخص کو مقرر فرماتے تھے کہ وہ شخص اس امر میں بہ نسبت دوسرے لوگوں کے زیادہ کامل ہوتا تھا اور یقیناً معلوم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز اور حج اور جہاد کے امور میں امیر مقرر فرمایا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو صدقات کے معاملہ میں عامل مقرر فرمایا اور محدثین کو اکثر روایات صدقہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی طرف سے پہنچی ہیں اور آپ نے زکوۃ کے مسائل کی تشریح فرمائی ہے۔ زکوۃ کی حدیث جو کہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت کی گئی ہے صحیح طور پر آپ سے مروی ہونا ثابت ہے اس میں ایک وہم واقع ہوا ہے کہ جسکی وجہ سے علماء اہل اسلام سے کسی نے اس پر عمل نہیں کیا وہ روایت یہ ہے:

''**فی خمس و عشرین من الاھل خمس شیاۃ**'' یعنی زکوۃ پچیس اونٹ میں پانچ بکری ہے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہم ہمیشہ مصاحب اور مشیر اور وزیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رہے اور ظاہر ہے کہ جس کو جس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قدر زیادہ صحبت پیغمبر ﷺ کی میسر ہوئی ہوگی اس کی اسی قدر زیادہ واقفیت احکام اور فتاویٰ میں رہی ہوگی اور آنحضرت ﷺ بلا علم کامل کسی کو اپنا مشیر اور وزیر نہ بناتے تھے:

اب روایت اور فتاویٰ کی حالت بیان کرتا ہوں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ کے بعد بہت کم زمانہ تک حین حیات تھے اور ابھی عنقریب آنحضرت ﷺ کا زمانہ گذرا تھا اس وجہ سے لوگوں کو روایت کی ضرورت نہ تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے اور حج وعمرہ کے سوا کبھی ابوبکر رضی اللہ عنہ کو مدینہ منورہ سے باہر تشریف لے جانے کا اتفاق بھی نہ ہوا تا کہ دور کے لوگ آپ سے روایت کرتے باوجود اس کے آپ کی روایت سے ایک سو پینتالیس صحیح احادیث ثابت ہیں جو کہ کبار صحابہ کرام نے آپ سے روایت کی ہیں اور ان کبار صحابہ کرام میں حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ اور حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ بھی ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک زیادہ ہوئی۔ جو کہ تیس کے قریب تک پیغمبر ﷺ کے بعد حین حیات تھے اور دور دور تک آپکو تشریف لے جانے کا اتفاق ہوا۔ لوگوں کو زیادہ ضرورت پڑی کہ آپ سے روایت کریں اور اس وقت لوگوں کی رائے میں باہم زیادہ اختلاف بھی ہوا اور باہمی نزاع بھی زیادہ ہوا اس وجہ سے بھی زیادہ ضرورت پڑی کہ آپ سے حدیث روایت کی جائے تاہم آپکی روایت سے صرف پانچ سو چھیاسی احادیث ثابت ہیں جب حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مدت حیات اور اس وقت کے موانع روایات کا موازنہ دوسرے صحابہ کے زمانے اور موانع روایات کے ساتھ کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا علم دوسرے صحابہ کے علم سے کہیں زیادہ تھا:

(فتاویٰ عزیزی: ص ۳۷۶، ۳۷۷)

ایک دوسرے مقام پر حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں:

''یقیناً معلوم ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ علم قرآن میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زائد نہ تھے اور یہ امر بالاتفاق مورخین اور اہل سیر کے نزدیک ثابت ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ قرأت میں ایک درجہ میں تھے۔۔۔۔۔ اور ایسا ہی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے زیادہ فقیہہ اور زیادہ عالم نہ تھے (فتاویٰ عزیزی: ص ۳۷۸)

مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کا استدلال:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مولانا خلیل الرحمن قادری صاحب نے ماہنامہ سوئے حجاز مئی ۲۰۱۰ء کے صفحہ نمبر ۳۰ پر درج ذیل سرخی لگائی "علمی خیانت کی دوسری مثال" اور مرقاۃ سے ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی جلد نمبر ۱۰ ص ۴۶۹ سے یہ الفاظ لکھے:

"ولکن التخصیص یفید نوعاً من التعظیم و ھو کذالك لانه بالنسبة الی بعض الصحابة اعظمھم واعلمھم"

ترجمہ: لیکن حدیث باب العلم (حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کی تخصیص ان کی ایک نوع عظمت کو اجاگر کر رہی ہے اور وہ اسی طرح ہی ہیں کیونکہ بعض صحابہ کی نسبتاً اعظم واعلم ہیں:

اسی طرح صفحہ نمبر ۳۱ پر لکھتے ہیں:

ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی تفصیل سے بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ "**اللّٰھم الا ان یختص بباب القضاء فانه ورد فی شانه انه اقضاکم کما انه جاء فی حق ابی انه اقراؤکم ،وفی حق زید بن ثابت انه افرضکم...الخ**

ترجمہ: مگر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو باب قضا کے ساتھ مخصوص کر دیا جائے کیونکہ ان کی شان میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: بے شک وہ (علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ) تمہارے سب سے بڑے قاضی ہیں جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے حق میں فرمایا کہ وہ تمہارے بہترین قاری ہیں اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا وہ میراث کے سب سے بڑے عالم ہیں۔۔۔الخ"

(مرقاۃ: ج۱۰ نمبر ۴۶۹، ۴۷۰)

اور صفحہ نمبر ۳۳ پر لکھتے ہیں "محدثین نے خاصہ مرتضوی کا انکار نہیں شیعہ کا رد کیا ہے"

صفحہ نمبر ۳۴ پر فرماتے ہیں:

"حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ کی ان عبارات سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ انھوں نے حدیث مدینۃ العلم کی شرح میں باب مدینۃ العلم سے مراد حضرت علی رضی اللہ عنہ کی جلالت علمی اور اعلمیت کو لیا ہے:

جواب: مولانا خلیل الرحمن قادری صاحب کی خدمت میں عرض ہے کہ آپ اپنے مؤقف پر دلائل پیش کیوں نہیں کرتے ہیں؟ الحمد للہ اہل سنت و جماعت کا نظریہ بالکل واضح ہے کہ علمی حوالے سے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کی بڑی شان اور فضیلت ہے اور وہ بڑے علم والے ہیں لیکن حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے اعلم نہیں ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور اس کے برعکس اگر کوئی اپنا عقیدہ بنائے تو محدثین اہل سنت نے ہمیشہ اسکا رد کیا ہے جبکہ خلیل الرحمن قادری صاحب اپنے مضمون میں اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما سے بھی علم میں افضل و اعلیٰ ہیں اور اپنے مضمون میں انھوں نے اسی بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ حالانکہ اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم خلفاء ثلاثہ کے بعد باقی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے افضل و اعلم ہیں لہٰذا مولانا خلیل الرحمن قادری صاحب نے اپنے مضمون کی تیسری قسط میں ''علمی خیانت'' کا جو باب باندھا ہے تو ذرا یہ تو بتائیں کہ مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے ہمارا مؤقف بیان کیا ہے یا آپ کا؟ یہ جزوی فضیلت ہے یا کلی؟ اور علمی خیانت آپ کی ہے یا مصنف ''ضرب حیدری'' کی؟ مُلا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ نے جو جزوی فضیلت مانی وہ سب سے بڑا قاضی ہونے کے لحاظ سے ہے کہ یہ ایک نوعیت کا خاصہ ہے اور اسکو بھی ضرب حیدری میں بطور خاصہ مانا گیا ہے:

محترم مضمون نگار خلیل الرحمن قادری صاحب کو جو غلط فہمی ہوئی ہے وہ یہ کہ آپ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مصنف ''ضرب حیدری'' حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی کثرت علم اور فضیلت کے منکر ہیں حالانکہ ایسا ہرگز نہیں اور قادری صاحب کی یہ بھی نادانی ہے کہ کثرت علم کو اعلم سمجھ بیٹھے ہیں۔ ہاں اگر آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سند صحیح کے ساتھ ایک ایسی روایت پیش کریں جس میں ہو کہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ابو بکر و عمر رضوان اللہ علیہم سے اعلم ہیں تو ہم یقیناً اسے تسلیم کریں گے۔ اور اسکے برعکس آپ جن روایات سے استدلال کر رہے ہیں ان سے علماء اہل سنت نے یہ استدلال نہیں کیا اور یہ اجماعی عقیدے کے خلاف بھی ہے لہٰذا مردود ہے:

قسط نمبر ۳ مئی ۲۰۱۰ء کے آخر میں صفحہ نمبر ۴۶ پر ایک روایت لکھتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا! ''اعلم امتی بعدی علی ابن ابی طالب'' یعنی میرے بعد میری اُمت میں سب سے بڑا عالم علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ ہیں (فردوس الاخبار الجزالاول ص ۲۱۴ رقم ۱۴۹۴)

جواب: اس روایت کو قادری صاحب اگر باسند لکھتے تو یہ واضح ہو جاتا کہ یہ روایت صحیح ہے یا موضوع اور اس سے جو استدلال انھوں نے اخذ کیا ہے وہ صحیح ہے یا غلط پھر بخاری شریف میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے حوالہ سے الفاظ موجود ہیں کہ ''اعلمنا'' صحابہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب صحابہ سے اعلم سمجھتے تھے اسکے مقابلہ میں فردوس الاخبار کی بے سند روایت پیش کرنا کہاں کا انصاف ہے؟ حالانکہ یہ روایت درست نہیں امام بخاری، ابو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الحسن اشعری، ابن کثیر، جلال الدین سیوطی، ابن حجر مکی، بدرالدین عینی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، اعلیٰ حضرت محدث بریلوی، علامہ سید محمود احمد رضوی، علامہ غلام رسول سعیدی وغیرہم جیسے صاحب علم و فضل علماء و محدثین لکھتے ہیں! ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے زیادہ علم والے تھے کیا ان بزرگوں کو فردوس الاخبار والی روایت کا علم نہیں تھا؟ کیا مولانا خلیل الرحمن قادری صاحب ان جلیل القدر محدثین اور علماء اہل سنت سے زیادہ علم والے ہیں؟ یقیناً نہیں اسی لیے ہم ان سلف صالحین کی تحقیقات پر عمل کرتے ہیں اور ہمیں قادری صاحب پر اعتماد نہیں کیونکہ حضرت جھوٹی روایات سے اُمت کے مخالف استدلال کرتے ہیں اور اہل علم کا یہ شیوا نہیں کہ وہ اپنے سلف سے ہٹ کر جھوٹی روایات کا سہارا لے کر اُمت کو گمراہ کریں:

''اصحابی کالنجوم'' پر آپکی جرح کرنے کا کوئی فائدہ نہیں اس لیے کہ کسی بھی روایت کو جانچنے کا جو طریقہ اُصول فقہ میں ہے کہ روایت کو دیکھا جائے گا کہ وہ قرآن کریم کے مطابق ہے تو ٹھیک اور اگر بظاہر مخالف ہو تو حدیث میں تاویل کی جائے گی اور اگر تاویل ممکن نہ ہو تو اس روایت کو چھوڑ دیا جائے گا اور قرآن کریم پر عمل کیا جائے گا۔ جیسا کہ میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''رسول خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے'' **اذا رویتم بالحدیث فھو ان کان موافقا بالقرآن فاقبلوہ والا فردوہ** ''یعنی تم سے میری کوئی حدیث بیان کی جائے تو اگر وہ قرآن کے موافق ہو تو قبول کرو ورنہ اسے چھوڑ دو: (سبع سنابل ص ۵۱)

لہٰذا اصحابی کالنجوم قرآن کے موافق ہے اس لیے ضعیف ہونے کے باوجود محدثین نے قبول فرمائی اور جس کو علماء و محدثین قبول فرمائیں تو پھر اسکا ضعف نہیں دیکھا جاتا اسکی کئی مثالیں موجود ہیں عقل والے کیلئے اشارہ کافی ہے:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور مذہب اہل سنت و جماعت:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے مذہب اہل سنت و جماعت کے بارے میں پوچھا تو فرمایا! ''**و تفضل الشیخین و تحب الختنین وتری المسح علی الخفین**'' یعنی مذہب اہل سنت و جماعت یہ ہے کہ تم ابوبکر صدیق اور فاروق اعظم رضوان اللہ علیہما کو فضیلت دو اور حضرت عثمان غنی اور مولا علی رضوان اللہ علیہما سے محبت کرو اور موزوں پر مسح جائز جانو: (سبع سنابل: ص ۶۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ آگے لکھتے ہیں!

''جو شخص حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو خلیفہ نہ مانے وہ خارجی ہے اور جو شخص انھیں حضرت امیر المومنین ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دے وہ رافضیوں میں سے ہے''

(سبع سنابل: ص ۶۲)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں!

''پس جب کہ صحابہ کا اجماع جو نبیوں کا وصف رکھتے ہیں اس امر پر ہوا کہ شیخین کو فضیلت حاصل ہے اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود بھی اس اجماع سے متفق اور اس میں شریک ہیں تو تفضیلی اپنے اعتقاد میں ضرور غلطی پر ہیں''

(سبع سنابل مترجم ص ۳۷ طبع فرید بک سٹال لاہور)

ماہنامہ 'منہاج القرآن' کے ایڈیٹر کی تنگ بندی:

مولانا خلیل الرحمن صاحب کی حمایت کرتے ہوئے ماہنامہ منہاج القرآن لاہور کے ایڈیٹر ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری صاحب نے جون ۲۰۱۰ء کے شمارہ میں ''فضیلت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور عقیدہ اہل سنت'' کے عنوان سے ایک مضمون تحریر کیا جو کتاب ضرب حیدری کے خلاف تھا مگر افسوس کہ اپنے موضوع سے ہٹ کر دلائل دیتے رہے ہم محترم ڈاکٹر صاحب سے پوچھتے ہیں کہ جناب آپ یہ بتائیں کہ ضرب حیدری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کا کہاں انکار کیا گیا ہے؟ اور کون انکی شان کو کم کر رہا ہے؟ اور آپ یہ کیوں سمجھ رہے ہیں کہ مصنف ضرب حیدری اور اس پر تقاریظ لکھنے والے علماء شیخین کی تفضیل من جمیع الوجوہ مانتے ہیں برائے مہربانی آپ کتاب ضرب حیدری کا بغور مطالعہ کریں تو آپ کو نظر آجائے گا کہ اس میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے خصائص وفضائل بدرجہ اتم موجود ہیں امام اہل سنت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی بات بھی سن لیں آپ فرماتے ہیں:

''واللہ یغفرلی ان آیات طیبات سے ثابت کہ علم باعث فضل اور مثل ایمان موجب رفع درجات ہے اور پھر ظاہر کہ زیادت سبب باعث زیادت مسبب، پس جس قدر علم بیش فضیلت افزوں اور احادیث وآثار سے ثابت کہ جناب شیخین رضی اللہ عنہ کے برابر صحابہ میں کسی کو علم نہ تھا بلکہ اعلمیت صدیق تو قرآن عزیز سے ثابت''

(مطلع القمرین ص ۹۸ مطبوعہ جامع اسلامیہ کھاریاں)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اب ذرا اس اقتباس کو پڑھیے اور بتایئے کہ اہل سنت اور امام اہل سنت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ کیا ہے نہ تو ہم شیخین کی فضیلت ہر لحاظ سے مانتے ہیں ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خصائص کیوں مانتے لہٰذا عوام کو اُلّو نہ بنائیں اور رافضیوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر کے اہل سنت کی پہچان کو داغدار نہ کریں جیسا کہ آپ کے شیخ الاسلام پروفیسر طاہر القادری صاحب نے سنی شیعہ عوام سے خطاب کرتے ہوئے کہا!

''تم دونوں آپس میں شیر وشکر ہو جاؤ اور جو کوئی مُلاں ملوانا تمہیں دو کرنے آئے اُسے دو کر دو''

ذرا پروفیسر صاحب سے پوچھ کر بتائیں کہ جن کے نام پر قادری کہلواتے ہو انھیں کی ''غنیۃ الطالبین'' پڑھ لو انھوں نے تو اہل سنت اور شیعہ کو دو کیا ہے تو پھر کیا حضرت غوث پاک پر بھی فتویٰ لگاؤ گے:

جولائی کے شمارہ میں ڈاکٹر علی اکبر قادری الازہری صاحب نے خلافت علی رضی اللہ عنہ پر بات چھیڑی اور حضرت پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تصفیہ مابین سنی وشیعہ'' کے حوالے کو ڈکیے:

محترم ڈاکٹر صاحب سے گذارش ہے کہ آپ تو ضرب حیدری کا رد لکھنے بیٹھے تھے مگر کیا ضرب حیدری میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار ہے؟ اور اگر آپ شیعہ کا رد کر رہے تھے جو خلفاء ثلاثہ کی خلافت کا انکار کرتے ہیں تو پہلے اپنے شیخ الاسلام صاحب سے تو پوچھ لیا ہوتا کہ یہ بات لکھوں کہ نہیں کیونکہ آپ تو اہل سنت اور شیعہ کو دو کرنے لگے ہیں کہیں شیخ الاسلام صاحب آپ کو دو نہ کر دیں اللہ تعالیٰ حقیقت کی سمجھ عطا فرمائے:

محترم ڈاکٹر صاحب نے یہ بھی لکھا کہ!''بہت سارے علماء نے ضرب حیدری کی خوب خبر لی'' تو کیا ڈاکٹر صاحب مولانا خلیل الرحمن صاحب کو بہت بڑا عالم مانتے ہیں جن کو یہ بھی نہیں پتہ کہ اہل سنت اور رافضیوں کے عقیدہ میں کیا فرق ہے اور انھی کی تقلید میں بلا سوچے سمجھے لکھے جا رہے ہیں ڈاکٹر صاحب کے علم وعمل کا تو ان کے چہرے پر موجود داڑھی دیکھ کر ہی پتہ چل جاتا ہے کہ حضرت کا دعویٰ محبت کس سے ہے مولا علی سے یا پھر رافضیوں سے اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب فرمائے:

ماہنامہ سوئے حجاز جون ۲۰۱۰ء میں مولانا خلیل الرحمن صاحب نے ''انا مدینۃ العلم وعلی بابھا'' کے بارے میں پائے جانے والے احتمالات بتانا شروع کیے موصوف کو جب یہ معلوم ہے کہ احتمال کی موجودگی میں نص صریح نہیں ہوتی تو جب نص صریح نہیں تو دوسروں پر ٹھونسنے کا مقصد؟ اور ساتھ ہی رافضیوں والے عقائد ونظریات کا در پردہ پرچار بھی، لکھتے ہیں!

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

"بعض مفسرین اور صلحاء نے تو یہاں تک تصریح کی ہے کہ ظہور آدم سے اُمم سابقہ میں بھی ولایت کا فیضان جناب مولائے کائنات ﷺ کی روح مبارک کے ساتھ مقرر رہا اور آپکے جسم عنصری میں آنے سے پہلے بھی امم سابقہ میں اولیاء آپکی روح پاک کی توسط سے درجہ ولایت کو پاتے تھے"

(صفحہ ۲۹ سوئے حجاز جون ۲۰۱۰)

اب ملاحظہ فرمایئے رافضی عقیدہ اور دیکھئے کہ دونوں میں کتنی مماثلت پائی جاتی ہے:

"ان الله لم يبعث نبيًا من أدم الى ان صار جدك محمداً صلى الله عليه واله وسلم الا وقد عرض عليه ولا يتكم اهل البيت فمن قبلها من الانبيآء سلم و تخلص ومن توقف عنها و تتمتع فى حملها لقى أدم عليه السلام من المعصية وما لقى نوح من الغرق وما لقى ابراهيم عليه السلام وما لقى يوسف عليه السلام من الجبّ وما لقى ايوب عليه السلام من البلآء وما لقى داؤد عليه السلام من الخطيئة الى ان بعث الله يونس عليه السلام فاوحى الله اليه ان يا يونس تول امير المومنين عليًا والأئمة الراشدين من صلبه فقال كيف اتولّى من لم اراهُ ولم اعرفه وذهب مغاضباً فاوحى الله تعالىٰ الى الحون ان التقمى يونس"

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے لیکر حضور ﷺ تک جتنے انبیاء کرام بھیجے ان میں سے ہر ایک پر اے اہل بیت تمہاری ولایت پیش کی گئی پھر جس نے اسے مانا وہ سلامت رہا اور نجات پا گیا اور جس پیغمبر نے اس میں توقف کیا اور پس و پیش کیا تو اسے جو سزا ملی وہ ملی، حضرت آدم علیہ السلام سے معصیت کا قصور ہوا، حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان سے واسطہ، ابراہیم علیہ السلام کو نار نمرود کا سامنا، یوسف علیہ السلام کو اندھے کنوؤں میں پھینکا جانا، ایوب علیہ السلام کو بیماری لگنا، داؤد علیہ السلام کو خطاب کا سامنا کرنا پڑا، یہ سب کچھ اسی توقف کی وجہ سے ہوا پھر یونس علیہ السلام کو مبعوث کیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے انکی طرف وحی بھیجی اے یونس! امیر المومنین علی اور انکی اولاد کی ولایت کو تسلیم کرلو عرض کی یا مولی! جس کو دیکھا نہیں جس کو جانتا نہیں اسکی ولایت کیسے تسلیم کرلوں؟ یہ کہہ کر ناراض ہو چل پڑے تو اللہ تعالیٰ نے مچھلی کو حکم دیا کہ یونس کو نگل جا (انوار نعمانیہ ج ۱ ص ۲۵ مطبوعہ تبریز)

اسی طرح طالب حسین کرپالوی لکھتا ہے!

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''حدیث کے اس جملے سے واضح ہوگیا کہ خدا نے امامت علی کا اعلان خلقت ابو البشر جناب آدم علیہ السلام سے تقریباً چودہ ہزار سال پہلے کر دیا تھا اور یہ فیصلہ فرما دیا تھا کہ یاد رکھو کہ حضرت علی کو چھوڑ کر کسی اور کے در پر اپنی جبین نیاز کو خم نہ کرنا پس محمد کے سوا جو چاہے اس کا امام علی ہے لہٰذا لوگوں کو چاہیے وہ علم میں حلم میں فصاحت میں بلاغت میں شجاعت میں عدالت میں بلکہ ہر صفات حسنہ میں حضرت علی سے رہنمائی حاصل کریں اور اس میں کوئی عار بھی نہیں کیونکہ خدا خود اپنی لاریب کتاب میں ان کے در پر آنے اور اپنے مسائل حل کرانے کا حکم فرمایا ہے لہٰذا آپکو چاہیے کہ آپ ہر معاملے میں حضرت علی کی در کی حاضری حاصل کریں اور جب آپ اس در پر آئیں گے تو وہاں آپکو انبیاء جھولیاں پھیلائے ملیں گے جنوں کی صدائیں ملیں گی ملائکہ کی آوازیں سنائی دیں گی کوئی مانگ رہا ہے اور مراد پوری ہونے پر شکریہ ادا کر رہا ہے غرض یہ کہ حضرت علی کے در کے بھکاری تو الوالعزم پیغمبر ہیں آپ کیوں شرما رہے ہیں آپکے قدموں میں زنجیریں کیوں پڑگئی ہیں؟ آپ ان کو توڑ کر آگے بڑھیے شہر علم کا در اور حکمت کا گھر آپکے لیے کھلا ہے آپ جھولی پھیلائیں اور بھر بھر کر لائیں پھر جائیں اور بھر کر لائیں یقیناً آپ تھک جائیں گے لیکن امام کے خزانوں میں کمی نہیں آئے گی۔ اس حدیث سے واضح ہوا کہ اب نبوت ختم ہوگئی ہے اور امامت شروع ہو رہی ہے اور اُمت جناب حضور اکرم کے امام حضرت علی اور انکے بعد اولاد سے گیارہ امام ہیں جو کہ محافظ نظام مصطفی اور دنیا کی بقا ہیں حضور اکرم ﷺ نے متعدد مقامات پر بوضاحت فرما دیا کہ میرے بعد امامت کا وارث علی ہے امامت کا مالک علی ہے امامت کا داتا علی ہے لہٰذا امام وہی ہوگا جو علی والا ہوگا جو علی کی مخالفت کرے گا امام بننا تو کجا وہ مومن تک نہیں بن سکتا لہٰذا امام وہی ہوگا جس کا نام معین علی کرے اعلان نبی کرے اور تصدیق علی کرے''

(خلقت نورانیہ: ج ا ص ۲۰۱ مطبوعہ لاہور)

دونوں کے نظریات کا موازنہ کریں تو فرق صرف اتنا ہے کہ تفضیلی چھپ کر وار کرتا ہے یعنی تقیہ کرتا ہے اپنے عقائد کھول کر بیان نہیں کرتا موقع ملنے پر اپنے عقائد کو لوگوں پر ظاہر کرتا ہے جب کہ رافضی اپنے عقائد کا کھلے عام پرچار کرتا ہے اور علی الاعلان اپنے نظریات بیان کرتا ہے یہاں بھی بات یہی ہے کہ مولانا موصوف نے اپنے عقیدہ کا در پردہ بیان کر دیا:

شمارہ جون ۲۰۱۰ء صفحہ نمبر ۴۰ پر فرماتے ہیں!

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ علم سکھائے جنھیں جبرائیل ومیکائیل علیہ السلام بھی نہیں جانتے''

اب حسین بخش جاڑا رافضی کی تحریر ملاحظہ فرمائیے!

''تو جبرئیل نے عرض کی اسکا میرے اوپر استادی کا حق، آپ نے پوچھا وہ کیسے؟ تو جبریل نے عرض کی روز ازل جب ذات پروردگار نے مجھے خلعت وجود سے نوازا اور زیور تخلیق سے آراستہ فرمایا تو پہلا سوال اسکی جانب سے تھا' من انا ومن انت، بتاؤ تم کون؟ اور میں کون ہوں؟ تو میں نے عرض کیا انت انت وانا وانا تو تو ہے اور میں میں ہوں پھر سختی کے لہجہ میں خطاب ہوا، صحیح بتاؤ' من انا ومن انت، پھر بھی میں نے انت وانا انا تو تو اور میں میں کا جواب دیا تو تیسری دفعہ پھر خطاب ہوا میں حیران تھا کہ کیا جواب دوں۔ اچانک عالم انوار سے ایک نور برآمد ہوا اور کہا جبریل وہ جواب نہ دہراؤ بلکہ کہو' انا عبد ذلیل وانت رب جلیل اسمک جلیل واسمی جبریل،، میں عبد ذلیل ہوں اور تو رب جلیل ہے تیرا نام جلیل اور میرا نام جبریل ہے چنانچہ میں نے یہ جواب دیا تو تاج ملکوتیت میرے سر کی زینت بنا اب جو یہ جوان در مسجد سے داخل ہوا ہے تو میں نے فوراً پہچان لیا ہے کہ یہ وہی ہے جس نے مجھے عالم انوار میں درس دیا تھا اس لیے میرے اوپر فرض ہے کہ اپنے استاذ کی تعظیم کے لیے کھڑا ہوں آپ نے دریافت کیا کہ یہ کس زمانے کی بات ہے جب علی نے تجھے توحید کا درس دیا تھا جبریل نے عرض کی میں اتنا عرض کرسکتا ہوں کہ جانب عرش سے ستر ہزار سال کے بعد ایک ستارہ طلوع کرتا ہے اور میں اپنی زندگی میں اس کو ستر ہزار بار دیکھ چکا ہوں''

(المجالس الفاخرہ فی اذکار العترۃ الطاہرہ: ص ۱۲۵)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور تفضیلی گروہ:

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا صاف اور واضح مؤقف بالخصوص محبان اعلیٰ حضرت کے لیے فرماتے ہیں:

''اور ادھر والوں میں جن کے قلوب نے غلبہ ہوا وغلظت وجفا سے تفضیل شیخین کو گوارا نہ کیا اور صریح انکار میں نام سنیت مسلوب ہوتے دیکھا۔ ناچار تحصیل مطلوب ودفع مکروہ کی یہ راہ نکالی کہ زبان سے تفضیل شیخین کا اقرار اور ترتیب مذکورہ اہل سنت پر بکشادہ پیشانی اصرار رکھا مگر افضلیت کے معنی وہ تراشے جس سے ان کا مرتبہ حضرت مولا پر بڑھنے نہ پائے اور مطلب فاسد ہاتھ سے نہ جائے اس فرقہ کے سامنے جس قدر دلائل قرآن و حدیث وآثار اہل بیت واقوال علماء سے پیش کیجئے محض بے سود پڑتے ہیں وہ سب کے جواب میں ایک ذرا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سی بات کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں تفضیل شیخین سے کب انکار ہے ہم خود انھیں بعد انبیاء افضل البشر جانتے ہیں مگر افضلیت کے معنی یہ ہیں نہ وہ جو تم سمجھے۔ لیجئے آدھے فقرہ میں سارا دفتر گاؤخورد ہوگیا"

(مطلع القمرین ص ۳۴ مطبوعہ جامع اسلامیہ کھاریاں)

اسی کتاب کے صفحہ ۵۳ پر محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں!

"بعض صاحبوں نے تو وہ تنقیح بلیغ کی جس کی خدمت گذاری تنبیہ سابق میں گذری اور حضرات کے ذہن رسا نے ان سے بھی آگے قدم رکھا کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما من حیث الخلافۃ افضل ہیں اور حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ من حیث الولایۃ اور اس کلام کی تقریر میں ان کی زبان سے یوں مترشح ہوتی ہے کہ خلافت صدیق وفاروق رضی اللہ عنہ کو پہلے پہنچی اور حضرت مرتضوی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کو بعد میں اور سلاسل اہل طریقت جناب ولایت مآب پر منتہی ہوتے ہیں نہ شیخین پر تو اس وجہ سے یہ افضل اور اس وجہ سے وہ"

(مطلع القمرین ص ۵۳)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور مسئلہ افضلیت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ:

محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں!

"عزیز من یہ تو کوئی ایسی بات نہ تھی جس پر اس قدر شور شغب ہوتا سنی تفضیلی دو مذہب متفرق ہو جاتے اہل سنت ترتیب فضیلت میں انبیاء کے بعد شیخین کو گنتے ہر جمعہ کو افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق سیدنا ابو بکر الصدیق خطبوں میں پڑھا جاتا۔ احادیث میں شیخین کو انبیاء ومرسلین کے بعد سردار اولین وآخرین و بہترین اہل آسمان وزمین فرمایا جاتا مولیٰ علی کو اپنی تفضیل سے بایں شد و مد انکار ہوتا کہ جسے کہتے سنوں گا وہ مفتری ہے اسے مفتری کی حد ماروں گا یہ باتیں تو دنیا کے کام ہیں گو دین کے لیے وسیلہ کو ذریعہ ہوں اس لیے مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم فرماتے ہیں! من رفیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لدیننا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ہمارے دین یعنی نماز کے لیے پسند فرمایا کیا ہم انہیں اپنی دنیا یعنی خلافت کیلیے پسند نہ کریں پھر اس میں افزونی ہوئی تو کیا اور نہ ہوئی تو کیا اتنی ہی بات پر تنازع تھا تو سنیوں نے ناحق بے چارے تفضیلیوں پر قیامتیں توڑیں اور مولیٰ علی نے (۸۰) کوڑوں کا مستحق ٹھہرایا اور جو اسکے سوا کچھ اور مقصود ہے تو اسکا جواب تنبیہ سابق سے لیجئے:

(مطلع القمرین ص ۵۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک دوسرے مقام پر فرماتے ہیں!

سلسلہ تفضیل عقیدہ اہل سنت میں یوں منتظم ہوا کہ افضل العالمین واکرم المخلوقین محمد رسول رب العالمین ہیں ﷺ پھر انبیائے سابقین پھر ملائکہ مقربین پھر شیخین پھر ختنین پھر بقیہ صحابہ کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین اور پر ظاہر کہ سلسلہ واحدہ میں مافیہ التفاضل یعنی وہ امر جس میں کمی بیشی کے اعتبار سے سلسلہ مرتب ہوا ایک ہی ہوگا اور وہ افراد جن کی زیادتی اپنے ماتحت پر دوسرے اعتبار سے ہوگی اس سلسلہ کی ترتیب میں نہیں آسکتے بلکہ وہ دو سلسلے ہو جائیں گے مثلاً سلسلہ روشنی میں آفتاب سب سے افضل ہے پھر ماہتاب پھر نجوم پھر چراغ اور سلسلہ جرح وقتل میں شمشیر سب سے اکمل ہے پھر چھری پھر چاقو اب اگر کوئی کہنے والا یوں کہے کہ افضل آفتاب ہے پھر مہتاب پھر چاقو یا افضل تلوار ہے پھر چھری پھر چراغ تو یہ کلام اس کا کلام مجانین میں داخل ہوگا کہ اس نے ایک ہی سلسلہ میں مافیہ التفاضل کو بدل دیا'' (ص ۵۴،۵۵)

محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اور ولایت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

''آیت کریمہ جس طرح افضلیت صدیق پر دلیل ساطع یوں ہی ان کے عرفان الٰہی وولایت ذاتی میں کافہ اُمت سے زیادت پر برہان قاطع کہ بداہت ایمانی شاہد کہ کم رتبہ کا ولی ہرگز ہرگز اعلیٰ درجہ کے ولی سے اکرم عند اللہ وکثیر العز والجاہ نہیں ہوسکتا اور اس کا انکار محض مکابرہ اب نہیں معلوم جنہیں صدیق کے اعرف باللہ و اعظم الاولیا ہونے میں تردد ہے آیت کریمہ سے انکار کر جائیں یا ولی ادنیٰ کا ولی اعلیٰ سے اکرم عند اللہ ہونا تسلیم فرمائیں گے'' (مطلع القمرین ص ۸۴)

شرح فقہ اکبر میں ہے!

''فهو افضل الاولياء من الاولين والآخرين وقد حكى الاجماع على ذالك'' ''اس بات پر پوری اُمت کا اجماع ہے (کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ) تمام اولین وآخرین میں ولایت میں سب سے افضل ہیں'' (شرح فقہ اکبر: ص ۶۱)

حضور ﷺ کے وزیر ہونا:

امام حاکم نے مستدرک میں یہ روایت نقل کی!

''كان ابو بكر الصديق رضى الله عنه من النبى ﷺ مكان الوزير ،فكان يشاوره فى

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جمیع امورہ کان ثانیہ فی الاسلام،وکان ثانیہ فی الغار،وکان ثانیہ فی القریش یوم بدر،وکان ثانیہ فی القبر ولم یکن رسول اللہ ﷺ یقدم علیہ احدا"

ترجمہ: یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے وزیر تھے آپ ان سے ہر معاملہ میں مشورہ لیتے تھے آپ اسلام میں ان کے ثانی تھے بدر کے دن عریش میں انکے ثانی تھے قبر میں انکے ثانی ہیں اور رسول ﷺ ان سے آگے کسی کو نہیں سمجھتے تھے" (مستدرک حاکم: ۳/۲۷۹)

امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ اور اعلم الناس:

امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

"واحسن مایتدل بہ تقدیم الاعلم علی الاقرء حدیث مروااباابکر ملیصل بالناس" سب سے بہتر دلیل اس پر کہ اعلم الناس کو امام بنانا چاہیے وہ حدیث مروااباابکر (ابو بکر کو کہو کہ وہ نماز پڑھائیں) ہے (فتح القدیر شرح ہدایہ)

مطلب یہ کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امام الصحابہ اس لیے بنایا گیا کہ آپ اعلم الصحابہ تھے:

اسی طرح امام سراج الدین بن عبد الرشید فرماتے ہیں!

"قال ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ ومن تابعہ من الصحابہ بنو الاعیان وبنو العلات لا یرثون مع الجد وھذا قول ابی حنیفہ ویفتی بہ" حضرت صدیق اکبر اور ان کے متبعین صحابہ میں سے فرماتے ہیں بنو اعیان اور بنو علات دادے کے ہوتے ہوئے میت کے وارث نہیں بن سکتے یہ مذہب امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے (سراجی باب مقاسمۃ الجد)

اس مقام پر محشی لکھتا ہے!

"قولہ ابو بکر الصدیق وھو اعلم الصحابۃ و افضلھم ولم تتعارض عنہ الروایاب فلذالك اختارہ الامام الاعظم"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے زیادہ علم والے اور تمام صحابہ سے افضل تھے ان سے روایات متعارض نہیں ہیں اسی لیے امام اعظم نے ان کا مذہب اختیار کیا:

علامہ علاؤالدین علی المتقی بن حسام الدین الھندی روایت فرماتے ہیں!

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

”عن ابی امامة قال قال رسول الله ﷺ وضعت فی كفة المیزان وضعت امتی فی الكفة الآخرى فرجعت بهم ثم وضع ابو بكر مكانی فرجح بهم ثم وضع عمر مكانه فرجح بهم۔ثم رفع المیزان“

ترجمہ: حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مجھے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا گیا اور ساری اُمت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا میرا پلڑا بھاری رہا پھر میری جگہ ابو بکر کو رکھا گیا باقی تمام اُمت سے ابو بکر کا پلڑا بھاری رہا پھر ابو بکر کی جگہ عمر فاروق کو رکھا گیا تو باقی ساری اُمت سے عمر کا پلڑا بھاری رہا:

(کنز العمال: ۱۳/ ۱۲، رقم ۳۶۱۱۱)

اور اسی طرح امام طبرانی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا: (الصواعق المحرقہ ص ۲۵۱ مترجم)

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور ولایت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ:

جب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ کسی کو ہم پر خلیفہ مقرر کریں فرمایا! میں تمہیں اسی طرح چھوڑ کر جا رہا ہوں جس طرح ہمیں رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا تھا ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم پر خلیفہ مقرر فرمائیں آپ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تم میں بھلائی دیکھی تو خود بخود تم میں سب سے اچھے آدمی کو مقرر فرما دے گا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرمایا اللہ نے ابو بکر کو ہم سب سے بہتر جانا اور اسے ہم پر ولایت دے دی: (مستدرک حاکم: ۳/ ۳۵۵)

امام عبد الوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!

”فی بیان ان افضل الاولیاء المحمدیین بعد الانبیاء والمرسلین ابو بكر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضی الله عنهم اجمعین“

ترجمہ: اس بات کا بیان کہ انبیاء اور مرسلین کے بعد اولیائے محمدی میں سب سے افضل ولی ابو بکر ہیں، پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہ (الیواقیت والجواہر: ص ۴۳۷)

میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ اور ولایت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ:

میر عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ”سبع سنابل“ جو مقبول بارگاہ رسالت مآب ﷺ ہے میں تحریر فرماتے ہیں!

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''مخدوم قاضی شہاب الدین نے تیسر الاحکام میں لکھا ہے کہ کوئی ولی کسی پیغمبر کے درجہ تک نہیں پہنچ سکتا اس لیے کہ امیر المومنین ابو بکر صدیق پیغمبروں کے بعد تمام ولیوں سے بہتر ہے'' (سبع سنابل: ص ۶۲)

مزید فرماتے ہیں!

''اور ایسے ہی وہ حدیث کہ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا میں علم کا شہر ہوں اور علی اسکا دروازہ ہے اس میں علی المرتضیٰ کا ذکر ان کے مزید فضل وشرف کی وجہ سے ہے ورنہ تمام صحابہ اس شہر کے دروازے ہیں اس لیے کہ تمام علوم اُمت کے جملہ علماء کو انھیں دروازوں سے پہنچے ہیں'' (صفحہ نمبر ۷۲)

آگے لکھتے ہیں!

''پس جبکہ صحابہ کا اجماع جو نبیوں کا وصف رکھتے ہیں اس امر پر ہوا کہ شیخین کو فضیلت حاصل ہے اور علی المرتضیٰ خود بھی اس اجماع سے متفق اور اس میں شریک ہیں تو تفضیلی اپنے اعتقاد میں ضرور غلطی پر ہیں'' (صفحہ نمبر ۷۳)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ:

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

''جیسے عقیدہ افضل البشر بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی سے کتابیں مالا مال کر دی ہیں دس بیس یا دس بیس نہ سہی چار کتابوں میں افضل البشر بعد نبینا صلی اللہ علیہ وسلم علی ثم ابو بکر ثم عمر بھی تو کہتے یہ کیا ہوا کہ اس جہت کو یک لخت بھول گئے اور ہمیشہ صدیق افضل صدیق افضل کہتے رہے خصوصاً جبکہ قرب و وجاہت عند اللہ میں حضرت مرتضوی زیادہ تھے تو سچی تفضیل انھی کو دینا تھی پس خوب معلوم ہوا کہ سنیوں کے نزدیک مولا علی کو فضائل خاصہ حاصل جن میں شیخین کو اشتراک نہیں مگر وہ سب ان کے مقابل فضل جزئی ہیں کہ فضل کلی شیخین کی مزاحمت نہیں کرتے'' (مطلع القمرین ص ۵۶، ۵۷ مطبوعہ کھاریاں)

مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی علمی شانیں اور اہل سنت و جماعت:

اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو وہ علمی شانیں عطا فرمائیں جن کا ذکر ایڈیٹر ماہنامہ سوئے حجاز نے جون ۲۰۱۰ء کے صفحہ نمبر ۴۰ سے مضمون کے آخر تک کیا ہے بلاشبہ وہ برحق ہیں لیکن مولانا موصوف نے ان سے جو معنی اخذ کیے ہیں وہ یقیناً صحیح نہیں ہیں یہ بات درست ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے بعد آنے والے تمام اولیاء کو ولایت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے در سے ملی ہے مگر اس سے یہ سمجھنا کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ولایت حضور ﷺ سے نہیں بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملی ہے یہ سراسر ناانصافی ہے کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بلا واسطہ حضور ﷺ کے خلیفہ ہیں اور ایک ادنیٰ علم والا بھی یہ سمجھتا ہے کہ خلیفہ کو ولایت اپنے پیر و مرشد سے ملتی ہے نہ کہ کسی دوسرے سے:

میر عبدالواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

''ارے ہماری عزت اور آبرو تو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نام پر قربان اور ہماری جان اور دل علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے قدموں پر نثار وہ کون سا ازلی بدبخت ہے جس کے دل میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت نہ ہو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کا وہ کوئی راندہ ہوا ہو گا جو علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی توہین روا رکھے مگر تفضیلیوں نے یہ ڈھونگ رچایا ہے کہ مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ محبت کا نتیجہ صرف یہ ہی ہے کہ انھیں شیخین پر فضیلت دی جائے مگر یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے ساتھ محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ان کی موافقت کی جائے نہ کہ مخالفت جب خود علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو اپنے اوپر روا رکھا اور انکی اقتداء کی اور انکے زمانہ خلافت میں ان کے حکموں پر عمل کیا اور محبت کی شرط یہ ہے کہ راہ و روش میں ان سے موافقت رکھیں نہ یہ کہ مخالفت برتیں'' (سبع سنابل ص ۷۳)

لہذا مولا علی رضی اللہ عنہ کی شان ہمارے مؤقف کے خلاف نہیں اور آپ کے عقیدے کو اس سے کوئی فائدہ نہیں، یہ عقیدہ صرف تفضیلیوں، رافضیوں کا ہے اور علماء اہل سنت اس سے بری الذمہ ہیں اللہ رب العزت حق کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین:

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

☆☆☆ ☆☆☆ ☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر(۱۶)

✿ کیا یزید جنتی ہے؟ ✿

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین: اما بعد!

کچھ عرصہ سے بعض لوگوں نے یزید بن معاویہ کو جنتی ثابت کرنے کا پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے اور اس کے لیے بخاری شریف کی حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے یوں یزید کو امیر المومنین اور رحمۃ اللہ علیہ کہنے کی دلیل بنائی جاتی ہے لہذا قارئین کرام کے سامنے اس حدیث سے متعلق گزارشات پیش خدمت ہیں:

سب سے پہلے بخاری شریف کی حدیث ملاحظہ فرمائیے:

[قال النبی ﷺ اوّل جیش من اُمتی یغزون مدینۃ قیصر مغفور لھم]

ترجمہ: حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا! میری اُمت کا پہلا لشکر جو قیصر روم کے شہر پر حملہ کرے گا اس کی مغفرت فرمادی گئی ہے:

(۱) صحیح بخاری کتاب الجہاد ما قیل فی قتال الروم رقم الحدیث ۲۹۲۴

(۲) صحیح بخاری مترجم ۲/ ۱۰۷ باب نمبر ۱۳۷ کتاب الجہاد والسیر رقم الحدیث ۱۸۴ طبع لاہور ترجمہ عبد الحکیم خان اختر شاہ جہانپوری

(۳) صحیح بخاری مترجم وحید الزمان ۲/ ۱۱۸ باب نمبر ۱۳۷ کتاب الجہاد والسیر پارہ نمبر ۱۱ رقم ۱۸۵ طبع لاہور

(۴) البدایہ والنھایہ صفحہ ۹۶۹ باب نمبر ۲۷ ما قیل فی قتال الروم مکتبہ بیت الافکار

(۵) المستدرک حاکم ۴/ ۵۹۹ رقم الحدیث ۸۶۶۸

(۶) سلسلۃ الحادیث الصحیحہ: ۱/ ۶۷ رقم ۲۶۸

(۷) حلیۃ الاولیاء: ابو نعیم اصفہانی: ۲/ ۶۲

(۸) مسند الشامین للطبرانی: ۱/ ۲۵۷ رقم ۴۴۵

بخاری شریف کی درج ذیل روایت سے بھی استدلال کیا جاتا ہے **"قال محمود بن الربیع فحدثتھا قوما فیھم ابو ایوب الانصاری صاحب رسول اللہ ﷺ فی غزوتہ التی توفی فیھا و یزید بن**

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

معاویۃ علیھم بأرض الروم"

ترجمہ: حضرت محمود بن ربیع فرماتے ہیں کہ میں نے ایک قوم کو حدیث بیان کی جس میں حضور ﷺ کے صحابی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے جو ارض روم کے غزوات میں انتقال فرما گئے تھے اور یزید بن معاویہ اس غزوہ کا امیر تھا: (صحیح بخاری ۱/ ۱۵۸ کتاب التہجد باب صلوٰۃ النوافل جماعۃ)

جواباً گذارش ہے کہ ان روایات سے یزید کے جنتی ہونے کا استدلال کرنا کئی وجوہ سے باطل ہے:

۱) مغفرت کی بشارت والی حدیث میں قسطنطنیہ کے الفاظ کسی کتاب میں نہیں:

۲) بشارت والی حدیث میں ہے کہ جو پہلا لشکر قیصر روم کے شہر پر حملہ کرے گا وہ مغفورلھم ہوگا:

۳) یزید بن معاویہ اس لشکر میں شامل تھا جس میں حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ شامل تھے اور وہیں انکی وفات ہوئی:

۴) یہ لشکر آخری غزوہ کا تھا جو ۵۲ ہجری کو ہوا:

۵) محدثین نے اس کی شرح کرتے ہوئے کیا یزید کو مغفورلھم میں شامل کیا؟

قیصر روم پر پہلا غزوہ اور بشارت مغفورلھم:

۱) حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "۳۲ ہجری میں سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ نے بلاد روم پر چڑھائی کی یہاں تک کہ قسطنطنیہ تک پہنچ گئے: (البدائیہ والنھائیہ: ۷/ ۱۵۹)

حافظ ابن کثیر دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

"خلیج قسطنطنیہ کی جنگ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی امارت میں ۳۲ ہجری میں ہوئی اور وہ خود اس سال لوگوں پر امیر تھے"

اسی طرح درج ذیل کتابوں میں بھی ہے کہ وہ غزوہ ۳۲ ہجری میں ہوا:

(۱) المنتظم از ابن جوزی: ۵/ ۱۹ (۲) تاریخ طبری: ۴/ ۳۰۴

(۳) العبر از امام ذہبی: ۱/ ۲۴ (۴) تاریخ اسلام امام ذہبی

یزید کی اُس وقت عمر تقریباً چھ سال تھی: (تقریب التھذیب: ۲/ ۳۳۲)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

''فيها كانت وقعة المضيق بالقرب من قسطنطنية و أميرها معاوية''

اس سن میں مضیق کا واقعہ ہوا جو کہ قسطنطنیہ کے قریب ہے اور اس کے امیر ''معاویہ'' رضی اللہ عنہ تھے

(تاریخ اسلام امام ذہبی، عہد خلفائے راشدین ص ۳۷۱)

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے یہ حملہ دور عثمان غنی رضی اللہ عنہ میں کیا:

۲) اس حدیث میں مدینۃ قیصر سے مراد ''حمص'' ہے نہ کہ قسطنطنیہ لہٰذا بشارت مغفرت کے امین حمص پر حملہ کرنے والے مجاہدین ہیں نہ کہ مجاہدین قسطنطنیہ اور حمص پر حملہ ۱۵ ہجری میں ہوا جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دور خلافت تھا:

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''پندرہ ہجری میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کی قیادت میں ایک لشکر حمص روانہ کیا اور بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ بھی اس کے ساتھ شامل ہو گئے سخت سردیوں کے موسم میں مسلمانوں نے حمص کا محاصرہ کیا سردیوں کے اختتام تک محاصرہ جاری رہا بالآخر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حمص فتح کر لیا حضرت بلال حبشی حضرت مقداد رضی اللہ عنہ اور دیگر امراء کے ذریعے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فتح کی خوشخبری اور خمس روانہ کیا۔ (البدائیہ والنھائیہ: ۷/ ۵۲)

شیخ الاسلام محمد صدر الصدور نے بھی ''مدینۃ قیصر'' سے مراد ''حمص'' لیا ہے:

فرماتے ہیں ''بعضے تجویز کنندہ کہ مراد "بمدینۃ قیصر" مدینہ باشد کہ قیصر در آنجا بود روزی کہ فرمود ایں حدیث را آنحضرت و آں حمص است کہ در آں وقت دار مملکت او بود واللہ اعلم'' بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ شہر قیصر سے مراد وہی شہر ہے کہ جہاں قیصر اُس روز تھا جس روز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حدیث فرمائی اور یہ شہر حمص تھا جو اُس وقت قیصر کا دار السلطنت تھا، واللہ اعلم:

(شرح فارسی صحیح بخاری برحاشیہ تیسر القاری: ۴/ ۶۶۹)

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں

''وجوز بعضهم ان المراد بمدينة قيصر المدينة التي كان بها يوم قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم تلك المقالة وهي حمص و كانت دار مملكته اذ ذاك''

اور بعض علماء کے نزدیک مدینہ قیصر سے مراد وہ شہر جہاں قیصر اس دن تھا (یعنی جو اس کا دار السلطنت

تھا) جس دن حضور ﷺ نے یہ فرمان فرمایا تھا وہ حمص ہے جو اُس وقت انکا دار السلطنت تھا:

(فتح الباری: ۱۲/۶۱)

اس وقت ۱۵ ہجری میں یزید پیدا بھی نہیں ہوا تھا بعض مورخین محدثین نے یزید بن معاویہ کو اوّل جیش کا امیر لکھا ہے یہ سہواً ہوا ہے کیونکہ وہ امیر یزید بن فضالہ بن عبید تھے یہاں یزید بن معاویہ کا نام راوی کی غلطی ہے:

حافظ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "عمران بن اسلم کہتے ہیں کہ حضرت ابو ایوب انصاری بھی ہمارے لشکر میں شامل تھے **و کنا بالقسطنطنیة وعلی اھل مصر عقبة بن عامر وعلی اھل الشام رجل یزید ابن فضالة ابن عبید**" اور ہم قسطنطنیہ میں تھے اہل مصر پر عقبہ بن عامر اور اہل شام پر یزید بن فضالہ بن عبید امیر تھے:

(تفسیر ابن کثیر: ۱/۲۱۷)

سنن ابو داؤد کی یہ روایت بھی ملاحظہ ہو:

[حدثنا احمد بن عمرو بن السرح نا ابن وھب نا حیوۃ بن شریح و ابن لھیه عن یزید بن ابی حبیب عن اسلم ابی عمران قال غزونا من المدینة یزید القسطنطنیة وعلی الجماعة عبد الرحمن بن خالد بن ولید]

ترجمہ: ابو عمران کا بیان ہے کہ ہم جہاد کرنے کیلیے مدینہ منورہ سے قسطنطنیہ کی طرف روانہ ہوئے اور سپہ سالار عبد الرحمن بن خالد بن ولید تھے:

(۱) سنن ابو داؤد مع احکام البانی ص ۴۴۱ باب فی قولہ عزوجل ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکہ: کتاب الجہاد رقم ۲۵۱۲ (صحیح)

(۲) سنن ابو داؤد مترجم ۲/۲۸۱ طبع لاہور

(۳) المستدرک حاکم ۲/۱۰۴ رقم ۸۹ ۴ طبع قاہرہ

(۴) جامع البیان فی تفسیر القرآن ۲/۱۱۸، ۱۱۹

(۵) احکام القرآن از جصاص ۱/۳۲۶

(۶) تفسیر ابن ابی حاتم رازی ۱/۳۳۰، ۳۳۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کے علاوہ ایک اور روایت بھی یہ اشارہ کرتی ہے کہ عبدالرحمن بن خالد بن ولید لشکر کے امیر تھے:

"حدثنا سعید بن منصور ثنا عبداللہ بن وھب قال اخبرنی عمر بن الحارث عن بکیر بن الاشج عن ابن الاشج عن ابن تفلی قال غزونا مع عبدالرحمن بن خالد بن الولید فاتی باربعۃ اعلاج من العدود فامرھم فقتلوا صبرا قال ابو داؤد قال لنا غیر سعید عن ابن وھب فی ھذا الحدیث قال بالنبل صبرا فبلغ ذالک ابا ایوب الانصاری قال سمعت رسول اللہ ﷺ ینھی عن قتل الصبر فوالذی نفسی بیدہ لو کانت دجاجۃ ماصبر تھا فبلغ ذالک عبدالرحمن ابن خالد بن الولید فاعتق اربع رقاب"

ترجمہ: بکیر بن اشج نے ابن تفلی سے سے روایت کی ہے کہ ہم نے عبدالرحمن بن خالد بن ولید کی معیت میں جہاد کیا تو دشمن کے چار قیدی لائے گئے جن کے متعلق آپ نے حکم دیا تو انھیں باندھ کر قتل کیا گیا امام ابو داؤد نے فرمایا کہ سعید کے علاوہ دوسروں نے ابن وھب کے واسطے سے یہ حدیث ہم سے بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ باندھ کر تیروں کے ساتھ جب یہ بات ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو انھوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ کو باندھ کر قتل کرنے سے منع فرماتے ہوئے سنا پس قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر مرغی بھی ہو تو اسے نہ باندھوں گا جب یہ بات عبدالرحمن بن خالد بن ولید کو پہنچی تو انھوں نے چار غلام آزاد کیے:

(۱) سنن ابو داؤد مترجم: ۲/ ۳۴۳	(۲) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۵/ ۳۹۸
(۳) مسند احمد: ۵/ ۴۲۳ برقم ۲۳۹۸۷	(۴) صحیح ابن حبان: ۸/ ۴۵۰
(۵) سنن سعید بن منصور: صفحہ ۶۶۷	(۶) شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳/ ۱۸۲
(۷) السنن الکبری بیہقی: ۹/ ۷۱	(۸) سنن دارمی ۲/ ۱۱۳ رقم ۱۹۷۴

بشارت والی حدیث اور محدثین:

بشارت والی حدیث کی شرح کرتے ہوئے محدثین کرام نے واضح اور دوٹوک الفاظ میں وضاحت فرمائی ہے کہ یزید قطعاً اس بشارت کا مصداق نہیں ہے اور مغفرت عموم سے بالکل خارج ہے مگر افسوس کہ اکثر غیر مقلدین

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء نے اس حدیث سے یہی باور کرایا ہے کہ یزید جنتی ہے اور اس پر مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جیسے ''رشید ابن رشید'' نامی کتاب پر ان دونوں مکاتب فکر کے علماء کی تصدیقات ہیں اسی طرح دیگر کئی کتب جو یزید کو امیر المومنین اور رحمۃ اللہ علیہ ثابت کرنے کیلیے لکھی گئی ہیں ان میں محدثین کی نامکمل عبارات لکھ کر لوگوں کو دھوکہ دیا گیا ہے محدثین کی تصریحات ملاحظہ فرمایئے:

''قوله قد اوجبوا فعلوا وجبت لهم به الجنة قوله مدينة قيصر اى ملك الروم قال قسطلانى كان اوّل من غزا مدينة قيصر يزيد ابن معاوية و جماعة من سادات الصحابة كابن عمر و ابن عباس و ابن الزبير و ابى ايوب انصارى و توفى بها ابو ايوب اثنتين و خمسين من الهجرة انتهى كذا قاله فى الخير البارى و فى الفتح قال المهلب فى هذا الحديث منقبة لمعاوية لانه اوّل من غزا البحر و منقبة لولده لانه من غزا مدينة قيصر و تعقبه ابن التين و ابن المنير بما حاصله انه لا يلزم من دخوله فى ذالك العموم ان لا يخرج بدليل خاص اذ لا يختلف اهل العلم ان قوله ﷺ مغفور لهم مشروط بأن تكونوا من اهل المغفرة حتى لو ارتد واحد ممن غزا ها بعد ذالك لم يدخل فى ذالك العموم اتفاقاً فدل على ان المراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة فيه منهم''

ترجمہ: ''قولہ قد اوجبوا'' ان کے لیے جنت واجب ہے مدینہ قیصر یعنی ملک روم قسطلانی فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے مدینہ قیصر پر یزید بن معاویہ نے جہاد کیا اس کیساتھ سادات صحابہ کی ایک جماعت تھی مثلاً حضرت ابن عمر، ابن عباس، ابن زبیر اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور آپ کا انتقال بھی ۵۲ ھجری میں وہیں پر ہوا خیر الباری اور فتح الباری میں ہے کہ مہلب نے کہا کہ اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے کیونکہ انھوں نے سب سے پہلے بحری لڑائی کی اور آپکے بیٹے (یزید) کی منقبت ہے کہ اس نے قسطنطنیہ میں جنگ کی ابن تین اور ابن منیر نے مہلب کا تعاقب کیا، اور انھوں نے کہا کہ اس عموم میں داخل ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ کسی دلیل خاص سے اس بشارت سے خارج نہ ہو سکے کیونکہ اہل علم کا اس میں ہرگز کوئی اختلاف نہیں کہ حضور ﷺ کا یہ فرمان اہلیت مغفرت کے ساتھ مشروط ہے حتیٰ کہ اگر ان (مجاہدین) میں سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کوئی مرتد ہو جائے تو وہ اس (بشارت) کے عموم سے ہرگز داخل نہیں ہوگا پس ثابت ہوا کہ مغفور لھم کی بشارت انھی کے لیے ہے جن میں شرط مغفرت پائی جائے گی۔ (بخاری شریف کی حدیث کا حاشیہ جلد اوّل صفحہ ۴۰)

علامہ قسطلانی نے بھی یہی کچھ لکھا اور مزید فرمایا کہ (یزید) بنو اُمیہ کی حمیت کی وجہ سے اس غزوہ پر گیا تھا:
(ارشاد الساری شرح بخاری: ۵/۱۲۵)

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تقریباً یہی بات لکھی ہے:
(فتح الباری شرح بخاری: ۱۲/۶۱)

علامہ بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں! "**وکان فی ذالک الجیش ابن عباس وابن عمر وابن زبیر وابو ایوب الانصاری قلت الاظھر وان ھؤلاء السادات من الصحابة کانوا مع سفیان ھذا فلم یکونوا مع یزید لانه لم یکن اھلاً ان یکون ھولاء السادات فی خدمته قال المھلب فی ھذا الحدیث منقبة لمعاویة کان اوّل من غزا البحر ومنقبة لولده یزید لانه اوّل من غزا مدینة قیصر قلت ای منقبة لیزید وحاله مشھور فان قلت قال ﷺ فی حق ھذا الجیش مغفور لھم قلت قیل لا یلزم من دخوله فی ذالک العموم ان لا یخرج بدلیل خاص اذلا یختلف اھل العلم ان قوله ﷺ مغفور لھم مشروط بان یکونوا من اھل المغفرة حتیٰ لو ارتد واحد ممن غزاھا بعد ذالک لم یدخل فی ذالک العموم فدل علی ان الامراد مغفور لمن وجد شرط المغفرة منھم**"

ترجمہ: اور اس لشکر میں ابن عباس، ابن عمر، ابن زبیر اور حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہم تھے میں یہ کہتا ہوں یہ سادات صحابہ حضرت سفیان بن عوف رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تھے نہ کہ یزید بن معاویہ کی سرکردگی میں کیونکہ یزید ہرگز اس قابل نہ تھا کہ سادات صحابہ اس کی سرکردگی میں ہوں مہلب نے کہا اس حدیث میں حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی منقبت ہے کہ انھوں نے سب سے پہلے جنگ لڑی اور انکے بیٹے یزید کی منقبت ہے کہ اس نے مدینہ قیصر پر حملہ کیا میں (علامہ عینی) کہتا ہوں اس میں یزید کی کونسی منقبت ہے جب کہ اس کا حال مشہور ہے، اگر تم کہو کہ رسول اللہ ﷺ نے اس لشکر کیلئے "مغفور لھم" فرمایا تو ہم کہتے ہیں کہ عموم میں داخل ہونے کا یہ مطلب تو نہیں کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وہ دلیل خاص سے خارج نہ ہوسکے، کیونکہ اس میں اھل علم کا کوئی اختلاف نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مغفور لھم مشروط ہے کہ وہ آدمی مغفرت کا اہل ہو حتیٰ کہ اگر غازیوں میں کوئی مرتد ہو جائے تو وہ اس عموم میں داخل نہیں رہتا پس ثابت ہوا کہ مغفرت اسی کیلیے ہے جو مغفرت کا اہل ہوگا:

(عمدۃ القاری شرح بخاری: ۱۲/۱۰ مطبوعہ مصر)

یزید بن معاویہ جس لشکر میں شامل تھا وہ ۵۲ ہجری میں قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا تھا جبکہ پہلا حملہ اس سے بہت پہلے ہو چکا تھا جیسا کہ پچھلے اوراق میں تفصیل ذکر کی گئی یزید والا لشکر ۵۲ ہجری میں حملہ آور ہوا تھا اس کی دلیل یہ ہے کہ اس لشکر میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ۵۲ ہجری میں ہوا:

۱) علامہ ابن کثیر دمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "**وذالك سنة ٥٢ه اثنتين وخمسين ومعهم ابو ايوب فمات هناك**" اسی سال ۵۲ ہجری میں ان کے ساتھ ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ بھی تھے اور آپکا انتقال بھی وہیں ہوا تھا: (البدائیہ والنہائیہ: ۸/۵۹)

۲) علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "**وکان ابو ایوب سنة ٥٢ هجری**"

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ۵۲ ہجری میں ہوا:

(تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۹)

۳) علامہ ابن اثیر نے ۵۲ ہجری کے حوادث میں حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات کا ذکر کیا ہے: (ابن اثیر: ۳/۴۹۲)

۴) یزید کے حامی محمود احمد عباسی نے بھی طبقات ابن سعد کے حوالے سے لکھا:

"**وتوفی ابو ایوب انصاری عام غزا یزید ابن معاویة القسطنطنیة خلافة ابیه سنة ٥٢ هجری۔۔۔**" (خلافت معاویہ ویزید صفحہ ۷۹)

۵) علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

"**وکانت غزوۃ یزید المذکورۃ فی سنة اثنتین وخمسین من الهجرۃ وفی تلك الغزوۃ مات ابو ایوب الانصاری فاوصی ان یدفن عند باب القسطنطنیة**"

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: اور یزید کا مذکورہ غزوہ ۵۲ھ میں ہوا، اسی غزوہ میں ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا، اور انھوں نے وصیت فرمائی کہ مجھے قسطنطنیہ کے دروازے کے پاس دفن کیا جائے: (فتح الباری: ۶/۱۰۳)

ان تمام حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ یزید کے لشکر میں شامل تھے اور وہ لشکر ۵۲ھ میں قسطنطنیہ پر حملہ آور ہوا اور اسی حملہ میں صحابی رسول حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی اور یہ قسطنطنیہ پر آخری حملہ تھا جبکہ مغفرت کی بشارت والی حدیث میں صراحت ہے کہ "پہلا لشکر جو ہوگا اس کی مغفرت ہوگی" دوسری طرف دیکھئے کہ یزید اس غزوہ میں شوق یا جوش جہاد سے نہیں گیا بلکہ مجاہدین کو پہنچنے والی تکالیف پر خوشی کا اظہار کرنے کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے جبراً بھیجا تھا علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں "۵۰ ہجری میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ایک بہت بڑا لشکر حضرت سفیان بن عوف کی قیادت میں بلاد روم پر حملہ کے لیے بھیجا اور اپنے بیٹے یزید کو بھی اس میں شریک ہونے کو کہا لیکن اس نے بڑی گرانی محسوس کی تو اسے آپ نے چھوڑ دیا پھر لوگوں کو یہ اطلاع ملی کہ اس لشکر کے مجاہدین سخت بھوک اور بیماری کا شکار ہوئے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو اطلاع ملی کہ یزید نے اس لشکر کا حال سن کر یہ اشعار پڑھے۔

مَا اِنْ اُبَالِیْ بِمَا لَاقَتْ جُمُوْدُ عُهُمْ ۔ بِالْغَذْ قَذُوْنَةِ مِنْ حُمّٰی وَمِنْ شُوْمٍ ۔ اِذَا اتَّکَأْتُ عَلَی الْاَنْمَاطِ مُرْتَفِقًا ۔ بِدَیْرِ مُرَّانَ عِنْدِیْ اُمُّ کُلْثُوْمٍ وَهِیَ امْرَاَتُهٗ بِنْتُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَامِرٍ فَحَلَفَ لَیَخْلِفَنَّ بِهِمْ فَسَارَ فِیْ جَمْعٍ کَثِیْرٍ۔

ترجمہ: مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ بخار اور بدقسمتی کی وجہ سے اس کھلے صحرا میں ان لشکروں پر کیا بیتی جبکہ میں نے دیر مران میں بلند ہو کر قالینوں پر تکیہ لگایا اور میرے پہلو میں اُم کلثوم موجود ہے یہ عبداللہ بن عامر کی بیٹی (اور یزید کی بیوی تھی) تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ یزید کو اس لشکر کے ساتھ بھیجیں گے چنانچہ جماعت کثیرہ کے ساتھ وہاں چلا گیا: (تاریخ ابن خلدون: ۳/۱۹،۲۰)

علامہ ابن اثیر نے بھی یہی بات لکھی ہے: (ابن اثیر: ۳/۴۵۸)

اگر بالفرض یزید کو بشارت والی حدیث کا مصداق مان لیا جائے تو اس حدیث کا مفاد صرف یہ ہے کہ یزید کے اس وقت تک جتنے گناہ تھے وہ بخش دیے گئے بعد میں یزید کے افعال قبیحہ نے اسے اس بشارت سے محروم کر دیا کیونکہ جہاد ایک عمل خیر ہے جس سے سابقہ گناہ معاف ہو جاتے ہیں، لیکن بعد والے معاف نہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوتے چنانچہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں ''حضور ﷺ کی اس حدیث پاک ''مغفور لھم'' سے بعض لوگوں نے یزید کی نجات پر استدلال کیا ہے کیونکہ وہ اس دوسرے لشکر میں شریک تھا، بلکہ اس کا افسر وسربراہ تھا جیسا کہ تاریخ گواہی دیتی ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ اس حدیث سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس غزوہ سے پہلے جو اس نے گناہ کیے وہ بخش دیئے گئے، کیونکہ جہاد کفارات میں سے ہے اور کفارات کی شان یہ ہے کہ وہ سابقہ گناہوں کے اثر کو زائل کرتا ہے بعد میں ہونے والے گناہوں کے اثر کو نہیں ہاں اگر اسی کے ساتھ یہ فرما دیا ہوتا کہ قیامت تک کے لیے اس کی بخشش کر دی گئی ہے تو بے شک یہ حدیث اس کی نجات پر دلالت کرتی اور جب یہ صورت نہیں تو نجات بھی ثابت نہیں، بلکہ اس صورت میں اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے سپرد ہے اور اس غزوہ کے بعد جن جن برائیوں کا وہ مرتکب ہوا ہے جیسے امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کروانا، مدینہ طیبہ کو تاخت وتاراج کرانا، شراب نوشی پر اصرار کرنا، ان سب گناہوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مرضی پر موقوف ہے چاہے تو معاف کرے چاہے تو عذاب دے جیسا کہ تمام گناہ گاروں کے حق میں یہ ہی طریقہ رائج ہے'' (شرح تراجم ابواب البخاری: صفحہ ۳۱،۳۲)

یہی مفہوم علامہ قسطلانی نے ''ارشاد الساری ۵ / ۱۲۵، اور علامہ بدر الدین عینی نے ''عمدۃ القاری ۱۲ / ۱۰'' میں فرمائی ہے:

غیر مقلدین کے حافظ زبیر علی زئی نے ماہنامہ ''الحدیث'' شمارہ ۶ صفحہ ۴ اور عبداللہ دامانوی نے ماہنامہ ''محدث'' جنوری ۲۰۱۰ء صفحہ ۴۸ میں اور مولانا ارشاد الحق نے بھی ماہنامہ ''محدث'' اگست ۱۹۹۹ء میں یہی مؤقف اپنایا ہے کہ یزید اس حدیث کا مصداق نہیں، اور نہ اس حدیث سے اس کی نجات ثابت ہے اللہ تعالیٰ کی ذات غفور الرحیم ہے وہ مالک یوم الدین ہے وہ اگر یزید کو بخشنا چاہے تو اُس کی مرضی لیکن قواعد شرعیہ کی رو سے عترت پیغمبر کے قاتل، مدینۃ الرسول کو تاخت وتاراج کرنے والے اور حرم کعبہ پر سنگ باری کے مجرم یزید کو جنتی کہنا بہت بڑی جہالت، سخت لادینیت ہے:

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ حق کو واضح پا کر قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۱۷)

{فرض نمازوں کے بعد دعا کا ثبوت}

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

اللہ رب العزت جلّا جلالہ کا ارشاد ہے:

"**فَاِذَا فَرَغۡتَ فَانۡصَبۡ وَاِلٰی رَبِّكَ فَارۡغَبۡ**" (الم نشرح آیت ۷)

ترجمہ: جب تم نماز سے فارغ ہوتو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو:

تفسیر: (۱) [**عن ابن عباس فاذا فرغت فانصب یقول فرغت مما فرض علیك من الصلوٰۃ فسئل وارغب الیہ وانصب لہ**]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب تم نماز سے فارغ ہو جاؤ جو اللہ تعالےٰ نے تم پر فرض کی ہے تو اللہ سے سوال کرو اور اسی کی طرف رغبت کرو اور اسی کیلئے کھڑے رہو:

(جامع البیان فی تفسیر القرآن: ۱۲/۱۵۱ جز:۳۰)

(۲) [**عن قتادۃ فاذا فرغت فانصب قال اذا فرغت من صلاتك فانصب فی الدعاء**]

ترجمہ: حضرت قتادہ فرماتے ہیں کہ جب تم اپنی نماز سے فارغ ہو جاؤ تو خشوع خضوع کے ساتھ دعا مانگو:

(تفسیر درمنثور: ۶/۳۶۵)

اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور مجاہد وضحاک وغیرہ سے بھی منقول ہے:

احادیث مبارکہ:

(۱) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

[**اِذَا فَرَغَ اَحَدُكُمۡ مِنۡ صَلَاتِہٖ فَلۡيَدۡعُ۔۔۔الخ**]

ترجمہ: کہ جب تم میں سے کوئی نماز سے فارغ ہوتو دعا کرے

(۱) سنن الکبریٰ بیہقی ۲/۱۵۴ (۲) کنز العمال: ۲/۱۰۱ رقم ۳۳۳۰

(۳) صحیح جامع الصغیر: ۱/۱۸۱ رقم ۷۰۲

(۲)[عَنْ أَبِيْ أُمَامَةَ قَالَ قِيْلَ لِرَسُوْلِ اللهِ ﷺ أَيُّ الدُّعَاءِ أَسْمَعُ؛ قَالَ جَوْفُ اللَّيْلِ الْآخِرُ وَدُبُرُ الصَّلَوٰةِ الْمَكْتُوْبَاتِ]

ترجمہ: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ بارگاہ رسالت ﷺ میں عرض کیا گیا اے اللہ کے رسول ﷺ کون سی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا رات کے پچھلے حصہ اور فرض نمازوں کے بعد کی دعا:

(۱) جامع ترمذی: ۵/۵۲۶ رقم ۳۴۹۹ طبع بیروت (۲) سنن الکبریٰ للنسائی: ۶/۳۲ رقم ۹۹۳۶

(۳)[عَنْ ثَوْبَانٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا انْصَرَفَ مِنْ صَلٰوتِهٖ اسْتَغْفَرَ ثَلَاثًا وَقَالَ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ]

ترجمہ: حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہونے کے بعد تین بار استغفار کہتے اور فرماتے اللھم انت السلام ومنک السلام تبارکت یاذاالجلال والاکرام

(۱) صحیح مسلم: ۲/۹۴ رقم ۱۳۶۲ (۲) سنن نسائی: ۳/۶۸ رقم ۱۳۳۷

(۳) سنن ابن ماجہ: ۲/۸۸ رقم ۹۲۸

(۴)[عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا سَلَّمَ لَمْ يَقْعُدْ إِلَّا مِقْدَارَ مَا يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَاالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ]

(۱) صحیح مسلم: ۲/۹۵ رقم ۱۳۶۳ (۲) سنن ابوداود: ۱/۵۵۹ رقم ۱۵۱۴

(۳) سنن ترمذی: ۲/۹۵ رقم ۲۹۸

(۵)[عَنْ مُسْلِمِ بْنِ أَبِيْ بَكْرَةَ قَالَ: كَانَ أَبِيْ يَقُوْلُ فِيْ دُبُرِ الصَّلَاةِ: اَللّٰهُمَّ إِنِّيْ أَعُوْذُبِكَ مِنَ الْكُفْرِ وَ الْفَقْرِ، وَ عَذَابِ الْقَبْرِ، فَكُنْتُ أَقُوْلُهُنَّ. فَقَالَ أَبِيْ أَيْ بُنَيَّ، عَمَّنْ أَخَذْتَ هٰذَا، قُلْتُ عَنْكَ، قَالَ إِنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ يَقُوْلُهُنَّ فِيْ دُبُرِ الصَّلَاةِ]

ترجمہ: مسلم ابی بکرہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ہر نماز کے بعد دعا کرتے تھے اے اللہ میں کفر اور فقر اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عذاب قبر سے تیری پناہ میں آتا ہوں میں بھی یہ دعا کرنے لگا میرے والد کہا اے بیٹے یہ دعا کہاں سے حاصل کی میں نے کہا آپ سے انھوں نے کہا رسول اللہ ﷺ نماز کے بعد یہ دعا کرتے تھے

(۱) سنن نسائی: ۳/ ۸۳ رقم ۱۳۴۷ (۲) صحیح ابن خزیمہ: ۱/ ۳۶۷ رقم ۷۴۷

اس مسئلہ پر غیر مقلدین کے شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی نے فتاوی نذیریہ ۱/ ۵۶۴ تا ۵۶۶ پر احادیث سے فرض نمازوں کے بعد دعا کا ثبوت دیا ہے اسی طرح علماء دیوبند میں سے شیخ الحدیث فیض احمد ملتانی نے اپنی کتاب "نماز مدلل صفحہ ۱۶۵ تا ۱۶۸ پر نماز کے بعد دعا کا ثبوت دیا ہے غیر مقلدین اور دیوبندی حضرات وہیں ملاحظہ کر سکتے ہیں:

(۶) [عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ عَبْدِاللهِ عَنْ اَبِيْهِ قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَلْفَجْرَ فَلَمَّا سَلَّمَ اِنْحَرَفَ وَرَفَعَ يَدَيْهِ وَدُعَاءَ]

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ صبح کی نماز پڑھی جب آپ ﷺ نے سلام پھیرا پس دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی

(۱) زجاجۃ المصابیح: ۲/ ۵۶ مترجم، رقم الحدیث ۱۳۲۲

(۲) عمل الیوم واللیلۃ لابن السنی: ۱/ ۲۶۲، رقم ۷ ۳ میں بھی اسی طرح کا مفہوم منقول ہے

(۳) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/ ۳۰۲ رقم ۳۱۱۰

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح الباری: ۱۱/ ۱۱۳، ۱۱۹، ۱۲۱ پر اس مسئلہ کی خوب وضاحت کی اور علامہ عبدالرحمان مبارک پوری نے "تحفۃ الاحوذی شرح ترمذی: ۱/ ۲۴۵، ۲۴۶ پر نماز کے بعد دعا کے دلائل دیے ہیں:

(۷) ایک اور روایت ملاحظہ ہو حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کی مرفوع روایت ہے:

[قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيْمٌ يَسْتَحْيِيْ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارا رب. بہت با حیا ہے جب بندہ ہاتھ اٹھا کر دعا کرتا اللہ اپنے بندے سے حیاء کرتا ہے کہ اس کے ہاتھوں کو خالی ہاتھ اٹھائے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱)سنن ابو داود: ۱/ ۵۵۳ رقم ۱۴۹۰ (۲)سنن ترمذی: ۵/ ۵۵۶ رقم ۳۵۵۶

(۳)مسند البزار: ۶/ ۴۷۸

امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری ۲/ ۹۳۷ میں مستقل باب قائم کیا ہے

"بَابُ الدُّعَاءِ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ" (نماز کے بعد دعاء کا باب)

اس کی شرح میں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس عنوان سے امام بخاری کا مقصد ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو نماز کے بعد دعاء کی مشروعیت کے قائل نہیں، لکھتے ہیں "وَفِیْ ھٰذِہِ التَّرْجَمَۃِ رَدٌّ عَلٰی مَنْ زَعَمَ اَنَّ الدُّعَاءَ بَعْدَ الصَّلٰوۃِ لَا یُشْرَعُ" (فتح الباری: ۱۱/ ۱۳۳ طبع بیروت)

امام نووی "المجموع شرح المہذب: ۳/ ۴۸۸" میں لکھتے ہیں

"قَدْ ذَکَرْنَا اِسْتِحْبَابَ الذِّکْرِ وَالدُّعَاءِ لِلْاِمَامِ وَالْمَامُوْمِ وَالْمُنْفَرِدِ وَھُوَ مُسْتَحَبٌّ عَقْبَ کُلِّ الصَّلٰوتِ بِلَا خِلَافٍ"

ترجمہ: ہم نے امام اور مقتدی اور منفرد کیلئے دعاء و ذکر کا استحباب ذکر کیا ہے اور وہ بالاتفاق تمام نمازوں کے بعد مستحب ہے:

اللہ تعالٰی حق واضح ہونے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے:

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۱۸)

❁ قرآن وسنت کی روشنی میں عقیدہ ختم نبوت ❁

الحمد للہ رب العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین اما بعد۔

حضرت **محمد** ﷺ آخری نبی ہیں اس میں کسی ایمان والے کو کوئی شک نہیں اور جو کوئی شک کرے اس کے بے ایمان ہونے میں شک نہیں عقیدہ ختم نبوت کے مفہوم کے قطعی اور حضور ﷺ کے بعد نبوت و رسالت کے کلی انقطاع پر اکابرین اس حد تک ایمان ویقین سے سرشار اور اس میں رخنہ اندازی سے بے زار ہیں کہ انھوں نے برملا اعلان کر دیا کہ اگر کوئی شخص کسی مدعی نبوت سے اس کے دعویٰ پر دلیل یا نبوت کا معجزہ طلب کرتا ہے تو اسکا یہ فعل بھی اسے ایمان سے محروم کرنے اور کفر کا مرتکب ثابت کرنے کے لیے کافی ہے اور یہ اس لیے کہ دلیل یا معجزہ طلب کر کے اس نے اس امکان کو تسلیم کر ہی لیا کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی شخص نبی بن سکتا ہے لہذا کسی ایمان والے سے یہ توقع نہیں ہے مگر یہ تحریر اس لیے ہے کہ گمراہ لوگوں خصوصاً ہمارے ملک پاکستان میں قادیانیوں کی طرف سے گمراہ کن لٹریچر شائع ہوتا رہتا ہے بلکہ سکولوں میں ٹیچر ہیں اور اپنے شاگردوں کو وسوسوں میں مبتلا کرتے ہیں یہ تحریر انھی وسوسوں کو دور کرنے کے لیے ہے پہلے قرآن کریم سے حضور ﷺ کا آخری نبی ہونا ملاحظہ فرمائیں

”قرآن کریم اور خاتم النبیین“

آیت نمبر ا:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین (پارہ ۲۲ احزاب آیت ۴۰ ع ۲)

خاتم کے معنی: علامہ راغب اصفہانی لکھتے ہیں!

(وخاتم النبیین) لانہ ختم النبوۃ ای تممہابمجیہ۔

آپ خاتم النبیین اس لیے ہیں کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا (المفردات ص ۱۴۳ مطبوعہ ایران)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۲)علامہ ابن منظور افریقی لکھتے ہیں:

[وختام القوم وخاتمهم وآخرهم عن اللحياني محمد ﷺ خاتم الانبياء عليه و عليهم الصلاة والسلام۔التهذيب والخاتم والخاتم من اسماء النبي ﷺ و في التنزيل العزيز۔ماكان محمد ابا احد من رجالكم و لكن رسول الله و خاتم النبين۔اى آخرهم وقد قرئ وخاتم انما حمله على القراة المشهورة نكسر من اسماء العاقب ايضا ومضاه آخر الانبياء]

ختام القوم،خاتم القوم،اور خاتم القوم کا معنی ہے،آخر القوم،لحیانی سے منقول ہے کہ محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں،تھذیب میں خاتَم اور خاتِم دونوں نبی ﷺ کے اسماء ہیں قرآن مجید میں ہے **ماکان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول الله وخاتم النبین**،'خاتَم اور خاتِم قرآن مجید کی دو قرآتیں ہیں اور خاتَم کی قرأت خاتِم پر محمول ہے دونوں کا معنی ہے آخر النبیین آپ کے اسماء میں سے عاقب بھی ہے اور اسکا معنی ہے آخر الانبیاء'' (لسان العرب ج ۲ ص ۱۰ مطبوعہ ایران)

۳)علامہ سید زبیدی لکھتے ہیں:

''والخاتم من كل شئ عاقبة وآخرة كخاتمته والخاتم آخر القوم كالخاتم و منه قوله تعالىٰ وخاتم النبيين اى آخرهم''

ہر چیز کا خاتم اس کے بعد آنے والا اور اسکا آخر ہے جیسا کہ خاتمہ اخیر میں ہوتا ہے اور خاتَم خاتِم کی طرح قوم کے آخری شخص کو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کا قول خاتم النبیین اس معنی میں ہے''

(تاج العروس ج ۸ ص ۲۶۷ مطبوعہ مصر)

۴)مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَآ أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا (الاحزاب ۴۰)

محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو جاننے والا ہے۔یہ آیت بھی صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رسول دنیا میں نہیں آئے گا

(نوٹ: اصل کتاب میں آیت ۴۱ ہی لکھا ہے)

(ازالہ اوہام ص ۴۳۱، روحانی خزائن نمبر ۳ ص ۴۳۱ مرزا قادیانی)

دوسری جگہ مرزا لکھتا ہے!

"ما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین"

یعنی محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں کسی کے باپ نہیں ہاں وہ اللہ کے رسول اور نبیوں کو ختم کرنے والے ہیں کیا تو نہیں جانتا کہ فضل اور رحم کرنے والے رب نے ہمارے نبی ﷺ کا نام بغیر کسی استثناء خاتم رکھا اور آنحضرت ﷺ نے لانبی بعدی سے طالبوں کے لیے بیان واضح سے اسکی تفسیر کی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں اور اگر ہم آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کے ظہور کو جائز قرار دیں تو ہم وحی نبوت کے دروازہ کے بند ہونے کے بعد اس کا کھلنا جائز قرار دیں گے جو بالبداہت باطل ہے جیسا کہ مسلمانوں پر مخفی نہیں اور ہمارے رسولؐ کے بعد کوئی نبی آ کیسے سکتا ہے جبکہ آپکی وفات کے بعد وحی منقطع ہوگئی ہے اور اللہ نے آپؐ کے ذریعہ نبیوں کا سلسلہ ختم کر دیا

(حمامۃ البشریٰ ص ۸۱ تا ۸۴ طبعۃ الاولیٰ ۱۳۱۱ھ مندرجہ روحانی خزائن نمبر ۷ ص ۲۰۰ تا ۲۰۱ از مرزا غلام احمد قادیانی)

آیت نمبر ۲:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور ہم نے آپ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا (پارہ ۱۷ سورۃ الانبیاء آیت ۱۰۷)

اس آیت میں بھی واضح ہے کہ حضور ﷺ سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں لہذا اگر کوئی اور نبی بن کر آنے کا امکان ہوتا تو وہ اپنی امت یا قوم کے لیے رحمت ہوتا مگر اس آیت مقدسہ نے ان سارے احتمالوں کو ختم کر دیا لہذا آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہیں

آیت نمبر ۳:

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا۔ بہت برکت والا ہے جس نے اتارا قرآن اپنے بندہ خاص پر تاکہ تمام جہانوں کو ڈرسنانے والا ہو (پارہ ۱۸ سورۃ الفرقان آیت ۱ ع ۱۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس آیت نے بھی ہمیں بتایا کہ آپ کے بعد کوئی ڈرسنانے والا نہیں آئے گا ورنہ آپ کو سارے جہانوں کا ڈرسنانے والا بنانے کا مقصد فوت ہو جاتا ہے لہذا آپ ہی آخری نبی یعنی ڈرسنانے والے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں

آیت نمبر ۴:

لَا يَسْتَوِي مِنْكُمْ مَّنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقَاتَلَ اُولٰٓئِكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً مِّنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا۔

تم میں سے وہ شخص جس نے فتح مکہ سے پہلے خرچ کیا اور لڑائی کی برابر نہیں یہ لوگ بڑے ہیں درجوں میں ان لوگوں سے جنھوں نے اس کے بعد خرچ کیا اور لڑائی کی۔ (پارہ ۲۷ سورۃ الحدید آیت ۱۰ ع ۱۷)

غیر نبی کسی نبی سے درجے میں بڑا نہیں ہوتا اگر کوئی نبی آنا ہوتا تو فتح مکہ سے پہلے صحابہ کرام جو غیر نبی ہیں اللہ تعالیٰ انکا درجہ بڑا نہ کرتا یہ آیت بھی بتاتی ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں بلکہ آپ ہی آخری نبی ہیں

آیت نمبر ۵:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

آج میں نے تمہارے لیے دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔ (پارہ ۶ سورۃ مائدہ آیت ۳ ع ۵)

دین اسلام کا کامل ہونا اور نعمت الٰہی کا پورا ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ اب نبیوں کے آنے کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے کیونکہ اگر نزول قرآن کے مکمل ہونے کے بعد بھی نبوت جاری رہے اور وحی نازل ہوتی رہے تو پھر نعمت الٰہی کا سلسلہ جاری رہے گا اور یہ آیت اس کے خلاف ہے لہذا حضور ﷺ ہی آخری نبی ہیں

آیت نمبر ۶:

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

جو لوگ اس (وحی) پر ایمان لاتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی اور جو آپ سے پہلے نازل کی گئی اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں (پارہ ۱ سورۃ البقرۃ آیت ۵-۴)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ان آیات سے معلوم ہوا کہ صرف انبیاء سابقین اور نبی ﷺ کی طرف نازل ہونے والی وحی پر ایمان لانا ضروری ہے اور اسی پر اخروی فلاح ہے اگر نبی ﷺ کے بعد بھی کوئی نبی ہوتا تو اللہ رب العزت اس پر ایمان لانے کا اور وحی نازل کرنے کا ذکر فرماتا لہٰذا حضور ﷺ ہی آخری نبی ہیں

آیت نمبر ۷:

يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ	اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور انکی جو امر والے ہوں (پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۵۹ ع ۵)

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کے بعد اولی الامر (یعنی صاحبان امر علماء یا حکام) کی اطاعت کا حکم دیا ہے اگر آپ کے بعد کسی نبی کا آنا ممکن ہوتا تو اولی الامر سے پہلے اس نبی کی پیروی کا حکم دیا جاتا لہٰذا اور کوئی نبی نہیں آئے گا

آیت نمبر ۸:

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا	اور جو شخص سیدھا راستہ روشن ہونے کے بعد رسول کی مخالفت کرے اور مسلمانوں کی راہ کے خلاف چلے تو وہ جس طرف پھرے ہم اس کو اسی طرف پھیر دیں گے اور اس کو جہنم میں پہنچائیں گے اور کیا ہی برا ٹھکانہ ہے (پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۱۱۵ ع ۱۴)

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کے بعد سبیل المومنین (اجماع امت) کی پیروی کا حکم دیا اور اگر حضور ﷺ کے بعد کوئی نبی ہوتا تو اجماع امت سے پہلے اس کی پیروی کا حکم ہوتا لہٰذا آپ کے بعد کوئی نبی نہیں

آیت نمبر ۹:

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا ِۨالَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ	آپ فرما دیجیے کہ اے لوگو! بے شک میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں (پارہ ۹ سورۃ الاعراف آیت ۱۵۸، ع ۱۰)

اس آیت سے بھی وجہ استدلال یہ ہی ہے کہ اگر آپ کے بعد کسی اور نبی کا آنا جائز ہو تو پھر آپ تمام لوگوں کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رسول نہ ہوئے کیونکہ بعض لوگوں کا رسول کوئی اور ہے اور یہ آیت اس کے خلاف ہے لہذا نبی کریم ﷺ ہی آخری نبی ہیں اور بہت آیات پیش کی جا سکتی ہیں ادنی سی سمجھ والا آدمی بھی ان آیات کے ہوتے کسی اور نبی کے آنے کا تصور نہیں کر سکتا

اب احادیث مقدسہ سے حضور ﷺ کا آخری نبی ہونا بیان کیا جاتا ہے

حدیث نمبر ا:

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت فرماتے ہیں کہ!

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا بنی اسرائیل کے انبیاء ان کا سیاسی نظام چلاتے تھے جب بھی کوئی نبی فوت ہوتا تو دوسرا نبی اسکا خلیفہ ہو جاتا اور بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں''

(ا) بخاری شریف ج ا ص ۴۹۱ مطبوعہ کراچی (۲) مسلم شریف ج ۲ ص ۱۲۶

(۲) مسند احمد: ۲/ ۲۹۷

حدیث نمبر ۲:

''حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ غزوہ تبوک میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب کو اپنے پیچھے چھوڑ دیا حضرت علی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ رہے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تم میرے لیے ایسے ہو جیسے حضرت موسیٰ کے لیے ہارون تھے البتہ میرے بعد کوئی نبی نہیں''

(ا) صحیح مسلم: ۲/ ۲۷۸ (۲) صحیح بخاری: ۲/ ۶۳۳

(۳) جامع ترمذی ص ۵۳۴، ۵۳۵ طبع کراچی (۴) سنن ابن ماجہ ص ۱۲

(۵) مسند احمد ج ا ص ۱۸۳، ۱۸۲، ۱۷۷

حدیث نمبر ۳: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ!

''اسماعیل بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابن ابی اوفی سے پوچھا کیا آپ نے نبی ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کو دیکھا۔ انھوں نے کہا وہ بچپن میں فوت ہو گئے اگر آپکے بعد کسی نبی کا مقدر ہوتا تو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

آپ کے صاحبزادے زندہ رہتے لیکن آپ کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا''

(صحیح بخاری ج ۲ ص ۹۱۴ مطبوعہ کراچی)

حدیث نمبر ۴:

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ!

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری مثال اور انبیاء (سابقین) کی مثال ایسی ہے جیسے کسی نے ایک گھر بنایا اور اس کو مکمل اور کامل کیا مگر ایک اینٹ کی جگہ رہ گئی لوگ اس گھر میں داخل ہوتے اور اس گھر کو دیکھ کر خوش ہوتے اور کہتے کہ ایک اینٹ کیوں نہ رکھی گئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اس اینٹ کی جگہ آیا ہوں اور میں نے انبیاء (کی آمد) کو ختم کر دیا (ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ فرمایا میں ہی وہ اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں اور اسی طرح ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے بھی روایت ہے''

(صحیح مسلم باب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا بیان رقم الحدیث ۵۸۴۶،۵۸۴۵،۵۸۴۴ مطبوعہ لاہور)

حدیث نمبر ۵:

''امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ!

[حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! میرے بعد رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی ہے پس میرے بعد کوئی رسول مبعوث ہوگا نہ نبی]

(۱) جامع ترمذی ص ۳۳۱ طبع کراچی

(۲) مسند احمد ج ۳ ص ۲۶۸ رقم الحدیث ۱۳۸۶۰، صحیح الحاکم ۴/ ۳۹۱ وقال الترمذی حسن وقال البانی صحیح الاسناد

(۳) سنن الترمذی: رقم ۲۲۷۲،

(۴) المستدرک حاکم: ۴/ ۳۹۱

(۵) المصنف ابن ابی شیبہ: ج ۱۱ ص ۵۳ مطبوعہ کراچی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حدیث نمبر ٦:

علامہ ہیثمی بیان کرتے ہیں کہ!

''حضرت ابوالطفیل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد نبوت نہیں ہے البتہ سچے خواب دکھائے جائیں گے اس حدیث کو امام احمد اور امام طبرانی نے روایت کیا اور اسکے راوی ثقہ ہیں''

(مجمع الزوائد ج ۷ ص ۱۷۳)

حدیث نمبر ۷:

[حضرت حذیفہ بن سید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! نبوت رخصت ہوگئی اب میرے بعد نبوت نہیں ہے البتہ سچے خواب ہیں (اس حدیث کو امام طبرانی اور امام بزاز نے روایت کیا ہے اور امام طبرانی کے راوی ثقہ ہیں] (مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۷۳، صحیح ابن حبان ج ۸ ص ۱۲۶ مطبوعہ بیروت)

حدیث نمبر ۸:

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ!

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک میری امت کے قبائل مشرکین کے ساتھ لاحق نہ ہوں اور جب تک بتوں کی عبادت نہ کی جائے اس وقت تک قیامت قائم نہ ہوگی اور عنقریب میری امت میں تیس کذاب ہوں گے جن میں سے ہر ایک نبوت کا دعوی کرے گا حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ حدیث صحیح ہے]

(۱) جامع ترمذی ص ۳۲۳ طبع کراچی (۲) سنن ابوداؤد: ۲/ ۲۲۸ طبع لاہور

(۳) مسند احمد: ۵/ ۲۷۸ رقم الحدیث ۲۲۷۵۶ (۴) دلائل النبوت: ج ۶ ص ۴۸۰

حدیث نمبر ۹:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں!

[حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوداع ہونے والے شخص کی طرح تشریف لائے اور آپ نے تین بار فرمایا میں محمد نبی امی ہوں میرے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بعد کوئی نبی نہ ہوگا]   (مسند احمد ج ۲ ص ۲۱۲، ۲۱۷ رقم الحدیث ۶۹۸۱، ۷۰۶۶ طبع بیروت)

حدیث نمبر ۱۰:

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں!

[جب مجھے آسمان کی سیر کرائی گئی۔ تو مجھے میرے رب نے اپنے قرب سے نوازا حتیٰ کہ میرے اور ان (اللہ تعالیٰ) کے مابین دو کمانوں یا اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا اس وقت (اللہ تعالیٰ) مجھ سے مخاطب ہوئے اور فرمایا! یا حبیبی! یا محمد! اے میرے محبوب محمد، میں نے جواب دیا۔ لبیک یا رب، میرے رب حاضر ہوں، آپ کے حضور! **قال هل غمك ان جعلتك آخر النبيين**؟ اس بات نے آپکو غمزدہ تو نہیں کیا کہ آپ ﷺ کو آخری نبی بنا دیا گیا۔ قلت۔ یا رب لا، میں نے عرض کیا میرے رب اس فیصلے نے مجھے پریشان نہیں کیا **قال !حبيبي هل غمك امتك ان جعلتهم آخر الامم**؟ فرمایا! کیا آپ کو اس بات نے مبتلائے غم تو نہیں کیا کہ میں نے انھیں آخری امت بنایا ہے]   (کنز العمال: ۱۱/۴۴۹ رقم ۳۲۱۱۱)

الحمد للہ ہم نے قرآن وسنت کی روشنی میں دلائل سے ثابت کیا کہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ ہی آخری نبی ہیں آخر میں منکرین ختم نبوت کے دلائل جو وہ اپنے زعم میں قرآن وسنت سے پیش کرتے ہیں انکا رد ملاحظہ فرمائیے تاکہ ذہنوں میں شک وشبہ نہ رہے، پہلے قرآنی استدلال:

قرآن سے منکرین ختم نبوت کے استدلال کا جواب

آیت نمبر ۱:

اللہ تعالیٰ قرآن میں ارشاد فرماتا ہے!" { **وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ** }" ہر قوم کا ایک ہدایت والا ہے (سورۃ رعد آیت ۷) اس آیت کی رو سے ہندوستان کی قوم کے لیے بھی ایک ھادی ہونا چاہیے، اور وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے:

جواب: سب سے پہلے قومیت کی بنیاد علاقہ، زبان نہیں ہے اور پھر اس آیت میں ھادی عام ہے کہ وہ رسول یا نبی ہو یا عالم دین اور اسکے بعد یہ کہاں سے لازم آگیا کہ اگر ہندوستان کے لیے کوئی ھادی ہو تو وہ مرزا قادیانی ہی ہے اور صحیح جواب یہ ہے کہ یہ استدلال ہی غلط اور قرآنی مفہوم کے خلاف ہے پوری آیت پڑھیے اور ان کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

استدلال دیکھیے آیت اس طرح ہے

{ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّنْ رَّبِّهِ إِنَّمَا أَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ }

ترجمہ: اور کافر کہتے ہیں کہ ان (نبی ﷺ) پر انکے رب کی طرف سے کوئی آیت کیوں نہ نازل ہوئی (یہ آپکا کام نہیں آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں اور ہر قوم کو ہدایت دینے والے ہیں) (سورۃ رعد آیت ۷ پارہ ۱۳ ع ۷) پوری آیت سے معلوم ہوا کہ قادیانیوں کا استدلال سوائے دھوکہ کے اور کچھ نہیں

آیت نمبر ۲:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

ترجمہ: بے شک اس سے پہلے تمہارے پاس یوسف کھلی نشانیاں لے کر آئے اور جو وہ تمہارے پاس لے کر آئے تم اس میں ہمیشہ شک کرتے رہے یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئے تو تم نے کہا اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ ہرگز کوئی رسول نہیں بھیجے گا (سورۃ مومن آیت ۳۴) منکرین ختم نبوت کہتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ رسول کے نہ آنے اور ختم نبوت کا عقیدہ کفار کا ہے لہذا یہ عقیدہ درست نہیں جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کے بعد نبی آتے رہے اسی طرح اب بھی نبی آئیں گے

جواب: یہ استدلال درست نہیں اس لیے کہ کفار کا عقیدہ بلا دلیل تھا اور ہمارا عقیدہ قرآن اور فرمان رسول ﷺ کی وجہ سے ہے جو آپ نے پہلے ملاحظہ فرمایا

آیت نمبر ۳:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

ترجمہ: اللہ چن لیتا ہے فرشتوں میں سے اور انسانوں میں سے (سورۃ حج آیت ۷۵) منکرین ختم نبوت کہتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت جاریہ ہے کہ وہ رسول بھیجتا رہتا ہے لہذا قیامت تک رسول آتے رہیں گے

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ کسی عبارت سے ایک عام قاعدہ ذکر کیا جاتا ہے اور پھر دوسری دلیل سے اسکی تخصیص بیان کر دی جاتی ہے مثلاً اللہ تعالیٰ نے انسان کی خلقت کا قاعدہ بیان کیا (سورۃ نحل آیت ۴) انسان کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نطفہ سے پیدا کیا گیا لیکن دوسری دلیل سے حضرت آدم علیہ السلام کی تخصیص فرمادی کہ انکو مٹی سے پیدا کیا گیا حضرت حوا کی تخصیص کی انکو حضرت آدم علیہ السلام کے نفس (جسم) سے پیدا کیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی بغیر باپ کے پیدا کیا اسی طرح اللہ تعالیٰ کی سنت جاریہ ہے کہ اس نے حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر نبی ﷺ تک نبی اور رسول بھیجے۔ پھر ختم نبوت کی آیت بھیج کر اس سلسلہ کو منقطع کر دیا خلاصہ یہ کہ اس عام عبارت کی ختم نبوت کی آیت نے تخصیص کر دی

آیت نمبر ۴:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے!

ترجمہ: جولوگ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کریں گے وہ اللہ کے انعام یافتہ لوگوں کے ساتھ ہونگے جو انبیاء صدیقین شہداء اور صالحین ہیں اور یہ کیا ہی اچھے رفیق ہیں (سورۃ النساء آیت ۶۹)

منکرین کہتے ہیں کہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت سے صالح، شہید، صدیق اور نبی بن جاتے ہیں لہذا جس طرح قیامت تک صالح، شہید، صدیق بنتے رہیں گے۔ اسی طرح نبی بھی بنتے رہیں گے

جواب: اسکا جواب یہ ہے کہ اس آیت میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا معنی بنتا ہو اس آیت میں لفظ "مع" ہے اسکا معنی معیت اور ساتھ ہوتا ہے اور پھر آخر میں "حَسُنَ اُولٰٓئِکَ رَفِیْقًا" مذکور ہے جو اس معنی کو اور واضح کر دیتا ہے حالانکہ اس آیت میں یہ بتایا گیا ہے جو لوگ دنیا میں اللہ اور اسکے رسول کی اطاعت کریں گے آخرت میں انکی جزا یہ ہوگی کہ وہ نبیوں، صدیقوں، شہیدوں، اور صالحین کے ساتھ اور رفاقت میں ہونگے نہ کہ وہ نبی بن جائیں گے

❁ احادیث سے دلائل کے جوابات ❁

حدیث نمبر ا:

ختم نبوت کے منکرین مسلم شریف کی ایک روایت پیش کرتے ہیں کہ امام مسلم روایت کرتے ہیں! رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! میں آخر الانبیاء ہوں اور میری مسجد آخر المساجد ہے

(صحیح مسلم ج ا ص ۴۴۶ مطبوعہ کراچی)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اگر حضور ﷺ کی مسجد آخر المساجد ہونے کے باوجود دوسری مساجد بن سکتی ہیں تو آپکے آخر الانبیاء ہونے کے باوجود دوسرے نبی کے آنے میں کیا حرج ہے؟

جواب: اسکا جواب یہ ہے کہ آپکی مسجد آخری مسجد نبوی ہے اس مسجد کے بعد اور مساجد تو بنیں گی مگر مسجد نبوی کوئی نہیں ہوگی نہ آپکے بعد کوئی نبی بن کر آئے گا اور نہ اسکی طرف منسوب مسجد نبوی ہوگی اس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے امام بزاز اپنی سند سے لکھتے ہیں!

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا! میں خاتم الانبیاء ہوں اور میری مسجد خاتم المساجد ہے (کشف الاستار عن زوائد البزار ج ۲ ص ۵۶ مطبوعہ بیروت)

حدیث نمبر ۲:

امام ابن ماجہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ "حضرت ابن عباس روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابراہیم حضور ﷺ کے صاحبزادے فوت ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے انکی نماز جنازہ پڑھی اور فرمایا انکے لیے جنت میں دودھ پلانے والی ہے اور اگر ابراہیم زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے"

(سنن ابن ماجہ ص ۱۰۸ مطبوعہ کراچی)

منکرین ختم نبوت اس سے استدلال کرتے ہیں کہ آپ کا یہ ارشاد فرمانا کہ "اگر ابراہیم زندہ رہتے تو سچے نبی ہوتے" یہ ظاہر کرتا ہے کہ آپکے بعد نبی کا آنا ممکن ہے جیسے کوئی کہے کہ فلاں کا بیٹا زندہ ہوتا تو ڈاکٹر بن جاتا

جواب: منکرین کا یہ استدلال درست نہیں اس لیے کہ مثال کے طور پر کوئی یہ کہے کہ فلاں اگر اللہ کا بیٹا ہوتا تو اسکا عبادت گزار ہوتا یعنی اگر اللہ کے بیٹا ہوگا تو اسکو لازم ہے کہ سب سے پہلے عبادت کرے لیکن چونکہ وہ اسکا پہلا عبادت گزار نہیں ہے لہذا اللہ کا بیٹا بھی ممکن نہیں اسی قیاس پر ابراہیم کا زندہ رہنا اسکے سچے نبی ہونے کو مستلزم ہے لیکن چونکہ آپکے بعد سچا نبی ہونا محال ہے اس لیے ابراہیم کو زندہ نہیں رکھا گیا لہذا کوئی دوسرا سچا نبی کیسے ہو سکتا ہے

حدیث نمبر ۳:

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ!

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

”حضرت ابوھریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قریب ہے تم میں ابن مریم کا نزول ہوگا درآں حال کہ وہ نیک حاکم ہونگے صلیب توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے اور اسقدر مال بہائیں گے کہ اس کو کوئی شخص قبول نہیں کرے گا (صحیح بخاری: ۱/۴۹ طبع کراچی)

منکرین ختم نبوت یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو نبی ہیں انکا نزول کیسے ہوگا؟

جواب: اسکا جواب یہ ہے کہ حضور ﷺ کے بعد کوئی اور نیا نبی مبعوث نہیں ہوگا یا پیدا نہیں ہوگا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور بعثت پہلے ہو چکی ہے انکا صرف نزول ہوگا اور وہ نبی کی حیثیت سے نہیں بلکہ حضور ﷺ کے امتی کی حیثیت سے ہوگا

اب آخر میں مرزا غلام احمد قادیانی کا امّتی اور ظلّی نبی کی اختراع کا جواب یہ ہے کہ قرآن وسنت میں اسکا کوئی جواز نہیں یہ صرف قادیانی تقسیم ہے قرآن وسنت میں اسکی کوئی تقسیم نہیں اللہ تبارک وتعالیٰ ایسے گمراہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۲۰)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ختم نبوت اور قادیانیوں جیسے کچھ اور گروہ

قادیانیوں کی فکری امداد کا پس منظر:

عقیدہ ختم نبوت ایک ایسا عقیدہ ہے جو ایمان کی شرط اول ہے قرآن مجید کی نصوص قطعیہ اس کی بنیاد اور احادیث مبارکہ حجت ہیں اسی ایک عقیدہ پر اسلام کی پوری عمارت استوار ہے اگر یہ بنیاد ہی نہ رہے تو عمارت کہاں ہوگی؟ اسی میں اگر دراڑیں پڑ جائیں تو پوری عمارت زمین بوس ہو جائے گی اور یہ کوئی فروعی مسئلہ یا فقہی تنازعہ نہیں ہے

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال فرماتے ہیں!

''دراصل عقیدہ ختم نبوت ہی وہ حقیقت ہے جو مسلم اور غیر مسلم کے درمیان وجہ امتیاز ہے اور اس امر کے لیے فیصلہ کن کہ (فلاں) فرد یا گروہ اسلامیہ میں شامل ہے یا نہیں؟''

(حرف اقبال ص ۱۲۷ لطیف شیروانی)

قادیانی فتنہ کو صحیح طور سے سمجھنے کے لیے آپ کو اس دور کے مسلمانوں کے حالات سے واقف ہونا ضروری ہے یہ معلوم کرنا ضروری ہے کہ اُمت مسلمہ میں یہ فتنہ کیسے پنپ سکا؟ وہ کون لوگ تھے جنھوں نے قادیانی فتنے کو شعوری و غیر شعوری طور پر وہ راہیں فراہم کیں جن پر چل کر وہ اپنے مقاصد کو لوگوں تک پہنچا سکا؟ مسلمانوں کے ایسے حالات کیسے پیدا ہوئے کہ یہ فتنہ مسلمانوں کے اندر جگہ بنا سکا؟ وہ کونسا مواد جو مسلمانوں سے قادیانی کو ملا جس کے سہارے اس نے جھوٹی نبوت کا دعویٰ کیا؟ وہ کونسا مذہبی گروہ تھا جسکی وجہ سے مرزا قادیانی کو فکری و تحریری امداد ملی؟

ان تمام سوالوں کے جوابات جاننے کیلیے میں آپکو اُس صدی میں لے چلتا ہوں جبکہ اس وقت مرزا قادیانی پیدا بھی نہیں ہوا تھا برصغیر پاک و ہند میں کافی عرصہ تک مسلمانوں کے اندر فرقہ واریت نہ تھی بس سیدے سادھے اور بھولے بھالے مسلمان تھے سادہ لوحی کا یہ عالم تھا کہ ہر طرح کے عربی باشندوں کی تعظیم و تکریم بھی بجا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لاتے انہیں یہ ہی حوالہ کافی تھا کہ یہ نبی پاک ﷺ کے وطن سے آئے ہیں تھوڑے بہت شیعہ حضرات تھے وہ بھی زیادہ ترتفضیلی تھے اور یہ ہمایوں کے دور میں ایران کے بادشاہ سے ہمایوں کے تعلقات کی وجہ سے آئے موجودہ دور کے غیر مقلدین کا نام ونشان نہیں ملتا بلکہ اس وقت پورے برصغیر میں اہل السنۃ و جماعۃ حنفی ہی تھے

یہ ۲۷-۱۸۲۶ء کا دور ہے ایک کتاب بنام "تقویۃ الایمان" چھپی جیسا کہ شاہ اسماعیل کے ایک عقیدت مند غلام رسول مہر لکھتے ہیں!

"تقویۃ الایمان پہلی مرتبہ ۱۲۴۳ھ (۲۷-۱۸۲۶ء) میں چھپی تھی۔ جب شاہ شہید امیر المومنین سید احمد بریلوی جماعت مجاہدین کے ہمراہ وطن مالوف سے ہجرت کر کے جا چکے تھے"

(تقویۃ الایمان مقدمہ از غلام رسول مہر ص ۱۵ طبع لاہور)

یہ وہ پہلا پتھر تھا جو خاموش سمندر کے اندر پھینکا گیا جو مسلمانوں کی پُر امن زندگی میں پہلا حادثہ جو مذہبی دہشت گردی کا سبب بنا جو مسلمانوں کے اندر فرقہ واریت کا سبب بنا دو بھائیوں کو جدا کیا گیا اس سے پہلے ہمیں دیوبندی، بریلوی کا نام ونشان نہیں ملتا ان کے درمیان رنجش وکدورت تو بڑی بات ہے فکری تضاد بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتا یعنی سب کے نظریات ایک تھے اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد پہلے ہمیں دیوبندی، بریلوی پھر اہل حدیث کے نام ملتے ہیں اور ان میں پھر ایک جھوٹی نبوت کا دعویدار مرزا قادیانی اور اسکا گروہ ملتا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ برصغیر پاک وہند میں حنفی اولیائے عظام نے اسلام کو پھیلایا اور جو انکے رستے پر چلا وہ صحیح مسلمان کہلانے کا حق دار ہے۔

تقویۃ الایمان کے انداز بیان نے ہندوستانی مسلمانوں کے دل و دماغ کو ہلا کر رکھ دیا۔ جارحانہ انداز بیان، تشویشناک طرز استدلال اور غیر ضروری مسائل ومباحث نے ذہنوں کو شک وشبہ میں ڈال دیا مولانا ابوالکلام آزاد کے بقول! "مولانا اسماعیل نے جلاء العینین اور تقویۃ الایمان لکھیں اور انکے مسلک کا ملک بھر میں چرچا ہوا تو تمام علماء میں ہلچل پڑ گئی" (آزاد کی کہانی انکی زبانی ص ۷۹)

کتاب تقویۃ الایمان کا انداز بیان ملاحظہ فرمائیں!

☆۔۔۔ جسکا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (ص ۶۸)

☆۔۔۔یعنی آپ ﷺ نے فرمایا میں بھی مر کر مٹی میں ملنے والا ہوا (ص ۵۷)

☆۔۔۔اولیاء انبیاء امام زادے پیر وشہید یعنی جتنے اللہ کے مقرب بندے ہیں وہ سب انسان ہی ہیں اور بندے عاجز اور ہمارے بھائی ہیں مگر ان کو اللہ نے بڑائی دی وہ بڑے بھائی ہوئے (ص ۵۶)

☆۔۔۔وہ اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ ﷺ کی تو اس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہو گئے (ص ۵۶)

☆۔۔۔اللہ کی شان بہت بڑی ہے کہ سب انبیاء اولیاء اسکے روبرو ایک ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں۔ (ص ۵۶)

☆۔۔۔برے وقت میں پہنچنا سب اللہ ہی کی شان ہے۔ (ص ۱۰)

☆۔۔۔یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق چھوٹا ہو یا بڑا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ (ص ۱۴)

☆۔۔۔اس شہنشاہ (اللہ) کی تو یہ شان ہے کہ ایک آن میں ایک حکم کن سے چاہے تو کروڑوں نبی اور ولی اور جن و فرشتہ جبریل اور محمد ﷺ پیدا کر ڈالے۔ (ص ۳۱)

☆۔۔۔انسان آپس میں سب بھائی ہیں جو بڑا بزرگ ہے وہ بڑا بھائی ہے سو اس کی بڑے بھائی کی سی تعظیم کیجئے۔ (ص ۹۸)

ابھی آپ نے تقویۃ الایمان کتاب کا انداز بیان ملاحظہ کیا۔ یہ چند تحریریں دکھائی ہیں اس قسم کی کئی عبارتیں ہیں جو مسلمانوں کی روح کو تار تار کرتی ہیں۔ کوئی ایمان والا اپنے نبی ﷺ کے متعلق ایسے الفاظ برداشت کر سکتا ہے؟۔ یقیناً نہیں تو اس وقت کے علماء نے بھی اس کو برداشت نہیں کیا اور اسکا رد فرمایا۔ ابھی یہ صدمہ ختم نہیں ہوا تھا کہ ایک اور کتاب جس کا نام "تحذیر الناس" تھا لکھی گئی جس کے مصنف مولوی قاسم نانوتوی تھے اس کتاب نے جلتی آگ پر تیل کا کام کیا اس کتاب کی چند عبارات ملاحظہ فرمایئے!

☆۔۔۔انبیاء اپنی اُمت سے ممتاز ہوتے ہیں تو علوم میں ہی ممتاز ہوتے ہیں باقی رہا عمل تو اس میں بسا اوقات بظاہر اُمتی مساوی ہو جاتے ہیں بلکہ بڑھ جاتے ہیں (تحذیر الناس مع مقدمہ ص ۴۷)

☆۔۔۔قبل عرض جواب گذارش یہ ہے کہ اول معنی خاتم النبیین معلوم کرنے چاہئیں تا کہ فہم جواب میں کچھ دقت نہ ہو۔ سو عوام کے خیال میں رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء سابق کے زمانہ کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بعد اور آپ میں آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام مدح میں ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہوسکتا ہے

(تحذیر الناس مع مقدمہ وتوضیح عبارات ص نمبر ۴۱)

☆۔۔۔اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔

(ص ۶۵)

☆۔۔۔اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی ﷺ کوئی نبی پیدا ہوا تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

(ص ۸۵)

ابھی آپ نے تحذیر الناس کتاب کی عبارات ملاحظہ کیں۔ان عبارات کو جب کوئی مسلمان پڑھتا ہے تو دل خون کے آنسو روتا ہے کہ ایک مسلمان ایسی عبارات لکھ رہا ہے نیت تو خدا ہی جانتا ہے مگر مرزا قادیانی کے لیے یہ عبارات بڑی ہی کارگر ثابت ہوئیں۔اور انہوں نے اسے کارآمد ہتھیار سمجھا اور اس سے فائدہ اٹھایا اور مسلمانوں کے اندر جگہ بنانے میں کامیاب ہوگیا ذرا قادیانیوں کا بیان ملاحظہ ہو!

''تو اس سے صاف ظاہر ہوا کہ ایسی تابع نبوت جس کیلیے آنحضرت ﷺ کا اُمتی ہونا لازم ہو اور اس طرح وہ نبوت کسی نئے علم دین وشریعت جدیدہ کی حامل نہ ہو بلکہ صرف حضور اکرم ﷺ کی تصدیق اور تجدید اسلام ،اصلاح خلق اور اشاعت اسلام اسکی غرض ہو وہ مولوی محمد قاسم صاحب کے نزدیک خاتمیت زمانی کی غرض کے خلاف نہ ہونے کی وجہ سے آنحضرت (ﷺ) کی خاتمیت زمانی کے خلاف نہیں۔

گو وہ عقیدتاً آپ (ﷺ) کے بعد بجز عیسیٰ (علیہ السلام) کے کسی اور نبی کی آمد کے قائل نہ ہوں حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کا دعویٰ بھی تو مسیح موعود کا ہے۔پس ہمارا مولوی قاسم صاحب سے صرف مسیح موعود کی شخصیت میں اختلاف ہوا ورنہ مسیح موعود کو وہ بھی غیر تشریعی نبی مانتے ہیں اور ہم بھی غیر تشریعی نبی مانتے ہیں''

(ختم نبوت کی حقیقت از قاضی محمد نذیر ربوہ)

اس طرح شاہ اسماعیل نے ایک رسالہ لکھا جسکا نام ''یک روزہ'' ہے اسکی عبارت ملاحظہ فرمایئے!

''اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے'' (یک روزہ ص ۱۷، ۱۸، طبع ملتان)

اللہ رب العزت کیلیے جھوٹ جیسا لفظ لکھنا کسی مسلمان کے لیے برداشت کے قابل کب ہوسکتا ہے اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایک مسلمان کا جذباتی ہونا فطری امر ہے ابھی یہ جذبات ٹھنڈے نہیں ہوئے تھے کہ ایک اور کتاب منظر عام پر آئی جو ضلع سہارن پور سے شائع ہوئی تھی جسکا مصنف مولوی اشرف علی تھانوی تھے کتاب کا نام تھا ''حفظ الایمان'' اسکی ایک عبارت ملاحظہ ہو!

''آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہوتو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہیں یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنوں بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لیئے بھی حاصل ہے''

(حفظ الایمان مع بسط البنان ص ۸ طبع سہارنپور انڈیا)

اس عبارت کے اندر جو نبی ﷺ کی گستاخی ہے وہ کسی اہل علم سے پوشیدہ نہیں جو پہلے زخموں پر نمک چھڑکنے کے مترادف ہے ابھی یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا کہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا فتوی جو رسالہ ''الامداد'' میں شائع ہوا وہ فتویٰ ملاحظہ ہو!

تھانوی صاحب کا ایک مرید سوال کرتا ہے کہ!

سوال۔خواب دیکھتا ہوں کہ کلمہ شریف لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ پڑھتا ہوں لیکن محمد رسول اللہ کی جگہ حضور (اشرف علی تھانوی) کا نام لیتا ہوں۔اتنے میں دل کے اندر خیال پیدا ہوا کہ مجھ سے غلطی ہوئی کلمہ شریف کے پڑھنے میں اس کو صحیح پڑھنا چاہیے۔اس خیال سے دوبارہ کلمہ شریف پڑھتا ہوں۔دل پر تو یہ ہے کہ صحیح پڑھا جاوے لیکن زبان سے بے ساختہ بجائے رسول اللہ ﷺ کے نام کے اشرف علی نکل جاتا ہے۔حالانکہ مجھ کو اس بات کا علم ہے کہ اس طرح درست نہیں۔لیکن بے اختیار زبان سے یہی کلمہ نکلتا ہے دو تین بار جب یہی صورت ہوئی تو حضور کو اپنے سامنے دیکھتا ہوں اور بھی چند شخص حضور کے پاس تھے لیکن اتنے میں میری یہ حالت ہوگئی کہ میں کھڑا کھڑا بوجہ اس کے رقت طاری ہوگئی زمین پر گر گیا اور نہایت زور کیساتھ ایک چیخ ماری اور مجھ کو معلوم ہوتا تھا کہ میرے اندر کوئی طاقت باقی نہیں اتنے میں بندہ خواب سے بیدار ہوگیا لیکن بدن میں بدستور بے حسی تھی اور وہ اثر ناطاقتی بدستور تھا لیکن حالت خواب اور بیداری میں حضور (اشرف علی) کا ہی خیال تھا لیکن حالت بیداری میں کلمہ شریف کی غلطی پر جب خیال آیا تو اس بات کا ارادہ ہوا کہ اس خیال کو دل سے دور کیا جاوے اس واسطے کہ پھر کوئی ایسی غلطی نہ ہو جاوے بایں خیال بندہ بیٹھ گیا اور پھر دوسری کروٹ لیٹ کر کلمہ شریف کی غلطی کے

تدارک میں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں ۔ پھر بھی یہ کہتا ہوں ۔ اللھم صل علی سیدنا ونبینا ومولانا اشرف علی حالانکہ اب بیدار ہوں خواب نہیں لیکن بے اختیار ہوں مجبور ہوں زبان اپنے قابو میں نہیں اس روز ایسا ہی کچھ خیال رہا تو دوسرے روز بیداری میں رقت رہی خوب رویا اور بھی بہت سی وجوہات ہیں جو حضور کیساتھ باعث محبت ہیں کہاں تک عرض کروں ۔

جواب ۔ اس واقعہ میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع کرتے ہو وہ بعونہ تعالیٰ متبع سنت ہے ۔ ۲۴ شوال ۱۳۳۵ھ (رسالہ الامداد ص ۳۵ بابت صفر ۱۳۳۶ھ)

اس رسالہ کے سوال و جواب سے جو قاری کے ذہن کو خراب کرتی ہے وہ بات یہ ہے کہ آخر مولانا صاحب نے اس کو منع کیوں نہ کیا اور توبہ کیلیے کیوں نہ کہا بجائے اسکے تسلی دیتے ہیں یہ ایک سچے مسلمان کے لیے خون کے آنسو بہانے کا مقام ہے اسی طرح ایک اور کتاب شائع ہوئی جسکا نام ''براہین قاطعہ'' تھا اسکی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیں!

''ایک صالح فخر عالم علیہ السلام کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے تو آپکو اردو میں کلام کرتے دیکھ کر پوچھا کہ آپکو یہ کلام کہاں سے آگئی آپ تو عربی ہیں فرمایا! کہ جب سے مدرسہ دیوبند سے ہمارا معاملہ ہوا ہم کو یہ زبان آگئی'' (براہین قاطعہ ص ۲۶)

ایک اور عبارت ملاحظہ فرمایئے!

''الحاصل غور کرنا چاہیے کہ شیطان و ملک وموت کا حال دیکھ کر عالم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہے فخر عالم کی وسعت علم کی کونسی نص قطعی ہے''

(براہین قاطعہ ص ۵۱)

قارئین محترم اس کتاب کے مصنف کو ملک الموت اور شیطان لعین کے علم کی وسعت کی نص تو نظر آگئی مگر حضور ﷺ کے علم کی نص نظر نہ آئی ۔ ذرا قرآن مجید پارہ نمبر ۵ رکوع نمبر ۱۴ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۱۳ ملاحظہ فرمایئے!

[**وعلمك ما لم تكن تعلم ط وكان فضل الله عليك عظيمًا**] اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہیں جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے اس کتاب کے منظر عام پر آنے کے بعد مسلمانوں کے اندر گروہ بندی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور بڑھ گئی کچھ لوگ اس عبارت کو صحیح ثابت کرنے کیلیے پورا زور لگانے لگے اور آج تک لگے ہوئے ہیں اس طرح وہ ایک نئے گروہ کی شکل میں ظاہر ہوئے یہ تو ایک گروہ تھا جس کا ذکر ہوا جنھوں نے مسلمانوں کو انتشار میں ڈالنے کا بھر پور کردار ادا کیا لیکن ایک دوسرا گروہ بھی تھا جنہوں نے مسلمانوں کو گروہ بندی میں ڈالنے کا بھر پور کردار ادا کیا ان کتابوں کی عبارات ملاحظہ فرمایئے!

''زنا کے وسوسہ سے اپنی بی بی کی مجامعت کا خیال بہتر ہے اور شیخ یا اسی جیسے اور بزرگوں کی طرف خواہ جناب رسالت مآب ہی ہوں اپنی ہمت کو لگا دینا اپنے بیل اور گدھے کی صورت میں مستغرق ہونے سے برا ہے'' (صراط مستقیم ص ۱۳۶ اردو، فارسی ص ۸۶)

ایک اور کتاب ملاحظہ ہو جو اردو ترجمہ کیساتھ لاہور سے چھپی ہے اسکی عبارت ملاحظہ ہو!

''فرشتے شرک میں کسی کی امداد نہیں کرتے نہ حیات میں نہ موت میں اور نہ اسے پسند کرتے ہیں البتہ شیاطین کبھی کبھی ان کی مدد کرتے اور انسانی شکل میں انکے سامنے نمودار ہوتے ہیں چنانچہ وہ انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں پھر کوئی شیطان ان سے کہتا ہے میں ابراہیم ہوں، مسیح ہوں، محمد ہوں، خضر ہوں، ابو بکر، عمر، عثمان، علی یا فلاں شیخ طریقت ہوں'' (کتاب الوسیلہ ص ۴۱)

ان کتابوں کی عبارات مسلمانوں کے ذہنوں اور دلوں سے نبی کریم ﷺ کی محبت ختم کرنے کا بہت بڑا حربہ تھا حالانکہ نبی ﷺ ارشاد فرماتے ہیں!

[ان الشیطان لا یتمثل صورۃ بی]

ترجمہ: شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا'' (بخاری و مسلم و مشکوٰۃ)

ایک اور کتاب کی عبارت ملاحظہ فرمایئے!

''جب منافقین نے بہتان حضرت عائشہ پر باندھا ایک مدت تک رسول اللہ ﷺ کو کس قدر اہتمام تحقیق برأت صدیقہ رضی اللہ عنہا رہا اور قلب مبارک سے شک ذنب کا ان سے قبل از نزول آیات برأت کے بارگاہ قدوس سے رفع نہ ہوا جب آیات برأت نازل ہوئیں، تب یقین ہوا'' (فتاوی نذیریہ ج ۱ ص ۲۴)

حاشیہ شرح الصدور ص ۲۵ مطبوعہ سعودیہ ملاحظہ فرمائیں لکھتے ہیں!

''فا القبر و المعظم المقدس وثن و صنم بکل معانی الوثنیة لو کانوا یعقلون''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: پس نبی ﷺ کی قبر مقدس ہر لحاظ سے بت ہے کاش کہ لوگ اس کو سمجھیں

اسی طرح ایک کتاب ''نہج المقبول فارسی'' کا صفحہ نمبر ۳۴ ملاحظہ ہو لکھتے ہیں!

[[دعا کردن نزد قبر مبارک برائے خود بدعت است۔نبی پاک ﷺ کی قبر مبارک کے نزدیک اپنے لیے دعا مانگنا بدعت ہے]]

ایک اور کتاب جو نواب صدیق حسن خان بھوپالی (فرقہ اہل حدیث کے بڑے عالم) نے لکھی اس میں لکھتے ہیں!

[[ہرچہ مرفوع یا مشرف بودن قبر لغتہ آید از منکرات شریعت باشد وانکار براں و برابر ساختنش بخاک واجب است بر مسلمین بروں فرق در آنکہ پیغمبر باشد یا غیر]]

لغت کے لحاظ سے ہر اس چیز پر جو اٹھی ہوئی ہو قبر کا لفظ صادق آتا ہے اور وہ شریعت کے منکرات سے ہے اس سے منع کرنا اور اس کو مٹی کے برابر کرنا مسلمانوں پر واجب ہے۔بغیر کسی امتیاز کے گو پیغمبر کی قبر ہو یا کسی اور کی (عرف الجادی فارسی ص ۶۱)

اسی طرح مولوی اسماعیل غزنوی نے کتاب ''تحفہ وہابیہ'' میں لکھا ہے کہ!

[[جو کوئی یوں کہے کہ یا رسول اللہ ﷺ میں آپ سے شفاعت چاہتا ہوں تو وہ شخص مشرک ہوگا اور اسکا خون مباح ہوگا ایسے لوگوں کو ہم کافر کہتے ہیں]] (تحفہ وہابیہ ص ۶۸)

مولوی عبدالستار دہلوی غیر مقلد (جو اہل حدیث کہلاتے ہیں) کا فتویٰ بھی ملاحظہ ہو لکھتے ہیں!

[[خداوند تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کا نعرہ لگانا شرک اور حرام ہے]]

(صحیفہ اہلحدیث کراچی ص ۲۳ محرم الحرام ۱۳۷۴ھ)

محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد جاننے ہوں تو دیکھئے کتاب ''الشہاب الثاقب'' جو مولانا حسین احمد مدنی نے لکھی ہے لکھتے ہیں!

[[وہابیہ سفر زیارت (مدینہ منورہ) کو زنا کے درجہ تک پہنچاتے ہیں]]

(الشہاب الثاقب ص ۴۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں!

[[وہ ہمارے ہاتھ کی لاٹھی ذات سرور کائنات علیہ الصلوۃ والسلام سے ہم کو زیادہ نفع دینے والی ہے ہم اس سے کتے کو دفع کر سکتے ہیں اور ذات فخر دوعالم ﷺ سے تو یہ بھی نہیں کر سکتے]]

(الشہاب الثاقب ص ۴۷)

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں!

[[انکا خیال ہے کہ رسول مقبول علیہ السلام کا کوئی حق ہم پر نہیں اور نہ کوئی احسان اور فائدہ انکی ذات پاک سے بعد وفات ہے]] (الشہاب الثاقب ص ۴۷)

نقل کفر کفر نباشد یہ حوالہ جات صرف قارئین کو سمجھانے کیلیے نقل کیے ہیں ورنہ کوئی ایمان والا ایسے الفاظ لکھنا کبھی گوارا نہیں کر سکتا

ان کتابوں کی عبارات آپ نے ملاحظہ فرمائیں ان کتابوں کی عبارتوں پر سے جب کوئی ایمان والا گزرتا ہے تو اسکے ایمان کو دھچکا ضرور لگتا ہے انہی کتابوں کی وجہ سے مسلمانوں خصوصاً برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کو فرقہ واریت اور آپس میں بغض وعناد میں مبتلا کیا۔ شیخ محمد بن عبدالوہاب نجدی کے عقائد سے متاثر ہو کر شاہ اسماعیل نے انکے عقائد کو برصغیر پاک و ہند میں پھیلایا اور جب انگریزوں نے مسلمانوں کو فرقوں میں بٹتے دیکھا اور خصوصاً ۱۸۲۵ء کے قریب جامع مسجد دہلی میں مناظرہ ومناقشہ کا حال اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ تقویۃ الایمان کی وجہ سے مسلمانان ہند گروہ در گروہ ہو گئے ہیں چنانچہ انھوں نے یہ کتاب طبع کروا کے پورے ملک میں کثیر تعداد میں مفت تقسیم کروائی (دیکھئے مولانا اسماعیل اور تقویۃ الایمان ص ۵۱)

یہ وہ حالات تھے جب مسلمانوں کو گروہ در گروہ تقسیم کیا گیا یہ سب کچھ یکدم نہیں ہوا بلکہ کافی وقت لگا لیکن غور کرنے کی جو بات ہے وہ یہ ہے کہ آخر یہ کتابیں اور انکی یہ دل ہلا دینے والی اور ایمان کو کمزور کر دینے بلکہ ختم کرنے والی عبارات کیوں معرض وجود میں آئیں مجھے تو یہی سمجھ آتا ہے ہ جو انگریزوں کا خاص مقصد تھا اسی کو دانستہ نادانستہ پورا کیا گیا وہ کیا مقصد تھا ملاحظہ فرمائیے ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کی تعلیمی رپورٹ میں درج ہے!

[[ہم ایسا نظام قائم کریں گے جس سے اگر مسلمان عیسائی نہ بھی ہوئے تو وہ مسلمان نہ رہیں گے]]

امریکہ کے یہودی پروفیسر (فوجی امور کا بہت بڑا ماہر) [[ہرز]] اپنی مطبوعہ کتاب ’’قطرف العسکریۃ فی الشرق

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الاوسط" میں لکھتا ہے!

[[پاکستانی فوج کے دل رسول عربی ﷺ کی محبت سے بھرے ہوئے ہیں اور یہی وہ جذبہ ہے جو پاکستان اور عربوں کے درمیان بندھنوں کو مضبوط کرتا ہے یہ جذبہ عالمی صیہونیت کیلیے ایک خطرہ عظیم ہے اور اسرائیل کی توسیع کے راستے میں زبردست رکاوٹ ہے اس لیے یہودیوں کو بہر حال چاہیے کہ وہ محمد (ﷺ) کیساتھ اس جذبہ محبت کے تمام وسیلوں کو کمزور تر کریں وہ تبھی اپنے مقاصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں]]

(بحوالہ قادیان سے اسرائیل تک ص ۲۴)

لہذا اسی جذبے کو ختم کرنے کے لیے یہ ساری کتابیں معرض وجود میں آئیں اور آپ کی نظروں پر اگر گراں نہ گزرے تو دوبارہ ان عبارات کو غور سے پڑھیں تو بغیر کسی شک وشبہ کے یہی نتیجہ آپ کے سامنے آئے گا

اب اگر تاریخ کو الٹ پلٹ کر کوئی لکھ دے تو حقیقت بدل نہیں جاتی کیونکہ یہ ساری کتابیں اب بھی مسلمان کہلانے والے اور حضور نبی کریم ﷺ کا دم بھرنے والے چھاپ رہے ہیں اگر ان میں ذرا برابر بھی ایمان ہوتا اور واقعی قادیانیوں کے لیے راہ ہموار نہ کر رہے ہوتے تو وہ یہ منحوس کتابیں چھاپتے یا اگر ایک دفعہ غلطی کر بیٹھے تھے تو دوبارہ چھاپتے مگر افسوس کا مقام ہے کہ صرف تقویۃ الایمان لاکھوں کی تعداد میں چھپی ہے

یہ عیسائیوں، یہودیوں اور قادیانیوں کی سوچ کو دانستہ یا نادانستہ طور پر تقویت دینا مقصود نہیں تو اور کیا ہے جب یہ مسلمانوں کے اندر ماحول پیدا ہو چکا زمین مکمل تیار ہو چکی تو اس میں بیج ڈالنے کیلیے مرزا قادیانی کو منتخب کیا گیا ایسا کیوں کیا گیا؟ ملاحظہ فرمایئے!

بعض انگلستانی اخبارات کے ایڈیٹروں اور چرچ آف انگلینڈ کے نمائندوں پر مشتمل ایک وفد ہندوستان بھیجا گیا انکی رپورٹ میں لکھا ہے کہ:

[[ہندوستانی مسلمانوں کی اکثریت اپنے روحانی رہنماؤں کی اندھا دھند پیروکار ہے اگر اسوقت ہمیں کوئی ایسا آدمی مل جائے جو اپاسٹالک پرافٹ (حواری نبی) ہونے کا دعویٰ کرے تو اس شخص کی نبوت کو حکومت کی سرپرستی میں پروان چڑھا کر برطانوی مفادات کیلیے مفید کام کیا جا سکتا ہے]]

(ہندوستان میں برطانوی سلطنت کی آمد بحوالہ تحریک ختم نبوت ص ۲۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

انگریزوں کے اس مقصد کو پورا کرنے کے لیے مسلمانوں کے اندر مختلف لوگوں نے کسی نہ کسی طرح اپنی خدمات انجام دیں انھی میں ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہے اسکا انگریزوں سے تعلق کیسے قائم ہوا ملاحظہ فرمایئے!

[[مرزا غلام احمد ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ (پنجاب) کی کچھری میں ایک معمولی تنخواہ پر (۱۸۶۴ء تا ۱۸۶۸ء) ملازم تھا اس نے ملازمت کے دوران سیالکوٹ کے پادری مسٹر بٹلر ایم اے سے رابطہ پیدا کیا وہ اسکے پاس عموماً آتا اور دونوں اندرخانہ بات چیت کرتے۔ بٹلر نے وطن جانے سے پہلے اس سے تخلیہ میں کئی ایک طویل ملاقاتیں کیں پھر اپنے ہم وطن ڈپٹی کمشنر کے ہاں گیا اس سے کچھ کہا اور انگلستان چلا گیا ادھر مرزا صاحب استعفیٰ دے کر قادیان آگئے اسکے تھوڑا عرصہ بعد مذکورہ وفد ہندوستان پہنچا اور لوٹ کر محولہ رپورٹیں مرتب کیں ان رپورٹوں کے فوراً بعد ہی مرزا صاحب نے اپنا سلسلہ شروع کر دیا برطانوی ہند کے سنٹرل انٹیلی جنس کی روایت کیمطابق ڈپٹی کمشنر سیالکوٹ نے چار اشخاص کو انٹرویو کیلیے طلب کیا ان میں سے مرزا صاحب نبوت کے لیے نامزد کیے گئے]] (رپورٹ انٹیلی جنس برطانیہ بحوالہ تحریک ختم نبوت ص ۲۳)

اسکے بعد ۱۸۶۸ء میں مرزا صاحب نے بغیر کسی معقول ظاہری وجہ کے اہلمد کی نوکری سے استعفیٰ دے کر قادیان چلے گئے اور تصنیف وتالیف کے کام میں لگ گئے

(ڈاکٹر بشارت احمد، مجدد اعظم ص ۴۲۔ ۱۹۳۹ء)

لہذا انگریزوں کی شہ پر مرزا صاحب نے کام شروع کر دیا سب سے پہلے ۱۸۸۰ء میں ماموریت کا الہام ہوا اور مجدد ہونے کا دعویٰ کیا، ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور ساتھ ہی ظلی نبی ہونے کی اصطلاح بھی ایجاد کی، ۱۹۰۱ء میں نبوت کا دعویٰ کیا اور نومبر ۱۹۰۴ء میں کرشن ہونے کا اعلان کیا۔

یہی وہ سال تھے جب انگریزی سیاست اپنے استعماری عزائم کو پروان چڑھانے کے لیے پنجاب اور سرحد کے مسلمانوں کا شکار کر رہی تھی اور اسکے سامنے بیرون ہندوستان کی مسلمان ریاستوں کو اپنے دام میں لانے کا منصوبہ بھی تھا خیر اس میں تو کسی کو کوئی شک نہیں کہ مرزا قادیانی کی تحریک جھوٹی نبوت والی انگریزوں کی بنائی ہوئی تحریک تھی۔ لیکن ہمیں جانچنا تو یہ ہے کہ اس انگریزوں کے مشن "محمد ﷺ کی محبت کو ختم کرنا" کے حوالے سے اس نے کیا کچھ کیا؟ آیئے قادیانیوں کی کتابوں سے چند عبارات ملاحظہ ہوں!

☆[[پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحما

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بینھم اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی]]

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۴، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۰۷ از مرزا غلام احمد قادیانی)

☆[[خدا تعالیٰ نے آج سے چھبیس برس پہلے میرا نام براہین احمدیہ میں محمد اور احمد رکھا۔ اور آنحضرت ﷺ کا بروز مجھے قرار دیا]] (حقیقۃ الوحی تتمہ ص ۶۷، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۲)

☆[[میں بار بار بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت وآخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد و احمد رکھا اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا]]

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۰، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۱۲)

☆[[یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتیٰ کہ محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے]] (اخبار الفضل قادیان نمبر ۵ ج ۱۰، ۱۷ جولائی ۱۹۲۲ء)

مرزا قادیانی اپنی کتاب "تذکرہ" مجموعہ الہامات ص ۷۶۳ طبع دوم میں لکھتا ہے!

[[انا نزلناہ قریبًا من القادیان وبالحق انزلناہ وبالحق نزل صدق اللہ و رسولہ وکان اللہ امر اللہ مفعولا]]

مرزا قادیانی کی چند عبارات آپ نے ملاحظہ کیں اور اس سے پہلے مسلمان کہلانے والوں کی کتابوں کی چند عبارات بھی ملاحظہ کیں ان عبارات اور قادیانی کی عبارات میں جو آپس کا تعلق نظر آتا ہے وہ بالکل واضح اور صاف ہے کہ ان سب لوگوں کا اصل مقصد نبی ﷺ کی تعظیم جو ہر ایمان والے کے دل میں بیٹھ گئی ہے اور ایسی چپک گئی ہے کہ وہ مومن مر تو سکتا ہے کٹ تو سکتا ہے مگر تعظیم نبی ﷺ کو دل سے نکال نہیں سکتا مگر دنیا کے چند ٹکوں کی خاطر تعظیم نبی ﷺ کو نکالنے کی کوشش کرنے والے مٹ گئے مٹ جائیں گے مگر تعظیم نبی ﷺ کبھی ختم نہ ہوگی اور نہ دل سے نکل سکے گی ہاں اپنے جیسے لوگوں کے دلوں سے تعظیم نبی ﷺ کو کم ضرور کر دیا مگر اہل سنت و جماعت کے دل محبت نبی ﷺ سے سرشار ہیں

آخر کار ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کو پاکستان کی منتخب پارلیمنٹ نے تقریباً ۱۴ روز کی علمی بحث کے بعد متفقہ طور پر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قادیانیوں کو ان کے کفریہ عقائد کی بنا پر غیر مسلم قرار دے دیا۔اسمبلی میں قادیانیوں کے سربراہ مرزا ناصر احمد کو مکمل صفائی کا موقع فراہم کیا گیا ان دنوں ذوالفقار علی بھٹو پاکستان کے وزیر اعظم تھے انکے بعد صدر پاکستان جنرل محمد ضیا الحق نے ۲۶ اپریل ۱۹۸۴ء کو امتناع قادیانیت آرڈیننس جاری کیا جس میں قادیانیوں کو شعائر اسلامی استعمال کرنے اور خود کو مسلمان ظاہر کرنے پر پابندی لگا دی قادیانیوں نے اسکی صریح خلاف ورزی کی جسکی وجہ سے ان پر مقدمات سول عدالتوں سے ہائی کورٹ تک پہنچے

آخر کار جولائی ۱۹۹۳ء میں سپریم کورٹ کے چیف جسٹس محمد افضل لون نے ان اپیلوں کی سماعت کے لیے پانچ رکنی بنچ تشکیل دیا جو جسٹس شفیع الرحمن، جسٹس عبد القدیر چودھری، جسٹس محمد افضل لون، جسٹس ولی محمد خان، جسٹس سلیم اختر پر مشتمل تھا سپریم کورٹ کے اس بنچ نے متفقہ طور پر قادیانیوں کے کفریہ عقائد پر تاریخ ساز فیصلہ دیا جو پڑھنے کے لائق ہے یہاں پر اس فیصلہ کے چند اقتباسات ملاحظہ فرمائیں جو اس فیصلہ کی روح ہیں

[[سادہ الفاظ میں جو لوگ دوسروں کو دھوکہ دیتے ہیں انکی حوصلہ شکنی کی جانی چاہیے۔خواہ ان کی حرکت سے پہنچنے والے نقصان کی مالیت چند کوڑیوں کے برابر ہو۔ہمارے قائد اعظم اور اس کے مماثل لقب کی حفاظت کیلیے قانون وضع کیا گیا ہے۔جسے کسی حلقے نے چیلنج نہیں کیا، بہرحال پاکستان جیسی نظریاتی ریاست میں اپیل کنندگان (قادیانی) جو کہ غیر مسلم ہیں اپنے عقیدہ کو اسلام کے طور پر پیش کر کے دھوکہ دینا چاہتے ہیں یہ بات خوش آئند اور لائق تحسین ہے کہ دنیا کے اس خطے میں آج بھی عقیدہ مسلمان کیلیے سب سے قیمتی متاع ہے وہ ایسی حکومت کو ہرگز برداشت نہیں کرے گا جو اسے ایسی جعل سازیوں اور دسیسہ کاریوں سے تحفظ فراہم کرنے کو تیار نہ ہو

دوسری طرف اپیل کنندگان (قادیانی) اصرار کر رہے ہیں کہ انہیں نہ صرف اپنے مذہب کو اسلام کے طور پر پیش کرنے کا لائسنس دیا جائے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے ہیں کہ انتہائی محترم و مقدس شخصیات کیساتھ استعمال ہونے والے القابات اور خطابات وغیرہ کو ان بدعتی غیر مسلموں کے ناموں کیساتھ چسپاں کیا جائے۔حقیقتاً مسلمان اس اقدام کو اپنی عظیم ہستیوں کی بے حرمتی اور توہین و تنقیص پر محمول کرتے ہیں پس اپیل کنندگان اور انکی برادری کی طرف سے ممنوعہ القابات اور شعائر اسلام کے استعمال پر اصرار اس بارے میں کوئی شک وشبہ باقی نہیں رہتا کہ وہ قصداً ایسا کرنا چاہتے ہیں نہ صرف جو ان مقدس ہستیوں کی بے حرمتی کرنے بلکہ دوسروں کو دھوکہ دینے کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مترادف بھی ہے۔اگر کوئی مذہبی گروہ دھوکہ دہی و فریب کاری کو اپنا بنیادی حق سمجھ کر اس پر اصرار کرے اور اس سلسلے میں عدالتوں سے مدد کا طلب گار ہو تو اس کا خدا ہی حافظ ہے،امریکہ کی سپریم کورٹ

cantt well v.

connecticut (310 U.S.296 at 306) نامی مقدمہ میں فیصلہ دے چکی ہے کہ!

[مذہب یا مذہبی عقیدہ کا لبادہ کسی شخص کو عام لوگوں کو فریب دینے پر تحفظ فراہم نہیں کرتا]

علاوہ ازیں اگر اپیل کنندگان یا انکی برادری دوسروں کو دھوکہ دینے کا ارادہ نہیں رکھتے تو وہ اپنے لیے نئے القابات وغیرہ کیوں وضع نہیں کر لیتے؟ کیا انہیں اس بات کا احساس نہیں کہ دوسرے مذاہب کے شعائر مخصوص نشانات،علامات اور اعمال پر انحصار کر کے وہ خود اپنے مذہب کی ریاکاری کا پردہ چاک کریں گے۔

اس صورت میں انکے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ ان کا نیا مذہب اپنی طاقت ،میرٹ اور صلاحیت کے بل پر ترقی نہیں کر سکتا یا فروغ نہیں پا سکتا بلکہ اسے جعل سازی و فریب پر انحصار کرنا پڑ رہا ہے؟ آخر کار دنیا میں اور بھی بہت سے مذاہب ہیں انھوں نے مسلمانوں یا دوسرے لوگوں کے القابات وغیرہ پر کبھی غاصبانہ قبضہ نہیں کیا اور وہ اپنے عقائد کی پیروی اور تبلیغ بڑے فخر سے کرتے ہیں اور اپنے ہیروز کی اپنے طریقہ سے مدح و ستائش کرتے ہیں۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ پاکستان میں ایسا کوئی قانون نافذ نہیں جو احمدیوں کو ان کے اپنے القابات تخلیق کرنے اور انہیں مخصوص افراد کیساتھ استعمال کرنے سے روکتا ہو۔نیز انکے مذہب پر کسی قسم کی دوسری پابندیاں عائد نہیں ہیں۔جہاں تک رسول اللہ ﷺ کی ذات گرامی کا تعلق ہے مسلمانوں کو ہدایت کی گئی ہے!

[[ہر مسلمان کے لیے جس کا ایمان پختہ ہو لازم ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اپنے بچوں، خاندان،والدین اور دنیا کی ہر محبوب ترین شے سے بڑھ کر پیار کرے]]

(صحیح بخاری کتاب الایمان باب حب الرسول من الایمان)

کیا ایسی صورت میں کوئی کسی مسلمان کو مورد الزام ٹھہرا سکتا ہے اگر وہ ایسا توہین آمیز مواد جیسا کہ مرزا صاحب نے تخلیق کیا ہے سننے، پڑھنے یا دیکھنے کے بعد اپنے آپ پر قابو رکھ سکتا ہے؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہمیں اس پس منظر میں احمدیوں کے صد سالہ جشن کی تقریبات کے موقع پر احمدیوں کے اعلانیہ رویہ کا تصور کرنا چاہیے اور اس ردعمل کے بارے میں سوچنا چاہیے جس کا اظہار مسلمانوں کی طرف سے ہو سکتا تھا اس لیے اگر کسی احمدی کو انتظامیہ کی طرف سے یا قانوناً شعائر اسلام کا اعلانیہ اظہار کرنے یا انہیں پڑھنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ اقدام اس کی شکل میں ایک اور رشدی تخلیق کرنے کے مترادف ہوگا۔کیا اس صورت میں انتظامیہ اسکی جان، مال اور آزادی کے تحفظ کی ضمانت دے سکتی ہے اور اگر دے سکتی ہے تو کس قیمت پر؟ مزید براں اگر گلیوں یا جائے عام پر جلوس نکالنے یا جلسہ کرنے کی اجازت دے دی جائے تو یہ خانہ جنگی کی اجازت دینے کے برابر ہے یہ محض قیاس آرائی نہیں حقیقتاً ماضی میں ایک بار ایسا ہو چکا ہے اور بھاری جانی و مالی نقصان کے بعد اس پر قابو پایا گیا

ردعمل یہ ہوتا ہے کہ جب احمدی یا قادیانی سرعام کسی بلے کارڈ بیج یا پوسٹر پر کلمہ کی نمائش کرتا ہے یا دیوار یا نمائشی دروازوں یا جھنڈیوں پر لکھتا ہے یا دوسرے شعائر اسلامی کا استعمال کرتا یا انہیں پڑھتا ہے تو یہ اعلانیہ نبی ﷺ کے نام نامی کی بے حرمتی اور دوسرے انبیاء کرام کے اسمائے گرامی کی توہین کے ساتھ ساتھ مرزا صاحب کا مرتبہ اونچا کرنے کے مترادف ہے جس سے مسلمانوں کا مشتعل ہونا اور طیش میں آنا ایک فطری بات ہے اور یہ چیز امن عامہ کو خراب کرنے کا موجب بن سکتی ہے جس کے نتیجے میں جان و مال کا نقصان ہو سکتا ہے۔ایسی صورت حال میں احتیاطی تدابیر بروئے کار لانا لازمی ہے تاکہ امن و امان برقرار رکھا جا سکے اور جان و مال خصوصاً احمدیوں کے نقصان سے بچا جا سکے اس صورت میں مقامی انتظامیہ نے جو فیصلے کیے یہ عدالت انہیں کالعدم نہیں کر سکتی۔وہ اس معاملے میں بہترین جج ہے تاوقتیکہ قانون یا حقیقت کے ذریعے اسکے برعکس ثابت نہ کیا جائے۔ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ احمدیوں کو اپنی شخصیات، مقامات اور معمولات کے لیے خطاب، القاب یا نام وضع کرنے میں کسی دشواری کا سامنا کرنا پڑے گا۔آخر کار ہندوؤں، عیسائیوں، سکھوں اور دیگر برادریوں نے بھی اپنے بزرگوں کے لیے القاب و خطاب بنا رکھے ہیں اور وہ اپنے تہوار امن و امان کا کوئی مسئلہ یا الجھن پیدا کیے بغیر پرامن طور پر مناتے ہیں انتظامیہ جو امن و امان قائم رکھنے اور شہریوں کے جان و مال نیز عزت و آبرو کا تحفظ کرنے کی ذمہ دار ہے بہر حال مذکورہ بالا اقدار سے کسی کو خطرہ لاحق ہونے کی صورت میں مداخلت کرے گی مذکورہ بالا بحث کے نتیجہ میں اس سے متعلقہ اپیلیں بھی نامنظور کی جاتی ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دستخط۔

جسٹس عبدالقدیر چودھری

جسٹس محمد افضل لون

جسٹس ولی محمد خان

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر(۲۰)

وحدانیت ربانی ــــــــ بائبل کی زبانی

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین: اما بعد!

جب میں بائبل کا مطالعہ کرتا ہوں تو مجھے جا بجا اللہ رب العزت دی کی وحدانیت کا سبق ملتا ہے لیکن جب عیسائیت کو دیکھتا ہوں تو وہ مشرکانہ عقائد کا مغلوبہ نظر آتا ہے آیئے دیکھتے ہیں کہ بائبل میں ''وحدانیت ربانی'' کے جلوے کیسے ہیں، مگر بائبل کے ماننے والے اس سے انکاری ہیں

۱): بائبل صفحہ ۱۷۱، کتاب استثناء، باب ۵ آیت ۷ تا ۱۰ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے اور اسی طرح خروج باب ۲۰ آیت ۳ تا ۶ میں ہے!

''میرے آگے تو اور معبودوں کو نہ ماننا(۷) تو اپنے لیے کوئی تراشی ہوئی مورت نہ بنانا نہ کسی چیز کی صورت بنانا جو اوپر آسمان میں نیچے زمین پر یا زمین کے نیچے پانی میں ہے(۸) تو ان کے آگے سجدہ نہ کرنا، اور نہ ان کی عبادت کرنا، کیونکہ میں خداوند تیرا خدا غیور خدا ہوں اور جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں ان کی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک باپ دادا کی بدکاری کی سزا دیتا ہوں(۹) اور ہزاروں پر جو مجھ سے محبت رکھتے اور میرے حکموں کو مانتے ہیں رحم کرتا ہوں''(۱۰)

۲): بائبل صفحہ ۱۷۲، کتاب استثناء، باب ۶، آیت، ۵، ۴ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے!

''سن اے اسرائیل! خداوند ہمارا خدا ایک ہی خداوند ہے(۴) تو اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری طاقت سے خداوند اپنے خدا سے محبت رکھ''(۵)

۳): بائبل صفحہ نمبر ۱۲۰، احبار باب ۲۶، آیت ۲، ۱، طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے!

''تم اپنے لیے بت نہ بنانا اور نہ کوئی تراشی ہوئی مورت یا لاٹ اپنے لیے کھڑی کرنا، اور اپنے ملک میں کوئی شبیہہ دار پتھر رکھنا کہ اُسے سجدہ کرو اس لیے کہ میں خداوند تمہارا ہوں(۱) تم میرے سبتوں کو ماننا اور میرے مقدس کی تعظیم کرنا میں خداوند ہوں(۲)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۴): بائبل صفحہ ۳۸۲، سلاطین ۲، باب ۱۷ آیت ۳۵ تا ۴۱ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''ان ہی سے خداوند نے عہد باندھ کر ان کو یہ تاکید کی تھی کہ تم غیر معبودوں سے نہ ڈرنا اور ان کو سجدہ کرنا، نہ پوجنا اور نہ ان کے لیے قربانی کرنا (۳۵) بلکہ خداوند جو بڑی قوت اور بلند بازو سے تم کو ملک مصر سے نکال لایا، تم اسی سے ڈرنا اور اسی کو سجدہ کرنا، اور اسی کے لیے قربانی گذارنا (۳۶) اور جو آئین اور رسم اور جو شریعت اور حکم اُس نے تمہارے لیے قلم بند کیے اس کو سدا ماننے کے لیے احتیاط رکھنا، اور تم غیر معبودوں سے نہ ڈرنا (۳۷) اور اُس عہد کو جو میں نے تم سے کیا ہے تم بھول نہ جانا، اور نہ تم غیر معبودوں کا خوف ماننا (۳۸) بلکہ تم خداوند اپنے خدا کا خوف ماننا، اور وہ تم کو تمہارے سب دشمنوں کے ہاتھ سے چھڑائے گا (۳۹) لیکن انھوں نے نہ مانا بلکہ اپنے پہلے دستور کے مطابق کرتے رہے (۴۰) سو یہ قومیں خداوند سے بھی ڈرتی رہیں۔ اسی طرح ان کی اولاد اور اُن کی اولاد کی نسل بھی جیسا ان کے باپ دادا کرتے تھے، ویسا وہ بھی آج کے دن تک کرتی ہیں (۴۱)

۵): بائبل صفحہ ۶۹۶، کتاب یسعیاہ، باب ۴۴، آیت ۶ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''خداوند اسرائیل کا بادشاہ اور اس کا فدیہ دینے والا رب الافواج یوں فرماتا ہے کہ مین اوّل اور میں ہی آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں (۶)

۶): بائبل صفحہ ۶۹۷، یعسیاہ، باب ۴۴، آیت ۲۴ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''خداوند تیرا فدیہ دینے والا جس نے رحم ہی سے تجھے بتایا یوں فرماتا ہے کہ میں خداوند سب کا خالق ہوں میں ہی اکیلا آسمان کو تاننے والا اور زمین کو بچھانے والا ہوں کون میرا شریک ہے (۲۴)

۷): بائبل صفحہ ۷۳۸، یرمیاہ، باب ۲۵، آیت ۶ بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''اور غیر معبودوں کی پیروی نہ کرو ان کی عبادت و پرستش کرو اور اپنے ہاتھوں کے کاموں سے مجھے غضبناک نہ کرو اور میں تم کو کچھ ضرر نہ پہنچاؤں گا (۶)

۸): بائبل صفحہ ۴۸۰، نحمیاہ، باب ۹، آیت ۶،۵ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''پھر یشوع اور قدمی ایل اور بانی اور حسبیناہ اور سربیاہ اور ھودیاہ اور سبنیاہ اور فتحیاہ لاویوں نے کہا ! کھڑے ہو جاؤ اور کہو خداوند ہمارا خدا ازل سے ابد تک مبارک ہے تیرا اجلالی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نام مبارک ہو، جو سب حمد و تعریف سے بالا ہے (۵) تو ہی اکیلا خداوند ہے تو نے آسمان اور آسمانوں کے آسمان کو اور ان کے سارے لشکر کو اور زمین کو اور جو کچھ اُس پر ہے اور سمندروں کو اور جو کچھ ان میں ہے بنایا، تو ان سبھوں کا پروردگار ہے اور آسمان کا لشکر تجھے سجدہ کرتا ہے (۶)

۹): بائبل صفحہ ۳۸۴، سلاطین ۲، باب ۱۹، آیت ۱۵ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''اور حزقیاہ نے خداوند کے حضور یوں دعا کی! اے خداوند اسرائیل کے خدا کروبیوں کے اوپر بیٹھنے والے تو ہی اکیلا زمین کی سب سلطنتوں کا خدا ہے تو نے ہی آسمان اور زمین کو پیدا کیا (۱۵)

۱۰): بائبل صفحہ ۶۹۸، یسعیاہ، باب ۴۵، آیت ۲۱، ۲۲ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''تم منادی کرو اور ان کو نزدیک لاؤ ہاں وہ باہم مشورت کریں کس نے قدیم ہی سے ظاہر کیا؟ کس نے قدیم ایام میں اس کی خبر پہلے ہی سے دی ہے؟ کیا میں خداوند ہی نے یہ نہیں کیا؟ سو میرے سوا کوئی خدا نہیں ہے صادق القول اور نجات دینے والا خدا میرے سوا کوئی نہیں (۲۱) اے انتہائی زمین کے سب رہنے والو! تم میری طرف متوجہ ہو اور نجات پاؤ کیونکہ میں خدا ہوں اور میرے سوا کوئی نہیں (۲۲)

۱۱): بائبل صفحہ ۶۹۷، یسعیاہ، باب ۴۵، آیت ۵ تا ۷ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''میں ہی خداوند ہوں اور کوئی نہیں میرے سوا کوئی خدا نہیں میں نے تیری کمر باندھی، اگرچہ تو نے مجھے نہ پہچانا (۵) تا کہ مشرق سے مغرب تک لوگ جان لیں کہ میرے سوا کوئی نہیں میں ہی خداوند ہوں، میرے سوا کوئی دوسرا نہیں (۶) میں ہی روشنی کا موجد اور تاریکی کا خالق ہوں میں سلامتی کا بانی اور بلا کو پیدا کرنے والا ہوں میں ہی خداوند یہ سب کچھ کرنے والا ہوں (۷)

۱۲): بائبل صفحہ ۴۲۹ تواریخ ۲، باب ۶، آیت ۱۴ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''اور کہنے لگا اے خداوند اسرائیل کے خدا تیری مانند نہ تو آسمان میں نہ زمین پر کوئی خدا ہے

۱۳): بائبل صفحہ ۵۵۵، زبور، باب ۴۸، آیت ۱۴ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''کیونکہ یہی خدا ابد الآباد ہمارا خدا ہے یہی موت تک ہمارا ہادی رہے گا

۱۴): بائبل صفحہ ۵۵۶، زبور، باب ۵۰، آیت ۷ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''اے میری اُمت سن میں کلام کروں گا، اور اے اسرائیل میں تجھ پر گواہی دوں گا، خدا تیرا میں ہی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوں

۱۵): بائبل صفحہ ۵۷۶، زبور، باب ۸۱، آیت ۹، ۱۰ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''تیرے درمیان کوئی غیر معبود نہ ہو اور تو کسی غیر معبود کو سجدہ نہ کرنا، خداوند تیرا خدا میں ہوں

۱۶): بائبل صفحہ ۵۷۸، زبور، باب ۸۶، آیت ۸ تا ۱۰ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''یارب! معبودوں میں تجھ سا کوئی اور تیری صنعتیں بے مثال ہیں، یارب! سب قومیں جن کو تو نے بنایا آکر تیرے حضور سجدہ کریں گی اور تیرے نام کی تمجید کریں گی۔ کیونکہ تو بزرگ ہے اور عجیب و غریب کام کرتا ہے تو ہی واحد خدا ہے:

۱۷): بائبل صفحہ ۴۷ (نیا عہد نامہ) انجیل مرقس باب ۱۲، آیت ۳۰، ۲۹ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''یسوع نے جواب دیا اوّل یہ ہے اے اسرائیل سُن خداوند ہمارا ایک ہی خداوند ہے (۲۹) اور تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ (۳۰)

۱۸): بائبل صفحہ ۸۵۷ (پرانا عہد نامہ) یوایل، باب ۲، آیت ۲۷ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''تب تم جانو گے کہ میں اسرائیل کے درمیان ہوں اور میں خداوند تمہارا خدا ہوں اور کوئی دوسرا نہیں اور میرے لوگ کبھی شرمندہ نہ ہوں گے (۲۷)

۱۹): بائبل صفحہ ۸۹۳ (پرانا عہد نامہ) ملاکی، باب ۳، آیت ۶ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''کیونکہ میں خداوند لاتبدیل ہوں اسی لیے اے بنی یعقوب تم نیست نہیں ہوئے''

۲۰): بائبل (نیا عہد نامہ) صفحہ ۱۰۱، انجیل یوحنا، باب ۱۷، آیت ۳ طبع بائبل سوسائٹی انارکلی لاہور میں ہے:

''اور ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ وہ تجھ خدائے واحد اور برحق کو اور یسوع مسیح کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بائبل کی مندرجہ بالا عبارات سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے، اور اس کے سوا کسی کی عبادت، پوجا اور پرستش جائز نہیں اور اس کا کوئی ہمسر و شریک نہیں اور عقیدہ تثلیث قطعاً جائز نہیں

اللہ تعالیٰ د کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہونے کے بعد اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

☆☆☆ ☆☆☆ ☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۲۱)

✿ اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شعبان المعظم ✿

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین: اما بعد!

قال اللہ تعالیٰ فی القرآن العظیم:

"ان عدۃ الشھور عند اللہ اثنا عشر اشھراً فی کتاب اللہ"

ترجمہ: بے شک مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں (سورۃ توبہ آیت ۳۶)

اللہ تعالیٰ کی کتاب میں ان بارہ مہینوں میں ترتیب کے لحاظ سے آٹھواں مہینہ شعبان المعظم ہے جو کہ رجب المرجب اور رمضان المبارک کے درمیان ہے جیسا کہ حضور ﷺ کا فرمان ہے!

"عن اسامہ بن زید قال قلت یا رسول اللہ ﷺ لم ارک تصوم شھرا من الشھور ما تصوم من شعبان قال ذالک شھر یغفل الناس عنہ بین رجب و رمضان وھو شھر یرفع فیہ الاعمال الی رب العالمین فاحب ان یرفع عملی وانا صائم"

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں آپ کو تمام مہینوں سے زیادہ شعبان المعظم میں روزہ رکھتے ہوئے دیکھتا ہوں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا یہ وہ مہینہ ہے جس سے لوگ غافل ہیں (یعنی اس کی شان وفضیلت سے) رجب اور رمضان کے درمیان یہ وہ مہینہ ہے جس میں (بندگان خدا کے) اعمال رب العالمین کی بارگاہ میں اٹھائے جاتے ہیں پس میں یہ پسند کرتا ہوں کہ جب میرا عمل اٹھایا جائے تو میں حالت روزہ میں ہوں

(۱) سنن نسائی مترجم: ۲/۱۰۸ برقم ۲۳۶۱ (۲) سنن الکبریٰ بیہقی: ۳/۱۷۷ رقم ۲۶۷۹

(۳) مسند احمد: ۵/۲۰۱ (۴) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۹۴۶

(۵) مسند البزار: ۷/۶۹ (۶) شرح معانی الآثار طحاوی: ۲/۸۲

۱) اس حدیث کی امام ابن خزیمہ نے تصحیح فرمائی (فتح الباری: ۵/۲۶۹)

۲) غیر مقلدین کے علامہ ناصر الدین البانی نے اس کو حسن کہا اور احادیث الصحیحۃ ۴/۵۲۲ رقم ۱۸۹۸ میں ذکر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیا

(۳)غیر مقلدین کے مولانا ارشاد الحق اثری نے بھی اسکو حسن کہا دیکھئے:

(تبیین العجب بما ورد فی فضل رجب: ۳۷ حاشیہ نمبر ۱۴)

شعبان المعظم کی وجہ تسمیہ:

امام بدر الدین عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!

''اور شعبان شعب سے مشتق ہے اور وہ اجتماع ہے اس کے نام کی وجہ یہ ہے کہ اس میں خیر کثیر رمضان المبارک کی طرح جمع کی جاتی ہے اور کہا گیا ہے کہ وہ متفرق ہونے کے بعد اس میں جمع ہوتے تھے اور وہ دو جمع ہوتے تھے یا ئی اور ابن دید نے کہا اس لیے اس کا نام رکھا گیا ہے کہ وہ پانی کی طلب میں جدا جدا ہونے کے بعد اس میں جمع ہوتے تھے اور محکم میں ہے ان کے غاروں میں جمع ہونے کی وجہ سے اس کا نام رکھا گیا ہے'' (عمدۃ القاری شرح بخاری: ۱۱/۱۱۶)

غنیۃ الطالبین میں ہے کہ!

''شعبان میں پانچ حروف ہیں: ش: شرف کا ہے، ع، علو کا، ب: بر کا ہے الف، الفت کا ہے، اور ن، نور کا ہے، اس مہینے میں یہ پانچوں حروف بارگاہ الٰہی سے بندے کے لیے مخصوص ہوتے ہیں اس ماہ میں نیکیوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں برکتوں کا نزول ہوتا ہے، خطاؤں کو معاف کیا جاتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود کی کثرت کی جاتی ہے (غنیۃ الطالبین مترجم ۳۴۱)

تحویل قبلہ کا مہینہ:

امام ابن حبان فرماتے ہیں کہ اسی ماہ مقدس میں کعبہ کو اُمت محمدیہ کے لیے قبلہ مقرر کیا گیا ''**قال ابو حاتم رضی اللہ عنہ: صلی المسلمون الی بیت المقدس بعد قدوم المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم المدینة سبعة عشر شهر او ثلاثة ایام سواء وذلك أن قدو صلی اللہ علیہ وسلم المدینة كان یوم الاثنتین لا ثنتی عشرة لیلة خلت من ربیع الاول وأمره الله جل و علا باستقبال الکعبة یوم الثلاثاء لنصف من شعبان**''

ترجمہ: ابو حاتم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: مسلمانوں نے بیت المقدس کی طرف سترہ مہینے اور تین دن تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے مدینہ تشریف لانے کے بعد نمازیں پڑھیں اور پیر کے دن بارہ راتیں گزرنے کے بعد ربیع الاول شریف کے مہینہ میں (نبی ﷺ) نے مدینہ منورہ میں تشریف لائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے استقبال کعبہ کا حکم پندرہ شعبان بروز منگل کو دیا

(۱) صحیح ابن حبان: ۴/ ۶۲۰ تحت حدیث ۱۷۱۶

(۲) تفسیر قرطبی: ۲۵/ ۱۵۰ تحت آیت قد نری تقلب وجھک۔۔۔الخ

درود کی کثرت کا مہینہ:

حضور ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم اسی ماہ مقدس میں نازل ہوا۔ امام سخاوی فرماتے ہیں!" أن **الأمر باالصلاة على النبى ﷺ كان فى السنة الثانيه من الهجرة وقيل فى ليلة الاسرا**"

ترجمہ: نبی ﷺ پر درود بھیجنے کا حکم ۲ ہجری میں نازل ہوا اور کہا گیا ہے کہ یہ لیلۃ الاسراء میں نازل ہوا

(القول البدیع: ص ۱۹۹ الالباب الاول)

امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا!" جس نے ہر شعبان کے دن میں نبی اکرم ﷺ پر سات سو مرتبہ درود شریف پڑھا تو اللہ تعالیٰ ان کے لیے فرشتوں کی ڈیوٹی لگا دیتا ہے کہ وہ درود شریف آپ ﷺ کی بارگاہ میں پیش کرتے اور پہنچاتے ہیں جس سے نبی اکرم ﷺ کی روح مبارکہ خوشی ومسرت کا اظہار فرماتی ہے پھر (اللہ تعالیٰ) ان فرشتوں کو حکم فرماتا ہے کہ وہ قیامت تک اس شخص کے لیے استغفار کرتے رہیں (القول البدیع: ص ۴۱۴)

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں" اھل السنۃ کی علامت ہے نبی ﷺ پر کثرت سے درود پڑھنا

(القول البدیع: ص ۱۳۲)

پندرہ شعبان کی رات:

شعبان المعظم میں ایک رات ایسی ہے جس کو عام طور پر شب برأت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یہ رات شعبان المعظم کی پندرھویں رات ہے۔ اور عام بلاد اسلامیہ میں مسلمان اس رات میں عام راتوں کی نسبت زیادہ عبادت خداوندی میں مشغول ہوتے ہیں۔ اور اس رات کو عظمت وفضیلت والی رات جانتے ہیں۔ مگر آج کل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کچھ لوگ اس کی فضیلت کے قائل کو بدعتی کہتے ہیں جو سراسر ظلم اور جہالت ہے آیئے دیکھیں اس رات کی عظمت کیا ہے کسی چیز کے ناموں کی کثرت بھی اس کی فضیلت پر دلالت کرتی ہے جو نام علماء سے ثابت ہیں وہ ذکر کیے جاتے ہیں

١۔لیلۃ البراۃ ٢۔اللیلۃ المبارکۃ

٣۔لیلۃ الصک ٤۔لیلۃ الرحمۃ ۔(تفسیر الکشاف ٤/ ٢٦٢)(اللباب فی علوم الکتاب ١٧/ ٣٠٩)

٥۔لیلۃ التکفیر ٦۔لیلۃ القسمۃ

٧۔لیلۃ الاجابۃ ٨۔لیلۃ عید الملائکۃ

٩۔لیلۃ الشفاعۃ ١٠۔لیلۃ التقدیر

١١۔لیلۃ التعظیم ١٢۔لیلۃ الغفران

١٣۔لیلۃ الحیاۃ ١٤۔لیلۃ الجائزہ

١٥۔لیلۃ الرجحان ۔(ھمیان الزاد للاباضی تحت الدخان آیت نمبر ٣،کتاب تحفۃ الاخوان فی قرآۃ المیعاد ص ٨٦،٨٧،الکلمات الحسان ص ١٦)

اہل ایمان والوں کے لیے پندرھویں شعبان کی رات تحفہ ہے

یہ وہ رات ہے جس کے بارے میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:

[عن معاذ بن جبل عن النبی ﷺ قال یطلع الله الی خلقه لیلة النصف من شعبان فیغفر لجمیع خلقه الا لمشرك أو مشاحن]

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نبی اکرم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات اپنی مخلوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے پس مشرک اور کینہ پرور کے سوا ہر ایک کی مغفرت فرمادیتا ہے

(١) صحیح ابن حبان: ١٢/ ٤٨١ رقم الحدیث ٥٦٦٥ (٢) معجم الکبیر: ٢٠/ ١٠٨

(٣) مسند الشامیین: ١/ ١٢٨ (٤) شعب الایمان بیہقی: ٥/ ٣٦٠

(٥) حلیۃ الاولیاء: ٥/ ١٩١ (٦) ابن ابی عاصم فی السنۃ: ١/ ٢٢٤

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امام ھیثمی فرماتے ہیں کہ اس کے راوی ثقہ ہیں (مجمع الزوائد:۸/ ۶۵)

اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعری، حضرت عبد اللہ بن عمرو، حضرت ابوھریرہ، حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عوف، حضرت ابوثعلبہ، حضرت ابو اُمامہ باہلی، حضرت کثیر بن مرہ رضی اللہ عنھم سے اسی قسم کے مضمون کی روایات ہیں

امام طاؤس یمانی فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ سے پندرہ شعبان کی رات اور اس میں عمل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا!"میں اس (رات) کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں ایک حصہ میں نانا جان ﷺ پر درود شریف پڑھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے کہ اس نے حکم فرمایا!! اے ایمان والو نبی ﷺ پر درود اور سلام پڑھو جیسا اس کا پڑھنے کا حق ہے اور دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر عمل کرتے ہوئے کہ اس نے حکم فرمایا! یعنی اللہ تعالیٰ کی یہ شان نہیں کہ وہ ان کو عذاب دے حالانکہ وہ استغفار کرتے ہوں"

(سورۃ الانفال ۳۳)

تیسرے حصے میں نماز پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے اس فرمان پر عمل کرتے ہوئے "سجدہ کر اور قرب حاصل کر" میں نے عرض کیا جو شخص یہ عمل کرے اس کے لیے کیا ثواب ہوگا؟ آپ نے ارشاد فرمایا کہ! میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا اور انھوں نے نبی اکرم ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! کہ جس نے پندرہ شعبان کی رات کو زندہ کیا اس کو

"مقربین" یعنی ان لوگوں میں کہ جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا! "**فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ لا**" (سورۃ الواقعۃ ۸۸) میں لکھ دیا جاتا ہے (القول البدیع: امام سخاوی ص ۴۱۴، ۴۱۵)

سال بھر مرنے والوں کے فیصلے کی رات:

حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں!

[انه ليس نفس تموت في ستة الا كتب أجلها في شعبان و أجب أن يكتب أجلي وأنا في عبادة ربي و عمل صالح]

ترجمہ: کوئی جان ایسی نہیں جس نے اس سال مرنا ہو مگر اس کی موت شعبان میں لکھ دی جاتی ہے۔ پس میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

محبوب رکھتا ہوں کہ جب میری اجل لکھی جائے تو میں اپنے رب کی عبادت اور عمل صالح میں ہوں

(تاریخ بغداد: ۴/ ۲۳۴، ۲۳۵)

دوسری روایت میں ہے!

"رسول اللہ ﷺ شعبان المعظم سے بڑھ کر کسی ماہ کے روزے نہیں رکھتے تھے۔ کیونکہ اس میں زندوں کی روحوں کو مردوں میں لکھا جاتا ہے حتی کہ ایک آدمی شادی کرتا ہے جبکہ اس کا نام مرنے والوں میں اوپر لکھا ہوتا ہے"

(تاریخ ابن عساکر: ۶۱/ ۲۵۰)

یہ دونوں روایات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں جبکہ اسی مضمون کی روایات حضرت ابوھریرہ، حضرت راشد بن سعید رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہیں

عبادت کی رات:

اس رات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بندے اس سے بخشش کی اُمید رکھتے ہیں حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے

[عن واثله بن الاسقع قال سمعت رسول الله ﷺ يقول قال الله تبارك و تعالىٰ أنا عند ظن عبدى بى فليظن بى ما شاء]

ترجمہ: حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق معاملہ کرتا ہوں جو وہ میرے بارے میں رکھتا ہے پس وہ جو چاہے میرے بارے میں گمان رکھے

(۱) صحیح ابن حبان: ۲/ ۴۰۱ (۲) مستدرک للحاکم: ۵/ ۱۶۶

(۳) سنن دارمی: ۲/ ۳۹۵ (۴) مسند احمد: ۳/ ۴۹۲ رقم ۱۶۱۱۲

بخشش کی راتیں:

[عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ قال قال رسول الله ﷺ من احيا الليالى الخمس وجبت له الجنة۔ ليلة التروية، وليلة عرفة، وليلة الفطر، وليلة النحر، وليلة النصف من شعبان]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے پانچ راتوں کو زندہ کیا (بیدار ہو کر عبادت کی) اس کے لیے جنت واجب ہوگئی۔ تو یہ راتیں آٹھ ذی الحجہ کی رات، عرفہ کی رات، عید الفطر کی وقربانی کی رات اور پندرہ شعبان کی رات

(۱) الترغیب والترھیب للاصبھانی: ۲/ ۲۴۸ (۲) الترغیب والترھیب للمنذری: ۲/ ۱۵۲

اسی طرح حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا ”پانچ راتیں ایسی ہیں جس میں دعا رد نہیں کی جاتی جمعہ کی رات رجب کی پہلی رات شعبان کی پندرھویں رات اور عیدین کی راتیں“

(۱) مصنف عبد الرزاق: ۴/ ۳۱۷ برقم ۷۹۲۷

(۲) شعب الایمان بیہقی: ۳/ ۳۴۲ برقم ۳۷۱۳

امام شافعی لکھتے ہیں!

”بے شک پانچ راتوں میں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ جمعہ کی رات، عید الفطر اور عید قربان، رجب کی پہلی رات اور شعبان کی پندرھویں رات“

(۱) کتاب الام للشافعی: ۱/ ۲۳۱ (۲) سنن الکبریٰ بیہقی: ۳/ ۳۱۹

ابن تیمیہ حرانی نے لکھا ہے!

”جب کوئی آدمی نصف (شعبان) کی رات تنہا یا خاص جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا ہے جیسا کہ اسلاف میں ایک گروہ کرتا تھا پس وہ اچھا ہے (مجموع الفتاویٰ: ۲۳/ ۶۵)

ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں!

”لیکن یہ نظریہ کہ یہ رات فضیلت والی ہے یہ اکثر اہل علم کا نظریہ ہے یا اکثر ہمارے علماء اور دیگر کا بھی اور اس پر امام احمد کی نص ہے کیونکہ اس رات کی فضیلت میں متعدد احادیث وارد ہیں اور آثار سلف بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں اور اس رات کے کچھ فضائل مسانید اور سنن میں بھی مروی ہیں“

(اقتضاء الصراط المستقیم: ۲۷۴)

غیر مقلدین (اہل حدیث) کے شیخ الکل فی الکل کا فتویٰ:

سوال: پندرھویں شعبان کو کیا شب قدر کا کوئی ثبوت ہے اس شب کو ثواب جان کر تلاوت یا عبادت کرنا کیسا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے؟

جواب: اس رات کے متعلق روایتیں ضعیف ہیں اس دن کوئی کارخیر کرنا بدعت نہیں ہے بلکہ بحکم انما الاعمال بالنیات موجب ثواب ہیں (فتاویٰ ثنائیہ: ۱/ ۶۵۴ مطبوعہ سرگودھا)

ہمارا موقف بھی یہی ہے کہ اس رات میں اگر کوئی مسلمان اپنے خالق و مالک کے سامنے سربسجود ہوتا ہے تو اس پر تنقید نہیں کرنی چاہیے بلکہ اس رات اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گڑگڑا کر اپنی خطاؤں اور لغزشوں کی معافی طلب کرنی چاہیے اور آئندہ کے لیے گناہوں سے تائب ہو کر اس کے تقرب کو حاصل کرنا چاہیے آخر میں گذارش ہے کہ اپنے بچوں کو آتش بازی، پٹاخے وغیرہ سے منع کریں کیونکہ یہ رات آگ سے بچنے کی رات ہے نہ کہ آگ سے کھیلنے کی اللہ تعالیٰ ہمیں عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

☆☆☆☆ ☆☆☆☆ ☆☆☆☆

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۲۲)

✿ ائمہ مجتہدین کے درمیان اختلاف کی وجوہات ✿

نحمدہ' و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم۔ اما بعد۔!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اس مضمون کے لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ بعض نام نہاد محققین نے ائمہ مجتہدین کے اختلاف کی آڑ میں لوگوں کو گمراہی کے راستے پر ڈالنا شروع کر دیا لہٰذا اس کی وضاحت ضروری ہے

''اختلاف ائمہ کے اسباب کا موضوع درحقیقت اجتہاد کا ہی ایک باب ہے اس کے تعلق سے گفتگو نہ صرف مشکل بلکہ دراز اور پیچیدہ بھی ہے جو اس مختصر مضمون میں بیان کرنا انتہائی مشکل ہے مگر میری بھرپور کوشش ہوگی کہ اسے آسان الفاظ میں قارئین تک منتقل کروں لہٰذا آسانی کیلئے چند عنوات کے تحت ان وجوہات کا بیان حاضر ہے:

✿ حدیث کب قابل عمل ہوتی ہے ✿

اس عنوان کے تحت چار نکات ہیں

دو کا تعلق سند حدیث سے اور دو کا تعلق متن حدیث سے ہے اور وہ چار نکات یہ ہیں۔

۱) ''حدیث شریف کے صحیح ہونے کے شرائط کے بارے میں اختلاف''

جمہور علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حدیث صحیح ہونے کیلئے پانچ شرائط ہیں

۱۔ سند کا متصل ہونا

۲۔ راوی کا عادل ہونا

۳۔ راوی کے یاد رکھنے اور صحیح طور پر اس کو مضبوط کرنے کا ثبوت

۴۔ سند اور متن میں شذوذ کا نہ ہونا

۵۔ علت قادحہ سے سند اور متن دونوں کا محفوظ ہونا

اتصال سند کے ثبوت کیلئے خود محدثین کا ایک شرط پر اختلاف واقع ہوا ہے جو ''مسئلة اللقاء بین الراوی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وشیخہ'' کے عنوان سے مشہور ہے یعنی راوی کا اپنے شیخ اور استاد سے ملاقات کا ثابت ہونا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہمنوا، راوی اور اس کے شیخ کے درمیان ملاقات کے ثبوت لگاتے ہیں اگر چہ وہ ملاقات ایک ہی دفعہ کیوں نہ ہو، امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ہمنوا، ثبوت کی بجائے فقط ملاقات کے امکان کو صحت حدیث کیلئے شرط قرار دیتے ہیں اور امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قول پر اجماع کا دعوی کیا ہے (صحیح مسلم: ۱/ ۲۳ مقدمہ طبع دار الافاق الجدید بیروت)

اس شرط کے اختلاف کے سب امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ اور انکے ہمنوا اتصال کے اس مفہوم (شرط امکان اللقاء) کی بنا پر جس حدیث کو صحیح قرار دیتے ہیں

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس کو تسلیم نہیں کرتے اور امام مسلم کی بیان کردہ شرط (امکان اللقاء) کو تسلیم کرنے والے فقہاء اس شرط اتصال کو بنیاد بنا پر جو حکم اس روایت سے ثابت ہو اسکے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ حکم صحیح حدیث سے ثابت ہے جبکہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور انکے ہمنوا صحت حدیث کیلئے ملاقات کے ثبوت کی شرط لگا کر ایسی حدیث کو حجت نہیں مانتے اور جتنے ایسی احادیث سے احکام کا استنباط کیا جائے اس کا اعتبار نہیں کرتے

اتصال سند سے متعلق ایک اور مسئلہ ''حدیث مرسل'' کا ہے

''مرسل'' ایسی حدیث کو کہتے ہیں جسکو تابعی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرے اور اس کی سند متصل نہ ہو

اس میں محدثین کا اختلاف ہے کہ اس عدم اتصال کے سبب کیا حدیثِ مرسل حجت اور استدلال کے دائرے سے خارج ہو جائے گی یا نہیں؟

جمہور محدثین کے نزدیک مرسل حدیث ضعیف ہے اس لیے حجت نہیں جبکہ جمہور فقہاء جس میں امام ابوحنیفہ، امام مالک، اور ایک روایت کے مطابق امام احمد فرماتے ہیں ارسال سے حدیث کی صحت پر کچھ اثر نہیں پڑتا بلکہ حدیث مرسل حجت ہے اور اس پر عمل کیا جائے گا۔ (الرسالۃ صفحہ ۴۶۲)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دونوں قولوں کے درمیان کا موقف رکھتے ہیں نہ بالکل صحت کا انکار کرتے ہیں اور نہ مطلقاء صحت کا حکم لگاتے ہیں بلکہ اس کے ضعف کو معمولی درجہ کا ضعف قرار دیتے ہیں کہتے ہیں

''اگر چار باتوں سے اس کی تقویت اور تائید نہ ہو تو جمہور کی طرح اس کو حجت تسلیم نہیں کیا جائے گا اور اگر چار مؤیدات حاصل ہوں تو ان کے نزدیک وہ حجت ہو جائیگی وہ چار مؤیدات یہ ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۔ دوسری روایت سے اس کا متصل اور مسند ہوتا ظاہر ہو جائے
۲۔ یا دوسری مرسل روایت بھی اس کی تائید میں ملے
۳۔ یا بعض صحابہ
۴۔ یا اکثر اہل علم اس پر فتوی دیں

اس بنا پر ایسا فقہی حکم جس میں ائمہ ثلاثہ یا کوئی ایک ان میں ایسی مرسل روایت کو بنیاد قرار دیں جس کو ان چاروں باتوں کی تائید حاصل نہ ہو تو وہ امام اور جمہور محدثین کے خلاف ہوگا

راوی کی عدالت کے ثبوت میں بھی اختلاف ہے اسکی نوعیت کچھ یوں ہے کہ

۱۔ کیا یہ بات راوی کیلئے کافی ہے کہ راوی مسلمان ہو اور اس میں کسی قسم کی جرح کا ثبوت نہ پایا جائے؟
۲۔ یا یہ کافی نہیں بلکہ اسکی ظاہری عدالت کا ثبوت پیش کرنے سے ہی عدالت ثابت ہو گی ایسے راوی کو مستور کہا جاتا ہے
۳۔ یا عدالت ظاہرہ کے ساتھ عدالت باطنہ کا بھی ثبوت ضروری ہے
۴۔ اس میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے کہ ایک امام کی تعدیل (راوی کو عادل قرار دینا) کافی ہے یا ہر راوی کی عدالت کے ثبوت کیلئے دو ائمہ جرح وتعدیل کی تعدیل ضروری ہے

عدالت کے سلسلہ میں بعض دفعہ جرح کرنے والا کسی مسلم کی عدالت کو بھی ساقط کر دیتا ہے اسکی مثال یہ ہے کہ کتنے ہی راویوں کی عدالت کا اس لئے اعتماد نہیں کیا گیا کہ وہ عراقی تھے یا فقہاء میں سے تھے جن کو اہل الرائے کہا جاتا تھا یا انھوں نے خلق قرآن کے مسلہ پر جوابات دیے یہ ایسے امور ہیں جن کا ادراک اور ان سے اجتناب وہی علماء کر سکتے ہیں جنھوں نے اس علم کی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا ہو اور جو طویل تجربہ کے ساتھ اس علم سے وابستہ رہے ہوں

ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی امام محدثین یا فقہاء میں سے کسی راوی کی تعدیل کرتے ہیں پھر محدثین یا فقہاء ہی میں سے کوئی امام اسی راوی پر جرح کر دیتا ہے اور ایسے راویوں کی تعداد جن کی عدالت یا ضعف پر اتفاق پایا جائے بہت ہی قلیل ہیں ان وجوہ اختلاف میں ایک اختلاف ایسا بھی ہے جو اختلاف کے دائرے کو بیحد وسیع کر دیتا ہے اور وہ یوں کہ ایک راوی جس میں اختلاف ہوتا ہے اس سے دسیوں احادیث مروی ہوتی ہے اب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جو ائمہ ان کو عادل قرار دیتے ہیں وہ ان کی راویت کردہ تمام احادیث سے استدال کرتے ہیں اور جو اس راوی کو مجروح قرار دیتے ہیں اس استدلال کو تسلیم نہیں کرتے چونکہ ان کے نزدیک وہ حدیث ضعیف ہوتی ہے۔تو اس سے استدلال کرنا بھی ضعیف ہوتا جاتا ہے ایک اختلاف ایسا بھی ہے جس میں ہر اختلاف کرنے والا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ سنت سے استدلال کر رہا ہے اور ان مرویات کے مقتضا کے مطابق احکام کو تطبیق دیتا ہے اور وہ یہ بھی ثابت کر دیتا ہے کہ اس کے حدیثی اور فقہی اجتہادات محدثین کے مسلمہ قواعد اور منہج کے مطابق ہے اس مقام پر ہم اس کے کلام کو یکسر مسترد نہیں کرسکتے اسی طرح صحیح حدیث کے دیگر شرائط کے وجود میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے مثلاً ضبط راوی کی شرط کے بارے میں یہ ضروری تنبیہ قابل ذکر ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ضبط راوی کا مطلب یہ ہے کہ راوی نے جس وقت اس حدیث کو سنا تو اس حدیث کو بیان کرنے کے وقت تک اس کو روایت ازبر اور یاد ہو جسے پہلے دن اس کو حاصل کیا تھا۔اس میں کی بھول چوک کی گنجائش ہرگز نہ ہو (شرح مسند أبي حنیفہ للقاری: صفحہ ۳)

یہ ایک انتہائی سخت شرط ہے اور اس شدید شرط لگانے کی وجہ یہ ہے کہ جب راوی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ کی رعایت نہ کرکے اپنے الفاظ میں حدیث کا معنی بیان کرتا ہے تو بعض اوقات بات کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے اور یہ الجھن راویوں کے اضطراب اور تصرف کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے

اور اسی شرط کی بنا پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا دوسرے ائمہ سے اختلاف بعض احادیث کی تضعیف اور دوسروں کا انہی احادیث کی تصحیح کی شکل میں سامنے آتا ہے

❁ جو سنت سے ثابت نہ ہو کیا اس پر عمل کیا جائے گا؟ ❁

اس کا جواب یہ ہے کہ حدیث اگر صحیح یا جس درجے کی ہو،تو علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ اس پر عمل کیا جاسکتا ہے اور احکام شرعیہ میں اس کو دلیل کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے اور اگر حدیث ضعیف ہو تو جمہور علماء کے نزدیک فضائل اور مستحبات میں اس پر عمل اس کے معروفِ شرائط کے پائے جانے کے وقت کرنا چاہیے یہ مؤقف معروف اور مشہور ہے لیکن بعض علماء احکام شرعیہ اور حلال وحرام کے سلسلہ میں بھی اس کے عمل کو جائز کہتے ہیں یہاں تک انھوں نے حدیث ضعیف کو قیاس پر ترجیح دی ہے جس کے مصادر شرعیہ ہونے پر جمہور علماء نے اعتماد کیا ہے بلکہ تمام علماء نے قیاس کی حجیت پر اتفاق کیا ہے سوائے معدودے چند افراد کے جنکی مخالفت کا

ایسے مواقع پر کوئی اعتبار نہیں کیا جاتا ضعیف حدیث ایسے موقعہ پر عمل ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام احمد رحمہ اللہ کا مذہب ہے

(۱) مرقاۃ المفاتیح للعلی القاری: ۱/۱۹ (۲) فتح القدیر ۱/۴۱۷

اور یہی ایک محدثین کی جماعت کا مذہب ہے جیسے امام ابوداؤد، امام نسائی اور ابوحاتم

(۱) فتح المغیث للسخاوی: ۱/۸۰،۲۶۷ (۲) الجرح والتعدیل ابوحاتم: ۸/۳۴۷

لیکن دو شرطوں کے پائے جانے پر، ایک تو یہ کہ ضعیف شدید نہ ہو اور دوسری شرط یہ ہے کہ اس مسئلہ میں اس حدیث کے علاوہ دوسری صحیح یا حسن حدیث نہ پائی جائے یہ ہی ابن حزم کا بھی مذہب ہے (المحلیٰ: ۴/۱۴۸)

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:

''ہمارے نزدیک ضعیف حدیث لائے سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے''

(۱) فتح المغیث: ۱/۸۲ (۲) اعلام الموقعین: ۱/۳۱

امام شافعی بھی مرسل حدیث پر عمل کرتے تھے جب مسئلہ میں اور روایت اس ضعیف روایت کے علاوہ نہ پاتے (فتح المغیث: ۱/۸۰)

امام نووی بھی یہی فرماتے ہیں (المجموع: ۱/۱۰۰) ضعیف حدیث پر عمل کا ایک موقع اور بھی ہے وہ یہ کہ جب ایک حدیث ایسے الفاظ پر مشتمل ہو کہ جس کے دو مختلف معانی کا احتمال ہو اور ایک ضعیف حدیث ایسی مل جائے۔ جس سے کی ایک معنی کو ترجیح ملتی ہے تو اس وقت ہم اسی معنی کو اختیار کرتے ہیں جس کی تائید اس ضعیف حدیث سے ہوتی ہے یہ بات ائمہ متقدمین اور متاخرین سے صریح طور پر ثابت ہے ابن قیم نے تحفہ المودود صفحہ ۲۹ آیت سورۃ النسا ۳ ''**ذلك ادنى الا تعولوا**'' میں عول کے معنی میں اختلاف کا ذکر کیا اور جمہور کے معنی کی تائید میں ایک ضعیف حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے پیش کی جو ''صحیح ابن حبان: ۹/۳۳۸ رقم ۴۰۲۹'' میں ہے

ان تمام باتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ائمہ متقدمین کے نزدیک حدیث ضعیف کا متعدد مقامات پر اعتبار کیا گیا ہے اور اسکی قیمت و اہمیت ہے لیکن آج کل بعض اسکے برعکس چرچا کرتے ہیں اور انھوں نے حدیث ضعیف کو موضوع کے ساتھ لاحق کر کے دونوں کو ایک ہی ''سلسلہ'' میں شامل کر دیا ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضور ﷺ کے ادا کردہ الفاظ حدیث کے اثبات کی بحث

اس سے مراد یہ ہے کہ حضور ﷺ نے اس معنی کو اسی لفظ سے تعبیر فرمایا کسی اور دوسرے لفظ سے نہیں جبکہ اس حدیث میں دو ایسے الفاظ وارد ہوئے ہوں کہ ایک کے پیش نظر جو احکام مرتب ہو رہے ہیں وہ ان سے مختلف ہو جو دوسرے لفظ کو لینے کے بعد مستنبط ہو رہے ہیں اس مسئلہ کو اصولیین اور محدثین" روایت بالمعنی کے عنوان سے ذکر کرتے ہیں

روایت بالمعنی:

جمہور علماء اس اسکے جواز کے قائل ہیں اور اسکے جواز کیلئے یہ شرط لگائی ہے کہ راوی عربی زبان پر مکمل عبور اور الفاظ کے مدلولات کی بصیرت رکھتا ہو اس اندیشہ کے باعث کہ وہ ایک کلمہ کی جگہ دوسرا ایسا کلمہ استعمال نہ کر دے کہ جن میں تفاوت پایا جاتا ہو اور وہ بزعم خویش دونوں کو ہم معنی سمجھے لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک اور شرط بھی رکھی ہے کہ راوی فقیہ بھی ہے (فقہ اھل العراق وحدیثھم للکوثری: صفحہ ۳۵)

آئیے اس بات کو ایک مثال سے سمجھتے ہیں

امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ نے سنن ابو داؤد: ۳/ ۲۰۷ رقم ۳۱۹۱ میں ابن ابی ذئب بواسطہ صالح مولی التوآمہ عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا [**من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شیء علیہ**]

ترجمہ: یعنی جو مسجد میں جنازہ کی نماز پڑھے تو اس میں کوئی حرج نہیں

بعض قدیم نسخوں اور روایات میں اسی طرح منقول ہے اور بعض دوسرے نسخوں میں "فلا شیء لہ" کے الفاظ آتے ہیں خطیب بغدادی کے نسخہ میں "فلا شیء علیہ أو فلا شیء لہ" ہے أو کے کلمہ سے شک کا اظہار ابو علی لولوی نے کیا ہے اور سب جانتے ہیں کہ لولوی سنن ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ کو مؤلف سے روایت کرنے والے ہیں "فلا شیء لہ" کی روایت کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ سے اس کو نقل کرنے والے ابن العبد، ابن داستہ بھی ہیں معمر اور ثوری سے عبدالرزاق نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے (مصنف عبدالرزاق: ۳/ ۵۲۷ رقم ۶۵۷۹) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی طرح نقل کیا ہے (مسند احمد: ۲/ ۴۴۴ رقم ۹۷۲۸) امام طحاوی نے بھی شرح معانی الآثار میں یہی الفاظ نقل کیے ہیں

(شرح معانی الآثار: ۱/ ۴۹۲) اسی طرح مسند طیالسی میں ہے (مسند طیالسی: ۱/ ۳۰۴ رقم ۲۳۱۰) اور طیالسی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نے صالح مولیٰ التوامہ سے مزید یہ قول نقل کیا ہے کہ میں نے ایسے لوگوں کو پایا ہے جنھوں نے حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا دور دیکھا ہے وہ جب نماز کیلئے آئے اور مسجد کے سوا کہیں اور جگہ ان کو نہ ملتی تو نماز جنازہ پڑھے جنازہ بغیر لوٹ جاتے

مصنف ابن ابی شیبہ کے الفاظ یہ ہیں

"**من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا صلاۃ له**"(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳/ ۳۶۴ رقم ۱۲۰۹۷) جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی تو اسکی یہ نماز نہ ہوگی اور فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جب جگہ تنگ پاتے تو بغیر نماز جنازہ پڑھے جائے

امام بیہقی نے سنن الکبریٰ میں عبدالرزاق تک دو طریق سے مذکورہ حدیث انہی الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے اور ایک طریق میں صالح ہی سے یہ زیادتی نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں" میں جنازہ کو مسجد میں رکھتے ہوئے دیکھتا تو ابو ھریرہ رضی اللہ عنہ کو اگر مسجد کے سوا جگہ نہ ملتی

سنن ابن ماجہ میں بھی ابن ابی ذئب کسے روایت ہے جسکے الفاظ یوں (سنن الکبریٰ ۴:/ ۵۲ رقم ۷۲۹۱) ہیں "فلیس لہ شیء" یعنی اس کیلئے کچھ بھی نہیں (۲/ ۴۸۷ رقم ۱۵۱۷)

خطیب بغدادی نے کہا کہ یہی محفوظ ہے یعنی "فلیس لہ شیء" جیسا کہ نصب الرایہ میں ہے
(نصب الرایہ: ۲/ ۲۷۵)

اب اس ساری بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جن ائمہ نے "فلاشیء علیہ" کی روایت پر عمل کیا انھوں نے مسجد میں نماز جنازہ بدون کراہت کے جائز قرار دیا یہ مذہب امام شافعی اور دیگر کا ہے اور جن ائمہ نے دوسری روایت پر عمل کیا انھوں نے مسجد میں نماز جنازہ کو مکروہ قرار دیا اور یہ مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ اور دیگر کا ہے

اسی طرح دیگر احکام میں ہے جو لفظوں کے اختلاف پر مرتب ہونیکی وجہ سے مختلف ہو جاتے ہیں ایک راوی کی نظر میں اس اختلاف کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی البتہ اگر راوی فقیہ ہو اور ان احکام کی معرفت اس کو حاصل ہو جو ایسے مختلف المعنی الفاظ پر مرتب ہوتے ہیں تو وہ روایت کو اسی لفظ کے ساتھ مفید کر کے بیان کرتا ہے اور وہ روایت بالمعنی کے خیال سے اور اس کے جائز ہونے کی وجہ سے اسکا لفظ نہیں بدلتا

خطیب بغدادی نے "الکفایۃ فی علم الروایۃ صفحہ ۴۳۶ طبع مدینہ منورۃ" میں اخبار و احادیث کے بعض ترجیحی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امور ذکر کیے ہیں اور کہا

''ایک وجہ ترجیح یہ ہے کہ روایات بیان کرنے والے فقہاء ہوں کیونکہ احکام کے بارے میں فقیہ کی توجہ غیر فقیہ سے بہت گہری اور دقیق ہوتی ہے،،اور آخر میں وکیع کا یہ قول نقل کیا'' وہ حدیث جس کو فقہاء ایک دوسرے سے روایت کریں سب سے بہتر ہوتی ہے،،اسی طرح ابن حبان نے بھی ''صحیح ابن حبان،،کے مقدمہ میں فقیہ کی بابت یہی لکھا ہے

عربیت کے لحاظ سے حدیث شریف کے ضبط کا اعتبار واطمینان

یعنی اس بات میں غور کرنا کہ حضور ﷺ نے اس کلمہ کا تلفظ کس طرح ادا فرمایا لفظ کو مرفوع (پیش کے ساتھ) یا منصوب (زبر کے ساتھ) یا مجرور (زیر کے ساتھ) کیونکہ عربی زبان اپنی لطافت میں بے مثل ہے یہ غور وخوض اس لئے بھی ضروری ہے کہ لغت یا قواعد نحو کے معمولی اختلاف سے مختلف معانی اور نتائج مرتب ہوتے ہیں اور اس کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب دو راویوں یا زیادہ کا الفاظ کے نقل میں اختلاف ہو جائے جیسا کہ نقطہ نمبر ۳ کی بحث میں گذرا اس لئے اگر ایک کلمہ کی مختلف وجوہات میں سے ایک وجہ کا محقق ہونا ثابت ہو جائے تو فقہی اختلاف بھی نہ رہے گا اور اگر روایات مختلف ہوں گی تو لازمی طور پر فقہی اختلاف بھی ہوگا

ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''تاویل مشکل القرآن صفحہ ۱۸،،میں لکھتے ہیں

''اہل عرب کو اللہ تعالیٰ نے اعراب کی ایک ایسی خوبی فرمائی ہے جو ان کے کلام کیلئے حسن اور کلمات کی ترتیب کیلئے زینت کا باعث ہے اور بعض اوقات دو ایک جیسے جملوں میں اور دو مختلف معانی میں فرق کو واضح کرنے کیلئے کام آتا ہے جیسا کہ فاعل اور مفعول جب دونوں کی طرف فعل کی نسبت برابر ہو سکتی ہے تو اعراب ہی سے فرق کیا جاسکتا ہے مثلاً اگر قائل یوں کہے ''ھٰذا قاتلٌ اخی،، (تنوین کے ساتھ) تو تنوین اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس نے قتل نہیں کیا، اور اگر بغیر تنوین کے ''**ھٰذا قاتلُ أخی**،،کہے (اضافت کے ساتھ) تو یہاں تنوین کا حذف دلالت کرتا ہے کہ اس نے قتل کیا ہے اسی طرح حضور ﷺ کے قول ''**لا نُوْرَثُ ما ترکناہ صدقۃ**،،علماء کی ایک جماعت ''**صدقۃ**،،کو مرفوع قرار دیتی ہے کہ مبتداء کی خبر ہے یوں معنی کیا کہ ''انبیاء نے جو ترکہ چھوڑا اس میں میراث جاری نہ ہوگی، بلکہ وہ صدقہ ہوگا،، امامیہ (اہل تشیع) فرقہ نے ''**صدقَۃً**،، کو مفتوح قرار دیا اور یوں معنی بیان کیا کہ ''انبیاء کے وارث اس ترکہ میں نہ ہوں گے جو صدقہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے (بلکہ جو ملک ہے اس میں میراث جاری ہوگی)،،اس معنی کے اعتبار سے نبی اور غیر نبی میں کوئی فرق نہ رہے گا اور نہ انبیاء کی تخصیص رہے گی ان مثالوں سے ظاہر ہے کہ بھی اختلافات جو فقہی اختلافات کہلاتے ہیں ان وجوہات کی بنا پر وجود میں آتے ہیں جنہیں ہم فروعی اختلافات کہتے ہیں اہل سنت وجماعت کے آپس کے اختلافات ایسے ہی ہیں باقی فرقوں کے ساتھ اختلافات اصولی ہیں فروعی نہیں ہیں

فہم حدیث کے اختلاف کے بیان میں،،

فقہاء کا فہم حدیث میں اختلاف دو باتوں کی وجہ سے وجود میں آتا ہے

(۱) حدیث میں غور کرنے والوں کے مدارک اور عقلی صلاحیتوں کا تفاوت

(۲) لفظ حدیث میں ایک سے زیادہ معنی کا احتمال

(۱) پہلی بات حدیث کی تحقیق کرنے والوں کے طبائع اور مزاج کا اختلاف ہے اس میں کسی عقلمند کیلئے شک کی گنجائش نہیں کیونکہ انسانوں کی عقلیں ایک جیسی ہی نہیں ہوتیں بلکہ ہر شخص کی قوت عاقلہ دوسرے سے مختلف اور متفاوت ہوتی ہے اسی طرح معلومات میں اور جن چیزوں کو دیکھا سمجھا جاتا ہے اس میں ہر شخص کا تجزیہ اور سوچ مختلف ہوتی ہے یہ تفاوت کبھی خلقی اور فطری ہوتی ہے اور کبھی کسب اور استفادہ کے اختلاف سے دو شخصوں میں فرق ہو جاتا ہے مثلاً کوئی قضاء کے عہدے پر فائز ہے تو مقدمات اور قضایا کی کثرت سے اس کو لوگوں کے احوال، ان کے حیلوں اور طرح طرح کی چال بازیوں کا تجربہ حاصل ہونا، یا کسی تاجر کا لین دین کے معاملات میں لوگوں کے عادات واطوار کی معرفت ہونا، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے دریافت کیا گیا کہ ہمیں اس انسانی عقل کے بارے میں بتائیے جس کو لے کر انسان اس دنیا میں آتا ہے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا وہ لوگوں کی صحبت اور مجالس سے اثر لیتا ہے اور لوگوں سے، بحث مباحثہ سے اپنی عقلی صلاحیتوں کو روشن، تیز اور صیقل کرتا ہے اور کبھی یوں ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اس صلاحیت کے چمکانے کے تمام اسباب مہیا کر دیتے ہیں تو عقل ودانش ان کی فطرت اور مزاج کا بنا دیا جاتا ہے (حلیۃ الاولیاء لابی نعیم: ۹/۱۲۰)

ایک دن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ کے پاس حاضر تھے جو تابعی ہیں اور قرأت وحدیث میں مشہور امام ہیں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے ایک مسئلہ دریافت کیا گیا کہ فلاں فلاں مسئلہ میں آپ کیا کہتے ہیں تو آپ نے جواب دیا کہ میں اس میں ایسا ایسا کہتا ہوں امام اعمش رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اس کی دلیل کہاں سے ملی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

؟ توامام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا[کہ آپ نے ہم سے ابوصالح کی سند سے ابوہریرۃ اور ابووائل سے انھوں نے حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابویاس سے اور انھوں نے ابومسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور ﷺ نے ارشادفرمایا ''مَنْ دَلَّ عَلٰی خَیْرٍ فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِ فَاعِلِهٖ،، جوکسی خیر کا کام کسی کو بتائے تو بتانے کو اس پر عمل کرنے والے جیسا اجر ملے گا]

(۱) صحیح مسلم: ۶/۴۱ رقم ۵۰۰۷ (۲) سنن ابوداوٗد: ۴/۴۹۶ رقم ۵۱۳۱

(۳) سنن ترمذی: ۵/۴۱ رقم ۲۶۷۱ (۴) مسند احمد: ۴/۱۲۰ رقم ۱۷۱۲۵

(۵) صحیح ابن حبان: ۱/۵۲۵ رقم ۲۸۹ (۶) مسند الطیالسی: ۲/۸ رقم ۶۴۵

(۷) مستخرج ابی عوانہ: ۸/۳۱۵ رقم ۵۹۶۴

اور آپ نے ابوصالح کی روایت سے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت سنائی ہے کہ حضور ﷺ سے کسی آدمی نے دریافت کیا کہ میں اپنے گھر میں نماز پڑھتا ہوں ایک آدمی گھر میں داخل ہوتا ہے تو یہ بات مجھے اچھی لگتی ہے یعنی کہ وہ داخل ہونے والا جب مجھے اس حالت نماز میں پاتا ہے تو میرے دل کو یہ بات اچھی لگتی ہے صحابی کو فکر تھی یہ میرے دل کو اچھا لگنا کہیں ریا میں داخل تو نہیں آپ ﷺ نے ارشادفرمایا کہ تمہارے لئے دو ثواب ہیں ایک ثواب چھپ کر پڑھنے کا، اور دوسرا ثواب اس عمل کے دوسروں پر ظاہر ہوجانے کا اور آپ نے ہم سے روایت کی اور انھوں نے ابومجلز سے اور وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ حضور ﷺ سے، اور آپ نے ہم سے روایت بیان کی ابوصالح سے اور وہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ مرفوعاً، اور پھر آپ نے ہم سے بیان کی ابوالزبیر سے، جو حضرت جابر رضی اللہ عنہ مرفوعاً بیان کرتے ہیں، اور یزید الرقاشی جو حضرت انس رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں، امام اعمش پکار اٹھے کافی ہے تیرے لئے، جن روایات کو میں نے سو دنوں میں تم سے بیان کیا وہ تم نے چند لمحوں میں بیان کردیں میں نہیں جانتا تھا کہ تم ان احادیث کے مطابق عمل کر رہے ہو، اے جماعت فقہاء تم اطباء ہو (طبیب ہو) اور ہم تو دوافروش ہیں اور اے رجل (جواں مرد) تو نے دونوں طرف کو حاصل کرلیا

(۱) الجواہر المضیۃ: ۲/۴۸۴ (۲) الفقیہ والمتفقہ: ۲/۸۴

(۳) جامع بیان العلم ۲/۱۳۱، ۱۳۰ (۴) اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصمیری: صفحہ ۱۲، ۱۳

اسی طرح کے چند واقعات اور بھی ہیں دیکھئے تاریخ بغداد: ۱۳/۳۳۸ و المناقب للکردری

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صفحہ ۴۵ اسی طرح کا واقعہ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل کا ہے امام محمد اور عیسیٰ بن ابان کا واقعہ بھی خطیب بغدادی نے تاریخ بغداد ۱۱/ ۱۵۸ میں نقل کیا ہے ان روایات سے جس بات پر استدلال کیا ہے وہ اتنا واضح ہے کہ بیان کی حاجت نہیں

(ب) اب دوسری بات کا بیان ہوگا جس میں حدیث کے فہم کی وجہ سے ائمہ کے درمیان اختلاف کے سبب اختلاف واقع ہوا ہے اور اس کا مشاہدہ بھی کیا گیا ہے ایسے مختلف مفاہیم جن میں اختلاف واقع ہوا ہے صحیح ہونے کا مدار درج ذیل شرائط پر ہے

۱: جو مفہوم حدیث سے لیا گیا ہے وہ عربی قواعد کے مطابق ہو اور اس کے خلاف نہ ہو

۲: اس معنی کے اختیار کرنے میں کسی تکلف یا تعسف سے کام نہ لیا جائے تعسف فی القول کے معنی ہیں، بے راہ روی کرنا، ایسے معنی لینا جس پر دلالت واضح نہ ہو تعسف فی الامر کے معنی لغت میں بے سوچے سمجھے کسی چیز کو اختیار کرنا تعسف عن الطریق راستے سے ہٹ جانا اور تکلف الامر خلاف عادت دشوار اور مشکل کام کو برداشت کرنا

۳: وہ معنی ایسا ہو کہ جس کا دوسرے احکام سے ٹکراؤ نہ ہو جو دوسرے نصوص سے ثابت اور مسلم ہو جن ائمہ فقہ کی وجوہاتِ اختلاف کو میں بیان کر رہا ہوں ان کی عظیم علمی حیثیت ایسی نہیں کہ وہ کسی وقت بھی ان ملاحظات سے غافل رہے ہوں یہ وضاحت ان ناپختہ ذہنوں کیلئے ہے جو اسباب اختلاف سے ناواقف ہیں ایک اہم بات یہ ہے کہا احکام شرعیہ جو کتاب وسنت سے مستنبط کیے گئے یہ دین کے اجزاء ہیں وہ دین اسلام جو قرآن وسنت کی طرف منسوب ہے اور کتاب وسنت سے لاتعلق اور اجنبی ہرگز نہیں تو جیسا اسلام کیلئے قرآن وسنت دونوں بنیادی مصادر ہیں اور ماخذ کی حیثیت مسلمہ طور پر رکھتے ہیں اسی طرح جو فقہی مسائل کتاب وسنت علمائے مجتہدین اور فقہاء نے مستنبط کیے وہ بھی اسی طرح قرآن وسنت کے توابع میں سے ہیں جن کو ان سے الگ سمجھنا ہرگز جائز نہیں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو کچھ اُمت کہتی ہے وہ سنت کی شرح ہے اور سنت ساری کی ساری قرآن کی شرح ہے کہ دین کے بارے میں جو بھی مسئلہ کسی کو پیش آئے اس کا حل اور دلیل اللہ کی کتاب میں راہنمائی اور ہدایت کے طور پر مذکور ہے اور یہ بات مسلم اور معلوم ہے کہ ہدایت کی راہ کے تعین اور معلوم کرنے کا استنباط کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تو جو استنباط ہوگا یعنی جو مسائل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس عظیم مصدر سے نکالے جائیں گے وہ مستنبط منہ قرآن ہی کے ساتھ تابع بن کے رہیں گے بشرطیکہ استنباط صحیح اور واضح طور پر ہو۔ (الاتقان سیوطی: ۴/۲۴،۲۵ نوع اول)

اسی طرح امام شاطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''موافقات: ۴/۱۰،، میں فرمایا، ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ حضرت عبداللہ بن مبارک کا قول نقل فرماتے ہیں کہ ''**لا تقولوا، رأى أبي حنيفة رحمه الله ولكن قولوا انه تفسير الحديث**،، یہ نہ کہو کہ یہ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے بلکہ یوں کہو کہ یہ حدیث کی تفسیر ہے

(ذیل الجواہر المضیۃ للملا علی قاری: ۲/۴۶۰)

فقہاء کی فقہ جو اسلام کے ائمہ مجتہدین گزرے ہیں جیسے امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی، امام احمد، امام اوزاعی، امام سفیان ثوری رحمہم اللہ ان کے بیان کردہ ہزاروں لاکھوں مسائل فقہ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی مختلف تفسیریں ہیں اور یہ اسلام میں باہر سے نہیں آئیں اور نہ علماء امت نے اپنی عقول سے ان کو گھڑا ہے بلکہ جو مسئلہ بھی بیان کیا گیا ہے اس کا ماخذ اور مصدر تشریعی یعنی کتاب وسنت، اجماع یا شرعی قیاس ہوتا ہے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ یہ فقہ ابوحنیفہ یا فقہ شافعی ہے تو اس کا مطلب یہ فہم ابوحنیفہ یا فہم شافعی ہے اور ان کی یہ فہم کتاب اللہ وسنت کی ہے اس لئے کہ لغتِ عربی میں فہم کیلئے فقہ کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس موضوع کی مناسبت سے ایک عام غلط فہمی کا ازالہ ضروری ہے جو لوگوں میں تیزی کے ساتھ پھیلتی جا رہی ہے وہ یہ کہ اپنی فہم اور اپنے ناقص علم کو لوگوں کے سامنے فقہ السنۃ یا فقہ السنۃ والکتاب کے نام سے پیش کرتے ہیں جیسے آج کل کے غیر مقلدین وغیرہ اور وہ ائمہ مجتہدین سے لوگوں کو متنفر کر کے اپنی فہم کو منوانا ہے اور مقصد صرف فقہ حنفی یا فقہ ائمہ مجتہدین سے دور کرنا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے فہم کو منوانے کیلئے کہتے پھرتے ہیں کہ لوگوں فقہ محمدی چاہتے ہو یا فقہ حنفی وغیرہ یا استہزاء کرتے ہیں کہ نماز محمدی پڑھنی ہے یا نماز حنفی وغیرہ اس طرح کی بہت ساری مثالیں ہیں مثلاً فقہ حنفی کے مقابلے میں فقہ محمدی لکھی گئی جس کا پورا نام یہ ہے ''نزل الابرار من فقہ النبی المختار،، جو بنارس سے ۱۳۲۸ ہجری میں چھپی جو کہ غیر مقلدین کے مشہور عالم علامہ وحید الزماں نے لکھی ہے حالانکہ اس کے اندر سارا فہم علامہ وحید الزماں کا ہے بات لمبی ہو جائے گی لہٰذا مختصر عرض کرتا ہوں کہ جو فقہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اجماع امت اور قیاس صحیح مجتہد سے ثابت اور مستنبط ہو وہ دین ہے اور ان مسائل مستنبطہ کو دین سے الگ کرنا یا سمجھنا جائز نہیں بلکہ وہ دین کا حصہ ہیں لیکن اس قاعدہ سے کچھ استثناء کا حال بھی ملاحظہ فرمائیے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور وہ استثناء یہ ہے "علماء کے ایسے شاذ و نادر اقوال جن کو جمہور علماء نے کوئی اہمیت نہیں دی اور نہ ہی اس کا اعتبار کیا، جس کو امام اوزاعی نے رحمہ اللہ "نوادر العلماء"، کا نام دیا ہے ان کے قوال سے بچ کے رہنا ہے

(۱) سنن الکبری بیہقی: ۱۹/ ۲۱۱ رقم ۲۱۴۴۶ مطبوعہ حیدرآباد انڈیا میں امام بیہقی نے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا اپنی سند کے ساتھ یہ قول نقل کیا ہے "مَنْ اَخَذَ بِنَوَادِرِ الْعُلَمَاءِ خَرَجَ مِنَ الْاِسْلَامِ"، جس نے علماء کے نادر اقوال کو اختیار کرلیا وہ اسلام سے نکل گیا

(۲) علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے "جامع بیان العلم ۲/ ۱۸۵ رقم ۹۰۱"، میں مشہور عالم ومحدث سلیمان التیمی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اپنی سند کے ساتھ نقل کیا ہے فرماتے ہیں

"قَالَ سُلَيْمَانُ التَّيْمِي: لَوْ اَخَذْتَ بِرُخْصَةِ كُلِّ عَالِمٍ أَوْزَلَّةِ كُلِّ عَالِمٍ اجْتَمَعَ فِيْكَ الشَّرُّ كُلُّهُ"، یعنی اگر تو تمام علماء کی ان باتوں کو جمع کرے جن میں رخصت سہولت کا حکم ہے تو تُو نے سارے جہان کا شر جمع کیا اور اس پر علامہ ابن عبدالبر رحمۃ اللہ علیہ نے یوں تبصرہ فرمایا "هٰذَا اِجْمَاعٌ لَا اَعْلَمُ فِيْهِ خِلَافًا"، اس بات پر اجماع ہے اور اس میں کسی کے اختلاف کو میں نہیں جانتا تھا

(جامع بیان العلم وفضلہ: ۲/ ۱۸۵ رقم ۹۰۱ مطبوعہ دار ابن حزم)

علامہ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے "شرح علل الترمذی: ۲/ ۷۰ مطبوعہ الریاض"، میں ابراہیم بن أبی عبلۃ جو کہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ ہیں کا قول نقل کیا ہے کہ

"مَنْ حَمَلَ شَاذَّ الْعُلَمَاءِ حَمَلَ شَرًّا كَثِيْرًا"، جس نے علماء کے شاذ اقوال اختیار کیے اس نے شر عظیم کو اختیار کیا اور اسی طرح معاویۃ بن قرۃ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "اِيَّاكَ وَالشَّاذَّ مِنَ الْعِلْمِ"، خبردار علم میں شاذ اقوال سے دور رہو

(۴) علامہ زاہد الکوثری رحمۃ اللہ علیہ ذیول تذکرۃ الحفاظ صفحہ ۱۸۷ میں ابن ابی عبلۃ کا قول ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں "من تبع شواذ العلماء ضل"، جس نے علماء کے ان مسائل پر عمل کیا جو شاذ (ونادر) ہیں وہ گمراہ ہوا

(۵) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے "سنن الکبری ۱۰/ ۲۱۱ رقم ۲۱۴۴۹"، میں قاضی اسماعیل بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا قول نقل کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں "میں خلیفہ معتضد کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے مجھے ایک کتاب دی جس کو میں نے پڑھا کسی نے علماء کی غلطیوں کے نتیجہ میں جو سہولتیں پیدا ہوتیں ان سب کو اس کتاب میں جمع

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کر دیا اور ان کیلئے جو کچھ دلائل اپنے لئے ہموار کیے ان کا بھی ذکر تھا میں نے خلیفہ معتضد سے کہا اس کتاب کا مصنف زندیق ہے تو خلیفہ نے پوچھا کہ جو احادیث اس کتاب میں مذکور ہیں کیا وہ صحیح نہیں؟ میں نے کہا احادیث تو جیسے روایت کی گئی ہیں ویسے ہی ہیں لیکن جس نے نبیذ کو مسکر ہونے کی حالت میں مباح کہا اس نے متعہ کو جائز نہیں کہا اور جس نے متعہ کی اجازت دی اس نے گانے بجانے اور منشیات کو جائز نہیں کہا اور کوئی عالم ایسا نہیں جس سے کوئی غلطی نہ ہوئی ہو لہٰذا جو ان غلطیوں کے درپے ہو کر اس کو جمع کرے اور پھر اس پر عمل کرے تو اس کا دین ختم ہو جائے گا تو خلیفہ نے اس کتاب کو جلانے کا حکم دیا پس وہ جلا دی گئی

(۶) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے "العلل ومعرفۃ الرجال بروایۃ ابنہ عبد اللہ: ۲/۳۱ رقم ۱۴۵۵ طبع بیروت میں فرماتے ہیں "**سمعته يقول قال محمد بن يحيى بن سعيد القطان: لو أن انسانا اتبع كل ما في الحديث من رخصه لكان به فاسقا**"، امام یحییٰ بن سعید القطان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص ان تمام سہولتوں کو جمع کرے اور اس کے مطابق عمل کرے وہ فاسق کہلائے گا اس طرح کے علماء و محدثین کے بہت سارے اقوال ہیں میں کہاں تک نقل کروں کیونکہ آج اس ماحول لوگ سکالر بن کر محقق و محدث بن یہی کام کر رہے ہیں جیسے ڈاکٹر ذاکر نائیک، پروفیسر جاوید احمد غامدی اور غیر مقلدین کے محققین و محدثین وغیرہ شاذ اقوال کو لے کر ائمہ مجتہدین اور جمہور علماء کو رد کرتے ہیں جیسے تین اکٹھی طلاقوں کو ایک کہنا یہ جمہور کے مقابلے میں ابن تیمیہ کے شاذ قول کو لیکر لوگوں کو گمراہ کر رہے ہیں اسی طرح محدثین یا صحابہ کرام کے شاذ اقوال کو لے کر گمراہ ہو رہے ہیں حالانکہ ان کو اتنی عقل نہیں کہ جب ہم اصول حدیث پڑھتے ہیں تو شاذ روایت کو ضعیف کہتے ہیں اور اس روایت کو ترک کرتے ہیں تو جب ہم شاذ روایت کو ترک کرتے ہیں تو پھر شاذ اقوال کو کیسے قبول کر سکتے ہیں

لہٰذا آج کے ان نام نہاد اور بلند بانگ دعویٰ کرنے والوں کی باتوں میں نہ آیا جائے بلکہ مجتہدین جن پر اللہ کی رحمت ہے اور وہ مخلص، متقی و پرہیز گار ہونے کے ساتھ ساتھ علم میں بھی آج کے ان نام نہاد محققین سے بہت بلند تر تھے کی تشریحات پر عمل کیا جائے جن کی تائید میں سلف صالحین بھی ہیں

{بظاہر متعارض احادیث کی بناء پر ائمہ کرام کے یہاں اختلاف پایا جانا}

تیسری اہم وجہ ائمہ کے اختلاف کی یہ ہے کہ بعض احادیث کا بظاہر آپس میں تعارض نظر آتا ہے اس موضوع کی تحقیق کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عمل علم حدیث اور اصول فقہ جیسے عظیم علوم سے استفادہ اس صورت میں ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ سے تعلق رکھنے والی مختلف احادیث کا علم اور ان احادیث میں جو اخبار وآثار وارد ہوئے ہیں ان کا مسئلہ سے قریب یا دور کا کسی قسم کا ربط مل جاتا ہے اسی طرح اصول فقہ کے قواعد واحکام کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے جو قرآن وسنت کے دیگر نصوص کی روشنی میں تیار کیے گئے ہیں اسی علم کے مبتدی پر یہ اچھی طرح واضح ہے کہ ایک مسئلہ میں بہت سی احادیث جو معنی کے اعتبار سے بھی مختلف ہوتی ہیں اور کبھی یہ اختلاف دو معنی سے بھی متجاوز ہوتا ہے علماء کرام سے اس اختلاف کی صورت میں مختلف مسالک منقول ہیں

پہلا مسلک: دو متعارض حدیثوں کو جمع کرنے کی کوشش دونوں پر عمل کیا جائے یا دونوں میں تاویل کی جائے یا معانی میں تطبیق دی جائے

دوسرا مسلک: اگر جمع ممکن نہ ہو تو نسخ کا قول کیا جائے کہ ایک حدیث دوسری کو منسوخ کردے

تیسرا مسلک: اگر یہ بھی ممکن نہ ہو اور قرائن اس کے خلاف ہوں تو ترجیح کا طریقہ اختیار کیا جائے وجوہ ترجیح کی بنیاد پر عمل کیلئے ایک حدیث کو دوسری پر ترجیح جاتی ہے

(۱) دو متعارض حدیثوں کو جمع کرنے میں عقل وفہم کو بڑا دخل ہے بعض علماء نے ان دو حدیثوں کو آپس متعارض اور متصادم ہیں یعنی ایک پر عمل کرو تو دوسری پر عمل نہیں ہو سکتا عمل کے اعتبار سے جمع کرنے کو ناممکن قرار دیا اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان علماء کیلئے ان دونوں کو سمجھنے میں دقت پیش آئی جبکہ اللہ تعالیٰ نے جمع کرنے کا طریقہ بعض دوسرے علماء کیلئے آسان فرمادیا اس لئے علماء کرام نے بظاہر دو متعارض روایتوں کے جمع کرنے کے بارے میں عدم امکان کے دعویٰ سے پہلے خوب غور اور تاکید کی ضرورت پر زور دیا ہے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ خصوصًا اس معاملے میں خوب غور وفکر کرنے والے ہیں اور اکثر احادیث کو جمع فرمانے کی کوشش کرتے ہیں مثلاً نماز شروع کرتے وقت ہاتھ کہاں تک اٹھائے جائیں تو اس بارے میں تین قسم کی روایات ہیں ان تینوں قسم کی روایات کو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ایک جگہ جمع فرمادیا

(۲) اگر حقیقتاً اور واقعی دو روایتوں کو جمع کرنا آسان نہ ہو تو دونوں میں سے کسی ایک کو منسوخ قرار دینے کے قرائن پر غور وخوض کیا جائے کسی حدیث کو منسوخ قرار دینے کیلئے چار قسم کے قرائن ہیں

(۱) پہلی قسم یہ ہے کہ کسی حدیث کے بارے میں خود نبی ﷺ نے نسخ کی تصریح کی ہو۔
جیسے ''صحیح مسلم ۳/ ۶۵ رقم ۲۳۰۵ طبع بیروت،، میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا!
''**نھیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا**،،میں نے تم کو قبروں کی زیارت سے منع کیا تھا مگر اب زیارت کرلیا کرو

(۲) یا پھر قول صحابی سے معلوم ہوجائے جیسے سنن ابو داؤد ۱/ ۴۹ رقم ۱۹۲،سنن نسائی ۱/ ۱۰۸ رقم ۱۸۵،شرح معانی الآثار للطحاوی ۱/ ۷۰ رقم ۴۷۰ اور دیگر کتابوں میں حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ''**عَنْ جَابِرٍ قَالَ: كَانَ آخِرَ الْأَمْرَيْنِ مِنْ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ تَرْكُ الْوُضُوْءِ مِمَّا غَيَّرَتِ النَّارُ**،،حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا آخری عمل آگ سے پکی ہوئی چیزوں کے بارے میں ترک وضو ہے

(۳) یا تاریخ سے نسخ کا علم ہوجائے جیسے شداد بن اوس کی روایت ''سنن ابو داؤد ۲/ ۳۰۹ رقم ۲۳۷۱،، میں ہے ''**أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ**،،یعنی پچھنے لگانے والے اور جس کو پچھنے لگائے گئے دونوں کا روزہ جاتا رہا بعض روایات میں آتا ہے کہ یہ روایت ہجرت کے آٹھویں سال کی ہے اور اس کو منسوخ کرنے والی روایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے جو ''مسند احمد ۱/ ۲۱۵ رقم ۱۸۴۹،سنن الکبریٰ للنسائی ۳/ ۳۴۴ رقم ۳۲۱۸ میں مذکور ہے
''**أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ صَائِمٌ**،،یعنی حضور ﷺ نے حجامت کروائی جب کہ آپ روزے سے اور احرام میں تھے اور روایات میں آتا ہے کہ حجۃ الوداع کا واقعہ ۱۰ ہجری میں ہو (البدر المنیر فی تخریج الاحادیث والآثار الواقعۃ فی الشرح الکبیر: ۵/ ۶۶۹ طبع الریاض)
کبھی نسخ کے بعض قرائن مل جاتے ہیں جیسا کہ ایک حدیث کے راوی تاخیر سے اسلام لائے اور حدیث کے سننے کی صراحت بھی کی تو اس بعد والی روایت سے وہ حدیث منسوخ ہوجائے گی جس کے راوی اس متاخر راوی سے پہلے اسلام لائے ہوں اور حضور ﷺ سے حدیث کے سننے کی اسلام لانے کے زمانے میں صراحت بھی کردی ہو

(۴) حدیث کے منسوخ ہونے کا علم اس سے بھی ہوجاتا ہے کہ اجماع اس کے خلاف منعقد ہو اور اجماع کے

انعقاد کی تحقیق میں بھی بڑی مشقت اٹھانی پڑتی ہے کیونکہ اس کے معاملے میں ثابت کرنا پڑتا ہے کہ اس اجماع کی کسی نے مخالفت نہیں کی

(۵) اگر نسخ کا دعویٰ بھی ثابت نہ کر سکے تو پھر ائمہ ترجیح بین الحدیثین کی طرف جانا پڑتا ہے ترجیح میں درایت اور روایت دونوں کی ضرورت ہوتی ہے درایت کیلئے تو فہم معانی اور تیز نگاہ کی ضرورت ہوتی ہے اور روایت کیلئے ہر اس کلیہ اور جزئیہ کی ضرورت ہوتی ہے جو اس خاص مسئلہ سے کسی قسم کا تعلق رکھتی ہو خاص طور سے روایت کی اسانید سے بحث جو انتہائی محنت طلب اور دشوار مسئلہ ہے پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں اس حدیث کے روایت کرنے والوں کی بحث، انکی تاریخ وفات، اور ان کے اوصاف، حدیث کے متن کے الفاظ اور اس قسم کی دوسری تحقیقات اس موضوع ترجیح کیلئے لازمی حیثیت رکھتی ہیں اس سلسلے میں امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب شرح معانی الآثار ومشکل الآثار، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ''اختلاف الحدیث''، علامہ ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''تاویل مختلف الحدیث''، علامہ زکریا ساجی کی کتاب ''اختلاف الحدیث''، امام ابن جریر الطبری کی تہذیب الآثار وغیرہ اہم کتب ہیں

علماء کا اختلاف سنت کے بارے میں انکی معلومات کی وسعت کے تفاوت میں سے

اس اختلاف کے بارے میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''ہم کسی ایک شخص کو بھی ایسا نہیں جانتے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کو جمع کیا اور ان میں کچھ جمع ہونے سے نہ رہ گئی ہوں ہاں اگر تمام اہل علم کے علوم جو سنت کے بارے میں وہ رکھتے ہیں کو جمع کیا جائے تو تمام سنتیں جمع ہو جائیں گی اور اگر ان علماء میں سے ہر ایک کے علم کو الگ الگ کر دیا جائے تو بھی کچھ حصہ سنتوں کا نہ رہے گا اور پھر جو اس سے جاتا رہا وہ دوسرے کے پاس موجود ملے گا اور علماء علم کے اعتبار سے مختلف طبقات میں منقسم ہیں بعض ان میں بہت ہی قلیل علم رکھتے ہیں اس علم کی نسبت جو ان کے علاوہ دوسروں کے پاس موجود ہے (الرسالۃ صفحہ: ۴۲، ۴۳)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

''بسا اوقات کوئی شخص سے جاہل ہوتا ہے اس کو سنت کا علم نہیں ہوتا تو اس کے پاس وہی قول ملے گا جو سنت کے خلاف ہوگا اس کا یہ مطلب نہیں کہ اس نے قصداً سنت کے خلاف قدم اٹھایا بلکہ بسا اوقات آدمی غفلت کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شکار ہو جاتا ہے اور تاویل میں غلطی کرتا ہے (الرسالۃ صفحہ ۱۲۹)

حافظ المغرب علامہ ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ ''الاستذکار: ۱/۳۶،، میں فرماتے ہیں ُ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی ایک صحابی کو نہیں جانتا جنھوں نے اخبار آحاد میں ایسی اشیا نقل نہ کی ہوں جو شاذ ہیں جبکہ دوسروں نے ان کو یاد رکھا یہ چیز ان کے بعد والوں میں بطریق اولی ہوگی اور کسی ایک کیلئے بھی احاطہ علم ممکن نہیں،،

اسی طرح علامہ بقاعی نے ''النکت الوفیۃ: صفحہ ۳۵/ب،، میں اپنے شیخ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے'' اُمت میں سے کسی ایک کا فرد کے بارے میں یہ کہنا کہ اس کو یقین کے ساتھ تمام احادیث حفظ ہیں انتہائی نامناسب اور نامعقول بات ہے۔ اسی طرح امام شافعی کا قول نقل کیا گیا

''جو کسی کے بارے میں یہ دعوی کرے کہ تمام سنتیں اس کے پاس جمع ہیں تو ایسا کہنے سے وہ فاسق ہو گیا اور جو یہ کہے کہ ان تمام سنتوں میں کوئی ایک سنت امت تک پہنچنے سے رہ گئی تو یہ بھی فاسق ہے

(النکت الوفیۃ صفحہ: ۳۵/ب)

لہٰذا کسی کیلئے یہ ممکن نہیں کہ اپنے بارے میں یا کسی اور کے بارے میں یہ دعوی کرے کہ تمام کی تمام سنتوں کا اس نے احاطہ کر لیا ہے اس بات میں تمام محققین اور حق کو تلاش کرنے والے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے متفق ہیں سنت اور احادیث کے یاد کرنے اور اس کے بارے میں معلومات ہونے میں تفاوت اور اختلاف کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ جس کو زیادہ حدیثیں یاد ہوں وہ اوروں کی بہ نسبت اتباع یا تقلید کا زیادہ مستحق ہوگا کیونکہ کبھی کوئی شخص احادیث کے حفظ میں دوسرے سے زیادہ ہو سکتا ہے مگر دوسرا اس سے تفقہ اور استنباط کی قوت میں بڑھ کر ہوتا ہے اور درجہ اجتہاد پر پہنچنے کی شرط میں جو حدیث کے بارے میں معلومات سے متعلق ہے اس کو ابن تیمیہ نے ''رفع الملام صفحہ ۱۹،، میں لکھا ہے'' اور کوئی یہ نہ کہے جو تمام احادیث نہ جانتا ہو وہ مجتہد نہیں ہو سکتا اگر یہ شرط لگائی جائے تو اُمت میں کوئی مجتہد نہیں ملے گا اور علم کی شرط کا مطلب یہ ہے کہ اکثر احادیث کا علم رکھتا ہو اور اگر کچھ حصہ مخفی بھی رہ جائے تو وہ اکثر نہ ہو بلکہ تھوڑی مقدار میں بعض تفاصیل کا علم نہ ہونا کچھ مضر نہیں اور اتنا تو تمام ائمہ کیلئے ثابت ہے کہ مسائل شرع اور احادیث و روایات قرآنیہ جو احکام سے تعلق رکھتی ہیں کا اکثر حصہ مشہور مجتہدین اور ائمہ اربعہ کیلئے ثابت ہے،،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

محدثین وحفاظ حدیث کی بدولت ہم کو طرق و اسانید کیساتھ متون احادیث صحیحہ کا علم بھی ہے جیسا کہ محمد بن اسماعیل الامیر الحسنی الصنعانی نے لکھا کہ امام نووی، امام شعبہ، امام یحییٰ بن سعید القطان، ابن مھدی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ کا متفقہ قول ہے

[أن جملة الأحاديث المسندة عن رسول الله ﷺ: يعني الصحيحه بلا تكرر أربعة آلاف واربع مائة حديث]

ترجمہ: حضور ﷺ کی مسند اور صحیح بلا تکرار ارشادات کی تعداد چار ہزار چار سو ہے

(۱) توضیح الافکار لمعانی تنقیح الأنظار: ۱/ ۶۳ مطبوعہ المدینۃ المنورۃ

(۲) النکت علی کتاب ابن الصلاح: ۱/ ۲۹۹

(۳) التنقیۃ الحدیثۃ فی خدمۃ السنۃ: جزء ۲/ ۷۲

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ کو ان چار ہزار چار سو میں چار ہزار احادیث یاد تھیں یہی وجہ ہے کہ تمام فقہاء و محدثین یا تو آپکے براہ راست شاگرد ہیں یا آپکے شاگردوں کے شاگرد ہیں اور جب کوئی فقیہ یا محدث آپ سے اختلاف کرتا ہے تو دراصل وہ آپکے کے دلائل تک پہنچ نہیں پاتا ہے تو اس کا آپ سے اختلاف ہو جاتا ہے ہر محدث سے کوئی نہ کوئی حدیث رہ جاتی ہے جس کا اس کو علم نہیں ہوتا مگر دوسرا محدث اس کا علم رکھتا ہے اس کی بہت سی مثالیں ہیں مگر طوالت کے خوف سے نقل نہیں کر رہا ہوں کیونکہ اہل علم اس سے واقف ہیں مختصر یہ کہ کوئی محدث تمام سنتوں کا علم نہیں رکھتا اس طرح ایک دوسرے سے اختلاف ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ائمہ فقہاء کے درمیان ہونے والے اختلاف کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ اس مضمون کو میرے والدین، میرے اور میرے بیوی بچوں اور میرے اساتذہ، میرے دوستوں کیلئے مغفرت کا سبب بنائے آمین!

وما توفيقي الا بالله العلي العظيم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۲۳)

ترک تقلید اہل علم محدثین کی نظر میں ایک بدعت

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم ،اما بعد:

اللہ تعالیٰ عزوجل اپنی لاریب کتاب قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے:

[اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ]

ترجمہ: ہم کو سیدھی راہ چلا راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا (سورۃ فاتحہ آیت ۶،۷)

[اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ]

ترجمہ: جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیاء اور صدیقین اور شہید اور صالحین (سورۃ النساء ۶۹ پارہ ۵)

[اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ ھَدَی اللّٰہُ فَبِھُدٰھُمُ اقْتَدِہْ۔]

ترجمہ: یہ ہیں وہ لوگ جن کو اللہ نے ہدایت کی تو تم انہی کی راہ چلو (سورۃ الانعام ۹۰ پارہ ۷)

ایک اور مقام پر ارشاد ہوتا ہے

[وَجَعَلْنَا مِنْھُمْ اَئِمَّۃً یَّھْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا]

ترجمہ: اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے جبکہ انہوں نے صبر کیا

(سورۃ السجدۃ ۲۴ پارہ ۲۳)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے

[اَلْعُلَمَآءُ وَرَثَۃُ الْاَنْبِیَاءِ] ترجمہ: علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں

(۱) سنن ابوداود: ۳/۳۵۴ رقم ۳۶۴۳ (۲) جامع ترمذی: ۵/۴۸ رقم ۲۶۸۲

(۳) صحیح ابن حبان: ۱/۲۸۹ رقم ۸۸ (۴) سنن ابن ماجہ: ۱/۸۱ رقم ۲۲۳

(۵) شرح مشکل الآثار: ۳/۱۰ رقم ۹۸۲ (۶) مسند الشامین: ۲/۲۲۴ رقم ۱۲۳۱

(۷) معجم ابن الاعرابی: ۴/۷۱ (۸) معجم الصحابۃ: ۲/۳۸۷ رقم ۹۳۹

(۹) جامع العلم بیان العلم وفضلہ: ۱/۱۶۶ رقم ۱۷۳ (۱۰) أخلاق العلماء للآجری: ۱/۹ رقم ۷

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۱)سنن الدارمی: ۱/ ۳۸۴رقم ۳۵۱ (۱۲)مجمع الزوائد: ۱/ ۱۵۱رقم ۵۲۳

(۱۳)ریاض الصالحین: ۲/ ۱۲۰ (۱۴)کنزالعمال: ۱۰/ ۱۵۹رقم ۲۸۸۲۳

(۱۵)مشکوٰۃ المصابیح: ۱/ ۴۶رقم ۲۱۲

امام شاطبی ﷺ فرماتے ہیں

[أن الشريعة موضوعة لاخراج المكلف عن داعية هواه]

ترجمہ: شریعت کی وضع اور غرض وغایت ہی یہ ہے کہ مکلف (یعنی انسان) کو اس کے خواہشات پر عمل کرنے کے داعیہ سے نکال دے یعنی خواہشات کا بندہ بننے کے بجائے خدا کا بندہ بنادے

(کتاب الاعتصام للشاطبی: ۲/ ۸۷)

اہل علم کی دو قسمیں ہیں محدثین وفقہاء اور حاجت وضرورت دین میں دونوں ایک جیسے ہیں ان میں کوئی خاص فرق نہیں ان میں ہر جماعت حاجت طلب، ضرورت اور ارادۃ دین میں ایک دوسرے سے بے نیاز نہیں ہوسکتی کیونکہ حدیث بمنزلہ اساس کے ہے جو اصل دین ہے اور فقہ بمنزلہ عمارت دین ہے جو اس کی فرع اور شاخ ہے اور جس عمارت کی وضع قاعدہ اور اساس پر نہ ہو وہ کیسے درست ہوسکتی ہے اور جو اساس و بناء سے خالی ہو وہ بے آب وگیاہ چٹیل میدان اور خالی زمین کی طرح ہے

(۱)حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ تابعی (المتوفی ۹۶ھ):

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ ثقہ تابعی المتوفی ۹۶ ہجری فرماتے ہیں

(۱)[حَدَّثَنَا أَبُو أَحْمَدَ حَدَّثَنَا أَحْمَدُ حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِاللهِ شَبَابَةُ عَنْ شُعَيْبِ بْنِ مَيْمُونٍ الْوَاسِطِيِّ عَنْ أَبِي هَاشِمٍ الرُّمَّانِيِّ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: لَا يَسْتَقِيمُ رَأْيٌ إِلَّا بِرِوَايَةٍ وَلَا رِوَايَةٌ إِلَّا بِرَأْيٍ]

ترجمہ: بغیر روایت وحدیث کے کسی رائے پر اور بغیر رائے کے کسی روایت پر عمل صحیح نہیں

(حلیۃ الأولیاء: ۴/ ۲۲۵ ابونعیم الأصبہانی مطبوعہ مصر ۱۹۷۴ء)

یہ علماء کے کچھ موتی اور اقوال حکمت ہیں جو دین میں فقہ کی اہمیت کو واضح کرتے ہیں اور حدیث شریف کی فہم، فقہ اور اس کی سمجھ بوجھ لازمی ہے جیسے فقہ کے لئے حدیث لازمی ہے اسی طرح حدیث شریف کے لئے فقہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بھی ضروری ہے تو اس لئے ائمہ حدیث وفقہاء امت کی طرف رجوع لازمی اور ان کے طریقہ کار کی اتباع اور ان کی راہ کی تقلید ضروری ہے

(۲)[حَدَّثَنَا اَبُو اَحْمَدَ مُحَمَّدُ بْنُ اَحْمَدَ،ثَنَا مُحَمَّدُبْنُ مُوسٰی ،ثَنَا اِسْمَاعِيلُ بْنُ سَعِيدٍ،ثَنَا عِيْسَى بْنُ يُونُسَ،عَنِ الْاَعْمَشِ،عَنْ اِبْرَاهِيمَ قَالَ:اِنِّي لَاَسْمَعُ الْحَدِيثَ،فَاَنْظُرُ اِلٰى مَا يُؤْخَذُبِهٖ،فَاٰخُذُبِهٖ وَاَدَعُ سَائِرَهُ]

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں حدیثوں کی سماعت کرتا ہوں پھر میں حدیث کے اس حصے پر غور وفکر کرتا ہوں جس کو لیا (عمل کیا) جاسکتا ہو تو اس کو لے لیتا ہوں اور بقیہ کو (مان کر) چھوڑ دیتا ہوں

[وقال ابن ابی خیثمة ثنا ابن الأصبهانی ثنا عیسٰی بن یونس عن الأعمش عن ابراهیم قال: انی لأسمع الحدیث فآخذ منه ما یوخذ به، وادع سائره]

(۱) حلیۃ الأولیاء: ۴/ ۲۲۵ مطبوعہ بیروت

(۲) شرح علل الترمذی لابن رجب: ۲/ ۷۲ مطبوعہ الریاض

(۳) الفقیہ والمتفقہ للخطیب: ۱/ ۳۳۹ رقم ۳۰۰

(۴) المعرفۃ والتاریخ للیعقوب بن سفیان الفسوی: ۲/ ۳۴۶ طبع بیروت

(۵) مسند ابن الجعد: ۱/ ۱۲۹ رقم ۸۱۵

(۲) خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱ھ):

[أَخْبَرَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ عَنْ حَمَّادِ بْنِ سَلَمَةَ عَنْ حُمَيْدٍ قَالَ قِيلَ لِعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيزِ لَوْ جَمَعْتَ النَّاسَ عَلٰى شَيْءٍ فَقَالَ: مَا يَسُرُّنِي أَنَّهُمْ لَمْ يَخْتَلِفُوا قَالَ ثُمَّ كَتَبَ إِلَى الْآفَاقِ وَإِلَى الْأَمْصَارِ: لِيَقْضِ كُلُّ قَوْمٍ بِمَا اجْتَمَعَ عَلَيْهِ فُقَهَاؤُهُمْ]

(قال حسین سلیم أسد اسنادہٗ صحیح)

ترجمہ: حضرت حمید الطویل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ اگر آپ لوگوں کو ایک بات پر جمع فرما دیتے فرمایا مجھے اچھا نہیں لگتا کہ ان میں اختلاف نہ ہو پھر ساری اسلامی دنیا میں لکھ بھیجا کہ ہر قوم اسی فیصلے پر عمل کرے جس پر ان کے فقہاء کا اتفاق ہو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱)سنن الدارمی: ۱/ ۱۵۹رقم ۶۲۸ مطبوعہ بیروت

(۲)مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: جز۵۲ ص ۱۳۷

(۳)الفصول فی الأصول الجصاص: ۴/ ۳۱۰ مطبوعہ الکویت

حضرت ابن ابی زناد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

[کان عمر بن عبد العزیز یجمع الفقهاء ویسألهم عن السنن والأقضیة التی یعمل بها فیثبتها وما کان منه لا یعلم به الناس ألغاه، وان کان مخرجه من ثقة]

ترجمہ: حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ فقہاء کرام کو جمع فرماتے تھے اور ان سے سنتوں اور ان فیصلوں کو دریافت کرتے تھے جن پر عمل کیا جاسکے ان کو (برقرار و) ثابت رکھتے اور وہ (احادیث و) مسائل جن پر لوگ عمل نہ کرسکتے ان کو ترک کر دیتے اگر چہ وہ (احادیث وقضایا) ثقہ محدثین وعلماء سے مروی ہوں

(ترتیب المدارک وتقریب المسالک: ۱/۱۱)

(۳)امیر المؤمنین فی الحدیث امام ابو الزناد عبداللہ بن ذکوان رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۰ھ):

[أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ قَالَ:حَدَّثَنِي أَبِي ثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ فُطَيْسٍ قَالَ:نَا يَحْيَى بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ:نَا عِيسَى بْنُ دِينَارٍ عَنِ ابْنِ وَهْبٍ قَالَ :نَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ الزِّنَادِ عَنْ أَبِيهِ قَالَ :وَايْمُ اللهِ إِنْ كُنَّا لِنَلْتَقِطُ السُّنَنَ مِنْ أَهْلِ الْفِقْهِ وَالثِّقَةِ وَنَتَعَلَّمُهَا شَبِيهًا بِتَعَلُّمِنَا آيِ الْقُرْآنِ]

ترجمہ: امام ابو الزناد حضرت عبداللہ بن ذکوان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اللہ کی قسم! ہم لوگ سنتوں کا علم قابل اعتماد اور فقہ والوں سے لیا کرتے تھے اس کو اس طرح سیکھتے تھے جس طرح ہم قرآن کی آیتیں سیکھتے ہیں

(جامع بیان العلم وفضلہ: ۲/ ۹۴۹ رقم ۱۸۱۳)

(۴)امام یحیی بن سعید الانصاری التابعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۴ھ):

امام یحیی بن سعید الانصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

[أهل العلم أهل التوسعة، وما برح المفتون یختلفون فیحلل هذا ویحرم هذا فلا یعیب هذا علی هذا، ولا هذا علی هذا]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: اہل علم وسعت نظر کے مالک ہوتے ہیں اور مقام حیرت ہے کہ مفتیان کرام ایک دوسرے سے اختلاف بھی کرتے ہیں ایک چیز کو حلال قرار دیتا ہے اور دوسرا اسی کو حرام قرار دیتا ہے پھر بھی وہ ایک دوسرے کو طعنہ نہیں دیتے (تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ۱/۱۳۹)

(۵) امیر المومنین فی الحدیث حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ (۱۶۱ھ):

علامہ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

[قد جاءت احادیث لا یؤخذ بها]

ترجمہ: ایسی کئی احادیث ہیں جن پر عمل نہیں کیا جائے گا

(۱) شرح علل الترمذی ابن رجب: ۱/۱۱۴ (۲) التمهید لابن عبدالبر: ۱۰/۲۵

(۶) حضرت امام مالک امام مدینہ رحمۃ اللہ علیہ ۱۷۹ھ:

[قال ابن وهب: نظر مالك الى العطاف بن خالد، فقال مالك: بلغني أنكم تأخذون من هذا! فقلت بلى، فقال: نأخذ الا من الفقهاء]

ترجمہ: امام ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایک مرتبہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عطاف بن خالد کی طرف دیکھ کر فرمایا مجھے یہ خبر ملی ہے کہ تم یہ (حدیث) لیتے ہو تو انھوں نے عرض کی ہاں! تو آپ نے فرمایا: ہم صرف فقہاء کرام سے (علم حدیث وفقہ) لیتے ہیں (ترتیب المدارک وتقریب المسالک: ۱/۳۴)

(۷) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۸۲ھ):

امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

[لِأَنَّ الْعَامِيَّ إِذَا سَمِعَ حَدِيثًا فَلَيْسَ لَهُ أَنْ يَأْخُذَ بِظَاهِرِهِ لِجَوَازِ أَنْ يَكُونَ مَصْرُوفًا عَنْ ظَاهِرِهِ أَوْ مَنْسُوخًا]

ترجمہ: عام آدمی کے لئے یہ جائز نہیں کہ جب وہ کسی حدیث کو سنے تو وہ جو ظاہر حدیث سے جو سمجھا ہے اس پر عمل کرے کیونکہ ممکن ہے کہ ظاہری معانی مراد نہ ہوں یا وہ حدیث منسوخ ہو (المبسوط للسرخسی: ۴/۶۵)

(۸) امام مجتہد عبداللہ ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۷ھ):

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت عبداللہ ابن وہب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

[لقيت ثلاث مائة عالم و ستين عالما،ولولا مالك والليث لضلت في العلم]

ترجمہ: میں تین سو ساٹھ علماء سے ملا ہوں لیکن اگر امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور امام لیث رحمۃ اللہ علیہ نہ ہوتے تو میں علم کے باوجود گمراہ ہو جاتا (المجروحین ابن حبان: ۱/ ۴۲)

آپ ہی فرماتے ہیں [الحديث مضلة الا للعلماء]

ترجمہ: حدیثیں علماء کے علاوہ گمراہی کا ذریعہ ہیں (ترتیب المدارک: ۲/ ۴۲۴)

آپ ہی فرماتے ہیں [كل صاحب حديث ليس له امام في الفقه فهو ضال]

ترجمہ: جس صاحب حدیث کا فقہ میں امام نہ ہو وہ گمراہ ہے

(الجامع لابن زید القیر وانی: ص ۱۵۱)

(۹) امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۹۸ھ):

امام سرخسی اپنی کتاب [اصول السرخسی: ۲/ ۱۱۳] میں لکھتے ہیں

امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"لا يستقيم العمل بالحديث الا بالرأي، ولا يستقيم بالرأي الا بالحديث"

ترجمہ: حدیث پر بغیر رائے (اور فکر) کے عمل صحیح نہیں ہوسکتا، اور نہ ہی کسی رائے کے بغیر حدیث پر عمل ہو سکتا ہے

(۱۰) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۰۴ھ):

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

[أنا أحمد بن أبي جعفر القطيعي، أنا علي بن عبد العزيز البردعي، نا عبد الرحمن بن أبي حاتم، نا أبي، نا أحمد بن خالد الخلال، قال سمعت الشافعي يقول: قيل لمالك بن أنس: ان عند ابن عيينة عن الزهري اشياء عندك: فقال مالك: وأنا كل سمعته من الحديث أحدث به الناس؟ أنا اذا أريد أضلهم]

ترجمہ: کہ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ سے کہا گیا کہ سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مروی بہت سی ایسی حدیثیں ہیں جو آپ کے پاس نہیں ہیں اس پر امام مالک نے جواب میں فرمایا کیا میں جتنی حدیثیں سنتا ہوں سب بیان کر دیتا ہوں؟ اگر ایسا کروں تب تو میں لوگوں کو گمراہ کر ڈالوں گا

(الجامع لاخلاق الراوی وآداب السامع: ۴/۳۹ رقم ۱۳۳۵)

(۱۱) امام ابن الماجشون رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۱۳ھ):

امام ابن الماجشون رحمۃ اللہ علیہ سے سوال ہوا:

[لم روایتم الحدیث ثم ترکتموہ قال: لیعلم أنا علی علم ترکناہ]

ترجمہ: آپ حدیثوں کو روایت کرنے کے بعد ترک کر دیتے ہیں؟ فرمایا اس لئے ترک کر دیتا ہوں تاکہ یہ بات جان لی جائے کہ ہم نے علم کی بنیاد پر عمل نہیں کیا (ترتیب المدارک: ۱/۶۶)

(۱۲) حافظ ابونعیم الفضل بن دکین رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۱۸ھ):

آپ فرماتے ہیں

[أخبرني الحسن بن أبي طالب، أنا علي بن عمرو الحريري، أن علي بن محمد بن كاس النخعي، حدثهم قال: نا ابراهيم بن اسحاق الزهري، نا أبو نعيم قال: كنت أمر على زفر (وهو من اكابر فقهاء أصحاب الامام أبي حنيفة) وهو محتب بثوب في كنده فيقول: يا أحول، تعال حتى أغر بل لك أحاديثك: فأريه ما قد سمعت، فيقول هذا يوخذ به وهذا لا يوخذ به، وهذا ناسخ وهذا منسوخ]

ترجمہ: امام زفر رحمۃ اللہ علیہ [جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اصحاب میں سے ہیں اور اکابرترین فقہاء میں سے تھے] کے پاس سے مقام کندہ میں سے گذرتا وہ کپڑے سے احتباء (لپیٹ) کر کے بیٹھے ہوتے تو آپ فرماتے اے حیلہ سازی کرنے والے آؤ میں آپکی جمع کردہ احادیثیں ان کو الگ الگ کر کے وضاحت کر دوں جب میں ان کے سامنے اپنی ساری سنی ہوئی احادیث پیش کر دیتا پھر آپ فرماتے اس حدیث پر عمل کیا جائے اور اس حدیث پر عمل نہ کیا جائے اور یہ ناسخ ہے اور یہ منسوخ ہے

(الفقیہ والمتفقہ للخطیب: ۱/۳۳۴ رقم ۷۸۷ مطبوعہ سعودی عرب)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۳) حافظ الحدیث فقیہ امام محمد بن عیسٰی الطباع رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۲۴ھ) کا فرمان:

آپ فرماتے ہیں

[كل حديث جاءك عن النبي ﷺ لم يبلغك أن احدا من أصحابه فعله فدعه]

ترجمہ: ہر وہ حدیث جو نبی ﷺ سے آپ کے پاس پہنچے اس کے ساتھ ساتھ اگر تمہیں یہ خبر نہ ہو کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کسی نے اس پر عمل کیا ہے تو اس کو ترک کر دو

(الفقیہ والمتفقہ للخطیب: ۱/ ۱۹۴، رقم ۳۴۶)

(۱۴) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۴۱ھ):

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[ومن زعم أنه لا يرى التقليد ولا يقلد دينه أحدا فهو قول فاسق عند الله ورسول ﷺ انما يريد بذلك ابطال الأثر تطيل العلم والسنة والتفرد بالرأى ولا كلام والبدعة والخلاف وهذا المذاهب والأقاويل التى وصفت مذاهب السنة والجماعة والآثار واصحاب الروايات، وحملة العلم الذين ادركناهم وأخذنا عنهم الحديث، وتعلمنا منهم السنن، وكانوا أئمه معروفين ثقات أصحاب صدق، يقتدى بهم ويؤخذ عنهم ولم يكونوا أصحاب بدعه، ولا خلاف ولا تخليط، وهو قول أئمتهم وعلمائهم الذين كانوا قبلهم فتمسكوا بذالك رحمكم الله وتعلموه وعلموا وبالله التوفيق۔ انتهى]

ترجمہ: جس شخص کا کا یہ گمان ہے کہ تقلید کی کوئی اہمیت نہیں، اور نہ ہی دین (کے معاملے) میں کسی کی تقلید کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک فاسق ہے کیونکہ وہ اس سے صرف حدیث کو باطل کرنا چاہتا ہے اور علم وسنت مطہرہ کو معطل کرنا چاہتا ہے اور اپنی رائے اور اپنے کلام میں علیحدہ ہو کر ایک قسم کی بدعت کا مرتکب ہو رہا ہے اور (سلف صالحین کا) مخالف ہو رہا ہے اور مذاہب (فقہیہ) ائمہ وفقہاء کے اقوال کو ہم یوں بیان کر سکتے ہیں کہ یہ مذاہب أہل السنۃ والجماعۃ والآثار، وأصحاب الروایات اور حملۃ العلم (أہل علم) ہیں اور یہ وہ مقدس ہستیاں ہیں جن کو ہم اچھی طرح جانتے ہیں اور جن سے ہم نے حدیث پاک حاصل کیا اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

انہی سے ہم نے سنت مطہرہ کا علم حاصل کیا اور یہ مشہور و معروف ہستیاں حدیث وفقہ کے امام تھے یہ اپنے فن کے ثقہ امام تھے اور ان سے (حدیث وفقہ) کا علم حاصل کیا جاتا تھا اور یہ حدیث وفقہ میں اصحاب صدق تھے اور یہ لوگ اہل بدعت سے نہ تھے اور یہ (حدیث) کے مخالف نہ تھے اور نہ ہی (قرآن، حدیث اور فقہ کو آپس میں) خلط ملط کرتے تھے اور جو بات یہ ائمہ کہتے تھے وہی بات ان سے پہلے والے ائمہ اور علماء کی تھی تو اس بات کو مضبوطی سے تھامے رکھو اللہ تم پر رحم فرمائے ان سے ماخوذ حدیث، علم وفقہ خود بھی سیکھو اور دوسروں کو بھی سکھاؤ اور توفیق اللہ کی طرف سے ہے (طبقات الحنابلہ از امام ابن ابی یعلی الفراء: ۱/۳۱)

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

[اذا كان عند الرجل الكتب المصنفة فيها قول رسول الله ﷺ واخلاف الصحابة والتابعين فلا يجوز أن يعمل بما شاء ويتخير فيقضي به ويعمل به حتى يسأل أهل العلم ما يؤخذ به فيكون يعمل على أمر صحيح]

ترجمہ: کسی شخص کے پاس کچھ کتابیں ہوں جن میں حضور ﷺ کے ارشادات اور صحابہ کرام وتابعین کا اختلاف بھی ہو تو اس کے لئے روا اور جائز نہیں کہ جو چاہے اس پر عمل کرے اور اس میں اپنا اختیار وتصرف کرے اور پھر اس پر فیصلہ کر کے (خود بھی) عمل کرے (اور دوسروں کو بھی عمل کرنے کا کہے) یہاں تک کہ وہ اہل علم (اس فیلڈ کے ماہرین) کے پاس اس کی تحقیق کرے اور جو کچھ اس نے اخذ کیا اس کے بارے میں اہل علم سے پوچھے پھر وہ درست بات اور صحیح حکم پر عمل کرے (اعلام الموقعین لابن قیم: ۱/۴۴)

حافظ الحدیث، فقیہ امام ابوالحسن المیمونی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۷۴ھ) نے فرمایا مجھے امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

[یا أبا الحسن ایاك أن تتكلم فی مسئلة لیس لك فیها امام]

ترجمہ: اے ابوالحسن: جس مسئلہ میں تیرا امام و پیشوا نہ ہو اس کے بارے میں بات چیت کرنے سے باز رہو

(۱) مناقب الامام احمد لابن جوزی: ص ۱۷۸ (۲) المسودہ لآل تیمیہ: ص ۴۰۱، ۴۸۴

(۳) السیر اعلام النبلاء: ۱۱/۲۹۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۵)امام اسماعیل بن یحیی المزنی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۶۴ھ) کا فرمان:

آپ فرماتے ہیں:

[فانظروا رحمکم الله علی ما فی أحادیثکم التی جمعتموها :واطلبوا العلم عند أهل الفقه تکونوا فقهاء ان شاء الله]

ترجمہ: اللہ تم پر رحم فرمائے جو احادیث تم نے جمع کی ہیں ان پر غور وفکر کرو اور علم ومعرفت فقہاء سے حاصل کرو ان شاء اللہ فقیہ بن جاؤ گے (الفقیہ والمتفقہ للخطیب: ۱/ ۳۵۳)

(۱۶)حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۲۹۸ھ) کا فرمان:

آپ فرماتے ہیں [الحدیث مضلة الا للفقهاء]

ترجمہ: حدیثیں فقہاء کے علاوہ باقی لوگوں کو گمراہ کرنے والی ہیں

(الجامع لابن ابی زید القیروانی: ص ۱۱۸)

ان کا یہ قول ابن ابی زید القیروانی نے نقل کرنے کے بعد اس کی تشریح میں فرمایا کہ ان کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ غیر فقہاء میں سے کوئی حدیث کو اس کے ظاہری معنی پر معمول کر لیتا ہے حالانکہ کسی دوسری حدیث سے اس میں تاویل ضروری ہوتی ہے یا اس حدیث کے خلاف کوئی دلیل ہوتی ہے جو اس پر مخفی رہ گئی یا وہ حدیث متروک العمل ہے جس کے ترک کو واجب کرنے والی کوئی چیز ہوتی ہے جس پر ماہر فقہ یا عالم متبحر ہی حجت قائم کر سکتا ہے (الجامع لابن ابی زید القیروانی: ص ۱۱۸)

(۱۷)امام رامہرمزی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۳۶۰ھ) کا فرمان:

آپ فرماتے ہیں:

[ولیس یلزم المفتی أن یفتی بجمیع ما روی،ولا یلزمه ایضاأن یترك روایة مالا یفتی به وعلی هذا مذاهب جمیع فقهاء الامصار،هذا مالك یری العمل بخلاف کثیر مما یروی:انتهی]

ترجمہ: مفتی کے لئے ضروری نہیں کہ ان تمام حدیثوں کے مطابق فتوی دے جو اس نے روایت کی ہیں نہ اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پر یہ لازم ہے کہ جن پر فتویٰ نہ دے تو اس کو ترک کر دے جمیع بلاد کے فقہاء کا یہی موقف ہے یہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو ان حدیثوں کے خلاف بھی عمل کو جائز مانتے ہیں جن کو وہ بکثرت روایت کرتے ہیں

(المحدث الفاصل بین الراوی والواعی: ص ۳۲۲ مطبوعہ بیروت)

(۱۸) محدث خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۶۳ھ):

محدث خطیب بغدادی صاحب لکھتے ہیں:

[ولیعلم أن الاکثار من کتب الحدیث وروایته لا یصیر به الرجل فقیها،وانما یتفقه باستنباط معانیه،وانعام التکفیر فیه]

ترجمہ: جان لینا چاہیے کہ حدیث کی کتابوں سے زیادہ روایت کرنے یا ان کو زیادہ جمع کر لینے سے آدمی فقیہ نہیں بن جاتا تفقہ تو جب حاصل ہوگا کہ ان کے معانی کا استخراج کرنے اور ان میں اچھی طرح غور وفکر کرنے کی صلاحیت ہو جائے (الفقیہ والمتفقہ: ۱/۲۳۱،۴ رقم ۷۷۹ للخطیب)

(۱۹) حافظ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۶۳ھ):

ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

[ولم تختلف العلماء أن العامة علیها تقلید علمائها وأنهم المرادون بقول الله عزوجل(فا سئلوا أهل الذکر ان کنتم لا تعلمون[النحل:۴۳])وأجمعوا علی أن الاعمی لا بدله من تقلید غیره ممن یثق بمیزه بالقبلة اذا أشکلت علیه فکذالك من لا علم له ولا بصر بمعنی ما یدین به لا بدله من تقلید عالمه،و کذالك لم یختلف العلماء أن العامة لایجوز لها الفتیا، وذالك والله أعلم لجهلها بالمعانی التی منها یجوز التحلیل والتحریم والقول فی العلم]

ترجمہ: اس معاملہ میں علماء کا کوئی اختلاف نہیں کہ عوام پر علماء کی تقلید واجب ہے اور اس میں بھی کوئی اختلاف نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول[**فا سئلوا أهل الذکر ان کنتم لا تعلمون**[النحل: ۴۳] سے علماء ہی مراد ہیں اور اس پر بھی علماء کا اجماع ہے کہ اندھے آدمی پر جب قبلہ کا رخ مشتبہ ہو جائے تو اس کے لئے ضروری ہے کہ کسی ایسے شخص کی تقلید کرے جس پر قبلہ کی تمیز کرنے کا وثوق ہو اسی طرح دین کے معاملے میں جس شخص

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے اندر علم و بصیرت کا فقدان ہو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ عالم (مجتہد) کی تقلید کرے ایسا ہی اہل علم کا اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ عام آدمی کے لئے فتویٰ دینا جائز نہیں اس لئے کہ وہ ان حقائق سے واقف نہیں جن کے ذریعے حلال وحرام کرنا جائز ہوتا ہے یا ان کے ذریعے علم میں بحث وگفتگو کی جاتی ہے

(۱) جامع بیان العلم وفضلہ: ۲/۹۸۸ رقم ۱۸۸۷

(۲) تفسیر قرطبی: ۱۱/۲۷۲

(۳) البحر المحیط فی أصول الفقہ للزرکشی: ۴/۵۶۶

(۴) التفسیر المنیر للزحیلی: ۷/۲۱

(۵) التقلید والافتاء والاستفتاء: ۱/۲۵

(۶) الخلاصۃ فی أحکام الاجتہاد والتقلید: ۲/۶۴

(۷) معالم أصول الفقہ عند أہل السنۃ والجماعۃ للجیزانی: ۱/۴۹۱

(۸) کیف تحفظ العلم للطرفاوی: ۱/۳۴

(۹) أضواء البیان فی ایضاح القرآن بالقرآن الشنقیطی: ۷/۳۱۲

(۲۰) امام الحرمین أبو المعالی عبد الملک بن عبد اللہ بن یوسف الجوینی رحمۃ اللہ علیہ:

امام الحرمین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[اجمع المحققون علی ان العوام لیس لھم ان یتعلقوا بمذاھب أعیان الصحابۃ رضی اللہ عنھم بل علیھم ان یتبعوا مذاھب الائمۃ الذین سبروا ونظروا وبوبوا الابواب وذکروا أوضاع المسائل]

ترجمہ: تمام محققین کا اس بات پر اجماع ہے کہ عوام کو مذہب صحابہ پر عمل نہیں کرنا چاہیے بلکہ ان پر مذہب ائمہ اربعہ کی اتباع واجب ہے جنہوں نے احکام و مسائل کو گہرائی تک دیکھا اور ابواب میں منقسم کیا اور بتایا کہ وہ مسائل کہاں رکھے جائیں

(۱) البرہان فی أصول الفقہ: ۲/۷۴۴ رقم ۱۱۷۳

(۲) التمہید فی تخریج الفروع علی الاصول ۱/۵۲۷

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۳) نہایۃ السول شرح منہاج الوصول : ۲ / ۳۳۲

(۲۰) محدث ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ (م ۶۴۳ھ) کا فرمان:

محدث ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

[لا یجوز تقلید غیر الأئمة الاربعة أی فی الفتوی ولحکم]

ترجمہ: کہ ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا کہ قضاء اور افتاء میں ائمہ اربعہ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں

(۱) ہدایۃ الموفقین: ص ۶۶ (۲) فتاوی ابن صلاح: ۱/ ۵۴

(۳) الخلاصۃ فی أسباب الاختلاف الفقہاء: ۱/ ۱۸۷ (۴) عقد الجید: ۱/ ۳۰

(۵) المجموع شرح المہذب للنووی: ۱/ ۶۴

(۲۲) محدث ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۵۲ھ) کا فرمان:

آپ فرماتے ہیں:

[أما فی زماننا فقال ائمتنا لا یجوز غیر الأئمة الأربعة الشافعی ومالك وابی حنیفة و أحمد رضوان الله علیهم اجمعین]

ترجمہ: ہمارے زمانہ میں آئمہ مشائخ کا یہی قول ہے کہ آئمہ اربعہ امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام احمد رضی اللہ عنہم کی تقلید جائز ہے اور اس کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں

(فتح المبین فی شرح الاربعین: ص ۱۹۶)

(۲۳) حافظ الحدیث علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۶۱ھ) کا فرمان:

آپ فرماتے ہیں:

[وعلی هذا ما ذکر بعض المتأخرین منع تقلید غیر الاربعة لانضباط مذاهبهم وتقلید مسائلهم وتخصیص عمومها ولم یدر مثله فی غیرهم الآن لا نقراض اتباعهم وهو صحیح]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: اسی بنیاد پر بعض متاخرین نے یہ ذکر کیا ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید متعین ہے نہ کہ دوسرے ائمہ کی، اس لئے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب مکمل طور پر منضبط ہو گئے اور ان مذاہب میں مسائل تحریر میں آچکے ہیں اور تقلید ان چاروں اماموں میں منحصر ہو جانا صحیح ہے (التحریر فی اصول الفقہ: ص ۵۵۲)

(۲۴) شیخ زین العابدین بن ابراہیم بن نجیم رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۰ھ) کا فرمان:

ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[وما خالف الأئمة الأربعة مخالف للاجماع وان كان فيه خلاف لغيرهم فقد صرح في التحرير ان الاجماع انعقد على عدم العمل بمذهب مخالف للاربعة كانضباط مذاهبهم وانتشارها وكثرة اتباعهم]

ترجمہ: جو ائمہ اربعہ کا مخالف ہے وہ اجماع کا مخالف ہے اور اگر چہ اس میں ان کے غیر کا خلاف کیوں نہ ہو اور تحقیق تحریر الاصول میں اس کی صراحت کر دی گئی ہے کہ ائمہ اربعہ کے مخالف مذہب کے ساتھ عدم عمل پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کیونکہ ان کے مذہب نہیں رہے، ختم ہو چکے اور ائمہ اربعہ کے مذاہب کی تشہیر چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اور ان کی اتباع کرنے والے بکثرت ہیں

(۱) الاشباہ والنظائر: ۱/۱۰۸ مطبوعہ بیروت (۲) جامع التفسیر: ۵/۵۴

(۳) غمز عیون البصائر: ۲/۱۹۷

(۲۵) علامہ محمد ثناء اللہ العثمانی المظہری صاحب تفسیر مظہری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۹۲ھ):

آپ فرماتے ہیں:

[فان اهل السنة قد افترق بعد القرون الثلاثه او الاربعة على اربعة مذاهب ولم يبق مذهب في فروع المسائل سوى هذا الاربعة فقد انعقد الاجماع المركب على بطلان قول يخالف كلهم وقد قال رسول الله ﷺ لا يجتمع امتي على الضلالة]

ترجمہ: بے شک اہل سنت تیسرے یا چوتھے زمانہ کے بعد مذاہب اربعہ پر متفرق ہو گئے اور فروعی مسائل میں سوائے ان مذاہب کے باقی نہ رہا جو قول ائمہ اربعہ کے مخالف ہو اس قول کے باطل ہونے پر اجماع مرکب منعقد ہو گیا اور تحقیق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میری امت گمراہی پر کبھی اکٹھی نہیں ہوگی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(تفسیر مظہری: ۱/ ۸۱۵ مطبوعہ بیروت)

(۲۶) ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۱۴ھ):

ملا علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

[وجب علیه حتما ان یعین مذهبا من هذه المذاهب أما مذهب الشافعی فی جمیع الفروع أو مذهب مالك أو مذهب أبی حنیفة رحمهم الله علیهم وغیرهم ولیس لهم ان ینتحل من مذهب الشافعی ما یهواه ومن مذهب غیره مایرضاه لانّا لو جوّزنا ذالك لأدی الی الخبط والخروج عن الضبط]

ترجمہ: مقلد پر حتمی واجب ہے کہ ان مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کو معین کرے اگر امام شافعی رحمہ اللہ کا مقلد ہے تو جملہ فروعی مسائل میں ان کی ہی تقلید کرے یا امام مالک وابوحنیفہ رحمہما اللہ وغیرہم کا مقلد ہے تو جمیع مسائل فروعیہ میں ان کی تقلید کرے اور ان کو نہیں چاہیے کہ مذہب شافعی رحمہ اللہ سے جس کی وہ خواہش کرتا ہے اسے اپنالے اور ان کے مذہب کے غیر سے جو اچھا لگے اسے اختیار کرلے اگر ہم اس کو جائز قرار دیں تو یہ خبط کی طرف لے جائے گا اور قاعدہ نظم وضبط سے خروج ہوگا (تشیع الفقہاء للملا علی قاری)

(۲۷) شیخ احمد بن ابی سعید بن عبداللہ المعروف ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۳۰ھ):

آپ فرماتے ہیں:

[والانصاف ان انحصار المذاهب فی الاربعة واتباعهم فضل الهی وقبولیه من عند الله لا مجال فیه للتوجیهات والادلة] (تفسیرات احمدیہ ص ۳۴۶)

ترجمہ: انصاف کی بات یہ ہے کہ مذاہب کا چار میں منحصر ہوجانا اور ان ہی چار مذاہب کی اتباع کرنا فضل الٰہی ہے اور من جانب اللہ قبولیت ہے اس میں دلائل اور توجیہات کی کوئی ضرورت نہیں

(۲۸) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۱۷۶ھ):

شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

[اذا لم یجمع آلات الاجتهاد لا یجوز له العمل علی الحدیث بخلاف مذهبه لانه لا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یدری أنه منسوخ أو مؤول أو محکم محمول علی ظاهرہ ومال الی هذا القول ابن الحاجب فی مختصرہ وتابعوہ]

ترجمہ: جب تک اسباب اجتہاد مجتمع نہ ہوں اپنے مذہب کے خلاف حدیث پر عمل کرنا جائز نہیں اس لئے کہ وہ نہیں جانتا کہ یہ حدیث منسوخ ہے مؤول ہے یا اپنے ظاہر پر محکم ہے ابن حاجب نے اپنی مختصر میں اسی قول کی طرف ذکر کیا ہے اور علماء نے بھی اسی قول کی اتباع کی ہے (عقد الجید: ۱/ ۲۳ مطبوعہ قاہرہ)

آپ ہی فرماتے ہیں:

[واستفدت منه ثلاثه امور خلاف ما کان عندی وما کان طبیعتی تمیل الیه اشد میل فصارت هذه الاستفادة من براهین الحق تعالیٰ علیه۔ الی قوله وثانیها الوصاة بالتقلید بهذا المذاهب الاربعة لا اخرج منها۔ الخ]

ترجمہ: مجھے حضور ﷺ کی جانب سے تین باتیں حاصل ہوئیں کہ میرا خیال ان سے موافق نہ تھا اور اس طرف قلبی میلان بالکل نہ تھا، یہ استفادہ میرے اوپر برہان حق ہوگیا ان تین امور میں دوسری بات یہ تھی، حضور ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں مذاہب اربعہ کی تقلید کروں اور ان سے باہر نہ جاؤں

(فیوض الحرمین: صفحہ ۶۴، ۶۵)

اور فرماتے ہیں:

[وهذا المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من یعتد بها منها علی جواز تقلیدها الی یومنا هذا]

ترجمہ: اور یہ مذاہب اربعہ جو مدون مرتب ہو گئے ہیں پوری امت نے یا امت کے معتمد حضرات نے ان مذاہب اربعہ (مشہورہ) کی تقلید کے جواز پر اجماع کرلیا ہے اور یہ (اجماع) آج تک باقی ہے (اس کی مخالفت گمراہی ہے) (حجۃ اللہ البالغہ: ۱/ ۳۳۲ مطبوعہ بیروت)

آپ ہی فرماتے ہیں:

[صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر مذاہب اربعہ کے ظہور تک یہی دستور رہا اور رواج رہا کہ کوئی عالم مجتہد مل جاتا تو اسی کی تقلید کر لیتے تھے کسی بھی معتبر اور مستند شخصیت نے اس پر نکیر نہیں کی اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو وہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرات اس پر ضرور نکیر فرماتے (عقد الجید مترجم ص ۲۹، عربی ص ۱۲ طبع قاہرہ)

(۲۹) سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۳۳ھ) کا فرمان:

سید صاحب فرماتے ہیں

[فعلیکم یا معشر المؤمنین باتباع الفرقة الناجیة المسمّاة باھل السنة والجماعة فان نصر اللہ فی موافقتھم وخذلانه وسخطه ومقته فی مخالفتھم وھذه الطائفة الناجیة قد اجتمعت الیوم فی المذاھب الاربعة ھم الحنفیون والمالکیون والشافعیون والحنبلیون ومن کان خارجاً من ھذه المذاھب الاربعة فی ذالك الزمان فھو اھل البدعة والنار]

ترجمہ: اے گروہِ مسلمانان! تم پر نجات پانے والے فرقہ کی جو اہل سنت والجماعت کے نام سے موسوم ہے پیروی کرنا واجب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد اہل سنت والجماعت کے ساتھ موافقت کرنے میں ہے اور اہل سنت والجماعت کی مخالفت کرنے میں اپنی ذات کو اللہ تعالیٰ کے غضب اور ناراضگی کا مورد بنانا ہے اور یہ نجات پانے والا گروہ آج مجتمع ہو گیا ہے ان چار گروہوں میں، اور وہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہیں اور جو شخص اس زمانہ میں ان چار مذاہب سے خارج ہے وہ اہل بدعت اور اہل نار میں سے ہے

(طحطاوی علی الدر المختار: ۴/ ۱۵۳)

اس ساری بات کا خلاصہ یہ ہے کہ تقلید کرنا اور خاص کر کسی ایک امام کی تقلید کرنا ضروری ہے اور تقلید کو ترک کرنا گمراہی کے سوا کچھ نہیں غیر مقلدین کے جتنے گروہ ہیں چاہے وہ اہل تشیع ہی کیوں نہ ہوں کیونکہ غیر مقلدین بھی شیعہ کا ہی ایک گروہ ہے اہل بدعت اور اہل نار میں سے ہیں لہٰذا ان دلائل کی روشنی میں تقلید سے انکار کرنا اور چاروں اماموں میں سے کسی کی تقلید نہ کرنا بلکہ مقلدین کو بدعتی اور مشرک کہنا خود بدعت اور گمراہی ہے جیسا کہ محدثین نے فرمایا اللہ تعالیٰ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۲۴)

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ بطور امام جرح وتعدیل

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین، اما بعد:

آپ نہایت ہی معتدل تھے آپ سے جرح کا ایک قول بھی تعصب یا تشدد والا ثابت نہیں آپ کا شمار محدثین کی ان صف اول ہستیوں میں ہوتا ہے جو علوم حدیث واسماء الرجال میں امامت کا درجہ رکھتے تھے نیز ذکاوت وذہانت اور فراست وعدالت میں اس بلند مقام پر فائز تھے جن کے فیصلوں پر حدیث کے مقبول اور غیر مقبول ہونے کا مدار ہے چنانچہ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب ''تذکرۃ الحفاظ'' میں لکھتے ہیں

[ھٰذہ تذکرۃ اسماء معدلی حملۃ العلم النبوی ومن یرجع الی اجتھادھم فی التوثیق والتضعیف والتزییف]

ترجمہ: اس میں ان حضرات کا تذکرہ ہے جو حاملین علم نبوی کی تعدیل وتوثیق کرنے والے ہیں اور جن کے اجتہاد کی روشنی میں کسی راوی کی توثیق وتضعیف اور حدیث کی صحت وسقم کا علم ہوتا ہے

(تذکرۃ الحفاظ للذہبی: ۱/۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اس کتاب میں امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے طبقہ خامسہ جلد اول ص ۱۶۸ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ذکر کیا ہے ان کے اس طرز عمل اور اسلوب سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فن جرح وتعدیل میں عظمت وشان کے مالک ہیں فن جرح وتعدیل کی تاریخ بھی یہ بتاتی ہے کہ آئمہ احادیث نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے استناد کیا ہے چند مثالیں حاضر خدمت ہیں

(۱) جابر بن یزید جعفی:

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالے ''**ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل**'' میں اسماء الرجال کے ماہرین کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں

[فاول من ذکی وجرح عند انقضاء عصر الصحابۃ :الشعبی وابن سیرین ونحو ھما.....فلما کان عند انقراض عامۃ التابعین فی حدود الخمسین ومائۃ تکلم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طائفة من الجهابذة فی التوثیق والتضعیف فقال ابو حنیفة ما رأیت اکذب من جابر الجعفی]

ترجمہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور بابرکت کے آخر میں جن لوگوں نے حدیث کی حفاظت کی خاطر جرح وتزکیہ کیا ان میں سب سے پہلے امام شعبی، ابن سیرین اور شعبہ رحمہم اللہ وغیرہم ہیں جب دوسری صدی کے دور میں عام تابعین کا دور آیا تو علم وفن کے ماہر حضرات نے حفاظت حدیث کے واسطے تعدیل وجرح میں کلام کیا تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے جابر جعفی پر جرح کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا شخص نہیں دیکھا

(ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل مع اربع رسائل فی علوم الحدیث: ۱۷۵)

چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بعد جتنے حفاظ حدیث اور علم رجال میں قابل اعتماد لوگ آئے سبنے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس جرح کو قبول فرمایا ہے اور کسی نے اس کے خلاف رائے نہیں قائم کی مثلاً

(۱) حافظ ابوبکر احمد بن حسین البیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''القرأة خلف الامام'' میں تحریر فرماتے ہیں

[ولولم یکن فی جرح جابر الجعفی الا قول ابی حنیفة رحمۃ اللہ علیہ لکفاہ به شرا،فانه راہ وجربه وسمع منه ما یوجب تکذیبه فأخبربه]

ترجمہ: اگر جابر جعفی کے متعلق صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا ہی قول ہوتا تب بھی یہ جرح اس کی تکذیب کے لئے کافی تھی اس لئے کہ امام صاحب نے اس کو دیکھا ہے اور اس کو آزمایا ہے اور اس سے ایسی باتیں سنیں جو اس کی تکذیب کرنے والی تھیں لہٰذا انہوں نے اس کو بتایا (القرأة خلف الامام للبیہقی: ص ۳۴۳)

(۲) علامہ ابن حزم ظاہری اندلسی اپنی کتاب ''المحلی'' میں لکھتے ہیں

[جابر الجعفی کذاب،واول من شهد علیه بالکذب ابو حنیفة]

ترجمہ: جابر جعفی جھوٹا ہے اور سب سے پہلے اس کے جھوٹے ہونے کی گواہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے دی

(المحلی ابن حزم: ۱۰/ ۲۶۸ مطبوعہ دار الفکر بیروت)

(۳) امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ''کتاب العلل'' میں لکھتے ہیں

[حدثنا محمود بن غیلان حدثنا ابو یحیی الحمانی قال سمعت ابا حنیفة یقول ما رأیت احدا أکذب من جابر الجعفی]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: ابو یحییٰ حمانی رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے کسی شخص کو جابر جعفی سے زیادہ جھوٹا نہیں دیکھا (العلل الصغیر للترمذی: ص ۷۳۹ مطبوعہ بیروت)

(۴) حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی قول کو امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے اپنی کتاب "تہذیب التہذیب: ۱۰/ ۴۰۳" میں نقل کیا ہے

(۵) امام ابن حبان نے اسی قول کو "صحیح ابن حبان: ۵/ ۴۷۴" میں نقل کیا ہے اس کے علاوہ اپنی کتاب "المجروحین: ۱/ ۲۰۹" میں بھی اسی قول کو نقل کیا ہے

(۶) علامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی قول کو اپنی سند کے ساتھ اپنی کتاب "جامع بیان العلم وفضلہ: ۲/ ۲۹۸ رقم ۱۱۱۸" میں نقل کیا ہے

(۷) علامہ ابن عدی الجرجانی نے بھی اسی قول کو "الکامل فی الضعفاء الرجال: ۲/ ۱۱۳" میں نقل کیا ہے

(۸) علامہ ابن جریر طبری نے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول نقل کیا ہے دیکھئے کتاب "المنتخب من ذیل المذیل: ص ۱۳۳" میں

(۹) علامہ ابن شاہین نے بھی اسی قول کو اپنی کتاب "تاریخ اسماء الضعفاء والکذابین: ص ۹" میں نقل کیا ہے

(۱۰) علامہ ابوالحجاج المزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "تہذیب الکمال: ۴/ ۴۶۸" میں بھی اسی قول کو نقل کیا ہے

(۱۱) امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی "سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۹۱" میں اسی قول کو نقل کیا ہے

(۱۲) امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام صاحب کے اسی قول کو "تاریخ ابن معین للدوری: ۳/ ۶۹۶ رقم ۱۳۹۸" میں نقل کیا ہے

(۲) زید بن عیاش:

جنہیں زید ابی عیاش بھی کہا جاتا ہے ان سے امام ابوداؤد، امام مالک، امام ترمذی، امام نسائی، امام ابن ماجہ اور امام حاکم رحمہم اللہ نے روایت لی ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس راوی کے بارے میں فرمایا کہ یہ مجہول ہے دیکھئے "التحقیق فی احادیث الخلاف لابن الجوزی: ۲/ ۱۷۷ رقم ۱۴۱۱" میں، آپ کی اس جرح کو کئی اماموں نے آپ کے حوالے کے ساتھ، اس سے استناد کیا ہے چند ایک کا ذکر حاضر ہے

(۱) علامہ ابن ملقن رحمۃ اللہ علیہ م ۸۰۴ھ نے اپنی کتاب "البدر المنیر: ۶/ ۴۸۳" میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس قول کو نقل کیا ہے لکھتے ہیں [قد قال ابو حنیفۃ زید ابو عیاش مجھول] ترجمہ: تحقیق امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زید ابو عیاش مجھول ہے

(۲) امام جمال الدین الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی قول کو "نصب الرایۃ: ۴/ ۴۱ محقق محمد عوامۃ مطبوعہ بیروت" میں نقل کیا ہے

(۳) امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تہذیب التہذیب: ۳/ ۳۶۵، ۳۶۶ رقم ۷۷۴'

میں یہ قول لکھا [**زید بن عیاش وقال ابو حنیفۃ مجھول**] امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ زید بن عیاش مجھول ہے

(۴) ابن حزم ظاہری نے بھی امام کے قول پر زید بن عیاش کو مجھول قرار دیا ہے دیکھئے "نصب الرایۃ: ۴/ ۴۲ محقق محمد عوامۃ مطبوعہ بیروت"

(۵) امام حاکم نے بھی زید بن عیاش کو ایک روایت میں مجھول قرار دیا دیکھئے "المستدرک للحاکم: ۲/ ۴۵ رقم ۲۲۶۷"

(۳) طلق بن حبیب:

طلق بن حبیب کے بارے میں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "کان یری القدر" یہ قدری تھے دیکھئے "**اصول الدین عند الامام ابی حنیفۃ للخمیس**: ص ۱۰۲" اسی طرح اس کو دیگر محدثین نے آپ کی اس جرح کو نقل فرمایا ہے

(۱) امام ابو اسماعیل الہروی م ۴۸۱ھ نے اپنی کتاب "**ذم الکلام وأھلہ**: ۴/ ۳۲۴" میں اس پر ارجاء کی جرح کی ہے

(۲) امام ابو نعیم اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس جرح کو نقل کیا ہے دیکھئے "مسند ابی حنیفۃ للاصفہانی: ص ۲۸۵"

(۳) علامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس جرح کو نقل کیا ہے دیکھئے "الاستذکار: ۱/ ۴۹"

(۴) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اسی جرح کو لکھا ہے

دیکھئے "تاریخ الکبیر للبخاری: ۴/ ۳۵۹ رقم ۳۱۳۸"

(۵) ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس پر ارجاء کی جرح کو لکھا ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دیکھئے "الجرح والتعدیل: ۴/ ۴۹۱ ۲۱۵۷"

(۶) امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ارجاء کی جرح نقل کی ہے

دیکھئے "الکاشف فی معرفۃ من لہ روایۃ فی الکتب الستۃ: ۱/ ۵۱۵ رقم ۲۴۸۶"

(۷) امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارجاء کی جرح کو نقل کیا ہے دیکھئے "تہذیب التہذیب: ۵/ ۲۸"

(۴، ۵) مقاتل بن سلیمان اور جہم بن صفوان:

ان دونوں پر امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عقیدے کی جرح فرمائی یہ دونوں عقیدے کے لحاظ سے اہل سنت وجماعت کے مخالف تھے ان دونوں پر جرح کرتے ہوئے فرمایا

[اتانا من المشرق رأیان خبیثان جہم معطل ومقاتل مشبہ]

ترجمہ: ہمارے پاس (کوفہ کے) مشرق کی طرف دو خبیث عقیدے آئے ایک جہم کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کے متعلق معطل ہونے کا عقیدہ رکھتا ہے اور ایک مقاتل (بن سلیمان) کی طرف سے جو اللہ تعالیٰ کے متعلق تشبیہ کا عقیدہ رکھتا ہے (سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۱۳/ ۲۳۲)

اسی بنیاد پر دیگر محدثین نے ان دونوں پر جرح کی

(۱) امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس جرح کو نقل کیا ہے دیکھئے "تہذیب التہذیب: ۱۰/ ۲۵۱"

(۲) امام ابو الحجاج المزی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس جرح کو اسحاق بن ابراہیم کے واسطے سے نقل کیا ہے دیکھئے "تہذیب الکمال للمزی: ۲۸/ ۴۴۲"

(۳) امام بدر الدین العینی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی اس جرح کو نقل کیا ہے دیکھئے "مغانی الخیار: ۵/ ۸۲"

(۶) عمرو بن عبید:

عمرو بن عبید ابو عثمان نے علم الکلام میں بہت غلو کیا جس کی وجہ سے بے راہ روی پھیلنے لگی تو امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر جرح فرمائی اور محدثین نے اس جرح کی بنا پر اس سے روایت لینا چھوڑ دیا امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **[لعن اللہ عمرو بن عبید فانہ فتح للناس بابا الی علم الکلام]**

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو عمرو بن عبید پر کہ اس نے علم الکلام کا دروازہ لوگوں کے لئے کھول دیا

(الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ: ۱/۶۱)

اسی جرح کی بناء پر محدثین نے اس کو ترک کر دیا آپ کے معاصر محدثین آپ کی جرح ہو یا تعدیل قبول فرماتے تھے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جرح قارئین نے ملاحظہ فرمائی اب آپ نے جو تعدیل کی وہ ملاحظہ فرمائیے

(۱) امام جعفر صادق بن محمد بن علی بن حسین بن علی رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا فقیہ کون ہے تو آپ نے فرمایا

[ما رأیت احدا أفقه من جعفر بن محمد]

ترجمہ: میں نے امام جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ سے بڑا فقیہ نہیں دیکھا (سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۱۱/ ۳۱۹)

اسی تعدیل کا نتیجہ تھا کہ امام ابوحاتم رازی نے یوں فرمایا

[جعفر لا یسئل عن مثله]

ترجمہ: امام جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں سوال ہی نہیں کرنا چاہئے ان کا کوئی مثل نہیں

(سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۱۱/ ۳۱۹)

یہی بات امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور راوی یحییٰ بن سعید رحمۃ اللہ علیہ سے بھی منقول ہے

(سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۱۱/ ۳۱۸)

(۲) عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ :

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اسماء الرجال کے ماہرین میں تھے اور آپ کو راویوں کے احوال ان کی کنیت اور ان کے القاب سے بہت واقفیت تھی چنانچہ حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

[ما عرفنا کنیته عمرو بن دینار الا بأبی حنیفة، کنا فی المسجد الحرام، وابو حنیفة مع عمرو بن دینار فقلنا له: یا ابا حنیفة کلمه یحدثنا، فقال یا ابا محمد حدثهم ولم یقل: یا محمد]

ترجمہ: ہمیں عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ذریعے ہی معلوم ہوئی وہ اس طرح کہ ہم لوگ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مسجد حرام میں تھے وہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے تو ہم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ آپ عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث بیان کرنے کے لئے کہیں تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کو یا ابا محمد کہہ کر مخاطب کیا (الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ: ۱/ ۶۰)

(۳) امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے جب امام سفیان رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا

[اكتب عنه، فانه ثقة، ما خلا أحاديث أبي اسحاق عن الحارث وحديث جابر الجعفي]

ترجمہ: آپ سفیان ثوری کی احادیث لکھئے وہ ثقہ ہیں لیکن ان کی جو روایات ابی اسحاق، حارث اور جابر جعفی کے واسطے سے ہوں ان کو نہ لکھیں (الجواہر المضیۃ فی طبقات الحنفیۃ: ۱/ ۶۰)

ان چند مثالوں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ فن ''جرح وتعدیل'' میں جس طرح امام شعبہ، امام احمد بن حنبل، امام یحیٰی بن سعید، امام عبد الرحمن بن مہدی، ابو زرعہ رازی، ابو حاتم رازی، امام یحیٰی بن معین، امام بخاری، امام نسائی رحمہم اللہ وغیرہم آئمہ جرح وتعدیل کے اقوال رواۃ کے مقبول ہونے یا نہ ہونے میں معتبر ومستند ہیں اسی طرح امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال بھی معتبر ومستند ہیں جیسا کہ باحوالہ ثابت کیا گیا کہ محدثین عظام امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں اور حجت پکڑتے ہیں کتب اسماء الرجال مثلاً ''تہذیب الکمال للمزی، تذہیب التہذیب للذہبی، تہذیب التہذیب لابن حجر، سیر اعلام النبلاء للذہبی'' میں امام صاحب کے اقوال اور دیگر تفصیلات دیکھی جا سکتی ہیں لیکن یہ بات یاد رہے کہ دیگر ائمہ فن جرح وتعدیل کے اقوال کی طرح امام صاحب سے کثیر راویوں کے متعلق جرح وتعدیل منقول نہیں اس کی دو وجہ ہیں

(۱) ابتداء میں ضعفاء رواۃ کی تعداد کم تھی کیونکہ اکثر تابعی تھے اور ان کے اساتذہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تھے اور یہ سب عادل وثقہ تھے اس لئے جہاں ضروری سمجھا وہاں جرح فرمائی اور زیادہ تعدیل ہی تھی، دوسری صدی ہجری کے بعد ضعفاء کی تعداد میں اضافہ ہوا، اس لئے اس دور کے ائمہ فن جرح وتعدیل کے اقوال رواۃ کے بارے میں زیادہ ملتے ہیں تفصیل کیلئے دیکھئے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ ''ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل''

(۲) دوسری وجہ یہ ہے کہ ''تہذیب الکمال للمزی'' کی تلخیص ''تذہیب التہذیب للذہبی'' کے نام سے ہوئی، پھر اس کی تلخیص ''تہذیب التہذیب لابن حجر'' کے نام سے ہوئی، ان تلخیصات میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قصداً حذف کر دیئے گئے اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے ”کتاب العلل“ میں جہاں امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول جابر جعفی کے متعلق نقل فرمایا ہے، حافظ ابو بکر بیہقی، حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتب میں اسی حوالہ سے

قول کو نقل کیا ہے مگر آج کے موجودہ نسخوں میں حذف کر دیا گیا ہے ظاہر ہے کہ جس طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بغض میں ان کے اقوال کو حذف کیا گیا بالکل اسی طرح دیگر کتب میں بھی کیا گیا ہو تو بعید از قیاس نہیں ،بہر حال سطور بالا سے یہ بات واضح ہوئی کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فن جرح وتعدیل میں ایک اہم مقام تھا اور حدیث کی صحت وضعف میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے کو غیر معمولی اہمیت ہوا کرتی تھی ،آئمہ جرح وتعدیل کی رائے صرف اسی امام کی قبول ہوتی ہے جو خود بھی ثقہ ہو ضعیف امام کی رائے قبول نہیں ہوا کرتی اس سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ آئمہ جرح وتعدیل کے نزدیک امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک ثقہ راوی بھی تھے اللہ تعالیٰ حق واضح ہونے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

وماتوفیقی الاباللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۲۵)

تحقیق عمر نکاح ورخصتی حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا

اور مستشرقین ومنکرین حدیث

الحمد لله ربّ العالمين والصّلوٰة والسّلام على سيّد الأنبياء والمرسلين وعلى آله واصحابه واهل بيته أجمعين۔ أما بعد!

مستشرقین اور منکرین حدیث کی یہ کوشش رہی ہے کہ مسلمانوں کو حدیث سے متنفر کیا جائے ان کی تحقیقات کے نام پر ساری کوشش اسی لئے ہوتی ہے، موجودہ دور میں انکار حدیث کا فتنہ بڑی تیزی کے ساتھ پھیل رہا ہے جس زمانہ میں یونانی فلسفہ اور منطق ، اسلام پر اس طرح حملہ آور ہوئے تھے کہ لگتا تھا کہ امت مسلمہ اس میں بہہ جائے گی، اسی طرح مستشرقین جن کا مقصد ہی لوگوں کو اسلام سے متنفر کرنا ہے اس مقصد کے لئے یورپ کے مستشرقین نے حدیث وسنت کی تاریخیت ،حفاظت اور اس کی حجیت کو نہایت مشکوک انداز میں پیش کیا اور ان سے متاثر ہو کر اب مشرقی منکرین حدیث اس فریضہ کو سرانجام دے رہے ہیں اور اس کا نام انھوں نے تجدد پسندی رکھا ہے شیعوں کی طرح ان لوگوں نے بھی مکثرین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بالخصوص حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات میں تشکیک پیدا کرنے کی کوشش کی اس طرح کا کام کرنے والوں کی فہرست بڑی طویل ہے چند مشہور لوگوں کے نام یہ ہیں ہندوستان میں عبد اللہ چکڑالوی المتوفی ۱۳۳۲ھ سرفہرست ہے اس کے بعد نذیر احمد دہلوی المتوفی ۱۳۳۰ھ اسکے بعد سرسید احمد خان ،اور ماضی قریب میں غلام احمد پرویز ،تمنا عمادی پھلواری ،محمود احمد عباسی ،ظہور احمد قرشی ،حکیم نیاز احمد اور خاص کر حبیب الرحمن کاندھلوی ہیں اور یہ مضمون بھی ان مستشرقین اور خصوصی طور پر حبیب الرحمن کاندھلوی کی کتاب [تحقیق عمر عائشہ صدیقہ کائنات سلام اللہ علیہا] کے رد میں لکھا جارہا ہے

تعارف حبیب الرحمن کاندھلوی مصنف ”تحقیق عمر عائشہ رضی اللہ عنہا“

حبیب الرحمن کاندھلوی ،دیوبندی مفتی اشفاق الرحمن کاندھلوی کے بیٹے ہیں نہایت ہی زبان دراز ہیں حدیث کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رد کرنے کے ہزار بہانے بنانا ان پر ختم ہے جیسا کہ ان کی تصانیف سے ظاہر ہے بڑی تکنیک کے ساتھ صحابہ پر طعن کرتے ہیں تحقیق کی آڑ میں حدیث صحیحہ کا انکار کرتے ہیں ان کی کتاب "تحقیق عمر عائشہ ؓ"، حکیم نیاز احمد منکرین حدیث کی کتاب "عمر عائشہ ؓ" کا سرکہ ہے جیسا کہ کاندھلوی نے اپنی کتاب "تحقیق عمر عائشہ ؓ" کے صفحہ نمبر ۴، ۵ پر اس کا ذکر کیا ہے یہ صاحب اہل بیت کے خصوصی دشمن ہیں جہاں کہیں ان کے فضائل میں حدیث آئے تو فوراً اس پر برس پڑتے ہیں جیسا کہ ان کی کتاب "مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت" سے ظاہر ہے چند مثالیں ملاحظہ فرمائیں:

- حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو یہ موصوف صحابی ہی نہیں مانتے چنانچہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی تاریخ پیدائش ۷ ھ میں قرار دینے کے بعد لکھتے ہیں [نہ تو آپ حضرت فاطمہ ؓ کی پہلی اولاد ہیں اور نہ اصولی طور پر آپ کو شرف صحابیت حاصل ہے] (مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت: ۱/۲۸۷)

- اسی طرح امام حسین رضی اللہ عنہ کی صحابیت کا بھی انکار کیا ہے لکھتے ہیں [ان امور سے یہ بات خود بخود ثابت ہوتی ہے کہ حضرت حسن ؓ صحابی نہ تھے کجا کہ حضرت حسین ؓ کی صحابیت]

(مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت: ۱/۲۸۷، ۲۹۷)

حالانکہ امام حسن رضی اللہ عنہ کی ولادت رمضان ۳ ھ ہے اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی ۴ ھ ہے دیکھئے درج ذیل کتب

(۱) فتح الباری: ۷/۹۵ (۲) تہذیب التہذیب: ۲/۲۹۶

(۳) تاریخ الاسلام للذہبی: ۲/۳۳ (۴) الاستیعاب: ۱/۱۳۹

- حضرت سیدۃ فاطمہ رضی اللہ عنہا کو یہ موصوف سیدۃ النساء ماننے کے لئے تیار نہیں، لکھتے ہیں [سبائی اور مجوسی جو حضرات فاطمہ رضی اللہ عنہا کے فضائل بیان کرتے ہیں اور انھیں سیدۃ النساء اہل الجنۃ یا سیدۃ النساء المؤمنین قرار دیتے ہیں یہ صرف ایک دھوکہ اور فریب ہے

(مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت: ۱/۴۴۷، ۴۴۸)

یہی بات اسی کتاب کے صفحہ ۴۱۰ پر کی ہے مزید یہ اضافہ ہے "ہمارے نزدیک تمام روایات جہاں موضوع ہیں وہاں وہ صرف اس مقصد کے لئے وضع کی گئی ہیں کہ اہل سنت حضرات کو صحیح مسلک سے ہٹا کر انھیں داستانوں میں گم کر دیا جائے (مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت: ۱/۴۱۰)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

❁ مباہلہ کے وقت نبی ﷺ اپنے اہل بیت جو اس وقت موجود تھے ان کو چادر کے نیچے لیا اس حدیث کو ''حدیث الکساء'' کہا جاتا ہے اس کے بارے میں کاندھلوی کا بغض ملاحظہ ہو لکھتے ہیں [ہمارے نزدیک چادر والی کہانی ایک زہر کی پڑیا ہے اس کے راوی فرشتے بھی ہوتے تو تقاضائے عقل یہ تھا کہ اس کو قبول نہ کیا جاتا، اور یہ بھی کہ ان روایات کی حیثیت صرف ایک ہوائی گپ کے تھی]

(مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت: ۲/ ۱۳۹، ۱۵۴)

حالانکہ یہ بات احادیث صحیحہ میں موجود ہے اور اہل سنت کا اس پر اتفاق ہے

❁ خالص خارجی انداز میں کاندھلوی منکر حدیث کا بیان پڑھیے، لکھتے ہیں[اوران روایات میں اللہ کو مخاطب کر کے کہا گیا کہ یہ میرے اہل ہیں یعنی اے اللہ آپ کو یہ غلط فہمی ہو رہی ہے کہ ازواج اہل ہوتی ہیں اہل تو یہ ہیں]

(مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت: ۲/ ۱۴۸)

استغفراللہ، اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے شر سے بچائے نام مسلمانوں والا اور کرتوت ان کے یہ ہیں

❁ حضرت زینب رضی اللہ عنہا جو پہلے حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں ان سے طلاق کے بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کا نکاح حضور ﷺ سے کر دیا ان پر بھی یہ موصوف الزام لگاتے ہیں لکھتے ہیں [بلکہ صحیح یہ ہے کہ نقص حضرت زینب ؓ ہی میں تھا]   (مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت: ۲/ ۱۱۸)

اس نکاح کا انکار کرتے ہوئے کاندھلوی لکھتا ہے [آپ کا نکاح محض وحی پر مبنی تھا اور یہ بغیر ولی ،بغیر مہر، بغیر ایجاب اور گواہوں کے عمل میں آیا اس دعوی کا بودا پن ظاہر ہے اس طرح تو ہر شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے خواب میں دیکھا یا مجھے الہام یا کشف ہوا کہ میرا نکاح فلاں سے کر دیا گیا کیا ایسے نکاح کو نکاح کہا جائے گا]

(مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت: ۲/ ۱۱۰)

❁ ایک دوسرے مقام پر لکھتا ہے [نبی کریم ﷺ کے لئے خاص طور پر اس امر کی وضاحت ہے کہ آپ کے لئے صرف وہ ازواج حلال ہیں جن کا آپ نے مہر دیا ہو ارشاد ہوتا اے نبی! ہم نے آپ کے لئے آپ کی وہ بیویاں حلال کی ہیں جن کا مہر آپ نے ادا کیا ہے]

(مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت: ۲/ ۱۲۷)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حالانکہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ارشاد فرمایا:

[وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِيِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِيُّ اَنْ يَّسْتَنْكِحَهَا ق خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ط]

ترجمہ: وہ مؤمنہ عورت بھی حلال ہے جو اپنے آپ کو نبی ﷺ کے لئے ہبہ کر دیتی ہے بشرطیکہ نبی علیہ السلام بھی اس سے نکاح کا ارادہ رکھتے ہوں یہ مومنوں کے علاوہ خاص آپ کے لئے حکم ہے

(سورۃ احزاب: ۵۰)

یہ خصوصی حکم بلا مہر ہے مہر کے ساتھ قطعاً نہیں جیسا کہ ان تفاسیر میں ہے

(۱) احکام القرآن للجصاص: ۳/ ۴۴۹ (۲) احکام القرآن لابن العربی: ۲/ ۱۷۶

(۳) تفسیر کبیر: ۲۴/ ۲۲۰ (۴) تفسیر ابوالسعود: ۲/ ۴۲۶

(۵) فتح القدیر للشوکانی: ۴/ ۹۲

لہٰذا حبیب الرحمن کاندہلوی کی بات درست نہیں

امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کاندھلوی لکھتا ہے

[لہٰذا ترمذی بھی تشیع سے کسی صورت میں خالی نہیں، اور کتاب المناقب میں حضرت علیؓ اور حضرت حسینؓ کے معاملے میں تو وہ کٹر شیعہ نظر آتے ہیں] (مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت: ۳/ ۱۴۷)

✿ علم اسماء الرجال کے سلسلہ میں حبیب الرحمن کاندھلوی کی جہالتیں ✿

ان کے مداح ان کو شیخ القرآن، امام الحدیث، علامہ، ماہر تاریخ، محقق ونقاد اور علم اسماء الرجال کا ماہر ہونے کے ساتھ ساتھ بڑے وسیع مطالعہ والے مانتے ہیں، بقول امین اصلاحی ''میں نے زندگی میں صرف دو آدمی اس لفظ ''علامہ'' کے مستحق دیکھے ہیں ایک عباسی مرحوم اور دوسرے علامہ حبیب الرحمن صاحب''

(مذہبی داستانیں اور ان کی حقیقت: ۳/ ۶)

آئیے ان کا مبلغ علم دیکھتے ہیں

✿ ایک راوی ''محمد بن بشر'' کے بارے میں لکھتے ہیں [محمد بن بشر کا ہمیں کوئی تفصیلی حال معلوم نہیں ہو سکا اور نہ ابن ابی حاتم کے علاوہ کسی نے اس کا تذکرہ کیا جس سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ یہ غیر معروف ہے]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت: ۲/۱۵۰)

حالانکہ محمد بن بشر العبدی صحاح ستہ کا راوی ہے اس کا تذکرہ درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں

(۱) تاریخ الاسلام للذہبی: ۵/۱۷۳ رقم ۳۱۶

(۲) سیر اعلام النبلاء للذہبی: ۹/۱۶۵ رقم ۴۷

(۳) تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۳/۲۶۸ رقم ۱۲۶۲

(۴) الاسامی والکنی لابن احمد بن حنبل: ص ۸۰ رقم ۲۲۰

(۵) الثقات لابن حبان: ۷/۴۴۱ رقم ۱۰۸۲۶

(۶) مراۃ الجنان: ۱/۲۱۳

(۷) الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۷/۲۱۰ رقم ۱۱۶۷

(۸) العلل ومعرفۃ الرجال لابن احمد: ۲/۲۷۴ رقم ۳۰۹۵

(۹) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۲۳۵ رقم ۳۰۲

(۱۰) تہذیب التہذیب: ۹/۶۴ رقم ۹۰

(۱۱) تہذیب الکمال للمزی: ۲۴/۵۲۰ رقم ۵۰۸۸

(۱۲) رجال صحیح مسلم لابن منجویہ: ص ۱۵۲

(۱۳) شرح علل الترمذی لابن رجب: ۴۰۳ (۱۴) ثقات ابن شاہین: رقم ۱۲۶۹

(۱۵) تاریخ الکبیر للبخاری: ۱/۴۵ رقم ۸۷ (۱۶) تاریخ الصغیر للبخاری: ۲/۲۹۹

✿ کاندھلوی نے ایک روایت کے راوی کے بارے میں لکھا [اس کا ایک راوی ابو بکر الحنفی ہے اس کا نام عبداللہ بن ابی سبرہ ہے مشہور کذاب ہے وضاع اور رافضی ہے اس نے متعدد احادیث وضع کی ہیں]

(مذہبی داستانیں اوران کی حقیقت: ۲/۱۵۲)

الجواب: اب ذرا ان کے علم کا حال دیکھئے ابو بکر الحنفی کو عبداللہ بن ابی سبرۃ قرار دینا ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے یہاں یہ ثابت کر رہے ہیں کہ عبداللہ بن ابی سبرۃ کی کنیت ابو بکر ہے حالانکہ ابو بکر کے والد کا نام

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عبداللہ بن ابی سبرۃ ہے دیکھئے"تہذیب التہذیب: ۱۲/۲۵رقم ۸۳۰۲" میں اسی طرح تہذیب الکمال، میزان الاعتدال، المغنی، سیر اعلام النبلاء، الکاشف، الکامل لابن عدی، العلل احمد وغیرہ میں اس روایت میں ابو بکر الحنفی ہے جبکہ ابو بکر بن عبداللہ بن ابی سبرۃ قرشی عامری قبیلے سے تعلق رکھتے تھے جیسا کہ درج بالا کتب میں ابو بکر کے ترجمے سے ظاہر ہے کاندھلوی نے بغیر دلیل کے ابو بکر الحنفی کو قرشی عامری کیسے سمجھ لیا یہی ان کی اسماء الرجال سے ناواقفی کی بڑی دلیل ہے کیونکہ اس روایت میں "ابو بکر بن عبداللہ بن ابی سبرۃ" نام کا راوی ہے ہی نہیں بلکہ اس روایت میں "ابو بکر الحنفی" ہے اور وہ "عبدالکبیر بن عبدالمجید ابو بکر الحنفی البصری" جو "بکیر بن مسمار" سے روایت کرتا ہے دیکھئے [تہذیب الکمال للمزی: ۱۸/۲۴۳رقم ۳۴۹۷، تہذیب التہذیب: ۶/۳۷۰] جبکہ ابو بکر بن عبداللہ بن ابی سبرۃ کا بکیر بن مسمار سے روایت کرنا ہی ثابت نہیں، ابو بکر الحنفی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں جیسا کہ "المستدرک للحاکم: ۳/۱۰۸" میں [احمد عن ابی بکر الحنفی] کی سند سے ہے جیسا کہ ان کے ترجمہ میں ان سے روایت کرنے والوں میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا نام ہے، ابو بکر بن عبداللہ بن ابی سبرۃ تو ۱۶۲ھ میں فوت ہوئے (تہذیب التہذیب: ۱۲/۳۶) اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ ۱۶۴ھ میں پیدا ہوئے تو وہ ابو بکر بن عبداللہ سے کیسے روایت کر سکتے ہیں

❁ امام نسائی نے اس روایت کو "تہذیب خصائص الامام علی للنسائی: ص ۵۸ رقم ۵۱ مطبوعہ بیروت" کے تحت لکھا اور اس کے محقق ابو اسحاق الحوینی نے اس روایت کو صحیح لکھا جبکہ اس کی سند میں "ابو بکر الحنفی" ہے اسی محقق نے آگے لکھا "**ابوبكر الحنفي هو الصغير واسمه عبد الكبير بن عبد المجيد ثقة جليل**"

❁ لہٰذا ان دلائل کے تحت کاندھلوی کی جہالت واضح ہوتی ہے کیونکہ اس روایت میں ابو بکر بن عبداللہ بن ابی سبرۃ نہیں ثقہ راوی "ابو بکر الحنفی عبدالکبیر بن عبدالمجید" ہے اور ان پر جرح کرنا اور یہ سمجھنا کہ یہ عبداللہ بن ابی سبرۃ ہے ان کی اسماء الرجال سے ناواقفی کا نتیجہ ہے

❁ نابالغ لڑکی کے نکاح کا ثبوت قرآن حکیم سے ❁

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے

[وَاللَّائِي يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيضِ مِن نِّسَائِكُمْ إِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ أَشْهُرٍ وَاللَّائِي

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لَمۡ يَحِضۡنَ ۔۔] (سورۃ الطلاق: ۴)

ترجمہ: تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں حیض سے ناامید ہوگئیں ہوں اگر تمہیں شبہ پڑ جائے تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنھیں حیض آنا شروع ہی نہیں ہوا عدت تین ماہ ہے

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں

[وکذا الصغار اللائی لم یبلغن سن الحیض] یعنی ان نابالغ لڑکیوں کی عدت بھی تین ماہ ہے جو حیض کو نہیں پہنچیں (تفسیر ابن کثیر: ۸/۱۴۹) یعنی نکاح ہوا اور رخصتی بھی ہوئی پھر کسی وجہ سے طلاق ہوگئی تو ان کی عدت تین ماہ ہے یہی بات درج ذیل تفاسیر میں بھی موجود ہے

(۱) تفسیر المنار: ۲/۲۹۴ (۲) روح المعانی: ۱۴/۲۳۲

(۳) التفسیر المنیر للزحیلی: ۲۸/۲۸۰ (۴) جامع البیان: ۲۳/۴۵۳

(۵) تفسیر السعدی: ۱/۸۷۰ (۶) تفسیر الخازن: ۴/۳۰۸

(۷) تفسیر القرطبی: ۱۸/۱۶۵ (۸) تفسیر اللباب لابن عادل: ۱/۴۹۵۷

اس آیت مبارکہ کا شان نزول

زاد المیسر فی علم التفسیر : ۶/۱۴ میں امام ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ اس آیت کے شان نزول میں دو قول ہیں ایک قول ہے کہ جب مطلقہ عورتوں اور جن کے خاوند فوت ہوگئے ہوں ان کی عدت قرآن کریم سورۃ البقرۃ آیت ۲۲۷ تا ۲۳۲ میں بیان ہو چکی تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینے کی عورتیں کہتی ہیں کہ قرآن میں کچھ عورتوں کی عدت کا ذکر نہیں ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کون سی عورتیں؟ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا نابالغ لڑکیاں اور جن کا خون بڑھاپے کی وجہ سے بند ہو چکا ہو اور حمل والی عورتیں تو اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی

(۱) اسباب النزول: ۱/۴۲۵ (۲) الکشف والبیان للثعلبی: ۹/۳۳۹

(۳) مستدرک للحاکم: ۲/۵۳۴ رقم ۳۸۲۱ (۴) اتحاف الخیرۃ للبوصیری: ۶/۵۸۶۵۹۶

(۵) المطالب العالیۃ للابن حجر: ۱۰/۴۸۷ رقم ۳۸۵۴

لہٰذا اس آیت مقدسہ اور اس کی تفسیر و سبب نزول سے یہ بات واضح ہوئی کہ نابالغ لڑکی سے نہ صرف نکاح

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جائز ہے بلکہ اس سے ہم بستری بھی جائز ہے ورنہ عدت کے کیا معنی جیسا کہ سورۃ الاحزاب ۴۹ میں ہے کہ "اے ایمان والوں! جب تم مومن عورتوں سے نکاح کرو پھر جماع کیے بغیر طلاق دے دو تو ان عورروں پر کوئی عدت نہیں"

زیادہ تفصیل "کتاب الام للشافعی: ۵/۱۳، شرح صحیح بخاری لابن بطال: ۷/۲۴۷ میں ملاحظہ فرمائیں

✿ منکرِ حدیث حبیب الرحمن کاندھلوی کے دلائل اور ان کا تحقیقی جائزہ ✿

حدیث کو سمجھنے اور اس کو پرکھنے کے لئے معیار اصول حدیث ہے نہ کہ ہر کسی شخص کے عقل میں جو بات آئے اور اس سے وہ قرآن وسنت کو رد کرتا پھرے اسی طرح علم حدیث سے ناواقف کا حدیث کو جانچنے سے کیا تعلق؟ وہ اپنے من گھڑت اصولوں سے ہی حدیث کو رد کرے گا لہذا حدیث کے راویوں کو جانچنے کے لئے اصول حدیث اور جمہور ائمہ اسماء الرجال کے اقوال کی روشنی میں دیکھا جائے گا دراصل یہ ساری کاوش کاندھلوی صاحب نے اس روایت کو رد کرنے کے لئے کی ہے وہ روایت یہ ہے

[حدثنا محمد بن یوسف ،حدثنا سفیان،عن ھشام،عن ابیه ،عن عائشة رضی اللہ عنہا ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوجھا وھی بنت ست سنین وادخلت علیه وھی بنت تسع ومکثت عندہ تسعا]

ترجمہ: ہشام اپنے والد سے اور وہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں، کہ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا عقد ہوا تو ان کی عمر چھ (۶) سال تھی اور جب رخصتی ہوئی تو وہ نو (۹) سال کی لڑکی تھیں اور شادی کے بعد وہ نو (۹) سال تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں

(۱) صحیح بخاری: ۷/۲۲ رقم ۵۱۳۳ (۲) سنن الکبریٰ للنسائی: ۵/۱۶۹ رقم ۵۳۴۵
(۳) مسند ابی یعلی: ۸/۱۳۲ رقم ۴۶۷۳
(۴) معجم الکبیر للطبرانی: ۱۶/۳۲۶ تا ۳۳۰ رقم ۱۸۵۷۸ تا ۱۸۵۹۰
(۵) المعجم الاوسط: ۸/۱۰۸ رقم ۸۱۱۶ (۶) مسند اسحاق بن راھویہ: ۳/۱۰۳۳ رقم ۱۷۸۴
(۷) سنن ابن ماجہ: ۳/۷۵ رقم ۱۸۷۶ (۸) صحیح مسلم: ۴/۱۴۲ رقم ۳۵۴۵
(۹) سنن نسائی: ۶/۱۳۱ رقم ۳۳۷۹ (۱۰) مسند احمد: ۶/۱۱۸ رقم ۲۴۹۱۱

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۱)سنن الکبریٰ للبیہقی: ۷/ ۸۷ رقم ۱۳۸۰۵ (۱۲)المستدرک للحاکم: ۴/ ۵ رقم ۶۷۱۵

(۱۳)مستخرج ابی عوانۃ: ۵/ ۱۱۵ رقم ۳۴۵۵ (۱۴)سنن سعید بن منصور: ۱/ ۱۴۵ رقم ۵۱۵

(۱۵)المنتقی من السنن المسندۃ لابن الجارود: ۱/ ۱۷۸ رقم ۷۱۱

(۱۶)شرح السنۃ للبغوی: ۱۲/ ۱۳۶ رقم ۳۲۲۴ (۱۷)مسند حمیدی: ۱/ ۲۶۳ رقم ۲۴۶

(۱۸)مسند الدارمی: ۳/ ۱۴۵۱ رقم ۲۳۰۷ (۱۹)مسند الربیع بن حبیب: ۱/ ۲۱۰ رقم ۵۲۲

(۲۰)مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۳/ ۶۲ رقم ۳۴۶۲۸، ۳۵۰۲۳

(۲۱)مسند عائشۃ لابن ابی داوٗد: ۱/ ۶۱ رقم ۵۷ (۲۲)سبل السلام: ۱/ ۳۶ رقم ۴

❁ حبیب الرحمن کاندھلوی کا پہلا شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

اپنی کتاب ''تحقیق عمر عائشہؓ '' کے ص ۱۰۱ پر پہلا شبہ یہ نقل کرتا ہے کہ یہ روایت تجربہ ومشاہدہ اور فطرت انسانی کے خلاف ہے اور نبی کریم ﷺ سے اس کا صدور ممکن نہیں اگر ایسا وقوعہ پیش آتا تو اس دور کے مخالفین اسلام اور دشمنان رسولؐ آپ کی عزت سے کھیلنا شروع کر دیتے جب مخالفین اسلام کی جانب سے کوئی اعتراض ظہور میں نہیں آیا تو ثابت ہوا ایسا کوئی فعل سرزد نہیں ہوا۔

الجواب: کاندھلوی صاحب نے جھوٹ اور سچ کا جو معیار مقرر کیا ہے اگر اس کو تسلیم کر لیا جائے تو قرآن حکیم نے ہمیں یہ بتایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے نوخیز معصوم بیٹے کو ذبح کرنے کے لئے چھری کے نیچے لٹا لیا مگر مخالفین اسلام نے اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا، عہد حاضر میں حقوق انسانی کی علمبردار تنظیمیں بچوں سے مشقت لینے کو معیوب سمجھتیں ہیں مگر اس کے باوجود ابراہیم علیہ السلام کے اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کی کوشش پر اعتراض نہیں کیا ہے، تو کیا دونوں جلیل القدر پیغمبروں کی اس عظیم قربانی کا فقط اس لئے انکار کر دیا جائے کہ مخالفین نے اس پر اعتراض نہیں کیا، حدیث کو نہ ماننے کا کیا خوب بہانہ ہے

❁ دوسرا شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

صفحہ ۱۰۱ پر ہی دوسرے شبہ کے تحت لکھتا ہے [جو روایت عقل کے خلاف ہو وہ باطل ہوتی ہے یہ اصول ابن جوزی نے بیان کیا ہے اور یہ روایت قطعاً عقل کے خلاف ہے ہم جیسے بدعقل انسان کی عقل اسے قبول نہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرتی

الجواب: گزارش ہے کہ جو عقل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے فرامین کو تسلیم نہیں کرتی وہ "عقل سلیم" نہیں بلکہ "عقل سقیم" ہے اور عقل سقیم کو حق جانچنے کی کسوٹی قرار نہیں دیا جاسکتا تمام حضرات اس بات سے آگاہ ہیں کہ عقل ابلیس نے تعظیم آدم علیہ السلام سے متعلق اللہ تعالیٰ کے فرمان کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تھا جبکہ کاندھلوی نے خود دوسری دلیل کے تحت خود کو بدعقل کہا ہے تو بدعقل کی عقل میں یہ بات کیسے سما سکتی ہے اور کاندھلوی کی بدعقل کو کیسے کسوٹی مقرر کیا جاسکتا ہے ان موصوف کا آخر میں یہ لکھنا کہ "ہم نے آج تک تو جتنے عقلا کو دیکھا وہ یا تو اس کا انکار کرتے نظر آئے یا شک وشبہ کرتے نظر آئے" اگر کاندھلوی مہربانی کر کے ان عقلاء کے نام بھی ہر صدی کے لحاظ سے لکھ دیتا جنھوں نے اس روایت کا انکار کیا ہے تو کیا بات تھی، معاذ اللہ اس کو بخاری، مسلم، دارمی، ابن ماجہ، نووی، ابن حجر رحمہم اللہ وغیرہا عقل والے نظر نہیں آئے جنھوں نے اس روایت کو صحیح مانا ہے شاید اپنے بدعقلوں کو دیکھ کے ان کو عقل والا سمجھ بیٹھا ہے یہ صرف صحیح حدیث کو نہ ماننے کے بہانے ہیں

❁ تیسرا شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

تیسرا شبہ جو صفحہ ۱۱۰ اور ۱۱۱ پر نقل کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ [جزیرۃ العرب اور دیگر گرم علاقوں میں آج تک اس کی کوئی دوسری مثال دستیاب نہیں اگر ایسا ہوتا تو ہزاروں مثالیں ہوتیں اور وہ اخبارات کی زینت بنتیں، علماء کو چاہیے کہ وہ اس سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے اپنی نو سالہ لڑکی کو رخصت فرماتے اور احیائے سنت کا سہرا اپنے سر باندھتے]

الجواب: سچ اور جھوٹ کا یہ طریقہ جو اختیار کیا ہے اگر اسی کو معیار ماننا ہے تو کاندھلوی اور اس کے مداحوں سے یہ گزارش ہے کہ قرآن مجید میں یہ بات بڑی صراحت کے ساتھ موجود ہے کہ [محترمہ مریم سلام اللہ علیہا نے بغیر کسی مرد سے مباشرت کیے عیسیٰ علیہ السلام کو جنم دیا] اگر کوئی مستشرق یا غیر مسلم اس بات کا انکاری ہو اور نعوذ باللہ قرآن کے اس فرمان کو غلط کہے اور دلیل یہ دے کیونکہ اس کے بعد آج تک اس کی کوئی دوسری مثال دستیاب نہیں تو حبیب الرحمن اور اس کے مداحوں کے پاس اس کا کیا جواب ہے تو کیا اس وجہ سے اس بات کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

انکار کیا جا سکتا ہے؟ یقیناً نہیں یہ صرف حدیث نہ ماننے کے بہانے ہیں شبہ نمبر ۲۳ کے تحت مثالیں پیش کی جائیں گی وہیں ملاحظہ فرمائیں

چوتھا شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ

چوتھا شبہ جو صفحہ ۱۱۱ اور ۱۱۲ پر نقل کیا، اس میں یہ تسلیم کرنے کے باوجود کہ یہ روایت بخاری ومسلم میں موجود ہے درج ذیل اعتراض کیے

(۱) یہ حدیث رسول نہیں ہے

(۲) یہ بھی واضح نہیں کہ قول عائشہ ہے یا قول عروۃ؟

(۳) موقوف اور متصل ہونے میں جب اختلاف ہو تو عام طور پر محدثین اسے موقوف قرار دیتے ہیں

(۴) عروہ کے قول کو رد کرنا گناہ نہیں

(۵) ہمارے علماء اس روایت کا متصل ہونا ثابت کریں

الجواب: (۱) اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ حدیث رسول نہیں ہے اور اہل سنت نے بھی اسے حدیث رسول نہیں کہا ہے

(۲) محدثین کا اتفاق ہے کہ یہ حضرت ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول ہے جیسا کہ عنقریب ہم اس کا متصل ہونا اور قول عائشہ رضی اللہ عنہا ہونے کا ثبوت دیں گے

(۳) یہ حبیب الرحمن کاندھلوی کا خود ساختہ اصول ہے حالانکہ بات کچھ اور ہے

(۴) کسی قول کی بغیر دلیل کے تکذیب کرنا شرعاً گناہ ہے یہ اس پر الزام اور طعن کرنے کے مترادف ہے دیکھئے سورۃ الحجرات: ۶ میں

(۵) اس میں کوئی شک نہیں کہ روایت مرسل بھی بیان ہوئی ہے مگر اس کا متصل ہونا متعدد طرق سے ثابت ہے

اس روایت کی متصل اسناد یہ ہیں:

(۱) **حدثنا محمد بن یوسف، حدثنا سفیان، عن ھشام، عن ابیه، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔**

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(صحیح بخاری: ۷/ ۲۲ رقم ۵۱۳۳)

(۲)أخبرنا یحییٰ بن آدم،نا ابوبکر بن عیاش،عن الأعلج،عن ابن أبی ملیکة ،عن عائشة۔۔۔

(مسند اسحاق بن راہویہ: ۳/ ۱۰۳۳،سنن الکبریٰ للنسائی: ۵/ ۱۶۹رقم ۵۳۴۵)

(۳)حدثنا عبدة بن سلیمان،عن هشام،عن ابیه،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۷/ ۱۸رقم ۳۳۹۲۷)

(۴)حدثنا سوید بن سعید ،حدثنا علی بن مسهر،حدثنا هشام بن عروة، عن ابیه،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔ (سنن ابن ماجہ: ۳/ ۷۵رقم ۱۸۷۶)

(۵)أخبرنا احمد بن سعد بن الحکم بن أبی مریم،قال حدثنا عمی،قال حدثنا یحییٰ بن ایوب،قال أخبرنی عمارة بن غزیة ،عن محمد بن ابراهیم،عن أبی سلمة بن عبدالرحمن،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔

(سنن نسائی بأحکام الالبانی: ۶/ ۱۳۱رقم ۳۳۷۹)

(۶)حدثنا عبدالله،حدثنی أبی،ثنا سلیمان بن داؤد،قال انا عبدالرحمن،انا هشام بن عروة،عن ابیه،قال قالت عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔۔

(مسند احمد: ۶/ ۱۱۸رقم ۲۴۹۱۱)

(۷)أخبرنا محمد بن آدم،عن عبدة،عن هشام،عن ابیه،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔۔

(سنن الکبریٰ للنسائی: ۵/ ۲۷۲رقم ۵۵۴۳)

(۸)حدثنا عبد الله بن عامر بن زرارة الحضرمی،حدثنا یحییٰ بن زکریا بن أبی زائدة،عن محمد بن عمرو،عن یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب عن عائشة رضی اللہ عنہا

(مسند أبی یعلیٰ: ۸/ ۱۳۲رقم ۴۶۷۳،المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۶/ ۳۲۹رقم ۱۸۵۸۸)

(۹)حدثنا اسماعیل بن زکریا،عن هشام بن عروة،عن ابیه،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(سنن سعید بن منصور: ۱/ ۱۴۵ رقم ۵۱۵)

(۱۰)حدثنا محمد بن عبداللہ الحضرمی،ثنا الحسن بن سهل الخناط،ثنا محمد بن الحسن الاسدی،ثنا سفیان،عن سعد بن ابراهیم ،عن القاسم بن محمد ،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۶/ ۳۲۸ رقم ۱۸۵۸۳)

(۱۱)ابو عبیدة عن جابر بن زید قال، کانت عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔۔

(مسند الربیع بن حبیب: ۱/ ۲۱۰ رقم ۵۲۲، ۷۴۱)

(۱۲)حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء،حدثنا ابو اسامة،(ح)حدثنا ابوبکر بن ابن ابی شیبة،قال وجدت فی کتابی عن ابی اسامة،عن هشام ،عن ابیه،عائشة رضی اللہ عنہا۔۔

(صحیح مسلم: ۴/ ۱۴۱ رقم ۳۵۴۴)

(۱۳)حدثنا عبد بن حمید ،أخبرنا عبدالرزاق،أخبرنا معمر،عن الزهری،عن عروة،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔ (صحیح مسلم: ۴/ ۱۴۲ رقم ۳۵۴۶)

(۱۴)حدثنا محمد بن علی المروزی، ثنا محمد بن عبدالکریم العبدی،ثنا بکر بن یونس،ثنا عبد الرحمن بن أبی الزناد ،عن أبیه،عن عروة بن الزبیر قالت عائشة رضی اللہ عنہا۔۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۷/ ۹۴ رقم ۶۹۵۷)

(۱۵)حدثنا عبید بن غنام،ثنا ابوبکر بن ابی شیبة،ثنا ابو معاویة ،عن الاعمش،عن ابراهیم ،عن الاسود،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۶/ ۳۳۰ رقم ۱۸۵۹۰،صحیح مسلم : ۴/ ۱۴۲ رقم ۳۵۴۷،سنن نسائی: ۶/ ۸۲ رقم ۳۲۵۸)

(۱۶)حدثنا محمد بن موسیٰ بن حماد البربری،حدثنا عبدالرحمن بن صالح الأزدی،حدثنا یحییٰ بن آدم،حدثنا شریك،عن أبی اسحاق،عن أبی عبیدة،عن عبداللہ قال تزوج۔۔ (المعجم الکبیر للطبرانی: ۸/ ۴۹۰ رقم ۱۰۱۲۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۷)حدثنا محمد بن جعفر بن اعین البغدادی،ثنا أبو الأشعث احمد بن المقدام،ثنا زهیر بن العلاء القیسی،ثنا سعید بن أبی عروبة،عن قتادة قال۔۔۔

(المعجم الکبیر للطبرانی:۱۶/ ۳۲۴رقم ۱۸۵۷۱،الحاد والمثانی: ۵/ ۴۵۱رقم ۳۰۰۷)

(۱۸)حدثنا ابو مسلم ،حدثنی أبی،حدثنا ابوداؤدالحضری،عن سفیان،عن اسماعیل بن امیة،عبدالله بن عروة،عن عروة،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔۔۔

(الثقات للعجلی: ۲/ ۴۵۵رقم ۲۳۴۳)

(۱۹)حدثنا الحسین بن اسحاق التستری،حدثنا یعقوب بن حمید بن کاسب،ثنا عبدالله بن محمد بن یحیی بن عروة،عن هشام بن عروة،عن ابیه،عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۳/ ۲۲رقم ۵۰)

✿ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے صرف عروہ ہی روایت نہیں کرتا بلکہ عروہ کے علاوہ "(۱)اسود(۲) جابر بن زید(۳) قاسم بن محمد(۴) یحیی بن عبدالرحمن بن حاطب(۵)ابن أبی ملیکۃ (۶)ابی سلمۃ بن عبدالرحمن" بھی روایت کرتے ہیں جیسا کہ مختلف طرق کو دیکھنے سے ظاہر ہے

✿ اس کے بعد عروہ سے صرف ہشام ہی نہیں روایت کرتا بلکہ

(۱)عبداللہ بن عروۃ(۲) زہری (۳)ابن ابی الزناد" بھی روایت کرتے ہیں

✿ پھر ہشام سے (۱)ابی اسامۃ(۲)اسماعیل بن زکریا(۳)عبدۃ(۴)عبدالرحمن(۵)علی بن مسہر(۶)سفیان" بھی روایت کرتے ہیں

اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ اس روایت کا متصل ہونا ہی راجح ہے اور یہ کہ ہشام بھی اس میں متفرد نہیں

✿ پانچواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ✿

پانچویں شبہ کے تحت کاندھلوی لکھتا ہے [عروہ سے یہ روایت کرنے والا ان کا بیٹا ہشام ہے ہمارے نزدیک اس روایت میں تمام گڑبڑ اسی ہشام کے باعث پیدا ہوئی۔۔۔۔۔ہشام کی زندگی کے دو دور ہیں ایک مدنی دور اور ایک عراقی دور،مدنی دور ۱۳۱ھ تک قائم رہا اس دور میں اس کے سب سے اہم شاگرد امام مالک

ہیں انھوں نے اپنی موطاء میں متعدد روایات لی ہیں لیکن یہ نکاح والی روایت امام مالک کی کتاب میں دستیاب نہیں ہوتی ۔۔۔۔۔ان کی مرویات میں جتنی گڑبڑ پیدا ہوئیں وہ سب سرزمین عراق میں ہوئیں ۔۔۔۔ہشام کی وہ روایات ناقابل اعتبار ہیں جو ان سے اہل عراق نقل کریں حضرت عائشہؓ کی رخصتی نو سالہ اور نکاح چھ سالہ ہشام سے اہل عراق نے نقل کیا ہے۔۔۔۔ہاں ہم اتنا ضرور جانتے ہیں کہ عراق کی آب وہوا نے اچھوں اچھوں کا دماغ خراب کردیا

الجواب: کاندھلوی کی یہ بات درست نہیں ہے کہ صرف اکیلا ہشام ہی عروہ سے روایت کرنے والا ہے بلکہ(۱)عبداللہ بن عروۃ(۲)زہری(۳)ابن ابی الزناد" بھی روایت کرتے ہیں پھر عروہ بھی اکیلا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت بیان نہیں کرتا بلکہ عروہ کے علاوہ"(۱)اسود(۲)جابر بن زید(۳)قاسم بن محمد (۴)یحییٰ بن عبدالرحمن بن حاطب(۵)ابن أبی ملیکۃ(۶)ابی سلمۃ بن عبدالرحمن" بھی روایت کرتے ہیں مختلف طرق میں یہ بات واضح ہے جیسا کہ چوتھے شبہ کے تحقیقی جائزے میں ہے وہیں ملاحظہ فرمائیں

جہاں تک امام مالک رحمہ اللہ نے ان کی یہ روایت اپنی موطاء میں نقل نہیں کی یا اسی طرح امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل نہیں کی اول تو کسی کا کسی سے کوئی روایت اپنی کتاب میں نقل کرنا ضروری نہیں ہوتا جیسے امام بخاری رحمہ اللہ امام حمیدی رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں لیکن مسند حمیدی کی وہ روایت جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے ترک رفع یدین کی ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے صحیح بخاری میں نقل نہیں کی ہے بہرحال یہ ضروری نہیں ہے

کاندھلوی نے جو ہشام کے متعلق قرض والا واقعہ نقل کیا ہے وہ بلاحوالہ ہے جس کی کوئی حیثیت نہیں

یعقوب بن شیبہ کی ہشام بن عروہ پر جرح کا تحقیقی جائزہ

کاندھلوی صاحب نے کئی مرتبہ اپنی اس کتاب میں یعقوب بن شیبہ کو یعقوب بن ابی شیبہ لکھا ہے جو ان کی اصل کتب سے استفادہ نہ کرنے کی دلیل ہے اور جناب کا دعوٰی یہ ہے میں نے زندگی کے متعدد سال رجال کی چھان بین میں صرف کیے ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ تہذیب التہذیب: ۱۱/ ۴۵ میں قال یعقوب سے اس کی جرح کو نقل کیا ہے، جبکہ یعقوب بن شیبہ، ہشام بن عروہ کی وفات کے بعد پیدا ہوئے لہٰذا یعقوب بن شیبہ نے یہ بات کسی اور سے سنی ہے اور وہ مجہول شخص ہے لہٰذا یہ جرح مردود ہے اسی وجہ سے اس جرح پر کسی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

محدث نے کان نہیں دھرے ہیں اور ہشام بن عروہ سے ان کے عراقی شاگردوں سے روایات لی ہیں

❁ ہشام بن عروہ کے نامور کوفی شاگرد "امام ابواسامہ کوفی" ہے جن کا نام حماد بن اسامہ ہے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ان کے متعلق لکھتے ہیں [کوفہ کے رہنے والے ممتاز حافظ حدیث اور حجت ہیں ہشام بن عروہ، یزید بن عبداللہ بہز بن حکیم، اعمش، جریری اور ان کے طبقہ سے علم حدیث حاصل کیا۔۔۔ہشام بن عروہ سے بہت زیادہ روایت کرتے تھے۔۔۔۔۔۔میں کہتا ہوں کہ ان کی دیانت داری اور حفظ وضبط کے پیش نظر امت نے ان کی حدیث کو قبول کیا ہے] (تذکرۃ الحفاظ مترجم: ۱/۲۴۸،۲۴۹)

اور مذکورہ بالا روایت بھی ابو اسامہ نے روایت کی ہے دیکھئے [**حدثنا ابو کریب محمد بن العلاء،حدثنا ابو اسامة،(ح)حدثنا ابوبکربن ابن ابی شیبة،قال وجدت فی کتابی عن ابی اسامة،عن هشام،عن ابیه،عائشة رضی اللہ عنہا**۔۔۔]

(صحیح مسلم: ۴/۱۴۱،رقم ۳۵۴۴) لہذا اس روایت میں بھی خطا نہیں ہے

❁ ہشام بن عروہ پر جن ناقدین نے جرح کی ہے ان کے اقوال تین قسم کے ہیں

(۱) ہشام بن عروہ کے بڑھاپے کا دور قابل اعتبار نہیں

(۲) ان کا عراقی دور قابل اعتبار نہیں

(۳) ان کی عمر کا فقط آخری حصہ قابل اعتبار نہیں

❁ ہشام بن عروہ جب عراق گئے تو ان کی عمر تقریباً ۷۱ سال تھی اس بات کی تصدیق ہشام کے شاگرد کے اس بیان سے ہوتی ہے جو امام ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۳۰ پر نقل کیا ہے لکھتے ہیں [قال وہیب: قدم علینا ہشام بن عروۃ، فکان مثل الحسن وابن سیرین]

ترجمہ: وہیب کہتے ہیں، کہ جب ہشام بن عروہ ہمارے پاس (عراق) آئے تو اس وقت وہ امام حسن (بصری) اور امام ابن سیرین جیسے تھے

(سیر اعلام النبلاء: ۱۱/۳۷،رقم ۱۲،تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۰۹،تہذیب الکمال: ۳۰/۲۳۹،تہذیب التہذیب: ۱۱/۴۶)

تمام ناقدین کے مقابلے میں وہیب کا قول زیادہ اہمیت کا حامل ہے کیونکہ یہ ہشام کا شاگرد ہے اور شاگرد اپنے استاد کے احوال سے زیادہ واقف ہوتا ہے جس طرح علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "تدریب الراوی:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱/ ۹۲" میں لکھتے ہیں [ولا شک أن المحدث أعرف بحدیث شیوخه]

ابوالحسن قطان کی بات کو اگر تسلیم کیا جائے تو پھر ہشام کے عراقی دور کے دو حصے بنتے ہیں

(۱) پہلا عراقی دور جس میں ہشام کا حافظہ درست تھا اس دور میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ، سفیان ثوری، حماد بن زید رحمہم اللہ وغیرہا اور دوسرے شاگردوں نے حدیث حاصل کیں

(۲) دوسرا عراقی دور جس میں ان کا حافظہ خراب ہوگیا تھا اور اس وجہ سے حدیث کی سندوں میں گڑ بڑ کرنے لگے ہوں گے جس کی وجہ سے محدثین نے ان پر جرح کی اور بعض عراقی شاگردوں سے روایات کو قبول نہیں کیا

❁ بالفرض اگر ہم سارا عراقی دور کو بھی خراب مان لیں تو بھی اس روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ ہشام سے کوفیوں کے علاوہ مدنی شاگرد بھی یہ روایت بیان کرتے ہیں

(۱) الزہری المدنی کی روایت:

❁ **حدثنا عبد بن حمید، أخبرنا عبد الرزاق، أخبرنا معمر، عن الزهری، عن عروة، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔** (صحیح مسلم: ۴/ ۱۴۲ رقم ۳۵۴۶)

(۲) ابن ابی الزناد عبد الرحمن بن عبد اللہ المدنی کی روایت:

❁ **حدثنا عبد الله، حدثنی أبی، ثنا سلیمان بن داؤد، قال انا عبد الرحمن، انا هشام بن عروة، عن ابیه، قال قالت عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔۔"**

(مسند احمد: ۶/ ۱۱۸ رقم ۲۴۹۱۱)

(۳) عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن عروہ المدنی کی روایت:

❁ **حدثنا الحسین بن اسحاق التستری، حدثنا یعقوب بن حمید بن کاسب، ثنا عبد الله بن محمد بن یحییٰ بن عروة، عن هشام بن عروة، عن ابیه، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔۔**

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۳/ ۲۲ رقم ۵۰)

ہشام کے علاوہ بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے روایت کرنے والے راوی ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

❁حدثنا محمد بن علی المروزی، ثنا محمد بن عبدالکریم العبدی،ثنا بکر بن یونس،ثناعبد الرحمن بن أبي الزناد ،عن أبیه،عن عروۃ بن الزبیر قالت عائشۃ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔ (المعجم الاوسط للطبرانی: ۷/ ۹۴رقم ۶۹۵۷)

❁حدثنا عبید بن غنام،ثنا ابوبکر بن ابی شیبۃ،ثنا ابو معاویۃ ،عن الاعمش،عن ابراھیم،عن الاسود،عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۶/ ۳۳۰رقم ۱۸۵۹۰،صحیح مسلم: ۴/ ۱۴۲رقم ۳۵۴۷،سنن نسائی: ۶/ ۸۲رقم ۳۲۵۸)

❁ابو عبیدۃ عن جابر بن زید قال، کانت عائشۃ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔

(مسند الربیع بن حبیب: ۱/ ۲۱۰رقم ۵۲۲،۵۴۱)

❁أخبرنا احمد بن سعد بن الحکم بن أبي مریم ،قال حدثنا عمی،قال حدثنا یحیی بن ایوب،قال أخبرنی عمارۃ بن غزیۃ ،عن محمد بن ابراھیم،عن أبي سلمۃ بن عبدالرحمن،عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔

(سنن نسائی بأحکام الالبانی: ۶/ ۱۳۱رقم ۳۳۷۹)

❁حدثنا عبد اللہ بن عامر بن زرارۃ الحضرمی،حدثنا یحیی بن زکریا بن أبي زائدۃ،عن محمد بن عمرو،عن یحیی بن عبدالرحمن بن حاطب عن عائشۃ رضی اللہ عنہا۔۔۔۔

(مسند أبی یعلی: ۸/ ۱۳۲رقم ۴۶۷۳،المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۶/ ۳۲۹رقم ۱۸۵۸۸)

❁اس کے علاوہ بعض کوفی شاگردوں کا مدینہ ومکہ میں جا کر تعلیم حاصل کرنا ثابت ہے مثلاً سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ ،سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ ،حماد بن زید رحمۃ اللہ علیہ اور حماد رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سے مکی ومدنی اساتذہ سے حدیث حاصل کیں ممکن ہے کہ انھوں نے یہ روایت بھی ان سے مدینہ میں سنی ہو، کیونکہ روایت میں یہ بات تو درج نہیں ہوتی کہ یہ روایت اس نے کہاں سنی ہے لہٰذا یہ اعتراض ناقابل قبول ہے اور اس سے اس روایت پر کوئی اثر نہیں پڑتا

❁ابن خراش کی جرح اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ابن خراش کا پورا نام أبو محمد عبدالرحمن بن یوسف بن سعید بن الخراش المروزی ثم بغدادی ہے، امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اس کے بارے میں لکھتے ہیں

''عبدان کہتے ہیں، کہ ابن خراش نے دو جلدیں شیخین کے مثالب میں لکھ کر ہزار درہم میں فروخت کیں اور اپنا مکان بنایا، امام ابو زرعہ کہتے ہیں کہ ابن خراش پکا رافضی تھا اور عبدان ہی کہتے ہیں کہ یہ (ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ والی) حدیث ''ما ترکنا صدقة'' کو باطل کہتا تھا (سیر اعلام النبلاء: ۱۳/ ۵۰۸، ۵۰۹)

لہٰذا ایک رافضی تو حدیث عائشہ پر اعتراض کرے گا اور رافضی کا بیان مردود ہے

رہی کاندھلوی کی یہ بات کہ ''عراق کی آب وہوا نے اچھوں اچھوں کا دماغ خراب کر دیا'' سوائے ڈھکوسلے کے اور کچھ نہیں، ہاں یہ ضرور بات ہے کہ کوفہ میں رافضیوں نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا جناب کاندھلوی بھی خارجیوں اور رافضیوں سے متاثر نظر آتے ہیں

❁ چھٹا شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

کاندھلوی چھٹے شبہ میں یہ دعوٰی کرتا ہے کہ اس روایت کو کوفی اور بصری راویوں کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا ہے اس لئے یہ کوفیوں نے وضع کیا ہے

الجواب: کاندھلوی کا یہ دعوٰی ہی اس کے علم حدیث میں جاہل ہونے کی نشانی ہے کیونکہ میرے علم کے مطابق تین مدنی راویوں نے یہ روایت ہشام بن عروہ سے بیان کی ہے اور وہ راوی یہ ہیں

(۱) عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن عروہ المدنی کی روایت ''المعجم الکبیر للطبرانی: ۲۳/ ۲۲ رقم ۵۰'' میں موجود ہے

(۲) ابن ابی الزناد عبدالرحمن بن عبداللہ المدنی کی روایت ''مسند احمد: ۶/ ۱۱۸ رقم ۲۴۹۱۱'' میں موجود ہے

(۳) الزہری المدنی کی روایت ''صحیح مسلم: ۴/ ۱۴۲ رقم ۳۵۴۶'' میں موجود ہے

لہٰذا یہ دعوٰی سوائے جھوٹ کے اور کچھ نہیں، تفصیل کے لئے پانچواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ کو ملاحظہ فرمائیں

❁ ساتواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

ساتویں شبہ کے تحت کاندھلوی لکھتا ہے کہ بخاری نے کتاب التفسیر میں ان الفاظ میں نقل کی ہے ام المؤمنین ارشاد فرماتی ہیں کہ جب مکہ میں یہ آیت نازل ہوئی ''بل الساعۃ موعدہم والساعۃ ادہی وامر (القمر) تو میں اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وقت لڑکی تھی اور کھیلا پھرا کرتی تھی (بلفظہ) ص ۱۸، یہ سورۃ قمر کی آیت ہے اور یہ سورہ قمر کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے شق قمر کا واقعہ ہجرت سے پانچ سال قبل کا ہے مفسرین کا بیان ہے کہ یہ سورت سن ۴ نبوی میں نازل ہوئی اور اس وقت ام المومنین عائشہؓ ایک لڑکی تھیں اور کھیلتی پھرتی تھیں۔۔۔۔اس حساب سے ان کی عمر سترہ سال بنتی ہے

الجواب: یہ روایت بخاری میں ایک ہی سند سے دو مقام پر موجود ہے ایک جگہ مجمل اور ایک جگہ مفصل، مجمل ''بخاری: ۶/ ۱۷۹ رقم ۴۸۷۶'' میں اور مفصل ''بخاری: ۶/ ۲۲۸ رقم ۴۹۹۳'' مطبوعہ قاہرہ میں ہے کاندھلوی نے مجمل روایت نقل کر کے خود ساختہ تشریح لکھی جو یہ ہے ''یہ سورۃ قمر کی آیت ہے اور یہ سورہ قمر کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے شق قمر کا واقعہ ہجرت سے پانچ سال قبل کا ہے مفسرین کا بیان ہے کہ یہ سورت سن ۴ نبوی میں نازل ہوئی اور اس وقت ام المومنین عائشہؓ ایک لڑکی تھیں اور کھیلتی پھرتی تھیں'' اگر کاندھلوی کی تشریح مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اعلان نبوت کے بعد حضور ﷺ صرف ۹ سال مکہ میں رہے حالانکہ کسی نے یہ بات نہیں لکھی کہ حضور ﷺ اعلان نبوت کے بعد مکہ میں نو سال رہے جمہور کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اعلان نبوت کے بعد حضور ﷺ ۱۳ سال تک مکہ میں رہے اور یہی بخاری شریف سے بھی ثابت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے ''جب آپ ﷺ پر وحی نازل ہوئی تو اس وقت آپ ﷺ چالیس سال کے تھے اس کے بعد آپ مکہ میں ۱۳ سال رہے پھر آپ ﷺ کو ہجرت کا حکم دیا گیا اور آپ ﷺ مدینہ ہجرت کر گئے وہاں ۱۰ سال تک رہے اور پھر وصال فرمایا'' دیکھئے [صحیح بخاری: ۵/ ۵۶ رقم ۳۸۵۱] میں، کاندھلوی نے جو روایت نقل کی اس میں سورۃ کے نزول کے سن کا بیان نہیں یہ کاندھلوی کا اپنا اختراع ہے اس میں تو صرف اتنا ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی، جبکہ موصوف کا دعوٰی یہ ہے کہ ''ہم ہرگز صحیح بخاری سے باہر نہیں گئے'' صفحہ ۱۹ ''یہ جھوٹ کی بدترین مثال ہے یہ سارا چکر اس لئے ہے کہ اس روایت میں سورۃ قمر کی آیت کا ذکر ہے اور سورۃ قمر میں انشقاق قمر کا تذکرہ ہے، سورۃ قمر کا سن نزول خود متعین کر کے یہ خود ساختہ مفہوم نکال لیا گیا، جبکہ انشقاق قمر کے بارے میں بخاری میں تین صحابہ کے بیانات ہیں مگر کسی روایت میں اس واقعہ کے سن کا ذکر نہیں، اور نہ ہی یہ بات موجود ہے کہ سورہ قمر کتنا عرصہ بعد اس واقعہ کے نازل ہوئی اور پہلی مرتبہ کتنی آیات نازل ہوئیں ہاں البتہ کچھ روایات میں اس کا اشارہ ملتا ہے سورہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قمر کی آیات ''اقتربت الساعۃ'' سے لے کر ''مستمر'' تک نازل ہوئیں دیکھئے

[جامع ترمذی: ۵/۳۹۷رقم۳۲۸۶،مسند احمد : ۳/۱۶۵رقم۱۲۷۱۱،سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰/۲۸۲رقم۱۱۴۹۰،مسند ابی یعلیٰ: ۵/۴۶۳رقم۳۱۸۷،المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۱/۳۵۶رقم ۱۱۸۴،شرح مشکل الآثار للطحاوی: ۲/۱۸۲رقم ۷۰۸]

مفسرین نے مختلف روایات اور واقعات سے یہ اندازہ لگایا ہے کہ یہ سورۃ ہجرت سے پانچ سال قبل نازل ہوئی ہوگی، لہٰذا کاندھلوی نے جو روایت پیش کی ہے اس کا تعلق انشقاق قمر سے بالکل نہیں ہے انشقاق قمر کس سن میں ہوا یہ کسی صحیح روایت میں موجود نہیں یہ سورۃ کتنے عرصہ میں مکمل ہوئی کچھ معلوم نہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو آیت پڑھی وہ انشقاق قمر کے کتنے عرصہ بعد نازل ہوئی کچھ معلوم نہیں جبکہ خود ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی اور یہ بھی حقیقت ہے کہ اس آیت سے پہلے والی آیت [**سیھزم الجمع ویولون الدبر**]

(القمر: ۴۵) مدینہ میں آنے کے بعد نازل ہوئی ملاحظہ فرمائیے

[صحیح بخاری: ۴/۴۹رقم۲۹۱۵، ۳۹۵۳، ۴۸۷۵،مسند احمد: ۱/۳۲۹رقم ۳۰۴۳،سنن الکبریٰ للنسائی: ۱۰/۲۸۳رقم ۱۱۴۹۳،سنن الکبریٰ للبیہقی: ۹/۶۴رقم ۱۸۳۸۹،المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۱/۲۸۲رقم ۱۱۶۹۱،شرح السنۃ للبغوی: ۱۰/۴۰۰رقم ۲۶۶۰]

اس تحقیق سے معلوم ہوا کہ کاندھلوی کا یہ بیان کہ سنہ ۴ نبوی میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا لڑکیوں کے ساتھ کھیلتی تھیں غلط ہے اور یہ سب بلا دلیل خود ساختہ تخیل ہے جو صرف عوام کو گمراہ کرنے اور حدیث سے انکار کرنے کے لئے یہ تخیل بنایا گیا ہے لہٰذا یہ تخیل مردود ہے

❁ آٹھواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

کاندھلوی نے آٹھویں شبہ کے تحت ''زہری، عروہ، عائشہ رضی اللہ عنہا'' کے طریق سے ایک روایت کا ذکر کیا کہ ''ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مجھے عقل آئی تو میں نے والدین کو دین اسلام پر پایا اور کوئی دن ایسا نہ تھا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صبح و شام ہمارے یہاں تشریف نہ لاتے ہوں۔۔۔ پھر ہجرت حبشہ کا تذکرہ کیا، ابن الدغنہ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا واقعہ پیش کیا۔۔۔۔اس حدیث کو پیش نظر رکھتے ہوئے یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا

بعثت کے وقت پانچ چھ سال کی ضرور تھیں لہذا اس حساب سے رخصت کے وقت ان کی عمر انیس بیس بنتی ہے

الجواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ اس روایت کی سند اگر کاندھلوی کے نزدیک قابل بھروسہ ہے تو اسی سند سے عمر چھ سال والی روایت عائشہ کیوں قبول نہیں وہ روایت آپ کو نظر نہیں آتی دیکھئے

[حدثنا عبد بن حميد، أخبرنا عبد الرزاق، أخبرنا معمر، عن الزهري، عن عروة، عن عائشة رضی اللہ عنہا۔۔۔] (صحیح مسلم: ۴/۱۴۲، رقم ۳۵۴۶)

پھر اس سے کاندھلوی کا من پسند مفہوم درست نہیں ہے یہ روایت کا پہلا حصہ ہے، دوسرا حصہ ہجرت حبشہ کے حوالے سے ہے اور تیسرا حصہ ہجرت مدینہ کے متعلق ہے اور یہ واقعہ دراصل نبوت کے تیرہویں سال کا ہے دیکھئے [صحیح بخاری: ۵/ ۷۳، رقم ۳۹۰۵ کتاب المناقب] میں ہجرت مدینہ کے وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر تقریباً ۷ سال تھی تو اس وقت ان کو یہ باتیں سمجھنا کچھ مشکل نہ تھیں جبکہ آج کے اس دور میں بھی کئی مثالیں موجود ہیں اتنی عمر کا بچہ قرآن حفظ کر لیتا ہے تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان کرنا کیوں کاندھلوی کو عجیب لگا

کاندھلوی لکھتا ہے کہ اس روایت کے تین حصے ہیں، یہ بات درست ہے کہ اس روایت کے تین حصے ہیں مگر اس طرح نہیں جس طرح کاندھلوی نے کہا ہے بلکہ اس طرح ہے اس پوری روایت کے ناقل امام زہری ہیں وہ اس روایت کا پہلا حصہ عروہ کے توسط سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بیان کرتے ہیں، دوسرا حصہ سراقہ بن جعشم کے بھتیجے عبدالرحمن بن مالک اور بھائی مالک کے توسط سے سراقہ سے بیان کرتے ہیں، اور تیسرا حصہ عروہ بن زبیر سے بیان کرتے ہیں

کاندھلوی کا اس بیان سے کہ ”ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ جب مجھے عقل آئی تو میں نے والدین کو دین اسلام پر پایا“ یہ نتیجہ اخذ کرنا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر بعثت سے پہلے پانچ چھ سال تھی خیالی ڈھکوسلہ ہے مسلمانوں کے ہاں جب بچہ پیدا ہوتا ہے وہ اپنے والدین کو اسلام پر ہی دیکھتا ہے اگر موجودہ دور کے بچے کا یہ بیان درست ہے تو اس سے کوئی یہ نتیجہ اخذ کرے گا کہ یہ بچہ بعثت نبوی کے وقت پانچ چھ سال ہوگا ہاں کوئی بدعقل ہی ایسا کر سکتا ہے

نواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نویں شبہ کے تحت کاندھلوی جولکھتا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ''اسامہ بن زید گرے تو حضور ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ اس سے گندگی دور کرو، یہ ابن سعد کی روایت ہے اور اسی قسم کی ابن ماجہ میں ہے کہ اسامہ کی ناک بہنے لگی تو حضور ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں اٹھ کر اسامہ کی ناک صاف کروں۔۔۔رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اٹھو اور اٹھ کر اسامہ کا منہ دھودو، آگے لکھتے ہیں کہ ''ان روایات پر نظر ڈالئے اور غور کیجئے تو آپ کو صاف محسوس ہوگا کہ حضرت اسامہ بن زید ام المومنین ؓ کے سامنے ایک بچہ ہیں جن کے کبھی چوٹ لگتی ہے اور کبھی ناک بہنے لگتی ہے اور کبھی ام المومنین ؓ اٹھ کر صاف کرتی ہیں اور کبھی رسول اللہ ﷺ یہ کام کرتے ہیں''۔۔۔دوئم اس سے یہ امر بھی واضح ہو رہا ہے کہ حضرت اسامہ ام المومنین ؓ سے کافی چھوٹے تھے

الجواب: سب سے پہلے پیش کردہ روایات کی اسنادی حیثیت پیش خدمت ہے

(۱) حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ والی روایت [طبقات الکبریٰ ابن سعد: ۴/۴۶، سنن ابن ماجہ بتحقیق شعیب الارناووط: ۳/۱۴۷ رقم ۱۹۷۶، مسند احمد: ۶/۲۲۲ رقم ۲۵۹۰۳، مسند ابی یعلیٰ بتحقیق حسین سلیم اسد: ۸/۲۷ رقم ۴۵۹۷، تاریخ دمشق لابن عساکر: ۸/۶۶ رقم ۲۱۰۲] میں ہے ان تمام اسناد میں ''**شریك بن عبدالله، العباس بن ذریح، البهی، عن عائشة** ہے''

(۱) شریک بن عبداللہ النخعی الکوفی القاضی:

یہ ثقہ راوی ہونے کے ساتھ ساتھ ''سیء الحفظ'' بھی ہے جیسا کہ الجوزجانی نے کہا، اسی طرح ابراہیم بن سعید کہتے ہیں کہ شریک نے حدیث میں چار سو خطائیں کی ہیں (تاریخ الاسلام للذہبی: ۴/۶۴۲)

(۲) عبداللہ البہی:

❁ ابن ابی حاتم کہتے ہیں ''**لا يحتج بحديثه وهو مضطرب الحديث**''

(علل الحدیث لابن ابی حاتم: ۱/۷۷، تہذیب التہذیب: ۶/۸۲)

❁ ابن رجب حنبلی لکھتے ہیں ''امام احمد نے کہا البہی کبھی عروہ کے واسطے سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتا ہے اور کبھی خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتا ہے اور یہ اس کی خطاء ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کے سماع کا انکار کیا (شرح علل الترمذی ابن رجب: ۱/۴۲) یہ روایت بھی البہی عن عائشہ کے طریق

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سے ہے

❁ زائدہ نے بھی حدیث عائشہ کا انکار کیا ہے

(المرسیل لابن ابی حاتم: ۱۱۵،شرح علل الترمذی ابن رجب: ۱/۲۱۹)

امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں "**صدوق یخطی**"

(تقریب التہذیب: ۲/۳۳۰رقم ۳۰۷۳)

❁ سنن ابن ماجہ کے محققین نے اس روایت کے بارے میں لکھا "اسنادہ ضعیف" دیکھئے

[سنن ابن ماجہ بتحقیق شعیب الارناووط،عادل مرشد محمد کامل قرہ،عبداللطیف: ۳/۱۴۷ تحت رقم ۱۹۷۶]

❁ مسند ابی یعلی کے محقق حسین سلیم اسد نے بھی اس روایت کے بارے میں لکھا "**اسنادہ ضعیف**"

(مسند ابی یعلی بتحقیق حسین سلیم اسد: ۸/۷۲ تحت رقم ۴۵۹۷)

❁ روایت کے دوسرے طریق (تاریخ دمشق: ۸/۶۸) میں بھی مجالد ضعیف ہے دیکھئے

[سیر اعلام النبلاء: ۶/۲۸۶رقم ۱۲۳]

لہذا یہ روایت اس قابل نہیں کہ اس سے احتجاج کر کے بخاری ومسلم کی صحیح روایت کو رد کیا جائے

❁ اگر بالفرض اس روایت کو تسلیم کر لیا جائے تو بھی اس سے روایت عمر عائشہ کو رد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اسی قسم کی ایک کمزور سند والی روایت میں ہے جو کہ عطاء بن یسار کے طریق سے ہے کہ "اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو مدینہ آنے کے بعد جدری کی بیماری لاحق ہوگئی تھی جس کی وجہ سے ان کی مخاط بہہ رہی تھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس سے ناگواری ہوئی اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہ رضی اللہ عنہ کا منہ صاف کیا اور انھیں چومنا شروع کر دیا" (تاریخ دمشق لابن عساکر: ۸/۶ رقم ۲۱۰۹) اس روایت سے معلوم ہوا کہ اسامہ رضی اللہ عنہ کی ناک بچپن کی وجہ سے نہیں بلکہ بیماری کی وجہ سے بہتی تھی کیا بیمار کی خدمت کرنے کے لئے بڑا ہونا ضروری ہے وہ اپنے ہم عمر کی خدمت نہیں کر سکتا

❁ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ ہم عمر تھے علامہ ذہبی [سیر اعلام النبلاء: ۳/۴۳۸] میں لکھتے ہیں "**کان سنہ فی سنھا**"

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ ہم عمر تھے لیکن رشتے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بڑی تھیں حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے بیٹے تھے اور حضرت زید رضی اللہ عنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت زید اور اسامہ رضی اللہ عنہما سے بے حد محبت فرماتے تھے اس ناطے سے بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اسامہ رضی اللہ عنہ کی ماں بنتی ہیں اب جو ماں کے بیٹے کے لئے جذبات ہونے چاہیے وہی جذبات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تھے نیز یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب شرعی پردے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا لہٰذا اس روایت سے کاندھلوی کا موقف ثابت نہیں ہوتا اور نہ ہی جمہور اہل سنت کا موقف غلط ثابت ہوتا ہے

● دسواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ●

کاندھلوی صاحب ”ام المومنین رضی اللہ عنہا غزوہ بدر میں شریک تھیں“ کی سرخی لگا کر صحیح مسلم کی ایک روایت لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنگ بدر میں شریک تھیں اور پھر اس سے یہ قیاس کرتے ہیں کہ آپ کی رخصتی سن ۱ ہجری میں ہوئی لہٰذا بخاری ومسلم کی عمر عائشہ والی روایت غلط ہے اور آگے لکھتے ہیں صحیح مسلم کی روایت کی جو شارحین نے تاویلات کی ہیں سچی بات یہ ہے تاویلات پڑھنے کے بعد ہمارا ہاضمہ خراب ہوگیا اور کھٹی ڈکاریں آنے لگی ہیں اور تھوڑا آگے جا کے لکھتے ہیں ”جن مورخین اور سیرت نگاروں نے یہ تحریر کیا ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کی رخصت شوال سن ۲ ہجری میں واقع ہوئی یا تو جنت الحمقا کے باسی ہیں یا ان کا ذہن سبائیت کے زیر اثر ہے“ صفحہ ۲۵

الجواب: غزوہ بدر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شرکت ثابت نہیں اس کے چند دلائل یہ ہیں

● غزوہ بدر کے دن جو واقعات پیش آئے اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یا تو مدینہ ہی سے اس قافلے ساتھ نہ تھیں یا پھر راستے سے واپس کر دی گئیں کیونکہ مقام روحاء پر پہنچ کر کچھ لوگوں کو واپس کیا گیا (شرح زرقانی: ۱/۴۱۱)

● حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مقتولین بدر کو قلیب بدر میں ڈالنے کے بعد خطاب فرمایا [وجدتم ماوعد ربکم حقا] کیا تم نے اپنے رب کے وعدے کو سچا پایا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(صحیح بخاری: ۲/ ۱۲۲ رقم ۱۳۰۷، صحیح مسلم: ۸/ ۱۶۳ رقم ۷۴۰۳، سنن نسائی: ۴/ ۱۰۸ رقم ۲۰۷۴، مسند احمد : ۴/ ۲۹ رقم ۱۶۴۰۶)

اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ بے جان لاشوں سے مخاطب ہیں؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میری اس بات کو تم ان سے زیادہ نہیں سن رہے اس روایت کے راوی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور ابی طلحہ رضی اللہ عنہ ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شروع میں اس بات کا انکار کرتی تھیں کہ مردے کیسے سن سکتے ہیں لیکن بعد میں خود بھی انھی الفاظ سے روایت فرمایا دیکھئے [مسند احمد: ۶/ ۲۷۶ رقم ۲۶۴۰۴] لہٰذا یہ بات واضح ہے کہ آپ غزوہ بدر میں نہ تھیں

❁ اگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غزوہ بدر میں ساتھ ہوتیں تو حضور ﷺ کے ساتھ ہوتیں مگر جب ہم غزوہ بدر کے حالات کو پڑھتے ہیں تو کہیں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا ذکر نہیں ملتا جیسا کہ ابن کثیر، ابن اسحاق اور ابن سعد نے لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ [حضور ﷺ کے لئے ایک کھجور کی لکڑی کا سائبان بنایا گیا اور جس میں حضور ﷺ اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ صدیق داخل ہوئے اور حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ دروازے پر کھڑے ہو کر پہرا دیتے رہے] دیکھئے [السیرۃ النبویہ لابن کثیر، سیرۃ ابن اسحاق، طبقات ابن سعد]

❁ غزوہ بدر میں نابالغ بچوں کی شمولیت ❁

❁ غزوہ بدر کی حقیقت یہ ہے کہ یہ غزوہ ہے کہ جس میں مسلمان باقاعدہ لڑائی کے ارادہ سے نہیں نکلے تھے اہل مکہ مسلمانوں کی اقتصادی حالت تباہ کرنے اور ان کی افرادی قوت کو خراب کرنے کے لئے ان پر اچانک حملے کرتے رہتے تھے کبھی چرواہوں کو قتل کرنا اور کبھی ان کی فصلوں کو تباہ کرنا ان کا معمول تھا اسی کے جواب میں حضور ﷺ نے ان کی اقتصادی ناکہ بندی شروع کر دی حضور ﷺ اپنے صحابہ کے ساتھ ابوسفیان کے قافلے کو روکنے کے لئے نکلے تھے نہ کہ جنگ کرنے، غزوہ بدر کی اصل وجہ ابوسفیان کے قافلے کو روکنا تھا مزید تفصیلات کے لئے دیکھئے سورۃ انفال اور السیرۃ النبویہ لابن کثیر: ۲/ ۳۰۱، الکامل فی التاریخ: ۱/ ۸۷، فتح الباری: ۷/ ۲۸۱ وغیرہ میں

❁ حضور ﷺ چونکہ لڑائی کے لئے نہیں نکلے تھے لہٰذا صلاحیتوں کا خاص خیال نہیں رکھا گیا اس لئے ساتھ بچے بھی شامل ہو گئے مثلاً عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، براء بن عازب رضی اللہ عنہ اور حارثہ بن سراقہ رضی اللہ عنہ وغیرہ غزوہ بدر کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شہداء میں حارثہ بن سرقہ رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں جو تیر لگنے وجہ سے شہید ہوئے دیکھئے

(صحیح بخاری کتاب المغازی: ۵/ ۹۳ رقم ۳۹۵۶، ۵/ ۱۱۱ باب تسمیۃ من سمی من اہل بدر)

غزوہ بدر کے موقعے پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی عمر تیرہ برس اور حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی عمر چودہ برس تھی حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی عمر تقریباً بارہ برس تھی جس کا ثبوت یہ ہے کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کیا آپ غزوہ بدر میں شامل تھے تو آپ نے فرمایا میں بدر سے کیسے غائب ہوسکتا تھا دیکھئے [معجم الصحابۃ لابی القاسم البغوی: ۱/ ۱۳ رقم ۲۹، المستدرک للحاکم: ۳/ ۶۶۳ رقم ۶۴۴۶، کنز العمال: ۱۳/ ۲۶۷ رقم ۳۶۸۳۹]

جب نابالغ بچوں کا غزوہ بدر میں جانا ثابت ہے تو پھر اگر مان بھی لیا جائے کہ غزوہ بدر میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا شامل تھیں تو پھر بھی ان کی عمر انیس سال کیسے بن سکتی ہے جبکہ دیگر بچوں کی عمریں ۱۵ سال سے زیادہ نہ تھیں لہٰذا کاندھلوی صاحب کی یہ قیاس آرائی غلط ہے یہ وجہ ہے علماء و شارحین کی علمی باتیں دیکھ کر ان کا ہاضمہ خراب ہوجاتا ہے اور انھیں کھٹی ڈکاریں آنا شروع ہوجاتی ہیں اور پھر ان کا دماغ خراب ہوجاتا ہے جس کی وجہ سے کاندھلوی علماء کے متعلق اول فول بکنا شروع کردیتا ہے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی

امام نووی، علامہ ذہبی اور حافظ ابن کثیر وغیرہا نے یہ لکھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی غزوہ بدر کے بعد ۲ ہجری میں ہوئی جبکہ ابن حجر عسقلانی کا کہنا یہ کہ ۱ ہجری شوال میں ہوئی اس اختلاف کا سبب یہ ہے کہ کسی صحیح روایت میں یہ بات موجود نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی ہجرت کے کتنے ماہ بعد ہوئی البتہ صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت میں ہے کہ میرا نکاح اور رخصتی ماہ شوال میں ہوئی دیکھئے

[صحیح مسلم: ۴/ ۱۴۲ رقم ۳۵۴۸]

امام ابن جوزی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

[فتزوجها رسول الله ﷺ بمكة في شوال قبل الهجرة بسنتين۔۔۔]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ کا نکاح (حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے) ماہ شوال میں ہجرت سے دو سال پہلے مکہ میں ہوا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(تلقیح فہوم أہل الاثر فی عیون التاریخ والسیر: ص ۲۲،صفۃ الصفوہ: ۲/ ۱۵ابرقم ۱۲۷)

اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر ہجرت کے وقت ۸ سال اور کچھ ماہ بنتی ہے اگر ا ہجری میں رخصتی مانی جائے تو ہجرت کے بعد آٹھویں ماہ شوال میں رخصتی ہوئی اس طرح تقریباً رخصتی کے وقت عمر نو سال بنتی ہے اور صحیح روایت میں بھی یہی ہے کہ نکاح کے وقت میری عمر چھ سال اور رخصتی کے وقت عمر ۹ سال تھی اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت آپ کی عمر ۱۸ سال اور ۵ ماہ بنتی ہے جسے عرف عام میں ۱۸ سال ہی کہا جائے گا جیسا کہ آج بھی اہل علم اس سے واقف ہیں کہ نصف سے زیادہ کو پورا عدد تسلیم کیا جاتا ہے اور نصف سے کم کو چھوڑ دیا جاتا ہے جیسے ۵۔۹ کو ۹ سمجھا جائے گا اور ۷۔۹ کو ۱۰ سمجھا جائے گا

کاندھلوی صاحب نے ا ہجری میں رخصتی ثابت کرنی چاہی وہ بھی مانی جائے تو پھر بھی جمہور کا موقف ہی ثابت ہوتا ہے لہذا کاندھلوی کی اس ساری تلبیس کا کوئی فائدہ نہیں باقی باتیں ساری قیاس آرائیاں ہیں اور بے ثبوت ہیں

❁ گیارہواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

کاندھلوی صاحب گیارہویں شبہ کے تحت لکھتے ہیں ''آپ نے چودہ سالہ لڑکوں کو اس غزوہ میں شرکت کی اجازت نہیں دی ،ان کم عمر بچوں میں حضرت سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ ،حضرت براء رضی اللہ عنہ بن عازب ،حضرت انس رضی اللہ عنہ بن مالک ،حضرت زید رضی اللہ عنہ بن ثابت اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ شامل ہیں ''ہم سطور بالا میں ثابت کر چکے ہیں کہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غزوہ بدر میں ایک عورت کی حیثیت سے شریک تھیں اور جنگ احد میں بھی حضرت ام سلیم کے ساتھ مصروف کار تھیں حضرت انس فرماتے ہیں میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر اور ام سلیم کو دیکھا وہ دونوں پائنچے چڑھائے تھیں اور مجھے ان کی پنڈلیوں کے پچھلے حصے نظر آرہے تھے یہ دونوں مشکیں اوپر اٹھائے ہوئے تھیں اور مجاہدین کو پانی پلاتیں پھر جا کر انھیں بھر کر لاتیں اور مجاہدین کو پانی پلاتیں (بخاری ج ا صفحہ ۴۰۳)''تھوڑا آگے جا کے لکھتے ہیں''ام المومنین رضی اللہ عنہا ہرگز اس وقت کم عمر نہ تھیں اور جب کہ یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس جنگ میں چودہ سالہ لڑکوں کو بھی شرکت کی اجازت نہیں دی گئی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا دس سال کی عمر میں اس کام پر مامور کی جاتیں''صفحہ ۳۱

الجواب: دلیل نمبر ۱۰ کے تحت ہم نے دلائل سے ثابت کیا تھا کہ نابالغ بچے غزوہ بدر میں شامل تھے جن میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، حضرت انس رضی اللہ عنہ اور حضرت براء رضی اللہ عنہ شامل ہیں غزوہ میں امدادی کاموں کے لئے بالغ ہونا شرط نہیں عورتیں اور بچے ان معاملات کے لئے جاسکتے ہیں جبکہ قتال کے لئے بلوغت شرط ہے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "فرد من لم یبلغ" (فتح الباری: ۷/۲۹۱) غزوہ احد میں خواتین کی شرکت امدادی کاموں کے لئے تھی اگر ان کی شرکت قتال کے لئے ہوتی تو وہ مشکیں نہ بھرلاتیں بلکہ تلواریں اٹھاتیں یہی وجہ ہے کہ ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شکایت کی کہ ان کے پاس خنجر ہے جیسا کہ خود کاندھلوی نے صفحہ ۳۰ گیارہویں دلیل کے تحت ابن سعد کے حوالے سے لکھا نابالغ صحابہ نے غزوہ خندق کی کھدائی میں بھی حصہ لیا حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ خود غزوہ احد کا حال بیان فرماتے ہیں (صحیح بخاری: ۵/۱۰۰ رقم ۳۹۸۶، طبقات الکبریٰ ابن سعد: ۲/۴۷) سمرۃ بن جندب رضی اللہ عنہ کو بھی غزوہ احد میں اجازت مل گئی تھی (تاریخ الامم والملوک للطبری: ۲/۶۱) کاندھلوی صاحب خود حضرت انس رضی اللہ عنہ کا مشاہدہ پیش کرتے ہیں لکھتے ہیں "حضرت انس فرماتے ہیں میں نے عائشہ رضی اللہ عنہا بنت ابی بکر اور ام سلیم کو دیکھا وہ دونوں پائنچے چڑھائے تھیں" صفحہ ۳۱ لہٰذا ان صحابہ کا غزوہ احد میں شامل ہونا واضح ہے اس کا انکار کرنا کاندھلوی کی تاریخ اسلام سے ناواقفی ہے اسی طرح جنگ بدر میں ابوجہل کو قتل کرنے والے عفراء کے دو کم سن بیٹے تھے
(صحیح بخاری: ۵/۹۵ رقم ۲۹۶۳)

یہ بات عوام وخواص سب جانتے ہیں یہ سب بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ سب بچے اتنے بہادر ہوں تو کیا ابوبکر رضی اللہ عنہ کی بیٹی وہ بھی ام المومنین ہو کیا وہ اتنی بہادر نہیں ہوسکتی کہ جنگ میں شامل ہو کیا ان کے لئے بڑی عمر کا ہونا ضروری ہے جبکہ وہ صرف امدادی کاموں میں حصہ لیں ان دلائل سے معلوم ہوا کہ کاندھلوی کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا غزوہ احد میں شرکت کی بنا پر بڑی عمر کا ثابت کرنا علمی دنیا میں کوئی حیثیت نہیں رکھتا

❁ بارہواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

کاندھلوی نے بارہویں شبہ کے تحت لکھا کہ "اسماء رضی اللہ عنہا عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں ۔۔۔۔ وہ اپنی بہن عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی تھیں ۔۔۔ ان کی عمر سو سال ہوئی اور یہ وقوعہ مکہ ۷۳ ھ میں پیش آیا ۔۔۔ اس حساب سے ام المومنین کی عمر نکاح کے وقت سولہ سال اور رخصتی کے وقت انیس سال بنتی ہے صفحہ ۳۲، ۳۳

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الجواب: کاندھلوی صاحب کی عادت ہے کہ بات کو گھما پھرا کر پیش کرنا اور اس سے اپنا الو سیدھا کرنا، اس میں کوئی شک نہیں کہ ولی الدین خطیب نے یہ لکھا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی تھیں مگر وہ اپنی رائے پر نہ کوئی دلیل لائے اور نہ ہی وہ اپنی اس بات پر مطمئن ہیں کیونکہ آگے چل کر خود انھوں نے لکھا [بعثت سے چوتھے یا پانچویں سال پیدا ہوئیں مکہ شریف میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد بعمر چھ، سات سال آپ کا نکاح ہوا مدینہ منورہ میں ۱ ہجری یا ۲ ہجری بعمر نو یا دس سال رخصتی ہوئی

(اسماء الرجال متعلقہ مشکوۃ: ص ۱۳۸ تحت ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا)

اسی طرح علامہ ابن کثیر اور ابن حجر عسقلانی نے یہ تو تحریر کیا ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کی عمر بوقت وفات سو سال تھی اور ان کا وصال ۷۳ھ یا ۷۴ھ میں ہوا لیکن ان میں سے کسی نے یہ نہیں لکھا کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس سال بڑی تھیں جبکہ علامہ ذہبی کا قول نقل کر کے اس کا ترجمہ کاندھلوی نے غلط کیا اور اپنا مطلب نکالنے کی کوشش کی

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا قول اور کاندھلوی کی خیانت

علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ "سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۲۸۸ برقم ۵۲ ترجمہ اسماء بن ابی بکر" کے تحت لکھتے ہیں

[وكانت أسن من عائشة ببضع عشرة سنة]

ترجمہ: حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دس سال سے کچھ زیادہ سال بڑی تھیں

بضع کا مفہوم:

مشہور عربی لغت "المنجد ص ۹۰" میں ہے "**البضع والبضع** ۔رات کا کچھ حصہ تین سے نو کی تعداد

اسی طرح "فقہ القواعد" میں ہے [**البضع يقال ذلك لما بين الثلاث الى العشر وقيل فوق الخمس ودون العشر**] لفظ بضع کا استعمال تین سے دس تک کے لئے ہے اور بعض کا قول ہے کہ پانچ سے زیادہ اور دس سے کم کے لئے استعمال ہوتا ہے

یہ لفظ "بضع سنین" قرآن کریم میں بھی سورۃ روم آیت ۴ میں آیا ہے اور کی تفسیر میں سعید بن جبیر فرماتے ہیں

[قال سعيد بن جبير: البضع ما دون العشر] (تفسیر ابن کثیر: ۶/ ۲۹۷)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں [**(بضع سنین) دون العشرة**] (جامع البیان: ۱۶/ ۱۱۵)
ابوعبیدہ کہتے ہیں [**من الواحد الی العشرة**] (روح المعانی: ۶/ ۴۳۷)
درج بالا تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ لفظ بضع عربی زبان میں تین سے نو تک استعمال ہوتا ہے امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''**ببضع عشرة سنة**'' لفظ استعمال فرمائے عربی لغت کے اعتبار سے یہ الفاظ تیرہ سے انیس تک دلالت کرتے ہیں لیکن صارفی قرائن سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اٹھارہ یا انیس سال بڑی تھیں

❁ خارجی دلائل سے ''بضع'' کا تعین ❁

اس بات پر تقریباً تمام محدثین کا اتفاق ہے کہ حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کا انتقال سو برس کی عمر میں ہوا البتہ اس میں اختلاف ہے کہ ان کا انتقال ۷۳ھ میں ہوا یا ۷۴ھ میں ہوا اگر ان کا انتقال ۷۴ھ میں مانا جائے تو پھر آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اٹھارہ سال بڑی ہیں لیکن اگر ان کا انتقال ۷۳ھ میں مانا جائے تو پھر آپ انیس سال بڑی ہیں لہٰذا اس ساری تحقیق کا نتیجہ یہ ہے کہ علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے جس اختلاف کا اشارہ کیا تھا اس کے مطابق حضرت اسماء رضی اللہ عنہا تقریباً اٹھارہ یا انیس سال بڑی بنتی ہیں اور دس سال بڑی والا دعوی غلط ہے اور حقیقت یہ ہے کہ تمام محققین کا اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت عمر نو سال تھی جیسا کہ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا [**تزوجها وهی ابنت ست سنین وبنی بها وهی ابنة تسع مالا خلاف فیه بین الناس، وقد ثبت فی الصحاح**]
اس میں کسی کو کوئی اختلاف نہیں کہ نکاح کے وقت آپ کی عمر چھ برس تھی اور رخصتی کے وقت نو برس تھی اور تحقیق صحاح میں یہی ثابت ہے (البدایۃ والنہایۃ: ۳/ ۱۶۱)

❁ تیرہواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

اس شبہ کے تحت کاندھلوی لکھتا ہے مورخ محمد بن جریر طبری رقم طراز ہیں ''ابو بکرؓ نے زمانہ جاہلیت میں دو نکاح کیے ایک قتیلہ سے جن کے بدن سے عبداللہ اور اسماءؓ پیدا ہوئے اور دوسرا نکاح ام رومانؓ سے کیا جن کے بطن سے عائشہؓ اور عبدالرحمنؓ پیدا ہوئے ۔۔۔ یہ تمام اولاد زمانہ جاہلیت میں پیدا ہوئیں'' اس سے کاندھلوی یہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ثابت کرنے کی کوشش کرتا ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے پیدا ہوئیں

الجواب: زمانہ جاہلیت کے اختتام اور عہد اسلام کے آغاز میں زمانہ قدیم ہی سے اختلاف چلا آرہا ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں [قالت اول مولو دولد فی الاسلام عبداللہ بن الزبیر] عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ پہلے بچے ہیں جو اسلام میں پیدا ہوئے (صحیح بخاری: ۵/۹۷ رقم ۳۹۱۰) ان کے نزدیک زمانہ جاہلیت اسلامی دور ہجرت سے ہے اور پہلے کا دور جاہلیت کا ہے لہٰذا ہجرت سے پہلے ہی چاروں بچوں کی پیدائش ہے دوسری بات یہ ہے کہ تاریخ طبری کے راوی واقدی اور کلبی جو کہ کذاب ہیں (تاریخ طبری: ۲/۳۵۱) بالفرض طبری کی بات کو مانا جائے تو پھر ان کے نزدیک ہجرت سے پہلے کا دور جاہلیت کا دور ہے ورنہ جن لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے دور کو زمانہ جاہلیت تصور کیا ہے اور اس کے بعد کے دور کو اسلامی دور مانا ہے ان میں سے ایک علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں [عائشۃ ممن ولد فی الاسلام] حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا دور اسلام میں پیدا ہوئیں (سیر اعلام النبلاء: ۲/۱۳۹) اسی طرح دور جاہلیت کا آغاز کہاں سے ہوتا ہے اس میں بھی اختلاف ہے لیکن اس اختلاف سے کاندھلوی صاحب کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا کیونکہ اس سے کہیں بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی عمر اٹھارہ یا انیس سال تھی

❁ چودھواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

چودھویں شبہ کے تحت کاندھلوی نے جو لکھا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ام المومنین سابقین اولین میں داخل ہیں اور نبوت کے پہلے سال ایمان لائیں۔۔۔۔اور اس وقت ان کی عمر چھ سال تھی

الجواب: یہاں بھی کاندھلوی صاحب نے قیاس آرائی سے کام لیا ہے چند مورخین کے حوالے سے ایک فہرست تیار کی جو سب سے پہلے ایمان لائے ان میں ایک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نام بھی لکھا حالانکہ جو فہرست انھوں نے لکھی ہے وہ خود باہم متعارض ہے یہ سب بے سند اقوال ہیں اور ان مورخین کے پاس اس کی کوئی ٹھوس دلیل نہیں، پھر کاندھلوی کا ابن ہشام اور ابن کثیر کے حوالے سے یہ دعویٰ کہ یہ نام انھوں نے فہرست میں ترتیب وار پیش کیے ہیں سراسر جھوٹ پر مبنی ہے کیونکہ ایسا دعویٰ انھوں نے کہیں نہیں کیا ہے بلکہ رواۃ کا اختلاف ذکر کر کے یہ واضح کیا ہے کہ یہ ایک اختلافی مسئلہ ہے دیکھئے (السیرۃ النبویہ لابن کثیر: ۱/۴۵۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ سے پہلے "ثم" لکھا جو اس بات کی علامت ہے کہ یہاں تک ترتیب سے ہے اور اس کے بعد ہر نام کے ساتھ "و" لگایا جو اس بات کی علامت ہے کہ یہ صرف نام جمع کرنے کے لئے ہے ترتیب یقینی نہیں یہ بات ایک مبتدی بھی جانتا ہے اس کی مثال سورۃ النساء آیت ۱۶۳ میں، اسی طرح ابن جریر طبری نے بھی السابقون الاولون کا ذکر کرنے سے پہلے اختلاف کا ذکر کیا ہے اسی طرح مسعودی نے بھی "مروج الذہب" میں اس اختلاف کا ذکر کیا ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ کون سے لوگ پہلے ایمان لائے اس میں اختلاف ہے اس کی کئی وجوہات ہیں

(۱) شروع اسلام میں اسلام قبول کرنے والوں کو سخت سزائیں دی جاتی تھیں اس لئے کئی ایک لوگوں نے اپنا ایمان ظاہر نہیں کیا

(۲) جس عہد میں اسلام کا آغاز ہوا اس عہد میں عربوں میں تاریخ سازی کا رواج نہ تھا اس لئے کسی کو بھی اسلام لانے والوں کی فہرست بنانے کا خیال نہ آیا

(۳) مکی زندگی میں ان مسلمانوں کی حالت دیکھ کر کوئی گمان بھی نہ کرتا تھا کہ کل لوگوں کے امام ہوں گے کہ ان کی تاریخ لکھتے

(۴) اس دور میں جو بھی اسلام قبول کرتا تھا وہ خالص اللہ ہی کے لئے کرتا تھا لہٰذا اس کو اس بات کی کوئی ضرورت نہ تھی کہ اسلام لانے میں میرا نمبر کون سا ہے

لہٰذا اختلاف کا ہونا ایک فطری امر ہے اس بات سے یہ اچھی طرح واضح ہوا کہ کاندھلوی کا اس بات کو دلیل بنانا درست نہیں

❁ پندرہواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

پندرہویں شبہ کے تحت کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں "مورخین کا ایک دعویٰ یہ بھی ہے کہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح ہوا اس سے قبل ام المومنین رضی اللہ عنہا کا رشتہ جبیر بن مطعم بن عدی سے پکا ہو چکا تھا" اس کے تحت دو کتب، ایک طبقات ابن سعد اور دوسری تاریخ طبری کا حوالہ دیا اور اس سے یہ قیاس کیا کہ یہ بڑی عمر کی تھیں

الجواب: پہلی روایت جس سے کاندھلوی نے استدلال کیا ہے اس کی سند یہ ہے [اخبرنا ہشام بن السائب الکلبی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عن ابیہ (محمد بن السائب)عن ابی صالح عن ابن عباس۔۔۔] (طبقات الکبریٰ ابن سعد: ۸/۵۸رقم ۹۹۰۹) اس میں ایک راوی ہیں محمد بن سائب جو ہشام کے والد ہیں ان کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیں

محمد بن سائب الکلبی:

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں [**کذبہ زائدۃ وابن معین وجماعۃ**] اس کو زائدہ اور ابن معین اور ایک جماعت نے کذاب کہا ہے (دیوان الضعفاء: ۱/۳۵۲رقم ۳۷۲۵) ابن سعد بھی اس کو ضعیف راوی سمجھتے ہیں (طبقات ابن سعد: ۴/۳۸۰)

دوسری روایت جو عبداللہ بن ابی ملیکہ کے حوالے سے ہے اس میں دو خرابیاں ہیں

(۱) اس میں ایک راوی اجلح بن عبداللہ بن معاویہ الکندی ابو حجیۃ الکوفی ہے جس کی توثیق کے ساتھ تضعیف بھی کی گئی ہے جیسا کہ ''تہذیب الکمال'' میں ہے اس کو ابوحاتم لیس بالقوی کہتے ہیں، امام نسائی اس کو ضعیف کہتے ہیں، امام جوزجانی اس کو مفتری کہتے ہیں اس کے ساتھ ساتھ یہ کوفی شیعہ تھا دیکھئے ''تہذیب الکمال: ۲/۲۷۷،۲۷۸رقم ۲۸۲'' امام ابوداؤد اس کو ضعیف کہتے ہیں، امام قطان کہتے ہیں کہ اس کا حافظہ اتنا کمزور تھا کہ اس کو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا کہ میں حسین بن علی کہہ رہا ہوں یا علی بن حسین، امام احمد کہتے ہیں کہ اجلح اور مجالد دونوں حدیث میں ضعیف ہیں (تہذیب التہذیب: ۱/۱۶۵،۱۶۶رقم ۳۵۳)

(۲) دوسری خرابی اس روایت میں یہ ہے کہ اس کا متن کاندھلوی صاحب کے خلاف ہے کاندھلوی کہتے ہیں کہ رشتہ پکا ہو چکا تھا جبکہ روایت کے متن سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا نکاح ہو چکا تھا تبھی ان کو طلاق دی جیسا کہ کاندھلوی نے خود بھی ص ۳۸ میں یہی لکھا تو کیا معاذ اللہ حضور ﷺ نے ایک منکوحہ کا رشتہ طلب کیا؟ کیا منکوحہ کا رشتہ طلب کرنا حضور ﷺ کی شایان شان تھا ایسی روایات جو حد درجے ضعیف ہوں ان سے اجماع امت اور سند صحیح والی روایات کو رد کرنا کاندھلوی جیسے لوگ کر سکتے ہیں

❁ سولہواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

سولہویں شبہ کے تحت کاندھلوی صاحب رقم طراز ہیں ''یہ لفظ بکر (کنواری) اس امر کا ثبوت ہے کہ جب خولہؓ بنت حکیم نے اس کا تذکرہ کیا تو عائشہؓ بالغہ اور جوان تھیں ورنہ اگر وہ چھ سال کی بچی ہوتیں تو خولہ یہ الفاظ کہتیں جاریۃ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وثیبا (ایک کم عمر لڑکی اور ایک عورت موجود ہے) اتنا بڑا صریح جھوٹ نہ بولتیں" ص ۴۲

الجواب: اس دلیل کا جواب یہ ہے کہ لفظ "بکر اور جاریۃ" نہ تو ایسے مترادف ہیں کہ ہر مقام پر ایک دوسرے کے مقابل استعمال ہوں اور نہ ہی ایسے متضاد ہیں کہ یکجا نہ ہو سکیں یہ دونوں الفاظ عمر کے ایک خاص حصے تک ایک دوسرے کی جگہ پر استعمال ہو سکتے ہیں سید محمد عمیم الاحسان لفظ جاریۃ کی تعریف میں یوں لکھتے ہیں [**الجارية الفتية من النساء**] اس کی مزید صراحت اس طرح کرتے ہیں [**الفتية الشابة**] جبکہ الشابۃ کی صراحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں [والشابۃ من خمس عشر سنۃ الی تسع عشرۃ سنۃ] (قواعد الفقہ) ان عبارات سے واضح ہوا کہ لفظ "جاریۃ" کا استعمال پندرہ سال کی لڑکیوں سے لے کر انیس سال کی لڑکیوں تک ہوتا ہے جس طرح لفظ جاریۃ ہر دو طرح کی لڑکیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اسی طرح لفظ "بکر" بھی ہر دو طرح کی لڑکیوں کے لئے استعمال ہوتا ہے جیسا کہ حدیث میں بھی اس کا استعمال ہوا ہے

[عن جابر قال قال لی رسول الله ﷺ هل نكحت يا جابر قلت نعم قال ماذا ابكرا ام ثيبا قلت: لابل ثيبا قال فهلا جارية تلاعبك۔۔۔]

ترجمہ: حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا جابر کیا تو نے نکاح کیا ہے میں نے عرض کیا جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کنواری سے یا بیوہ سے، میں نے عرض کیا بیوہ سے آپ ﷺ نے فرمایا کنواری سے کیوں نہ کیا کہ وہ تجھ سے کھیلتی رہتی

(صحیح بخاری : ۵/۲۳، رقم ۴۰۵۲، مسند احمد : ۳/۳۰۸، رقم ۱۴۳۴۵ سنن سعید بن منصور: ۱/۱۴۳، رقم ۵۱۰، کنز العمال: ۱۶/۴۹۹، رقم ۴۵۶۳۲)

دوسری روایت میں صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ملاحظہ فرمائیں

[عن ابن عباس رضی اللہ عنہ أن جارية بكرا أتت النبی ﷺ۔۔۔]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک کنواری جاریہ لڑکی نبی ﷺ کے پاس آئی

(سنن ابو داؤد: ۲/۱۹۵، رقم ۲۰۹۸، سنن ابن ماجہ: ۳/۴۷، رقم ۱۸۷۵، مسند احمد : ۱/۲۷۳، رقم ۲۴۶۹، مسند ابی یعلی: ۴/۴۰۴، رقم ۲۵۲۶، سنن دار قطنی: ۴/۳۴۰، رقم ۳۵۶۶)

اسی طرح خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنے لئے لفظ "جاریۃ" استعمال فرمایا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[عن عائشة قالت :كان الحبش يلعبون بحرابهم فسترني رسول الله ﷺ وانا انظر فما زلت انظر حتى كنت انا انصرف فاقدروا قدر الجارية الحديثة السن تسمع اللهو]

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حبشی لوگ اپنے ہتھیاروں سے مسجد میں کھیلتے رہتے اور حضور ﷺ مجھ پر آڑ کیے رہتے اور میں ان کو دیکھتی رہتی یہاں تک کہ میں خود ہی اکتا کر لوٹ آتی اب تم سمجھ لو ایک کم عمر (جاریۃ) لڑکی کتنی دیر اس کو دیکھتی

(صحیح بخاری: ۵/۱۹۹۱رقم ۴۸۹۴،صحیح مسلم: ۳/۲۲رقم ۲۱۰۱،سنن نسائی: ۳/۱۹۵رقم ۱۵۹۵،صحیح ابن حبان: ۱۳/۱۸۶رقم ۵۸۷۶،سنن الکبریٰ للبیہقی: ۷/۱۴۸رقم ۱۳۵۲۶)

کتب فقہ میں لفظ ''جاریۃ'' کا بیان

امام فخر الدین الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

[وهو الولاية على الصغيرة بكرا كانت أو ثيبا]

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۲/۱۱۷)

اسی طرح ابو بکر بن علی بن محمد الزبیدی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

[ويجوز نكاح الصغير والصغيرة اذا زوجهما الولي بكرا كانت الصغيرة اوثيبا]

(۱)الجوہرۃ النیر علی مختصر القدوری: ۲/۸ (۲)البنایۃ شرح الہدایۃ: ۵/۷۷

(۳)البحر الرائق: ۸/۸۰ (۴)المبسوط للسرخسی: ۵/۱۹

(۵)فتح القدیر لا بن ہمام: ۴۵۹

ایک بات جس کا کاندھلوی صاحب کو بڑا قلق تھا کہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بارے میں لفظ ''بکر'' استعمال فرمایا جس سے معلوم ہوا کہ آپ بڑی عمر کی تھیں اگر چھ سات سال کی ہوتیں تو لفظ ''جاریۃ'' استعمال فرماتیں، آئیے کاندھلوی صاحب کا یہ شوق بھی پورا کر دیتے ہیں حضرت خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا کی ہی روایت میں لفظ ''جاریۃ'' ملاحظہ فرمائیے

[جاءت خولة بنت حكيم الى رسول الله فقالت يارسول الله الاتزوج............

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قالت وقام ابو بکر فقالت لی ام رومان ان المطعم بن عدی قد کان ذکرھا علی ابنہ والله ما اخلف وعدا قط یعنی أبابکر قالت فأتی أبابکر المطعم فقال ما تقول فی أمر ھذا الجاریة؟۔۔۔۔]

(۱) دلائل النبوۃ للبیہقی: ۲/۴۱۲ (۲) سیر اعلام النبلاء: ۳/۱۳۰

(۳) تاریخ الاسلام للذہبی: ۱/۲۸۱ (۴) سیرۃ الحلبیۃ: ۲/۴۳

(۵) مجلس ابن فاخر للاأصبہانی: ۱/۲۶۵ رقم ۲۳۹

ستر ہواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ

ستر ہویں شبہ کے تحت کاندھلوی صاحب نے ایک خود ساختہ اصول کے تحت اپنی بات منوانے کی کوشش کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ واقدی کذاب ہی لیکن وہ کبھی سچ بھی بول سکتا ہے اور یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی میں مہر رکاوٹ تھا اس لئے مدینہ میں جا کر رخصتی ہوئی ورنہ وہ بڑی عمر کی تھیں

الجواب: واقدی کو کذاب تو کاندھلوی نے خود مانا ہے لہٰذا اصول حدیث کی روشنی میں کذاب کی روایت قبول نہیں کی جا سکتی کاندھلوی کی قیاس آرائی کیسے قبول کی جا سکتی ہے دوسری بات یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی میں مہر رکاوٹ تھی یہ بات تحقیق کی روشنی میں غلط ہے کیونکہ ہم یہ بات جانتے ہیں کہ حضور ﷺ کی دیگر ازواج کا نکاح اور رخصتی اکٹھی ہوئی مگر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نکاح پہلے ہوا اور بعد میں رخصتی ہوئی اس کی وجہ آپ کی بلوغت تھی ورنہ اگر مہر کو رکاوٹ مانا جائے تو پھر مہر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے ہی دیا تھا اگر یہی رکاوٹ تھی تو یہی مہر ابو بکر رضی اللہ عنہ پہلے بھی دے سکتے تھے مگر دراصل رکاوٹ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بلوغت تھی جب یہ وجہ دور ہوئی تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مہر ادا کر کے اپنی بیٹی کو رخصت کر دیا اور قرآن وسنت اور فقہ کی روشنی میں خلوت صحیحہ کے لئے بلوغت شرط ہے ذہنی پختگی نہیں جو ۹ سال کی عمر میں حاصل ہوگئی تھی لہٰذا کاندھلوی کا موقف درست نہیں

اٹھارواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ

اٹھارویں شبہ کے تحت کاندھلوی صاحب نے صحیح مسلم کی روایات لکھ کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ یہ روایات عمر عائشہ والی روایات کے مخالف ہیں اور وہ بخاری کی روایات جھوٹی ہیں اور لکھتے ہیں یہ سب ہشام کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

روایات پر فتاوٰی ہیں جب یہ روایت ہی غلط ہے تو اس پر بنیاد کیسی؟

الجواب: کاندھلوی صاحب کی یہ بات غلط ہے کہ ہشام کی روایت غلط ہے کیونکہ ہم نے پچھلے صفحات میں اس کو ثابت کیا ہے تو جب بنیاد صحیح ہے تو اس پر جمہور کا اجماع بھی صحیح ہے جیسا کہ فقہاء نے اس بات کو لکھا ہے

❁ انیسواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

انیسویں شبہ کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بیماری میں عیادت کی اور اس بناء پر کاندھلوی صاحب یہ قیاس کرتے ہیں کہ یہ تیمارداری اس وقت ہی ممکن ہے جب ام المومنین خود جوان ہوں اور ذمہ داریوں کا انھیں پوری طرح احساس ہو ورنہ آٹھ نو سال کی عمر میں تیمارداری کی خدمت انجام دینا عقل کے خلاف ہے

الجواب: یہ سب کاندھلوی صاحب کا قیاس ہی قیاس ہے آخر ایک آٹھ نو سال کی بچی اپنے والد کی تیمارداری کیوں نہیں کر سکتی جبکہ آج بھی اس سے کم عمر بچے اس سے بڑے کام سر انجام دے رہے ہیں ہر اہل علم اس بات کو جانتے ہیں مثلاً پچھلے صفحات میں ہم نے بتایا کہ کم سن بچوں نے جہاد میں حصہ لیا لڑائی تو تیمارداری سے زیادہ مشکل کام ہے لہٰذا یہ قیاس شرعی دلیل کے مقابلے میں مردود ہے

❁ بیسواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

اس شبہ کے تحت بھی کاندھلوی صاحب نے اپنے مفروضوں کے تسلسل کو جاری رکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابی رباح کہتے ہیں کہ ام المومنین سب سے زیادہ فقیہہ، سب سے زیادہ عالم اور سب سے زیادہ اونچی فکر رکھتی تھیں اسی طرح لکھتے ہیں کہ ولی الدین الخطیب لکھتے ہیں سیدۃ عائشہ ام المومنین، فقیہہ، عالمہ، فصیحہ اور فاضلہ تھیں اسی طرح کی دیگر باتیں لکھ کر یہ کہتے ہیں کہ اتنی کم عمری میں یہ علوم بطور تعویز گھول کر پلا نہیں دیے گئے اور اگر ایسا ممکن ہے تو ان کراماتی بزرگ کا اتا پتا ہمیں بھی بتایا جائے

الجواب: یہ سب باتیں اپنی جگہ بالکل صحیح ہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ایک فقیہہ، عالمہ، فصیحہ اور فاضلہ ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے کئی مسائل میں اختلاف بھی کیا جن میں کچھ کا ذکر کاندھلوی صاحب نے بھی کیا ہے جہاں تک ولی الدین الخطیب کی بات کا تعلق ہے تو ولی الدین صاحب نے ایسی کوئی بات ذکر نہیں کی جس سے یہ بات ثابت ہو کہ آپ بڑی عمر کی تھیں جبکہ انھوں نے ہی یہ بات لکھی ہے کہ آپ کی عمر رخصتی کے وقت نو یا دس سال تھی

(اسماء الرجال متعلقہ مشکوٰۃ: ص ۱۳۸ تحت ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لہذا جو اصل بات ولی الدین صاحب نے لکھی وہ کاندھلوی صاحب ہضم کر گئے اسی طرح اس دلیل میں ہشام کی روایت کو مانتا بھی ہے اور جہاں ہشام اس کے مخالف آئے وہاں فوراً اس کا انکار بھی کرتا ہے یہی دوغلی پالیسی ہے جیسا کہ اس دلیل میں کیا چوتھی، پانچویں اور چھٹی دلیل کے تحت ہشام کی روایات کا انکار کیا اور اس دلیل میں اقرار، اس کے بعد جہاں تک حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا سماع موتی کے سلسلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اختلاف ہے تو اس سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا رجوع ثابت ہے مسند احمد: ۶/۲۷۶ رقم ۲۶۴۰۴ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے موقف جیسی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی ہے لہذا یہ اختلاف بھی کاندھلوی صاحب کے کام کا نہیں، جہاں تک کم عمری میں اتنا علم ہونا اور اس کا انکار کرنا کاندھلوی صاحب کا یہ صرف تعصب ہے حالانکہ اس بات کے عملی شواہد ہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت تیرہ سال کے تھے جیسا کہ ولی الدین الخطیب صاحب نے بھی لکھا ہے اور آپ کو حبر الامت کہا جاتا ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جو ہجرت کے وقت گیارہ برس کے تھے جس کا اعتراف کاندھلوی صاحب کو بھی ہے آپ کے بارے میں محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں آپ اس امت کے بہت بڑے عالم تھے، اسی طرح حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ ہجرت کے وقت دس سال کے تھے علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ اہل علم صحابہ میں شمار ہوتے تھے، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ہجرت نبوی کے وقت سات برس کے تھے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آپ کے پاس بہت علم تھا، اسی طرح حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وہجرت کے وقت گیارہ برس کے تھے علامہ ذہبی لکھتے ہیں کہ آپ کاتب وحی تھے، قرآن کے حافظ تھے اور فرائض کے عالم تھے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ہی قرآن کریم کو جمع کر لیا تھا تو کیا ان کی قابلیت کو دیکھتے ہوئے یہ مفروضہ قائم کر لیا جائے کہ یہ صحابہ ہجرت کے وقت ۲۰ یا ۲۵ سال کے تھے بالکل اسی طرح کاندھلوی صاحب نے بھی ایک ایسا ہی مفروضہ قائم کیا ہے جو کہ ان دلائل کی روشنی میں مردود ہے

❁ اکیسواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ❁

اس شبہ کے تحت بھی کاندھلوی صاحب نے ایک نئی قیاس آرائی کی ہے کہ کنیت عموماً اپنی پہلی اولاد کے نام پر رکھی جاتی ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی ایسی ہی خواہش کا اظہار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بیٹے عبداللہ کے نام پر کنیت رکھ لو (ابو داؤد، ابن ماجہ) یہ تمام صورتحال بتا رہی ہے کہ آپ جوان العمر تھیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الجواب: کاندھلوی صاحب بھی بہکی بہکی باتیں کرنے لگتے ہیں قارئین محترم کنیت کے لئے اولاد کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ اہل عرب لڑکیوں کے نام پیدائش کے وقت بھی اس قسم کے رکھتے تھے جیسے ام کلثوم وغیرہ جب یہ نام ان کا پیدائش کے وقت رکھا گیا اسی طرح ابو بکر، ابو ہریرہ، ابو تراب وغیرہ بعض دفعہ حضور ﷺ پیار سے بھی اپنے صحابہ جو بچے ہوتے تھے کی کنیت رکھ دیتے تھے مثلاً ایک روایت میں ہے

[عن انس قال: کان النبی ﷺ یأتینا فیقول لأخ لی وکان صغیرا: یا ابا عمیر]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمارے گھر تشریف آتے اور میرے بھائی کو جو بہت چھوٹے تھے، ابو عمیر کہہ کر پکارتے تھے

(سنن ابن ماجہ: ۴/۶۷۸ رقم ۳۷۴۰، صحیح بخاری: ۸/۳۷ رقم ۶۱۲۹، سنن ترمذی: ۴/۳۵۷ رقم ۱۹۸۹، مسند احمد بن حنبل: ۳/۱۱۹ رقم ۱۲۲۲۰، مسند ابی یعلی: ۵/۲۲۱ رقم ۲۸۳۶)

لہذا اس سے کاندھلوی صاحب کا استدلال درست نہیں

✿ بائیسواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ✿

کاندھلوی صاحب نے اس نمبر کے تحت بھی ایک عجیب بات کی ہے لکھتے ہیں ''بشر بن عقربہ سے روایت ہے کہ میرے والد غزوہ احد میں شہید ہو گئے تھے میں بیٹھا رو رہا تھا اچانک رسول اللہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تو اس پر راضی نہیں کہ میں تیرا باپ بنوں اور عائشہ تیری ماں بنے''

الجواب: اس روایت کو بنیاد بنا کر کاندھلوی صاحب نے اپنا الو سیدھا کرنے کی کوشش کی ہے مگر وہ بھول گئے کہ قرآن کریم کی رو سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا تمام ایمان والوں کی ماں ہیں اور اس وقت بھی جو آپ رضی اللہ عنہا سے عمر میں بڑے صحابہ تھے ان کی ماں تھیں اسی طرح حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بھی آپ کے منہ بولے بیٹے تھے جو عمر میں آپ سے محض چند برس چھوٹے تھے لہذا یہ قیاس مردود ہے اور یہ سب ان کے تعصب کا کرشمہ ہے

✿ تیئیسواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ ✿

اس دلیل کے تحت کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں کیا عرب میں کمسن لڑکیوں کی شادی کا رواج تھا؟ پھر حضور ﷺ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کی صاجزادیوں کی شادی کی تفصیلات پیش کیں اور آخر میں لکھتے ہیں کہ ہمیں کوئی لڑکی ایسی نظر نہیں آتی جس کی عمر شادی کے وقت اٹھارہ سال سے کم ہو بلکہ آج تک ہمیں اس کی کوئی نظیر نہیں ملی یہ کہانی ام المومنین ہی کے لئے کیوں مخصوص کی گئی؟

الجواب: (۱) دراصل کاندھلوی صاحب کی مجبوری یہ ہے کہ ان کے پاس نالج کی کمی ہے یا پھر وہ جانتے بوجھتے جھوٹ بولتے ہیں سب سے پہلے حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا کی مثال دیتا ہوں جن کا نکاح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ساتھ ۱۷ھ میں ہوا جبکہ آپ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی سب سے چھوٹی صاحب زادی ہیں آپ کی رخصتی بھی کم سنی میں ہوئی کیونکہ آپ کی پیدائش حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے پہلے کی ہے اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو رشتے سے انکار کیا مگر بعد میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ کر دیا اس کا ثبوت درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں

(۱) صحیح بخاری: ۴/۴۰، رقم الحدیث ۲۸۸۱ باب حمل النساء القرب الی الناس فی الغزو مطبوعہ دار الشعب قاہرہ ۱۹۸۷ء

(۲) فتح الباری ابن حجر عسقلانی: ۶/۸۰ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱۳۸۹ھ

(۳) تاریخ خمیس: ۲/۱۸۵ (۴) اسد الغابۃ: ۲/۳۰۵

(۵) تاریخ طبری: ۵/۱۶ (۶) تاریخ کامل ابن اثیر: ۳/۵۴

(۷) البدایۃ والنھایۃ: ۷/۱۳۹ (۸) تفسیر ابن کثیر: ۵/۴۹۶

(۹) انساب القرشیین لابن قدامہ: صفحہ نمبر ۱۱۱، اُم کلثوم بنت علی

(۱۰) کتاب نسب قریش: ص ۴۱ مطبوعہ مصر (۱۱) جمہرۃ الانساب العرب لابن حزم: ص ۳۸

(۱۲) کتاب المحبر: صفحہ ۵۶ ذکر اصہار علی (۱۳) کتاب الانساب الاشراف (البلاذری): ۱/۴۲۸

(۱۴) الصواعق المحرقۃ: صفحہ ۱۵۷، ۱۵۶ (۱۵) فتح القدیر: ۲/۴۲۱ مطبوعہ مصر

(۱۶) الشرف المؤبد لآل محمد صلی اللہ علیہ وسلم ص: فحہ ۳۹ مطبوعہ مصر

(۱۷) المعارف لابن قتیبۃ: صفحہ ۹۲ مطبوعہ کراچی

(۱۸) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۴/۱۹۰ رقم الحدیث ۱۶۶۴۴

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۹) فتاویٰ رضویہ: ۵ / ۲۹۹ مطبوعہ سنی دارالاشاعت فیصل آباد

(۲۰) تحقیق الحق فی کلمۃ الحق مترجم صفحہ ۱۵۲ مطبوعہ گولڑا شریف ۱۴۱۲ھ

(۲۱) حلیۃ الاولیاء: ۲ / ۳۴ طبع بیروت

(۲۲) اصلاح المال ابن ابی الدنیا: ۱ / ۲۴۷ رقم ۴۱۰ متوفی ۲۸۱ھ

(۲۳) المعتصر من المختصر من مشکل الآثار للیوسف الحنفی: ۱ / ۲۸۷

(۲۴) محض الصواب فی فضائل امیر المومنین عمر بن خطاب: ۳ / ۸۸۹ مطبوعہ مدینہ منورہ

(۲۵) الذریۃ الطاہرہ: ۱ / ۲۵۷ رقم ۲۱۲ (۲۶) المجموع شرح المہذب: ۶ / ۳۲۷

(۲۷) النھایۃ فی غریب الأثر لابن اثیر: ۲ / ۵۹۴ مطبوعہ بیروت

(۲۸) ثقات ابن حبان: ۲ / ۲۱۶ ذکر خلافت عمر واقعات ۱۷ ہجری

(۲۹) تاریخ الاوسط للبخاری: ۱ / ۲۶۷ رقم ۲۷۹ (۳۰) تاریخ دمشق لابن عساکر: ۲۱ / ۳۴۲

(۳۱) سیرت ابن اسحاق صفحہ ۲۷۵ (۳۲) المستدرک للحاکم: ۳ / ۱۴۲ رقم ۴۶۸۴

(۳۳) سنن نسائی ۱ / ۳۴ ۸ رقم ۱۹۸۲ کتاب الجنائز (۳۴) مسند علی بن الجعد ۵۹۳

(۲) دوسری مثال امام السرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ''المبسوط'' میں دی ہے کہ ہمارے زمانے میں ایک لڑکی صرف (۱۹) انیس سال کی عمر میں نانی بن گئی دیکھئے [المبسوط للسرخسی: ۴ / ۲۶۷] میں

(۳) امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی ایک ایسا ہی واقعہ لکھا ہے لکھتے ہیں ''عباد بن عباد المہلبی سے روایت ہے کہ ایک لڑکی اٹھارہ (۱۸) سال کی نانی بن گئی یہ اس طرح ہوا کہ اس نے نو سال کی عمر میں ایک لڑکی کو جنم دیا اور اس کی لڑکی نے بھی شادی کے بعد نو سال کی عمر میں ایک لڑکی کو جنم دیا''

(سنن دارقطنی: ۴ / ۵۰۲ رقم ۳۸۸۱، تنقیح التحقیق لابن عبد الھادی: ۴ / ۳۲۴ رقم ۲۷۱۳)

(۴) حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے صرف (۱۱) گیارہ سال چھوٹے تھے باقی اندازہ خود لگا لیجئے کہ ان کی والدہ کی عمر کتنی ہوگی (تذکرۃ الحفاظ: ۱ / ۵۴ رقم ۱۹)

(۵) ہشام بن عروہ نے فاطمہ بنت منذر سے شادی کی اور رخصتی کے وقت فاطمہ کی عمر نو سال تھی

(الضعفاء للعقیلی: ۴ / ۲۴، تاریخ بغداد: ۱ / ۲۲۲)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۶) حضرت عروہ بن زبیر نے اپنی بھتیجی کا نکاح دوسرے بھتیجے سے کم سنی میں کیا، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی جو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تھی اس کا نکاح حضرت عروہ بن زبیر سے کم سنی میں کیا، اسی طرح حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی نے اپنی بیٹی کا نکاح کم سنی میں ابن المسیب بن نخبۃ سے کیا

(الفقہ الاسلامی وادلتہ للدکتور وہبۃ الزحیلی: ۷/۱۸۰ تحت نمبر ۴)

(۷) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیٹی کا نکاح حضرت عبداللہ بن عامر سے (۹) نو سال کی عمر میں کیا

(تاریخ دمشق لابن عساکر: ۷۰/۱۸۷)

(۸) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "میں نے دیکھا کہ ایک عورت اکیس (۲۱) سال کی نانی بن گئی اس کی صورت یوں ہوئی کہ نویں برس میں حیض آیا اور دسویں برس میں لڑکی جنی اور اس لڑکی کا حیض وحمل اسی طرح وقوع پذیر ہوا جس کی وجہ سے اکیس سال کی عمر میں نانی کہلانے لگی

(فتح الباری لابن حجر: ۵/۲۷۷، عمدۃ القاری للعینی: ۳۰/۳۳۱)

(۹) موجودہ دور میں بھی ایسی خبریں پڑھنے کو ملتی ہیں اگر بندے کا مطالعہ وسیع ہو یا دل میں اہل سنت کے خلاف بغض نہ ہو تو یہ سب باتیں ان کو بھی نظر آسکتی ہیں مثلاً انڈیا میں یہ خبر کافی تحقیق کے بعد شائع ہوئی ہے کہ وکٹوریہ ہسپتال دہلی میں ایک سات سال سے کم عمر کی لڑکی نے ایک بچہ جنا ہے دیکھئے

(اخبار "مدینہ" بجنور انڈیا یکم جولائی ۱۹۳۴ء)

(۱۰) کاندھلوی صاحب بنیادی طور پر دیوبندی مسلک سے تعلق رکھتے ہیں لہٰذا انھی کے مذہب کا حوالہ بھی پیش خدمت ہے "ان کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی صاحب نے بھی ایک کم سن لڑکی سے شادی کی تھی جس کا بڑا چرچہ ہوا کہ مولانا صاحب نے ایک کم عمر مریدنی سے شادی کی ہے دیکھئے (افادات الیومیہ: ۱/۶۸)

(۱۱) یہ حوالہ بطور خاص مستشرقین کے لئے ہے یا جو ان سے متاثرین ہیں ان کے لئے، ساؤتھ امریکہ میں ایک (۵) پانچ سالہ لڑکی "لینا میڈینا" نے ایک بچہ جنا ہے انٹرنیٹ کا لنک پیش خدمت ہے یہاں اس لڑکی کو ملاحظہ کر سکتے ہیں لہٰذا یہ سب قیاس آرائیاں مردود ہیں

http://en.wikipedia.org/wiki/Lina_Medina

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چوبیسواں شبہ اور اس کا تحقیقی جائزہ

چوبیسویں شبہ میں کاندھلوی صاحب لکھتے ہیں" ہشام کی اس نام نہاد روایت کے خلاف امت مسلمہ کا عملی طور پر اجماع رہا ہے آج تک اس روایت پر کسی نے عمل نہیں کیا اور نہ کسی نے اپنی نو سالہ بیٹی کو اس کام کے لئے پیش کیا اور نہ آج تک اتنی عمر کی لڑکی کو زوجیت کے لئے قبول کیا گیا

الجواب: قارئین تیئیسویں شبہ کے جواب کو دوبارہ پڑھ لیں انشاء اللہ تسلی ہوجائے گی کہ یہ صرف کاندھلوی صاحب کا جھوٹ ہے یا ان کے ناقص مطالعہ کا نتیجہ ہے بہرحال ان کا یہ دعوٰی سراسر باطل ومردود ہے جہاں تک حضرت ام المومنین خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر کا مسئلہ ہے تو یہ بھی کاندھلوی صاحب کو کچھ مفید نہیں کیونکہ جو حوالہ انھوں نے ابن کثیر کا دیا ہے تو اس میں دوسرا قول جو ۲۵ سال کا ہے وہ یقال سے شروع کیا یعنی یہ بھی کہا گیا جو ضعف کی دلیل ہے نہ کہ یہ صحیح قول ہے اور اگر بالفرض کاندھلوی کی بات مان لی جائے تو پھر آئیے اسی بات کو ذرا تحقیقی نظر سے دیکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کے وقت اگر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر بقول کاندھلوی کے ۲۵ سال مانی جائے تو پھر چند سال پہلے وہ بیوہ ہوئیں اور بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کیا اگر وہ مدت پانچ سال مانی جائے تو باقی بچے بیس سال تو عتیق بن عائذ مخزومی کے نکاح میں تقریباً چار پانچ سال مانا جائے جہاں ان کی ایک بچی بھی ہوئی تو باقی بچے ۱۵ سال، اسی طرح اس سے پہلے بقول کاندھلوی ابوہالہ ہند بن بناش کے نکاح میں تھیں اور ان سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے اگر بالفرض یہاں بھی ان کے نکاح میں پانچ سال رہنا مانا جائے تو باقی آپ کی عمر ۱۰ سال بنتی ہے یعنی حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا پہلا نکاح ۱۰ سال کی عمر میں ہوا اور یہ بات کسی بھی طرح کاندھلوی صاحب کو قبول نہیں جیسا کہ انھوں نے اسی دلیل کے تحت لکھا لہٰذا ان کا عقلی ڈھکوسلہ ہمیں کیسے قبول ہوسکتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق واضح ہوجانے کے بعد اسے قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے (آمین)

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۲۶)

فرقہ تفضیلیہ کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر تبرا حقیقت کیا ہے؟

الحمد للہ رب العالمین والصلاۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ واھل بیتہٖ وازواجہٖ اجمعین: اما بعد!

روافض کا یہ شعار ہے کہ وہ اہل بیت کی محبت میں گم ہونے کا دعوٰی کرتے ہیں اور اسی جھوٹی محبت کی آڑ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر زبان طعن دراز کرتے ہیں ان کے مذہب کی حقیقت یہی ہے کہ محبت اہل بیت اطہار کی آڑ میں صحابہ کرام پر تبرا کرنا باعث ثواب ہے،اب ان روافض نے اہل سنت وجماعت کے اندر سے کچھ سطحی علم کے حامل مولویوں کو ذہنی طور پر یرغمال بنالیا ہے اور وہ بلا سوچے سمجھے گمراہی کے راستے پر چل پڑے ہیں

یہ نیا گروہ بظاہر اہل سنت ہی کہلواتا ہے لیکن درپردہ اور کہیں کھل کر عقیدہ تفضیل علی رضی اللہ عنہ (جو اہل سنت کا عقیدہ نہیں ہے) کا پرچار کرتا ہے اور اسی تفضیل کی آڑ میں صحابہ خصوصًا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر کھل کر اور کہیں درپردہ تبراء کرتا ہے اس فتنے کے بڑے سرغنہ [احمد بن محمد بن الصدیق الغماری] اور اس کے دو بھائی عبداللہ وعبدالعزیز الغماری اور غماری کے شاگرد نامسعود "محمود سعید ممدوح مصری" ہیں دوسری جانب پاکستانی تفضیلیوں نے فی الحال اپنی تو کوئی تحقیق پیش نہیں کی البتہ ان دونوں حضرات کی کتب کے تراجم کراکے اور زر کثیر خرچ کر کے خوبصورت طباعت کے ساتھ پاکستانی سادہ لوح عوام اہل سنت کو گمراہ کرنے کا ایک نیا راستہ اختیار کیا ہے

پاکستانی تفضیلیوں میں مفتی محمد خان قادری صاحب جو اپنے مختصر سے حلقے میں محقق العصر مانے جاتے ہیں ۔موصوف نے ایسے کئی اسکالر تیار کر رکھے ہیں جو ایسی ہی کتابوں کے ترجمے کرتے ہیں جن میں صحابہ کرام،محدثین،علماء اہل سنت کی توہین وتحقیر ہوتی ہے۔ان مترجمین میں قاری ظہور احمد فیضی قابل ذکر ہیں اس کے علاوہ مُلا برخوردار ملتانی کی کتاب "سیرت غوث اعظم" بھی ایسی ہی کتاب ہے جسے عظمت شاہ صاحب نے طبع کروایا۔عبدالقادر شاہ صاحب ٹیچنگ بھاٹہ راولپنڈی کی کتاب "زبدۃ التحقیق" بھی اسی کی کڑی ہے جو محمود سعید

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ممدوح کی کتاب ''غایۃ التبجیل '' کا چربہ ہے۔لہٰذا ان حالات میں اہل سنت و جماعت کے جید علماء کی یہ ذمہ داری بنتی ہے کہ وہ اس فتنے کی طرف جلدی اور پلان کے ساتھ توجہ فرمائیں ورنہ کل اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سامنے کیا جواب دیں گے۔

قارئین کرام! غور فرمائیں:

کیا یہ محض اتفاق ہی کہا جاسکتا ہے کہ تفضیل شیخین کا منکر ہی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زبان طعن دراز کرتا ہے؟

کیا اس کو بھی محض اتفاق ہی کہا جاسکتا ہے کہ تفضیل شیخین کا منکر ہی بہت سی باتوں میں اجماع اُمت کے خلاف عمل کرتا ہے؟

کیا اس کو بھی محض اتفاق قرار دیا جاسکتا ہے کہ تفضیل شیخین کا منکر ہی روافض کی امام بارگاہوں میں جا کر تقریریں کرتا ہے؟

کیا اسے بھی محض اتفاق قرار دیا جاسکتا ہے کہ تفضیل شیخین کا منکر ہی روافض جن کو اہلسنت وجماعت کے ہر دور کے جید علماء نے کافر قرار دیا ہے کو مسلمان قرار دینے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے؟

کیا اس کو بھی محض اتفاق قرار دیا جاسکتا ہے کہ تفضیل شیخین کا منکر ہی ان کتابوں کو چن چن کر چھاپ رہا ہے جن میں صحابہ کی سخت توہین ہوتی ہے؟

ذرا سوچئے!

راقم کی یہ تحریر بھی ایک ایسی ہی کتاب کے ردّ میں لکھی جارہی ہے جس میں اہل بیت کی محبت کو آڑ بنا کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی سخت توہین کی گئی ہے یہ کتاب ''احمد بن محمد بن الصدیق الغماری''غالی شیعہ کی ہے جس کا عربی نام ہے[**فتح الملك العلي بصحة حديث باب مدينة العلم علي**]اور اس کا اردو نام [باب مدینۃ العلم سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ حدیث باب مدینۃ العلم کی صحت اصول حدیث کی روشنی میں]اور اس کا ترجمہ کیا ہے سید ریاض حسین شاہ کاظمی حال مقیم آزاد کشمیر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نے اور اس کتاب کے محرک ہیں راولپنڈی میں پاکستانی تفضیلیوں کے روح رواں عظمت حسین شاہ جوایسی ہی کتابوں کو چن چن کر چھپوانے میں اپنا ثانی نہیں رکھتے اس کتاب کو چھاپنے کا سہرا ایک مرتبہ پھر زاویہ پبلیشرز کے سر باندھا گیا ہے،اس کے مالک جناب نجابت علی تارڑ کا کہنا ہے کہ (پبلی شرز) کے آخر میں "شر" لگا ہے۔اسی لیے تو موصوف نے ایسی کتب کو چھاپنے کی قسم اٹھا رکھی ہے جس میں شر موجود ہو۔شاہ صاحب موصوف کا بھی پتہ نہیں کہ یہ اہل سنت و جماعت سے کس بات کا بدلہ لے رہے ہیں۔حضرت کو آج تک کسی بدمذہب کے رد میں لکھنے لکھوانے یا اہل سنت کے دفاع کی تو توفیق نہیں ہوئی البتہ اہل سنت کو تقسیم در تقسیم کرنے میں دن رات مستعد دکھائی دیتے ہیں۔

تمہیدی گفتگو کے بعد اب راقم قارئین کی توجہ غماری کی کتاب کی شر انگیزی کی طرف کراتا ہے

{حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر شراب (خمر) پینے کاالزام اوراس کاجواب}

غماری کی کتاب [**فتح الملك العلي بصحة حديث باب مدينة العلم علي**]

(مترجم ایڈیشن) کے صفحہ نمبر ۳۸۰،۳۷۹اوراس کے حاشیے میں لکھا ہے

[اسی طرح جناب معاویہ کے عہد امارت میں ان کے شراب پینے کی روایت اور اس کے علاوہ کئی روایات ہیں جن کا ذکر طوالت کا موجب ہوگا

اس کے پھر حاشیے میں لکھتے ہیں:

مسند احمد میں ہے "**عن عبدالله بن بريدة قال دخلت انا وابي على معاوية فاجلسنا على الفرش ثم اتينا بالطعام فاكلنا،ثم اتينا بالشراب فشرب معاوية ثم ناوله أبي ثم قال : ماشربته منذ حرمه رسول الله** ﷺ **ثم قال معاوية : كنت اجمل شباب**

قریش واجوده ثغرًا وما شیء کنت اجدله لذة کما کنت اجده وانا شباب غیر اللبن او انسان حسن الحدیث یحدثنی

(مسند احمد بن حنبل، حدیث بریدہ اسلمی رقم الحدیث: ۲۲۸۳۷)

ترجمہ: ''حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں اور میرے والد معاویہ کے پاس گئے انھوں نے ہمیں بستر پر بٹھایا پھر ہمارے پاس کھانا لایا گیا ہم نے کھانا کھایا پھر شراب لائی گئی تو معاویہ نے شراب پی پھر میرے والد نے شراب کا برتن پکڑ کر کہا جب سے رسول اللہ ﷺ نے اسے حرام قرار دیا ہے میں نے اسے نہیں پیا پھر جناب معاویہ نے کہا: میں عرب کا خوبصورت ترین نوجوان تھا اور سب سے زیادہ عمدہ دانتوں والا تھا مجھے جوانی کی حالت میں دودھ یا میں اچھی باتیں کرنے والے انسان کے علاوہ اس (یعنی شراب) سے بڑھ کر کسی چیز میں لذت محسوس نہیں ہوتی تھی]

پھر صفحہ ۳۸۰ کے حاشیے میں دوسری روایت لکھتے ہیں:

[حدیث حوض یہ ہے: [**عن ابی هریرة ان رسول الله ﷺ قال: یرد علیّ یوم القیٰمة رهط من اصحابی فیجلون عن الحوض ،فاقول یا رب اصحابی ؟فیقول انك لا علم لك بما احدثوا بعدك انهم ارتدوا علی ادبارهم القهقری**]

(صحیح بخاری کتاب الرقاق باب الحوض رقم الحدیث: ۶۲۱۱، ۶۲۱۳، ۶۲۱۴، ۶۲۱۵)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن میرے پاس میرے صحابہ میں سے ایک جماعت آئے گی تو انھیں حوض سے دور کر دیا جائے گا میں کہوں گا اے میرے پروردگار! یہ میرے صحابی ہیں تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا آپ کو علم نہیں جو کچھ انھوں نے آپ کے بعد کیا یہ لوگ اپنی پشتوں پر پھر گئے تھے (مرتد ہو گئے تھے)'' العیاذ باللہ]

الجواب: ان دونوں روایات کو ملا کر پڑھیے یہ مصنف اور مترجم حضرات قارئین کو کیا بتانا چاہتے ہیں؟ یہی نا کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

معاذ اللہ ثم معاذ اللہ نقل کفر کفر نباشد اللہ تعالیٰ سے ہزار بار توبہ کہ صحابہ کرام خصوصًا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اسلام سے پھر گئے کیا یہ محض اتفاق ہے کہ یہی عقیدہ رافضیوں مرتدوں کا ہے اور یہی تفضیلی حضرات باور کروانا چاہتے ہیں

مختصر تعارف احمد بن محمد بن الصدیق الغماری المغربی الادریسی المتوفی ۱۳۸۰ھ:

احمد الغماری ایک متعصب شیعہ تھا اس کے علاوہ وہ ایک متکبر اور سلف صالحین پر زبان درازی کرنے میں بہت جری تھا جیسا کہ اس کی کتب سے ظاہر ہے اس نے نہ صرف سلف صالحین علماء اہل سنت و جماعت پر زبان درازی کی بلکہ اس نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بھی کھلے دل کے ساتھ تبراء کیا اس کے ساتھ ساتھ اس کے بھائیوں عبد اللہ بن محمد بن الصدیق الغماری اور عبد العزیز الغماری نے بھی اس معاملے میں اس کا بھرپور ساتھ دیا اس کی داستان تو بہت طویل ہے صرف اس کے چند ہذیان آپ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں اس کے بعد قارئین خود فیصلہ کریں گے کہ اس کا تعلق اہل سنت و جماعت سے ہے یا یہ پکا رافضی ہے خصوصًا علمائے اہل سنت سے نہایت ادب کے ساتھ گزارش ہے کہ اس طرف جلدی توجہ فرمائیں ورنہ پانی سر سے گزر جائے گا

(۱) حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلق احمد الغماری کا تبراء:

☆[البحر العمیق فی مرویات ابن الصدیق: ۱/۱۳۱ میں لکھتا ہے

"ولا يهوله اتفاق أكثر الناس على الضلال فى تحسين الظن بالطاغية معاوية، قبحه الله ولعنه، الى أن وقف على احاديث الصحيحة عن النبى ﷺ فى لعن معاوية والاخبار بانه يموت يوم يموت على غير ملة الاسلام"

☆اسی طرح اسی کتاب "البحر العمیق فی مرویات ابن الصدیق: ۱/۱۳۵" میں لکھتا ہے:

[معاوية وابيه وابنه والحكم بن العاص وأضرابهم، قبحهم الله ولعنهم]

☆اسی طرح حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق ایک جھوٹی روایت لکھی

[روى ابو سعيد الخدرى عن النبى ﷺ اذا رأيتم معاوية على منبرى فاقتلوه۔] پھر اسی صفحہ پر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو "رأس المنافقین" لکھا، عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ، سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو بھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

معاذ اللہ اہل النار لکھا دیکھئے:

[جونة العطار فی طرف الفوائد ونوادر الأخبار: ۱/ ۳۳]

☆اسی طرح ''الاقلید: ص ۵۴۶'' میں صحابہ کرام کو معاذ اللہ ثم معاذ اللہ ملعون اور اہل النار لکھتا ہے جن میں خاص طور پر حضرت ابوسفیان، حضرت امیر معاویہ، حضرت الحکم بن العاص رضی اللہ عنہم کے بارے میں لکھا کہ یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد (معاذ اللہ) مرتد ہو گئے، حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کو فاجر اور ظالم لکھا دیکھئے:

(الاقلید: ص ۳۰) میں،

☆عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ پر طعن کیا دیکھئے:

(البرہان الجلی: ص ۶۲، ۷۸)

☆البرہان الجلی: ص ۶۶ پر اپنا عقیدہ کھل کر بیان کرتا ہے:

[اختصاص علی علیه السلام بالحقائق العرفانة ولاخلافة الباطنية و كونه بابا موصلا للعارفين الى الحضرة الأحمدية دون غيره من الصحابة]

(۲) علماء اہل سنت و جماعت کے متعلق الغماری کی زبان درازیاں:

☆احمد الغماری کے بھائی عبد العزیز الغماری کی کتاب [الباحث عن علل الطعن فی الحارث: ص ۱۶] کے حاشیہ میں امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی تکذیب کی اور ان کو گمراہ لکھا۔

☆سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ پر طعن کیا دیکھئے: (جونۃ العطار: ۱/ ۳۲)

☆حریز بن عثمان ثقہ تابعی رحمۃ اللہ علیہ کو ''خبیث، ملعون'' لکھا (جونۃ العطار: ۳/ ۸۶)

☆اسی طرح اس کے بھائی عبد العزیز نے بھی حریز بن عثمان تابعی کو ملعون لکھا

(الباحث عن علل الطعن فی الحارث: ص ۶)

☆امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتا ہے [انه كان مغنيا] (جونۃ العطار: ۲/ ۲۲۷)

☆اسی طرح امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھتا ہے:

[وهو احمد بن حنبل الذى يستحى ابليس أن يقول فى حقه ما فهت انت به]

(بیان تلبیس المفتری: ۸۱)

☆امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ کو گمراہ، متعصب اور خبیث لکھتا ہے

(جونۃ العطار: ۲/۶۱،۶۲،۲/۷۴،۲۷۴،۲۷۵)

☆علمائے حنابلہ کے بارے میں لکھتا ہے [**فانظر الی خبیث الحنابلة**]

(جونۃ العطار: ۲/۲۴۰،۲۴۱)

☆اسی طرح فقہاء کے بارے میں لکھتا ہے

[**کل من لم یتصوف من الفقهاء فهو فاسق**] (البرہان الجلی: ص ۲۳۱)

☆امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتا ہے

[**کان فیه نوع انحراف عن اهل البیت ومیل لأعدائهم**]

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو "نو یصبی" لکھا (جونۃ العطار: ۲/۲۱۸)

☆حافظ امام ابن ابی داوٗد رحمۃ اللہ علیہ کو ناصبی لکھا (جونۃ العطار: ۱/۳۹)

☆امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ مفسر و محدث اور ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کو گمراہی پھیلانے والا لکھا

(البحر العمیق: ۱/۱۳۶)

☆ابن عبد ربہ رحمۃ اللہ علیہ کو خبیث لکھا (جونۃ العطار: ۲/۱۳)

☆امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا [**ابن کثیر فانه کذاب**]

(جونۃ العطار: ۱/۱۳۵)

☆امام بدر الدین العینی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق لکھا [**متعصب، مؤرخ جاهل**]

(بیان تلبیس المفتری: ص ۱۳۹)

☆شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا [**مختل العقل، مجنون**]

(جونۃ العطار: ۲/۱۰۰،۱۰۱)

☆امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھتا ہے "**الحنفی الغالی فی التعصب**"

(بیان تلبیس المفتری: ص ۲۱۴)

یہ چند کتب کا سرسری مطالعہ کیا جو نظر آیا وہ پیش کر دیا اگر دقت نظر سے اس بد بخت الغماری کی کتب کو دیکھا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جائے تو اور بھی بہت کچھ مل سکتا ہے ایک ایمان والے کے لئے اس کی گمراہی کا اتنا ہی ثبوت کافی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہم سب کو ہدایت پر قائم و دائم رکھے اور ایسے گمراہوں سے بچا کے رکھے اب اس کا مکمل جواب ملاحظہ فرمائیں

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صحابی رسول ہیں ان کے خلاف جن کے دل بغض و عناد سے بھرے ہیں وہ بعض پہلوؤں کو چھپا کر اپنا مطلب حاصل کرتے ہیں

{پہلی روایت کا چند زاویوں سے تحقیقی جائزہ}

پہلا زاویہ سند کے اعتبار سے:

زید بن حباب:

☆یحییٰ بن معین نے کہا کہ زید بن حباب کی امام سفیان ثوری سے بیان کردہ احادیث میں تقدیم و تاخیر ہے امام احمد نے کہا آدمی تو سچا ہے لیکن غلطیاں بہت کرتا ہے

(میزان الاعتدال: ۲/۱۰۰ رقم ۲۹۹۷، الکامل فی الضعفاء الرجال: ۴/۱۶۷ رقم ۷۰۷)

☆"**قال البنانی وفیہ نظر**" بنانی نے کہا اس میں نظر ہے

(لسان المیزان: ۲/۵۰۳ رقم ۲۰۲۲)

☆امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں [**لکن کثیر الخطاء۔۔۔ ذکر ابن حبان فی الثقات وقال یخطیء یعتبر حدیثه اذا روی عن المشاهیر وأما روایته عن المجاهیل ففیها المناکیر۔۔**]

ترجمہ: لیکن غلطیاں بکثرت کرتا ہے ابن حبان نے اس کو کتاب الثقات میں ذکر کیا اور کہا کہ غلطیاں بھی کرتا ہے اس لئے اس کی وہ روایت تو معتبر ہوگی جو مشہور حضرات سے کرے گا اور مجہول لوگوں سے اس کی روایات تو ان میں مناکیر ہیں (تہذیب التہذیب: ۳/۷۸۳ رقم ۷۳۸)

حسین بن واقد المروزی ابوعبداللہ قاضی مرو:

☆امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[وقال العقيلي أنكر احمد بن حنبل حديثه وقال الأثرم قال احمد في حديثه زيادة ما ادري اي شيء هي ونفض يده وقال الساجي فيه نظر]

ترجمہ: امام عقیلی نے کہا کہ امام احمد بن حنبل نے اس کی حدیث کا انکار کیا اور اثرم نے امام احمد کا قول نقل کیا کہ ان کے نزدیک (حسین بن واقد احادیث) میں زیادتی کرتا تھا مجھے اس کی وجہ معلوم نہیں اور اپنا ہاتھ جھاڑ دیا اور امام ساجی نے کہا اس میں نظر ہے

(تہذیب التہذیب: ۲/ ۳۲۲ رقم ۶۴۲)

☆امام ذہبی نے اسے ''دیوان الضعفاء: ص ۹۱ رقم ۱۰۱۸'' میں شمار کیا

☆[قال أبي ما أنكر حديث حسين بن واقد۔۔]

(العلل ومعرفة الرجال روایة عبداللہ: ۱/ ۳۰۱ رقم ۴۹۷)

☆امام عقیلی نے ''الضعفاء للعقیلی: ۱/ ۲۵۱ رقم ۳۰۰'' میں نقل کی

☆امام ذہبی لکھتے ہیں [واستنكر احمد بعض حديثه۔۔]

ترجمہ: امام احمد نے اس کی بعض احادیث کو منکر کہا (میزان الاعتدال: ۱/ ۲۵۷)

عبداللہ بن بریدہ:

☆امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں

[قال ابراهيم حربي عبد الله أتم من سليمان ولم يسمعا من أبيهما وفيما روى عبدالله عن أبيه احاديث منكرة]

ترجمہ: امام حربی کہتے ہیں کہ عبداللہ بن بریدہ اپنے بھائی سلیمان بن بریدہ سے اتم ہے لیکن ان دونوں نے اپنے باپ (بریدہ) سے کچھ نہیں سنا عبداللہ جو روایتیں اپنے باپ (بریدہ) سے روایت کرتا ہے وہ منکر ہیں

(تہذیب التہذیب: ۵/ ۱۳۸ تحت رقم ۲۷۰، جامع الاصول لابن أثیر: ۱۰/ ۲۰۸)

اسنادی حیثیت:

اس روایت میں ایک راوی جو کثیر الخطاء ہے، ایک راوی کی روایات منکر ہوتی ہیں اور ایک راوی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا اپنے باپ سے سماع ہی ثابت نہیں یعنی منقطع روایت ہے لہٰذا یہ روایت اس قابل نہیں کہ اس سے استدلال کیا جاسکے

☆ تفضیلی و روافض چلے ہیں اس روایت سے صحابی رسول پر شراب (خمر) پینے کا الزام ثابت کرنے، کیا محدثانہ شان ہے ان کی

دوسرا زاویہ مذکورہ روایت کا متن کے لحاظ سے تحقیقی جائزہ:

☆ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے پہلے امام ابوبکر ابن ابی شیبہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی [مصنف] میں اسی سند کے ساتھ اس کو روایت کیا مگر متن میں حرمت رسول والے الفاظ نہیں ملاحظہ فرمائیے:

[حدثنا زيد بن الحباب ،عن حسين بن واقد،قال حدثنا عبد الله بن بريدة : قال دخلت أنا وأبي على معاوية: فأجلس أبي على السرير وأوتي بالطعام فطعمنا وأتي بالشراب فشرب،فقال معاوية ما شيء كنت أستلذه وأنا شاب فأخذه اليوم الا اللبن،فاني أخذه كما كنت اخذه قبل اليوم،والحديث الحسن]

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۱/ ۹۴ رقم ۱۳۲۰۱ تحقیق محمد عوامہ، دوسرا نسخہ ۶/ ۱۸۸ رقم ۳۰۵۶۰)

☆ امام ابوزرعہ الدمشقی نے بھی [تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ص ۱۰۲] میں یہی روایت لکھی ہے، لکھتے ہیں

[حدثنا احمد بن شبويه قال: حدثنا علي بن الحسين عن أبيه قال: حدثني عبد الله بن بريدة قال: دخلت مع أبي على معاوية]

☆ امام ابن عساکر نے بھی [تاریخ ابن عساکر: ۲۷/ ۱۲۷] میں یہ روایت ان الفاظ میں لکھی ہے [حدثنا احمد بن شبويه قال: حدثنا علي بن الحسين عن أبيه قال: حدثني عبد الله بن بريدة قال: دخلت مع أبي على معاوية]

☆ الحافظ علی بن ابی بکر بن سلیمان الہیثمی نے [غایۃ المقصد فی زوائد المسند: ۲/ ۱۸۷۶] میں اس کو ان الفاظ سے روایت کیا [حدثنا زيد بن الحباب ،حدثني حسين بن واقد المروزي، حدثنا عبد الله بن بريدة : قال دخلت أنا وأبي على معاوية: فأجلسنا على الفرش، ثم أتينا بالطعام، فأكلنا ثم أتينا بالشراب، فشرب معاوية،ثم ناول أبي،ثم قال معاوية :

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

كنت أجمل شباب قريش،وأجودة ثغرا،وما شيء كنت أجده لذة، كما كنت أجده،
وأنا شاب غير اللبن،وانسان،حسن الحديث يحدثني]

☆امام ہیثمی نے یہ روایت لکھ کر فرمایاوفی کلام معاویۃشيء ترکته[عن عبد الله بن بريدة:
قال دخلت أنا وأبي على معاوية: فأجلسنا على الفراش، ثم أتينا بالطعام، فأكلنا
ثم أتينا بالشراب، فشرب معاوية،ثم ناول أبي[ثم قال ما شربته منذ حرمه
رسول الله ﷺ]ثم قال معاوية: كنت أجمل شباب قريش،وأجودة ثغرا،وما شيء
كنت أجده لذة، كما كنت أجده ، وأنا شاب غير اللبن ،وانسان ،حسن الحديث
يحدثني] (مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۵/ ۴۲ رقم ۸۰۲۲)

☆[ثم قال ما شربته منذ حرمه رسول الله ﷺ] یہ الفاظ راوی کے مدرج ہیں اسی لئے امام ہیثمی نے اس کو ترک کیا اور اس کی ایک یہ بھی دلیل ہے جیسا کہ اوپر مختلف کتب سے میں نے دکھایا کہ یہ الفاظ ان محدثین نے روایت نہیں کیے لہٰذا یہ متن کے لحاظ سے مسند احمد کی روایت ٹھیک نہیں

تیسرا زاویہ درایت کے لحاظ سے مذکورہ روایت کا تحقیقی جائزہ

☆حضور ﷺ کے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کتاب اللہ کے حامل اور عامل تھے اور سنت نبوی ﷺ کو عام کرنے والے اور فرمان نبوی ﷺ کو ماننے والے تھے قرآن حکیم اور حضور ﷺ کے فرمان اس پر شاہد ہیں بنا بریں صریح حکم شرعی کی خلاف ورزی کوئی صحابی بھی نہیں کرتا تھا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تو مشاہیر صحابہ کرام میں سے تھے اور خلیفۃ المسلمین کے درجے پر فائز ہیں وہ حرام فعل کے کیسے مرتکب ہوئے اور انھوں نے شرعی مسئلے کا خلاف کیسے کر دیا؟ حالانکہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے حرمت خمر پر کئی روایات اور احادیث منقول ہیں ملاحظہ فرمائیے درج ذیل روایات:

☆[حدثنا علي بن ميمون الرقي،حدثنا خالد بن حيان ،عن سليمان بن عبد الله بن الزبرقان،عن يعلى بن شداد بن اوس،سمعت معاوية: يقول سمعت رسول الله ﷺ كل مسكر،حرام على مؤمن]

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے سنا آپ ﷺ نے فرمایا ہر نشہ دینے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

والی چیز ہر مومن پر حرام ہے

(۱) سنن ابن ماجہ: ۴/ ۴۸۳ رقم ۳۳۸۹

(۲) صحیح ابن حبان مع حواشی الأرناؤوط: ۱۲/ ۱۹۵ رقم ۵۳۷۴

(۳) مسند ابی یعلی: ۶/ ۴۳۲ رقم ۷۳۵۵

(۴) الفوائد لابن مندہ: ۱/ ۱۴۵ رقم ۴۷

(۵) مصباح الزجاجۃ: ۴/ ۴۱ رقم ۱۱۸۳

اسنادی حیثیت: یہ روایت حسن ہے

☆[**حدثنا ابو کریب ،حدثنا ابو بکر بن عیاش عن عاصم بن بھدلۃ عن ابی صالح ،عن معاویۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ من شرب الخمر فاجلدوہ فان عاد فی الرابعۃ فاقتلوہ**] اسنادہ صحیح

ترجمہ: حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا شراب پینے والے کو (حد) مارو اور چوتھی دفعہ ایسا کرے تو اس کو قتل کرو

(۱) سنن ترمذی: ۴/ ۴۸ رقم ۱۴۴۴

(۲) مسند احمد بن حنبل: ۴/ ۹۷ رقم ۱۶۹۳۴

(۳) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۸/ ۳۱۳ رقم ۱۷۵۹۶

(۴) موارد الظمان الی زوائد ابن حبان: ۱/ ۳۶۴ رقم ۱۵۱۹

اسنادی حیثیت: یہ روایت صحیح ہے

☆مختصر یہ کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حرمت خمر کی روایات خود نقل کرنے والے ہیں اور حضور ﷺ سے شراب پینے کی وعیدیں خود سماعت فرما چکے تھے اور حضور ﷺ کے کاتب وحی بھی رہ چکے تھے اس لئے یہ مسئلہ ان پر مخفی بھی نہ تھا اس لئے انھوں نے ان فرامین کے خلاف ہرگز نہیں کیا کیونکہ یہ ان کی دیانت کے خلاف تھا اگر ایسا ہوتا تو پھر محدثین نے ان سے روایات لی ہیں خصوصاً امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں ایک پوری مسند امیر معاویہ سے نقل کی ہے لہٰذا یہ درایۃً روایت بھی صحیح نہیں ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چوتھا زاویہ معانی کے اعتبار سے مذکورہ روایت کا تحقیقی جائزہ

مذکورہ روایت میں بیان کردہ الفاظ میں عبارت کا مفہوم واضح نہیں اور معنی کے اعتبار سے اس کے مفہوم میں تدافع پایا جاتا ہے، وجہ یہ ہے کہ لفظ ''ثم ناولہ ابی'' کے بعد ''ثم قال'' مذکور ہے اس ''قال'' کا فاعل اگر لفظ ''ابی'' کو بنایا جائے تو ''ثم قال'' کی بجائے نحوی لحاظ سے ''فقال'' ہونا چاہیے اور اگر ''**ثم قال**'' کا فاعل امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو بنایا جائے تو روایت کا مفہوم باہم متعارض بن جاتا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ما قبل میں ''**شرب معاویة**'' موجود ہے پھر یہ کہنا کہ ''**ما شربته منذ حرمه رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم'' اس سے متعارض مفہوم بنتا ہے لہٰذا یہ جملہ درست نہیں اور یہ کسی راوی کا مدرج ہے

پانچواں زاویہ فقہی طریقہ سے مذکورہ روایت کا تحقیقی جائزہ

☆ یہ مسلمہ فقہی کلیہ ہے کہ محرم اور مبیح کا تعارض ہو تو محرم کو ترجیح دی جاتی ہے، اگر اس متنازعہ روایت کو صحیح بھی تسلیم کر لیا جائے تو یہ مبیح روایت ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے جو روایات سنن ابن ماجہ اور سنن ترمذی میں ہیں وہ محرم ہیں لہٰذا ترجیح محرم کو ہوگی تو یہ متنازعہ روایت چھوڑ دی جائے گی

چھٹا زاویہ حضرات اہل بیت اور صحابہ کرام کا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تعاون کا تحقیقی جائزہ

☆ یہ بات قابل توجہ ہے کہ اہل بیت وصحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے ان کی خلافت کے دور میں ہر طرح کا تعاون فرماتے رہے مثلاً حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ، حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت بھی کی اور ان سے وظائف بھی حاصل کرتے رہے اور ان کی اقتداء میں نمازیں بھی ادا کرتے رہے اسی طرح عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ، عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام وغیرہم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس آتے جاتے تھے اور ان سے ہدایا اور وظائف بھی لیتے تھے اور اس دور کے جہاد میں بھی حصہ لیتے تھے اور مال غنیمت بھی وصول کرتے تھے

☆ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے تو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بیعت فرمائی تھی جیسا کہ کتب روافض اور کتب اہل سنت میں صراحتاً موجود ہے

''**جبرئیل بن احمد و ابو اسحاق بن حمدویه و ابراهیم بن نصیر عن محمد بن عبد**

الحميد العطار الكوفي، عن يونس بن يعقوب، عن فضيل غلام محمد ابن راشد قال: سمعت أبا عبد الله عليه السلام ”درج بالاسند سے یہ روایت ہے کہ

”امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شام بلایا، جب یہ سب آگئے تو گفتگو کے آخر میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے امام حسن رضی اللہ عنہ سے فرمایا“:

[فقال: یاحسن قم فبایع فقام بایع ،ثم قال للحسین علیه السلام: قم فبایع ،فقام بایع،ثم قال قم فبایع فلتفت الی الحسین علیه السلام ینظر ما یأمره ،فقال: یا قیس انه امامی یعنی الحسن علیه السلام]

ترجمہ: فرمایا اے حسن (رضی اللہ عنہ) اٹھیے اور میری بیعت کیجئے آپ علیہ السلام اٹھے اور بیعت کی، پھر امام حسین (رضی اللہ عنہ) کو اٹھ کر بیعت کرے کو کہا، انھوں نے بھی اٹھ کر بیعت کی پھر قیس کو فرمایا اٹھ کر بیعت کرو اس نے امام حسین علیہ السلام کی طرف دیکھا تاکہ مرضی معلوم کر سکے، آپ علیہ السلام نے فرمایا: اے قیس امام حسن میرے امام ہیں

(۱) بحار الانوار: جز ۴۴/ ۶۱ رقم ۹ (۲) رجال کشی: رقم ۱۸۶

(۳) معجم رجال الحدیث: ۱۵/ ۶۷ (۴) الدرجات الرفیعہ، السید علی ابن معصوم: ۱/ ۳۷۷

(۵) اختیار معرفۃ الرجال: رقم ۱۸۶ تحت ترجمہ قیس بن سعد بن عبادہ

(۶) کلمات الامام الحسین الشیخ الشریفی: ۱/ ۲۰۳ (۷) الانتصار: جز ۸/ ۳۷

☆ اہل سنت کی کتب میں اس کا تذکرہ کچھ اس طرح ہے

[اجتمع الناس علیه حین بایع له الحسن بن علی وجماعة ممن معه وذلك فی ربیع أو جمادی سنة احدی وأربعین]

ترجمہ: جب حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی) بیعت کر لی تو سب لوگ (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت پر) متفق ہو گئے یہ (واقعہ) ربیع (الثانی) یا جمادی (الاول) ۴۱ھ کا ہے

(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب: ۱/ ۴۴۵)

اگر بقول طعن کرنے والوں کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ شراب پینے کے مرتکب تھے تو ان حضرات نے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیوں منع نہیں کیا؟ خصوصاً راویت کے راوی سے ایسا کچھ ثابت نہیں، ان کے ساتھ دینی و دنیوی تعلقات کیوں استوار رکھے؟ کیا یہ حضرات گناہ اور ظلم پر تعاون کرتے رہے؟ کیا یہ آیات ان کے پیش نظر نہ تھیں

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ص وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (المائدۃ:۲)

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ھود:۱۱۳)

یقیناً ایسا نہیں ہے ایسا بےہودہ اعتراض تو صرف تفضیلیوں اور رافضیوں کا مقدر ہے۔

ساتواں زاویہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی نظر میں

☆ حضور ﷺ کے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بہت سے فرمان موجود ہیں مگر ابھی صرف ایک فرمان پیش کرتا ہوں:

[حدثنا محمد بن يحيىٰ ،حدثنا ابو مسهر عبد الاعلى بن مسهر ،عن سعيد بن عبد العزيز ،عن ربيعة بن يزيد، عن عبد الرحمن بن أبي عميرة وكان من أصحاب رسول الله ﷺ :عن النبي ﷺ أنه قال: لمعاوية اللهم اجعله هاديا مهديا واهد به۔]

ترجمہ: ”حضرت ابو عمیرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے دعا فرمائی: اے اللہ! اسے ہادی ومہدی بنا، اسے ہدایت دے اور اس کے ذریعے لوگوں کو ہدایت دے“

(۱) سنن ترمذی تحقیق احمد شاکر وآخرون: ۵/۶۸۷ رقم ۳۸۴۲

(۲) مسند احمد: ۴/۲۱۶ رقم ۱۷۹۲۶

(۳) معجم الاوسط للطبرانی: ۱/۲۰۵ رقم ۶۵۶

(۴) مسند الشامیین: ۱/۱۸۱ رقم ۳۱۱

(۵) معجم الصحابۃ لابن قانع: ۲/۱۴۶ رقم ۶۲۱

(۶) حلیۃ الاولیاء: ۸/۳۵۸

(۷) الفوائد لابن مندہ: ۱/۱۹۷ رقم ۴۰

(۸) جامع المسانید والسنن لابن کثیر: ۵/۵۳۶ رقم ۶۹۸۶

اسنادی حیثیت: یہ روایت صحیح ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

☆حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے جتنی دعائیں مانگیں وہ یقیناً قبول ہوئیں اس میں یہ دعا بھی شامل ہے اور اگر تفضیلیوں و رافضیوں کی بات کو مانا جائے تو حضور ﷺ کی دعا غلط ثابت ہوتی ہے اور یہ بات قطعاً درست نہیں ،اللہ تعالیٰ نے انھیں ہادی بھی بنایا اور مھدی بھی بنایا اور یہ تب ہی ممکن ہے جب کہ وہ خود ان عیوب سے پاک ہوں اور وہ یقیناً ان عیبوں سے پاک ہیں کیونکہ انھیں حضور ﷺ کی دعا کا شرف حاصل ہے لہٰذا مذکوہ اعتراض مردود ہے

کیا نبی ﷺ کی یہ دعا قبول ہوئی

امام ابن حجر الہیتمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

[فتأمل هذا الدعاء من الصادق والمصدوق وان ادعية لامته لا سيما اصحابه مقبولة غير مردودة تعلم ان الله سبحانه استجاب لرسول الله ﷺ هذا الدعاء لمعاوية فجعله هاديا للناس مهديا فى نفسه ومن جمع الله له بين هاتين المرتبتين كيف يتخيل فيه ما تقول عليه المبطلون ووصمه به المعاندون معاذالله لا يدعو رسول الله ﷺ هذا الدعاء الجامع لمعالى الدنيا والآخرة المانع لكل نقص نسبته اليه الطائفة المعارقة الفاجرة۔۔]

ترجمہ:”صادق ومصدوق ﷺ کی اس دعا پر غور کرو،اور آپ ﷺ کی وہ دعائیں جو آپ ﷺ نے اپنی امت ،بالخصوص اپنے اصحاب کے لئے اللہ تعالیٰ کے حضور مانگیں مقبول ہوئیں ان میں سے کوئی بھی رد نہیں کی گئی ،تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ دعا جو حضور ﷺ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے لئے کی ،یہ بھی مقبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو لوگوں کو ہدایت دینے والا اور ہدایت یافتہ بنا دیا اور جس شخص میں اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں صفتیں جمع فرما دی ہوں اس کی بابت وہ باتیں کیوں کر خیال کی جا سکتی ہیں جو باطل پرست معاند کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ ایسی جامع دعا جو دنیا و آخرت کے مراتب کو شامل ہو اور ہر نقص سے پاک کرنے والی ہو اسی کے لئے ہی کریں گے جسے آپ ﷺ نے اس کا اہل سمجھا ہو گا

(تطہیر الجنان واللسان ابن حجر الہیتمی: ص ۵۱)

☆امام شرف الدین حسین بن عبد اللہ الطیبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[ولا ارتیاب ان دعاء النبی ﷺ مستجاب فمن کان حاله هذا کیف یرتاب فی حقه]

ترجمہ: اس میں کوئی شک نہیں، بلاشبہ (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حق میں) نبی ﷺ کی یہ دعا قبول ہو چکی ہے پس جس کا یہ حال ہو تو اس کے بارے میں کیسے شک کیا جا سکتا ہے

(شرح الطیبی علی مشکوٰۃ المصابیح: ۱۲/ ۳۹۴۸ تحت رقم ۶۲۴۴)

☆یہی بات ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی لکھی ہے:

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح: ۹/ ۴۰۲۲ رقم ۶۲۴۴)

آٹھواں زاویہ مذکورہ روایت میں موجود مشروب کا تحقیقی جائزہ

☆اگر بالفرض روایت کو کسی طرح مان بھی لیا جائے تو اس کا مفہوم اور محل یہ ہوگا کہ وہ مشروب جو حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نوش فرمائی وہ خمر نہیں تھا جو شرعاً حرام ہے بلکہ وہ ایک قسم کا ایسا مشروب تھا جو مسکر نہیں ہوتا تھا جو بطور مقوی غذا کے استعمال ہوتا تھا اور راوی کی تعبیر نے اس کو ایسے الفاظ میں بدل دیا جس سے اس کے حرام ہونے کا شبہ پیدا کر لیا گیا اور وہ مشروب، نبیذ تھی

نبیذ کا استعمال سلف صالحین کی نظر میں:

☆دور صحابہ کرام میں نبیذ کا استعمال ہوتا تھا اور یہ تمر (کھجور) سے بنائی جاتی تھی اور بعض اوقات منقی اور شہد سے بھی تیار کی جاتی تھی اور نبیذ شرعاً حلال تھی اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس کی حلت کی بنا پر اس کا استعمال کرتے تھے

[عن ابی مسعود قال عطش النبی ﷺ حول الکعبة فاستسقی فاتی بنبیذ من نبیذ السقایة فشمه فقطب فصب علیه من ماء زمزم ثم شرب فقال رجل: احرام هو فقال، لا]

ترجمہ: حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں فرماتے ہیں کعبہ شریف کے پاس نبی ﷺ کو پیاس محسوس ہوئی تو آپ نے پانی طلب کیا آپ کے پاس مشکیزے میں سے نبیذ لائی گئی آپ نے اسے سونگھا پھر سامنے سے ہٹایا اس کے بعد اس میں آب زمزم ملا کر نوش فرمایا ایک شخص نے عرض کیا، کیا یہ حرام ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں (شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴/ ۲۱۹ رقم ۶۴۷۱)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[عن عمرو بن میمون قال: شهدت عمر حین طعن، فجاء ہ الطبیب فقال: ای الشراب احب الیك قال النبیذ فاتی بنبیذ فشرب منه فخرج من احدی طعنتیه]

ترجمہ: حضرت عمرو بن میمون رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو نیزہ لگا اس وقت آپ کی خدمت میں طبیب کو لایا گیا اور اس نے پوچھا کہ آپ کو کونسا مشروب پسند ہے آپ نے فرمایا نبیذ ،وہ لایا گیا تو آپ نے اس سے نوش فرمایا تو وہ نیزے کی دوضربوں میں سے ایک (یعنی زخم) سے نکل گیا

(شرح معانی الآثار للطحاوی: ۴/ ۲۱۸رقم ۶۴۶۰)

[قال:أخبرنا عفان بن مسلم ،قال: حدثنا شعبة ،عن سلیمان الاعمش،عن موسیٰ بن طریف ،عن ابیه قال: وكان علی بیت مال علی بن ابی طالب أن علیا شرب نبیذ جرة خضراء]

ترجمہ: موسیٰ بن طریف اپنے والد سے نقل کرتے ہیں جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بیت المال کا منشی تھا وہ کہتے ہیں کہ حضرت علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نبیذ نوش فرمایا جو سبز رنگ کے مٹکے سے لیا گیا تھا

(طبقات الکبریٰ ابن سعد: ۶/ ۲۴۵رقم ۷۹۲۱)

[أخبرنا فضل بن دكین،قال: حدثنا فطر بن خلیفة،عن منذر الثوری،عن ابن الحنفیة:أنه كان یشرب نبیذ الدن]

ترجمہ: حضرت ابن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ مٹکے سے نبیذ نوش فرمایا کرتے تھے

(طبقات الکبریٰ ابن سعد: ۵/ ۱۱۵رقم ۵۹۳۰)

[حدثنا ابوبكر ،وكیل دار العباس بحمص،قال : حدثنا شریح بن یونس،قال: حدثنا مروان بن معاویة،قال: حدثنا ابو العریان خالد بن نشیط قال: دعینا الی دعوة فیها الحسن البصری فأكلنا فأتی بنبیذ فشرب الحسن وشربنا]

ترجمہ: خالد بن نشیط کہتے ہیں کہ ایک دعوت طعام کا بندبست کیا ہے اس میں حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ بھی مدعو تھے پس ہم سب لوگوں نے کھانا کھایا اور اس کے بعد پینے کے لئے نبیذ لایا گیا تو حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے نوش فرمایا اور ہم نے بھی پیا

(الکنی والاسماء الدولابی: ۴/ ۳۰۹رقم ۹۲۳)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کیا سلف صالحین نبیذ کو خمر بھی کہتے تھے؟

☆اس مسئلے کی وضاحت کے لئے ایک بڑا ثبوت پیش خدمت ہے امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کا ذکر فرمایا ہے کہ اس دور میں اہل مکہ و اہل مدینہ نبیذ پر بھی خمر کا اطلاق کر دیتے تھے امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ ''تاریخ ابن معین روایۃ الدوری'' میں لکھتے ہیں

[سمعت یحییٰ یقول سمعت یعقوب بن ابراھیم بن سعد عن ابیه قال: أخبرنی من رأى بریدة بن سفیان یشرب الخمر فی طریق الری قال: یحییٰ وقد روی محمد بن اسحاق عن بریدة بن سفیان ھذا قال ابو الفضل ان اھل المدینة و مکة یسمون النبیذ خمرا والذی عندنا أنه رأى بریدة یشرب نبیذا فی طریق الری فقال رأیته یشرب خمرا]

ترجمہ: ''یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے یعقوب بن ابراہیم سے سنا وہ اپنے والد سے ذکر کرتے تھے کہ مجھے اس شخص نے خبر دی جس نے بریدہ بن سفیان رضی اللہ عنہ کو طریق الری میں خمر پیتے ہوئے دیکھا یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ محمد بن اسحاق نے بریدہ بن سفیان رضی اللہ عنہ سے اس چیز کو روایت کیا، اور ابو الفضل کہتے ہیں کہ اہل مدینہ اور اہل مکہ نبیذ پر خمر کا اطلاق کرتے تھے اور نبیذ کو خمر کہہ دیتے تھے اصل بات یہ کہ بریدہ رضی اللہ عنہ کو جو طریق الری میں نبیذ پیتے دیکھا گیا اسی کو دیکھنے والے نے خمر کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے''

(تاریخ ابن معین روایۃ الدوری: ۳/ ۷۰ رقم ۲۶۸)

حاصل کلام یہ ہے کہ صحابہ کرام کے دور میں نبیذ پر بھی بعض دفعہ خمر کا اطلاق ہوتا تھا اور بعض دفعہ طعام کے بعد مقوی مشروب استعمال کیے جاتے تھے جن میں ایک نبیذ بھی ہے جو شرعاً حلال اور جائز ہے اور اس متنازعہ روایت میں بھی نبیذ کا بیان ہے جس کو یار لوگوں نے حرام شراب بنا کر پیش کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر اپنے بغض و عناد کا اظہار کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کوئی بھی حرام شراب کا استعمال نہیں کرتا تھا اللہ تعالیٰ صحابہ و اہل بیت رضی اللہ عنہم کے بغض و عناد سے محفوظ فرمائے

{امام ابو عبد الرحمن بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان کہ صحابہ کرام اسلام کا دروازہ ہیں}

امام ابو عبد الرحمن بن شعیب النسائی رحمۃ اللہ علیہ سے سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے بڑی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پیاری مثال دے کر سمجھایا کہ:

[انما الاسلام کدار لها باب، فباب الاسلام الصحابة، فمن آذی الصحابة انما أراد الاسلام کمن نقر الباب انما یرید دخول الباب: فمن أراد معاویة فانما أراد الصحابة]

ترجمہ: دین اسلام ایک گھر ہے جس کا دروازہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں پس جو کوئی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ایذا پہنچاتا ہے تو گویا وہ دین اسلام کو ایذا پہنچاتا ہے جیسے کوئی گھر کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے تو اندر داخل ہونے کے لئے ہی کھٹکھٹاتا ہے اسی طرح جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کی ایذا رسانی کا ارادہ کرتا ہے دراصل وہ صحابہ کی ایذا رسانی کا ارادہ کرتا ہے (جو کہ درحقیقت دین اسلام کی ہی ایذا رسانی ہے)

(۱) تاریخ دمشق ابن عساکر: ۱۷/ ۱۷۵،۱۷۶ (۲) مختصر تاریخ دمشق: ۱/ ۳۴۶

(۳) تہذیب الکمال: ۱/ ۳۴۰ (۴) اکمال تہذیب الکمال: ۱/ ۵۷

(۵) عدالۃ الصحابۃ رضی اللہ عنہم فی ضوء القرآن الکریم: ۹۶، ۱۱۸

(۶) ترتیب المدارک وتقریب المسالک: ۱/ ۳۸

{دوسری روایت کا تحقیقی جائزہ}

دوسری روایت جو بخاری کتاب الرقاق باب الحوض سے پیش کی اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں:

☆ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کو صحابی کہنا طعن کے طور پر ہوگا اور ملائکہ کا عرض کرنا ان کو سنا کر غمگین کرنے کے لئے ہوگا ورنہ ملائکہ نے ان کو یہاں تک آنے ہی کیوں دیا جیسا کہ قرآن حکیم میں ہے کہ جہنمی کافر سے کہا جائے گا

[ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ]

ترجمہ: عذاب چکھ، تو، تو عزت کرم والا ہے (الدخان: ۴۹)

☆ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سورج کو دیکھ کر فرمایا "هٰذَا رَبِّیْ" "یہ میرا رب ہے (الانعام: ۷۶)

غور کرنے کی بات تو یہ ہے کہ آج تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سارے واقعے کو جانتے ہیں اور فرماتے ہیں "أَعْرِفُهُمْ" "ہم ان کو پہچانتے ہیں، تو کیا معاذ اللہ قیامت والے دن بھول جائیں گے؟ تفضیلیوں او ر رافضیوں کو تو یہ زیب نہیں دیتا کیونکہ وہ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں کیا یہاں بغض

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

معاویہ میں وہ عقیدہ بھی چھوڑ دیا اس کے علاوہ قیامت کے دن مسلمانوں کی چند علامات ہوں گی، اعضاء وضو کا چمکنا، چہرہ نورانی ہونا، داہنے ہاتھ میں نامہ اعمال کا ہونا، پیشانی پر سجدہ کا داغ ہونا (دیکھئے مشکوٰۃ کتاب الصلوٰۃ میں) اور کفار کی علامات اس کے خلاف ہوں گی، ان لوگوں کو ملائکہ کا روکنا، ان کی ارتداد کی خاص علامت ہوگی جو آج بیان ہو رہی ہے پھر کیا وجہ ہے اتنی علامات کے ہوتے ہوئے حضور ﷺ ان کو نہ پہچانیں جب کہ آج بتا رہے ہیں۔

اس کے علاوہ حضور ﷺ نے جنتی و جہنمی لوگوں کی خبر دی، عشرہ مبشرہ کو جنتی ہونے کی خوش خبری دی، سند حسن کے ساتھ سنن ترمذی: ۴/ ۴۴۹ رقم ۲۱۴۱ میں ہے حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو دو کتابیں دکھائیں جن میں جنتی اور جہنمی لوگوں کے نام تھے، حوض پر نہ پہچاننے کے پھر تفصیلیوں کے کیا معانی ہیں؟

حدیث میں ہے کہ جنتی مسلمان جہنمی مسلمانوں کو نکالنے کے لئے جہنم میں جائیں گے اور ان کی پیشانی کے داغ دیکھ کر ان کو جل چکنے کے بعد نکالیں گے اور ان سے فرمایا جائے گا

[فَمَنْ وَجَدْتُّمْ فِيْ قَلْبِهٖ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ مِّنْ خَيْرٍ فَأَخْرِجُوْهُ۔]

ترجمہ: جن کے دل میں رائی کے برابر ایمان پاؤ ان کو نکال لے آؤ

(۱) صحیح مسلم: ۱/ ۱۱۵ رقم ۴۸۲ (۲) مسند الطیالسی: ۳/ ۶۲۹ رقم ۲۲۹۳

(۳) المستدرک للحاکم: ۴/ ۶۲۶ رقم ۸۷۳۶ (۴) مسند أبی عوانۃ: ۱/ ۱۵۶ رقم ۴۴۹

جب جنتی مسلمان دوزخی مسلمانوں کے دلوں کے ایمان کو بھی پہچانتے ہیں بلکہ یہ بھی جانتے ہیں کس کے دل میں کس درجے کا ایمان ہے دینار کے برابر یا ذرہ کے برابر یہ تو سب مانیں لیکن حضور ﷺ کا چہرہ دیکھ کر اور علامات دیکھ کر بھی مرتدین کو نہ پہچانیں کہ یہ کافر ہیں یا مسلمان یہ کیسا عقیدہ ہے اللہ تعالیٰ سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اہل سنت و جماعت کے عقائد پر مستحکم رکھے اور گمراہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۲۷)

مروجہ چھ کلموں کا بیان

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیّد المرسلین: أما بعد!

قارئین کرام اس مضمون کے لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ آج بدمذہبی عروج پر ہے اور اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بدمذہبوں نے ہر چیز کو بدعت قرار دینے کی مہم کو تیز کر دیا ہے اور اس بدعت کی آڑ میں ان لوگوں نے اسلام کو بہت نقصان پہنچایا ہے اور عوام وخواص کے ذہنوں کو منتشر کیا ہے یہ ایک بیرونی یہود ونصارا کی سازش کا نتیجہ ہے

بڑے افسوس کی بات ہے کہ ان لوگوں نے مسلمانوں کے اجماعی کاموں کو بدعت تو بنایا ہی تھا لیکن ان لوگوں نے اسلام کے بنیادی رکن کلمہ طیبہ کو بھی بدعت قرار دے دیا، غیر مقلدین تو صرف باقی پانچ کلموں کو بدعت کہتے تھے انھی ہی کی ایک قسم نے پہلا کلمہ طیب کو بھی بدعت قرار دیا ہے جیسا کہ مفتی اعظم سعودی عرب ابن باز "فتاویٰ ابن باز جلد دوئم" میں ایک سوال کہ ایک آدمی کلمہ طیبہ کا ذکر کرتا ہے تو یہ کیسا ہے اس کے جواب میں لکھتے ہیں کہ یہ بدعت ہے کیونکہ پورا کلمہ " لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" قرآن وسنت میں ثابت نہیں اور " لا الہ الا اللہ" اتنا ثابت ہے لہٰذا اتنا ہی ذکر کرنا چاہیے

یہ حال ہے مفتی اعظم سعودی عرب کا، جب ایسے لوگ دین کے ٹھیکیدار بن جائیں تو دین کا بیڑا اغرق ہی ہوگا اور لوگوں کے دلوں میں اسلام کی محبت کم ہی ہوگی اور یہ دین کی خدمت نہیں بلکہ دین کی بربادی ہے اور یہی کام غیر مقلدین جن کے تقریباً ۲۱ گروہ ہیں کر رہے ہیں اور سعودی مفتیان تو یہ کام بڑے اعلیٰ پیمانے پر سرانجام دے رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں اہل سنت وجماعت کے عقائد ومسائل پر قائم رہنے کی توفیق عطاء فرمائے (آمین)

بدعت کا بیان

چونکہ بدمذہبوں کا سب سے بڑا ہتھیار شرک وبدعت ہے لہٰذا آج اس مضمون میں ان میں ایک یعنی بدعت کے بارے میں اختصاراً چند باتیں پیش کی جاتی ہیں تاکہ اصل مضمون چھ کلموں کے بارے میں صحیح طریقہ سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بات کو سمجھا جا سکے

بدمذہب بدعت کے بارے میں یہ بات کہتے ہیں کہ "ہرنئی چیز بدعت ہے" یا تھوڑا اضافہ کر کے یہ کہتے ہیں "دین میں ہرنئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے" اسی طرح کچھ تبدیلی کے ساتھ اس کو اس طرح بھی بیان کیا جاتا ہے "جس چیز کا ثبوت قرآن وسنت میں نہیں وہ بدعت ہے" لہٰذا بدعت کا صحیح مفہوم سمجھنا ضروری ہے

بدعت کا لغوی مفہوم

بدعت عربی زبان کا لفظ ہے جو "بدع" سے مشتق ہے المنجد ص ۶۷ میں ہے [البدعۃ: وہ چیز جو بغیر کسی سابق مثال کے بنائی جائے مذہب میں نئی رسم، بَدُعَ: لاثانی ہونا، بے مثال ہونا، بَدَعَ: کوئی شے ایجاد کرنا، کوئی چیز بغیر نمونہ کے بنانا، ابتداء کرنا]

جس طرح یہ کائنات عدم اور نیست تھی اور اس کو اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی سابق مثال کے عدم سے وجود بخشا تو لغوی لحاظ سے یہ بھی بدعت کہلائی اللہ تعالیٰ کا صفاتی نام بھی "بدیع" ہے اور اسی شان کی وضاحت اس آیت مقدسہ میں ہے

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے [**بدیع السمٰوٰت والارض۔۔۔**]

(سورۃ الانعام: آیت: ۱۰۱)

ترجمہ: یعنی اللہ ہی زمین وآسمان کا موجد ہے

اسی طرح بدعت کے لغوی مفہوم کی وضاحت اس آیت مقدسہ سے بھی واضح ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

[**قل ما کنت بدعا من الرسل**] (سورۃ احقاف: آیت ۴۶)

ترجمہ: یعنی آپ فرما دیجئے کہ میں کوئی انوکھا یا نیا رسول تو نہیں

مندرجہ بالا قرآنی شہادتوں کی بناء پر یہ بات عیاں ہوگئی کہ کائنات کی تخلیق کا ہر نیا مرحلہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق بدعت کہلاتا ہے جیسا کہ فتح المبین شرح اربعین نووی میں ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بدعت کے لغوی مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں [بدعت لغت میں اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی مثال پہلے موجود نہ ہو جس طرح قرآن میں شان خداوندی کے بارے میں فرمایا گیا کہ آسمان وزمین کا بغیر کسی مثال کے پہلی بار پیدا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے]

بدعت کے لغوی مفہوم کی وضاحت کے بعد اب ہم دیکھتے ہیں کہ بدعت اصطلاح میں کس چیز کا نام ہے

بدعت کا اصطلاحی مفہوم

اصطلاح شرع میں بدعت کا مفہوم واضح کرنے کے لئے ائمہ فقہ وحدیث نے اس کی تعریف یوں کی ہے [ہر وہ نیا کام جس کی کوئی اصل بالواسطہ یا بلاواسطہ نہ قرآن میں ہو اور نہ حدیث میں اور اسے ضروریات دین سمجھ کر دین میں شامل کرلیا جائے] یاد رہے کہ ضروریات دین سے مراد وہ امور ہیں جن میں کسی ایک چیز کا انکار کرنے سے بندہ کافر ہو جاتا ہے

ایسی بدعت کو بدعت سئیہ یا بدعت ضلالہ کہتے ہیں حضور ﷺ کے ارشاد مبارک "کل بدعة ضلالة" سے یہ ہی بدعت مراد ہے

کیا ہر نیا کام ناجائز ہے؟

ایسے نئے کام جن کی قرآن وسنت میں اصل موجود نہ ہو وہ اصل کے اعتبار سے بدعت ہی کہلائیں گے مگر یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آیا از روئے شریعت ہر نئے کام کو محض اس لئے ناجائز قرار دیا جائے کہ وہ نیا ہے؟

اگر شرعی اصولوں کا معیار یہی قرار دیا جائے تو پھر دین اسلام کی تعلیمات میں سے کم وبیش ستر فی صد حصہ ناجائز ٹھہرتا ہے کیونکہ اس کی مروجہ شکلیں اور بہت سارے دینی امور اور معاملات ایسی ہیت میں حضور ﷺ اور اس کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں نہ تھے

بدعت کا مندرجہ بالا تصور یعنی ہر نئی چیز کو گمراہی پر محمول کرنا نہ صرف ایک شدید غلط فہمی ہے بلکہ ایک مغالطہ ہے علمی اور فکری لحاظ سے باعث ندامت بھی اور خود دین اسلام کی کشادہ راہوں کو مسدود کر دینے کے مترادف بھی ، بلکہ اپنی اصل میں یہ نقطہ نظر قابل صد افسوس بھی ہے کیونکہ اسی تصور کو حق سمجھ لیا جائے تو یہ عصر حاضر اور اس کے بعد ہونے والی علمی و سائنسی ترقی سے آنکھیں بند کرکے ملت اسلامیہ کو تمام اقوام کے مقابلے میں عاجز کر دینے کی سازش قرار پائے گی اور اس طریق پر عمل کرتے ہوئے بھلا ہم کیسے دین اسلام کو تمام ادیان باطلہ پر غالب کرنے اور اسلامی تہذیب کو ثقافت وتمدن اور مذہبی اقدار اور نظام حیات میں بالا تری کی تمام

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کوششوں کو بارآور کرسکیں گے؟

اس لئے ضروری ہے کہ اس مغالطے کو ذہنوں سے دور کیا جائے اور بدعت کا حقیقی اور صحیح اسلامی تصور امت مسلمہ کی نئی نسل پر واضح کیا جائے تا کہ ہماری نئی نسل امت مسلمہ کی ترقی کا باعث بنے اور امت مسلمہ کو اس مایوسی کی کیفیت سے نکال سکے

بدعت کا حقیقی تصور احادیث کی روشنی میں

ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا

[من احدث فی أمرنا هذا ما لیس فیه فهو رد]

یعنی جو اس دین میں کوئی ایسی بات پیدا کرے جو دین میں نہ ہو تو وہ رد ہے

تخریج:

(۱) صحیح بخاری: ۳/ ۲۴۱ رقم ۲۶۹۷ (۲) صحیح مسلم: ۵/ ۱۳۲ رقم ۴۵۸۹
(۳) سنن ابوداود: ۴/ ۳۲۹ رقم ۴۶۰۸ (۴) سنن ابن ماجہ: ۱/ ۱۰ رقم ۱۴
(۵) مسند احمد: ۶/ ۲۷۰ رقم ۲۶۳۷۲ (۶) صحیح ابن حبان: ۱/ ۲۰۹ رقم ۲۷
(۷) مسند ابی یعلی: ۸/ ۷۰ رقم ۴۵۹۴ (۸) سنن دارقطنی: ۵/ ۴۰۳ رقم ۴۵۳۴
(۹) سنن الکبریٰ بیہقی: ۱۰/ ۱۵۰ رقم ۲۱۰۴۱ (۱۰) مستخرج ابی عوانۃ: ۷/ ۲۹۲ رقم ۵۱۵۷

اسنادی حیثیت: اس کے سارے راوی قابل اعتماد اور سچے ہیں اس لئے یہ روایت صحیح ہے

فوائد:

❁ اس حدیث میں لفظ "احدث" اور "مالیس فیہ فہو رد" قابل غور ہیں عرف عام میں
"احدث" کا معنی دین میں کوئی نئی چیز ایجاد کرنا اور لفظ "مالیس فیہ" احدث کے مفہوم کی وضاحت کر رہا ہے کہ "احدث" سے مراد ایسی نئی چیز ہوگی جو اس دین میں نہ ہو

❁ حدیث کے اس مفہوم سے ذہن میں ایک سوال ابھرتا ہے کہ اگر "احدث" سے مراد دین میں کوئی نئی چیز پیدا کرنا ہے تو پھر جب ایک چیز نئی ہی پیدا ہو رہی ہے تو پھر "مالیس فیہ" کہنے کی ضرورت کیوں پیش آئی کیونکہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وہ اگر اس میں ہی سے تھی یعنی دین کا پہلے سے ہی حصہ تھی تو اسے نیا کہنے کی ضرورت ہی نہ تھی اور پھر اکثر اس موقعہ پر آیت مقدسہ [**الیوم اکملت لکم دینکم**] کا حوالہ بھی دیا جاتا ہے اس مغالطے کا جواب ملاحظہ ہو

مغالطے کا ازالہ اور ''فھو رد'' کا صحیح مفہوم

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے:

[من عمل عملاً لیس علیه أمرنا فھو رد]

ترجمہ: جس نے کوئی ایسا عمل کیا جس پر ہمارا کوئی امر (حکم) موجود نہیں تو وہ مردود ہے

تخریج:

(۱) صحیح مسلم: ۵/ ۱۳۲رقم ۴۵۹۰ (۲) صحیح بخاری: ۱/ ۱۳۲

(۳) مسند احمد بن حنبل: ۶/ ۱۸۰رقم ۲۵۵۱۱ (۴) سنن دارقطنی: ۵/ ۴۰۶رقم ۴۵۳۷

(۵) مسند الربیع بن حبیب: ۱/ ۳۹رقم ۴۹ (۶) صحیح کنوز السنة النبویة: ۱/ ۵۲

اسنادی حیثیت: اس کی سند صحیح ہے

اس حدیث میں ''**لیس علیه أمرنا**'' سے عام طور پر یہ مراد لیا جاتا ہے کہ کوئی کام خواہ نیک یا احسن ہی کیوں نہ ہو مثلاً عید میلاد النبی ﷺ یا ایصال ثواب وغیرہ اگر ان پر کوئی قرآن وسنت سے دلیل نہ ہو تو یہ بدعت ومردود ہے یہ مفہوم سراسر باطل ہے کیونکہ اگر یہ معنی لیا جائے کہ جس کام کے کرنے کا حکم قرآن وسنت میں موجود نہیں وہ بدعت ضلالہ ہے حرام ہے تو پھر مباحات کا تصور اسلام میں کیا باقی رہ جاتا؟

کیونکہ مباح تو کہتے ہی اسے ہیں کہ جس کے کرنے یا نہ کرنے کا شریعت میں کوئی حکم موجود نہ ہو، لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی پہلی روایت میں [**من احدث فی أمرنا ھذا ما لیس فیه فھو رد**] میں ''**فھو رد**'' کا اطلاق نہ صرف ''**ما لیس فیه**'' پر ہوتا ہے اور نہ فقط ''**احدث**'' پر بلکہ اس کا صحیح اطلاق اس صورت میں ہوگا جب یہ دونوں چیزیں جمع ہوں یعنی ''احدث'' اور ''ما لیس فیه'' یعنی مردود فقط وہی عمل ہوگا جو نیا بھی ہو اور اس کی کوئی سابق مثال بھی شریعت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں نہ ملتی ہواور اس کی دین میں کسی جہت سے بھی کوئی دلیل نہ بنتی ہو یا کسی جہت سے اس کا تعلق دین سے نہ نظر آتا ہو لہٰذا ان دلائل کی روشنی میں کسی بھی محدثہ ضلالہ ہونے کا ضابطہ دو شرائط کے ساتھ خاص ہے

(۱) ایک یہ کہ دین میں اس کی کوئی اصل، مثال یا دلیل موجود نہ ہو

(۲) دوسرا وہ محدثہ نہ صرف دین کے مخالف ومتضاد ہو، بلکہ دین کی نفی کرنے والا ہو

مباح (بدعت) کا قرآنی تصور

اب اس کے بعد مباح بدعت کی قبولیت کا قرآنی تصور پیش خدمت ہے یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ ضروری نہیں ہے کہ ہر بدعت قرآن وسنت کے خلاف ہو بلکہ بے شمار بدعات ایسی ہیں جو قرآن وسنت کے نہ منافی ہیں اور نہ ہی شریعت کی روح کے خلاف ہیں جیسا کہ قرآن نے رہبانیت کی بدعت کے بارے میں فرمایا دیکھئے سورت الحدید: آیت ۲۷ میں اگر ہر نیا کام برا ہوتا تو یہ کیسے جائز ہوسکتا ہے؟

بالکل اسی طرح مروجہ چھ کلمے بھی بدعت سئیہ یا بدعت ضلالہ نہیں ہیں بلکہ ان کی اصل شریعت میں موجود ہے اللہ تعالیٰ ایسے گمراہوں سے بچائے اب چھ کلموں کا ثبوت پیش خدمت ہے

پہلا کلمہ طیّبہ اور اس کا حدیث سے کا ثبوت

پہلا کلمہ طیبہ یہ ہے [لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ ﷺ]

اس بارے میں حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ملاحظہ فرمائیں

[اخبرنا ابو عبداللہ الحافظ،حدثنا ابو العباس محمد بن یعقوب،حدثنا محمد بن اسحاق،حدثنا یحییٰ بن صالح الوحاظی،حدثنا اسحاق بن یحییٰ الکلبی،حدثنا الزھری،حدثنی سعید بن المسیب،أن أبا ھریرۃ رضی اللہ عنہ أخبرہ عن النبی ﷺ قال: أنزل اللہ تعالیٰ فی کتابہ،فذکر قوما استکبروا فقال: انھم کانوا اذا قیل لھم لا الہ الا اللہ یستکبرون، وقال تعالیٰ اذجعل الذین کفروا فی قلوبھم الحمیۃ حمیۃ الجاھلیۃ فأنزل اللہ سکینۃ علی رسولہ وعلی المؤمنین وألزمھم کلمۃ التقوی وکانوا أحق بھا وأھلھا،وھی [لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ] استکبر عنھا المشرکون

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یوم الحدیبیة یوم کاتبھم رسول اللہ ﷺ فی قضیة المدة]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں نازل فرمایا تو تکبر کرنے والی قوم کا ذکر فرمایا :یقیناً جب انہیں لا الہ الا اللہ کہا جاتا ہے تو وہ تکبر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا جب کفر کرنے والوں نے اپنے دلوں میں جاہلیت والی ضد رکھی تو اللہ نے اپنا سکون و اطمینان اپنے رسول اور مومنوں پر اتارا اور ان کے لیے کلمۃ التقوی کو لازم قرار دیا اور (وہ) اس کے اہل اور زیادہ مستحق تھے اور وہ (کلمۃ التقوی) "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" ہے حدیبیہ والے دن جب رسول اللہ ﷺ نے مدت (مقرر کرنے) والے فیصلے میں مشرکین نے اس کلمے سے تکبر کیا تھا

تخریج:

(۱) الأسماء والصفات للبیھقی: ۱/۲۰۸ رقم ۱۹۴، ۱۹۵

(۲) الایمان لابن مندہ: ۱/۳۵۹ رقم ۱۹۹، ۲۰۰

(۳) الایماء الی زوائد الأمالی والأجزاء: ۶/۴۵۰ رقم ۶۰۱۸

(۴) مختصر تاریخ دمشق: ۸/۸۷

(۵) الدر المنثور لسیوطی: ۱۲/۴۰۱

(۶) تفسیر ابن ابی حاتم: ۱۰/۳۲۱۰

(۷) تفسیر الطبری: ۲۱/۳۰۸ رقم ۳۱۸۴۸

(۸) تفسیر قرطبی: ۱۵/۷۶

(۹) فتح القدیر للشوکانی: ۶/۱۹۷

(۱۰) فتح البیان فی مقاصد القرآن: ۱۱/۳۸۲

✿ تعارف رجال الحدیث ✿

(۱) ابو بکر احمد بن الحسین بن علی بن موسیٰ البیھقی:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "**ھو الحافظ العلامة، الثبت، الفقیه، شیخ الاسلام**"

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(سیر اعلام النبلاء: ۱۸/ ۱۶۳، رقم ۸۶)

(۲) ابوعبداللہ الحافظ محمد بن عبداللہ بن محمد بن حمدویہ بن نعیم الحاکم:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "الامام، الحافظ، الناقد، العلامة، شیخ المحدثین"

(سیر اعلام النبلاء: ۱۷/ ۱۶۳، رقم ۱۰۰)

مزید ان کا ترجمہ درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں

(۱) تاریخ بغداد: ۵/ ۴۷۳ (۲) میزان الاعتدال: ۳/ ۶۰۸

(۳) تذکرۃ الحفاظ: ۳/ ۱۰۷، رقم ۹۶۲ (۴) وفیات الاعیان: ۴/ ۲۸۰، ۲۸۱

(۵) البدایۃ والنہایۃ: ۱۱/ ۳۵۵ (۶) لسان المیزان: ۵/ ۲۳۲، ۲۳۳

(۷) شذرات الذہب: ۳/ ۱۷۶ (۸) طبقات السبکی: ۴/ ۱۵۵

(۳) ابوالعباس محمد بن یعقوب الاصم النیسابوری:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "الامام، المحدث، مسند العصر، رحلة الوقت"

(سیر اعلام النبلاء: ۱۵/ ۴۵۲، رقم ۲۵۸)

مزید ترجمہ درج ذیل کتب میں دیکھا جاسکتا ہے

(۱) تاریخ دمشق: ۵۶/ ۲۸۷ (۲) تذکرۃ الحفاظ: ۳/ ۳۹۳، رقم ۸۳۵

(۳) شذرات الذہب: ۲/ ۳۷۳، ۳۷۴ (۴) البدایۃ والنہایۃ: ۱۱/ ۲۳۲

(۵) الوافی بالوفیات: ۵/ ۲۲۳ (۶) المنتظم: ۶/ ۳۸۶

(۴) ابوبکر محمد بن اسحاق بن جعفر الصاغانی:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "الامام، الحافظ، المجود، الحجة"

(سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۹۳، رقم ۲۲۴)

امام دارقطنی کہتے ہیں "ثقة" (سیر اعلام النبلاء: ۱۲/ ۵۹۴، رقم ۲۲۴)

مزید ترجمہ درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱)تاریخ بغداد: ۱/۲۴۰،۲۴۱ (۲)تہذیب التہذیب: ۹/۳۵

(۳)شذرات الذہب: ۲/۱۶۰ (۴)المنتظم: ۵/۷۸

(۵)الجرح والتعدیل: ۷/۱۹۵،۱۹۶ (۶)طبقات الحفاظ: ۲۵۶

(۷)الوافی بالوفیات: ۲/۱۹۵ (۸)تذہیب التہذیب: ۳/۱۸۳

(۵)ابوزکریا یحییٰ بن صالح الوحاظی:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں "**الامام، العالم، الحافظ، الفقیه**"

(سیر اعلام النبلاء: ۱۰/۴۵۴رقم ۱۵۰)

امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "ثقة"

(سیر اعلام النبلاء: ۱۰/۴۵۴رقم ۱۵۰)

مزید ترجمہ درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں

(۱)تاریخ دمشق: ۱۲/۲۸۸ (۲)تاریخ الکبیر للبخاری: ۸/۲۸۲

(۳)تذکرۃ الحفاظ: ۱/۴۰۸ (۴)الکاشف: ۳/۲۵۸

(۵)تہذیب التہذیب: ۱۱/۲۲۹ (۶)شذرات الذہب: ۲/۵۰

(۷)طبقات ابن سعد: ۷/۴۷۳ (۸)طبقات الحنابلہ: ۱/۴۰۲

(۶)اسحاق بن یحییٰ بن علقمۃ الکلبی الحمصی:

امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "صدوق"

(تقریب التہذیب: ۱/۸۶رقم ۳۹۱)

مزید ترجمہ درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیے

(۱)تہذیب الکمال للمزی: ۲/۴۹۲رقم ۳۹۰ (۲)تہذیب التہذیب: ۱/۲۵۵

(۳)الثقات لابن حبان: ۶/۴۹رقم ۶۶۷۰ (۴)الجرح والتعدیل لابن ابی حاتم: ۱/۴۰۶

(۵)سوالات الحاکم للدارقطنی: رقم ۲۸۰

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۷)ابو بکر محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ الزہری القرشی:

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

"الفقیہ الحافظ متفق علی جلالته واتقانه"

''آپ فقیہ حافظ اور آپ کی جلالت وثقاہت پر اتفاق ہے''

(تقریب التہذیب: ۲/۱۳۳رقم ۶۳۱۵)

ان کا مزید ترجمہ درج ذیل کتب میں دیکھا جاسکتا ہے

(۱)سیر اعلام النبلاء: ۵/۳۲۶رقم ۱۶۰ (۲)تذکرۃ الحفاظ: ۱/۱۰۸

(۳)التاریخ الکبیر: ۱/۲۲۰ (۴)تہذیب الاسماء: ۱/۹۰

(۵)تاریخ الاسلام للذہبی: ۵/۱۳۶ (۶)شذرات الذہب: ۱/۱۶۲

(۷)وفیات الاعیان: ۴/۱۷۷ (۸)تہذیب التہذیب: ۹/۴۴۵

(۸)سعید بن المسیب بن حزن القرشی المخزومی:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں''آپ اپنے زمانے میں مدینہ میں اہل علم میں سے تھے اور تابعین کے سردار تھے'' (سیر اعلام النبلاء: ۴/۲۱۷رقم ۸۸)

آپ کا شاندار ترجمہ درج ذیل کتب میں دیکھ سکتے ہیں

(۱)تقریب التہذیب: ۱/۳۶۴رقم ۲۴۰۳ (۲)تذکرۃ الحفاظ: ۱/۵۱

(۳)البدایۃ والنہایۃ: ۹/۹۹ (۴)شذرات الذہب: ۱/۱۰۲

(۵)تہذیب التہذیب: ۴/۸۴ (۶)وفیات الاعیان: ۲/۳۸۵

(۷)تاریخ الاسلام للذہبی: ۴/۴ (۸)طبقات ابن سعد: ۵/۱۱۹

(۱۰)حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ:

یہ مشہور صحابی رسول ہیں اور تمام صحابہ عادل ہیں

اسنادی حیثیت: اس روایت کے تمام راوی سچے اور قابل اعتماد ہیں اس لئے یہ روایت صحیح ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

✿ یہ کلمہ طیب صحیح حدیث سے ثابت ہے اور اس کو بدعت کہنے والا علم حدیث سے ناواقف ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں قارئین نے ملاحظہ فرمایا اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ایسی گمراہیوں سے محفوظ فرمائے اور اہل سنت و جماعت کے راستے پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے

✿ دوسرا کلمہ شہادت کا ثبوت حدیث مبارکہ سے ✿

دوسرا کلمہ بھی حدیث سے ثابت ہے جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

[من شهد لا اله الا الله وحده لا شريك له، وأن محمدا عبدهٗ ورسوله۔۔۔]

ترجمہ: جس نے اس بات کی گواہی دی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ وحدہ لاشریک ہے اور بے شک محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں

تخریج:

(۱) صحیح بخاری: ۴/۲۰۱ رقم ۳۴۳۵ (۲) مسند احمد: ۵/۳۱۳ رقم ۲۲۷۲۷

(۳) السنۃ لابن أبی عاصم: ۲/۴۳۱ رقم ۸۸۹ (۴) شرح السنۃ للبغوی: ۱/۱۰۱ رقم ۵۴

(۵) مسند الشامیین: ۱/۳۱۶ رقم ۵۵۵ (۶) صحیح ابن حبان: ۱/۴۳۷ رقم ۲۰۷

(۷) مصنف عبد الرزاق: ۲/۵۶۶ رقم ۴۴۸۱ (۸) معجم المقری ء: ۲/۲۷۲ رقم ۷۶۴

(۹) الدعاء لابن فضیل: ص ۱۷۳ رقم ۱۳ (۱۰) جامع العلوم والحکم: ۱/۲۰۹

(۱۱) حدیث خیثمۃ: ص ۱۸۷ (۱۲) حلیۃ الاولیاء: ۵/۱۵۹

(۱۳) التمہید لما فی المؤطا: ۲۳/۲۹۹ (۱۴) حدیث أبی الفضل الزہری: ۱/۳۵۷ رقم ۳۵۶

اسنادی حیثیت: اس کے سارے راوی سچے ہیں اس لئے یہ سند صحیح ہے

✿ علماء کرام نے من شہد کو اپنی جانب نسبت کرتے ہوئے "أشهد أن" کے الفاظ سے پڑھنا شروع کر دیا جو کہ درست ہے لیکن اگر پھر بھی کسی کے دل میں یہ شبہ ہو کہ وہ جو آپ الفاظ پڑھتے ہیں وہ ہی دکھائیں تو جناب وہ بھی الفاظ حدیث ہی میں لہٰذا وہ بھی پیش خدمت ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

✿ حضرت عقبہ بن عامر الجہنی رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا

[ثم قال أشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله.....]

ترجمہ: پھر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں

تخریج:

(۱) صحیح مسلم: ۱/۱۴۵ رقم ۵۷۷ (۲) سنن أبی داود: ۱/۲۰۷ رقم ۵۲۵

(۳) سنن ترمذی: ۱/۸۷ رقم ۵۵ (۴) سنن نسائی: ۲/۲۷۲ رقم ۱۱۷۳

(۵) سنن ابن ماجہ: ۱/۲۹۷ رقم ۴۶۹ (۶) مسند احمد بن حنبل: ۱/۱۹ رقم ۱۲۱

(۷) صحیح ابن حبان مع حواشی: ۴/۵۹۱ رقم ۱۶۹۳ (۸) مسند البزار: ۳/۳۳۲ رقم ۱۱۳۰

(۹) مسند أبی یعلیٰ: ۱/۱۶۲ رقم ۱۸۰ (۱۰) سنن دارقطنی: ۲/۱۶۲ رقم ۱۳۳۰

(۱۱) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۴ ۱۴۴ ۲۹۵ (۱۲) مستخرج أبی عوانۃ: ۱/۳۰۶ رقم ۴۶۴

(۱۳) معجم الکبیر للطبرانی: ۶/۹۷ رقم ۶۰۴۸ (۱۴) الاحکام الشرعیۃ للاشبیلی: ۱/۴۸۰

(۱۵) موطاء امام محمد: ۱/۲۲۹ رقم ۱۴۶ (۱۶) شرح معانی الآثار للطحاوی: ۱/۲۶۵ رقم ۱۵۷۸

اسنادی حیثیت: اس کے سارے راوی بھی سچے ہیں اس لئے یہ روایت بھی صحیح ہے

✿ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا "تشہد" کی تعلیم دیتی ہوئی فرماتی ہیں کہو:

[أشهد أن لا اله الا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمدا عبده ورسوله...]

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ بے شک اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں بے شک محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں

تخریج:

(۱) مؤطا امام مالک روایۃ یحییٰ اللیثی: ص ۹۱ رقم ۲۰۵

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۲)شرح الزرقانی: ۱/ ۲۷۲

(۳)مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ۱۰/ ۳۴۱۴۹۵

✿ تعارف رجال الحدیث ✿

(۱) مالک بن انس بن مالک المدنی:

آپ مشہور فقیہ اور امام مدینہ ہیں امام ذہبی فرماتے ہیں

[**ھو شیخ الاسلام، حجۃ الامۃ، امام دار الھجرۃ**]

(سیر اعلام النبلاء: ۸/ ۴۸ رقم ۱۰)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مزید شاندار ترجمہ درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں

(۱)تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۲۰۷ — (۲)تہذیب التہذیب: ۱۰/ ۵

(۳)التاریخ الکبیر: ۷/ ۳۱۰ — (۴)البدایۃ والنہایۃ: ۱۰/ ۱۷۴

(۵)الکامل لابن الاثیر: ۶/ ۱۴۷ — (۶)شذرات الذہب: ۲/ ۱۲

(۷)الکاشف: ۳/ ۱۱۲ — (۸)تاریخ ابن معین: ۲/ ۵۴۳

(۲) عبد الرحمن بن القاسم بن محمد بن ابی بکر:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں [**الامام، الثبت، الفقیہ**]

(سیر اعلام النبلاء: ۶/ ۵ رقم ۱)

ان کا مزید ترجمہ درج ذیل کتب میں ملاحظہ فرمائیں

(۱)تذکرۃ الحفاظ: ۱/ ۱۲۶ — (۲)تہذیب التہذیب: ۶/ ۲۵۴

(۳)التاریخ الصغیر: ۱/ ۳۲۱ — (۴)الجرح والتعدیل: ۵/ ۲۷۸

(۳) القاسم بن محمد بن ابی بکر:

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

[**الحافظ، الحجۃ، عالم بالوقتہ بالمدینۃ**]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(سیر اعلام النبلاء: ۵/۵۴ رقم ۱۸)

ان کا مزید ترجمہ درج ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں

(۱) طبقات ابن سعد: ۵/۱۸۷
(۲) حلیۃ الاولیاء: ۲/۱۸۳
(۳) تہذیب الاسماء واللغات: ۲/۵۵
(۴) شذرات الذہب: ۱/۱۳۵
(۵) تذکرۃ الحفاظ: ۱/۹۶
(۶) تہذیب التہذیب: ۸/۳۲۳
(۷) وفیات الاعیان: ۴/۵۹
(۸) الجرح والتعدیل: ۷/۱۱۸

(۴) حضرت ام المومنین عائشۃ رضی اللہ عنہا:

آپ حضور ﷺ کی زوجہ محترمہ ہیں ام المومنین ہیں صحابیہ ہیں

اسنادی حیثیت: اس کے سارے راوی سچے ہیں لہٰذا یہ روایت صحیح ہے

❁ تیسرا کلمہ تمجید کا ثبوت حدیث مبارکہ سے ❁

تیسرا کلمہ تمجید کے الفاظ یہ ہیں [**سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**]

اس بارے میں حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں یوں کہا کرو

[**سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم**]

ترجمہ: اللہ پاک ہے اور تمام خوبیاں اللہ ہی کے لئے ہیں اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ بہت بڑا ہے اور گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیک کام کرنے کی قوت اللہ ہی کی طرف سے ہے جو عالی شان اور عظمت والا ہے

تخریج:

(۱) سنن ابو داؤد: ۱/۲۲۰ رقم ۸۳۲ مطبوعہ دار الفکر محقق محمد محی الدین عبد الحمید

(۲) سنن ابن ماجہ: ۵/۳۴۳ رقم ۳۸۷۸

(۳) موطاء امام محمد: ۳/۵۱۳ رقم ۱۰۰۰ مطبوعہ دمشق

(۴) اخبار مکۃ للفاکہی: ۱/۲۸۲ رقم ۵۷۵

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

❁ تعارف رجال الحدیث ❁

(۱) امام ابوداؤد سلیمان بن الاشعث بن اسحاق مصنف السنن:

امام ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں [ثقة، حافظ] (تقریب التہذیب: ۱/ ۳۸۲ رقم ۲۵۴۱)

(۲) عثمان بن ابی شیبۃ ابراہیم بن عثمان العبسی:

امام ذہبی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں [ثقة، مامون]

(سیر اعلام النبلاء: ۱۱/ ۱۵۲ رقم ۵۸)

(۳) وکیع بن الجراح بن ملیح بن عدی:

امام ذہبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں [الامام، الحافظ، محدث العراق]

(سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۱۴۱ رقم ۴۸)

محمد بن سعد فرماتے ہیں [کان وکیع ثقة، مامونا، عالیا، رفیعا، کثیر الحدیث، حجة]

(سیر اعلام النبلاء: ۹/ ۱۴۵)

(۴) ابوخالد الدالانی یزید بن عبدالرحمن الاسدی الکوفی:

امام یحییٰ بن معین رحمہ اللہ فرماتے ہیں [لیس به بأس] اس میں کوئی حرج نہیں

(تاریخ ابن معین للدارمی: ۱/ ۲۲۸ رقم ۸۸۰)

ابوحاتم فرماتے ہیں [صدوق] امام احمد فرماتے ہیں [لا بأس به]

(میزان الاعتدال: ۴/ ۴۳۲ رقم ۹۷۲۳)

(۵) ابواسماعیل ابراہیم بن عبدالرحمن السکسکی الکوفی:

امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں [صدوق] سچا ہے

(تقریب التہذیب: ۱/ ۶۰ رقم ۲۰۴)

(۶) حضرت عبداللہ بن اوفی رضی اللہ عنہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ صحابی رسول ہیں اور سارے صحابی عادل ہیں

اسنادی حیثیت: اس کے سارے راوی سچے ہیں اور یہ روایت حسن ہے

تھوڑے سے الفاظ کی تبدیلی سے یہی بات درج ذیل کتب میں موجود ہے وہ الفاظ یہ ہیں

[سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر ولا حول ولا قوۃ الا باللہ]

(۱) سنن ابوداود: ۴/ ۴۷۴ رقم ۵۰۶۲ بتحقیق البانی

(۲) سنن نسائی: ۲/ ۱۴۳ رقم ۹۲۴ بتحقیق البانی حسن

(۳) مسند احمد: ۴/ ۳۵۶ رقم ۱۹۱۶۱ بتحقیق الأرناؤوط حسن

(۴) مسند الطیالسی: ۲/ ۱۵۷ رقم ۸۵۱

(۵) سنن دارقطنی: ۲/ ۸۸ رقم ۱۱۹۵

(۶) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/ ۳۸۱ رقم ۴۱۴۸،۴۱۴۹،۳۸۵۳

(۷) معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۳/ ۳۲۶ رقم ۱۲۷۲

(۸) المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۱/ ۱۸۶ رقم ۵۲۴

(۹) معجم الکبیر للطبرانی: ۹/ ۱۸ رقم ۱۰۲۱۲

(۱۰) معجم الاوسط للطبرانی: ۳/ ۲۳۷ رقم ۳۰۲۵

(۱۱) الاحکام الشرعیۃ للاشبیلی: ۲/ ۳۶۹

(۱۲) التوحید لابن مندۃ: ۱/ ۲۴۸ رقم ۲۶۸

(۱۳) الجامع فی الحدیث لابن وہب: ص ۲۹۱ رقم ۳۳۲

(۱۴) اخبار مکۃ للفاکہی: ۱/ ۲۸۱ رقم ۵۷۳

(۱۵) المستدرک للحاکم: ۱/ ۲۴۱ رقم ۸۸۰

(۱۶) شرح السنۃ للبغوی: ۳/ ۹ رقم ۵۵۳

(۱۷) شعب الایمان: ۲/ ۱۳۲ رقم ۶۰۹

(۱۸) صحیح ابن حبان: ۵/ ۱۱۶ رقم ۱۸۱۰

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۹)مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰/۲۹۱رقم ۳۰۰۳۲

(۲۰)مختصر قیام اللیل للمروزی: ص ۱۰۹

❁ چوتھا کلمہ توحید اور اس کا حدیث سے ثبوت ❁

چوتھا کلمہ توحید کے الفاظ یہ ہیں

[لا اله الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد يحي ويميت وهو حي لا يموت ابدا ابدا ط ذوالجلال والاكرام ط بيده الخير وهو على كل شيء قدير]

چوتھے کلمے کے الفاظ بھی حدیث سے ثابت ہیں حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

[قال من دخل السوق فقال لا اله الله وحده لا شريك له، له الملك وله الحمد يحي ويميت وهو حي لا يموت بيده الخير وهو على كل شيء قدير، كتب الله له ألف ألف حسنة ومحا عنه ألف ألف سيئة ورفع له ألف ألف درجة]

ترجمہ: جو شخص بازار میں داخل ہو تو یہ کلمات کہے" لا اله الله وحده لا شريك له له الملك وله الحمد يحي ويميت وهو حي لا يموت بيده الخير وهو على كل شيء قدير " اللہ تعالیٰ اس کے لئے دس لاکھ نیکیاں لکھ دیتا ہے اور اس سے دس لاکھ برائیاں مٹائی جاتی ہیں اور اس کے دس لاکھ درجات بلند کیے جاتے ہیں

تخریج:

(۱)جامع ترمذی: ۵/۴۹۱رقم ۳۴۲۸ قال البانی حسن

(۲)مسند البزار: ۳/۲۶۰رقم ۱۰۵۱

(۳)مسند الطیالسی: ۱/۱۴رقم ۱۲

(۴)المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۱/۳۹رقم ۲۸

(۵)أخبار مكة للفاکہی: ۴/۵۷رقم ۲۳۷۸

(۶)الدعاء للطبرانی: ص ۲۵۱رقم ۹۸۷

(۷)المستدرک للحاکم: ۱/۵۳۸رقم ۱۹۷۴

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۸) سنن دارمی: ۲/۹۷۳ رقم ۲۶۹۲
(۹) شرح السنۃ للبغوی: ۵/۱۳۲ رقم ۱۳۳۸
(۱۰) أمالی ابن بشران: ۲/۱۴۴ رقم ۶۰۷
(۱۱) کتاب الآثار لابی یوسف: ص ۱۴۱ رقم ۲۱۵
(۱۲) الاحادیث المختارۃ للضیاء المقدسی: ۱/۱۱۴ رقم ۱۸۷
(۱۳) الاسماء الصفات للبیہقی: ۱/۲۲۷ رقم ۲۱۱
(۱۴) الفوائد لتمام الرازی: ۲/۱۵۵ رقم ۱۴۰۹
(۱۵) الکنی والاسماء للدولابی: ۴/۲۹۱ رقم ۹۱۴
(۱۶) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۱۰/۵۴ رقم ۱۶۹۳۱
(۱۷) صحیح کنوز السنۃ النبویۃ: ۱/۱۴ رقم ۱۷
(۱۸) کنز العمال: ۴/۲۷ رقم ۹۳۲۷

اسنادی حیثیت: یہ روایت حسن ہے

اس کے علاوہ "ابدا ابدا" کے الفاظ بھی حدیث سے ثابت ہیں دیکھئے

[قال قیس رضی اللہ عنہ وقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابدا ابدا]

تخریج:

(۱) مسند ابی یعلی: ۱/۴۲۱ رقم ۹۱۲ (۲) معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم: ۱۶/۲۷۷ رقم ۵۱۵۱
(۳) مجمع الزوائد: ۳/۱۱۶ رقم ۴۴۵۴ (۴) مطالب العالیۃ للابن حجر: ۶/۲۰۹ رقم ۲۰۹۷
(۵) أسد الغابۃ: ۲/۴۲۴ (۶) روضۃ المحدثین: ۱۲/۱۱۱ رقم ۵۶۱۱

اسی طرح "**ذوالجلال والاکرام**" کے الفاظ بھی قرآن وسنت سے ثابت ہیں دیکھئے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے

[ذوالجلال والاکرام]

(۱) سنن ابن ماجہ: ۵/۲۶ رقم ۳۸۵۸ (۲) المعجم الکبیر للطبرانی: ۵/۱ رقم ۴۵۸۸

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۳)التوحید لابن مندۃ: ۱/ ۸۷ ۲رقم ۳۰۹ (۴)مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰/ ۷۲ ۲رقم ۲۹۹۷۴

(۵)معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم: ۸/ ۱۶۶رقم ۲۵۳۷ (۶)المستدرک للحاکم: ۱/ ۵۰۴رقم ۱۸۵۷

پانچواں کلمہ استغفار کا ثبوت

پانچواں کلمہ استغفار جو ہم پڑھتے ہیں اس کے الفاظ یہ ہیں

[استغفر الله ربي من كل ذنب اذنبته عمدًا أو خطاءً سرا أو علانيةً وّ اتوب اليه من الذنب الذی اعلم ومن الذنب الذی لا اعلم انك انت علام الغيوب وستار العيوب وغفار الذنوب ولا حول ولا قوة الا بالله العلی العظيم]

ترجمہ: میں اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتا ہوں جو میرا پروردگار ہے ہر گناہ سے جو میں نے کیا جان بوجھ کر یا بھول کر در پردہ یا کھلم کھلا اور میں توبہ کرتا ہوں اس کے حضور میں اس گناہ سے جو مجھے معلوم ہے اور اس گناہ سے جو مجھے معلوم نہیں بے شک تو غیبوں کا جاننے والا ہے اور عیبوں کا چھپانے والا ہے اور گناہوں کا بخشنے والا ہے اور گناہوں سے بچنے کی طاقت اور نیک کام کی قوت اللہ ہی کی طرف سے ہے جو عالیشان اور عظمت والا ہے چنانچہ اس کلمہ میں کون سی ایسی چیز ہے جو خرابی والی ہے کیا اللہ تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگنا غلط ہے؟ کیا یہ بھی بدعت ہے؟ اور کیا یہ بات اپنے بچوں کو سکھانا بھی غلط ہے؟ جبکہ سید الاستغفار کا ذکر بھی حدیث شریف میں ہے

[حدثنی شداد بن اوس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ سيد الاستغفار أن تقول اللهم انت ربی لا اله الا انت..........]

تخریج:

(۱) صحیح بخاری: ۸/ ۸۳رقم ۶۳۰۶مطبوعہ قاہرہ (۲)سنن الکبریٰ للنسائی: ۹/ ۲۱۶رقم ۱۰۳۴۱

(۳) معجم الکبیر للطبرانی: ۶/ ۴۴۹رقم ۷۰۲۶ (۴)المعجم الاوسط: ۱/ ۳۰۲رقم ۱۰۱۴

(۵)الدعاء للطبرانی: ص ۱۱۹رقم ۳۱۵

چھٹا کلمہ رد کفر کا ثبوت

چھٹے کلمے میں بھی اللہ کی پناہ مانگی جاتی ہے اور گناہوں سے توبہ کی جاتی ہے چاہے وہ اس گناہ کے بارے میں علم رکھتا ہو یا نہیں اسی طرح بدعت، چغلی، کفر و شرک، بے حیائی کے کاموں سے اور تہمت لگانے سے اور ہر قسم کی نافرمانیوں سے معافی مانگتا ہے اور پھر تجدید ایمان کرتا ہے یعنی کلمہ [**لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ**] پڑھتا ہے تو بتائیے ان میں کون سی ایسی بات ہے جو قرآن وسنت سے ثابت نہ ہو یا جس کی دین میں اصل موجود نہ ہو یہ سب سلف صالحین کے طریقہ پر ہی عمل ہے لہٰذا اس کو رد کرنا خود بدعت ضلالہ ہے

اللہ تعالیٰ نے جا بجا توبہ کرنے کی تلقین فرمائی ہے اور توبہ سے انکار کفر ہے اس کلمہ میں اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنے کا ہی بیان ہے اللہ رب العزت ارشاد فرماتا ہے

[**یاایھا الذین اٰمنوا اجتنبوا کثیرا من الظن ان بعض الظن اثم۔۔**]

ترجمہ: اے ایمان والوں بہت سے گمانوں سے بچو بیشک کچھ گمان گناہ ہیں (سورۃ الحجرات: ۱۲)

اسی طرح رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

[**ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث**] ترجمہ: گمان سے دور رہو کہ گمان سب سے بڑھ کر جھوٹی بات ہے

تخریج:

(۱) صحیح بخاری: ۷/ ۲۴ رقم ۵۱۴۳ (۲) صحیح مسلم: ۸/ ۱۰ رقم ۶۷۰۱

(۳) موطاء امام مالک: ۲/ ۹۰۷ رقم ۱۶۱۶ (۴) سنن ابو داؤد: ۴/ ۴۳۲ رقم ۴۹۱۹

لہٰذا مسلمانوں کے معاملات کے بارے میں بدگمانی سے بچنا چاہیے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے اور اس رسالے کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرمائے میرے والدین، میرے اساتذہ کرام، مجھے، میری بیوی بچوں اور میرے بہن بھائیوں اور دوستوں کو ایمان پر سلامت رکھے اور ایمان پر ہی موت عطاء فرمائے آمین

مورخہ: ۳۰ صفر ۱۴۳۵ھ بروز بدھ 4 دسمبر 2013 بوقت شام سات بج کر ۱۴ منٹ

✥ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم ✥

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۲۸)

{دعا بعد نماز جنازہ}

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سوال: کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ پڑھنے کے بعد دعا مانگنا شرعاً جائز ہے یا ناجائز، اور اگر جائز ہے تو جائز کی کون سی صورت ہے فرض، واجب، سنت یا مستحب و مباح ہے ایک فیصل آباد کے مولوی (محمد اعظم ہاشمی جامعہ حنفیہ امداد ٹاؤن فیصل آباد) کا فتویٰ بھی بھیج رہا ہوں جس نے اپنے فتویٰ میں نماز جنازہ کے بعد دعا کو ناجائز قرار دیا ہے اگر دعا کرنا بعد نماز جنازہ ہے تو اس فتویٰ میں دیے گئے دلائل کا جواب بھی تفصیلاً عنایت فرمائیں، بیّنو اتو جروا (سائل: قاضی طاہر محمود ٹیکسلا)

الجواب: نحمدہٗ و نصلی و نسلم علیٰ رسولہ الکریم۔ اما بعد:

حضور ﷺ کی شریعت مطہرہ کے اندر دعا مانگنے کا کوئی مخصوص وقت متعین نہیں کہ اس وقت دعا قبول ہوگی اور باقی وقت میں اللہ تعالیٰ دعا قبول نہیں فرمائے گا بلکہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے

[**أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ**]

ترجمہ: دعا قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی جب مجھے پکارے (سورۃ البقرۃ آیت ۱۸۶)

اس آیت مقدسہ میں اللہ تعالیٰ نے مطلقاً دعا کرنے کا فرمایا، اور اہل علم سے مخفی نہیں [**اَلْمُطْلَقُ یَجْرِیْ عَلٰی اِطْلَاقِہٖ**] تاوقتیکہ دلیل سے مقید کیا جائے

دعا بعد نماز جنازہ اہل سنت و جماعت کے نزدیک جائز ہے اور وہ اس کو مستحب و مباح کا درجہ دیتے ہیں جیسا کہ مجدد دین و ملت اعلیٰ حضرت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے [**بذل الجوائز**] فتاوی رضویہ جلد ۹ میں لکھا

حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے [**اَکْثِرِ الدُّعَاءَ**] دعا بکثرت کر:

(۱) اسے امام حاکم نے [المستدرک علی الصحیحین ۱/۷۱۱ رقم ۱۹۳۹] عن ابن عباس سے روایت کیا اور امام حاکم نے صحیح کہا

(۲) المعجم الکبیر: ۱۰/ ۲۵ رقم ۱۱۷۴۰

(۳) تهذیب الآثار للطبری: ۶/ ۲۴۳ رقم ۲۷۴۸

(۴) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۱۱/ ۴۵ رقم ۱۷۳۷۴

(۵) کنز العمال: ۲/ ۶۷ رقم ۳۲۰۸

(۶) صحیح جامع الصغیر: ۱/ ۲۶۲ رقم ۲۰۷۸

(۷) الفردوس بمأ ثور الخطاب: ۵/ ۳۵۸

(۸) الفتح الکبیر فی ضم الزیادۃ الی جامع الصغیر: ۱/ ۲۱۰ رقم ۲۲۸۲

(۹) تهذیب الآثار مسند ابن عباس: ۱/ ۳۹۵

(۱۰) جامع الاحادیث: ۴/ ۲۳۲ رقم ۴۴۷۴۳

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

[إِذَا تَمَنَّى أَحَدُكُمْ فَلْيُكْثِرْ، فَإِنَّمَا يَسْأَلُ رَبَّهُ عَزَّ وَجَلَّ]

ترجمہ: جب تم میں کوئی دعا کرے تو بکثرت کرے کہ اپنے رب سے ہی سوال کر رہا ہے

(۱) مجمع الزوائد: ۱۰/ ۱۵۰ رقم ۱۷۲۲۰ رجالہ رجال الصحیح مطبوعہ مکتبہ القدسی قاہرہ

(۲) المعجم الاوسط للطبرانی: ۲/ ۳۰۱ رقم ۲۰۴۰ مطبوعہ قاہرہ

(۳) مسند عائشہ لابی داؤد: ۱/ ۹۹ رقم ۹۵

(۴) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱۰/ ۲۷۴ رقم ۲۹۹۸۲

(۵) شرح السنۃ للبغوی: ۵/ ۲۰۸ رقم ۱۴۰۳

(۶) غریب الاثر لابی عبید ابن سلام: ۲/ ۱۴

(۷) کنز العمال: ۲/ ۲۷ رقم ۳۱۷۶

(۸) العلل دار قطنی: ۱۴/ ۱۶۲ رقم ۳۵۰۴

(۹) النهایہ فی غریب الاثر: ۴/ ۸۰۴

(۱۰) صحیح جامع الصغیر: ۱/ ۱۳۸ رقم ۴۳۸

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۱)المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۱/ ۴۳۴ رقم ۱۴۹۶

(۱۲) جامع الاحادیث لسیوطی: ۲/ ۴۸۹ رقم ۱۶۵۸

ان احادیث میں دعا کثرت سے مانگنے کا حکم واضح ہے اور کسی وقت کی کوئی قید نہیں ، بلکہ رسول ﷺ نے دعا میں کمی کرنے سے منع فرمایا الفاظ یہ ہیں

[لَا تَعْجِزُوْا عَنِ الدُّعَاءِ] دعا میں کمی نہ کرو

(۱) کنز العمال: ۲/ ۶۱۲ رقم ۴۸۸۳ (۲) فتح القدیر للشوکانی: ۱/ ۲۴۳

(۳) الدر المنثور: ۲/ ۲۶۵ (۴) تفسیر مظہری: ۱/ ۲۰۰

(۵) المستدرک للحاکم: ۱/ ۶۷۱ رقم ۱۸۱۸ ھذا حدیث صحیح الاسناد

(۶) صحیح ابن حبان ۳/ ۱۵۱ رقم ۸۷۱ (۷) جامع العلوم والحکم: ۱/ ۳۹۲

(۸) جامع الأحادیث: ۱۶/ ۲۱۸ رقم ۱۶۶۳۷ (۹) تاریخ أصبهان: ۱/ ۲۳۰

(۱۰) تحفة الذاکرین للشوکانی: ۱/ ۳۳

(۱۱) الترغیب والترہیب للالبانی: ۲/ ۳۱۵ رقم ۲۵۲۴

(۱۲) مختصر تلخیص الذہبی: ۱/ ۳۷۳ رقم ۱۱۹

لہذا دعا تو ہر وقت کی جا سکتی ہے چاہے نماز کے اندر ہو یا باہر شرع میں اس کی ممانعت موجود نہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا جائز نہیں ، حالانکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے

[فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ]

ترجمہ: تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کرو اور اپنے رب ہی کی طرف رغبت کرو

(پارہ ۳۰ سورۃ الم نشرح آیت ۷، ۸)

اس آیت مقدسہ کی تفسیر صحابہ و تابعین نے یہ کی ہے کہ: کوئی بھی نماز ہو اس سے فارغ ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرو دیکھئے [جامع البیان فی تفسیر القرآن للطبری جلد ۲۴ صفحہ ۴۹۷، ۴۹۸ رقم ۳۷۸۸۸ تا ۳۷۸۹۶]

اب ذرا ملاحظہ فرمائیے کہ نبی ﷺ نے خاص نماز جنازہ کے بعد دعا کا حکم فرمایا جیسا کہ دیو بندی فتوی میں بھی اس حدیث کو نقل کیا گیا مگر ساتھ ہی جو دوسری روایت تھی اس کو جوڑ دیا گیا جو کہ غلط ہے اس روایت میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نماز جنازہ کے اندر دعا کا فرمایا گیا ہماری والی روایت میں نماز جنازہ کے بعد اور یہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور وہ نماز جنازہ کے اندر دعا والی زید بن اسلم سے مرسل روایت ہے، ہماری روایت یہ ہے

[عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ يَقُوْلُ اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَأَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا، کہ جب تم میت پر نماز جنازہ پڑھ چکو، تو اس کے لئے خالص دعا کرو

(۱) سنن ابوداؤد: ۲/۱۰۰رقم ۳۱۹۹ (۲) سنن ابن ماجہ: ص ۱۰۹رقم ۱۴۹۷

(۳) صحیح ابن حبان: ۷/۳۱رقم ۳۰۷۶، ۳۰۷۷ (۴) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۴/۴۰

(۵) تفسیر قرطبی: ۸/۲۲۲ (۶) شرح الطحاویۃ: ۱/۳۷۷

(۷) تفسیر اللباب لابن عادل: ۱/۲۶۵۹ (۸) معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵/۳۰۳رقم ۲۲۸۰

(۹) تحفۃ الأحوذی: ۳/۸۴ (۱۰) شرح ابی داؤد للعینی: ۶/۱۴۳

(۱۱) البدر المنیر فی تخریج الأحادیث والآثار فی شرح الکبیر: ۵/۲۶۹

(۱۲) بلوغ المرام: ۱/۲۰۵رقم ۵۶۸ (۱۳) صحیح کنوز السنۃ النبویۃ: ۱/۱۴۲

(۱۴) کنز العمال: ۱۵/۵۸۳رقم ۴۲۲۷۹ (۱۵) مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۳۷۷رقم ۱۶۷۴

(۱۶) الشرح الکبیر لابن قدامۃ: ۲/۳۴۷ (۱۷) المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل: ۴/۴۳۰

(۱۸) نیل الأوطار: ۴/۱۰۵

اس حدیث کو ناصر الدین البانی نے [سنن ابوداؤد اور سنن ابن ماجہ] کی تحقیق میں حسن کہا اور شعیب الأرناؤوط نے [ابن حبان] کی تحقیق میں ''**اسنادہٗ قوی**،، کہا

دیوبندی مولوی اس حدیث کا معنی یہ کرتے ہیں کہ نماز جنازہ میں خلوص سے دعا کرو حالانکہ [فا] اور [فی] میں ابتدائی طالب علم بھی فرق سمجھتا ہے جبکہ دیوبندی مولوی [فا] کا معنی [فی] کرتا ہے اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے

اب دیکھئے خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ کے بعد دعا مانگتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[عبداللہ بن ابی بکر فرماتے ہیں (یہ روایت طویل ہے) مقام موتہ میں جب کفار سے صحابہ جنگ فرمارہے تھے تو حضور ﷺ نے صحابہ کو شہید ہوتے ملاحظہ فرمایا تو ان پر نماز جنازہ پڑھی اوران کے لئے دعا مانگی اور صحابہ کرام کو دعائے بخشش کا حکم دیا الفاظ یہ ہیں

[وَصَلّٰى عَلَيْهِ وَدَعَا وَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لَهٗ]

(۱) فتح القدیر لابن ہمام: ۳/۳۶۸ (۲) عمدۃ القاری شرح بخاری: ۸/۲۲

(۳) نصب الرایۃ: ۲/۲۸۴ (۴) شرح ابی داؤد للعینی: ۶/۱۵۳

(۵) عون المعبود: ۹/۲۰

دوسری حدیث ملاحظہ فرمائیے

[حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھی (اس کے بعد) جو دعا مانگی وہ میں نے یاد کر لی الفاظ یہ ہیں]

”صَلّٰى رَسُوْلُ اللهِ ﷺ عَلٰى جَنَازَةٍ فَحَفِظْتُ مِنْ دُعَائِهٖ،،

(۱) صحیح مسلم: ۳/۵۹ رقم ۲۲۷۶ (۲) صحیح ابن حبان: ۷/۳۴۴ رقم ۳۰۷۵

(۳) مسند البزار: ۷/۲۷ رقم ۲۷۳۹ (۴) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۴/۴۰ رقم ۷۲۱۶

(۵) معجم الکبیر للطبرانی: ۱۲/۴۰۶ رقم ۴۵۰۷ (۶) شرح السنۃ للبغوی: ۵/۳۵۶ رقم ۱۴۹۵

(۷) مسند الشامین: ۳/۱۸۲ رقم ۲۰۳۷ (۸) المنتقی لابن الجارود: ۲/۱۹۱ رقم ۵۲۲

(۹) عمدۃ القاری شرح بخاری: ۱۲/۴۵۴ (۱۰) شرح مسلم للنووی: ۳/۳۸۳

(۱۱) تحفۃ الأحوذی: ۳/۸۲ (۱۲) تلخیص الحبیر: ۲/۲۸۸ رقم ۷۷۰

(۱۳) کنز العمال: ۱۵/۵۸۷ رقم ۴۲۳۰۱ (۱۴) بلوغ المرام: ۱/۲۰۴

(۱۵) ریاض الصالحین: ۱/۳۷۴ (۱۶) مشکوٰۃ المصابیح: ۱/۳۷۳ رقم ۱۶۵۵

(۱۷) البحر الرائق شرح کنز الدقائق: ۵/۳۲۲

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ [شرح مسلم] میں ”فحفظت،، کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

[أَيْ عَلَّمَنِيْهِ بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَحَفِظْتُه]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: یعنی دعا نماز کے بعد سکھائی، پس انھوں نے اسے یاد کرلیا

(شرح صحیح مسلم للنووی: ۳/ ۳۸۳ طبع بیروت)

ان دونوں روایتوں میں حضور ﷺ کا نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا واضح ہے پھر اس کے جواز میں شک کرنا کیسا؟

اب ذرا رسول اللہ ﷺ کے صحابی کا عمل بھی ملاحظہ فرمائیے:

حضرت مستظل بن حصین سے روایت ہے

[أَنَّ عَلِيًّا صَلَّى عَلَى جَنَازَةٍ بَعْدَ مَا صُلِّيَ عَلَيْهَا]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی جانے کے بعد دعا مانگی

(۱) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۴/ ۴۵ رقم ۶۷۸۷ (۲) التمہید لابن عبدالبر: ۶/ ۲۷۵

(۳) کنز العمال: ۱۵/ ۳۱۷ رقم ۴۲۸۴۱ (۴) جامع الاحادیث لسیوطی: ۲۹/ ۲۶۱ رقم ۳۲۵۶۱

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ایک اور روایت بھی ہے

[حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ مُسْهِرٍ، عَنِ الشَّيْبَانِيِّ، عَنْ عُمَيْرِ بْنِ سَعِيدٍ قَالَ: صَلَّيْتُ مَعَ عَلِيٍّ عَلَى يَزِيدَ بْنِ الْمُكَفَّفِ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا، ثُمَّ مَشَى حَتَّى أَتَاهُ فَقَالَ: اَللّٰهُمَّ عَبْدُكَ۔]

ترجمہ: حضرت عمیر بن سعید سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ یزید بن مکفف رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی آپ نے چار تکبیریں کہیں پھر چلے میت کے پاس آئے اور کہا اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے۔۔۔۔الخ

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۳/ ۳۳۱ رقم ۱۱۸۳۱ اس کی سند صحیح ہے)

ان دونوں روایتوں میں جنازہ کے بعد دعا کرنی واضح ہے

اسی طرح جنازہ کے بعد دعا کرنا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے دیکھئے

[مصنف عبدالرزاق: ۳/ ۵۱۹ رقم ۶۵۴۵]

اس کے علاوہ حضرت ابوہریرہ اور عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہما سے بھی روایات ہیں دیکھئے

[سنن الکبریٰ بیہقی: ۴/ ۹۳، کنز العمال: ۱۵/ ۷۱۷ رقم ۴۲۸۵۸، المبسوط للسرخسی: ۲/ ۲۷، بدائع الصنائع: ۱/ ۳۱۱، طبقات الکبریٰ: ۳/ ۳۶۹]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

[اُطْلُبُوا الْخَيْرَ دَهْرَكُمْ كُلَّهُ وَتَعَرَّضُوا لِنَفَحَاتِ رَحْمَةِ اللهِ]

ترجمہ: ہر وقت، ہر گھڑی، عمر بھر خیر مانگے جاؤ اور تجلیات رحمت الٰہی کی تلاش رکھو

(۱) شعب الایمان للبیہقی: ۲/ ۷۰۳ رقم ۱۰۸۳ (۲) تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۳۳۰

(۳) التمہید لابن عبدالبر: ۵/ ۳۳۹ (۴) الاستذکار: ۷/ ۲۶۴

(۵) جامع الصغیر: ۱/ ۸۵ (۶) الفتح الکبیر: ۱/ ۱۸۱

(۷) الفردوس بماثور الخطاب: ۱/ ۹۷ رقم ۲۴۱

(۸) جامع الاحادیث للسیوطی: ۴/ ۴۹۵ رقم ۳۶۱۸

(۹) کنز العمال: ۲/ ۴۷ رقم ۳۱۸۹

(۱۰) الاسماء والصفات للبیہقی: ۱/ ۳۲۹

(۱۱) سلسلۃ الاحادیث الصحیحہ للالبانی: ۴/ ۳۸۹ رقم ۱۸۹۰

اب دیکھئے کہ نماز جنازہ کے بعد میت کو دفن کرنا ہوتا ہے لیکن دفن سے پہلے اور جنازہ کے بعد دعا کرنے کا معمول سلف صالحین کا ہے یہی معمول بہا ہے یعنی اسی پر فتویٰ ہے ملاحظہ فرمائیے، کشف الغطاء میں ہے

[فاتحہ ودعا برائے میت پیش از دفن درست است و ہمیں است روایت معمولہ کذا فی الخلاصۃ الفقہ۔۔۔]

ترجمہ: میت کے لئے دفن سے پہلے فاتحہ و دعا درست ہے اور یہی روایت معمول بہا ہے ایسا ہی خلاصۃ الفقہ میں ہے۔ (کشف الغطاء صفحہ ۴۰ فصل ششم نماز جنازہ مطبوعہ دہلی)

علماء دیوبند کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نے دعا کے بارے میں ایک ضابطہ مقرر کیا لکھتے ہیں

[کیا معترض صاحب ہر دعا کے لئے نقل کو شرط کہیں گے] یعنی ہر دعا کے لئے علیحدہ ثبوت کی ضرورت نہیں

(بوادر النوادر صفحہ ۶۲۳ مطبوعہ لاہور)

لہٰذا اس اصول کے تحت مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں

[بعد نماز عیدین کے دعا مانگنا گو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ سے منقول نہیں مگر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چونکہ ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مسنون ہے اس لئے بعد نماز عیدین بھی دعا مانگنا مسنون ہوگا]

(بہشتی زیور حصہ نمبر ۱۱ صفحہ نمبر ۸۵)

اسی طرح [فتاوی دارالعلوم دیوبند: ۵ / ۲۲۵] میں ہے

''عیدین کی نمازوں کے بعد مثل دیگر نمازوں کے دعا مانگنا مستحب ہے ہمارے اکابر کا یہی معمول رہا ہے،،

اسی لئے ہم [اہل سنت والجماعت] کہتے ہیں کہ یہاں تو جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت بھی ہے تو پھر اس کو بدعت کہنا کیسا ہے؟

مفتی کفایت اللہ دہلوی جس کو دیوبندی مولوی نے چشتی لکھا جو سراسر جھوٹ ہے ان کی کتاب کا جو حوالہ دیا اس پر کہیں بھی چشتی نہیں لکھا وہ لکھتے ہیں

[اگر لوگ نماز جنازہ کے بعد جمع ہو کر اور اہتمام کر کے دعا نہ کریں بلکہ صفیں توڑ کر علیحدہ ہو جائیں اور اپنے اپنے طور پر ہر شخص تنہا تنہا دعا کرے تو اس میں کسی طور سے نماز جنازہ میں زیادتی کا شبہ نہیں ہو سکتا]

(دلائل الخیرات فی ترک المنکرات مع خیر الصلات صفحہ ۳۳)

اب مولوی صاحب بتائیں کہ اس ہیت کے ساتھ دعا کرنا بعد نماز جنازہ ان کے نزدیک کس حدیث سے ثابت ہے

اسی طرح [فتاوی دیوبند: ۵ / ۴۳۴ مطبوعہ ملتان] میں ہے

''سوال (۳۱۳۴) بعد نماز جنازہ قبل دفن چند مصلیوں کا ایصال ثواب کے لئے سورۃ فاتحہ ایک بار سورۃ اخلاص تین بار آہستہ آواز سے پڑھنا اور امام جنازہ یا کسی نیک آدمی کا دونوں ہاتھ اٹھا کر مختصر دعا کرنا شرعاً ہے یا نہیں

الجواب: ۔ اس میں کوئی حرج نہیں

ظفر احمد عثمانی لکھتے ہیں جنھیں دیوبندی مولوی صاحب نے چشتی لکھا اسی طرح تقی عثمانی خلیل احمد اور سارے دیوبندیوں کو چشتی لکھا جو کہ سراسر جھوٹ ہے کیونکہ جن کتب کا حوالہ ان میں کہیں بھی چشتی نہیں لکھا یہ صرف عوام اہل سنت والجماعت کو دھوکہ دینے کے لئے ہے [بعد نماز (جنازہ) کے اسی طرح اسی جگہ دعا کا کوئی ثبوت نہیں صفیں توڑ کر الگ ہٹ جائے پھر جتنا چاہے دعا کرے (مخزن فضائل و مسائل حصہ اول صفحہ ۹۱)

اسی طرح مولوی عزیز علی شاہ دیوبندی نے بھی لکھا [اپنے اپنے دل میں لوگ علیحدہ علیحدہ دعا مانگیں اس کا ہر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وقت اختیار ہے] (تحقیق الدعاء صفحہ ۶۳)

علامہ شمس الحق افغانی دیوبندی لکھتے ہیں [مفتی کفایت اللہ صاحب مرحوم نے تطبیق یوں دی ہے دعا قبل کسر الصفوف (صفیں توڑنے سے پہلے) منع ہے اور بعد کسر الصفوف جائز ہے میرے نزدیک یہ درست ہے]

(الکلام الموزون صفحہ ۹۱)

اسی طرح [خیر الفتاویٰ ۳/ ۲۲۴] میں ہے

''علیحدہ طور پر دعا و تلاوت جائز ہے، یعنی جنازہ کے بعد

اب نئے دیوبندی علماء کا عمل بھی ملاحظہ ہو:

(۱) مولوی فضل الرحمن صاحب نے ملک قاسم سیاسی لیڈر کی نماز جنازہ کے بعد دعا مانگی دیکھئے [روز نامہ پاکستان لاہور ۱۹ ستمبر ۱۹۹۶ء] کی اشاعت میں باتصویر طور پر موجود ہے کہ وہ ملک قسم کی نماز جنازہ کے بعد دعا مانگ رہے ہیں

(۲) جنرل ضیاء الحق کے جنازے میں شریک تمام دیوبندی علماء نے خصوصاً مولوی عبدالمالک کاندھلوی شیخ الحدیث جامع اشرفیہ لاہور اور مولوی عبدالقادر آزاد سابق خطیب شاہی مسجد لاہور نے ہاتھ لمبے لمبے کرکے دعا بعد نماز جنازہ کی دیکھئے اس وقت کے اخبارات اور ٹی وی کی کوریج

(۳) مولانا اکرم اعوان دیوبندی ''دعا نماز جنازہ کے بارے میں،، لکھتے ہیں

[کبھی مانگتے ہیں کبھی نہیں مانگتے ہیں جیسی صورت حال ہو گزارا کرتے ہیں اور اب تو میرے پاس فرصت نہیں ہوتی جنازوں میں جانے کے لئے بچے ہو آتے ہیں پتا نہیں مانگتے ہیں نہیں مانگتے وہ جانیں اور ان کا کام جانیں] (ماہنامہ المرشد لاہور نومبر ۱۹۹۴ء صفحہ ۴۶)

(۴) متحدہ قومی موومنٹ کے معطل رہنما ڈاکٹر عمران فاروق کی نماز جنازہ کے بعد مولانا اسعد تھانوی دیوبندی نے دعا کی دیکھئے اخبار روز نامہ [امت کراچی ۷ نومبر ۲۰۱۰ء بروز اتوار میں]

لہٰذا ان دلائل کی روشنی میں دیوبندی علماء کا [دعا بعد نماز جنازہ] کو بدعت کہنا دو وجہ سے صحیح نہیں

(۱) ایک تو یہ کہ ان کا ضابطہ بدعت صحیح نہیں ورنہ اسی ضابطے کے تحت جو اعمال ان کے آتے ہیں انھیں بھی [بدعت] کہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۲) اگر بالفرض آپ کا ضابطہ مانا جائے تو پھر جب حضور ﷺ اور ان کے صحابہ سے یہ عمل ثابت ہے جیسا کہ پہلے گزرا تو اس کو بدعت کہنا صحیح نہیں

اب ان فقہاء کی عبارات کا جواب دیا جاتا ہے جو اس فتوٰی میں نقل کی گئیں

(۱) وفی المحیط البرھانی: لا یقوم الرجل بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ

(۲) وفی الفتاوٰی السراجیہ: اذا فرغ من الصلوٰۃ لا یقوم بالدعاء

(۳) وفی الفتاوٰی بزازیہ علی العالمگیریہ: لا یقوم بالدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ لانہ دعا مرّۃ

(۴) وفی خلاصۃ الفتاوٰی: لا یقوم بالدعاء...... بعد صلوٰۃ الجنازۃ

(۵) وفی البحر الرائق: لا یدعو بعد التسلیم

اب ذرا غور فرمائیے کہ جب قرآن وسنت اور حضور ﷺ اور ان کے صحابہ سے یہ عمل ثابت ہے جیسا کہ پہلے گزرا تو فقہاء کیوں منع فرمانے لگے اگر منع کیا تو کیا شرط لگائی اور کیوں لگائی اللہ تعالیٰ عقل سلیم عطا فرمائے تو بات فقہاء کی سمجھ آجاتی ہے پہلی چار عبارات میں بلفظ [قیام] کے ساتھ منع کیا گیا اب وہ کیا قیام ہے جس کی قید سے فقہاء یہ حکم دے رہے ہیں جب فقہاء کے دلائل کو سمجھا جائے تو بات واضح ہو جاتی ہے کہ دعا کے لئے ایسا قیام جو طویل ہو جس سے دفن میں تاخیر ہو تو یہ شرح مطہرہ کو پسند نہیں لہٰذا مختصر دعا سے اور مطلقاً دعا سے فقہاء نے منع نہیں کیا ورنہ دیوبندی علماء بھی فرداً فرداً اور مختصر دعا کے قائل ہیں جیسا کہ پیچھے گذرا لہٰذا اس کو اگر مطلق مانا جائے تو دیوبندیوں کے بھی خلاف ہے تو جو جواب ان کا ہو گا وہی ہمارا تسلیم کیا جائے اسی لئے ہم مختصر دعا کر کے میت کو دفن کے لئے لے جاتے ہیں جو جائز ہے

اب رہ گئی پانچویں عبارت تو البحر الرائق میں اسی عبارت میں آگے لکھا ہے

[**وَعَنِ الْفَضْلِيِّ لَا بَأْسَ بِهِ**] یعنی اس میں کوئی حرج نہیں (البحر الرائق: ۵/ ۳۳۲)

چنانچہ مولوی کفایت اللہ صاحب جن کو دیوبندی مولوی صاحب نے چشتی لکھا [خیر الصلوٰۃ رسالہ کے صفحہ نمبر ۶۳] پر مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کے حوالے سے لکھا کہ ''جو دوسری عبارت جو بطور روایت فضلی سے نقل کی ہے جس میں [**لا بأس بہ**] مذکور ہے وہ مشیر بجواز ہے،،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لہٰذا یہ عبارت جواز کے حق میں ہے اب صرف مرقاۃ شرح مشکوٰۃ کی عبارت کا جواب رہ گیا جو کہ فتوٰی کے صفحہ نمبر ۲ پر ہے تو اس کا جواب یہ ہے اس عبارت میں ہے

[لا یدعو للمیت بعد الجنازۃ لانہ یشبہ الزیادۃ فی الصلوٰۃ الجنازۃ]

یعنی نماز جنازہ کے بعد اس طرح دعا نہ کی جائے جو جنازہ میں زیادتی کا شبہ دے

صفوف کو توڑ کر دعا مانگنا اس شبہے کو زائل کر دیتا ہے لہٰذا جیسا کہ علماء دیوبند نے بھی یہی تطبیق دی ہے ورنہ کسی نے مطلقاً دعا کو ناجائز نہیں لکھا لہٰذا دیوبندی مفتیوں کے فتاوٰی کا کوئی اعتبار نہیں جب کہ قرآن وسنت نبی ﷺ کا قول وفعل صحابہ کا عمل اور فقہاء کا معمول بہا کہنا موجود ثابت ہے تو ان علماء کا بدعت بدعت کی رٹ لگانا اور جھوٹے چشتی بننا اور فقہاء کی عبارات کو کتر بیونت کر کے پیش کرنا، سادہ عوام کو گمراہ کرنا ہے اور [پکی روٹی] جیسی کتاب کا حوالہ دینا، مولوی عبدالحئی لکھنوی کا فیصلہ سنانا، یہ سب دیوبندی ہی تو ہیں اہل سنت والجماعت کے لئے یہ کیسے قبول ہو سکتا ہے لہٰذا نماز جنازہ کے بعد دعا کو واجب کہنا اور اس بناء پر اس کو بدعت کہنا یہ سب جھوٹ کے سوا کچھ نہیں اہل سنت والجماعت کا کوئی مستند عالم اس کو فرض، واجب نہیں کہتا بلکہ مستحب ومباح کہتا ہے جو الحمدللہ ثابت ہے اللہ تعالیٰ حق کو واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

خادم العلماء اہل السنۃ والجماعۃ ابو اسامہ ظفر القادری بکھروی خطیب مرکزی جامع مسجد [الفاروق] ۲۰ ایف واہ کینٹ مورخہ ۱۳ رجب ۱۴۳۴ھ ۲۵ مئی ۲۰۱۲ء

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر(۲۹)

فقہ حنفی پر اعتراضات کی حقیقت

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ آلہ واصحابہ واھل بیتہ اجمعین۔ اما بعد!

عرصہ سوسال سے زیادہ ہو چکا ہے مگر جو فتنہ فقہ خصوصًا فقہ حنفی کے خلاف انگریزوں نے پاک و ہند میں کھڑا کیا تھا وہ ختم ہونے کی بجائے ایک منظم گروہ کی صورت اختیار کر چکا ہے ان کو امداد دینے والوں میں نجدی عرب خصوصًا پیش پیش ہیں یہ گروہ اپنے وجود کی یہ دلیل دیتا ہے کہ تم چونکہ قرآن وسنت کو چھوڑ کر فقہ کے پیچھے لگ چکے ہو اور فقہ قرآن وسنت کے خلاف ہے اس لئے تم میں بہت اختلاف ہیں لہٰذا اس اختلاف کو ختم کرنے کا واحد ذریعہ قرآن وحدیث ہے اور ہمارا ہر معاملہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے لہٰذا ہم میں کوئی اختلاف نہیں مگر یہ ایک خوش فہمی کے سوا کچھ نہیں اس کا ثبوت ''فتاویٰ علمائے حدیث،، سے حاضر خدمت ہے

''اور اس زمانہ میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے اور درحقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے کنارے (بہت دور) ہیں جو حدیثیں سلف اور خلف کے ہاں معمول بہا ہیں ان کو ادنیٰ سی قدح اور کمزوری جرح پر مردود کہہ دیتے ہیں اور صحابہ کے اقوال اور افعال کو ایک بے طاقت سے قانون اور بے نور سے قول کے سبب پھینک دیتے ہیں اور ان پر اپنے بے ہودہ خیالوں اور بیمار فکروں کو مقدم کرتے ہیں اور اپنا نام محقق رکھتے ہیں حاشاوکلّا اللہ کی قسم یہی لوگ ہیں جو شریعت نبویہ (کی حدبندی) کے نشان کو گراتے ہیں اور ملت حنیفیہ کی بنیادوں کو کہنہ کرتے ہیں اور سنت مصطویہ کے نشانوں کو مٹاتے ہیں احادیث مرفوعہ کو چھوڑ رکھا ہے اور متصل اسانید آثار کو پھینک دیا ہے اور ان کے دفع کرنے کیلئے وہ حیلے بناتے ہیں کہ جن کیلئے کسی یقین کرنے والے کا شرح صدر نہیں ہوتا اور نہ کسی مومن کا سر اٹھتا ہے،،

(فتاویٰ علمائے حدیث: ۷/۷۹،۸۰ مطبوعہ مکتبہ سعیدیہ خانیوال، فتاویٰ غزنویہ: ۱/۲۰۶)

حالانکہ ان کے مدمقابل اہل قرآن یا منکرین حدیث تھے مگر ان سے ان کا کوئی مناظرہ نہیں ہوتا اور نہ ہی ان سے کوئی جھگڑا نہیں ہوتا جھگڑا ہے تو صرف فقہ حنفی والوں سے ہے اور منکرین حدیثوں کی طرح شاذ روایات اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کتر بیونت کر کے عبارات پیش کرتے ہیں اور کم علم لوگوں کو بیوقوف بناتے ہیں اس مضمون میں انھی مسائل جن کو غیر مقلدین پیش کر کے فقہ حنفی پر لعن طعن کرتے ہیں اور فقہ حنفی کو قرآن وحدیث کے خلاف بتاتے ہیں کو قرآن وسنت کی روشنی میں پیش کرونگا اللہ رب العزت سمجھ عطا فرما کر راہِ ہدایت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین!

✿ مسائل کے ثبوت کے چار دلائل کا ثبوت ✿

فقہ حنفی کا دعوٰی یہ ہے کہ کسی بھی مسئلے کے ثبوت کیلئے چار دلائل ہیں اور یہ بات فقہ حنفی کی ابتدائی کتب مثلاً اصول الشاشی وغیرہ میں موجود ہے اب ان کا ثبوت ملاحظہ ہو

(۲،۱) قرآن وسنت:۔ چونکہ غیر مقلدین خود بھی قرآن وسنت کے قائل ہیں اس کی تفصیل کی ضرورت نہیں

(۴،۳) اجماع وشرعی قیاس:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

''جس شخص کو تمہارے میں سے فیصلہ کرنے کی ضرورت پیش آئے تو اس کو چاہیے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کے مطابق حکم دے اگر وہ فیصلہ کتاب اللہ میں نہ ملے تو اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق حکم دے اگر وہ فیصلہ کتاب اللہ اور نبی ﷺ کے فیصلوں میں نہ ہو تو نیک لوگوں کے فیصلوں کے مطابق حکم دے اگر وہ کام ایسا ہو جو کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں نہ ملے اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ کے احکام میں ملے اور نہ ہی نیک لوگوں کے فیصلوں میں ملے تو ''**فَلْيَجْتَهِدْ**''، پس اپنی رائے (قیاس) سے اجتہاد کرے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ یہ حدیث جید ہے یعنی صحیح ہے

(۱) سنن نسائی ۳/ ۲۶۸ رقم ۵۹۴۵ (۲) السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰/ ۱۱۵ رقم ۲۰۸۴۰

(۳) المعجم الکبیر للطبرانی ۸/ ۱۰۵ رقم ۸۸۲۸ (۴) سنن الدارمی ۱/ ۷۱ رقم ۱۶۵

(۵) مسند الدارمی ۱/ ۶۴ رقم ۱۶۷ (۶) مصنف ابن ابی شیبہ ۷/ ۲۴۱ رقم ۲۳۴۴۵

(۷) مصنف عبدالرزاق ۸/ ۳۰۱ رقم ۱۵۲۹۵ (۸) جامع بیان العلم وفضلہ ۲/ ۸۴۸ رقم ۱۵۹۹

(۹) الفقیہ والمتفقہ للخطیب ۲/ ۹۱ رقم ۵۲۹ (۱۰) شرح صحیح البخاری لابن بطال ۱۰/ ۳۵۴

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۱) جامع الاصول ۱۰ / ۶۷۴ (۱۲) کنز العمال ۵ / ۸۱۳ رقم ۱۴۴۶۰

(۱۳) مفتاح الجنۃ ۱ / ۴۷ (۱۴) حجۃ اللہ البالغۃ ۱ / ۳۲۲

(۱۵) مختصر تاریخ دمشق ۲ / ۳۶۴

اسی مفہوم کی روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ہے دیکھئے

(۱) سنن نسائی ۸ / ۲۳۱ رقم ۵۳۹۹ مطبوعہ حلب (۲) الاحادیث المختارہ للضیاء المقدسی ۱ / ۸۳

(۳) جامع الاصول ۱۰ / ۶۷۵ (۴) مسند الصحابہ فی الکتب التسعۃ ۲۷ / ۱۹۰

(۵) دراسۃ نقدیۃ ۲ / ۸۶ (۶) ارشاد النقاد الی تیسر الاجتہاد ۱ / ۱۷۸

(۷) الاحکام لابن حزم ۶ / ۲۴۱ (۸) شرح الزرکشی مطبوعہ بیروت ۳ / ۳۷ رقم ۳۸۰۲

(۹) اعلام الموقعین ۲ / ۲۰۳

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

[**قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ ,وَمَا سِوٰى ذَالِكَ فَهُوَ فَضْلٌ: مُحْكَمَةٌ ,اَوْسُنَّةٌ قَائِمَةٌ ,اَوْفَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ**]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا علم تین ہیں اور اس کے علاوہ باقی زائد ہیں

(۱) محکم آیات کا علم (۲) قائم کرنے والی سنتوں کا علم (۳) میراث کے حصوں کا از روئے انصاف علم

(۱) سنن ابو داؤد ۳ / ۱۱۹ رقم ۲۸۸۵ (۲) سنن ابن ماجہ ۱ / ۲۱ رقم ۵۴

(۳) سنن الکبریٰ للبیہقی ۶ / ۲۰۸ رقم ۱۱۹۵۲ (۴) سنن دار قطنی ۵ / ۱۱۸ رقم ۴۰۶۰

(۵) جامع بیان العلم وفضلہ ۱ / ۷۵۲ رقم ۱۳۸۶ (۶) شرح مذاہب اہل السنۃ ۱ / ۴۹ رقم ۴۶

(۷) عمدۃ القاری شرح بخاری ۳۴ / ۱۰۱ (۸) جامع العلوم والحکم ۲۵ / ۷

(۹) کنز العمال ۱۰ / ۱۳۲ رقم ۲۸۶۵۹ (۱۰) مشکوٰۃ المصابیح ۱ / ۵۱ رقم ۲۳۹

(۱۱) تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق ۱۸ / ۳۸۷ (۱۲) نیل الاوطار ۶ / ۱۱۲

(۱۳) تفسیر ابن کثیر ۲ / ۲۲۴ (۱۴) تفسیر القرطبی ۵ / ۵۶

(۱۵) احکام القرآن لابن العربی ۲ / ۱۸۸

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مشکوۃ المصابیح کے حاشیہ میں غیر مقلد حاشیہ نگار لکھتے ہیں "فریضہ عادلہ اشارہ ہے اجماع وقیاس کی طرف فریضہ اس کو اس لئے کہا کہ اس پر عمل واجب ہے جیسے کتاب وسنت پر اور عدل کے معنی بھی یہی ہیں (یعنی حجت ہونے میں برابر) اس حدیث کے حاصل معنی یہ ہوئے کہ دین کے اصول چار ہیں کتاب وسنت، اجماع، قیاس اور جو علم اس کے سوا ہے وہ زائد ہیں (حاشیہ غزنویاں غیر مقلد بر مشکوۃ: ۱/۶۶) زیادہ تفصیل کیلئے نور الانوار اور دیگر اہل علم کی کتابوں کی طرف رجوع فرمائیں

اجتہادی مسائل میں رسول اللہ ﷺ کا نقطہ نظر

اگر کوئی مسئلہ قرآن وسنت میں واضح نہ ہو تو ایسے مسئلے کا حل اجماع وقیاس سے کیا جاتا ہے اور کوئی مجتہد اجتہاد کرے تو اس کا فیصلہ اگر حق کے مطابق ہو تو ٹھیک اور وہ حق تک نہ پہنچے تو اس کے بارے میں نبی ﷺ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے

[عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا حَكَمَ الْحَاكِمُ فَاجْتَهَدَ فَأَصَابَ فَلَهُ أَجْرَانِ وَإِذَا اجْتَهَدَ فَأَخْطَأَ فَلَهُ أَجْرٌ]

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس وقت کوئی حاکم (مجتہد) غور وفکر کے بعد کوئی حکم دے پھر وہ حکم ٹھیک ہو تو اس کو دوگنا اجر ہے اور جو غور وفکر کرے لیکن فیصلہ صحیح نہ ہو جب بھی اس کو ایک اجر ہے

(۱) سنن نسائی ۳/۱۶۱۴ رقم ۵۹۲۰	(۲) سنن ترمذی ۳/۳۲۴ رقم ۳۵۷۶
(۳) سنن ابن ماجہ ۳/۱۱۴ رقم ۲۳۱۴	(۴) مسند احمد بن حنبل ۴/۱۹۸ رقم ۱۷۸۰۹
(۵) صحیح ابن حبان ۱۱/۴۴۶ رقم ۵۰۶۰	(۶) مسند البزار ۱۵/۱۹۲ رقم ۸۵۷۶
(۷) مسند ابی یعلی ۱۰/۳۰۹ رقم ۵۹۰۳	(۸) السنن الکبری للبیہقی ۱۰/۱۱۹ رقم ۲۰۸۶۷
(۹) مستخرج ابی عوانہ ۷/۲۸۹ رقم ۵۱۴۸	(۱۰) جامع بیان العلم وفضلہ ۲/۸۸۳ رقم ۱۶۶۴
(۱۱) البدر المنیر ۹/۵۲۵	(۱۲) تلخیص الحبیر ۴/۴۱۴ رقم ۲۰۷۲
(۱۳) الجامع الصغیر ۱/۴۲ رقم ۵۶۵	(۱۴) کنز العمال ۶/۷ رقم ۱۴۵۹۳
(۱۵) الأم للشافعی ۷/۲۷۸	

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس روایت سے ثابت ہوا کہ اگر مجتہد خطاء بھی کرے تو ثواب کا حق دار ہے نہ کہ لعن طعن کا جیسا کہ غیر مقلدین کا شیوہ ہے بالفرض کسی مسئلے میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے خطاء واقع ہوئی ہے تو بھی وہ کسی طرح لعن طعن کے حق دار نہیں بلکہ بقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم ثواب کے حق دار ہیں اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مجتہد ہونے میں تو کسی کو کوئی شک نہیں فقہ حنفی مطعون کرنے کیلئے بعض لوگ غیر مفتٰی بہ اقوال پیش کر کے عوام الناس کو دھوکہ دیتے ہیں جیسے منکرین حدیث موضوع اور شاذ روایات پیش کر کے حدیث کا انکار کرتے ہیں یا عیسائی شاذ قراتیں پیش کر کے قرآن کو محرف ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں لہٰذا مفتٰی بہ اور غیر مفتٰی بہ اقوال کو سمجھ لیا جائے تاکہ کوئی گمراہ اپنی گمراہی میں شامل نہ کر سکے

مفتٰی بہ اور غیر مفتٰی بہ اقوال اور ان کی پہچان

جس طرح کتب حدیث میں صحیح وضعیف اور موضوع ہر قسم کی روایات موجود ہیں اسی طرح کتب فقہ میں راجح اور مرجوح ہر قسم کے اقوال موجود ہیں جو کہ مفتٰی بہ اور غیر مفتٰی بہ اقوال کہلاتے ہیں لہٰذا جس طرح حدیث صحیح یا جس حدیث پر امت کا عمل ہو قبول ہے اسی طرح فقہ میں مفتٰی بہ یا راجح قول قبول ہے اور غیر مفتٰی بہ یا مرجوح قول قابل عمل نہیں

(۱) شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "قسم اول ظاہر مذہب کے مسائل ہیں (یعنی معروف) جو بہر حال قبول کئے جائیں گے قسم دوم روایات شاذہ جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہیں اگر وہ اصول مقررہ کے موافق ہوں تو تسلیم کی جائیں گی ورنہ نہیں قسم سوم متاخرین وہ اجتہادات جن پر جمہور علماء کا اتفاق ہو چکا ہو ان سے بہر حال فتوٰی دیا جائے گا قسم چہارم متاخرین وہ اجتہادات جن پر علماء جمہور کا اتفاق نہ ہوا گر وہ مقررہ اصول اور کلام سلف کے موافق ہوں تو تسلیم ورنہ نہیں (مبادیات فقہ ص ۴۷)

(۲) "أَنَّ الْحُكْمَ وَالْإِفْتَاءَ بِالْقَوْلِ الْمَرْجُوحِ جَهْلٌ وَخَرْقٌ لِلْإِجْمَاعِ"، یعنی مرجوح قول پر فتوٰی دینا جہالت اور اجماع سے بغاوت ہے (البحر الرائق ۱۰/ ۳۰۹، رد المحتار ۱/ ۱۸۵)

(۳) "وَمَذْهَبُ الْحَنَفِيَّةِ الْمَنْعُ عَنِ الْمَرْجُوحِ حَتّٰى لِنَفْسِهٖ لِكَوْنِ الْمَرْجُوعِ صَارَ مَنْسُوخًا:

ترجمہ۔ احناف کے نزدیک قول مرجوح چونکہ منسوخ کی مانند ہے اس لئے نہ اس پر فتوٰی دیا جا سکتا ہے اور نہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خود عمل کیا جا سکتا ہے (ردالمحتار: ۱/۱۸۷)

(۴) علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" کہ جو شخص فتوی دینا چاہتا ہے یا خود عمل کرنا چاہتا ہے تو اس کو واجب ہے "**ان یتبع القول الذی رجحة علماء مذهبه**" ترجمہ: یعنی اس قول کی اتباع کرے جس کو علماء مذہب نے راجح قرار دیا ہے (شرح عقود رسم المفتی ص ۲۵)

(۵) علامہ ابن تیمیہ اپنے فتاوی میں لکھتے ہیں" ومعرفة الراجح شرعا ما هو معروف" یعنی راجح قول کی پہچان شرعاً یہ ہے کہ وہ معروف ہو (مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ۲۰/۲۲۸)

نیز اتباع ائمہ سے انحراف کی اقسام میں چھٹی قسم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں "**فیتمسکون بالقول المرجوح**" یعنی قول مرجوح سے تمسک کرنا اتباع ائمہ سے انحراف ہے

(مجموع الفتاوی لابن تیمیہ: ۲۰/۱۸۵)

(۶) شیخ عبدالرحمن المحلاوی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں" فتوی دینے والے مفتی کیلئے طبقات فقہاء کا جاننا ضروری ہے "**لیکون علی قدرة کافیة فی الترجیح بین القولین المتعارضین**" تاکہ اس کو متعارض اقوال کے درمیان ترجیح دینے کی کافی قدرت حاصل ہو جائے (تیسر الوصول الی علم الاصول ص ۳۲۵)

مختصر یہ کہ جو قول معروف ہو یا جس پر فتوی ہو وہ قول مفتی بہ ہے اور جو قول غیر معروف، مرجوح اور غیر معمول بہا ہو، وہ غیر مفتی بہ قول ہے لہٰذا جو فقہ کا مفتی بہ قول ہو اور معمول بہا ہو تو اس کے خلاف کوئی قرآن وسنت پیش کرے اور اس کو خلاف قرآن وسنت ثابت کرے تو انشاء اللہ قبول ہے ورنہ منکرین حدیث کی طرح ضعیف اور موضوع حدیثیں دکھا کر حدیثوں کا انکار جس طرح دھوکہ ہے اسی طرح ناقابل عمل قول، مرجوع اقوال، غیر مفتی بہ اقوال فقہ نہیں بلکہ فقہ حنفی معمول بہا اور مفتی بہ اقوال کا نام ہے لہٰذا جو کوئی فقہ حنفی کا قول دکھا کر قرآن وسنت کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کرے پہلے اس کا فرض ہے کہ اس کو مفتی بہ ثابت کرے اور منکرین حدیثوں کے اصولوں سے پرہیز کرے اللہ رب العزت سمجھ عطا فرما کر ہدایت والے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے نقشہ ملاحظہ فرمائیے

مسائل کی قسمیں

مسائل منصوصہ ! مسائل غیر منصوصہ

غیر متعارضہ متعارضہ اجماعی غیر اجماعی

ان میں تقلید جائز نہیں اس کی دو قسمیں ہیں !

!

(معلوم التقدیم والتاخیر) (غیر معلوم التقدیم والتاخیر) !

ان میں تقلید جائز نہیں ! !

اجماعی غیر اجماعی غیر اجماعی

! !!

ان میں تقلید جائز نہیں !

اس کی دو قسمیں ہیں

!

مفتیٰ بہ غیر مفتیٰ بہ

! !

یہ فقہ حنفی ہے ان مسائل میں تقلید نہیں کی جاتی

اس طریقہ سے جو مسئلہ فقہ حنفی کی کتب سے سامنے آئے وہ فقہ حنفی ہے اس مسئلہ کو کوئی قرآن وحدیث کے خلاف ثابت کرے تو پھر بات ہے کتاب میں کوئی بھی لکھی ہوئی بات کو اٹھا کر شور مچانا جاہلوں کا کام ہے نہ کہ اہل علم کا، اتنی بات اگر سمجھ آ گئی ہے تو اب فقہ حنفی پر غیر مقلدین کے اعتراضات اور ان کے جوابات ملاحظہ فرمائیے

❁ فقہ حنفی پر غیر مقلدین کے اعتراضات اور ان کے جوابات ❁

اعتراض نمبر ۱: فقہ حنفی کی معتبر کتاب ’’ھدایہ اولین صفحہ ۳۳۰،، میں لکھا ہے ’’**مدت الرضاعة ثلاثون شھرا عند ابی حنیفه**،، ترجمہ۔ رضاعت کی مدت امام ابوحنیفہ کے نزدیک تیس مہینے یعنی اڑھائی سال ہے لہٰذا اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ نے صریح آیات اور واضح احادیث سے اختلاف کیا ہے اس لئے کہ قرآن مجید میں سورہ بقرہ آیت نمبر ۲۳۳ اور احادیث میں بچہ کے دودھ پلانے کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حقیقۃ الفقہ میں اسی طرح کا بیان ہے اس میں درمختار، شرح وقایہ، قدوری کا حوالہ دیا گیا ہے دیکھئے حقیقۃ الفقہ صفحہ نمبر ۲۲ تالیف محمد یوسف جے پوری طبع لاہور

جواب : (نمبر ۱) یہ مسئلہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے کیونکہ سورۃ البقرۃ کی "**والوالدت یرضعن اولادھن حولین کاملین**،، (آیت ۲۳۳) یہ آیت نص صریح نہیں اس میں یہ الفاظ قابل غور ہیں "**فان ارادہ فصالًا عن تراض منھما**،، یعنی اگر وہ دونوں (ماں باپ) باہمی رضامندی سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر کوئی گناہ نہیں اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں " ان یفطماہ قبل الحولین وبعدہ،، یعنی دو سال سے قبل یا بعد دونوں صورتوں میں دودھ چھڑانے کا اختیار ہے (تفسیر ابن جریر: ۲/ ۳۰۲) اس سے معلوم ہوا کہ یہ نص صریح نہیں یا حقیقۃ الفقہ والے مولوی صاحب کو نص صریح کا علم نہیں کہ اس کو نص صریح کہہ رہے ہیں عین الہدایہ ۲/ ۱۲۵ میں ہے اسی طرح علامہ دمشقی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ اس پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"**واتفقوا علی ان التحریم باالرضاع یثبت اذاحصل فی سنتین واختلفو فی مازاد علی الحولین .فقال ابو حنیفة یثبت الی حولین ونصف وقل زفر ثلاث سنتین وقال مالك والشافعي واحمد الامر سنتان فقط واستحسن مالك ان یحرم بعد بما الی شهر وقال داؤددور رضاع الکبیر یحرم**،،

یعنی دو سال پر ائمہ کا اتفاق ہے اس سے زائد مدت میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اڑھائی سال، امام زفر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تین سال، امام مالک، امام شافعی، امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک دو سال اور ایک قول امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا دو سال اور ایک مہینہ ہے امام داؤد ظاہری کے نزدیک تمام عمر مدت رضاعت ہے (رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ ص ۳۱۷)

سید امیر علی لکھتے ہیں "مالکیہ کے نزدیک دو سال کے بعد بھی ایک ماہ تک رضاعت ثابت ہے حتیٰ کہ بعض کے نزدیک تمام عمر مدت رضاعت ہے (عین الہدایہ: ۲/ ۱۲۴)

لہٰذا ان تمام دلائل سے یہ بات واضح ہے کہ سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۳۳ اس مسئلہ میں صریح نہیں تھی تو مجتہدین اس میں اجتہاد فرما رہے ہیں اور اجتہادی مسئلہ میں خطاء واقع ہونا ایک واضح مسئلہ ہے اور اجتہادی خطاء میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مجتہد مطعون نہیں جیسا کہ شروع میں حضور ﷺ کا فیصلہ اجتہادی خطاء میں نقل کر چکا ہوں مجتہد کو ثواب ہے عذاب نہیں اگر پھر بھی کوئی مجتہد کو مطعون کرتا ہے تو اس کے منکر حدیث ہونے میں کوئی شک نہیں جبکہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مجتہد ہونے میں تو کسی کو شک نہیں

(نمبر ۲) دودھ چھڑانے کے حوالے سے ایک آیت اور بھی ہے

"وحمله وفصاله ثلثون شهرا"،(سورۃ احقاف آیت ۱۵)

اس کے بارے میں مختلف تفاسیر ہیں ان میں ایک تفسیر یہ ہے "مدت حمل کے زیادہ سے زیادہ ہونے میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نزدیک دوسال، امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک چارسال، پانچ سال، سات سال تک کی روایات ہیں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک چارسال امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ایک قول میں چارسال، اور دوسرے قول کے مطابق دوسال ہے (تفسیر مظہری: ۸/ ۴۰۴)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا ارشاد ملاحظہ فرمائیے

"اذا حملت تسعته اشهر ارضعت احدی وعشرین شهرا وان حملت سبعته اشهرا رضعت ثلاثه وعشرین شهرا وان حملت سته اشهرا رضعت اربعته وعشرین شهرا"

ترجمہ یعنی اگر حمل نو ماہ کا ہے تو رضاعت اکیس ماہ کی حمل اگر سات ماہ کا ہے تو رضاعت تو تیئس ماہ، اور اگر حمل چھ ماہ کا ہے تو رضاعت دوسال ہوگی

(۱) تفسیر ابن جریر: ۲/ ۳۰۲ (۲) تفسیر قرطبی: ۱۶/ ۱۹۳

(۳) تفسیر خازن: ۴/ ۱۲۵ (۴) تفسیر مظہری: ۸/ ۴۰۸

(۵) تفسیر ابن کثیر: ۴/ ۲۴۱

لہٰذا غور فرمائیں کہ عموماً حمل جو معروف ہے وہ نو ماہ کا ہے اس صورت میں سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۳۳ کا تقاضہ پورا نہیں ہوتا اور اگر امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ کے مسلک کے مطابق مدت حمل تیس ماہ سے تجاوز کر جائے تو مدت رضاعت تو بالکل ختم ہو جائے گی معلوم ہوا کہ یہ ایک اجتہادی معاملہ ہے

(نمبر ۳) صاحب ھدایہ نے دوقسم کی عورتوں کا ذکر فرمایا پہلی وہ عورت جو خاوند کے نکاح میں ہے اور بلا اجرت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دودھ پلاتی ہے اس کی مدت اڑھائی سال ہے اور دلیل آیت "**ثلاثون شهرا**" ہے دوسری عورت جو مطلقہ ہے چونکہ وہ بچہ کو دودھ پلانے کی مکلف نہیں لہٰذا اس کی اجرت شریعت نے مقرر کر دی اس صورت میں اگر بچہ صحت مند ہے تو دو سال سے پہلے دودھ چھڑایا جا سکتا ہے جیسا کہ سورۃ البقرۃ آیت ۲۳۳ میں ہے اور اگر وہ ابھی صحت مند نہیں اس کو دودھ کی ضرورت ہے تو اس کو دو سال سے زیادہ دودھ پلانے کی اجازت ہے جیسا کہ تفسیر ابن جریر ۲/ ۳۰۲ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے اور مالکیہ کے نزدیک بھی دو برس کے بعد ایک ماہ تک مدت رضاعت ہے (عین الھدایہ ۲/ ۱۲۴) یہاں تک تو بحث تھی کہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے اجتہاد کے قرائن موجود ہیں اور باقی رہا مسئلہ اس اجتہادی اختلاف میں مفتیٰ بہ قول کا تو وہ یہ ہے

❁ مدت رضاعت میں فقہ حنفی کا مفتیٰ بہ قول ❁

مدت رضاعت میں مفتیٰ بہ قول، قول صاحبین (امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ و امام محمد رحمۃ اللہ علیہ) کا ہے چنانچہ "ردالمحتار کتاب الرضاع اور فتح القدیر کتاب الرضاع" میں صراحت موجود ہے کہ صاحبین کا قول زیادہ صحیح ہے اور ان کا قول مدت رضاعت دو سال کا ہے اسی طرح "ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ" فرماتے ہیں "رضاعت کی مدت زیادہ سے زیادہ دو سال ہے (تفسیرات احمدیہ اردو ص ۱۷۳)

❁ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے قول سے رجوع ❁

بعض حضرات کے نزدیک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے اس قول سے رجوع ثابت ہے جیسا کہ علامہ حافظ ابن قیم لکھتے ہیں "**عن ابی حنیفة روایة اخری، کقول ابی یوسف ومحمد**"

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے آخری روایت قول امام ابی یوسف و امام محمد رحمہ اللہ علیہما (دو سال) جیسی ہے

(زادالمعاد: ۵/ ۵۷۸ طبع بیروت)

❁ ذرا غیر مقلدین کے گھر کی خبر بھی دیکھئے ❁

ہم پر تو قرآن وسنت کے خلاف مسئلہ پر عمل کرنے کا الزام تھا اس کا جواب ملاحظہ فرمایا اب ذرا ان غیر مقلدین کے اپنے گھر کا معاملہ دیکھئے جو سراسر قرآن وسنت کے خلاف ہے ان کے مذہب و مسلک کے ترجمان قاضی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

شوکانی لکھتے ہیں

"یجوز ارضاع الکبیر ولو کان ذالحیته لتجویز النظر"

یعنی پردہ سے بچنے کیلئے داڑھی والے آدمی کیلئے بھی جائز ہے اس سے حرمت رضاعت ظاہر ہو جائے گی،

(الدرر البہیہ: ص ۳۴)

ان کے ایک اور مجتہد و محقق کا فتویٰ ملاحظہ ہو نواب نورالحسن خاں لکھتے ہیں

"گویا ارضاع رضاع الکبیر بنا بر تجویز نظر جائز است،"

یعنی بڑی عمر والا بھی پردہ سے بچنے کیلئے دودھ پی سکتا ہے اور رضاعت ثابت ہو گی

(عرف الجادی ص ۱۳۰)

ان کے ایک اور مستند مولوی اور فقہ حنفی سے خصوصی بغض رکھنے والے "محمد جونا گڑھی" لکھتے ہیں "سلف کی ایک جماعت کا یہی (یعنی داڑھی والا دودھ پی سکتا ہے) فتویٰ ہے (فتاوی نبوی ص ۶۰)

نیز لکھتے ہیں "کیا عجب یہی مسلک سب سے زیادہ قوی ہو اور ہمارے شیخ بھی اسی طرف مائل ہیں

(فتاوی نبوی ص ۶۱)

اب ذرا دیکھئے کیا کسی غیر مقلد نے ان فتاوی کے خلاف بھی شور مچایا ہے ہمارے ایک غیر مفتی بہ قول کو لیکر کم علم لوگوں کو بیوقوف بنانے کا حربہ کرنا کونسی دینی خدمت ہے

❁ رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ ❁

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی سننے اور ماننے پر، آسانی اور دشواری، خوشی اور رنج ہر ایک حالت میں اور

"وَأَنْ لَا نُنَازِعَ الْأَمْرَ أَهْلَهُ"

یعنی ہم کسی امر کے اہل سے جھگڑا نہیں کریں گے

(سنن نسائی: ۳/ ۱۹۳ کتاب البیعۃ رقم الحدیث ۴۱۵۶ مترجم مطبوعہ مکتبۃ العلم لاہور)

حضور ﷺ کے اس اصول کو ساری دنیا نے قبول کیا ہے اس لئے ساری دنیا کا اتفاق ہے کہ جسٹس سے اختلاف رائے کا حق جسٹس کو ہے کسی ملزم کو نہیں ڈاکٹر سے اختلاف رائے کا حق کسی ڈاکٹر کو ہے مریض کو نہیں، محدث سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اختلاف رائے کا حق محدث کو ہے حدیث کی کسی کتاب کی اردو پڑھنے والے کو نہیں کیونکہ وہ نااہل ہے، اسی طرح مجتہد سے اختلاف رائے کا حق کسی مجتہد کو تو ہے لیکن کسی حکیم یا دکاندار کو نہیں، غور فرمائیں غیر مقلدین کی اکثریت اسی وباء میں مبتلا ہے خود مجتہد نہ ہوتے ہوئے مجتہد اعظم سے جھگڑ رہے ہیں اختلاف کر رہے ہیں یعنی امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے اختلاف کر رہے ہیں ورنہ کسی بھی غیر مقلد کو لوگوں کے سامنے بٹھالیں اور اس کو کسی ڈاکٹر کے پانچ نسخے اور ڈاکٹری کی کتاب، کسی جسٹس کے پانچ فیصلے اور قانون کتاب، کسی انجینیئر کے پانچ نقشے اور اس فن کی کتاب دے دیں تو وہ جو ڈاکٹر کی غلطیاں نکالے اس کو ڈاکٹروں کے بنچ میں، جسٹس کی غلطیوں کو جسٹس صاحبان کے بنچ میں، انجینیئر وں کے نقشوں کی غلطیاں انجینیئر وں کے بنچ میں، تو یقیناً وہ اس غیر مقلد کو پورا بورڈ پاگل خانے داخل کروانے کی سفارش کرے گا آزمائش شرط ہے اللہ رب العزت سمجھ عطا فرما کر راہ حق پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

{علمی نقطہ}

کوئی بھی غیر مقلد جب قرآن و حدیث اور فقہ میں مخالفت ثابت کرنے کی کوشش کرے تو تین باتوں کا خیال رکھنا ضروری ہے

۱۔ قرآن و حدیث کا پورا علم ہو یعنی جاہل کیا ثبوت دے گا اور تمام آیات و احادیث کو پیش نظر رکھ دلیل دے کوئی آیت یا حدیث اس کے معارض نہ ہو

۲۔ فقہ کے مسئلہ کو پورا اور صحیح سمجھا ہو ادھورا مسئلہ بیان کر کے یا کم علمی کی وجہ سے دوسروں کو بیوقوف نہ بناتا ہو

۳۔ فقہاء نے جو اس کی دلیل بیان کی ہو تو اس کا جواب دے اور وہ کوئی بات صریح آیت یا صریح حدیث کے علاوہ نہ کرے

حضور نبی کریم ﷺ کا اجتہادی معاملہ میں فیصلہ

حضور ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کو بنو قریظہ کی طرف بھیجا اور بڑی تاکید سے فرمایا 'لَا يُصَلِّيَنَّ أَحَدٌ كُمُ الْعَصْرَ إِلَّا فِي بَنِي قُرَيْظَه. یعنی کوئی شخص عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ میں

(۱) صحیح بخاری ۵۹۱/۲ (۲) صحیح مسلم ۴۸۷۴

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۳) سنن ابن ماجہ ۲۸۶۶ (۴) مسند احمد رقم ۲۲۷۷۷

(۵) صحیح ابن حبان رقم ۴۵۴۷ (۶) سنن الکبریٰ بیہقی رقم ۱۶۹۹۲

(۷) مستخرج ابی عوانہ ۵۷۲۸ (۸) مصنف ابن ابی شیبۃ رقم ۳۸۴۱۲

(۹) موطا امام مالک ۱۶۲۰

یہ حدیث خود صحابہ نے نبی ﷺ سے سنی جو ان کے حق میں قطعی الثبوت بھی تھی اور قطعی الدلالت بھی، مگر جب راستہ میں عصر کی نماز کا وقت آ گیا بعض صحابہ نے راستے میں نماز پڑھی اور بعض نے بنو قریظہ میں، جب واپسی پر حضور ﷺ کو خبر ہوئی تو حضور ﷺ نے کسی پر کوئی اعتراض نہ کیا اس اجتہادی اختلاف پر نہ تو حضور ﷺ نے یہ فرمایا کہ میرے صحابہ میں کچھ قرآن کے خلاف کام کرنے والے ہیں اور کچھ صحیح صریح حدیث کے خلاف، اگر کسی کو سنت رسول اللہ ﷺ سے مخالفت کا شوق ہے تو بے شک اجتہادی مسائل کو قرآن وحدیث کے خلاف کہتا رہے

❁ سور کی کھال کا مسئلہ ❁

اعتراض نمبر ۲: حنفیوں کی کتاب منیہ ص ۷۴ میں لکھا ہے کہ سوّر کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے دیکھئے حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۳ میں، جبکہ سوّر نجس العین ہے لہٰذا قرآن کے خلاف ہے

جواب: فقہ حنفی کا مفتی بہ اور ظاہر الروایت یہی ہے کہ خنزیر اور اس کے تمام اجزاء نجس العین ہیں دیکھئے منیۃ المصلی ص ۶۶ میں، خنزیر کے تمام اجزاء پیشاب اور پاخانے کی طرح ناپاک ہیں (منیۃ المصلی ص ۶۴) اصحاب ثلاثہ (امام ابو حنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہم اللہ) سے ظاہر روایت یہی ہے کہ سوّر نجس العین ہے اس کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی (منیۃ المصلی ۶۴) یہی مذہب حنفی ہے یہی قول معمول بہا ہے جس عبارت کا حوالہ ''حقیقۃ الفقہ،، والے نے دیا ہے وہ عبارت مع شرح ''منیۃ،، یہ ہے

'' وذكر في نوادر ابي الوفا قال يعقوب يعني ابا يوسف لو صلى في جلد خنزير مدبوغ جاز وقد اساء بناء على انه يطهر بالدباغ عنده في غير ظاهر الرواية وقد تقدم وقال ابو حنيفه ومحمد لا تجوز الصلاة فيه ولا يطهر بالدباغة وقد مران هذا هو

ظاهر الروایۃ عن ابی یوسف ایضًا،

(برمنیۃ المصلی ص ۶۴ حاشیہ ۷) کبیری ص ۱۹۵ متن منیۃ المصلی۔۔۔۔۔۔۔ص ۹۰،حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی میں بھی اس روایت کو شاذہ کہا ہے

اس میں واضح ہے کہ اس قول کو غیر ظاہر الروایۃ کہا ہے اور پھر ظاہر الروایت جو مفتی بہ قول ہے جس پر عمل ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین کا قول کہ، دباغت سے سور کا چمڑا پاک نہیں ہوتا، اس کو جان بوجھ کر چھوڑ دیا اور ایک غیر مفتی بہ قول پیش کر کے دھوکہ دیا حالانکہ علامہ عبدالرحمن الدمشقی فرماتے ہیں

”**جلود المیۃ کلھا تطھر بالدباغ الا جلد الخنزیر عند ابی حنیفہ**“

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خنزیر کے علاوہ ہر مردار کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے

(رحمۃ الامہ ص ۹)

اسی طرح صحیح روایت میں ہے ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا“ **ایما اھاب دبغ فقد طھر**“، جس چمڑا کو بھی دباغت دی جائے وہ پاک ہو جاتا ہے

(۱) صحیح مسلم ۱/۱۹۱ رقم ۸۳۸ (۲) سنن ترمذی رقم ۱۷۲۸

(۳) سنن نسائی رقم ۴۵۶۷ (۴) سنن دار قطنی رقم ۱۲۴

(۵) صحیح ابن حبان رقم ۱۲۸۷ (۶) مسند احمد ۱۸۹۵

(۷) مسند حمیدی رقم ۵۱۴ (۸) مسند شافعی رقم ۱۹

(۹) سنن ابن ماجہ رقم ۳۶۰۹ (۱۰) مستخرج ابی عوانہ رقم ۵۶۱

غیر مقلدین کے معروف بزرگ مولانا شمس الحق عظیم آبادی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں

”**والحدیث دلیل لمن قال ان الدباغ مطھر لجلد میتۃ کل حیوان کما یفید لفظ عموم کلمۃ "أیما" وکذالك لفظ "الاھاب" یشمل بعمومہ جلد المأکول اللحم وغیرہ**“

ترجمہ: ”یہ حدیث اس شخص کی دلیل ہے جو یہ کہتا ہے کہ دباغت ہر مردہ حیوان کے چمڑا کو پاک کرنے والی ہے جیسے ایماء کا عموم اس کا فائدہ دیتا ہے اسی طرح لفظ ”اھاب“، اپنے عموم کے لحاظ سے حلال اور حرام ہر چمڑا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کو شامل ہے (عون المعبود: ۹/ ۱۴۳ مطبوعہ مدینۃ المنورہ)

حقیقۃ الفقہ والا مولانا بھی عجیب آدمی ہے کہ اسی صفحہ ۲۰۳ پر ''درمختار: ۱/ ۱۰۴'' کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتا ہے ''سور کے کھال کے سوا ہر جانور کی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے''

غیر مقلدین کے گھر کا مسئلہ

غیر مقلدین کے محقق اور محدث، علامہ وحید الزماں لکھتے ہیں

''ایما اھاب دبغ فقد طھر مثلہ المثانۃ والکرش واستثنی بعض اصحابنا جلد الخنزیر والآدمی والصحیح عدم الاستثناء''

ترجمہ: جس چمڑے کو دباغت دی جائے پاک ہو جاتا ہے مثانہ اور اوجھڑی میں اسی طرح ہے ہمارے بعض اصحاب نے خنزیر اور آدمی کو مستثنیٰ کیا ہے حالانکہ یہ بھی مستثنیٰ نہیں: (نزل الابرار: ۱/ ۲۹ مطبوعہ بنارس)

اعتراض نمبر ۳: صاحب ھدایہ لکھتے ہیں ''اگر شراب خود بخود سرکہ بن جائے یا اس میں کوئی چیز ملا کر اسے سرکہ بنا لیا تو کراہت نہیں''، دیکھئے ''کیا فقہ حنفی قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے ص ۴۴ حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۲

جواب: یہ مسئلہ احادیث کے عین مطابق ہے شراب سے سرکہ بنا لینے کی اجازت درج ذیل روایات سے ثابت ہے

(۱) حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

''**خَيْرُ خَلِّكُمْ خَلُّ خَمْرِكُمْ**''، ترجمہ: تمہارے سرکوں میں بہترین شراب کا سرکہ ہے

(۱) معرفۃ السنن والآثار بیہقی ۸/ ۲۲۶ رقم ۱۱۷۲۳ (۲) نصب الرایۃ ۴/ ۳۱۱

(۳) المقاصد الحسنۃ للسخاوی ۱/ ۳۳۳ رقم ۴۵۶

(۲) **عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ سُلَيْمَانَ التَّيْمِيِّ قَالَ حَدَّثَتْنِي امْرَأَةٌ يُقَالُ أُمُّ حِرَاشٍ أَنَّهَا رَأَتْ عَلِيًّا يَصْطَبِغُ بِخَلِّ خَمْرٍ۔**

ترجمہ: حضرت ام حراش کہتی ہیں کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شراب سے بنے ہوئے سرکے سے بنے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوئے کو بطور سالن استعمال کرتے ہوئے دیکھا

(۱) مصنف عبدالرزاق ۹/ ۲۵۲ رقم ۱۷۱۰۷ (۲) سنن الکبریٰ بیہقی ۶/ ۳۸ رقم ۱۱۵۳۵

(۳) النہایۃ غریب الأثر ۴/ ۳۲۳ (۴) کنز العمال ۵/ ۴۵۳ رقم ۴۱۷۹۸

(۳) عَنْ سَعِيْدِ بْنِ عَبْدُ الْعَزِيْزِ التَّنُوْخِيِّ عَنْ عَطِيَّةَ بْنِ قَيْسٍ قَالَ مَرَّ رَجُلٌ مِنْ أَصْحَابِ أَبِي الدَّرْدَاءِ وَرَجُلٌ يَتَغَدَّى فَدَعَاهُ إِلَى طَعَامِهِ فَقَالَ: وَمَا طَعَامُكَ؟ قَالَ خُبْزٌ، وَمُرِيٌّ وَزَيْتٌ، قَالَ: الْمُرِيُّ الَّذِي يُصْنَعُ مِنَ الْخَمْرِ قَالَ: نَعَمْ قَالَ: هُوَ خَمْرٌ فَتَوَاعَدَا إِلَى أَبِي الدَّرْدَاءِ فَسَأَلَاهُ، فَقَالَ: ذَبَحَتْ خَمْرَهَا الشَّمْسُ، وَالْمَلْحُ وَالْحِيْتَانُ، يَقُوْلُ: لَا بَأْسَ بِهِ:

ترجمہ: عطیہ بن قیس فرماتے ہیں کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے اصحاب میں ایک آدمی کے پاس سے گزرا جو کھانا کھا رہا تھا اس نے اسے کھانے کی دعوت دی اس نے پوچھا کیا کھانا ہے؟ اس نے کہا روٹی اور مری اور تیل اس نے پوچھا وہ مری جو شراب سے بنائی جاتی ہے؟ اس نے کہا ہاں، اس نے یہ شراب ہی ہے پھر دونوں ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے (اس کے متعلق) دریافت کیا انھوں نے فرمایا کہ اس کے نشے کو دھوپ اور نمک اور مچھلی کی آمیزش نے ختم کر دیا ہے فرمایا اس میں کوئی حرج نہیں

(۱) مصنف عبدالرزاق ۹/ ۲۵۲ رقم ۱۷۱۰۹ (۲) فتح الباری شرح بخاری ۹/ ۶۱۷

(۴) حَدَّثَنَا أَزْهَرُ، عَنِ ابْنِ عَوْنٍ، قَالَ مُحَمَّدٌ، لَا يَقُوْلُ: خَلُّ خَمْرٍ وَيَقُوْلُ خَلُّ الْعِنَبِ، وَكَانَ يَصْطَبِغُ فِيْهِ۔

ترجمہ: ابن عون کہتے ہیں کہ محمد بن سیرین رحمہ اللہ ''شراب کا سرکہ،، کی بجائے ''انگور کا سرکہ،، کہتے تھے اور اس کو سالن کے طور پر استعمال کرتے تھے

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ ۸/ ۱۳ رقم ۲۴۵۷۱ (۲) کتاب الاموال لابی عبید ص ۱۳۹ رقم ۲۵۲

(۵) حَدَّثَنَا وَكِيعٌ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ نَافِعٍ، عَنْ أَبِيهِ عَنِ ابْنِ عُمَرَ: أَنَّهُ كَانَ لَا يَرَى بَأْسًا أَنْ يَأْكُلَ مِمَّا كَانَ خَمْرًا فَصَارَ خَلًّا۔

ترجمہ: حضرت نافع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ شراب سے بنے ہوئے سرکے کے کھانے میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۸/ ۱۳ رقم ۲۴۵۷۰ تحقیق محمد بن عوامہ

(۲) التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید ۱/ ۲۶۱

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، حضرت سعید بن جبیر، حضرت حسن بصری رحمہ اللہ عنہما سے بھی ایسا ہی مروی ہے

: دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ تحقیق محمد عوامہ: ۸/ ۱۳ رقم ۲۴۵۷۳، ۲۴۵۷۴، ۲۴۵۷۴

لہذا یہ اعتراض صرف تعصب کی بناء پر ہے اور ایک بہتان ہے

اعتراض نمبر ۴: فقہ حنفی میں ہے کہ نماز میں ''پچھلی دونوں میں اگر کچھ بھی نہ پڑھے تو درست ہے،، (حقیقۃ الفقہ ص ۲۰۹) اس کے حاشیے میں لکھتے ہیں ''بالکل خلاف ہے،، بخاری مطبوعہ احمدی میرٹھ ص ۱۰۷ اسی طرح طالب الرحمن غیر مقلد نے بھی یہی اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث کے خلاف ہے دیکھئے ''کیا فقہ حنفیہ قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے؟ ص ۳۸،۳۷ لکھتے ہیں ''اب لیجئے احناف منفرد کیلئے بھی رعایت دیتے ہیں قرأت فرض نمازوں میں دو رکعتوں میں واجب ہے دوسری رکعتوں میں نمازی کو اختیار ہے چاہے تو خاموش رہے چاہے تو قرأت کرے اور چاہے تو تسبیح کہہ لے،،

جواب: فقہ حنفی میں ہے کہ آخری دو رکعتوں میں فاتحہ پڑھنا سنت ہے جیسا کہ نور الایضاح ص ۱۱۷ مطبوعہ قادریہ لاہور اور طحطاوی علی مراقی الفلاح ص ۱۴۷ میں ہے ھدایہ کی اس عبارت کی شرح میں سید امیر علی ''عین الھدیہ ۱/ ۸۰۷ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور،، میں لکھتے ہیں

''مگر افضل یہ ہے کہ اخیرین میں پڑھے کیونکہ حضرت ﷺ نے اس پر مداومت کی ہے ف یعنی کبھی ترک کے ساتھ تو واجب نہیں .... مترجم کے نزدیک قرأت سے سورۃ فاتحہ پڑھ لینا صحیح ہے اور اسی پر فتوی دیا جاوے واللہ تعالیٰ اعلم

باقی رہ گیا وہ قول جو ھدایہ کا نقل ہوا اس کی دلیل حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سعد رضی اللہ عنہم کے اقوال ہیں

(۱) حَدَّثَنَا شَرِيكٌ عَنْ أَبِي إِسْحَاقَ عَنْ عَلِيٍّ وَعَبْدِ اللهِ، أَنَّهُمَا قَالَا اِقْرَأْ فِي الْأُولَيَيْنِ وَ سَبِّحْ فِي الْأُخْرَيَيْنِ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: ابو اسحاق بیان فرماتے ہیں کہ حضرت علی و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے (نماز کی) پہلی دو رکعتوں میں قرأت کرو اور آخری دو رکعتوں تسبیح پڑھو (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/ ۳۷۲ رقم ۳۷۶۳)

اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۷۲ میں ایک پورا باب ہے

''مَنْ كَانَ يَقُوْلُ: سَبِّحْ فِي الْأُخْرَيَيْنِ وَلَا يَقْرَأُ''

جس میں حدیث نمبر ۳۷۶۳ سے لے کر ۳۷۶۸ تک حضرت علی، حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما حضرت ابراہیم نخعی، حضرت اسود رحمہ اللہ وغیرہ سے روایات منقول ہیں اسی طرح مصنف عبدالرزاق ۲/ ۱۰۰ رقم ۲۶۵۷، ۲۶۵۸، ۲۶۵۹ میں اسی قسم کی روایات منقول ہیں

(۲) حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا اہل کوفہ نے آپ کی ہر چیز میں شکایت کی حتی کہ نمازوں میں بھی حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہا ''فَأَمُدُّ فِي الْأُوْلَيَيْنِ وَأَحْذِفُ فِي الْأُخْرَيَيْنِ''، میں پہلی دو رکعتوں میں زیادہ قرآن پڑھتا ہوں اور آخری دو رکعتوں میں قرآن نہیں پڑھتا ہوں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کی جس چیز کی اقتدا کی ہے اس کو میں ترک نہیں کرتا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا آپ نے سچ کہا اور آپ کے ساتھ یہی گمان تھا

(۱) صحیح بخاری ۱/ ۱۹۵ رقم ۷۷۰ باب یطول فی الاولیین و یحدق فی الأخریین

(۲) صحیح مسلم ۲/ ۳۸ رقم ۱۰۴۴ (۳) سنن ابی داؤد ۱/ ۲۹۵ رقم ۸۰۳

(۴) سنن نسائی ۲/ ۱۷۴ رقم ۱۰۰۲ (۵) مسند احمد بن حنبل ۱/ ۱۷۶ رقم ۱۵۱۸

(۶) صحیح ابن ابی حبان ۵/ ۱۶۸ رقم ۱۸۵۹ (۷) مسند البزار ۳/ ۲۸۳ رقم ۱۰۶۲

(۸) مسند الطیالسی ۱/ ۱۷۵ رقم ۲۱۳ (۹) مسند ابی یعلی ۲/ ۵۳ رقم ۶۹۲

(۱۰) مسند ابی الجعد ۱/ ۱۰۰ رقم ۵۹۳

اسی طرح عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی روایات موطا امام محمد ص ۹۷، ۹۸، کتاب الآثار لابی یوسف ص ۱۱۰ میں موجود ہیں

اعتراض نمبر ۵: جس عورت کو اجارہ پر لیا ہو (خرچی دے کر) زنا کرے تو حد نہیں

(حقیقۃ الفقہ: ص ۲۲۲)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جواب: اس اعتراض کو غیر مقلدین نے حقیقۃ الفقہ میں لکھا اس کے علاوہ بھی کتابوں میں یہ اعتراض کر کے فقہ حنفی کو قرآن وسنت کے خلاف ثابت کرنے کی کوشش کی گئی دراصل یہ ان کی جہالت ہے کیونکہ ان کو فقہ نہیں آتی اس لئے کہ ''**من یرد اللہ بہ خیرا یفقھه فی الدّین**،، اللہ جس پر کرم کرتا ہے اس کو دین کا فقیہ بنا دیتا ہے

(۱) صحیح بخاری ۱/ ۲۷ (۲) صحیح مسلم ۳/ ۹۴ رقم ۲۴۳۶

(۳) مسند احمد بن حنبل ۱/ ۳۰۶ رقم ۲۷۹۱ (۴) صحیح ابن حبان ۱/ ۲۹۱ رقم ۸۹

(۵) سنن ترمذی رقم ۲۶۴۵ (۶) سنن الدارمی رقم ۲۲۵

(۷) مسند البزار رقم ۷۷۱۸ (۸) مصنف ابن ابی شیبہ رقم ۳۱۶۹۲

اسلام میں جو کام گناہ کبیرہ ہیں ان پر شرعی سزا دی جاتی ہے اس سزا کی دو قسمیں ہیں (حد اور تعزیر)

حد: حد وہ سزا ہے جو نص قطعی یا اجماع قطعی سے مقرر ہو اس میں کمی بیشی کا اختیار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے سوا کسی کو نہیں، یہ حدود قیاس واجتہاد سے ثابت نہیں ہوتیں اور بنص حدیث شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں

تعزیر: دوسری قسم سزا تعزیر ہے جو ہر اس گناہ پر لگائی جاتی ہے جس میں شرعی حد ثابت نہ ہو یا شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے چنانچہ ''ھدایہ ۲/ ۱۰۲،، میں ہے ''**انّه ارتکب جریمة ولیس فیھا حد مقرر فیعزر**،، بے شک جس شخص نے ایسے گناہ کا ارتکاب کیا جس میں حد مقرر نہیں تو تعزیر لگائی جائے گی: تعزیر کی سزا قید سے بھی دی جا سکتی ہے کوڑوں سے بھی اور قتل سے بھی جیسے ''الدر المختار ۴/ ۶۲،، میں ہے ''**ویکون التعزیر بالقتل**،، لہٰذا حد نہ ہونے کا مطلب یہ لینا کہ کوئی گناہ نہیں یا کوئی سزا نہیں یہ صرف دھوکہ ہے یا ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے

❁ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں ❁

یہ بات صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتی ہیں چنانچہ ملاحظہ فرمائیے

''**عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ، قَالَ: رَسُوْلُ اللہ ﷺ اِدْرَؤُا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِیْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ، فَاِنْ کَانَ لَهٗ مَخْرَجٌ فَخَلُّوْا سَبِیْلَهٗ، فَاِنَّ الْاِمَامَ، اَنْ یُّخْطِیَٔ فِی الْعَفْوِ خَیْرٌ مِنْ اَنْ یُّخْطِیَٔ**

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الْعُقُوْبَةِ،،

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جہاں تک ہو سکے مسلمانوں سے حدود کو دور کرو اگر اس کیلئے کوئی راستہ ہو تو اس کا راستہ چھوڑ دو، امام کا غلطی سے معاف کر دینا، غلطی سے سزا دینے سے بہتر ہے

(۱) سنن ترمذی ۳/۸۵ رقم ۱۴۲۴
(۲) سنن الدارقطنی ۷/۴۰۶ رقم ۳۱۴۱
(۳) شرح السنۃ للبغوی ۱۰/۳۳۰
(۴) مصنف ابن ابی شیبۃ ۹/۵۶۹ رقم ۲۹۰۹۴
(۵) معرفۃ السنن والآثار للبیہقی ۶/۳۵۸
(۶) سنن الکبریٰ للبیہقی ۸/۴۱۳ رقم ۱۷۰۵۷
(۷) الاستذکار ۹/۱۱
(۸) شرح مسند ابی حنیفۃ للملا علی قاری ۱/۱۸۶
(۹) بستان الاخبار مختصر نیل الاوطار ۵/۹۶
(۱۰) عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری ۲۰/۲۵۹
(۱۱) البدر المنیر ۸/۶۱۲
(۱۲) المسند الجامع ۵۰/۳۹۲
(۱۳) التلخیص الحبیر ۲/۱۶۰ رقم ۱۷۵۴
(۱۴) نصب الرایۃ ۳/۳۰۹
(۱۵) المقاصد الحسنۃ ۱/۷۵
(۱۶) الدرایۃ ۲/۹۴ رقم ۶۴۰
(۱۷) بلوغ المرام ۱/۴۸۶ رقم ۱۲۲۰
(۱۸) کنز العمال ۵/۳۰۹ رقم ۱۲۹۷۱

اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے ملاحظہ فرمایئے درج ذیل کتب

(۱) جامع المسانید ۲/۲۱۴
(۲) کنز العمال ۳/۷۳۵ رقم ۸۶۱۰
(۳) جامع الاحادیث ۲۵/۳۴۲
(۴) التبویب الموضوعی للاحادیث ۱/۹۶۶۹
(۵) سنن الکبریٰ للبیہقی ۸/۴۱۴ رقم ۱۷۰۶۱
(۶) معرفۃ السنن والآثار ۱۳/۳۰۸ رقم ۱۸۲۸۵

اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے (بلوغ المرام: ۱/۴۸۶ رقم ۱۲۲۱)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے

(۱) الفتح الکبیر: ۱/۵۸
(۲) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۸/۲۳۸ رقم ۱۶۸۳۹
(۳) الدرر المنتثرۃ: ۱/۶۶

حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی اسی طرح مروی ہے: مصنف عبدالرزاق: ۱۰/۱۶۶ رقم ۱۸۶۹۸

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

معلوم ہوا کہ شبہ کی وجہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ اس کو کوئی سزا بھی نہیں بلکہ اس پر تعزیر ہے اس زیر بحث مسئلہ میں بھی شرعی طور پر کوئی حد مقرر نہیں لہٰذا اس پر تعزیر ہے اگر کوئی اس بات کا مدعی ہے کہ اس مسئلہ میں حد مقرر ہے تو دلیل پیش کرے ورنہ اس کو کوئی اعتراض کا حق نہیں

اعتراض نمبر ۶: طالب الرحمن غیر مقلد لکھتا ہے ''زبردستی کی طلاق یا نکاح اسلام میں جائز نہیں ایک حدیث امام بخاری نے نقل کی (انظر رقم ۵۱۳۸)

اب احناف کی بھی سن لیجئے فرماتے ہیں [اگر کوئی شخص کسی عورت پر یہ دعویٰ کرے کہ یہ میری بیوی ہے اور وہ عورت انکار کرے پھر یہ شخص جھوٹے گواہ پیش کر کے اپنے حق میں فیصلہ لے لے تو ایسی صورت میں اس کیلئے اس عورت سے جماع جائز ہوگا اور اس عورت کا اپنے آپ کو اس کے قابو میں کر دینا جائز ہوگا امام ابوحنیفہ کے نزدیک یہ جائز ہے اور ابو یوسف کے ایک قول کے مطابق بھی جائز ہے

(فتاوی عالمگیری ۳۵۰۰۳۳، ۳۵۱) بحوالہ کیا فقہ حنفیہ قرآن وحدیث کا نچوڑ ہے؟ صفحہ ۳۶، ۳۷

جواب: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب حق ہے اور غیر مقلد حق سے دور ہے اس کے دلائل ملاحظہ فرمائیے

(۱) عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ ثَلَاثٌ جِدُّهُنَّ جِدٌّ وَ هَزْلُهُنَّ جِدٌّ اَلنِّكَاحُ وَ الطَّلَاقُ وَ الرَّجْعَةُ:

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تین چیزیں ہیں جن کا سچ تو سچ ہے جھوٹ بھی سچ ہے نکاح، طلاق اور رجعت

(۱) جامع ترمذی: ۵/ ۴۹ رقم ۱۲۲۱ (۲) سنن ابو داؤد: ۲/ ۲۲۵ رقم ۲۱۹۶

(۳) سنن ابن ماجہ: ۳/ ۱۹۷ رقم ۲۰۳۹

(۴) سنن الدارقطنی: ۴/ ۳۷۹ رقم ۳۶۳۵، ۳۶۳۶، ۳۶۳۷، ۳۶۳۸

(۵) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۷/ ۳۴۰ رقم ۱۵۳۸۸

(۶) معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۱۱/ ۴۳، ۴۴ رقم ۴۶۶۸

(۷) المستدرک للحاکم: ۲/ ۲۱۶ رقم ۲۸۰۰

(۸) سنن سعید بن منصور: ۱/ ۳۶۹ رقم ۱۶۰۳

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۹) المنتقی من السنن المسندۃ لابن الجارود: ۱/ ۱۷۸ رقم ۷۱۲

(۱۰) شرح معانی الآثار للطحاوی: ۳/ ۹۸ رقم ۴۶۵۴

(۱۱) جامع المسانید للخوارزمی: ۲/ ۸۲ (۱۲) شرح السنۃ للبغوی: ۹/ ۲۱۹ رقم ۲۳۵۶

جبراً طلاق دلوانے کا واقعہ اور نبی ﷺ کا فیصلہ

(۱) حضرت صفوان بن عمران رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں ایک شخص سو رہا تھا تو اس کی بیوی اٹھی اور ہاتھ میں چھری لے کر اس کے سینے پر بیٹھ گئی کہنے لگی مجھے تین طلاقیں دے ورنہ میں تجھے ذبح کر دوں گی تو اس شخص نے تین طلاقیں دے دیں پھر اس نے نبی ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر یہ واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا [**لَا قَيْلُوْلَةَ فِي الطَّلَاقِ**] طلاق میں قیلولہ نہیں ہے

(۱) سنن سعید بن منصور: ۱/ ۲۷۵ رقم ۱۱۳۰ (۲) شرح سنن ابن ماجہ للسیوطی: ۱/ ۱۴۷

(۳) سبل السلام: ۳/ ۱۸۱ (۴) البدر المنیر: ۸/ ۱۱۸

(۵) التلخیص الحبیر: ۳/ ۴۶۸ (۶) تنقیح التحقیق لابن عبد الھادی: ۴/ ۴۱۲ رقم ۲۸۲۷

(۷) نصب الرایۃ: ۳/ ۲۲۲ (۸) الدرایۃ: ۲/ ۶۹

(۹) الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ: ۳/ ۳۴۷ رقم ۴۰۸۷ (۱۰) المبسوط للسرخسی: ۶/ ۱۷۶

(۱۱) بدائع الصنائع: ۷/ ۵۴ (۱۲) فتح القدیر لابن ہمام: ۷/ ۴۹۷

(۱۳) المحلیٰ: ۸/ ۳۳۳ (۱۴) نیل الأوطار: ۷/ ۱۴

جبری طلاق کے بارے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ

(۲) ایک عورت نے جبراً اپنے شوہر سے طلاق مانگی تو اس نے تین طلاقیں دے دیں [**فَرُفِعَ إِلَى عُمَرَ رضی اللہ عنہ فَأَبَانَهَا مِنْهُ**] یہ معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے پیش ہوا تو آپ نے اس شخص کی بیوی اس سے جدا کر دی

(۱) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۷/ ۳۵۷ رقم ۱۵۴۹۶

(۲) مسند ابن الجعد: ۱/ ۳۳۵

(۳) غریب الحدیث لابی عبید اللہ ابن سلام: ۳/ ۳۲۲

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۴) المدونۃ الکبریٰ: ۱/ ۲۹۹

(۵) نصب الرایۃ: ۳/ ۲۲۴

(۶) مسند الفاروق لابن کثیر: ۱/ ۴۱۶

(۷) سد الذرائع والتحریم الحیل لابن القیم: ۴/ ۴۳۲

(۸) مختصر خلافیات للبیہقی: ۴/ ۲۲۳

(۹) أعلام الموقعین: ۴/ ۵۲ (۱۰) زاد المعاد: ۵/ ۲۶۶، ۲۹۱

(۱۱) معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: ۵/ ۴۹۴

لہٰذا ان دلائل کی روشنی میں طالب الرحمن غیر مقلد کی بات غلط اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی بات درست اور فقہ حنفی قرآن وسنت کے عین مطابق ہے ان غیر مقلدین کے سارے اعتراض ایسے ہی ہیں یہ مضمون اتنی طوالت کا محتمل نہیں ہوسکتا کہ سارے اعتراضات کا احاطہ کیا جائے عقلمند کے لئے اتنا ہی کافی ہے اور متعصب، ضدی اور جاہل کے لئے دفتر بھی ناکافی ہے اللہ تعالیٰ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۱۴ اگست ۲۰۱۳ء 6 شوال ۱۴۳۴ھ

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۳۰)

{اقامت کے وقت امام ومقتدی کب کھڑے ہوں؟}

نحمدہ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم، امابعد!

اقامت کے وقت کب کھڑا ہوا جائے؟

فقہاء احناف نے اقامت میں کھڑا ہونے کے بارے میں تین صورتیں بیان کی ہیں ان کا جاننا ضروری ہے تاکہ محل اختلاف متعین ہو جائے

۱۔ اول یہ کہ امام وقتِ اقامت جانب محراب سے مسجد میں آئے

۲۔ دوسرا یہ کہ امام پیچھے یا اطراف مسجد سے آئے

۳۔ تیسرا یہ کہ امام ومقتدی وقتِ اقامت مسجد میں موجود ہوں

پہلی دوصورتوں میں ہمارا کوئی اختلاف نہیں ہے لیکن تیسری صورت میں ہمارا اختلاف ہے

تیسری صورت جس میں امام ومقتدی مسجد میں موجود ہوں تو اس کا حکم یہ ہے کہ ''حی علی الصلوۃ یا حی الفلاح،، پر کھڑا ہونا امام اور مقتدی کے لئے مستحب ہے اور اس سے پہلے کھڑا ہونا مکروہ ہے اس کے متعلق فقہاء احناف صراحتاً بیان کرتے ہیں

(۱) علامہ ابوبکر بن مسعود کاسانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۵۸۷ھ) لکھتے ہیں

[والجملة فيه ان المؤذن اذا قال حی الفلاح فان كان الامام معهم في المسجد يستحب للقوم ان يقوموا في الصف]

خلاصہ کلام یہ ہے کہ امام قوم کے ساتھ مسجد میں ہو تو امام ومقتدی سب کو صف میں اس وقت کھڑا ہونا مستحب ہے جب مؤذن حی الفلاح کہے (بدائع الصنائع: ۱/۲۰۰ طبع مصر)

(۲) ''تنویر الابصار،، میں ہے

''والقيام لامام ومؤتم حين قيل حی الفلاح ان كان الامام بقرب المحراب،،

ترجمہ: یعنی جب امام محراب کے قریب ہو تو امام اور قوم حی الفلاح پر کھڑے ہوں گے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(تنویر الابصار برحاشیہ شامی: ۱/ ۳۵۴ طبع کوئٹہ)

(۳) علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ ''فتاوی شامی،، میں لکھتے ہیں

[کذا فی (۳) الکنز (۴) ونور الایضاح (۵) والاصلاح (۶) والظھیریہ (۷) والبدائع وغیرھا والذی فی (۸) الدرر متنًا وشرحًا عند حیعلۃ الاولی یعنی حین یقال حی الصلاۃ اھ وعزاہ الشیخ اسماعیل فی شرحہ الی (۹) عیون المذاھب (۱۰) والفیض (۱۱) والوقایۃ (۱۲) والنقایۃ (۱۳) والحاوی (۱۴) والمختار اھ قلت وعتمدہ فی متن (۱۵) الملتقی وحکی الاول بقیل لکن نقل ابن الکمال لصحیح الاول ونص عبارتہ قال فی (۱۶) الذخیرۃ یقوم الامام والقوم اذا قال المؤذن حی الفلاح عند علمائنا الثلاثہ]

ترجمہ: یعنی ایسا ہی کنز الدقائق، نور الایضاح، اصلاح ظہیریہ اور بدائع وغیرہ میں ہے اور ''الدرر،، کے متن اور شرح میں ہے کہ حی الصلوۃ پر قیام کیا جائے الشیخ اسماعیل نے اپنی شرح ''عیون المذاھب،، فیض، وقایہ، نقایہ، حاوی اور مختار میں نقل کیا: میں (ابن عابدین شامی) کہتا ہوں کہ ملتقی کے متن میں اسی کو بیان کیا گیا ہے اور ابن کمال نے بھی اسی کو صحیح قرار دیا ہے اور ذخیرہ میں کہا گیا ہے کہ امام اور مقتدی حضرات جب مؤذن حی الفلاح کہے اس وقت کھڑے ہوں علماء ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد رحمہم اللہ عنہم) کے نزدیک

(رد المحتار شامی: ۲/ ۱۷۷ کتاب الصلوۃ طبع الریاض)

علامہ شامی رحمہ اللہ نے اس عبارت میں (۱۴) مستند کتابوں کا حوالہ پیش کیا کہ حی الصلوۃ یا حی الفلاح پر کھڑا ہونا چاہیے اسی طرح [(۱۷) تبیین الحقائق: ۱/ ۱۰۸ (۱۸) دررشرح غرر: ۱/ ۸۰ (۱۹) عمدۃ القاری شرح بخاری: ۸/ ۲۱۱ (۲۰) شرح مسلم نووی: ۱/ ۲۲۱ (۲۱) فتح الباری شرح بخاری: ۲/ ۱۲۰ (۲۲) کرمانی شرح بخاری: ۵/ ۳۲ طبع بیروت (۲۳) ارشاد الساری شرح بخاری: ۲/ ۱۲۱ (۲۴) بحر الرائق: ۳/ ۲۰۸ (۲۵) ملتقی الابحر: ۱/ ۲۶۹ (۲۶) مجمع الانھر: ۱/ ۸۷ (۲۷) محیط البرہانی ۲/ ۱۷ (۲۸) فتاوی ہندیہ المعروف فتاوی عالمگیری ۱/ ۵۷ طبع کوئٹہ] میں ہے

[یقول الامام والقوم اذا قال المؤذن حی الفلاح عند علمائنا الثلاثہ ھو

الصحیح]

ترجمہ: یعنی ہمارے تینوں اماموں کے نزدیک امام اور مقتدی اس وقت کھڑے ہوں گے جب مؤذن ''حی الفلاح،، کہے اور یہی صحیح ہے

مذکورہ بالا کتب میں صراحتاً یہ بات موجود ہے کہ ''حنفیہ،، کا مذہب یہ ہے کہ اقامت کے وقت [حی الصلوٰۃ یا حی الفلاح] پر کھڑا ہونا مستحب ہے

{اقامت میں امام و مقتدی کا ''حی الصلوٰۃ،، سے پہلے کھڑا ہونا کیسا ہے؟}

ملا نظام الدین متوفی ۱۱۶۱ھ نے فتاویٰ عالمگیری میں جو فقہ حنفی میں مستند اور متفق علیہ فتاویٰ ہے نے لکھا

[ویکرہ الانتظار قائما ولکن یقعد ثم یقوم اذا بلغ المؤذن قولہ حی الفلاح کذا فی المضمرات] (فتاویٰ عالمگیری: ۱/ ۵۷ کتاب الصلوٰۃ طبع کوئٹہ)

ترجمہ: اور کھڑے ہو کر انتظار کرنا مکروہ ہے لیکن بیٹھ جائے پھر کھڑا ہو جب مؤذن اپنے حی الفلاح پر پہنچے

(۲) علامہ سید احمد طحطاوی حنفی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں

[واذا اخذ المؤذن فی الاقامۃ ودخل رجل المسجد فانہ یقعد ولا ینتظر قائما فانہ مکروہ کما فی المضمرات قهستانی ویفهم منہ کراهۃ القیام ابتداء الاقامۃ والناس عنها غافلون]

ترجمہ: اور جب مؤذن نے اقامت شروع کی اور کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا تو وہ بیٹھ جائے کھڑے ہو کر انتظار نہ کرے کیونکہ یہ مکروہ ہے جیسا کہ قھسانی کی مضمرات میں ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدائے اقامت میں کھڑا ہونا مکروہ ہے اور لوگ اس سے غافل ہیں

(حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: ۱/ ۱۸۶ طبع مصر)

لہٰذا لوگوں کو اس غفلت سے نکل کر اپنے امام صاحب کے مذہب پر عمل کرنا چاہیے

{حضور ﷺ اور صحابہ و تابعین کا عمل و اقوال}

اس مسئلہ میں حدیث و آثار کافی تعداد میں موجود ہیں چند ایک ملاحظہ فرمائیں

(۱) حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُومُوا حَتّٰى تَرَوْنِي]

ترجمہ: جب اقامت کہی جائے کھڑے نہ ہو حتیٰ کہ مجھے نکلتا ہوا دیکھو

۱) صحیح بخاری باب یقوم الناس: ۱/ ۱۶۴رقم ۶۳۸ (۲) صحیح مسلم ۲/ ۱۰۱رقم ۱۳۹۵

۳) جامع ترمذی ۱/ ۱۶۵رقم ۵۱۷ (۴) سنن ابوداود ا/ ۱۴۸رقم ۵۳۹

۵) سنن نسائی ۲/ ۳۱رقم ۶۸۷ (۶) صحیح ابن حبان ۵/ ۱۵رقم ۱۷۵۵

۷) فتح الباری شرح بخاری ۲/ ۱۲۰ (۸) مسند احمد ۵/ ۳۰۴رقم ۲۲۶۴۰

۹) صحیح ابن خزیمہ ۳/ ۱۴رقم ۱۵۲۶ (۱۰) مسند الطیالسی ۱/ ۵۰۸رقم ۶۲۳

۱۱) مستخرج ابی عوانہ ۲/ ۹رقم ۱۰۴۸ (۱۲) سنن الدارمی ۱/ ۳۲۳رقم ۱۲۶۲

۱۳) مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۴۰۵رقم ۴۱۱۶ (۱۴) مصنف عبد الرزاق ۱/ ۵۰۴رقم ۹۳۲

۱۵) معجم ابن الأعرابی ۲/ ۴۳۰رقم ۹۲۹ (۱۶) الأوسط ابن المنذر ۱/ ۱۶۹رقم ۱۹۲۳

(۲) امام بزار اپنی ''مسند،، میں امام ابو القاسم الطبرانی اپنی ''معجم،، میں امام بیہقی اپنی ''سنن الکبریٰ،، میں محدث سیمویہ اپنی کتاب میں سیدنا عبد اللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا

[كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِذَا قَالَ بِلَالٌ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ نَهَضَ فَكَبَّرَ]

ترجمہ: جب حضرت بلال رضی اللہ عنہ اقامت میں ''قد قامت الصلوٰۃ،، کہنے لگتے تو رسول اللہ ﷺ اٹھ کھڑے ہوتے پھر اللہ اکبر کہتے

(۱) المسند البزار: ۸/ ۲۹۸ مسند عبد اللہ بن ابی اوفی طبع مدینہ منورہ

(۲) مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۲/ ۱۰۶ طبع دار الفکر بیروت

(۳) کنز العمال: ۷/ ۵۴رقم الحدیث ۱۷۹۲۲ طبع حلب

(۴) سنن الکبریٰ بیہقی: ۲/ ۲۲ طبع دکن

(۵) میزان الاعتدال: ۱/ ۴۶۴

(۶) سوالات ابن الجنید لأبی زکریا یحیی بن معین: ۱/ ۴۳۴رقم ۶۷۹

(۷) الشمائل الشریفۃ للسیوطی: ۱/ ۱۸۰رقم ۲۹۳

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۸) تحفۃ الأحوذی: ۲/۱۲۹

(۹) الأوسط لابن المنذر: ۶/۴۷ رقم ۱۹۲۷

اکابر علماء دیوبند میں مولوی اشرف علی تھانوی اور ان کے خلیفہ ظفر احمد عثمانی نے اس حدیث کے بارے میں لکھا ''وهو حديث حسن الاسناد،، (اعلاء السنن: ۴/۳۲۶ طبع کراچی)

۳) امام عبد الرزاق اپنی اسناد کے ساتھ حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے روایت فرماتے ہیں

[عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ التَّيْمِيِّ، عَنِ الصَّلْتِ، عَنْ عَلْقَمَةَ، عَنْ أُمِّهِ، عَنْ أُمِّ حَبِيبَةَ، أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ ﷺ كَانَ فِيْ بَيْتِهَا فَسَمِعَ الْمُؤَذِّنَ فَقَالَ كَمَا يَقُوْلُ، فَلَمَّا قَالَ: حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ، نَهَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ إِلَى الصَّلٰوةِ]

ترجمہ: حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ گھر میں تھے مؤذن نے اقامت کہی جب اس نے [حی الصلوٰۃ] کہا تو رسول اللہ ﷺ اسی وقت نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے

(۱) مصنف عبد الرزاق ۱/۴۸۱ رقم ۱۸۵۱ طبع بیروت (۲) معجم الکبیر للطبرانی ۲۳/۲۴۴ رقم ۴۸۵

(۳) جامع الأحادیث ۴۰/۲۳۴ رقم ۴۳۵۴۳ (۴) کنز العمال ۸/۳۶۲ رقم ۲۳۲۷۳

(۴) {سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کا عمل}

ا: امام عبد الرزاق اپنی سند سے نقل کرتے ہیں

[فَأَقَامَ الْمُؤَذِّنُ بِالصَّلٰوةِ فَلَمَّا قَالَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَامَ حُسَيْنٌ]

ترجمہ: مؤذن نے نماز کے لئے اقامت کہی تو جب وہ ''قد قامت الصلوٰۃ،، کہنے لگا تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے

۱) مصنف عبد الرزاق ۱/۵۵۰ رقم ۱۹۳۷ (۲) أخبار مکۃ للفاکھی ۲/۲۷ رقم ۱۱۷۲

ب: امام بیہقی ''سنن الکبریٰ،، میں لکھتے ہیں

[وَعَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رضي الله عنه أَنَّهُ كَانَ يَفْعَلُ ذٰلِكَ، وَهُوَ قَوْلُ عَطَاءٍ وَالْحَسَنِ]

ترجمہ: اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے اور یہی قول عطاء اور حسن کا ہے (جیسا حضرت انس رضی اللہ عنہ کے بارے میں پہلے لکھا ہے یعنی قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہوتے)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۲۰ تحت رقم ۲۳۸۰)

(۵) {حضرت انس رضی اللہ عنہ کا عمل}

(۱) امام بیہقی لکھتے ہیں

[وَرُوِّيْنَا عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ عنہ أَنَّهُ: إِذَا قِيْلَ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ وَثَبَ فَقَامَ]

ترجمہ: ہم نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا آپ کا معمول یہ تھا کہ جس وقت "قد قامت الصلوٰۃ" کہا جانے لگتا تو آپ تیزی سے کھڑے ہو جاتے

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۲۰ تحت رقم ۲۳۸۰)

(۲) محدث [ابن المنذر] اپنی سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں

[عن أنس أنه كان يقوم اذا قال المؤذن قد قامت الصلوٰة]

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ اس وقت کھڑے ہوتے جب موذن [قد قامت الصلوٰۃ] کہنے لگتا

(۱) فتح الباری شرح بخاری: ۲/۱۲۰ تحت حدیث ۶۱۱ طبع بیروت

(۲) اکمال المعلم شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض: ۲/۳۱۰

(۳) شرح الزرقانی علی موطا امام مالک: ۱/۲۱۴

(۴) تحفۃ الأحوذی: ۳/۱۶۵

(۵) عون المعبود وحاشیہ ابن القیم: ۲/۱۷۳

(۶) الثمر المستطاب للالبانی: ۱/۲۳۱

(۷) الفقہ الاسلامی وادلتہ للزحیلی: ۱/۶۳۴

(۸) نیل الأوطار: ۳/۲۳۴

(۹) سبل السلام: ۱/۱۳۰

(۱۰) بستان الأخبار للابن تیمیۃ: ۲/۱۰۱ تحت حدیث ۱۴۹۲

(۱۱) شرح البلوغ للعبد الرزاق الصنعانی: ۱/۵۴

{حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی تاکید}

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۶)امام عبدالرزاق الصنعانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

[عَبْدُالرَّزَّاقِ،عَنْ اِبْرَاهِيْمَ بْنِ مُحَمَّدٍ،عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عُبَيْدِاللهِ،عَنْ عَطِيَّةَ قَالَ: كُنَّا جُلُوْسًا عِنْدَ بْنِ عُمَرَ.فَلَمَّا أَخَذَ الْمُؤَذِّنُ فِي الْاِقَامَةِ قُمْنَا .فَقَالَ بْنُ عُمَرَ: اجْلِسُوْا فَاِذَا قَالَ:قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ فَقُوْمُوْا]

ترجمہ: حضرت عطیہ بیان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ہم لوگ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے جونہی مؤذن نے اقامت کہنا شروع کی ہم اٹھ کھڑے ہوئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بیٹھ جاؤ پس جب مؤذن ''قد قامت الصلوۃ،، کہنے لگے تب کھڑے ہونا (مصنف عبدالرزاق: ۱/۵۰۶رقم ۱۹۴۰)

{اصحاب عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا معمول}

۷)امام ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ بیٹھ کر اقامت سننے اور''قد قامت الصلوۃ،، کے نزدیک کھڑا ہونے کا مسئلہ بیان کر کے لکھتے ہیں

[و کذا رواہ سعید بن منصور من طریق ابی اسحاق عن اصحاب عبداللہ]

ترجمہ: امام سعید بن مسعود نے بطریق ابی اسحاق عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اصحاب سے ایسا ہی روایت کیا ہے (فتح الباری: ۲/۱۲۰ تحت حدیث ۶۱۱ طبع بیروت)

{صحابہ کرام رضی اللہ عنہم و اکابر تابعین کا مذہب}

۸)[عَبْدُالرَّزَّاقِ،عَنِ ابْنِ التَّيْمِيِّ،عَنْ أَبِيْ عَامِرٍ ،عَنْ مُعَاوِيَةَ بْنِ قُرَّةَ قَالُوْا:كَانُوْا يَكْرَهُوْنَ أَنْ يَنْهَضَ ،الرَّجُلُ اِلَى الصَّلٰوةِ حِيْنَ يَأْخُذُ الْمُؤَذِّنُ فِي اِقَامَتِهِ]

ترجمہ: معاویہ ابن قرۃ کہتے ہیں (صحابہ و تابعین) اسے مکروہ جانتے تھے کہ مؤذن کے اقامت شروع کرتے ہی آدمی نماز کے لئے اٹھ کھڑا ہو (مصنف عبدالرزاق: ۱/۴۸۰رقم ۱۸۵۰ طبع بیروت)

{تابعی حضرت ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کا عمل}

۹) [عَبْدُالرَّزَّاقِ،عَنْ مَعْمَرٍ قَالَ:أَتَيْتُ أَبَا اِسْحَاقَ وَكَانَ جَارَ الْمَسْجِدِ لَا يَخْرُجُ حَتّٰى يَسْمَعَ الْاِقَامَةَ قَالَ:وَرَأَيْتُ رِجَالًا يَفْعَلُوْنَ ذٰلِكَ]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: حضرت معمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ابو اسحاق رحمہ اللہ کے پاس آیا وہ مسجد کے پڑوسی تھے وہ گھر سے جماعت میں شمولیت کے لئے اس وقت تک نہ نکلتے جب تک اقامت نہ سن لیتے نیز فرمایا کہ میں نے (تابعین میں سے) اور بھی بہت سے لوگوں کو دیکھا جو ایسا ہی کرتے تھے

(مصنف عبدالرزاق: ۱/ ۵۰۵ رقم ۱۹۳۵ طبع بیروت)

{مشہور تابعی حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ کا فتوی و عمل}

۱۰) ا۔[عَبْدُ الرَّزَّاقِ، عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: قُلْتُ لِعَطَاءٍ: إِنَّهُ يُقَالُ: إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ فَلْيَقُمِ النَّاسُ حِينَئِذٍ قَالَ: نَعَمْ]

ترجمہ: ابن جریج کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سے پوچھا لوگ کہتے ہیں کہ جب مؤذن ''قد قامت الصلوۃ،، کہنے لگے لوگوں کو اس وقت کھڑا ہونا چاہیے فرمایا: ہاں درست ہے

(مصنف عبدالرزاق: ۱/ ۵۰۵ رقم ۱۹۳۶ طبع بیروت)

ب۔ امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

[وَعَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ يَفْعَلُ ذَالِكَ، وَهُوَ قَوْلُ عَطَاءٍ وَالْحَسَنِ]

ترجمہ: حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے (جیسا روایت بالا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہوا ہے) اور امام عطاء کا بھی یہی قول ہے

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/ ۲۰ تحت حدیث ۲۳۸۰ طبع حیدرآباد انڈیا)

{امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال و اعمال}

۱۱) ا۔ امام ابوبکر بن ابی شیبہ روایت کرتے ہیں:

[حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ الْحَسَنِ: أَنَّهُ كَرِهَ أَنْ يَقُومَ الْإِمَامُ حَتّٰى يَقُولَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ]

ترجمہ: امام حسن بصری رحمہ اللہ امام کے کھڑے ہونے کو مکروہ سمجھتے تھے جب تک کہ مؤذن قد قامت الصلوۃ نہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کہنے لگے (مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۴۰۶رقم ۴۱۲۲)

ب۔اسی طرح مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۴۰۵رقم ۴۱۱۳ میں ہے

ج۔امام بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

[وَعَنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ يَفْعَلُ ذَالِكَ،وَهُوَ قَوْلُ عَطَاءٍ وَالْحَسَنِ]

ترجمہ: حضرت حسین بن علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ بھی ایسا ہی کرتے تھے (جیسا روایت بالا میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہوا ہے)اور امام عطاء کا بھی یہی قول ہے

(سنن الکبریٰ للبیہقی ۲/۲۰ تحت حدیث ۲۳۸۰ طبع حیدر آباد انڈیا)

{خلیفہ راشد مجدد اول،تابعی امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ کا فرمان}

۱۲) ا۔[حَدَّثَنَا سُفْيَانُ بْنُ عُيَيْنَةَ،عَنِ ابْنِ عَجْلَانَ،عَنْ أَبِي عُبَيْدٍ،قَالَ: سَمِعْتُهُ يَقُولُ: سَمِعْتُ عُمَرَ بْنَ عَبْدَالْعَزِيْزِ بِخُنَاصِرَةَ يَقُولُ حِيْنَ يَقُولُ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قُوْمُوْ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ]

ترجمہ: ابو عبید رحمہ اللہ فرماتے ہیں مقام [حناصرہ] میں،میں نے حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے سنا جس وقت مؤذن "قد قامت الصلوٰۃ کہتا تو فرماتے کھڑے ہو جاؤ نماز قائم ہو گئی

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/۴۰۶رقم ۴۱۲۱)

ب۔[عَبْدُالرَّزَّاقِ،عَنِ ابْنِ جُرَيْجٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي عَبْدُ الْكَرِيْمِ بْنُ مَالِكٍ،أَنَّ عُمَرَ بْنَ عَبْدِالْعَزِيْزِ: بَعَثَ إِلَى الْمَسْجِدِ رِجَالًا إِذَا أُقِيْمَتِ الصَّلٰوةُ فَقُوْمُوْا إِلَيْهَا]

ترجمہ: یعنی حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے مسجدوں میں آدمی بھیجے(اور یہ فرمان جاری کیا) کہ جس وقت قد قامت الصلوٰۃ کہا جائے تو نماز کے لئے کھڑے ہو جایا کرو

(مصنف عبد الرزاق: ۱/۵۰۶رقم ۱۹۳۹ طبع بیروت)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

{حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا عمل}

۱۳) ا۔[حَدَّثَنَا ابْنُ عُلَيَّةَ، عَنْ خَالِدٍ، عَنْ أَبِي مَعْشَرٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: كَانَ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ قَامَ]

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ موذن جب حی الصلوۃ کہتا آپ اس وقت کھڑے ہوتے

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۱/ ۴۰۵ رقم ۴۱۱۴)

ب۔[عَنْ أَبِيهِ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ، عَنْ طَلْحَةَ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ النَّخَعِيِّ، أَنَّهُ قَالَ: إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَامَ الْقَوْمُ فِي الصُّفُوفِ]

ترجمہ: حضرت ابراہیم رحمہ اللہ نے فرمایا جب مؤذن (اقامت کہتے ہوئے) حی الفلاح کہے تو نمازی صفوں میں کھڑے ہو جائیں (کتاب الآثار لابی یوسف صفحہ ۱۹ رقم ۸۹ طبع بیروت)

ج۔[مُحَمَّدٌ قَالَ: أَخْبَرَنَا أَبُو حَنِيفَةَ، قَالَ حَدَّثَنَا طَلْحَةُ بْنُ مُصَرِّفٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ: حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ، فَإِنَّهُ يَنْبَغِي لِلْقَوْمِ، أَنْ يَقُومُوا فَيُصَفُّوا]

ترجمہ: حضرت ابراہیم نخعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب مؤذن (اقامت میں) حی الفلاح کہے تو اس وقت چاہیے کہ لوگ کھڑے ہو جائیں پھر صفیں درست کریں

(کتاب الآثار امام محمد: ۱/ ۱۰۷ رقم ۶۳ طبع بیروت، جامع المسانید للخوارزمی: ۱/ ۴۳۴)

{تابعی جلیل امام الفقہاء امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب}

۱۴) امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی روایت بالا کے متصلاً بعد، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمہ اللہ کا مذہب بیان کرتے ہوئے امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں

[وَبِهِ نَأْخُذُ وَهُوَ قَوْلُ أَبِي حَنِيفَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ، وَإِنْ كَفَّ الْإِمَامُ حَتّٰى يَفْرُغَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ إِقَامَتِهِ ثُمَّ كَبَّرَ، فَلَا بَأْسَ بِهِ أَيْضًا كُلُّ ذَالِكَ حَسَنٌ]

ترجمہ: اور یہی (جو امام ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کا ہے) ہمارا مذہب ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قول ہے اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اگر امام مؤذن کے اقامت سے فارغ ہونے کا انتظار کرے پھر اس کے بعد اللہ اکبر کہے تو اس میں کوئی حرج نہیں یہ سب درست ہے

(۱) کتاب الآثار امام محمد ۱/ ۱۰۷ رقم ۶۳ (۲) جامع المسانید للخوارزمی ۱/ ۴۳۴

(۳) موطا امام محمد مترجم صفحہ ۸۷ طبع لاہور

{امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ کا اعلان حق}

امام ابو عیسیٰ ترمذی رحمہ اللہ علماء صحابہ کرام اور دیگر لوگوں کا مذہب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں

[قَدْ كَرِهَ قَوْمٌ مِنْ أَهْلِ الْعِلْمِ مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ ﷺ وَغَيْرِهِمْ أَنْ يَنْتَظِرَ النَّاسُ الْإِمَامَ وَهُمْ قِيَامٌ قَالَ بَعْضُهُمْ إِذَا كَانَ الْإِمَامُ فِي الْمَسْجِدِ وَأُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَإِنَّمَا يَقُومُونَ إِذَا قَالَ الْمُؤَذِّنُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ وَهُوَ قَوْلُ ابْنِ الْمُبَارَكِ]

ترجمہ: اہل علم صحابہ کرام اور تابعین کی ایک جماعت نے کھڑے ہو کر امام کی انتظار کو مکروہ کہا ہے بعض علماء فرماتے ہیں جب امام مسجد میں ہی ہو اور تکبیر کہی جائے تو لوگ قد قامت الصلوٰۃ پر کھڑے ہوں یہ عبد اللہ بن مبارک رحمہ اللہ کا قول ہے

(۱) جامع ترمذی: ۱/ ۱۳۷ تحت رقم ۵۹۲ طبع بیروت (۲) متخرج الطوسی علی جامع الترمذی: ۳/ ۱۹۲

(۳) مسند الصحابۃ فی الکتب التسعۃ: ۳۵/ ۴۶۶ (۴) الثمر المستطاب فی فقہ السنۃ والکتاب: ۱/ ۳۳۰

(۵) الاختیارات الفقہیۃ للترمذی: ۱/ ۲۸۹

{علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی کا اعتراف حق}

علامہ انور شاہ کشمیری دیوبندی اپنی کتاب [فیض الباری شرح بخاری] میں اس حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

[ویعلم من بعض الاحادیث انہم کانوا یقومون لہا بعد تمام الاقامۃ ومن بعضہا انہم کانوا یقومون فی خلالہا وھکذا فی کتبنا]

ترجمہ: کچھ احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اقامت پوری ہونے کے بعد نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے اور کچھ حدیثوں سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ درمیان اقامت میں (حی علی الصلوٰۃ) پر کھڑے ہوا کرتے تھے اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہماری کتابوں میں بھی ایسا ہی لکھا ہے (فیض الباری شرح بخاری باب متی یقوم الناس: ۲/ ۱۹ طبع انڈیا)

{مفتی عزیز الرحمن مفتی دار العلوم دیوبند کا اعتراف حق}

اقامت کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

[نماز کے آداب میں سے فقہاء نے لکھا ہے کہ حی علی الفلاح کے وقت سب کھڑے ہو جائیں لیکن ظاہر ہے کہ اگر پہلے سے مقتدی کھڑے ہو جائیں تو کوئی محل اعتراض نہیں ہے کیونکہ ترک استحباب اور ترک آداب پر کچھ طعن نہیں ہو سکتا البتہ بہتر یہی ہے جیسا کہ فقہاء نے لکھا ہے اور درمختار میں بھی یہی لکھا ہے اور اگر امام آگے کی طرف سے یعنی سامنے کی طرف سے آوے جس وقت امام پر نظر پڑے مقتدی کھڑے ہو جائیں بہر حال اس میں ہر طرح وسعت ہے مگر اتباع تصریحات فقہاء کا اولیٰ وافضل ہے

(فتاوٰی دار العلوم دیوبند: ۲/ ۹۷ مفتی عزیز الرحمن طبع مکتبہ امدادیہ ملتان)

{مفتی فرید دیوبندی اکوڑہ خٹک کا اعتراف حق}

مفتی فرید صاحب سے وقت اقامت حی علی الصلوٰۃ پر کھڑے ہونے کے بارے میں سوال ہوا تو جواب میں لکھتے ہیں [حی الصلوٰۃ پڑھنے کے وقت قیام کرنا ادب اور افضل ہے الخ ۔۔۔۔۔۔۔]

(فتاوٰی فریدیہ المعروف فتاوٰی دیوبند پاکستان مفتی اعظم مفتی فرید جامع دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک: ۲/ ۱۸۸ طبع صوابی پاکستان)

{مفتی محمد شفیع مفتی دار العلوم دیوبند کا اعتراف حق}

مفتی محمد شفیع دیوبندی سے بھی اقامت کے بارے حی علی الصلوٰۃ کے وقت کھڑے ہونے کے بارے میں سوال ہوا تو جواباً لکھتے ہیں:

[جس وقت تکبیر پڑھنے والا ''حی الصلوٰۃ،، پر پہنچے اس وقت مقتدیوں کو کھڑا ہونا چاہیے ۔۔۔۔۔ الخ

(فتاوٰی دار العلوم دیوبند المعروف امداد المفتین کامل: ۲/ ۲۹۲ طبع دار الاشاعت کراچی)

{احسن نانوتوی دیوبندی کا اعتراف حق}

احسن نانوتوی صاحب لکھتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[اور مستحب ہے کھڑا ہونا امام اور مقتدی کو جبکہ تکبیر میں حی علی الفلاح کہا جائے]
(غایۃ الاوطار: ۲/ ۲۴۲ طبع کراچی)

{سید امیر علی دیوبندی کا اعتراف حق}

سید امیر علی دیوبندی لکھتے ہیں:

[اگر مؤذن امام کے سوا کوئی اور ہو اور نمازی مع امام کے مسجد کے اندر رہوں تو مؤذن جس وقت اقامت میں حی علی الفلاح کہے اس وقت ہمارے تینوں علماء کے نزدیک امام اور مقتدی کھڑے ہوجاویں یہ ہی صحیح ہے
(فتاوی عالمگیری مترجم ترجمہ سید امیر علی: ۱/ ۸۹ طبع دارالاشاعت کراچی)

{فقہاء نے اقامت میں پہلے کھڑے ہونے کو جس وجہ سے مکروہ فرمایا}

امام بخاری رحمہ اللہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ارشاد فرماتے ہیں

[إِذَا أُقِيمَتِ الصَّلٰوةُ فَلَا تَقُومُوا حَتّٰى تَرَوْنِيْ]

ترجمہ: جب اقامت کہی جائے کھڑے نہ ہو حتیٰ کہ مجھے نکلتا ہوا دیکھو

(۱) صحیح بخاری باب یقوم الناس: ۱/ ۶۴ رقم ۶۳۸ (۲) صحیح مسلم: ۲/ ۱۰۱ رقم ۱۳۹۵
(۳) جامع ترمذی: ۱/ ۶۵ رقم ۵۱۷ (۴) سنن ابوداؤد: ۱/ ۱۴۸ رقم ۵۳۹
(۵) سنن نسائی: ۲/ ۳۱ رقم ۶۸۷ (۶) صحیح ابن حبان: ۵/ ۵۱ رقم ۱۷۵۵
(۷) فتح الباری شرح بخاری: ۲/ ۱۲۰ (۸) مسند احمد: ۵/ ۳۰۴ رقم ۲۲۶۴۰
(۹) صحیح ابن خزیمہ: ۳/ ۱۴ رقم ۱۵۲۶ (۱۰) مسند الطیالسی: ۱/ ۵۰۸ رقم ۶۲۳
(۱۱) مستخرج ابی عوانۃ: ۲/ ۹ رقم ۱۰۴۸ (۱۲) سنن الدارمی: ۱/ ۳۲۳ رقم ۱۲۶۲
(۱۳) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/ ۴۰۵ رقم ۴۱۱۶ (۱۴) مصنف عبدالرزاق: ۱/ ۵۰۴ رقم ۹۳۲
(۱۵) معجم ابن الاعرابی: ۲/ ۴۳۰ رقم ۹۲۹ (۱۶) الاوسط ابن المنذر: ۱/ ۱۶۹ رقم ۱۹۲۳

حجرہ شریف سے مسجد میں حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے صحابہ کرام کے شروع اقامت میں کھڑے ہوجانے کی وجہ سے منع فرمایا آپ ﷺ کو ناگوار گزرا کہ صحابہ میرے آنے سے پہلے کھڑے ہوں چنانچہ امام

بیہقی رحمہ اللہ لکھتے ہیں

[الاشبہ انھم کانوا یقومون الی الصلوۃ قبل خروج النبی ﷺ ویاخذون مقامھم قبل ان یاخذ ثم امرھم بان لا یقوموا الی الصلوۃ حتیٰ یروہ قد خرج تخفیفا ھم]

ترجمہ: قرین تحقیق یہ ہے کہ لوگ (بوقت اقامت) نبی پاک ﷺ کی مسجد میں تشریف آوری سے پہلے ہی اٹھ کھڑے ہوتے اور حضور ﷺ سے پہلے ہی اپنے کھڑے ہونے کی جگہ سنبھال لیتے تب آپ ان پر تخفیف کرتے ہوئے انھیں حکم دیا کہ (جس وقت اقامت شروع ہو تو) وہ فوراً ہی نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوں تاوقتیکہ حضور ﷺ کو تشریف لاتے ہوئے نہ دیکھ لیں

امام حافظ احمد بن حجر عسقلانی نے [فتح الباری: ۲/ ۱۲۰]

امام حافظ بدرالدین عینی نے [عمدۃ القاری: ۵/ ۱۵۳]

امام نووی نے [شرح صحیح مسلم: ۱/ ۲۲۰]

قاضی شوکانی نے [نیل الاوطار: ۲/ ۲۳۴]

اور خلیل احمد انبیٹھوی دیوبندی نے [بذل المجہود: ۱/ ۳۰۷]

حدیث ابی قتادہ کی شرح کرتے ہوئے امام بیہقی ہی والی بات لکھی ہے

{یہ واقعہ ایک دو بار کا ہے}

امام المحدثین قاضی عیاض مالک رحمہ اللہ نے، امام بدرالدین عینی رحمہ اللہ، امام محی الدین نووی رحمہ اللہ، شمس الحق عظیم آبادی غیر مقلد نے کہا کہ صحابہ کا آغاز اقامت میں کھڑا ہو جانے کا عمل ایک بار یا دو بار ہوا دیکھئے

[عمدۃ القاری: ۵/ ۱۵۳، شرح صحیح مسلم نووی: ۱/ ۲۲۰، عون المعبود: ۱/ ۲۱۲]

جب نبی ﷺ نے اقامت میں پہلے کھڑے ہونے کو منع کر دیا جس وجہ سے فقہاء مکروہ فرماتے ہیں تو پھر علماء دیوبند اور غیر مقلدین کا شروع اقامت میں کھڑا ہونا کیا معنی رکھتا ہے اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی منسوخ روایت پیش کرنا صرف ضد ہی نہیں تو اور کیا ہے؟

{ایک بہانہ اور اس کا ازالہ}

بعض لوگ صفیں درست کرنے کا بہانہ بنا کر آغاز اقامت ہی میں کھڑے ہو جاتے ہیں کہتے ہیں کہ اگر اقامت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بیٹھ کر سنیں تو صفیں درست کرنے کی سنت ہم کب ادا کریں؟

ان کی خدمت میں جواباً عرض ہے کہ صحیحین وغیرہا کی احادیث مرفوعہ۔ نیز صحابہ کے عمل سے صاف ظاہر ہے کہ سب مقدسین آخر اقامت میں صفیں درست کا اہتمام فرماتے تھے جب صفیں درست ہو جاتیں، تو پھر اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرماتے یہ بات متعدد احادیث میں موجود ہے لہٰذا اتباع سنت کا تقاضہ یہی ہے کہ اقامت بیٹھ کر ہی سنی جائے اور امام ومقتدی [حی علی الصلوٰۃ] پر یکبارگی کھڑے ہونا شروع کر دیں اور [قد قامت الصلوٰۃ] پر مکمل کھڑے ہو جائیں اگر صفیں درست نہ ہوں تو اس وقت صفیں بھی درست کر لی جائیں تاکہ صفیں درست کرنے کی اہم سنت بھی سنت نبوی، سنت خلفاء راشدین صحابہ کرام کے عمل کے مطابق انجام پائے اور جب صفیں درست ہو جائیں تو امام اللہ اکبر کہہ کر نماز کا آغاز کر دے تاکہ سب کام سنت کے مطابق پورے ہو جائیں

فقہاء نے چونکہ اقامت کھڑے ہو کر سننے کو مکروہ کہا ہے جیسا کہ نبی ﷺ اور صحابہ کرام سے پہلے کھڑے ہو کر اقامت سننا منع فرمانا ثابت ہے لہٰذا یہ کم از کم خلاف سنت ضرور ہے لہٰذا مستحب پر عمل کر کے اور اتباع سنت اپنا کر ثواب حاصل کریں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہونے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے [آمین]

۹ رجب بمطابق ۱۴۳۴ ہجری ۲۰ مئی ۲۰۱۳ء

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۳۱)

ترک رفع یدین اور چالیس احادیث

الحمد للہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ الکریم۔ امابعد!

محترم قارئین! سب سے پہلے مسئلہ ہذا (اختلافی رفع الیدین) کی شرعی حیثیت کا ذہن نشین کر لینا ضروری ہے تاکہ اسکے بارے میں غیر مقلدین کے پروپیگنڈہ اور ان کے اس واویلا کی اصل وجہ کے معلوم کرنے میں کسی قسم کی دقت کا سامنا نہ کرنا پڑے

شرعی لحاظ سے مسائل کی تین اقسام:

(۱) ضروریات دین (۲) ضروریات عقائد اہل سنت (۳) اہل سنت کے درمیان اختلافی مسائل

۱) ضروریات دین:

ایسے مسائل جو شریعت مطہرہ کے قطعی اور متواتر دلائل سے قطعی لزوماً ثابت اور تمام اُمت کے متفق علیہ ہوں جس میں کسی قسم کا انکار کفر ہو جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، رسول اللہ ﷺ کی رسالت، نماز پنجگانہ کی فرضیت وغیرہ

۲) ضروریات عقائد اہل سنت:

وہ مسائل کہ دلائل شرعیہ سے جن کا ثبوت تمام اہل سنت و جماعت کا مجمع علیہ ہو جس کا انکار بدمذہبی اور خارج از اہل سنت ہو جیسے موزوں پر مسح کا مسنون ہونا، اور ثواب وعذاب قبر وغیرہا:

۳) اہل سنت کے درمیان اختلافی مسائل:

شریعت مطہرہ کے وہ اجتہادی مسائل جن کی شرعی حیثیت کے متعلق خود اہل سنت ائمہ کا اختلاف ہے جس میں کسی کا انکار نہ شرک نہ کفر نہ ضلالت حتیٰ کہ گناہ بھی نہیں جبکہ بر بناء تحقیق ہو اور ائمہ اجتہاد کی اتباع میں ہو اور ان کی روش پر ہو اور اس کا باعث کوئی قلبی مرض (بدمذہبی) نہ ہو ورنہ وہ حسب مقام فسق وضلالت بلکہ کفر کے درجہ پر بھی ہوگا تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو (شرح العقائد النسفیہ مع الشرح النبر اس طبع پشاور)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پھر قسم ثالث میں مختلف صورتیں ہیں

(۱) تفصیل اختلاف (۲) مشروعیت مسئلہ میں اختلاف (۳) نسخ وعدم نسخ کا اختلاف

اختلافی رفع الیدین کی شرعی حیثیت

مسئلہ اختلافی رفع الیدین نہ تو ضروریات دین سے ہے اور نہ ضروریات عقائد اہل سنت سے ہے بلکہ اسکا تعلق اہل سنت کے درمیان اختلافی مسائل کی قسم نمبر ۳ نسخ وعدم نسخ کا اختلاف سے ہے یعنی یہ سلف اور ائمہ اہل سنت کے درمیان اختلافی ہے اور اسکے بقاء وعدم بقاء اور منسوخ وعدم منسوخ ہونے کے متعلق شروع سے اختلاف ہے ہم اہل سنت وجماعت احناف منسوخ ہونے کے قائل ہیں

اس قسم کے مسائل میں شرعی لائحہ عمل یہ ہے کہ مجتہد اپنے اجتہاد کا پابند ہے دوسرے مجتہد کے اجتہاد کا پابند نہیں اور غیر مجتہد اپنے بنا پر کسی نہ کسی امام مجتہد کی پیروی میں اس پر عمل پیرا ہو کیونکہ جب غیر مجتہد میں ان مسائل کے حل کرنے کا کوئی ذریعہ یا اہلیت نہیں تو وہ ان کے بارے میں فیصلہ کیونکر صادر کرسکتا ہے اور یہ وہ امر ہے کہ جس پر چاروں ائمہ کرام متفق ہیں جبکہ چار کی تخصیص دیگر مجتہدین کی نفی نہیں بلکہ یہ محض اس لیے ہے کہ شریعت مطہرہ کے جملہ مسائل اصولاً فروعاً صرف انہی حضرات کے مدون ومحفوظ ہیں ورنہ ائمہ مجتہدین تو ہزاروں گزرے ہیں جن کے مذاہب مٹ گئے یا اِکا دُکا مسائل پائے جاتے ہیں بہرحال جو غیر مجتہد صحیح العقیدہ سنی مسلمان خصوصاً پیش نظر مسئلہ میں قائلین رفع یدین، ائمہ مجتہدین میں سے کسی کی پیروی میں عمل پیرا ہوتا ہے تو اگر کوئی اور شرعی خرابی نہ ہو تو اسکی نماز ہمارے نزدیک قطعاً درست ہے بلکہ صحیح العقیدہ سنی شافعی وحنبلی کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع بن جائے تو ہمارے نزدیک اسکی اقتداء میں نماز پڑھنا بھی قطعاً درست ہے اسی طرح قائلین رفع یدین اہل سنت شوافع وحنابلہ کا تارکین رفع یدین (احناف ومالکی) کی بابت بھی بعینہ یہی نظریہ ہے:

اس سے حنفی، شافعی وحنبلی ومالکی وغیر مقلد کا فرق بھی واضح ہوگیا کہ غیر مقلدین مذکورہ تفصیل کے بالکل برعکس ہیں اولاً تو یہ مجتہد نہیں اور غیر مجتہد ہوتے ہوئے اجتہاد کرتے ہیں تو خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور خود غیر مجتہد ہوتے ہوئے لوگوں کو اپنی تقلید کراتے ہیں جس کی دلیل یہ ہے کہ ان کے عوام اپنی ضرورت کے مطابق تمام مسائل اپنے انہی بناوٹی مجتہدوں سے پوچھ کر عمل پیرا ہوتے ہیں اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

قائلین ترک رفع یدین احناف بلکہ صحابہ کرام وتابعین کرام کی نمازوں کومحض رفع یدین نہ کرنے کی بنا پر باطل قرار دیتے ہیں یہ ان کا جرم عظیم ہے یہ رسالہ تحریر کرنے کا ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ ہمارا موقف واضح اور دلائل سے بھرپور ہے تاکہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ ہمارا عمل حدیث کے مطابق نہیں۔

ترک رفع یدین اور چالیس احادیث

اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

[قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ]

ترجمہ: تحقیق کہ وہ ایمان لانے والے کامیاب ہوگئے جو نماز میں خشوع خضوع اختیار کرنے والے ہیں

(سورۃ المومنون: ۱،۲)

تفسیر: [قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ: مُخْبِتُوْنَ مُتَوَاضِعُوْنَ لَا يَلْتَفِتُوْنَ يَمِيْنًا وَّ شِمَالًا وَّ يَرْفَعُوْنَ اَيْدِيَهُمْ فِي الصَّلٰوةِ۔۔۔]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: خشوع کرنے والے سے مراد وہ لوگ ہیں جو نماز میں تواضع اور عاجزی اختیار کرتے ہیں اور دائیں بائیں توجہ نہیں کرتے اور نہ ہی نماز میں رفع یدین کرتے ہیں

(تفسیر المقباس من تفسیر ابن عباس ص ۲۸۴)

اس تفسیر کی تائید حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت سے بھی ہوتی ہے

آپ فرماتے ہیں:

[لا ترفع الایدی الا فی سبع مواطن: حین یفتتح الصلوٰۃ۔۔۔۔]

(المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰/۷۷،۷۸ رقم ۱۱۹۰۴)

اس تفسیر کی تائید مشہور ثقہ تابعی حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے مروی تفسیر سے بھی ہوتی ہے حضرت امام حسن بصری رحمہ اللہ [الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلٰوتِهِمْ خٰشِعُوْنَ] کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

[خاشعون الذین لا یرفعون ایدیھم فی الصلوٰۃ الا فی تکبیرۃ الاولیٰ]

ترجمہ: خاشعون سے مراد وہ لوگ ہیں جو صرف تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین کرتے ہیں

(تفسیر سمرقندی المعروف بحر العلوم: ۲/۴۰۸ مطبوعہ بیروت)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ درایۃ صحیح ہے اور اس سے درایۃ ترک رفع یدین ثابت ہوتا ہے اور اس کی تائید حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے اور نماز کے اندر رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت، سجدوں کے اندر اور تیسری رکعت کو کھڑے ہوتے وقت رفع یدین خشوع خضوع کے منافی ہے اور ذکر سے خالی بھی ہے لہٰذا ان مقامات پر رفع یدین کو ترک کرنا ہی اولی وافضل ہے جو اہل سنت وجماعت کا موقف ہے

(۱) [حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے تو فرمایا کیا وجہ ہے میں تم کو (نماز میں) رفع یدین کرتے دیکھتا ہوں گویا وہ بدکے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں ہیں (خوب سن لو آئندہ) نماز میں سکون اختیار کرو]

(۱) صحیح مسلم: ۱/۱۸۱ طبع کراچی　(۲) سنن ابوداؤد: ۱/۱۴۳

(۳) سنن نسائی: ۱/۱۶۷　(۴) مسند احمد: ۵/۳۹

(۵) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/۴۸۶　(۶) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۲۸۰

(۷) شرح معانی الآثار: ۱/۳۰۷　(۸) جزء رفع یدین للبخاری: ص ۳۱، ۳۲

ناصر الدین البانی غیر مقلد نے سنن ابوداؤد، سنن نسائی طبع بیروت کی تحقیق میں اس روایت کو صحیح کہا لہٰذا اس روایت کے تحت اختلافی رفع یدین منسوخ ہے

(۱) امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ:

حدیث جابر سے استدلال کے بعد امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

"ولأن السنة رفع يديه عند الافتتاح"

ترجمہ: اور بے شک رفع یدین صرف نماز کے شروع میں سنت ہے (البنایہ: ۳/۱۳۶ طبع بیروت)

(۲) امام اجل وکیل احناف محدث جلیل امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ:

امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ نے دعویٰ نسخ فرمایا اور اس پر دلائل کے انبار لگا دیئے

دیکھئے: (شرح معانی الآثار للطحاوی مترجم: ۱/۴۶۲ طبع لاہور)

(۳) امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ ''المبسوط'' میں فرماتے ہیں!

[وحین رأی بعض الصحابة رضوان الله علیهم یرفعون ایدیهم فی بعض أحوال الصّلوٰة کره ذالک فقال مالی أرا کم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس اسکتوا]

ترجمہ: یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بعض احوال نماز میں رفع یدین کرتے دیکھا تو اس کے کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا مالی ارا کم رافعي ایدیکم ...الخ

(المبسوط لشمس الدین السرخسی: ۱/ ۱۴ باب کیفیۃ الدخول فی الصلوٰۃ طبع دار المعرفۃ بیروت)

(۴) امام فخر الدین عثمان بن علی الزیلعی رحمۃ اللہ علیہ:

آپ فرماتے ہیں!''وعن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول الله ﷺ فقال مالی ارا کم رافعي أيديكم كأنها أذناب خيل شمس اسکنوا فی الصّلوٰة رواه مسلم''

(تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق: ۱/ ۱۲۰)

(۵) امام کمال الدین محمد بن الواحد المعروف بابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابن حمام شرح فتح القدیر میں ترک رفع یدین کے دلائل لکھ کر نسخ کا دعوی فرماتے ہیں دیکھئے:

(شرح فتح القدیر: ۱/ ۳۱۹، ۳۲۰ طبع بیروت)

(۶) شیخ الاسلام برھان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ المرغینانی صاحب الھدایہ اولین صفحہ نمبر ۹۲، ۹۳ میں ترک رفع یدین کے دلائل لکھ کر نسخ کا دعوی کرتے ہیں

(۷) امام ابن نجیم المصری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ:

امام ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ المصری فرماتے ہیں!

''فلا یرفع یدیه عند الرکوع ولا عند الرفع منه ولا تکبیرات الجنائز بحدیث ابی داؤد عن البراء بن عازب (الی) و بحدیث جابر بن سمرة قال خرج علینا ..الخ''

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: یعنی رکوع میں اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تکبیرات جنازہ میں رفع یدین نہیں ہے ابو داؤد کی حدیث براء بن عازب اور حدیث جابر بن سمرہ کی وجہ سے (البحر الرائق: ۱/ ۳۲۲ طبع کوئٹہ)

(۸) حضرت علامہ علی قاری الحنفی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

''رواہ مسلم ویفید النسخ''

ترجمہ: حدیث مسلم (رفع یدین) کے نسخ کا فائدہ دیتی ہے (شرح نقایہ: ۱/ ۷۸)

اور اسی طرح ''مرقات شرح مشکوٰۃ'' ملا علی قاری میں ہے

(۹) امام زیلعی الحنفی رحمۃ اللہ علیہ:

حافظ امام جمال الدین أبی محمد عبد اللہ بن یوسف الزیلعی الحنفی المتوفی ۷۶۲ھ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

''احادیث أصحابنا: منها حدیث تمیم بن طرفة عن جابر بن سمرة قال خرج علینا رسول اللہ ﷺ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کأنها أذناب خیل شمس اسکنوا فی الصّلوٰة'' (نصب الرایة لأحادیث الهدایہ: ۱/ ۳۹۳)

(۱۰) ملک العلماء علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس حدیث سے بطور نسخ استدلال فرمایا ہے

دیکھئے (بدائع الصنائع: ۱/ ۲۰۷)

زیادہ تفصیل کے لئے دیکھئے راقم کی کتاب ''سنت امام القبلتین فی ترک رفع الیدین''

(۲) حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

[کیا میں تمہیں رسول اللہ ﷺ کی نماز پڑھ کے دکھاؤں؟ پس آپ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھ کے دکھائی تو اپنے ہاتھوں کو نہ اٹھایا مگر پہلی بار (تکبیر تحریمہ کے وقت) ہی اٹھایا]

(۱) جامع ترمذی: ۱/ ۵۹ (۲) سنن نسائی: ۱/ ۱۱۱ (۲ بار)

(۳) سنن ابو داؤد: ۱/ ۱۱۶ (۲ بار) (۴) مسند احمد: ۱/ ۳۸۷

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۵)مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/۲۳۶(۲بار) (۶)مسند امام اعظم: ۱/۳۵۲
(۷)سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۷۸(۲بار) (۸)شرح معانی الآثار: ۱/۱۶۲(۲بار)
(۹)المدونۃ الکبریٰ: ۱/۶۹ (۱۰)التمہید لابن عبدالبر: ۹/۲۱۵
(۱۱)کتاب الضعفاء للعقیلی: ۴/۴۲ (۱۲)میزان الاعتدال: ۳/۴۹۶(۳بار)
(۱۳)کتاب الحجۃ علیٰ اہل المدینۃ: ۱/۹۷ (۱۴)موطا امام محمد: ص۹۰
(۱۵)المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۲/۲۰۰(۳بار) (۱۶)مسند ابی یعلیٰ: ۶/۳۶(۳بار)
(۱۷)سنن دارقطنی: ۱/۳۹۹ (۱۸)مصنف عبدالرزاق: ۲/۱۷(۳بار)
(۱۹)جامع المسانید للخوارزمی: ۱/۳۳۵ (۲۰)الکامل ابن عدی: ۶/۱۵۲
(۲۱)معجم اسامی شیوخ ابوبکر الاسماعیلی: ۱/۴۹۴ (۲۲)کتاب المجروحین ابن حبان: ۲/۲۷۰
(۲۳)الآلی المصنوعہ: ۲/۱۷ (۲۴)تاریخ بغداد: ۱۱/۳۲۰(۲بار)
(۲۵)محلیٰ ابن حزم: ۲/۲۶۵(۲بار)

امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ، ابن حزم، امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ، دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ، ابن قطان رحمۃ اللہ علیہ، ابن دقیق العید مالکی رحمۃ اللہ علیہ، ابن تیمیہ حنبلی، ابن عدی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ احمد شاکر غیر مقلد، عطاء اللہ بھوجیانی غیر مقلد، شیخ ابو عبدالرحمن محمد الفنجانی، ناصر الدین البانی غیر مقلد اور امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہا نے اس حدیث کو حسن وصحیح قرار دیا ہے

الحمدللہ یہ چالیس اسناد ہیں یہ روایت صحیح ہے اس روایت کو ۶۳ سے زیادہ محدثین نے حسن وصحیح قرار دیا ہے دیکھئے راقم کی کتاب "سنت امام القبلتین فی ترک رفع الیدین"

(۳)[حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع کرنے کے لئے اللہ اکبر کہتے تو اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دونوں ہاتھ کانوں کی لو کے قریب ہوجاتے پھر اس کے بعد نہیں اٹھاتے اور ایک روایت میں ہے کہ صرف ایک مرتبہ اٹھاتے]

(۱)سنن ابوداؤد: ۱/۱۲۵ (۲)شرح معانی الآثار: ۱/۱۱۰
(۳)مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/۳۲۶ (۴)مصنف عبدالرزاق: ۲/۷۰

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس حدیث کو علامہ شاکر غیر مقلد نے ترمذی بتحقیق وشرح: ۲/ ۴۰۹ طبع بیروت میں صحیح قرار دیا

(۴) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا

[میں نے دیکھا رسول اللہ ﷺ کو جب آپ ﷺ نے نماز شروع فرمائی تو ہاتھ اٹھائے کندھوں تک اور جب ارادہ کیا رکوع کا اور رکوع سے سر اٹھانے کا تو آپ ﷺ نے رفع یدین نہیں کیا اور نہ ہی دو سجدوں کے درمیان (رفع یدین) کیا] (مسند حمیدی: ۲/ ۲۲۷ رقم ۶۱۴ طبع بیروت)

(۵) [محمد بن عمرو بن عطاء سے وہ حضور ﷺ کے کئی احباب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے پھر حضور ﷺ کی نماز کا ذکر آیا تو حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے کہا میں تم سب میں حضور ﷺ کی نماز کو خوب یاد رکھنے والا ہوں میں نے دیکھا آپ ﷺ جب تکبیر تحریمہ کہتے تو اپنے دونوں ہاتھوں کو دونوں کندھوں کے برابر لے جاتے اور جب رکوع کرتے تو دونوں ہاتھ گھٹنوں پر جما دیتے پھر اپنی پیٹھ جھکا کر سر اور گردن برابر کر دیتے پھر سر اٹھا کر سیدھے کھڑے ہو جاتے آپ ﷺ کی پیٹھ کی ہر پسلی اپنی جگہ پر آجاتی اور جب سجدہ کرتے تو دونوں ہاتھ زمین پر رکھتے نہ بانہوں کو بچھاتے نہ سمیٹ کر پہلو سے لگا دیتے اور پاؤں کی انگلیوں کی نوکیں قبلے کی طرف رکھتے جب دو رکعتیں پڑھ چکتے تو بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھتے اور دایاں پاؤں کھڑا رکھتے اور سرین کے بل بیٹھتے۔ الخ]

(صحیح بخاری: ۱/ ۳۷۵)

یہ حدیث صحیح سب کے لئے حجت ہے کیونکہ حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے ظاہری معاملات اس حدیث میں بیان فرمائے ہیں جن میں رفع یدین رکوع والا بھی ظاہری ہے مگر حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ نے پوری نماز بیان کر دی مگر رکوع والے رفع یدین کا ذکر نہیں کیا اور بہت سارے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ سن کر کوئی اعتراض بھی نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ رفع یدین رکوع والا مشروع ہوتا تو صحابہ ضرور اعتراض کرتے اور یہ حدیث ہے بھی صحیح۔ باقی دوسری اسناد ضعیف ہیں جن میں رکوع والے رفع یدین کا ذکر ہے نہ وہ بخاری مسلم میں ہیں اسی لئے حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی کہنا پڑا کہ "اصلہ فی البخاری" کہ اصل حدیث بخاری میں ہے۔ جس میں رفع یدین عند الرکوع و بعد الرکوع کا ذکر نہیں (الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ: ۱/ ۱۵۳)

(۶) [ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے خبر دی کہ حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ ہر ایک فرض اور نفل نماز میں رمضان میں یا اور کسی مہینے میں جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے اللہ اکبر کہتے پھر رکوع کرتے وقت تکبیر کہتے، پھر رکوع سے سر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اٹھاتے وقت ''سمع اللہ لمن حمدہ'' کہتے، پھر ''ربنا لک الحمد'' کہتے، پھر سجدہ کرنے کے لئے جھکتے تو اللہ اکبر کہتے پھر سجدے سے سر اٹھاتے وقت اللہ اکبر کہتے پھر جب دو رکعتیں پڑھ کر قعدہ کر کے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہتے ،ہر رکعت میں ایسا ہی کرتے پھر جب نماز پڑھ چکتے تو فرماتے کہ قسم اس (خدا) کی جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم سب لوگوں میں میری نماز حضور ﷺ کی نماز سے سے زیادہ مشابہ ہے اور آپ ﷺ اسی طرح نماز پڑھتے رہے یہاں تک کہ اس دنیا سے تشریف لے گئے (صحیح بخاری: ۱/ ۳۹۲ رقم ۷۶۶)

فائدہ: یہ حدیث سنداً متناً صحیح ہے پھر اس میں وفات تک بغیر رفع یدین کے متعلق تصریح بھی ہے اسی حدیث کی تفسیر دوسری ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ملاحظہ فرمائیے

[امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ نے نعیم بن عبداللہ مجمر اور ابو جعفر قاری دونوں سے روایت کی ہے کہ بے شک حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ انہیں نماز پڑھاتے تو تکبیر تو ہر اونچ نیچ میں کہتے تھے دونوں نے کہا کہ رفع یدین کرتے تھے (صرف) جب تکبیر کہہ کر نماز شروع کرتے تھے] (کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ: ۱/ ۹۶)

(۷) امام ابن عبد البر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

[حضرت نعیم المجمر اور حضرت ابو جعفر قاری دونوں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ رضی اللہ عنہ رفع یدین تو نماز شروع کرتے وقت کرتے اور تکبیر ہر اونچ نیچ میں کہتے تھے اور فرماتے تھے کہ میں رسول اللہ ﷺ کی نماز کے ساتھ تم سب سے زیادہ مشابہت رکھتا ہوں]

(التمہید لما فی الموطا من المعانی والاسانید: ۹/ ۲۱۵)

(۸) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

[رسول اللہ ﷺ جب نماز میں داخل ہوتے تو خوب ہاتھ دراز کر کے رفع یدین کرتے تھے]

(سنن ابو داؤد: ۱/ ۱۱۷ رقم ۷۴۸ باب رکوع میں رفع یدین کرنے کا ذکر نہیں)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایات سے یہ بات واضح ہوگئی کہ بخاری والی روایت دراصل ترک رفع یدین کی روایت ہے اور آپ ﷺ وفات تک اختلافی رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتے رہے چونکہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ دیر سے ایمان لائے تو ان کی مرویات بتاتی ہیں کہ حضور ﷺ کے آخری عمل کو بیان کر رہے ہیں اور اصول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے آخری عمل کو اپنایا جائے گا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۹) امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

[میں نے سنا حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے، کہ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز شروع فرماتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے پھر سلام پھیرنے تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری نماز میں رفع یدین نہیں کرتے تھے] (مسند الامام ابی حنیفۃ: ص ۱۵۶ للامام ابونعیم اصبہانی)

(۱۰) [حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ وحضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھی، یہ سب حضرات صرف نماز کے شروع میں ہی اپنے ہاتھوں کو اٹھاتے تھے]

(۱) سنن دارقطنی: ۱/۱۱۱ (۲) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/۷۹ (۳) مجمع الزوائد: ۲/۱۰۱

(۱۱) [حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت اسود رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں، کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ رضی اللہ عنہ پہلی تکبیر میں ہاتھ اٹھاتے پھر (دوبارہ) نہیں اٹھاتے، حضرت زبیر بن عدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابراہیم (نخعی) رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شعبی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی ایسے ہی کرتے دیکھا ہے]

(۱) شرح معانی الآثار: ۱/۲۲۵ رقم ۱۲۷۱ (۲) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/۲۳۷

(۱۲) [حضرت عاصم بن کلیب رحمۃ اللہ علیہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بے شک حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز میں پہلی تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھاتے، پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے]

(۱) شرح معانی الآثار: ۱/۲۶۵ (۲) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/۲۳۶

اس روایت کو آثار السنن میں صحیح کہا ہے

(۱۳) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

[نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سجدہ تو سات اعضاء پر کیا جائے گا دونوں ہاتھوں، دونوں پاؤں، دونوں گھٹنوں اور پیشانی پر، اور رفع یدین بیت اللہ کی زیارت کے وقت، صفا اور مروہ پہاڑی کے وقت، عرفہ اور مزدلفہ، رمی جمار کے وقت اور نماز کے شروع میں کیا جائے گا]

(معجم الکبیر للطبرانی: ۱۱/۳۵۸)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے شروع میں رفع یدین کرنے کا حکم دیا اگر رکوع و بعد رکوع رفع یدین

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہوتا تو آپ ﷺ اس کا بھی ضرور حکم فرماتے اب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا فتوٰی بھی ملاحظہ فرمائیے

(۱۴) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ

[رفع یدین نہ کیا جائے مگر سات مقامات پر، نماز شروع کرتے وقت، بیت اللہ کی زیارت کے وقت، صفا پہاڑی پر، مروہ پہاڑی پر، وقوف عرفہ ومزدلفہ میں اور رمی جمار کے وقت] (مسند ابویعلیٰ: ۳/۳۱۰)

امام ہیثمی رحمۃ اللہ علیہ نے مجمع الزوائد: ۲/۱۰۷ میں فرمایا اس حدیث کو امام طبرانی رحمۃ اللہ علیہ نے اوسط میں روایت کیا اور اس کے رجال ثقہ ہیں

(۱۵) [حضرت انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ دیکھا میں نے رسول اللہ ﷺ کو آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور انگوٹھے (مبارک) کانوں کے برابر اٹھائے، پھر رکوع کیا حتیٰ ہر جوڑ اپنی جگہ پر ٹھہر گیا اور پھر تکبیر کہتے ہوئے سجدہ میں چلے گئے تو پہلے آپ ﷺ نے گھٹنے زمین پر رکھے پھر ہاتھ] (المستدرک للحاکم: ۱/۲۲۶)

امام حاکم نے فرمایا یہ اسناد بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق ہے امام حاکم کی طرح مستدرک مع تلخیص ذہبی: ۱/۲۲۶ پر امام ذہبی نے بھی اس حدیث کو بخاری و مسلم کی شرط کے مطابق کہا ہے

(۱۷) [حضرت عمرہ نے کہا میں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ حضور ﷺ نماز کیسے پڑھتے تھے انہوں نے فرمایا جب آپ ﷺ وضو فرماتے اپنا ہاتھ برتن میں ڈالتے بسم اللہ پڑھتے پورا وضو فرماتے پھر قبلہ کی منہ کر کے کھڑے ہوتے تکبیر کہتے کندھوں تک ہاتھ اٹھاتے، پھر رکوع کرتے اپنے ہاتھ گھٹنوں پر رکھتے اور ہاتھوں کو پھیلاتے پھر سر اٹھاتے تو پیٹھ اپنی جگہ پر آجاتی تمہارے اس قیام سے کچھ لمبا قیام ہوتا پھر سجدے کرتے۔۔۔الخ بقدر الحاجۃ] (سنن ابن ماجہ: ۱/۷۵)

(۱۸) [حضرت عبدالرحمن بن غنم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو مالک اشعری رضی اللہ عنہ نے اپنی قوم کو جمع کر کے فرمایا اشعری قوم جمع ہو جاؤ اپنی عورتوں اور اپنے بچوں کو بھی جمع کرو تا کہ میں تمہیں نبی کریم ﷺ کی نماز کی تعلیم دوں جو حضور ﷺ ہمیں مدینہ منورہ میں پڑھایا کرتے تھے پس مردوں نے صف باندھی نزدیک ترین صف میں اور بچوں نے صف باندھی ان کے پیچھے اور عورتوں نے صف باندھی بچوں کے پیچھے پھر کسی نے نماز کے لئے اقامت کہی پس آپ رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے کے لئے آگے ہو گئے پھر رفع یدین کیا اور تکبیر کہی پھر فاتحۃ الکتاب اور اس کے بعد سورۃ خاموشی کے ساتھ پڑھا، پھر تکبیر کہی اور رکوع کیا اور سبحان اللہ وبحمدہ تین بار

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کہا پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھے کھڑے ہو گئے پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کیا پھر تکبیر کہہ کر کھڑے ہو گئے پس آپ کی تکبیریں پہلی رکعت میں چھ ہو گئیں جب دوسری رکعت کے لئے کھڑے ہوئے تو تکبیر کہی پس جس وقت نماز پڑھ چکے تو قوم کی طرف منہ کر کے فرمایا کہ میری تکبیروں کو یاد کر لو اور میرے رکوع وسجود کو یاد کر لو کیونکہ یہ رسول اللہ ﷺ کی وہ نماز ہے جو ہمیں دن کے اس حصہ میں پڑھائی۔۔۔الخ بقدر الحاجۃ]

(۱)مسند احمد: ۵/ ۳۴۲رقم ۲۲۹۴۹ (۲)مصنف عبد الرزاق: ۲/ ۶۲

(۱۹)[سالم البراد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے پھر ہم نے ان سے نماز کے متعلق سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ''کیا میں تمہیں وہ نماز پڑھاؤں جس طرح رسول اللہ ﷺ نماز پڑھتے تھے، حضرت ابو مسعود رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے (یعنی نماز کے لئے) تکبیر تحریمہ کہہ کر رفع یدین کیا رکوع میں دونوں ہتھیلیاں گھٹنوں پر رکھیں اور اپنے بازوؤں کو پسلیوں سے جدا رکھا پھر آپ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے حتیٰ کہ ہر جوڑ اپنی اپنی جگہ پر پہنچ گیا پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اسی طرح چار رکعات پوری کیں]

(۱)مسند احمد: ۵/ ۲۸۴رقم ۲۲۱۷۳ اسنادہ حسن

(۲)سنن نسائی: ۲/ ۱۸۷رقم ۱۰۳۸ قال البانی صحیح لغیرہ

(۲۰)[حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ نے جب نماز شروع کی تو رفع یدین کیا کانوں تک] (مسند احمد: ۴/ ۳رقم ۱۶۱۴۳)

(۲۱)[حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ جب آپ ﷺ نے نماز شروع کی تو اپنے ہاتھوں کو اٹھایا یہاں تک کہ انہیں اپنے کندھوں کے بالمقابل کر دیا اور جب ارادہ کرتے کہ رکوع کریں اور رکوع سے سر اٹھائیں تو ان دونوں میں ہاتھ نہیں اٹھاتے اور ان دونوں سجدوں کے درمیان بھی نہیں اٹھاتے] (صحیح ابی عوانہ: ۲/ ۹۰)

(۲۲)[حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اپنے ہاتھوں کو کندھوں تک اٹھاتے جب نماز شروع کرتے] (المدونۃ الکبریٰ: ۱/ ۶۹ مطبوعہ مصر)

(۲۳)[حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ وہ صرف نماز کے شروع میں رفع یدین کرتے]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱)مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/۳۲۶ (۲)شرح معانی الآثار: ۱/ ۴۶۵

اس کی سند صحیح بخاری جلد دوم کتاب التفسیر میں ہے یعنی یہ بخاری کی سند ہے

(۲۴)[حضرت عبدالعزیز بن حکیم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھا آپ نماز کے شروع میں پہلی تکبیر کے سوا کہیں ہاتھ نہیں اٹھاتے] (موطا امام محمد: ص ۹۰ مطبوعہ کراچی)

علامہ ماردینی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ بدرالدین العینی رحمۃ اللہ علیہ اور علامہ نیموی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے صحیح کہا ہے دیکھئے جوہر النقی، عمدۃ القاری للعینی اور اوجز المسالک میں

(۲۵)[حضرت ابن ابی لیلیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے اس مجلس میں سنا جو ایک قوم کو حدیث بیان فرمارہے تھے جن میں کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بھی تھے انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نماز کو شروع فرمایا تو پہلی تکبیر کے وقت اپنے ہاتھوں کو اٹھایا]

(مسند احمد: ۴/ ۳۰۳ رقم ۱۸۷۱۴)

(۲۶)[امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے عطیہ العوفی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کیا کہ حضرت ابو سعید الخدری رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تکبیر تحریمہ میں ہی ہاتھوں کو اٹھاتے پھر دوبارہ نہیں اٹھاتے]

(اوجز المسالک: ص ۲۰۶)

(۲۷)[حضرت مسرور رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نماز میں سکون اختیار کرو]

(سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/ ۲۸۰)

(۲۸)[حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب تم کوئی نماز شروع کرے تو اسے رفع یدین کرنا چاہیے اور دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں قبلہ کی طرف ہونا چاہئیں کیونکہ اللہ تعالیٰ (کی رحمت) اس کے سامنے ہے]

(۱) معجم الکبیر للطبرانی: ۱۱/ ۳۲۲ رقم ۱۷ (۲) معجم الاوسط: ۸/ ۱۱ رقم ۷۸۰۱

(۳) عمدۃ القاری: ۹/ ۲

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رفع یدین کا مسئلہ بیان فرمارہے ہیں مگر انہوں نے شروع کا رفع یدین بیان فرمایا رکوع و بعد رکوع کا بیان نہیں فرمایا اگر یہ بھی رفع یدین ہوتا تو ضرور بیان فرماتے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۲۹)[حضرت حکیم بن عمیر شمالی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم نماز کے لئے کھڑے ہوتو رفع یدین کروکانوں سے مختلف نہ کرو]

(۱) معجم الکبیر للطبرانی: ۳/ ۳۵۷ رقم ۳۱۱۸ (۲) نصب الرایۃ: ۱/ ۳۱۳

(۳) مجمع الزوائد: ۲/ ۱۲۲ رقم ۲۵۹۲ (۴) کنزالعمال: ۷/ ۳۱۴ رقم ۱۹۶۳۹

ان احادیث میں شروع کے رفع یدین کا حکم موجود ہے اور دوسری روایات میں رکوع وبعد رکوع کی نفی بھی موجود ہے مگر ایک حدیث قوی موجودنہیں کہ رکوع وبعد رکوع رفع یدین کروجس کا دعوی ہے دلیل اسی کی ذمے ہے

(۳۰)[حضرت عباد بن زبیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت ہاتھ اٹھاتے تھے پھر نماز سے فارغ ہونے تک کسی جگہ رفع یدین نہ کرتے تھے]

(۱) نصب الرایۃ: ۱/ ۴۰۴ (۲) الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ: ۱/ ۱۵۲

(۳۱)[حضرت حصین رحمۃ اللہ علیہ اور مغیرہ رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے ،کہ آپ نے فرمایا جب تو تکبیر کہے ابتداء میں تو رفع یدین کر پھر اس کے بعد باقی نماز میں کسی جگہ رفع یدین نہ کر]

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/ ۲۳۶ رقم ۲۴۶۰)

(۳۲)[حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ نے روایت کیا امام اشعث رحمۃ اللہ علیہ سے انہوں نے امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ سے کہ آپ رفع یدین صرف نماز کے شروع کرتے وقت کرتے تھے پھر دوبارہ رفع یدین نہیں]

(۱) مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/ ۲۳۶ رقم ۲۴۵۹ (۲) کتاب الآثار امام محمد: ص ۱۷۴

امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ نے پانچ سو صحابہ رضی اللہ عنہم کی زیارت کی ہے اگر اختلافی رفع یدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کرتے دیکھتے تو ضرور امام شعبی رحمۃ اللہ علیہ بھی یہ اختلافی رفع یدین کرتے

(۳۳)[امام ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی ایسا فقیہہ نہیں دیکھا جو رفع یدین کرتا ہو سوائے تکبیر افتتاح کے] (شرح معانی الآثار: ۱/ ۱۶۵ طبع ملتان)

(۳۴)[حضرت ابواسحاق رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے تمام شاگرد صرف نماز شروع کرتے وقت رفع یدین کرتے تھے پھر دوبارہ نہیں کرتے تھے]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(مصنف ابن ابی شیبۃ: ۱/۲۳۶ رقم ۲۴۴۶)

اس روایت کو علامہ ترکمانی رحمۃ اللہ علیہ نے صحیح کہا ہے دیکھئے (جوہر النقی علی البیہقی: ۲/۹۷)

(۳۵)[حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے اور تمہارا نماز میں رفع یدین کرنا بے شک اللہ کی قسم ضرور یہ بدعت ہے]

(۱)میزان الاعتدال: ۱/ ۳۱۵ (۲)الکامل ابن عدی: ۲/ ۱۰

(۳۶)[حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو نماز میں رکوع میں جاتے ہوئے اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے فرمایا کہ رفع یدین نہ کرو اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے (اختلافی) رفع یدین کیا لیکن بعد میں چھوڑ دیا]

(۱)عمدۃ القاری: ۲/۷ (۲)زجاجۃ المصابیح: ۱/۵۷۸

(۳۷)[حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رفع یدین کیا تو ہم نے بھی کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو چھوڑ دیا تو ہم نے بھی اس کو چھوڑ دیا یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ترک کیا تو ہم نے بھی اس کو ترک کیا] (بدائع الصنائع: ۱/۲۰۷)

(۳۸)[علامہ کاسانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''بدائع الصنائع'' میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت کو ذکر کیا کہ بیشک وہ دس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جن کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی بشارت دی وہ اپنے ہاتھوں کو نماز میں سوائے پہلی تکبیر کے نہیں اٹھاتے تھے]

(۱)بدائع الصنائع: ۲/۳۰۵ (۲)عمدۃ القاری: ۹/۵

(۳۹)[حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ میں تھے تو ہم رفع یدین کرتے تھے نماز کی ابتداء مین اور نماز کے اندر رکوع کے وقت جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کے اندر والا رفع یدین (ایام اخیرہ) میں ترک کر دیا اور ابتداء کی رفع یدین پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدم رہے حتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا](اخبار الفقہاء والمحدثین: ص ۲۱۶)

یہ روایت صحیح ہے اس کی تفصیل دیکھئے راقم کی کتاب ''سنت امام القبلتین: ص ۲۶۰'' میں قارئین محترم راقم نے کتنی صریح اور کتنی واضح احادیث مطہرہ نقل کی ہیں جن میں ترک رفع یدین بالکل دن کے وقت سورج کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

طرح واضح ہے مگر اندھے کو نظر نہ آئے تو اس میں سورج کا تو کوئی قصور نہیں

میں نے چند کتابیں رفع یدین کے اثبات میں دیکھیں تو انہوں نے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا مناظرہ لکھ کر بڑے فخر سے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کو جتوایا اور ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اختلافی رفع یدین ثابت ہے اس کا جواب اگر مناظرے ہی سے ہو تو اچھا ہے اور ہو بھی امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے، تو لیجئے امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے مناظرہ حاضر ہے جو کہ مکہ معظمہ میں ہوا اور اسی پر قارئین سے فیصلہ کروانا چاہوں گا

(۴۰)[امام محمد بن محمد الخوارزمی روایت کرتے ہیں کہ حضرت سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کی مکہ معظمہ کے دارالحناطین میں ملاقات ہوئی تو ان بزرگوں کے درمیان حسب ذیل گفتگو کی

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ: آپ لوگ رکوع میں جاتے اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع یدین کیوں نہیں کرتے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: اس لئے کہ رفع یدین ان موقعوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ: آپ نے یہ کیا فرمایا میں آپ کو رفع یدین کی صحیح حدیث سناتا ہوں "**حدثنی الزهری عن سالم عن ابیه عن رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم **انه کان یرفع یدیه اذا افتتح الصلوٰة وعند الرکوع وعند الرفع منه**" ترجمہ: مجھے زہری نے حدیث بیان کی انہوں نے سالم سے اور سالم نے اپنے والد سے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ آپ ہاتھ اٹھاتے تھے جب نماز شروع کرتے اور رکوع کے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: میرے پاس اس سے قوی تر حدیث موجود ہے

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ: اچھا فوراً پیش فرمائیے

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: لیجئے سنئے "**حدثنا حماد عن ابراهیم عن علقمة والاسود عن عبدالله بن مسعود ان رسول الله** صلی اللہ علیہ وسلم **کان لا یرفع یدیه الا عند افتتاح الصلوٰة ثم لا یعود لشیء من ذالك**" ترجمہ: ہم سے حماد نے حدیث بیان کی انہوں نے ابراہیم نخعی سے انہوں نے علقمہ اور اسود سے انہوں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف شروع نماز میں ہاتھ اٹھاتے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پھر کسی وقت ہاتھ نہ اٹھاتے

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ: آپ کی پیش کردہ حدیث کو میری پیش کردہ حدیث پر کیا فوقیت ہے کہ جس کی وجہ سے آپ نے اس کو قبول کیا ہے اور میری بیان کردہ حدیث کو چھوڑ دیا

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ: اس لئے کہ حماد زہری سے زیادہ فقیہہ عالم تھے اور ابراہیم نخعی سالم سے بڑھ کر عالم فقیہہ ہے علقمہ سالم کے والد عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کم نہیں اسود بہت بڑے متقی فقیہہ و افضل ہیں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فقہ میں قرأت میں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہیں بڑھ کر ہیں کہ بچپن سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے چونکہ ہماری حدیث کے راوی تمہاری بیان کردہ حدیث کے راویوں سے علم و فضل میں زیادہ ہیں لہٰذا ہماری بیان کردہ حدیث بہت قوی اور قابل قبول ہے

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ: خاموش

[جامع المسانید للخوارزمی: ۱/ 352][فتح القدیر و مرقات شرح مشکوٰۃ بحوالہ جاء الحق حصہ دوم صفحہ نمبر ۵۷، ۵۸، ۵۹، زجاجۃ المصابیح: ۱/ ۵۷۵]

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے چالیس احادیث مکمل ہوئیں قارئین خود ملاحظہ فرمائیں ترک رفع یدین ہی سنت ثابتہ ہے جس پر ہم حنفی عمل کر رہے ہیں باقی غیر مقلدین منسوخ، مضطرب، غیر صریح، مجروح ضعیف اور موضوع روایات دکھا کر خواہ مخواہ شور مچاتے ہیں ان کے پاس ایک غیر منسوخ مرفوع، غیر مضطرب جو آخری نماز تک رفع یدین کرنے پر دلالت کرتی ہو ایک حدیث موجود نہیں اگر کسی کا دعوی ہے تو دلیل مدعی کے ذمے ہے اللہ تعالیٰ حق واضح ہونے کے بعد اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین بجاہ النبی الامین

۲۵ جمادی الثانی ۱۴۲۶ھ ۱۳ اگست ۲۰۰۵ء بروز منگل

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۳۲)

✿ ترک رفع یدین کی احادیث کا انکار اور غیر مقلدین ✿

(ایک غیر مقلد ابو محمد حفیظ الرحمن محمدی کا جواب الجواب)

الحمد للہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین۔ امابعد!

چند سال پہلے 2005ء میں میرا ایک رسالہ بنام [ترک رفع یدین اور چالیس احادیث] شائع ہوا جس کو اہل علم اور عام قارئین کرام نے بہت پسند کیا ابھی کئی سال بعد 2012ء میں ایک غیر مقلد ''ابو محمد حفیظ الرحمن محمدی'' نامی جو کہ اپنے آپ کو متعلم لکھتا ہے نے اس رسالہ کو رد کرنے کی ناکام کوشش کی ہے جس کا جواب حاضر خدمت ہے سب سے پہلے تو متعلم صاحب کو میرا یہ مخلصانہ مشورہ ہے کہ ابھی آپ علم وتحقیق کی دنیا میں بچے ہیں پہلے علم مکمل کرو پھر دل میں اخلاص پیدا کرو اور اصل حدیث کو یاد کرو اور حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی طرح ''لینے کے باٹ اور دینے کے باٹ اور'' کو ختم کر کے تحقیق کے میدان میں حاضر ہوں ان شاء اللہ ہدایت ملے گی

اگر ان چیزوں سے تم مزین ہو تو پھر توجہ کے ساتھ میری بات کو پڑھو اگر تم اور تمھارے مرکز ''امام بخاری ملتان خرد تلہ گنگ'' یا دنیا کے جتنے غیر مقلد محقق ومحدث ہیں ان سے مشورہ کرلو تو اس بات پر آؤ کہ [تم اپنی بنیادی دلیل، اپنے مؤقف ''نماز میں رکوع جاتے ورکوع سے سر اٹھاتے وقت اور تیسری رکعت کو کھڑے ہوتے وقت رفع یدین کرنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وفات تک ثابت ہے] کے بارے میں اپنی ریسرچ بھیجو جو تمہارے مؤقف کے عین مطابق ہو، اس کا اصول وضوابط کے ساتھ جواب دینا میرا کام ہے، اور میرے مؤقف کی بنیادی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے اس کا جواب دینا تمہارا کام ہے جب تک ان دو روایات کا فیصلہ نہیں ہو جاتا کسی دوسری روایت پر بات نہیں ہوگی یہیں معلوم ہو جائے گا کون سچا ہے کون جھوٹا ہے۔

اب حفیظ الرحمن محمدی کے اوہام کا جواب ملاحظہ فرمائیں

(ا) میرے رسالہ کی پہلی روایت حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی جو کہ صحیح حدیث ہے اس کا جواب اور اس کا جواب الجواب

جواب: غیر مقلدین کی عادت کے مطابق موصوف حفیظ الرحمن محمدی نے وہی پرانا راگ الاپنا شروع کر دیا کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس کا دوسری روایت میں جواب ہے اور سلام والی روایات کو پیش کر کے اپنے ذہن کو تسلی دینا شروع کر دی اور اپنے نام نہاد محققین کی کتب سے نقل بھی لگانی شروع کر دی حالانکہ یہ اس کا وہم ہے اس کی چند وجوہات ہیں

ا۔ دونوں قسم کی روایات میں متن الگ الگ ہیں

۲۔ دونوں قسم کی روایات میں اسناد بھی الگ الگ ہیں

۳۔ ان دونوں قسم کی روایات میں دو مختلف واقعات کا بیان ہے

(1) پہلی حدیث کا متن دیکھئے

[خرج علینا رسول اللہ ﷺ فقال مالی اراکم رافعی ایدیکم کانھا اذناب خیل شمس۔ اسکنوا فی الصلوٰۃ۔۔۔الخ]

ترجمہ: ہم پر رسول اللہ ﷺ باہر سے تشریف لائے (ہم نماز ادا کر رہے تھے) فرمایا میں تمہیں ہاتھوں کو (نماز میں) اٹھاتے دیکھتا ہوں جیسے بدکے ہوئے گھوڑوں کی دُمیں ہوں نماز میں سکون اختیار کرو (صحیح مسلم: 1/181) ہم اس روایت کو دلیل بناتے ہیں

دوسری حدیث سلام والی کا متن ملاحظہ ہو:

[کنا اذا صلینا مع رسول اللہ ﷺ قلنا السلام علیکم ورحمۃ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ واشارۃ بیدہ الی الجانبین]

ترجمہ: ہم رسول للہ ﷺ کے ساتھ نماز ادا کر رہے تھے تو ہم اس طرح کہتے "السلام علیکم ورحمۃ اللہ، السلام علیکم ورحمۃ اللہ اور اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کرتے (صحیح مسلم: 1/181)

(2) اب دیکھئے پہلی روایت میں نہ تو حضور ﷺ کے ساتھ نماز پڑھنے کا ذکر ہے اور نہ ہی دونوں جانب سلام کا ذکر ہے اور نہ دونوں جانب اشارہ کی بات کا ذکر ہے

اب ذرا سند کو دیکھئے غیر مقلدین سلام والی روایات پیش کر کے رفع یدین کی منع والی روایت کو گڈ مڈ کرتے ہیں

جبکہ سلام والی روایت کی سند یہ ہے **[مسعر عن عبید اللہ بن القبطیہ عن جابر بن سمرۃ رضی اللہ عنہ]** (صحیح مسلم: 1/181)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور ہماری پیش کردہ روایت کے راوی یہ ہیں [**مسیب بن رافع عن تمیم بن طرفة عن جابر بن سمرة** رضی اللہ عنہ] (صحیح مسلم:1/181)

اب جہاں جہاں جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ کی سلام کے وقت اشارہ کی ممانعت کی روایات آتی ہیں تو وہاں حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے عبید اللہ بن القبطیہ اور پھر ان کے شاگرد مسعر راوی ہیں، جبکہ ہماری رفع یدین سے منع والی روایت کے راوی حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے تمیم بن طرفہ ہیں اور پھر ان کے شاگرد مسیب بن رافع ہیں تو اتنا واضح فرق ہونے کے باوجود حفیظ الرحمن محمدی کا [اسکنوا فی الصلوٰۃ] والی روایت کو چھوڑ کر دوسری سلام سے متعلق والی روایت سے استدلال نہ صرف جہالت ہے بلکہ اپنے بزرگوں کی اندھی تقلید ہے

(3) تیسری بات یہ ہے کہ ان دونوں روایتوں میں دو الگ الگ واقعات ہیں ایک واقعہ کہنا بھی جہالت ہے ورنہ دونوں روایتوں کو غور سے پڑھیں تو معلوم ہو جائے گا کہ واقعی دو واقعے ہیں، پہلی روایت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر سے تشریف لاتے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز پڑھ رہے ہیں، جبکہ دوسری روایت میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے۔

باقی کسی محدث کا یہ کہنا کہ اس روایت سے رفع یدین کی ممانعت کی دلیل جہالت ہے اور ان کی اس بات کو بغیر تحقیق کے ماننا اور اس کو لکھتے جانا حفیظ الرحمن اور باقی غیر مقلدین کی اندھی تقلید ہے ورنہ حقائق سامنے ہیں دو روایتوں کو ایک کہنا جہالت ہے یا نہیں، دو واقعوں کو ایک بنانا جہالت ہے کہ نہیں ہر مجتہد کسی بھی حدیث سے اپنا استدلال کرنے کا حق رکھتا ہے دوسرے کو بلا وجہ جاہل کہنا کیا کہلاتا ہے یہ تم لوگ بخوبی جانتے ہو

اس کے علاوہ میں نے محدثین سے یہ بھی لکھا تھا کہ امام ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ، امام بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ، امام کاسانی رحمۃ اللہ علیہ، امام زیلعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم نے اس روایت سے رکوع میں جاتے اور آتے وقت رفع یدین کو منسوخ سمجھا ہے تو کیا وہ جاہل تھے (تفصیل کے لئے دیکھئے میرا مضمون ”حدیث جابر رضی اللہ عنہ اور اختلافی رفع یدین کا منسوخ ہونا“) کیا وہ محدث و محقق نہیں تھے اور جو تمہاری بات نہ مانے وہ محقق و محدث نہیں ہوتا اس کا جواب آپ نے نہیں لکھا حفیظ الرحمن کا یہ کہنا کہ محدثین نے اس پر فقیہانہ ابواب لگائے، تو کیا تم فقہ کو مانتے ہو اور تمہارا اس روایت کو سلام والی کی روایت کا مختصر کہنا کیسا ہے جبکہ کیا تمام محدثین نے اس روایت کو بغیر دلیل کے سلام والی روایت میں مدغم کرنا سینہ زوری نہیں تو کیا ہے؟ اور اس کے علاوہ تمہارا یہ وہم کرنا کہ پھر قنوت وتر اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عیدین میں رفع یدین کرنا بھی منسوخ ہوگا اس مسلہ پر تمہارے پاس کوئی معیاری دلیل نہیں بلکہ یہ اجماعی مسلہ ہے جیسے شروع نماز والا رفع یدین، لہٰذا اختلافی مسلہ پر ہی بات کرنی چاہیے اس سے بھاگنا موضوع سے بھاگنا ہے ورنہ اگر ضرورت محسوس ہوئی تو اس موضوع پر جتنے تمہیں دلائل چاہیے اتنے دلائل مل جائیں گے

(۲) دلیل نمبر ۲ کا جواب الجواب:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت کے متعلق حفیظ الرحمن لکھتا ہے کہ عبداللہ بن مبارک فرماتے ہیں "**لم یثبت عندی حدیث ابن مسعود**" اور امام ابوداؤد فرماتے ہیں یہ ایک لمبی حدیث سے مختصر ہے امام احمد اور ان کے استاد یحییٰ بن آدم اور امام بخاری کے نزدیک یہ روایت ضعیف ہے امام ابن حبان فرماتے ہیں یہ حقیقتاً بہت ضعیف روایت ہے

جواباً گذارش ہے کہ یہ جتنی باتیں لکھی ہیں بے سند اقوال ہیں اگر تم محقق ہو مقلد نہیں تو ان تمام محدثین سے باسند صحیح ان اقوال کو بادلیل جرح مفسر ثابت کریں بندہ حاضر ہے ان شاء اللہ، اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے تمہارے تمام دلائل کا بادلیل رد کرے گا یہ صرف تمہاری اپنے مولویوں کی اندھی تقلید ہے ورنہ اس روایت کے ساتھ میں نے اپنے رسالے میں امام بدرالدین عینی ،ابن حزم ،امام احمد بن حنبل ،دارقطنی ،ابن قطان ،ابن دقیق العید مالکی ،ابن تیمیہ حنبلی ،ابن عدی ،علامہ احمد شاکر غیر مقلد ،عطاء اللہ بھوجیانی غیر مقلد ،شیخ ابوعبدالرحمن محمد الفنجانی ،ناصر الدین البانی غیر مقلد اور امام ابوعیسیٰ ترمذی وغیرہا نے اس حدیث کو حسن وصحیح قرار دیا ہے شاید یہ بات تمہیں نظر نہیں آئی نہ اس کا کوئی جواب لکھا ،امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف اس روایت کی تضعیف کی نسبت کرنا ایک مغالطے کے سوا کچھ نہیں ورنہ تم میں ہمت ہے تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی کسی کتاب سے ان کا اس روایت کو ضعیف کہنا دکھلا دیں ،ورنہ یہ جھوٹ بولنا بند کریں جبکہ اس روایت کو 63 سے زیادہ محدثین نے اس کی تصحیح کی ہے [تفصیل کے لئے دیکھئے راقم کی کتاب: سنت امام القبلتین فی ترک رفع الیدین]

(۳) دلیل نمبر ۳ کا جواب الجواب:

حفیظ الرحمن حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی روایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ "اس میں ثم لا یعود کے الفاظ نہیں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے لکھتے ہیں لا یصح وغیرہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جواب: حفیظ الرحمن کو یکطرفہ عینک سے دیکھنے کی عادت ہے اور اصول حدیث سے بھی جاہل ہے اور ساتھ ہمارے مؤقف سے بھی، اگر اس روایت میں ثم لا یعود کے الفاظ نہیں یا بالفرض کسی بھی روایت میں ثم لا یعود کے الفاظ نہ ہوں تو بھی ہمارا مؤقف درست ہے پھر اس جرح سے ہماری روایت کیونکر ضعیف ہو سکتی ہے اور لا یصح کا معنی کس کتاب میں ضعیف لکھا ہے ہاں ان غیر مقلدین کے ہاں یہ معنی مروج ہو تو ہو محدثین اس کا یہ معنی نہیں کرتے، اس کے علاوہ اس روایت میں یزید بن ابی زیاد پر بات کی ہے تو وہ ثقہ راوی ہے اور ثقہ کی زیادت قبول ہے یزید بن ابی زیاد کو امام عجلی، ابن شاہین، احمد بن صالح، یعقوب بن سفیان، ابن سعد، امام منذری، امام ترمذی وغیرہم نے ثقہ کہا ہے دیکھئے [کتاب الثقات للعجلی، الثقات لابن شاہین، تہذیب التہذیب، طبقات الکبریٰ، رجال منذری اور جامع ترمذی وغیرہم] لہٰذا حفیظ الرحمن کا یہ سب کچھ لکھنا صرف مغالطے سوا کچھ نہیں

(۴) دلیل نمبر ۴ اور اس کا جواب الجواب:

مسند حمیدی کی روایت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ پر حفیظ الرحمن بڑے ناراض ہیں کہ میں نے نسخہ ظاہریہ کو چھوڑ کر حبیب الرحمن اعظمی دیوبندی کی تحقیق والا نسخہ کیوں لیا

جواب: تو جواباً گذارش ہے کہ اگر نسخہ ظاہریہ میں ایسا نہیں لیکن نسخہ دیوبند، نسخہ سعیدیہ، نسخہ عثمانیہ میں اس کے خلاف ہے جبکہ آپ کے غیر مقلد عالم پیر جھنڈے شاہ کے قلمی نسخہ مسند حمیدی میں بھی ایسی ہی روایت ہے تو چار نسخوں کے مقابلے میں نسخہ ظاہریہ پر اعتبار کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے اس کے علاوہ مسند ابی عوانہ: 1/423 مطبوعہ دار المعرفہ بیروت میں بھی [لا یرفعہما] کے الفاظ ہیں مسند حمیدی مطبوعہ سعودی عرب میں بھی اسی طرح روایت ہے اس کے علاوہ مسند ابی عوانہ قلمی نسخہ پیر جھنڈے شاہ غیر مقلد سندھ کے نسخے میں بھی ایسا ہی ہے لہٰذا حفیظ الرحمن کی یہ تلبیس نہیں چلے گی رہا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ رفع یدین کرتے تھے اور نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارتے تھے پہلی بات تو یہ ہے کہ جزء رفع یدین امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ہے مگر اس کی سند صحیح نہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ اس روایت کو صحیح سند سے ثابت کریں تیسری بات یہ ہے کہ آپ کون سے رفع یدین نہ کرنے پر کنکریاں مارتے تھے اس کی وضاحت نہیں لہٰذا یہ حفیظ الرحمن غیر مقلد کی دلیل کیسے بن گئی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چوتھی بات یہ ہے کہ خود عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ اختلافی رفع یدین کے بغیر نماز پڑھتے تھے جیسا کہ [مصنف ابن ابی شیبۃ: 1/236، شرح معانی الآثار: 1/465] میں ہے اس کی سند صحیح ہے اس کے سب راوی صحیح بخاری کے راوی ہیں لہٰذا یہ صرف ایک دھوکہ ہے

(۵) دلیل نمبر ۵ کا جواب الجواب:

میں نے اپنے رسالہ میں صحیح بخاری کی ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ کی روایت لکھی اس پر حفیظ الرحمن غیر مقلد نے چار اعتراض کیے ہیں جو ان کی جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہیں ان کا جواب ملاحظہ فرمائیے

(۱) پہلا اعتراض یہ کیا کہ اس روایت میں جہاں رکوع والا رفع یدین کا ذکر نہیں تو وہیں ہاتھ باندھنے کا ذکر بھی نہیں تو کیا ہاتھ باندھنا چھوڑ دیا جائے گا تو جواباً گزارش ہے کہ حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ نماز میں جو ظاہری چیزیں تھیں وہ بیان کیں اور یہ بات قرینہ سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھتے ہوئے پیچھے سے دیکھ رہے تھے جیسا کہ روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں پاؤں کی انگلیاں قبلے کی طرف رکھتے تھے لہٰذا رفع یدین پیچھے سے تو نظر آتا ہے مگر ہاتھ باندھنے کی کیفیت پیچھے سے نظر نہیں آتی لہٰذا جو دیکھا وہ بیان کیا پہلا رفع یدین دیکھا تو بیان کیا اختلافی رفع یدین نہیں دیکھا تو اس کو نہیں بیان کیا لہٰذا ہاتھ باندھنے کا بیان نہ کرنا اور وجہ سے ہے اور پہلے رفع یدین کا ذکر کرنا اور بعد والے رفع یدین کا ذکر نہ کرنا اور وجہ سے ہے

(۲) دوسرا اعتراض یہ کیا کہ بہت ساری چیزوں کا اس میں ذکر نہیں کیا تو کیا اس کو چھوڑ دیا جائے گا تو جواباً گزارش ہے کہ تمھارا یہ کہنا تمھاری علم حدیث سے ناواقفیت کی دلیل ہے اس کا جواب تمہارے پاس نہ تھا تو عاجز آگئے حضرت جب فقہ الحدیث کا علم سیکھا نہیں تو بن بیٹھے محقق تو یہ حال تو ہو گا پہلے میں نے بتایا کہ جو قرینہ ہے اس کی نظر سے دیکھو گے تو بات سمجھو گے جس چیز کو پیچھے سے دیکھا اس کا بیان کر دیا اور جو پیچھے سے نظر نہیں آئی اس کا ذکر نہیں کیا

(۳) تیسرا اعتراض یہ کیا کہ اس حدیث میں جو نماز کی کیفیت بیان ہوئی اس پر مقلدین کی مسجدوں میں عمل نہیں وہ تو چند لمحوں میں نماز ادا کر لیتے ہیں تو جواباً گزارش ہے کہ کیا آپ ہماری مسجدوں میں گھومتے رہتے ہو یا اہل علم کی نمازوں کو بھی دیکھا ہے ورنہ اپنی مساجد کا حال دیکھا ہے کہ وہ ننگے سر نماز پڑھتے ہیں جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بھی نماز باجماعت ننگے سر نہیں پڑھی مگر تمہاری مساجد میں تمہارے علماء و فضلا و محقق

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وغیرہ ۷۰ فیصد سر ننگے باجماعت نماز پڑھتے ہیں وہ نظر نہیں آتا

(۴) چوتھا اعتراض یہ کیا کہ اس میں تورک کا ذکر ہے تو جواباً گزارش ہے کہ اس روایت سے اوپر ہی صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے منع کیا ہے اور فرمایا یہ حالت عذر کے لئے ہے تو اس لئے بغیر عذر کے ہم تورک نہیں کرتے جبکہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں [**انما سنة الصلوة ان تنصب رجلك اليمنى وتثنى اليسرى**] ترجمہ: نماز کی سنت یہ ہے کہ تو اپنا دایاں پاؤں کھڑے کرے اور بایاں پاؤں موڑ دے دیکھئے صحیح بخاری: 1/ 403 اور سنن نسائی: 1/ 173 میں لہٰذا یہ تمام اعتراضات جہالت پر مبنی ہیں

اسی طرح صحیح بخاری کی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پر بھی اعتراض کیا کہ عدم ذکر عدم نفی کو مستلزم نہیں اس قاعدہ کو مانیں تو جناب سے گزارش ہے کہ ہم تو اس قاعدہ کو مانتے ہیں مگر شاید آپ نے اس قاعدے کا نام سنا ہے اس قاعدے کے قوانیں سے شاید واقف نہیں شروع والا نماز کا رفع یدین جب اجماعی ہے اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سند صحیح سے ثابت ہے تو خلاف موضوع بات کرنا موضوع سے بھاگنا نہیں تو اور کیا ہے لہٰذا یہ اعتراض مردود ہے

(۶) دلیل نمبر ۶ کا جواب الجواب:

کتاب الحجة علی اہل المدینة کی روایت پر اعتراض کیا کہ اس میں امام محمد ضعیف بلکہ کذاب ہے تو جواباً گزارش ہے کہ جگہ جگہ آپ نے تقلید کی بات کی جیسا کہ آپ اسے کفر و شرک سمجھتے ہیں مگر اسماء الرجال میں آپ نہ صرف تقلید بلکہ اندھی تقلید کرتے ہیں مگر ایسے بے شرم کہ شرم پھر بھی نہیں آتی، حفیظ الرحمن نے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر ابن حبان کی جرح پیش کی وہ بھی بلا سند اور یہ جرح ہے بھی غیر مفسر لہٰذا یہ جرح مردود ہے کیا ابن حبان کے کہنے کی وجہ سے امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مرجئی ہوگئے اگر یہ جرح مفسر ہے تو صحیح بخاری میں کتنے راوی مرجئی ہیں کبھی دیکھیں ہیں تو کیا یہ جتنے راوی مرجئی ہیں یہ مرجوح ہیں جناب والا جارح کا معتدل ہونا ضروری ہوتا ہے جارح اگر متعصب و متعنت و متشدد ہو تو اس کی جرح قبول نہیں، یہ ایک اتفاقی مسئلہ ہے ابن حبان خراسانی اپنوں پر متساہل اور مخالفین پر متشدد تھے دیکھئے میزان الاعتدال للذہبی: 3/ 45 میں لہٰذا یہ حنفیوں کے مخالف ہونے کی وجہ سے ان کا تشدد ہے لہٰذا یہ جرح قبول نہیں بلکہ مردود ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دوسری جرح آپ نے یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کی پیش کی تو جواباً گزارش ہے کہ یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ بھی جرح میں متشدد ہیں دیکھئے الرفع والتکمیل ص 178 میں جبکہ کذاب کی جرح امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے ان کی کتب سے ثابت نہیں، تاریخ ابن معین میں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر جرح تو ضرور ہے مگر کذاب کی نہیں اگر کسی غیر مقلد میں یہ ہمت ہے تو کذاب کی جرح امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی کتب سے ثابت کر کے دکھائیں حالانکہ باقی جرح بھی غیر مفسر اور بلا دلیل اور تشدد کا نتیجہ ہے اس لئے یہ جرح مردود ہے

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کی جرح کو لکھا امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ رجال کے بارے میں متعنت تھے دیکھئے میزان الاعتدال: 1/ 437 امام جوزجانی کی جرح بھی غیر مفسر اور تشدد پر مبنی ہے کیونکہ یہ متعصب اور متشدد تھے جبکہ یہ کوئی جرح نہیں کہ [اللہ اس سے فارغ ہے] امام فضل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ کی جرح کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نہ یہ ثقہ ہے نہ مامون، تو جناب یہ جرح ابن حبان کی کتاب سے بلا سند لکھی ہے جبکہ اس کے لکھنے والے ابن حبان متشدد ہیں لہذا یہ جرح مردود ہے، اب ذرا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق ملاحظہ فرمائیے

(۱) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے آپ سے زیادہ عقل مند کوئی نہیں دیکھا دیکھئے

(التعلیق الممجد: ص30)

(۲) امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نے یہ باریک مسائل امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں سے لئے ہیں

(تاریخ بغداد: 3/ 15، اخبار ابی حنیفہ: ص129)

(۳) امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں ان کے حلقہ درس میں بیٹھا اور ان سے جامع الصغیر روایت کی دیکھئے (تاریخ بغداد: 2/ 571)

(۴) امام علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں محمد بن حسن صدوق ہے دیکھئے

(تاریخ بغداد: 2/ 572، تعجیل المنفعہ: ص362)

(۵) امام دارقطنی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک امام محمد بن حسن کو ترک نہیں کیا جاسکتا دیکھئے

(تاریخ بغداد: 2/ 572، الوافی بالوفیات: 3/ 333 اور تعجیل المنفعہ: ص362)

(۶) امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنی روایات میں ثقہ اور قابل اعتماد ہیں دیکھئے

(المبسوط: 3/ 382، مناقب کردری: 2/ 150)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لہٰذا اس روایت کو نہ ماننا اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کرنا مردود ہے

(۷) دلیل نمبر کا جواب الجواب:

حفیظ الرحمن غیر مقلد نے پھر عدم ذکر عدم نفی کو مستلزم نہیں کی رٹ لگائی، کیونکہ اس روایت کا اس کے پاس کوئی جواب نہ تھا حالانکہ اس روایت میں وضاحت ہے کہ شروع نماز میں رفع یدین کیا اور تکبیر ہر اونچ نیچ میں کہی اگر دوسری جگہ رفع یدین ہوتا تو اس کا بیان بھی ضرور کرتے جب انہوں نے اختلافی رفع یدین کو کرتے ہوئے دیکھا ہی نہیں تو بتائیں کیا لہٰذا حفیظ الرحمن غیر مقلد کا یہ کلیہ غلط ہے جہاں تک منسوخیت کا تعلق ہے تو اختلافی رفع یدین حضور ﷺ نماز میں کرتے تھے پھر منع کر دیا جیسا کہ صحیح مسلم: 1/ 181 میں ہے تفصیل کے لئے دیکھئے راقم کی کتاب [سنت امام القبلتین فی ترک رفع الیدین]

(۸) دلیل نمبر ۸ کا جواب الجواب:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی سنن ابو داؤد کی روایت پر بھی وہی اصول باندھا کہ عدم ذکر عدم نفی کو مستلزم نہیں حالانکہ امام ابو داؤد نے اس روایت پر باب ہی یہ باندھا ہے [**من لم یذکر الرفع عند الرکوع**] دیکھئے سنن ابو داؤد: 1/ 305 لہٰذا یہ اعتراض مردود ہے رہا آخری عمل کا معاملہ تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تو حضور ﷺ کے وصال کی بات فرما رہے ہیں تو کیا حضرت مالک بن حویرث اور حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہما حضور ﷺ کی وفات کی بات کرتے ہیں نہیں اور یقیناً، تو پھر بلا دلیل یہ بات کیسے مان لی جائے، جرأت ہے تو ایک صحیح، صریح، غیر معارض متصل سند کے ساتھ حضور ﷺ کے وصال تک رفع یدین رکوع کو جاتے اور رکوع سے واپس آتے وقت اور تیسری رکعت کو کھڑے ہوتے وقت کی صرف ایک روایت بیان کرو ان شاء اللہ مانیں گے ادھر ادھر کی بات نہیں کرنی ہے ورنہ یہ تقلید ہے

(9) دلیل نمبر 9 کا جواب الجواب:

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ پر تنقید کرتے ہوئے حفیظ الرحمن غیر مقلد لکھتا ہے [مقلد موصوف نے مسند ابی حنیفہ کوفی کے حوالے سے رفع یدین نہ کرنے کی دلیل پیش کی کمال ہے فطرت تقلیدی کی، حالانکہ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت خود محدثین کے نزدیک ضعیف ہے دیکھئے میزان الاعتدال جلد 1 صفحہ 382، جلد 7 صفحہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

38ان کے حق میں کسی ثقہ امام سے کوئی ادنی کلمہ توثیق بھی باسند صحیح ثابت نہیں، مدعی پر دلیل دینا لازمی ہے]

جواب: حفیظ الرحمٰن صاحب کو بے پر کے اڑانے کی عادت ہے کوئی ایک جرح بسند صحیح غیر متعصب ،غیر متعنت ،ثقہ امام سے جرح مفسر جو بادلیل ہو دکھائیں مدعی پر دلیل دینا لازم ہے اور جہاں تک امام اعظم ﷫ کے حق میں کلمہ توثیق کی بات ہے تو مختصراً لکھ دیتا ہوں تفصیل کے لئے میرا مضمون [امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت ﷫] دیکھئے مجلہ ''البرہان الحق: جنوری تا مارچ 2012''میں مختصراً امام صاحب کی توثیق پیش خدمت ہے:

(1) حضرت عبداللہ بن مبارک ﷫:

[اخبرنا الخلال قال أخبرنا الحريري أن الحنفي حدثهم قال حدثنا محمد بن علي بن عفان قال حدثنا أبو كريب قال سمعت عبد الله بن المبارك وأخبرني محمد بن احمد بن يعقوب قال أخبرنا محمد بن نعيم الضبيي قال حدثني أبو سعيد محمد بن الفضل المذكر قال حدثنا أبو عبد الله محمد بن سعيد المروزي قال حدثنا أبو حمزة يعلى بن حمزة قال سمعت أبا وهب محمد بن مزاحم يقول سمعت عبد الله بن المبارك يقول رأيت أعبد الناس ورأيت أورع الناس،ورايت أعلم الناس،ورأيت أفقه.فأما أعبد الناس فعبد العزيز بن أبي رواد،وأما أورع الناس فالفضيل بن عياض،واما اعلم الناس فسفيان الثوري،وأما افقه الناس فابو حنيفة ثم قال ما رايت في الفقه مثله]

ترجمہ: عبداللہ بن مبارک ﷫ فرماتے ہیں! میں نے لوگوں میں سب سے بڑا عابد،سب سے بڑا متقی ،سب سے بڑا عالم اور سب سے بڑا فقیہہ دیکھا ہے اعبد الناس تو عبد العزیز بن أبی رواد ﷫ ہیں اور اورع الناس فضیل بن عیاض ﷫ ہیں اور اعلم الناس تو سفیان ثوری ﷫ ہیں اور افقہ الناس امام ابوحنیفہ ﷫ ہیں اور فرمایا میں نے فقہ میں ان کا کوئی نظیر نہیں دیکھا:

(تاریخ بغداد: 15/ 459 طبع بیروت)

دوسرے مقام پر عبداللہ بن مبارک ﷫ فرماتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[اخبرنا الحسین بن علی بن محمد المعدّل قال حدثنا علی بن الحسن الرازی قال حدثنا محمد بن الحسین الزعفرانی قال حدثنا علی بن الحسن بن شفیق قال کان عبد اللہ بن المبارک یقول اذا اجتمع هذان علی شیء قوی یعنی الثوری وابا حنیفة]

ترجمہ: جب یہ دونوں (سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ، ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ) کسی بات پر متفق ہو جائیں تو یہ قوی بات ہے

(تاریخ بغداد: 15/470، طبع بیروت)

[أخبرنا الصمیری قال أخبرنا عمر بن ابراهیم قال حدثنا مکرم بن أحمد قال أحمد بن محمد بن مغلس، قال حدثنا محمد بن مقاتل قال سمعت ابن المبارک قال۔ ان کان الاثر قد عرف واحتیج الی الرای، فرای مالک و سفیان وأبی حنیفة، وأبوحنیفة أحسنهم وأدقهم فطنة وأغوصهم علی الفقه وهو أفقه الثلاثة]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی معروف اثر ہو جس میں رائے کی ضرورت ہو تو امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی آراء کی طرف رجوع کرنا چاہیے اور پھر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ان سب سے اچھے ہیں باریک بینی میں ان سب سے زیادہ ذہین ہیں اور فقہ میں سب سے زیادہ غور و خوض کرنے والے ہیں اور وہ ان تینوں میں سب سے بہتر مسائل کو سمجھنے والے ہیں

(تاریخ بغداد: 15/470 طبع بیروت، الخیرات الحسان: ص45، أخبار أبي حنیفہ: ص77)

مزید فرماتے ہیں "ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سب سے زیادہ فقہ جانتے ہیں"

(تہذیب التہذیب: 10/450 طبع ہند: تذکرۃ الحفاظ: 1/148، طبع لاہور)

(2) امام مدینہ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

[اخبرنی البرقانی قال حدثنا أبو العباس بن حمدان لفظا قال حدثنا محمد بن ایوب قال أخبرنا أحمد بن الصباح، قال سمعت الشافعی محمد بن ادریس قال قیل لمالک بن انس، هل رأیت أبا حنیفة؟ قال نعم، رایت رجلا لو کلمک فی هذه الساریة أن یجعلها ذهبا لقام بحجته]

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کیا آپ نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا ہے فرمایا ہاں دیکھا ہے اگر وہ آپ کے ساتھ اس ستون کو سونے کا ثابت کرنے پر کلام کرتے تو اس پر حجت قائم کر دیتے

(1) تاریخ بغداد: 15/463 (2) تہذیب الکمال: 29/429

(3) اکمال: ص 562 (4) الخیرات الحسان: ص 12

(3) امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ:

حافظ ابو القاسم بن عساکر اپنی سند کے ساتھ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا "رائے وفقہ تم اہل کوفہ سے حاصل کرو" (تاریخ مدینہ دمشق: 1/317)

[اخبرنا أبو نعيم الحافظ قال حدثنا محمد بن ابراهيم بن علي قال سمعت حمزة بن علي البصري يقول سمعت الربيع يقول سمعت الشافعي يقول الناس عيال على أبي حنيفة في الفقه]

ترجمہ: امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں فقہ میں سب لوگ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال ہیں

(۱) تاریخ بغداد: 13/346 طبع بیروت (۲) تذکرۃ الحفاظ: 1/148

(۳) تہذیب التہذیب: 10/450 طبع ہند (۴) الانتقاء لابن عبدالبر: ص 136

(4) امام مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ:

امام مکی بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

[وقال النخعي حدثنا اسماعيل بن محمد الفارسي قال سمعت مكي ابن ابراهيم ذكر أبا حنيفة فقال كان اعلم اهل زمانه]

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانے کے سب سے زیادہ علم والے تھے

(تاریخ بغداد: 15/473، طبع بیروت)

(5) امام یحییٰ بن سعید قطّان بصری رحمۃ اللہ علیہ:

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بصیرت پر یوں اظہار خیال کرتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[اخبرنا العتيقي قال حدثنا عبد الرحمن بن عمر بن نصر بن محمد الدمشقي بها قال حدثني قال حدثنا أحمد بن علي سعيد القاضي قال سمعت يحيى بن معين سمعت يحيى بن سعيد القطان يقول لا نكذب الله،ما سمعنا أحسن من رأى أبي حنيفة،ولقد أخذنا بأكثر أقواله]

ترجمہ: قسم بخدا! ہم نے (کسی بھی مسئلہ پر) ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے زیادہ بہتر رائے کسی کی نہیں سنی اور ہم نے ان کے کافی اقوال لیے ہیں (تاریخ بغداد: 15/474 طبع بیروت، تہذیب التہذیب: 10/450 طبع ہند)

دوسرے مقام پر فرماتے ہیں

[وابا حنيفة قاضي قضاة العلماء ومن قال لك سوى هذا فارمه في كناسه بني سليم]

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ علماء کے قاضی القضاۃ تھے جو شخص تجھے اس کے علاوہ کوئی اور بات کہے تو تم اس کو بنو سلیم کی غلاظت اور گندگی ڈالنے کی جگہ ڈال دو: (مناقب موفق: 2/25)

(6) یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ:

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نقل کرتے ہیں

[وقال محمد بن سعد العوفي سمعت ابن معين يقول كان ابو حنيفة ثقة لا يحدث بالحديث الا بما يحفظه ولا يحدث بما لا يحفظ وقال صالح بن محمد الاسدي عن ابن معين كان ابو حنيفة ثقة في الحديث]

ترجمہ: محمد بن سعد العوفی فرماتے ہیں کہ میں نے ابن معین رحمۃ اللہ علیہ کو فرماتے سنا ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ثقہ تھے وہ صرف وہی حدیث بیان کرتے تھے جو اُن کو ازبر ہوتی تھی اور جو اُن کو یاد نہ ہوتی تھی وہ اُس کو بیان نہ کرتے تھے اور صالح بن محمد الاسدی امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ثقہ تھے''

(1) تہذیب التہذیب ابن حجر: 10/449،450 مطبوعہ حیدر آباد دکن ۱۳۲۵ھ

(2) تاریخ بغداد: 15/580 طبع بیروت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خطیب بغدادی لکھتے ہیں:

[اخبرنا ابن رزق قال حدثنا احمد بن علی بن عمر بن جیش الرازی قال سمعت محمد بن احمد بن عصام یقول محمد بن سعد العوفی یقول سمعت یحییٰ بن معین کان ابو حنیفة ثقة لا یحدث بالحدیث الا ما یحفظ ولا یحدث بما لا یحفظ]

(ترجمہ سابق) (تاریخ بغداد: 15/580 طبع بیروت)

ایک اور سند کے ساتھ لکھتے ہیں

[کان ابو حنیفة ثقة صدوقا فی الحدیث والفقه مأمونا علی دین الله]

ترجمہ: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث میں ثقہ سچے اور اللہ کے دین میں قابل اعتماد اور مامون تھے

(تاریخ بغداد: 15/581 طبع بیروت)

مشہور غیر مقلد عالم مولانا عبدالرحمن مبارکپوری رقم طراز ہیں

[امام ابن معین، امام شعبہ اور امام سفیان ثوری رحمہم اللہ تمام امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق کرتے ہیں]

(محصلہ تحقیق الکلام: 140)

لہٰذا آپ کا کہنا مردود ہوا کیونکہ یہ روایت درست ہے، اب رہا مسئلہ میزان الاعتدال کا جس کا حوالہ آپ نے دیا تو امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الحفاظ للذہبی: 1/126 میں آپ کی توثیق پیش کی ہے

[وقال ابن المبارك: أبو حنيفة أفقه الناس. وقال الشافعي: الناس في الفقه عيال على أبي حنيفة. وقال يزيد: ما رأيت أحدًا أورع ولا أعقل من أبي حنيفة. وروى أحمد بن محمد بن القاسم بن محرز عن يحيى بن معين قال: لا بأس به]

رہا مسئلہ میزان الاعتدال کا تو اس کے دیباچہ میں ص 2 کو پڑھ لیجئے بات سمجھ آجائے گی کیونکہ میزان میں آپ کا ترجمہ الحاقی ہے سمجھ آجائے گی اگر عقل ہوئی تو

(10) دلیل نمبر 10 کا جواب الجواب:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت میں ایک راوی محمد بن جابر یمامی پر جرح کی ہے اس کا جواب حاضر ہے

پہلی بات تو یہ ہے کہ کسی راوی پر جرح مبہم ہو تو قابل قبول نہیں ہوتی جب تک کہ وہ مفسر نہ ہوا اگر صرف جرح کی بات ہے تو صحیح بخاری کے 80 راویوں پر جرح موجود ہے تو پھر کیوں قبول نہیں اس لئے کہ ان کو ثقہ کہنے والے اور توثیق کرنے والے بھی موجود ہیں اسی طرح اگر محمد بن جابر یمامی پر جرح موجود ہے تو ان کی توثیق کرنے والے بھی موجود ہیں جب کہ یہ روایت متابع میں ہے اور اہل علم سے یہ بات مخفی نہیں کہ ایسا راوی بطور متابع لائق احتجاج ہے محمد بن جابر یمامی کی توثیق ملاحظہ ہو

1۔ امام فلاس لکھتے ہیں [**صدوق**] سچے ہیں (مختصر الکامل فی الضعفاء: ص 661)

2۔ امام ابو حاتم رازی لکھتے ہیں [**محلهما الصدق**] سچے مقام کے مالک ہیں

(الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی: 7/219 ترجمہ 1215)

3۔ امام ابوزرعہ رازی لکھتے ہیں [**کتب عنه بالیمامة وبمکة فهو صدوق**] جس شخص نے یمامہ اور مکہ میں ان (محمد بن جابر) سے (روایات) لکھی ہیں وہ سچا ہے

(الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی: 7/220)

4۔ امام الذہلی فرماتے ہیں [**لا بأس به**] اس میں کوئی حرج نہیں

(تہذیب التہذیب: 9/78)

5۔ امام ابن عدی ان کو صدوق سمجھتے تھے (الکامل فی ضعفاء الرجال ابن عدی: 6/153)

6۔ امام ہیثمی فرماتے ہیں: [**هو صدوق فی نفسه**] یہ اصل میں سچا ہے

(مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: 2/227 تحت رقم 3367)

7۔ امام ابو الولید فرماتے ہیں، کہ ہم محمد بن جابر کی حدیث نہ لے کر ان پر ظلم کرتے ہیں یعنی وہ صحیح ہیں

(الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی: 7/220)

8۔ عمرو بن علی کہتے ہیں [صدوق] سچے ہیں (الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی: 7/219)

9۔ امام ذہبی لکھتے ہیں [**وفی الجملة قد روی عن محمد بن جابر ائمة وحفاظ**]

اور حقیقت میں محمد بن جابر سے روایت کرنے والے بڑے بڑے ائمہ حدیث اور حفاظ حدیث ہیں

(میزان الاعتدال: 3/498)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

10۔امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں "**صدوق**،، سچے ہیں (تقریب التہذیب:2/61رقم 5795)

ان پر جرح اختلاط کی وجہ سے ہے،اور اصول ہے کہ اختلاط سے پہلے والی روایت قبول ہے امام ابو زرعہ اور امام ابوحاتم الرازی نے یہ تصریح کی ہے کہ

[**کتب عنه بالیمامة وبمکة فهو صدوق**] جس شخص نے یمامہ اور مکہ میں ان (محمد بن جابر) سے (روایات) لکھی ہیں وہ سچا ہے (الجرح والتعدیل لابی حاتم الرازی: 7/220)

لہٰذا اس روایت میں بھی اسحاق بن ابی اسرائیل ہیں جنہوں نے محمد بن جابر سے یمامہ میں حدیث کا سماع کیا ہے جس کی تصریح محدثین نے کی ہے ملاحظہ فرمائیے خطیب بغدادی لکھتے ہیں[**قال: اسحاق بن ابی اسرائیل،لما انصرفت من الیمامة من عند هذا الشیخ یعنی محمد بن جابر الخ**]

ترجمہ:اسحاق بن ابی اسرائیل کہتے ہیں کہ جب میں یمامہ سے شیخ یعنی محمد بن جابر سے حدیث کا سماع کر کے آیا

(1) تاریخ بغداد:7/376 تحت رقم 2160

(2) تہذیب الکمال مع حواشیہ: 2/399 تحت ترجمہ اسحاق بن ابی اسرائیل

امام محمد بن سعد لکھتے ہیں

[**قال ابن سعد،وکان رحل الی محمد بن جابر بالیمامة فکتب کتبه**]

ترجمہ:اسحاق بن ابی اسرائیل یمامہ میں محمد بن جابر کے پاس گئے اور ان کی کتابوں کو لکھا

(1) الطبقات الکبریٰ لابن سعد:7/353

(2) تہذیب الکمال مع حواشیہ:2/400 حاشیہ تحت ترجمہ اسحاق بن اسرائیل

ابن عدی الجرجانی لکھتے ہیں

[**عند اسحاق بن أبی اسرائیل عن محمد بن جابر کتاب احادیثه صالحة**]

اسحاق بن ابی اسرائیل کے پاس محمد بن جابر سے مروی احادیث صالحہ پر مشتمل ایک کتاب تھی

(الکامل فی ضعفاء الرجال ابن عدی : 6/153)

لہٰذا یہ روایت قبل اختلاط ہے اور ان کے پاس محمد بن جابر سے روایت شدہ صالحہ احادیث کی ایک کتاب تھی اور تحقیق کی رو سے یہ روایت صحیح ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(11) دلیل نمبر 11 کا جواب الجواب:

اس روایت میں ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ پر تدلیس کا الزام لگا کر ان کو ضعیف کہا اور یہ کہ مدلس راوی ہے لہٰذا ان کی عن والی روایت قبول نہیں، مگر حفیظ الرحمٰن صاحب کو آدھی بات معلوم ہوتی ہے اور آدھی وہ کھا جاتا ہے، گزارش ہے کہ امام ابن حجر عسقلانی نے مدلسین کے طبقات بنائے ہیں اور پہلے دو طبقوں کی عن والی روایت کو قبول کیا ہے ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ بھی درجہ دوم کا راوی ہے دیکھئے [طبقات المدلسین لابن حجر: ص 28] اسی طرح بخاری ومسلم میں مدلس راویوں کی بھرمار ہے آخر وہ قبول کیوں ہیں جو جواب تمہارا وہی جواب ہمارا، رہا آٹھ رکعت تراویح کا تو وہ متروک قول ہے سند صحیح ہونے سے متروک قول قابل عمل نہیں ہوتا لہٰذا یہ تمہاری تلبیسات ہیں جو تمہیں حق بات کو قبول کرنے نہیں دیتیں

(12) دلیل نمبر 12 کا جواب الجواب:

اس روایت کو حفیظ الرحمٰن نے ضعیف کہا مگر کسی راوی پر جرح مفسر نہ دکھا سکا جب کہ اس روایت کو امام ابن حجر عسقلانی نے [الدرایہ فی تخریج الھدایۃ: 1/152] پر لکھا "**رجاله ثقات**" اس سند کے راوی ثقہ ہیں لہٰذا تمہارا اعتراض مردود ہے

(13، 14) دلیل نمبر 13، 14 کا جواب الجواب:

حفیظ الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں، ان روایات کے مقابلہ میں زیادہ صحیح قوی احادیث سے رفع یدین ثابت ہے اس کا جواب یہ ہے کہ جو آپ کا مؤقف اور عمل ہے وہ تو کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں چہ جائیکہ اس سے زیادہ صحیح وقوی احادیث ثابت ہوں مدعی پر دلیل لازم ہے اور وہ آپ نے لکھی نہیں ہیں جواب میں آپ اپنا مؤقف اور عمل لکھ کر یعنی وفات تک رفع یدین کا ثبوت پیش کریں خالی دعویٰ نہ کریں

(15، 16) دلیل نمبر 15، 16 کا جواب الجواب:

ان دونوں روایتوں کا جب کوئی جواب نہ بن سکا تو وہی رٹ لگائی، عدم ذکر عدم نفی کو مستلزم نہیں، فوجیوں کی طرح لیفٹ رائٹ اور اپنے مدارس میں شرک و بدعت کے دو لفظ سیکھ لئے اور بن بیٹھے محقق، یہ کوئی جواب ہے اللہ ہدایت نصیب فرمائے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(17) دلیل نمبر 17 کا جواب الجواب:

سنن ابن ماجہ سے روایت حضرت عائشہ پر یہ اعتراض کیا کہ اس میں ہاتھ باندھنے کا ذکر نہیں تو اس کو چھوڑ دیں ، گزارش ہے کہ عقل نہ ہو تو ایسے ہی محدث بنتے ہیں حدیث نہ ماننے کا بہانہ خوب ہے دراصل ہیں منکر حدیث مگر نام سجالیا اہل حدیث کا (تفصیل دیکھنی ہو تو میرا مضمون پڑھیے [ضعیف احادیث کا کلی انکار ایک فتنہ، منکرین حدیث کا نیا روپ] مجلہ ''البرہان الحق'' میں) صرف تمہارے کہنے سے یہ ترک رفع یدین کی دلیل نہیں بن سکتی کیسے ممکن ہے یہ تمہارا کام ہے جاہلوں کی تقلید کرنا مگر ہم اہل علم متقی لوگوں کی تقلید کرتے ہیں

(18) دلیل نمبر 18 کا جواب الجواب:

اس کا جواب بھی یہی لکھا کہ تمہاری دلیل نہیں بن سکتی وجہ یہ کہ اس میں عورتوں کی نماز کا بھی ذکر ہے لہٰذا تمہاری عورتیں جماعت سے نماز نہیں پڑھتیں لہٰذا جو جواب تمہارا وہی ہمارا، اس کا جواب یہ ہے کہ یہ تمہاری جہالت کا منہ بولتا ثبوت ہے ورنہ تمہیں معلوم نہیں یہ بات نبی ﷺ کے دور کی ہو رہی ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بوجہ فساد کے عورتوں کو مسجد میں آنے سے منع کر دیا تو ہم نبی ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دونوں کو ماننے والے ہیں لہٰذا یہ ہماری روایات متابعات میں ہیں مگر ضد کا کوئی علاج نہیں

(20،19) دلیل نمبر 20،19 کا جواب الجواب:

ان دو روایتوں کے بارے میں بھی یہ بات لکھی کہ ان کو دلیل بنانا درست نہیں ،حضرت صاحب جب ان میں تکبیر تحریمہ کا رفع یدین موجود اور باقی پوری نماز کا ذکر ہے مگر رکوع والے رفع یدین کی بات نہیں تو پھر یہ کہنا کہ عدم ذکر عدم نفی کو مستلزم نہیں یہ کلیہ یہاں درست نہیں

(21) دلیل نمبر 21 کا جواب الجواب:

اس روایت کے رد میں حفیظ الرحمٰن لکھتے ہیں کہ لفظ تھے ''ولا یرفعھما'' مقلدین نے پہلے والا واؤ گرا دیا حالانکہ یہ روایت رفع یدین کرنے کی ہے، جواباً گزارش ہے کہ حدیث کی کتب میں تحریف کرنا غیر مقلدین کا پرانا شیوہ ہے اگر اس کے دلائل چاہیے تو دلائل آپ کو دیے جا سکتے ہیں، حالانکہ بات صرف اتنی ہے کہ بخاری وغیرہ میں جزا یرفعھما ہے اور ابی عوانہ میں لا یرفعھما ، جیسا کہ ابی عوانہ میں [**واذا اراد ان یرکع وبعد ما یرفع راسہ**

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

من الرکوع فلا یرفعھما] لہذا تمہارا استدلال درست نہیں اگر اس کا قلمی نسخہ چاہیے کہ واقعی ایسا ہے جیسا بیروت سے چھپا ہے تو فوٹو کاپی دے سکتا ہوں رابطہ کریں

(22) دلیل نمبر 22 کا جواب الجواب:

اس روایت کے جواب میں حفیظ الرحمٰن نے لکھا کہ اس میں صراحت نہیں لہذا جب کوئی جواب نہ ہو تو یہ ان کا آخری جواب ہوتا ہے ذرا ان سے پوچھیے تو سہی جتنی روایات تم لوگوں کو دکھاتے ہو اس میں بھی صراحت ہے کہ نبی ﷺ وفات تک ان مقامات پر جن مقامات پر تمہارا دعویٰ ہے رفع یدین کرتے رہے ذرا اس پر بھی غور کیجئے گا جو جواب تمہارا ہوگا وہی ہمارا سمجھ لیجئے

(23) دلیل نمبر 23 کا جواب الجواب:

اس روایت کی سند میں ابو بکر بن عیاش پر اعتراض کیا، اس کا جواب یہ ہے کہ ابو بکر بن عیاش کیا صحیحین کا راوی نہیں ہے کیا وہ وہاں حصین سے روایت نہیں کرتا یقیناً کرتا ہے تو پھر وہاں کیوں ضعیف نہیں صرف ترک رفع یدین میں ضعیف ہے رہا یہ معاملہ کہ کسی ثقہ امام نے اس اثر کو صحیح نہیں کہا تو ملاحظہ فرمائیے

(1) علامہ بدر الدین عینی فرماتے ہیں [**باسنادہ صحیح**] (عمدۃ القاری شرح بخاری: جز9/7)

(2) علامہ نیموی فرماتے ہیں [**وسندہ صحیح**] (آثار السنن: 108)

(3) علامہ ماردینی فرماتے ہیں [**وھذا سند صحیح**] (الجوہر النقی: 1/136)

لہذا یہ روایت درست ہے

(24) دلیل نمبر 24 کا جواب الجواب:

اس روایت کے ایک راوی محمد بن ابان پر جرح کی، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر کچھ اماموں نے اس پر جرح کی ہے تو کیا ہوا ہم نے یہ روایت متابعت میں پیش کی ہے ابن عدی نے الکامل فی الضعفاء: 7/296 پر لکھا کہ محمد بن ابان کی حدیث لکھی جائے گی اس کے ضعف کے باوجود، اسی طرح امام محمد بن حسن الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ پر جرح کی اس کا جواب ملاحظہ فرمائیے دلیل نمبر 6 کے تحت اس کے جواب میں

(25) دلیل نمبر 25 کا جواب الجواب: اس روایت کے ایک راوی محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی لیلیٰ پر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جرح کی ناکام کوشش کی، جواباً گزارش ہے کہ اس کی توثیق موجود ہے ملاحظہ فرمائیے

(1) امام ذہبی لکھتے ہیں [**قلت: حدیثه فی وزن الحسن**] اس کی حدیث حسن درجہ کی ہے

(تذکرۃ الحفاظ: 1/129)

(2) امام بخاری کے استاد احمد بن یونس فرماتے ہیں [**کان أفقه أهل الدنیا.**]

(میزان الاعتدال: 3/614)

(3) امام عجلی فرماتے ہیں [**کان فقیها صدوقا، صاحب سنة، جائز الحدیث**]

(میزان الاعتدال: 3/613)

(4) حضرت عطاء فرماتے ہیں یہ مجھ سے بھی بڑا عالم ہے (میزان الاعتدال: 3/615)

(5) امام یعقوب بن سفیان فرماتے ہیں ثقہ ہے (تہذیب التہذیب: 9/303)

لہٰذا یہ راوی کم از کم متابعت کے لائق ہے اور یہ روایت بھی متابعت میں لی گئی ہے، غیر مقلدین میں سے قاضی شوکانی نے "تحفۃ الذاکرین: ص 19" عبدالرحمٰن مبارک پوری نے "تحفۃ الاحوذی: 1/174" علامہ احمد شاکر نے "شرح ترمذی" حافظ عبداللہ روپڑی نے "رفع یدین اور آمین" ص 27 میں اس راوی کی حدیث کو صحیح مانا ہے

(26) دلیل نمبر 26 کا جواب الجواب:

حفیظ الرحمٰن صاحب نے اس روایت کی سند کی بات کی ہے اور اس میں ایک راوی [سوار بن مصعب العوفی] کو ضعیف کہا ہے اس کا جواب یہ کہ اس کی سند یہ ہے [**اخرجه البیهقی عن سوار بن مصعب عن عطیه العوفی ان اباسعید الخدری وابن عمر ...**] اگر سوار بن مصعب پر جرح موجود ہے تو کیا ہوا یہ محمد بن اسحاق جس پر کتنی سخت جرحیں موجود ہیں اور پھر بھی تم لوگ اس کی روایت سے فاتحہ کا وجوب ثابت کرتے ہو جبکہ تم اس کی روایت بطور دلیل لاتے ہو میں نے تو یہ روایت متابعت میں پیش کی ہے لہٰذا جو جواب تمہارا وہی میرا سمجھ لیجئے

(27) دلیل نمبر 27 کا جواب الجواب:

اس روایت کے جواب میں حفیظ الرحمٰن لکھتے ہیں کہ اگر سکون خشوع ہے تو پھر شروع والا رفع یدین ترک ہو جواباً

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

گزارش ہے کہ روایت میں یہ بات ہے کہ نماز کے اندر سکون چاہیے اور پہلا رفع یدین نماز کے باہر ہے لہٰذا یہ اعتراض مردود ہے

(29،28) دلیل نمبر 29،28 کا جواب الجواب:

ان دونوں روایتوں کا جواب موصوف نے یہ دیا ہے کہ ان میں رفع یدین کی نفی نہیں ہے اور یہ روایت بے محل پیش کی ہے ،اس کا جواب یہ ہے ان دونوں روایتوں میں حضور ﷺ رفع یدین کا مسئلہ بیان فرما رہے ہیں اور شروع والا رفع یدین بیان کیا اس کے علاوہ نماز کے اندر کوئی بھی رفع یدین بیان نہیں فرمایا جب کہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں نفی بھی موجود ہے لہٰذا دوسری روایات میں بھی نفی موجود ہے اور یہ روایات بے محل بھی نہیں ورنہ اپنے گھر کی خبر لیں جس روایت میں بھی لفظ رفع یدین ہو فوراً اس کو اپنی دلیل بنا لیا جبکہ وہ تمہارے مؤقف کے خلاف بھی ہو حالانکہ یہ روایات ہمارے مؤقف کو واضح بیان کر رہی ہیں ،رہا مسئلہ ہتھیلیوں کا قبلہ رو ہونا تو وہ ہماری فقہ کی تمام کتب میں ہمارا مؤقف لکھا ہے کہ ہاتھوں کے انگوٹھے کانوں کی لوؤں کے برابر اور ہتھیلیاں قبلہ رو ہونی چاہیے

(30) دلیل نمبر 30 کا جواب الجواب:

حفیظ الرحمٰن نے اس کا یہ لکھا کہ یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ موضوع ہے اس میں علتیں ہیں (1) حافظ ابن قیم لکھتے ہیں وہوموضوع (2) عباد نامی مجہول ہے (3) اس میں راوی محمد بن اسحاق کا تعین نہیں (4) اس کی سند میں حفص بن غیاث مدلس ہے جو عن سے روایت کر رہا ہے لہٰذا ضعیف ہے ،اس کا جواب یہ ہے کہ تم نے حافظ ابن قیم کی تقلید کی اور وہ بھی اندھی ،ورنہ بتایا جائے کہ کون سا راوی ہے جو جھوٹا ہے اس کی تحقیق کی ہوتی اور پھر دلیل دی ہوتی ،مگر کیا جائے کہ ہو اندھے مقلد لیکن نام اہل حدیث رکھا ہے یا اپنے آپ کو محقق کہتے ہو ،حالانکہ آپ ہی کے محدث عبدالرحمٰن مبارک پوری غیر مقلد اسی قسم کی ایک سند کے بارے میں کہتے ہیں [**رواته ثقات**] دیکھئے [تحفۃ الاحوذی:1/ 1،223/ 245] جبکہ اس کی سند ملاحظہ ہو [**أَخْرَجَهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي الْخِلَافِيَّاتِ أَيْضًا ،أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ عَنْ أَبِي الْعَبَّاسِ مُحَمَّدِ بْنِ يَعْقُوبَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ إِسْحَاقَ عَنِ الْحَسَنِ بْنِ الرَّبِيعِ عَنْ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَبِي يَحْيَى عَنْ عَبَّادِ بْنِ الزُّبَيْرِ أَنَّ رَسُولَ اللهِ.....**] (نصب الرایہ:1/ 404)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(1) پہلے راوی امام بیہقی ہیں جو ثقہ ہیں (2) دوسرے راوی امام حاکم ہیں جو ثقہ ہیں (3) تیسرے راوی ابو العباس محمد بن یعقوب ہیں جن کے متعلق امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ: 3/ 52 میں لکھتے ہیں [**الامام الثقة محدث المشرق**] (4) چوتھے راوی محمد بن اسحاق الصغانی ہے کمافی البیہقی: 2/ 58 جو کہ ثقہ ہے حافظ ابن حجر عسقلانی [تقریب التہذیب: 2/ 467 رقم 5721] پر لکھتے ہیں [ثقہ] (5) پانچویں راوی حسن بن الربیع ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی [تقریب التہذیب: 1/ 166 رقم 1241] کے تحت لکھتے ہیں [**ثقة**] ثقہ ہے (6) چھٹے راوی حفص بن غیاث ہیں جو کہ زبردست ثقہ ہیں اور صحیح بخاری کے رواۃ میں سے ہیں حافظ ابن حجر عسقلانی [تقریب التہذیب: 1/ 173 رقم 1430] ثقہ ہیں اور [طبقات المدلسین: ص 20] میں لکھتے ہیں [**حفص بن غياث الكوفي القاضي أحد الثقات من أتباع التابعين**] لہٰذا ان کی تدلیس بھی مضر نہیں (7) ساتویں راوی محمد بن ابی یحییٰ ہیں امام ذہبی ان کے بارے لکھتے ہیں [**محمد بن أبي يحيى سمعان الاسلمي.مدني ثقة.**] (میزان الاعتدال: 4/ 66)

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں [**محمد ابن أبي يحيى الأسلمي المدني واسم أبي يحيى سمعان صدوق**] (تقریب التہذیب: 2/ 513 رقم 6395)

(8) آٹھویں راوی حضرت عباد ہیں جو کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہیں تابعی ہیں اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے شاگرد ہیں دیکھئے صحیح بخاری: 1/ 259، صحیح مسلم: 1/ 355 ثقہ ہیں لہٰذا جب تمام راوی ثقہ ہیں تو روایت بھی صحیح ہے تو یہ تمام اعتراضات مردود ہیں

(31) دلیل نمبر 31 کا جواب الجواب:

حفیظ الرحمٰن صاحب نے اس کا جواب یہ لکھا ہے کہ تابعی کا قول حجت نہیں ہوسکتا مگر امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا قول لکھ کر حجت مان رہے ہیں حضرت پہلے جزء رفع یدین کی سند صحیح تو پیش کریں اور کیا امام بخاری کو نبی مانا ہے کہ وہ تمہارے لئے حجت ہوں اور ان کے مقابلے میں تابعی کا قول حجت نہ ہو جب میں اس کو باقی احادیث و آثار کو تقویت دینے کے لئے متابعت میں پیش کیا ہے تو کیا آپ شواہد و متابعات میں تابعین کے اقوال و افعال نہیں پیش کرتے اور کیا یہ متابعات و شواہد میں حجت نہیں، مگر تم کو شرم نہیں آتی۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(32) دلیل نمبر 32 کا جواب الجواب:

اس کا جواب بھی غیر مقلد موصوف نے یہ دیا ہے کہ تابعی کا قول حجت نہیں، میں نے دلیل نمبر 31 میں اس کی وضاحت کی ہے یہاں بھی وہی جواب ہے

(33) دلیل نمبر 33 کا جواب الجواب:

حفیظ الرحمٰن لکھتے ہیں کہ یہ ابو بکر بن عیاش الکوفی ہے جو کہ ضعیف ہے اور اس پر چند بے سند اقوال اور بے سروپا باتیں لکھی ہیں نعیم بن حماد کا حوالہ بھی دیا، اس کے جواب میں گذارش ہے کہ یہ ابو بکر بن عیاش جب ہماری روایت کرے تو ضعیف ہو جائے اور دنیا جہان کی ساری غلطیاں اس میں نظر آئیں، مگر جب صحیح بخاری و صحیح مسلم میں یا تمہارے مطلب کی روایت کرے تو وہ ثقہ اور تمام اچھے اوصاف والا بن جائے واہ رے تیری غیر مقلدی صحیح بخاری: 1/ 186، 232، 260، 263، 274، 496 جلد دوم ص 655، 725، 748، 889 وغیرہ میں روایت کرے تو صحیح ہے حالانکہ حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں [ثقہ عابد ہے]

(تقریب التہذیب: 2/ 396، تہذیب التہذیب: 12/ 34) اسی طرح علامہ مزی نے [ثقہ] لکھا ہے (تہذیب الکمال: 33/ 132) ابن حبان نے [کتاب الثقات: 7/ 668] میں لکھا، لہٰذا یہ تمام تلبیس مردود ہے [نوٹ: زبیر علی زئی کی تقلید میں یہ سب حفیظ الرحمٰن نے لکھا مگر زبیر صاحب نے اس کے ضعف کے حوالے سے رجوع کرلیا ہے دیکھئے [نور العینین: ص 168، ماہنامہ الحدیث: 28 ص 54 میں]

(34) دلیل نمبر 34 کا جواب الجواب:

اس روایت میں ایک راوی ابو اسحاق السبیعی الکوفی کو ضعیف کہا جب کہ وہ ثقہ راوی ہے حفیظ الرحمٰن اپنے بڑوں کی تقلید میں اندھا دھند ہو کر جو راوی ان کے خلاف بات کرے فوراً ضعیف کہہ دیتا ہے جب اسماء الرجال کی کتب سے خود جاہل ہے علم سے بھی کورا ہے ذرا ملاحظہ فرمائیں ابو اسحاق عمرو بن عبداللہ بن عبید کا ترجمہ:

(1) امام احمد بن حنبل ان کو ثقہ، یحییٰ بن معین اور امام نسائی بھی ثقہ کہتے ہیں، امام عجلی، ابو حاتم ان کو ثقہ کہتے ہیں دیکھئے (تہذیب الکمال: 22/ 110، 111 رقم 4400)

(2) ثقات ابن شاہین: رقم 84 (3) ثقات ابن حبان: 5/ 177 (4) ثقات العجلی: رقم 42 (5) رجال صحیح

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مسلم لابن منجویہ: رقم 149 (6) حافظ ابن حجر عسقلانی ''تقریب التہذیب: 1/439 رقم 558 میں ثقہ لکھتے ہیں اسی طرح تقریباً 15 کتب میں ان کا شاندار ترجمہ موجود ہے جب کہ موصوف نے حافظ ابن حجر عسقلانی کی تقریب اور امام ذہبی کی میزان کا حوالہ دے کر ان کو ضعیف کہا جب کہ یہ ان کے مذہب کی طرح جھوٹ ہے جرأت ہے تو حفیظ الرحمٰن صاحب میزان الاعتدال اور تقریب میں امام ابو اسحاق السبیعی الکوفی عمرو بن عبداللہ کا ترجمہ نکال کر [**لیس بثقة وضعيف**] کے لفظ دکھائیں اور پانچ ہزار (5000) روپے انعام پائیں اور اگر نہ نکال پائیں تو مانیں کہ جھوٹ بولنا غیر مقلدوں کی عادت ہے اور ہمیں تقلید کا طعنہ دینا اور خود اندھی تقلید کرنا اور وہ بھی اپنے جاہل ملاؤں کی، ورنہ اصل کتب دیکھی ہوتیں تو یہ کام نہ ہوتا، حالانکہ میزان الاعتدال: 3/270 رقم 6393 پر امام ذہبی نے [**وقال أبو حاتم: ثقة**] لکھا ہے اسی طرح حافظ ابن حجر عسقلانی نے [تقریب التہذیب: 2/423 رقم 5065] پر ثقہ عابد لکھا ہے اس لئے اب اپنے اوپر [**لعنة الله على الكاذبين**] پڑھ کر دم کریں

(35) دلیل نمبر 35 کا جواب الجواب:

اس روایت کو بھی ضعیف کہا اور کہا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تو رفع یدین نہ کرنے والوں کو کنکریاں مارتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ دوسروں کی روایت میں آپ کو ہزار خامیاں نظر آئیں اور اپنی روایت میں ہزار خامیاں ہونے کے باوجود آپ کو اچھائیاں ہی اچھائیاں نظر آتیں ہیں ذرا اپنی روایت کے بارے میں بھی دیکھئے کنکریاں مارنے والی روایت میں ایک راوی ولید بن مسلم متفرد ہے ذرا ان کے بارے میں دیکھئے محدثین کیا کہتے ہیں

(1) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''کثیر الخطاء'' [تہذیب التہذیب: 11/135]

(2) ابو مسہر غسانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ کذابین کی روایات اوزاعی سے لے کر ان کی تدلیس کرتا تھا [تہذیب التہذیب: 11/135]

(3) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ہی فرماتے ہیں کہ ولید بن مسلم ایسا مختلط ہو چکا تھا کہ ما سمع اور غیر ما سمع میں کوئی تمیز نہ رہی تھی [تہذیب التہذیب: 11/136]

(4) امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ ولید بن مسلم کی ایک روایت کے بارے میں لکھتے ہیں **رواته ثقات لكن منكر** [تذکرۃ الحفاظ: 2/188]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(5) علامہ ابن القیم ولید بن مسلم کی روایت کے متعلق لکھتے ہیں "اس حدیث کو بڑے بڑے ائمہ حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے، امام بخاری، ابوزرعہ، ترمذی، ابوداؤد، شافعی، اور متأخرین میں ابن حزم نے، پھر لکھتے ہیں کہ اس روایت میں ولید بن مسلم کا تفرد ہے [تہذیب سنن ابی داؤد: 1/91]

(6) امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ولید بن مسلم کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں "**فغلط فیہ الولید**" پس اس میں ولید کی غلطی ہے

[القراءۃ خلف الامام للبیہقی: ص 120 تحت رقم 111]

(7) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ ولید بن مسلم کی تحدیث کے باوجود اس کی روایت کے بارے میں تفرد کی وجہ سے فرماتے ہیں "وہذا حدیث معلول" یہ حدیث معلول ہے

[سنن ترمذی: 1/162 تحت حدیث 97]

(8) امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ ولید بن مسلم کی تحدیث کے باوجود اس روایت کے بارے میں لکھتے ہیں "**ھذا لم یروہ الا الولید لا ندری ھو صحیح أم لا**" ہم نہیں جانتے کہ ولید کی روایت صحیح یا غلط

[سنن ابوداؤد: 4/320 تحت حدیث 4588]

(9) امام ابن ابی حاتم رازی رحمۃ اللہ علیہ ولید بن مسلم کی روایت کے بارے میں لکھتے ہیں "**لیس بمحفوظ**" اس کی حدیث محفوظ نہیں [علل الحدیث لابن ابی حاتم: 1/602 تحت حدیث 135]

(10) ناصر الدین البانی غیر مقلد نے بھی ولید بن مسلم کی روایت کو ضعیف کہا ہے، امام بیہقی نے بھی ولید کی روایت کے حوالے سے ابن صاعد سے یہ نقل کیا ہے کہ یہ ولید کی خطاء ہے

[سنن الکبریٰ للبیہقی: 2/165 تحت حدیث 3036]

(11) ابن حزم المحلیٰ میں لکھتے [**مَا كَانَ ابْنُ عُمَرَ لِيُحَصِّبَ مَنْ تَرَكَ مَا لَهُ تَرْكُهُ**] حضرت عمر ایسے نہ تھے کہ ترک کرنے والے کو کنکر مارتے اگر کسی اس کو ترک کیا ہے تو آپ کو کیا ہے (**المحلیٰ بالآثار: 2/265 باب مَسْأَلَةٌ رَفْعُ الْيَدَيْنِ لِلتَّكْبِيرِ مَعَ الْإِحْرَامِ فِي أَوَّلِ الصَّلَاةِ**)

اسی ولید بن مسلم کی دیگر رفع یدین والی روایات ملاحظہ ہوں:

(1) [**کان ابن عمر اذا رای مصلیا لا یرفع یدیہ فی الصلاۃ حصبہ وامرہ ان یرفع یدیہ**]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کسی نمازی کو دیکھتے کہ نماز میں رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریاں مارتے اور حکم کرتے کہ رفع یدین کرے

[مسائل احمد بن حنبل روایۃ ابنہ عبداللہ: ص70، تاریخ جرجان: ص470، معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص295]اس میں معلوم ہوتا ہے کہ شروع والا رفع یدین ہے

(2)[**کان ابن عمر اذا رای رجلا لا یرفع یدیہ حصبہ وامرہ ان یرفع یدیہ**]

ترجمہ: جب عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کسی کو دیکھتے کہ رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریاں مارتے اور حکم کرتے کہ رفع یدین کرے [التمہید لابن عبدالبر: 9/224]اس میں نماز کی بات نہیں

(3)[**کان ابن عمر اذا رای رجلا یصلی لا یرفع یدیہ کلما خفض ورفع حصبہ حتیٰ یرفع**]

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ جب کسی نمازی کو دیکھتے کہ وہ ہر اونچ نیچ میں رفع یدین نہیں کرتا تو اس کو کنکریاں مارتے حتیٰ کہ وہ رفع یدین کرتا

[سنن دارقطنی: 2/41رقم1118، مسند الحمیدی: 2/235رقم644]

لہٰذا یہ روایت ولید بن مسلم کے تفرد کا نتیجہ ہے، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ تو مسند حمیدی اور دارقطنی والی روایت میں ہر اونچ نیچ میں رفع یدین کرواتے ہیں اور یہ غیر مقلدین کو بھی قبول نہیں تو ہمیں کیسے قبول کرواتے ہیں جبکہ محدثین بھی قبول نہیں کر رہے، اس کے مقابلے میں ہم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی اس سند صحیح روایت پر عمل کرتے ہیں [**عن مجاھد قال صلیت خلف ابن عمر رضی اللہ عنہ فلم یکن یرفع یدیہ الا فی التکبیرۃ الأولیٰ من الصلاۃ**]

ترجمہ: حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ بیان فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز پڑھی آپ نے اس میں کہیں بھی رفع یدین نہیں کیا سوائے تکبیر اولیٰ کے نماز میں

(شرح معانی الآثار: 1/225رقم1357، مصنف ابن ابی شیبہ: 1/237رقم2467، معرفۃ السنن والآثار للبیہقی: 2/428، الاوسط لابن المنذر: 4/312رقم 1344)لہٰذا اپنی روایت کا حال دیکھو اور پھر دوسرے کی بات کرو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(36) دلیل نمبر 36 کا جواب الجواب:

یہ قول متابعت میں پیش کیا تھا حالانکہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی روایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے ترک رفع یدین [مسند احمد: 4/3 رقم 16197] میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں [حَدَّثَنَا عَبْدُ الْقُدُّوسِ بْنُ بَكْرِ بْنِ خُنَيْسٍ، قَالَ: أَخْبَرَنَا حَجَّاجٌ، عَنْ عَامِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الزُّبَيْرِ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: رَأَيْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ افْتَتَحَ الصَّلَاةَ، فَرَفَعَ يَدَيْهِ حَتَّى جَاوَزَ بِهِمَا أُذُنَيْهِ.] اور وہ خود بھی رکوع میں آتے جاتے رفع یدین نہیں کرتے تھے

(37،38) دلیل نمبر 37،38 کا جواب الجواب:

حفیظ الرحمٰن نے ان دونوں دلیلوں کا جواب یہ لکھا ہے کہ یہ روایات فقہ کی کتاب سے لکھی گئی ہیں لہٰذا مردود ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ یہ صرف تائیدی حوالہ جات ہیں اس لئے آپ کا اس پر زور ڈالنا درست نہیں یہ صرف نہ ماننے کے بہانے ہیں

(39) دلیل نمبر 39 کا جواب الجواب:

اس روایت کے بارے میں حفیظ الرحمٰن لکھتے ہیں کہ یہ تین وجوہ کی وجہ سے مردود ہیں

(1) عثمان بن محمد خشیش القیر وانی کے بارے میں امام ذہبی لکھتے ہیں "کان کذابا" بہت بڑے جھوٹے تھے (المغنی فی الضعفاء: 2/50)

جواب: اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہ راوی نہیں جو حفیظ الرحمٰن سمجھ بیٹھے ہیں اور یہ اس وجہ سے ہے کہ حفیظ الرحمٰن صاحب اپنے مولوی کی اندھی تقلید کی ہے، یہ راوی عثمان بن محمد خشیش القیر وانی نہیں ہے جب کہ تم نے عثمان بن محمد خشیش القیر وانی کے بارے میں لکھا جو نقل کی وجہ سے ہے کہ [المغنی: 2/50] پر لکھا ہے [**عثمان بن محمد بن خشيش القيرواني عن ابن غانم قاضي إفريقية أظنه كان كذابا**] حالانکہ یہ بھی ان کا ظن ہے جب کہ اس روایت کا راوی ہے عثمان بن محمد بن احمد بن مدرک من اہل قبرہ دیکھئے [تاریخ علماء اندلس: 1/112 رقم 893] جب کہ ان کی تعریف بھی موجود ہے اسی طرح ان کی تعریف [اخبار الفقہاء والمحدثین: ص 216] پر بھی موجود ہے لہٰذا تمہارا اعتراض جہالت اور جھوٹ پر مبنی ہے اس لئے مردود ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(2) دوسرا اعتراض یہ کیا کہ اس کا ناسخ مجہول ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جزء رفع یدین کا حوالہ بھی آپ نے دیا اس کا ناسخ سے لے کر امام بخاری تک سند صحیح کہاں ہے، کتاب الضعفاء للبخاری کے مخطوطے کا ناسخ عمر بن ابراہیم جو کہ 704ھ میں پیدا ہوا اور 777ھ میں فوت ہوا جب کہ اس نسخہ کی سند ابو عبداللہ محمد بن عمر سے شروع ہو رہی ہے اور اس نے 614ھ میں اس نسخہ کو سنا دیکھئے [تحفۃ الاقویاء فی تحقیق فی کتاب الضعفاء: ص 7 تحقیق زبیر علی زئی] اب اس ناسخ عمر بن ابراہیم اور اس نسخہ کے راوی ابو عبداللہ محمد بن عمر کے درمیان 86 سال کا انقطاع ہے تو اس کو غلط کیوں نہیں مانا، اسی طرح سنن الکبریٰ للبیہقی، التمہید لابن عبدالبر وغیرہ کا انقطاع ہے تو وہ درست کیوں جو جواب تمہارا وہی ہمارا سمجھ لو

(3) تیسرا اعتراض یہ کیا کہ عثمان بن سوادہ ضعیف ہے حالانکہ [تاریخ علماء اندلس ابن الفرضی: ص 242، اخبار الفقہاء والمحدثین: ص 214] اور حفص بن میسرہ کا ترجمہ بھی ملاحظہ ہو [سیر اعلام النبلاء: 8/ 231، تہذیب الکمال: 7/ 73، تاریخ یحییٰ بروایۃ الدوری: 2/ 122، تاریخ الدارمی: ص 267، تاریخ الکبیر للبخاری: 2/ 369، الجرح والتعدیل: 3/ 187] میں لہٰذا یہ سب تلبیسات مردود ہیں اور روایت صحیح ہے

(40) دلیل نمبر 40 کا جواب الجواب:

اس کے جواب میں حفیظ الرحمٰن نے حماد بن ابی سلیمان الکوفی استاذ ابی حنیفہ رحمہ اللہ پر اعتراض کیا کہ وہ ضعیف ہے اس کے جواب میں گزارش ہے کہ ان کو یحییٰ بن معین نے ثقہ کہا اور ابو حاتم نے صدوق کہا ابن عدی نے [**لا بأس به**] کہا دیکھئے (میزان الاعتدال: 1/ 595 رقم 2253)

اسی طرح امام ابن حجر عسقلانی نے [تقریب التہذیب: 1/ 178 رقم 1500] پر صدوق کہا حماد بن ابی سلیمان رحمہ اللہ کی توثیق درج ذیل کتب میں دیکھی جا سکتی ہے

(1) ثقات للعجلی: ص 12 (2) ثقات لابن حبان: 4/ 159

(3) تہذیب الکمال: 7/ 269,270 (4) العبر للذہبی: 1/ 151

(5) تہذیب التہذیب: 3/ 16 (6) طبقات الحفاظ: ص 48

(7) معرفۃ التابعین: ص 7 (8) الکاشف: 1/ 252

(9) تاریخ الکبیر للبخاری: 3/ 18 رقم 75 (10) تاریخ یحییٰ بروایۃ الدوری: 2/ 13

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

باقی رہی سلیمان بن داؤد المنقری کی بات تو پہلے آپ دلیل سے ثابت تو کریں کہ اس کا راوی حماد بن ابی سلیمان ہے پھر جرح کرتے لہٰذا بلا دلیل اور بلا تعین جرح کرنا مردود ہے،اب ذرا اپنا پیش کردہ مناظرہ کا حال دیکھئے،امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا مناظرہ کرنا کئی وجوہ سے باطل ہے

(1) آپ نے جزء رفع یدین للبخاری اور نصب الرایہ کا حوالہ دیا تو ان میں اس کی سند مذکور نہیں اور بلا سند یہ بات مردود ہے

(2) سنن الکبریٰ للبیہقی:2/82 کا حوالہ دیا تو وہاں پر جو سند ہے اس میں رجلاً صالح ہے لہٰذا یہ مجہول شخص کی وجہ سے مردود ہے باقی راویوں کی بھی توثیق آپ کے ذمہ ہے جب کہ اس کی سند میں اکثر مجہول ہیں

(3) آپ ہی کے حافظ عبداللہ روپڑی [رفع یدین اور آمین: ص 147] پر لکھتے ہیں ’’حالانکہ معمولی فہم کا انسان بھی اس بات کو بخوبی سمجھتا ہے کہ بعض دفعہ انسان کا ایک مذہب ہوتا ہے اور حدیث بعد میں پہنچتی ہے اس کے بعد اس کا وہی مذہب سمجھا جائے گا جو حدیث میں ،خواہ نقل کرنے والے کچھ نقل کریں الخ‘‘ لہٰذا عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ ترک رفع یدین کی روایت کے راوی ہیں تو ان کا مذہب بھی ترک رفع یدین ہے خواہ آپ کچھ نقل کریں جیسا کہ [سنن نسائی:1/158] میں ہے

(4) آپ کے بقول امام وکیع رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات بیان کی جب کہ وہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی ہیں اور خود بھی ترک رفع یدین کے قائل ہیں ان کی شاگردی کو دیکھنے کے لئے دیکھئے [تاریخ بغداد:14/471،جامع بیان العلم:6/149] میں لہٰذا وہ عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو غلط بات کی کیسے داد دے سکتے ہیں

(5) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس مسئلہ پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ متفق ہو جائیں تو وہ قوی بات ہے (تاریخ بغداد:13/343، تبییض الصحیفہ :ص 17) تو معلوم ہوا کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ وسفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک تو ترک رفع یدین ہے تو عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک بھی ترک رفع یدین ہے کیونکہ وہ قوی بات کو لینے والے ہیں لہٰذا یہ یار لوگوں کا من گھڑت مناظرہ ہے۔

آپ کے مذہب رفع یدین کرنے کی جتنی مرفوع روایات ہیں ان کا جواب بھی بنام [**ظفرٌ مّبین**] ساتھ بھیج رہا ہوں اگر حفیظ الرحمٰن صاحب آپ میں علمی طاقت ہے تو میری طرح ہر پوائنٹ کا جواب دو میرے کتابچے میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

روایات کے ساتھ تصحیح بھی تھیں مگر تم نے اس کا کوئی جواب نہیں دیا، دوبارہ یاد کروا رہا ہوں کہ صحیح طریقہ یہ ہے کہ آپ اپنی بنیادی روایت جو کہ آپ کے مؤقف پر پوری اترتی ہو پیش کریں اس پر میں کلام کروں گا آپ اس کا جواب دیں گے، پھر میں اپنے مؤقف کے مطابق بنیادی روایت پیش کروں گا آپ اس پر کلام کریں گے میں اس کا جواب دوں گا اگر میں آپ کی بنیادی روایت کا توڑ کر لیتا ہوں تو آپ کا دعویٰ ختم تو باقی ماندہ روایات بھی ختم ،اور اگر آپ میری روایت کا توڑ کر لیتے ہیں اور میں اس کا جواب نہیں دے پاتا تو پھر میرا دعویٰ ختم اور باقی روایات بھی ختم ،اب دیکھتے ہیں کہ آپ کیا جواب دیتے ہیں، قارئین کرام سے گزارش ہے کہ دونوں طرف کے دلائل کو دیکھیں ان شاء اللہ حق واضح ہو جائے گا۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۳۳)

باغِ فدک اور حدیث قرطاس کی تحقیق

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سیّد انبیاء والمرسلین وعلی الہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ واھل بیتہٖ اجمعین: اما بعد!

سنی شیعہ کے درمیان بہت سارے مسائل باعث نزاع ہیں ان میں ایک مسئلہ باغ فدک کا بھی ہے دونوں طرف سے اس پر بہت کچھ لکھا جاچکا ہے دل کے اطمینان کے لئے اور دوستوں کے بے حد اصرار پر آسان لفظوں میں اس مسئلہ کے متعلق تحقیقی بات پیش خدمت ہے

سب سے پہلے فدک کیا ہے؟ اس کی وضاحت ضروری ہے تا کہ معاملہ کو سمجھنے میں آسانی ہو

فدَک کیا ہے؟:

(1) فدک حرف فا اور دال کے زبر کے ساتھ، خیبر کے ایک گاؤں کا نام ہے (لسان العرب: 10/473)

(2) حجاز میں ایک گاؤں کا نام ہے جس میں کھجور کے باغات کثرت سے تھے (تہذیب اللغۃ: 10/73)

(3) ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ سے دو دن کے فاصلہ پر ہے اور خیبر سے ایک منزل دور ہے
(المصباح المنیر: 7/144)

(4) فدک حرف فا اور دال کے زبر کے ساتھ، خیبر کے ایک گاؤں کا نام ہے
(مشارق الانوار علی صحاح الآثار: 2/167)

(5) حجاز کا ایک گاؤں ہے جو مدینہ سے دو دن کے فاصلہ پر واقع ہے
(شرح نہج البلاغۃ ابن الحدید: 1/198 حاشیہ نمبر 2)

مال کی اقسام:

(1) مال وراثت: یہ وہ مال ہوتا ہے جو وراثت سے ملتا ہے جیسے کوئی باپ مرا تو اس کی جائیداد کی وارث اس کی اولاد ہوگی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(2) مالِ غنیمت: یہ وہ مال ہے جو کفار کے ساتھ لڑائی کے بعد ان کا مال ہاتھ آئے اور یہ مال مجاہدین میں تقسیم ہوتا ہے

(3) مالِ فیئ: یہ وہ مال ہے جو کسی سے لڑے بغیر ہاتھ آئے جیسے خیبر کی لڑائی کے دوران فدک بغیر لڑے ہاتھ آیا

فدک کیسے حاصل ہوا؟

فدک کی زمین کیسے حاصل ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں شیعہ سنی دونوں متفق ہیں کہ یہ زمین جنگ لڑے بغیر حاصل ہوئی ایسے مال کو مالِ فیئ کہتے ہیں اور اس بات پر بھی دونوں فریقین شیعہ سنی متفق ہیں کہ مالِ فیئ کسی کو ہبہ نہیں کیا سکتا، اس کے لئے شیعہ کی کتاب سے ثبوت حاضر ہے

(1) یہ گاؤں حضور ﷺ اپنے تصرف میں لائے جس کی خاطر کوئی جنگ نہ کرنا پڑی اور آپ کے تصرف میں آنے سے قبل یہ خیبر کے کفار کی ملکیت تھا اور اللہ کے دین کے فیصلہ کے مطابق یہ موضع صرف اور صرف حضور ﷺ کے لئے مخصوص ہوا اس موضع میں ایک بہتا ہوا چشمہ اور کھجوروں کے بہت سے درخت تھے

(مجالس المومنین: 1/48 در ذکر فدک)

(2) سوم فئے است یعنی منجملہ اموالیکہ آئمہ وولاۃ در اں تصرف دارند وآں مالے است، کہ از کفار بمسلمانان منتقل شود بدون قتال وایجاب خیل درکاب وآں رسول را باشد در حال حیوۃ وی وبعد از وی کسیرا کہ قائم مقام وی باشد از ائمہ دین وایشاں ہر کسرا کہ خواہند دھند، وبرہرچہ صلاح باشد صرف نمایند وایں قول امیر المومنین است۔

ترجمہ: تیسرا مال فیئے ہے یعنی منجملہ ان اموال کے کہ جن میں ائمہ اور والیان حکومت تصرف رکھتے ہیں یہ وہ مال ہوتا ہے جو کفار کی ملکیت سے مسلمانوں کے پاس بغیر حرب و ضرب کے منتقل ہو کر آجائے اس کے مالک رسول (ﷺ) ہوتے ہیں جب تک (ظاہری طور پر) بقید حیات ہیں اور ان کی وفات کے بعد اس شخص کی ملکیت قرار پاتے ہیں جو پیغمبر کے قائم مقام ائمہ دین میں سے ہوتے ہیں پھر یہ لوگ جس کو چاہیں اس میں سے عطا کریں اور اس کام پر خرچ کریں جو بہتر ہوتا ہے یہی قول امیر المومنین حضرت علی کرم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اللہ وجہہ کا ہے۔ (تفسیر منہج الصادقین:9/223 زیر آیت ما آفا اللہ علیٰ رسولہ مطبوعہ تہران)

فدک کا تصرف کیا تھا؟

حضور ﷺ مختلف مدات جن میں باغ فدک بھی شامل تھا کی آمدنی کو درج ذیل امور پر خرچ فرمایا کرتے تھے

(1) اپنی ذات، اپنے اہل وعیال اور اپنی ازواج پر خرچ فرمایا کرتے تھے اس کے علاوہ تمام بنی ہاشم کو اس آمدنی سے کچھ نہ کچھ عطاء فرمایا کرتے تھے

(2) بادشاہوں کے سفیر اور مہمانوں کی آؤ بھگت بھی اسی آمدنی سے ہوا کرتی تھی۔

(3) حاجت مندوں اور غریبوں کی امداد بھی اسی آمدنی سے ہوا کرتی تھی۔

(4) جہاد کے لئے اسلحہ، مجاہدین کے لئے گھوڑے اور دیگر ساز وسامان بھی اسی آمدنی سے لیا جاتا تھا۔

(5) اصحاب صفہ کے اخراجات بھی اسی سے پورے کیے جاتے تھے۔

صدقہ وغیرہ کا جو مال آتا تھا وہ آپ ﷺ فوراً مستحقین میں بانٹ دیا کرتے تھے اپنے لیے اس میں کچھ نہیں رکھتے تھے۔

اہل بیت رسول کو اللہ نے دنیاوی مال و دولت اور زیب وزینت سے منع فرمادیا

اللہ تعالیٰ قرآن حکیم میں ارشاد فرماتا ہے

إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا:

ترجمہ: اے رسول کے گھر والو! اللہ صرف یہ ارادہ کرتا ہے کہ تم سے ہر قسم کی نجاست کو دور رکھے اور تم کو خوب ستھرا اور پاکیزہ رکھے (سورہ احزاب:33 پارہ 22)

جب اہل بیت سے صدقہ کو منع فرمایا تو دیگر عیش وعشرت سے بھی پاک فرمایا اور اللہ نے اس مغبوض ومذموم دنیا کی حرص دل سے نکال کر طہارت قلبی عطاء فرمائی اور اہل بیت رسول کو ان دنیاوی عیش وعشرت اور زیب وزینت سے پاک فرمایا اور غربت وفقر کو رسول اللہ ﷺ نے پسند فرمایا تو یہی چیز اپنے اہل بیت کے لئے پسند فرمائی حالانکہ جب اللہ نے فرمایا کہ اے محبوب اگر تم چاہو تو یہ پہاڑ سونے کے بن کر تمہارے ساتھ ادھر اُدھر چلتے رہیں لیکن حضور ﷺ نے اس کو منظور نہ فرمایا اس طرح کے کئی دلائل موجود ہیں تو خاتون جنت سیدۃ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فاطمۃ الزہراؓ کب دنیا کو چاہیں گی جبکہ ان کے والد محترم کی کیفیات پہلے بیان ہو چکیں اور اللہ نے اہل بیت کو انہی چیزوں سے پاک کیا تھا جن کو یہ روافض ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں

یہیں پر شیعہ مؤرخ کا حوالہ ضروری ہے لکھتے ہیں

(کلمه او ودیعه خداوند رحمن مناعت محل اواز ملکوت رفیع تر بود تا بعوالی وفدك چه رسد وچه بسیار وقت که حسنین را گرسنه میخوا بانید وبلقئه یك شبنه ایشانرا بسائلی میرساند مملکت دنیا در چشم او با پر ذبابی میزان، نمیرفت وفدك وعوالی چیست حاصل عوالی کدام است)

ترجمہ: سیدہ فاطمہ (ؓ) کی ہر بات اللہ کی طرف سے ودیعت کردہ ہوتی ہے آپ کا مقام تمام جہانوں سے بلند تر ہے آپ کو فدک اور اس کے عوالی سے کیا غنیمت حاصل ہوئی تھی آپ تو کئی وقت اپنے بچوں حسنین کو بھوکا سلا دیتی تھیں اور ان کا رات بھر کا کھانا سائل کو دے دیتی تھیں دنیا کی دولت تو ان کی نگاہ میں مکھی کے ایک پر کے برابر بھی نہ تھی فدک اور عوالی کی حیثیت ہی کیا ہے؟ اور ان کی آمدن کس زمرے میں ہے؟

(ناسخ التواریخ: ص158 طبع جدید تہران)

{باغ فدک اور سیدہ فاطمہ ؓ کی ناراضگی کی تحقیق}

مخالفین اس مسئلہ میں ایک خاص بات کہتے ہیں کہ خلیفہ وقت حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے حضرت فاطمہ ؓ اس مسئلہ کی وجہ سے ناراض ہوگئی تھیں اور پھر طرح طرح کے الزامات حضرت ابوبکر صدیق ؓ پر لگائے جاتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اہل سنت کی کسی بھی معتبر کتاب میں حضرت فاطمہ ؓ کا اپنا قول کہ میرا حق غصب ہوا اس وجہ سے میں ابوبکر ؓ سے ناراض ہوں یا مجھ پر زیادتی کی لہٰذا میں ان سے بات چیت نہیں کروں گی وغیرہ ایسا کوئی جملہ نہیں ہے اور نہ کوئی ثابت کر سکتا ہے یہ صرف اپنی عقل اور لوگوں کی قیاس آرائیاں ہیں جس کی بنا پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ پر الزام لگانا درست نہیں۔

ہاں جو الفاظ مخالف پیش کرتا ہے جس سے غلط فہمی پیدا ہوتی ہے وہ الفاظ یہ ہیں

فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَهَجَرَتْ أَبَابَكْرٍ:

یعنی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا غصہ ہوئیں اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سے بات چیت چھوڑ دی آیئے ان الفاظ کی تحقیق پیش خدمت ہے

(1)سب سے پہلے یہ بات سمجھنے کی ضرورت ہے کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا بذات خود حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس وراثت کا حصہ مانگنے نہیں گئیں بلکہ کسی کو بھیجا

(2)**فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ** والی روایت بالمعنی ہے یہ الفاظ خود حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نہیں ہیں بلکہ راوی کی ذاتی رائے ہے

ہم ان روایات کو یہاں پر واضح کرتے ہیں

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ، حَدَّثَنَا اللَّيْثُ، عَنْ عُقَيْلٍ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ، عَنْ عُرْوَةَ، عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلاَمُ بِنْتَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَرْسَلَتْ إِلَى أَبِي بَكْرٍ تَسْأَلُهُ مِيرَاثَهَا مِنْ رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ بِالْمَدِينَةِ وَفَدَكَ وَمَا بَقِيَ مِنْ خُمُسِ خَيْبَرَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم قَالَ: لاَ نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ:

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اس غرض سے بھیجا کہ دریافت کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صدقات مدینہ اور خیبر کے مال کا پانچواں حصہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے وہ ہمیں ملنی چاہیے تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ہماری وراثت تقسیم نہیں ہوتی ہمارا سب کچھ چھوڑا ہوا صدقہ ہوتا ہے

(1) صحیح بخاری:5/177رقم 4241,4240,3711 (2) صحیح مسلم:5/153رقم 4679
(3)سنن ابو داود:3/103رقم 2970 (4)سنن نسائی:7/132رقم 414
(5) صحیح ابن حبان:11/152رقم 4823 (6)مستخرج ابی عوانہ:7/428رقم 5355
(7)سنن الکبری للبیہقی:6/300رقم 12513 (8)شرح السنۃ للبغوی:11/143رقم 2741
(9)شرح مشکل الآثار للطحاوی:1/137رقم 143 (10)مسند احمد:1/9رقم 55

یہ روایت واضح کرتی ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس خود نہیں گئیں بلکہ کسی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دوسرے آدمی کو بھیجا اور اس روایت کی سند بھی صحیح ہے اور یہ بات کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا خود جائیں ان کی شان کے لائق بھی نہیں تو پھر ان روایات کا کیا ہوگا جن میں آپ کا جانا موجود ہے اس غلط فہمی کا ازالہ اس طرح سے ہے کہ جن روایات صحیحہ میں آپ کا کسی آدمی بھیجنا ثابت ہوتا ہے وہ حقیقت پر معمول ہے کیونکہ واقعہ تو ایک ہی ہے اور جن روایات سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ آپ خود گئیں تو وہ مجاز پر معمول ہے اور ان کی تاویل کرنی ہوگی کیونکہ وکیل کا کام اس کے مؤکل کی طرف منسوب ہوتا ہے لہٰذا اس کی نسبت حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی طرف کردی گئی کیونکہ ان کا کسی کو بھیجنا گویا خود جانا تھا۔

اب دوسری روایت جس میں آپ کی ناراضگی کی بات ہوتی ہے اس کا جائزہ لیتے ہیں

حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ عَبْدِ اللهِ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ صَالِحٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ بْنُ الزُّبَيْرِ أَنَّ عَائِشَةَ أُمَّ الْمُؤْمِنِينَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَخْبَرَتْهُ أَنَّ فَاطِمَةَ عَلَيْهَا السَّلَام ابْنَةَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَأَلَتْ أَبَا بَكْرٍ الصِّدِّيقَ بَعْدَ وَفَاةِ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ يَقْسِمَ لَهَا مِيرَاثَهَا مِمَّا تَرَكَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِمَّا أَفَاءَ اللهُ عَلَيْهِ فَقَالَ لَهَا أَبُو بَكْرٍ إِنَّ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَهَجَرَتْ أَبَا بَكْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتَهُ حَتَّى تُوُفِّيَتْ:

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد آپ کی دختر سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا نے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث کے بارے میں دریافت کیا جو اللہ تعالیٰ نے بطور "فیئ" دی تھی تو انہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ہمارے مال میں میراث جاری نہیں ہوتی ہم جو کچھ چھوڑ کر جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے تو اس پر رسول خدا کی بیٹی سلام اللہ علیہا غصہ میں آگئیں اور ابوبکر رضی اللہ عنہ سے قطع کلامی کرلی اور یہ قطع کلامی ان کی وفات تک رہی

(صحیح بخاری: 10/330 رقم 2862)

اس کے علاوہ یہی روایت صحیح بخاری: 5/25، 5/115، 5/177، 8/185 میں چار مرتبہ آئی ہے، صحیح مسلم میں بھی کم از کم دو مرتبہ آئی ہے دیکھئے صحیح مسلم: 5/153 رقم 4679، 5/155 رقم 4681 اور سنن

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ابو داوٗد :3/ 103 رقم 2970، 2971 میں دو مرتبہ لیکن **فَغَضِبَتْ فَاطِمَۃُ** کے الفاظ موجود نہیں ہیں صرف ایک جگہ بخاری شریف میں یہ الفاظ ہیں پوری صحاح ستہ میں صرف ایک مقام پر اور وہ بھی راوی کا فہم ہے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے الفاظ نہیں، یاد رہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کے واقعہ والی روایت تین صحابہ، حضرت عائشہ، حضرت ابو الطفیل، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے مروی ہے جس میں صرف حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا والی روایت جو ابن شہاب الزہری روایت کرتے ہیں اس میں ناراضگی کا ذکر ہے یہ بھی ہمیشہ ذکر نہیں کرتے بلکہ بخاری میں چار مقامات پر یہی زہری روایت کرتے ہیں مگر ناراضگی کا ذکر نہیں کرتے صرف امام زہری کے شاگرد صالح ان الفاظ کو ذکر کرتے ہیں عقیل بن خالد اور شعیب بن ابی حمزہ امام زہری سے ناراضگی والے الفاظ نقل نہیں کرتے لہٰذا صالح کے مقابلے میں دو راویوں کی بات قابل قبول ہے اور صالح کی روایت بالمعنی ہے یہ راوی کا فہم ہے جو کہ درست نہیں

{ میراثِ انبیاء علیہم السلام کا بیان }

فدک کے متعلق شیعہ علماء دو متضاد و متصادم دعوے کرتے ہیں جو ایک دوسرے کی تکذیب کرتے ہیں ایک دعوٰی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث سے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے حصہ مانگا، اور وراثت اسی مال میں جاری ہوتی ہے جس کی زندگی میں کسی کو ہبہ نہ کیا گیا ہو لہٰذا اس دعوٰی میں یہ دلیل موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو فدک ہبہ نہیں کیا تھا اگر ان کو فدک ہبہ ہو چکا تھا بعد از وصال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان کی وراثت سے فدک کا مطالبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں بنتی لیکن اس کے ساتھ شیعہ علماء دوسرا یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فدک ہبہ کر دیا تھا، یہ دونوں مطالبے ایک دوسرے کی ضد ہیں اگر پہلا مطالبہ درست ہے تو پھر دوسرا مطالبہ غلط ہے اور اگر دوسرا درست ہے تو پھر پہلا مطالبہ غلط ہے یہ ایک سیدھی سی بات ہے جو ہر صاحب عقل اور صاحب علم درست قرار دے گا،

ایک شیعہ عالم علامہ سید محمد جعفر زیدی نے اپنی کتاب [باغ فدک ایک تحقیقی جائزہ] کے صفحہ 47، 48 پر وراثت انبیاء کے حوالہ سے قرآن کی چار آیات سے استدلال کر کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ انبیاء کی وراثت مال و دولت ہے اور وہ ان کی اولاد میں تقسیم ہوتی ہے بلکہ بڑے طمطراق سے لکھا ہے

[بھائی قرآنی آیات ایک نہیں چار ہیں تا کہ سیدہ کی طرف سے چار شاہد عادل شہادت دیں جب کہ چار شہادتوں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کا ہونا شہادت کی آخری حد ہے]   (باغ فدک ایک تحقیقی جائزہ:ص 47)

اس کے بعد وہ چار آیات اور صرف اس کا ترجمہ لکھ کر بات آگے بڑھاتا ہے آئیے ان آیات کا صحیح مفہوم ملاحظہ فرمائیے:

(1) وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ: سلیمان علیہ السلام بیٹا اپنے باپ داؤد علیہ السلام کا وارث ہوا

[ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ نمل آیت 16)

(2) وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ۔ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا:

ترجمہ: یعنی زکریا نے کہا کہ (اے پالنے والے) میں بعد بنی اعمام کے تصرف ناجائز سے ڈرتا ہوں، تو مجھے باوجود یہ کہ میں نہایت بوڑھا ہوں اور زوج بھی بانجھ ہے، مگر اپنی قدرت سے بیٹا دے دے جو میرا اور میرے بزرگوں کا وارث ہو   [ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ مریم آیات 5،6)

(3) يُوصِيكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ:

ترجمہ: یعنی اللہ تمہاری اولاد میں وراثت جاری کرنے کی وصیت کرتا ہے لہٰذا مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا   [ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ النساء آیت 11)

(4) وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ:

ترجمہ: یعنی ہم نے والدین اور اقرباء کے ترکہ میں ہر ایک کے بلا استثناء وارث قرار دیئے ہیں

[ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ النساء آیت 33)

جواب: حدیث لَا نُورَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ: آیات قرآنیہ کے خلاف نہیں بلکہ یہ حدیث تو آیات قرآنیہ کی تفسیر کر رہی ہے کیونکہ یوصیکم کے اندر ضمیر جو مفعول بہ ہے وہ مجمل ہے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ خطاب امت کو ہے یا رسول اللہ ﷺ بھی اس میں داخل ہیں حدیث میراث نے بتا دیا کہ رسول اللہ ﷺ اس خطاب میں داخل نہیں یہ حدیث آیات قرآنیہ کے خلاف جب ہوتی جب کسی آیت میں کسی نبی یا حضور ﷺ کا نام لے کر مالی میراث صراحت کے ساتھ ثابت کی جاتی سارے قرآن میں اس قسم کی کوئی آیت نہیں اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ان چار آیات میں سے پہلی دو آیات میں انبیاء کا ذکر ہے مگر مالی میراث کا ذکر نہیں، اور آخری دو آیات

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں مالی میراث کا ذکر ہے مگر انبیاء کا ذکر نہیں اب ہر ایک آیت کی الگ الگ وضاحت ملاحظہ فرمائیے:

(1) **وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُودَ**: سلیمان علیہ السلام بیٹا اپنے باپ داؤد علیہ السلام کا وارث ہوا

[ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ نمل آیت 16)

اس آیت میں نبوت اور بادشاہت کی وراثت مراد ہے اس کے دلائل ملاحظہ ہوں:

(1) آیت مذکورہ کے بعد میں ہے **إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ الْمُبِينُ**: یعنی یہی ہے واضح فضیلت، اس جملہ میں اسم اشارہ کا مشار الیہ، حضرت امام جعفر صادق رحمہ اللہ نے خود بیان فرمایا ہے جس کو تفسیر صافی 2:73 میں نقل کیا۔

[في الجوامع عن الصادق عليه السلام يعني الملك والنبوة]

ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ (اسم اشارے سے مراد) بادشاہت اور نبوت ہے۔

(2) **محمد بن يحيى، عن سلمة بن الخطاب، عن عبدالله بن محمد، عن عبدالله بن القاسم، عن زرعة بن محمد، عن المفضل بن عمر قال: قال أبو عبدالله عليه السلام: إن سليمان ورث داود، وإن محمدا ورث سليمان،۔۔۔:**

ترجمہ: حضرت ابوعبداللہ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے وارث حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے اور حضرت سلیمان علیہ السلام کے وارث حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوئے

(اصول کافی: 1/332 **باب ان الائمہ ورثوا علم النبی وجمیع الانبیاء والاوصیاء الذین من قبلهم**)

اس روایت نے یہ واضح کر دیا کہ اس آیت میں نبوت اور بادشاہت مراد ہے

(3) بحار الانوار میں ہے: **[وورث سليمان]۔۔۔۔۔ وقيل: إنه ورثه علمه ونبوته**

اور سلیمان علیہ السلام وارث ہوئے اور اس بارے کہا گیا کہ بے شک وہ وارث ہوئے علم اور نبوت کے

(بحار الانوار: جز 14/66)

(4) حضرت داؤد علیہ السلام کے بیٹوں کی تعداد کتب تاریخ و تفاسیر میں 19 ملتی ہے جیسا کہ اہل سنت کی کتب میں ہے تفسیر بغوی میں ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[{وَوَرِثَ سُلَيْمَانُ دَاوُدَ} نبوته وعلمه وملكه دون سائر أولاده وكان لداود تسعة عشر ابنا]

ترجمہ: حضرت سلیمان علیہ السلام، حضرت داؤد علیہ السلام کی نبوت، ان کے علم اور ان کے ملک کے وارث ہوئے نہ کہ ان کی باقی اولاد، حضرت داؤد علیہ السلام کے انیس بیٹے تھے

(تفسیر بغوی: 6/148 تحت وورث سلیمان داود)

اسی طرح یہی بات اہل سنت کی متعدد تفاسیر میں موجود ہے چند ایک کتب درج ذیل ہیں

(1) تفسیر اللباب: تحت آیت وورث سلیمان داود (2) تفسیر خازن: 3/339

(3) تفسیر السراج المنیر: 3/59 (4) تفسیر العز بن عبد السلام: 1/799

شیعہ کتاب [ناسخ التواریخ: 1/270 اور 284] میں 17 بیٹوں کے نام لکھے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کے متعدد فرزند تھے پس اگر آیت مذکورہ میں مالی وراثت کا بیان ہوتا تو پھر صرف حضرت سلیمان علیہ السلام کا ذکر نہ ہوتا بلکہ تمام بیٹوں میں وراثت تقسیم ہوتی، کیا معاذ اللہ اس آیت ذکر کرنے کا مقصد یہ ہے کہ باقی فرزندوں کو ان کے حق سے محروم کر دیا گیا؟ نہیں ہرگز ایسا نہیں ہے نہ ہی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے فرزندوں کا حق سلب کرنے والے ہیں اور نہ ہی حضرت سلیمان علیہ السلام اپنے بھائیوں کے حقوق غصب کرنے والے ہیں کلام اللہ بے فائدہ ہونے سے پاک ہے اس لئے اس آیت میں میراث نبوت اور بادشاہت مراد ہوگی اور مال کی وراثت سے اس کا کوئی تعلق نہیں

(2) [وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِن لَّدُنكَ وَلِيًّا ۔ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا]

ترجمہ: یعنی زکریا نے کہا کہ (اے پالنے والے) میں بعد بنی اعمام کے تصرف ناجائز سے ڈرتا ہوں، تو مجھے باوجود یہ کہ میں نہایت بوڑھا ہوں اور زوج بھی بانجھ ہے، مگر اپنی قدرت سے بیٹا دے دے جو میرا اور میرے بزرگوں کا وارث ہو [ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ مریم آیات 6،5)

اس آیت میں بھی وراثت علم شریعت مراد ہے مال کی وراثت ہرگز مراد نہیں

اس کے دلائل یہ ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(1) انبیاء علیہم السلام کی نگاہ میں مال دنیا کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی بلکہ انبیاء تو علوم الٰہیہ اور احکام شرعیہ سے سروکار رکھتے ہیں یہ تو دنیادار لوگ ہیں جن کی نگاہ میں مال و دولت بڑی وقعت رکھتی ہے اسی لئے دنیادار چاہتے ہیں کہ ان کا مال اور جمع پونجی ان کی اولاد کے کام آئے کسی دوسرے کے کام نہ آئے اگر دنیادار کا مال اس کی اولاد کے علاوہ کسی دوسرے رشتہ دار کے پاس چلا جائے تو اسے بڑا رنج ہوتا ہے مگر اللہ تعالیٰ کے انبیاء کرام علیہم السلام کا یہ حال نہیں ہے وہ خود بھوکے رہتے ہیں اپنی اولاد اپنے اہل بیت کو بھوکا رکھتے ہیں دو دو ماہ ان کے چولہوں میں دھواں نہیں ہوتا لیکن دنیاوی اموال جس قدر آتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تقسیم کر دیتے ہیں اور گھر کے لئے کچھ نہیں رکھتے لہٰذا ان مقدس ہستیوں پر اپنے آپ کو قیاس نہ کرو یہ دلیل عقلی ہے جو ہر صاحب عقل کو مجبور کرتی ہے کہ وہ اس آیت میں علم شریعت کی وراثت مراد لیں اور دنیاوی مال کی وراثت مراد نہ لیں۔

(2) اور اگر اس آیت کے ماقبل کو اور مابعد کو سوچ سمجھ کر دیکھ لیا جائے تو علمی میراث کے علاوہ کوئی اور معنیٰ تصور میں نہیں آسکتا، دیکھئے ماقبل یہ ارشاد ہوتا ہے [**وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِن وَرَائِي**] ترجمہ: میں بعد بنی اعمام کے تصرف ناجائز سے ڈرتا ہوں، یہ ترجمہ زیدی صاحب کا ہے، اب ذرا سوچئے کہ حضرت زکریا علیہ السلام کو کس بات کا ڈر ہے کہ رشتہ چونکہ بداعمال ہیں وہ میرے مال کو برے کاموں میں خرچ کریں گے اور یہ معاملہ آپ کو پسند نہیں اس کا علاج تو آسان تھا کہ سارا مال اللہ تعالیٰ کی راہ میں خیرات کر دیتے، اور دوسری بات یہ ہے کہ از روئے شریعت باری تعالیٰ آپ کے رشتہ دار آپ کے مال کے وارث تھے اور یہ از روئے باری تعالیٰ ان کا حق تھا تو اس میں گھبرانے کی کیا ضرورت تھی احکام الٰہیہ کے عمل کرنے میں انبیاء علیہ السلام تو نہیں گھبراتے لیکن دوسرا رخ دیکھا جائے تو آپ کو اس بات کا ڈر تھا کہ میرے رشتہ دار میرے بعد علم شریعت کے پھیلانے میں اور دین اسلام کے پھیلانے میں کوتاہی کریں گے تو یہ اندیشہ واقعی صحیح ہے اور انبیاء علیہ السلام کی شان کے مطابق ہے اس صورت میں حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا میں بھی وراثت علم شریعت مراد ہوگی اگر کوئی یہاں پر وراثت مال مراد لینے کی کوشش کرے گا تو ماقبل آیت کے خلاف کرے گا جو نظم قرآن کو مضر ہے۔

(3) اور اگر اس آیت میں دعائے زکریا کے مابعد کو دیکھا جائے تو ارشاد ہوتا ہے [**يَا يَحْيَىٰ خُذِ الْكِتَابَ**

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بِقُوَّةٍ](سورۃ مریم آیت:12) اے یحییٰ اس کتاب کو قوت سے پکڑلو: یہ وہی مولود ہیں جن کے لئے حضرت زکریا علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی اللہ تعالیٰ نے حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا کو قبول فرمایا اور یحییٰ علیہ السلام کو فرمایا اس کتاب کو قوت سے پکڑلو اگر زکریا علیہ السلام کی مراد مال کی وراثت ہوتی تو اللہ تعالیٰ یحییٰ علیہ السلام کو حکم دیتے اے یحییٰ علیہ السلام اس مال کو قوت سے پکڑلو مگر ایسا نہیں لہٰذا اگر یہاں مال کی وراثت مراد لی جائے تو اس آیت کے مابعد کے خلاف ہے، لہٰذا ان دلائل کی روشنی میں اس آیت میں مال کی وراثت مراد لینا درست نہیں بلکہ علم شریعت کی وراثت مراد لینا ہی درست ہے

(3) يُوصِيكُمُ اللهُ فِي أَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ:

ترجمہ: یعنی اللہ تمہاری اولاد میں وراثت جاری کرنے کی وصیت کرتا ہے لہٰذا مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا [ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ النساء آیت 11)

اس آیت میں حضور ﷺ کے امتیوں کو خطاب ہے خود اس خطاب کے مخاطب نہیں دلیل وہی ہے کہ حدیث میں ہے [**لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ**] جس طرح حضور پرنور ﷺ کے لئے چار سے زائد نکاح درست تھے اور یہ حضور ﷺ کی خصوصیت تھی اسی طرح حضور ﷺ کا اس جہان فانی سے روانگی پر اپنے وارثوں کے لئے علم شریعت وعلم اسرار شریعت میراث میں چھوڑنا، دنیا کی چیزوں میں کوئی چیز حضور ﷺ نے میراث میں نہیں چھوڑی اہل سنت کے لئے تو وہ ایک حدیث ہی اس معاملہ کے لئے کافی ہے جو اوپر بیان ہوئی یعنی (**لَا نُوْرَثُ مَا تَرَكْنَا صَدَقَةٌ**) دل کے اطمینان کے لئے شیعہ کتب سے اس کے دلائل ملاحظہ فرمائیں

(1) محمد بن الحسن وعلي بن محمد، عن سهل بن زياد، ومحمد بن يحيى، عن أحمد بن محمد جميعا، عن جعفر بن محمد الاشعري، عن عبدالله بن ميمون القداح، وعلي بن إبراهيم، عن أبيه، عن حماد بن عيسى، عن القداح، عن أبي عبدالله عليه السلام قال: قال رسول الله صلى الله عليه وآله: من سلك طريقا يطلب فيه علما سلك الله به طريقا إلى الجنة...... وإن العلماء ورثة الانبياء إن الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما ولكن ورثوا العلم فمن أخذ منه أخذ بحظ وافر.

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: حضرت امام جعفر علیہ السلام سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ پر جائے اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر لے جاتا ہے ۔۔۔۔اور علماء (دین) انبیاء علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں بے شک انبیاء کسی شخص کو دینار و درہم (سونے چاندی) کا وارث نہیں بناتے لیکن وہ علم (دین) کا وارث بناتے ہیں پس جس نے اس (علم) میں سے حاصل کیا اس نے بڑا بخت حاصل کیا (اصول کافی:1/65 باب العالم والمتعلم طبع جدید تہران)

(2) محمد بن يحيى، عن أحمد بن محمد بن عيسى، عن محمد بن خالد، عن أبي البختري، عن أبي عبدالله عليه السلام قال: إن العلماء ورثة الانبياء وذاك أن الانبياء لم يورثوا درهما ولا دينارا، وانما اورثوا أحاديث من أحاديثهم، فمن أخذ بشيء منها فقد أخذ حظا وافرا:

ترجمہ: حضرت امام جعفر علیہ السلام نے فرمایا بے شک علماء (دین) انبیاء کے وارث ہیں اور اس لئے کہ انبیاء نے کسی کو درھم و دینار کا وارث نہیں بنایا اور بے شک انبیاء نے (شریعت کی) باتوں کا وارث بنایا ہے پس جس نے اس میں سے لیا اس نے بڑا نصیب حاصل کیا

(1) اصول کافی:1/60 طبع جدید تہران (2) البرہان فی تفسیر القرآن البحرانی:1/12
(3) عوالی اللآلی للاحسائی:1/15 رقم 29 (4) میزان الحکمۃ للاریشہری:3/363
(5) مستدرک سفینۃ البحار للنمازی:1/343 (6) بحار الانوار:1/164
(7) الوجیز فی أصول العقائد وأحکام التقلید والبلوغ:1/63 (8) فقہ الصادق الروحانی: جز7/162
(9) سیرۃ أمیر المؤمنین علی بن أبی طالب الصلابی:1/202 (10) مجمع البحرین، الطریحی:2/197

(3) حضرت علی کرم اللہ وجہہ اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ کو وصیت فرماتے ہیں:

[وتفقه في الدين فان الفقهاء ورثة الانبياء ان الانبياء لم يورثوا دينارا ولا درهما ولكنهم ورثوا العلم فمن اخذ منه اخذ بحظ وافر۔]

ترجمہ: علم دین حاصل کر اس لئے کہ بے شک فقہاء (علماء) ہی انبیاء کے وارث ہیں انبیاء کسی دینار و درہم کا وارث نہیں بناتے لیکن انہوں نے علم دین کا وارث بنایا پس جس نے اس میں حاصل کیا اس نے بڑا نصیب

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لے لیا (من لایحضرہ الفقیہ:2/236)

(4) حضور ﷺ کے آخری لمحات میں حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے اپنے دونوں بیٹوں حسنین شریفین کو حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کر کے عرض کیا یا رسول اللہ:

[ھٰذا ان ابناء ك فورثهما شيئًا فقال اما حسن فان له هيبتي وسودري واما حسين فان له جرءتي وجودي]

ترجمہ: یہ دونوں آپ کے بیٹے ہیں پس انہیں کسی چیز کا وارث بنا دیجئے پس حضور ﷺ نے فرمایا حسن کے لئے میری ہیبت اور سرداری ہے اور حسین کے لئے میری دلیری اور سخاوت ہے

(1) شرح نہج البلاغہ ابن حدید:2/261 (2) کشف الغمہ:2/84 طبع تہران

(5) عن المفضل بن عمر قال قال ابو عبد الله ان سلیمان ورث داؤد وانّ محمدا ورث سلیمان وانا ورثنا محمدا و ان عندنا علم التوراةِ والانجيل والزبور وتبيان ما في الالواح:

ترجمہ: حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام حضرت داوٗد علیہ السلام کے وارث ہوئے اور حضرت محمد ﷺ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وارث ہوئے اور ہم حضرت محمد (ﷺ) کے وارث ہوئے اور ہمارے پاس علم ہے تورات وانجیل وزبور کا اور ہمارے پاس بیان واضح ہے اس کا جو الواح موسیٰ علیہ السلام میں تھا

(اصول کافی:1/224،225 طبع جدید تہران) (مترجم اصول کافی:1/257 طبع کراچی)

(6) حضور ﷺ نے جب مدینہ میں مسجد نبوی کے اندر مواخات قائم کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی بنایا اور فرمایا کہ تو میرا بھائی اور وارث ہے اس پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

[والذی ارث منك يارسول الله قال ما ورثت الانبياء من قبلي قال وما ورثت الانبيآء من قبلك قال كتاب ربهم وسنة نبيهم انت معي ياعلي في قصري في الجنة مع فاطمة ابنتي هي زوجتك في الدنيا والأخرة وانت رفيقي:]

ترجمہ: اللہ کی قسم میں آپ کا وارث ہوں گا یا رسول اللہ ﷺ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھ سے پہلے انبیاء کرام

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علیہم السلام نے میراث نہیں چھوڑی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی پھر آپ سے پہلے انبیاء کرام علیہم السلام نے کون سی چیز میراث میں چھوڑی ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ انہوں نے اپنے رب کی کتاب اور اپنی سنت میراث میں چھوڑی ہے، اے علی رضی اللہ عنہ تم میرے محل میں جنت میں میرے ساتھ ہو گے میری بیٹی فاطمہ (رضی اللہ عنہا) بھی تمہارے ساتھ ہو گی وہ دنیا اور آخرت میں تمہاری زوجہ ہے اور تم میرے رفیق ہو گے

(تفسیر فرات کوفی تصنیف فرات بن ابراہیم شیعی: ص 82 مطبوعہ نجف)

اس کے علاوہ خود شیعہ حضرات کے علماء نے اس آیت میں تخصیص کر رکھی ہے خود ان کی کتب فقہ میں مانع ارث 20 لکھے ہوئے ہیں ان میں 4 حاضر خدمت ہیں

(1) پہلا مانع کفر ہے اس کی صورت یہ ہے کہ باپ مسلمان ہے اور بیٹا اس کا کافر ہے باپ کے مرنے پر یہ کافر بیٹا میراث سے محروم رہے گا شیعہ علماء اس کی تخصیص کے لئے یہ روایت لکھتے ہیں:

[عن أبي عبد الله (عليه السلام) قال: لا يرث الكافر المسلم]

ترجمہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں

(1) تفصیل الشریعۃ فی شرح تحریر الوسیلہ: 12/21 (2) وسائل الشیعۃ: 5/245 رقم 32387

(2) دوسرا مانع قتل ہے اس کی صورت یہ ہے کہ بیٹا باپ کو قتل کر دیتا ہے تو وہ اس کی میراث سے محروم ہو جائے گا اس تخصیص کے لئے شیعہ علماء یہ روایت لکھتے ہیں

[محمد بن يعقوب، عن محمد بن يحيى، عن أحمد وعبد الله ابني محمد عن ابن أبي عمير، عن هشام بن سالم، عن أبي عبد الله (عليه السلام) قال: قال رسول الله (صلى الله عليه وآله): لا ميراث للقاتل]

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قاتل کے لئے میراث نہیں

(1) وسائل الشیعۃ: 5/246 رقم 32417 (2) الکافی الکلینی: 7/192

(3) تیسرا مانع غلامی ہے اس کی صورت یہ ہے کہ باپ آزاد ہو گیا ہے اور بیٹا غلام ہے تو باپ کے مرنے پر یہ غلام بیٹا اس کا وارث نہیں اس تخصیص کی دلیل یہ لکھتے ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[عن أبي عبد الله عليه السلام قال: لا يتوارث الحر والمملوك]
ترجمہ: حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے فرمایا آزاد اور غلام ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے
(الکافی الکلینی::7/205)

(4) چوتھا مانع لعان ہے اس کی صورت یہ ہے کہ ایک مرد اپنی زوجہ پر زنا کی تہمت لگاتا ہے اور وہ عورت انکار کرتی ہے مرد گواہ بھی پیش نہ کر سکا تو معاملہ قاضی کے پاس پیش ہوگا تو قاضی لعان کا حکم دے گا اس کے بعد قاضی ان دونوں میاں بیوی میں تفریق کر دے گا اس کے بعد جو لڑکا پیدا ہوگا تو وہ لڑکا جب مرے گا تو اس کا باپ اس کی میراث نہیں پائے گا اس تخصیص کی دلیل یہ روایت لکھتے ہیں [**عن زرارة عن أبي جعفر عليه السلام أن ميراث ولد الملاعنة لامه فإن كانت امه ليست بحية فلاقرب الناس إلى امه أخواله.**]
ترجمہ: حضرت امام جعفر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لعان والی عورت کا بیٹا مر جائے تو اس کی وارث ماں ہے اگر اس کی ماں زندہ نہ ہو تو اس لڑکے کے ماموں جو اس کے قریب ہیں وہ وارث ہیں (الکافی الکلینی:7/222)
یہ سب روایات خبر واحد ہیں متواتر نہیں بلکہ ان کی سند کو بھی صحیح ثابت کرنا مشکل ہے مگر اس کے باوجود ان سے شیعہ علماء تخصیص ثابت کرتے ہیں اگر شیعہ علماء ان روایات سے آیت وراثت میں تخصیص کرتے ہیں اب اگر اہل سنت صحیح حدیث سے تخصیص کریں تو اس میں کون سی قباحت ہے جبکہ اہل سنت کی پیش کردہ حدیثیں شیعہ سنی علماء کتابوں میں صحیح سند سے موجود ہیں اور ائمہ اہل بیت کی تصدیق شدہ ہیں اس لئے ان کی تخصیص میں تو کسی اہل علم کو کوئی شبہ نہیں اس لئے کہ جو حدیثیں تخصیص کی ہیں وہ ناسخ نہیں بلکہ مفسر ہیں آیت یوصیکم اللہ چونکہ مجمل ہے اور حدیث ابی بکر رضی اللہ عنہ اور حدیث امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے اس کو مفسر کیا کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہیں۔

(4) **وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ:**
ترجمہ: یعنی ہم نے والدین اور اقرباء کے ترکہ میں ہر ایک کے بلا استثناء وارث قرار دیئے ہیں
[ترجمہ جعفر زیدی شیعہ] (سورۃ النساء آیت 33)
اس آیت کا ترجمہ کرتے وقت جعفر زیدی نے [بلا استثناء] کا لفظ خود بڑھایا ہے ورنہ بتایا جائے کہ یہ کس لفظ کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ ہے یہ ہی معنوی تحریف ہے اس آیت میں بھی حضور ﷺ کو خطاب نہیں بلکہ امت کو خطاب ہے اور اس تخصیص کے دلائل بھی وہی ہیں جو اوپر مذکور ہوئے اس آیت کا صحیح ترجمہ ملاحظہ فرمائیں پوری آیت یوں ہے

[وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ ۚ وَالَّذِينَ عَقَدَتْ أَيْمَانُكُمْ فَآتُوهُمْ نَصِيبَهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدًا]

ترجمہ: اور ہم نے سب کے لئے مال کے مستحق بنا دیئے ہیں جو کچھ چھوڑ جائیں ماں باپ اور قرابت والے اور وہ جن سے تمہارا حلف بندھ چکا انہیں اُن کا حصہ دو بے شک ہر چیز اللہ کے سامنے ہے، اب اس آیت میں بلا استثناء کالفظ کہاں موجود ہے اللہ ہدایت عطاء فرمائے

{ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے راضی تھیں }

اہل سنت کی کتب سے سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہونا:

(1) أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ حَدَّثَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ: مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ الْحَافِظُ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْوَهَّابِ حَدَّثَنَا عَبْدَانُ بْنُ عُثْمَانَ الْعَتَكِيُّ بِنَيْسَابُورَ حَدَّثَنَا أَبُو ضَمْرَةَ عَنْ إِسْمَاعِيلَ بْنِ أَبِي خَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: لَمَّا مَرِضَتْ فَاطِمَةُ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَتَاهَا أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَاسْتَأْذَنَ عَلَيْهَا فَقَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ: يَا فَاطِمَةُ هَذَا أَبُو بَكْرٍ يَسْتَأْذِنُ عَلَيْكِ فَقَالَتْ: أَتُحِبُّ أَنْ آذَنَ لَهُ قَالَ: نَعَمْ فَأَذِنَتْ لَهُ فَدَخَلَ عَلَيْهَا يَتَرَضَّاهَا وَقَالَ: وَاللهِ مَا تَرَكْتُ الدَّارَ وَالْمَالَ وَالأَهْلَ وَالْعَشِيرَةَ إِلاَّ لاِبْتِغَاءِ مَرْضَاةِ اللهِ وَمَرْضَاةِ رَسُولِهِ وَمَرْضَاتِكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ثُمَّ تَرَضَّاهَا حَتَّى رَضِيَتْ. هَذَا مُرْسَلٌ حَسَنٌ بِإِسْنَادٍ صَحِيحٍ.

ترجمہ: امام بیہقی کئی واسطوں سے امام شعبی سے روایت کرتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا بیمار ہوئیں تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ آئے اور اندر آنے کی اجازت طلب کی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیدہ سے پوچھا باہر ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں وہ اندر آنے کی اجازت طلب کرتے ہیں سیدہ نے کہا کہ تم (حضرت علی رضی اللہ عنہ) انہیں اجازت دینا پسند کرتے ہو، کہا ہاں، تو سیدہ نے اجازت دے دی ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اندر آئے اور بیمار پرسی کی اور کہا اللہ کی قسم! میرا مکان، مال، گھربار اور خاندان صرف اللہ، اس کے رسول اور اے اہل بیت تمہاری خوشنودی کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

لئے ہے پھر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیدہ کو راضی کرتے رہے حتیٰ کہ وہ راضی ہوگئیں

یہی روایت درج ذیل کتب میں موجود ہے:

(1) سنن الکبریٰ للبیہقی: 6/301 رقم 13113 (2) عمدۃ القاری شرح بخاری: جز 22/210

(3) کنز العمال: 5/605 رقم 14070 (4) البدایۃ والنہایۃ: 5/310

(5) سیر اعلام النبلاء: 3/103 (6) جامع الاحادیث لسیوطی: 25/254 رقم 27916

(7) تاریخ الاسلام للذہبی: 3/47

(2) أَخْبَرَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ نُمَيْرٍ، حَدَّثَنَا إِسْمَاعِيلُ عَنْ عَامِرٍ قَالَ: جَاءَ أَبُو بَكْرٍ إِلَى فَاطِمَةَ حِينَ مَرِضَتْ فَاسْتَأْذَنَ فَقَالَ عَلِيٌّ: هٰذَا أَبُو بَكْرٍ عَلَى الْبَابِ فَإِنْ شِئْتِ أَنْ تَأْذَنِي لَهُ. قَالَتْ: وَذٰلِكَ أَحَبُّ إِلَيْكَ؟ قَالَ: نَعَمْ. فَدَخَلَ عَلَيْهَا وَاعْتَذَرَ إِلَيْهَا وَكَلَّمَهَا فَرَضِيَتْ عَنْهُ.

ترجمہ: عامر بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے گھر جانے کے لئے دروازے پر پہنچے تو اندر آنے کی اجازت طلب کی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا دروازے پر ابو بکر رضی اللہ عنہ کھڑے اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں اگر تمہاری خوشی ہو تو آجائیں سیدہ نے کہا کہ تم اسے پسند کرتے ہو کہا ہاں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ اندر آئے اور سیدہ سے معذرت کی اور گفتگو کی تو سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا ان سے راضی ہوگئیں

(1) طبقات الکبریٰ لابن سعد: 8/27 طبع بیروت (2) الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ: ص 83

(3) سیرۃ الحلبیہ: 3/487

{شیعہ کتب سے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے راضی ہونا}

(1) كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يأخذ من فدك قوتكم، ويقسم الباقي ويحمل منه في سبيل الله، ولك على الله أن أصنع بها كما كان يصنع، فرضيت بذلك وأخذت العهد عليه به وكان يأخذ غلتها فيدفع اليهم منها يكفيهم ثم فعلت الخلفاء بعده كذلك الى ان ولي معاوية:

ترجمہ: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ خاتون جنت سلام اللہ علیہا سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فدک سے تمہاری خوراک لیا کرتے تھے اور باقی ماندہ تقسیم فرمادیا کرتے تھے اور فی سبیل اللہ سواریاں بھی لے کر دیا کرتے تھے، میں اللہ کی قسم کھا کر تم سے اقرار کرتا ہوں کہ میں فدک کی آمدنی اسی طرح صرف کروں گا جس طرح حضور ﷺ کیا کرتے تھے تو حضرت سیدہ (فاطمہ سلام اللہ علیہا) راضی ہوگئیں اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے اس کا عہد لے لیا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فدک کا غلہ وصول کر کے اہل بیت کی ضروریات کے مطابق انہیں دیا کرتے تھے پھر ان کے بعد دوسرے خلفاء نے بھی ایسا ہی کیا اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ تک یہی عمل جاری رہا

(1) شرح نہج البلاغہ ابن حدید: جز16 جلد4 ص80 ذکر ما فعل ابوبکر مطبوعہ بیروت

(2) درۃ نجفیۃ شرح نہج البلاغہ: ص332 مطبوعہ تہران

(3) شرح نہج البلاغہ ابن میثم البحرانی: 5/107 زیر خط نمبر 44 مطبوعہ تہران

(4) شرح نہج البلاغہ فارسی سید نقی علی: جز5 ص936 مطبوعہ تہران

{اہل بیت کے نزدیک حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا}

(1) (السید مرتضی) یقول: فلما وصل الأمر إلی علی بن أبی طالب (علیه السلام) کلم فی رد فدك، فقال: إنی لأستحی من الله أن أرد شیئاً منع منه أبو بکر، وأمضاه عمر:

ترجمہ: فرمایا جب معاملہ خلافت حضرت علی بن ابی طالب (علیہ السلام) کے پاس پہنچا آپ سے فدک کے لوٹائے جانے میں گفتگو ہوئی آپ نے فرمایا اللہ کی قسم! مجھے اس چیز کے لوٹانے سے شرم خدا آتی ہے جس کو ابوبکر نے نہیں لوٹایا

(شرح نہج البلاغہ ابن حدید: 4/94 مطبوعہ بیروت، کتاب الشافی فی الامامۃ: ص213)

(2) قال أبو بکر: وأخبرنا أبو زید قال: حدثنا محمد بن الصباح قال: حدثنا یحیی بن المتوکل أبو عقیل، عن کثیر النوال قال: قلت لابی جعفر محمد بن علی علیه السلام: جعلنی الله فداك! أرأیت أبا بکر وعمر، هل ظلما کم من حقکم شیئا - أو قال: ذهبا من حقکم بشیء؟ فقال: لا، والذی أنزل القرآن علی عبده لیکون

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

للعالمین نذیرا ، ما ظلمنا من حقنا مثقال حبه من خردل ، قلت : جعلت فداك أفأتولاهما ؟ قال : نعم ویحك ! تولهما فی الدنیا والاخرة . وما أصابك ففی عنقی . ثم قال : فعل الله بالمغیرة وبنان . فإنهما كذبا علینا أهل البیت :

ترجمہ: ابوعقیل کہتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی (امام باقر) علیہ السلام سے دریافت کیا میری جان آپ پر قربان، کیا ابوبکر اور عمر نے آپ کے حقوق کے بارے میں کچھ ظلم کیا یا آپ کا حق دبائے رکھا فرمایا نہیں، اللہ کی قسم جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل کیا تا کہ تمام جہانوں کے لئے وہ نذیر بن جائے ہمارے حقوق میں سے ایک رائی کے دانہ کے برابر بھی انہوں نے ہم پر ظلم نہیں کیا میں آپ پر قربان جاؤں کیا میں ان سے محبت رکھوں؟ فرمایا تو برباد ہو جائے انہیں دو جہانوں میں دوست رکھ اور اگر اس وجہ سے تمہیں کوئی نقصان ہو تو یہ میرے ذمہ ہے پھر امام نے فرمایا مغیرہ اور بنان سے خدا نبٹے ان دونوں نے ہم اہل بیت پر جھوٹ باندھا ہے (شرح نہج البلاغہ ابن حدید: 16 / 220 مطبوعہ حلب)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کے سامنے اپنی ساری جائیداد پیش کر دی

شیعہ مذہب کی معتبر کتاب حق الیقین کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی ساری جائیداد پیش کر دی ملاحظہ فرمائیے:

[جناب سیدہ جب مطالبہ فدک پیش کر چکیں تو حضرت ابوبکر نے سیدہ کے بہت سارے مناقب بیان فرمائے اور بہت معذرت کے بعد یہ کہا

''واموال واحوال خود را از تو مضائقه نمی کنم، آنچه خواهی بگیر تو سیدۂ امت پدر خودی، و شجرۂ طیبۂ برائے فرزندان خود انکار فضل تو کسے نمی کرد و حکم تو نافذ است در اموال من، اما در اموال مسلمانان مخالفت گفتۂ پدرت نمیتوانم کرد''

ترجمہ: اور میرے جملہ اموال واحوال میں آپ کو اختیار ہے آپ جو کچھ چاہیں بلا تامل لے سکتی ہیں آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کی سردار ہیں اور اپنے فرزندوں کے لئے شجرہ طیبہ ہیں آپ کی فضیلت کا کوئی انکار نہیں کر سکتا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے اور آپ کا حکم میرے تمام مال میں نافذ ہے لیکن مسلمانوں کے مال میں آپ کے والد محترم کے فرمان کی مخالفت نہیں کر سکتا] (حق الیقین ملا مجلسی: ص 231)

حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا وصال اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا جنازہ پڑھانا

مخالفین کا ایک یہ بھی کہنا ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو آپ کی وفات کی خبر نہ دی گئی جس کی بنا پر وہ جنازہ میں شامل نہ تھے، لیکن ذرا غور کیا جائے تو یہ بات غلط نظر آتی ہے اس لئے کہ مخالفین بھی مانتے ہیں کہ جب حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا بیمار ہوئیں تو ان کی تیمار داری حضرت اسماء زوجہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ فرما رہی تھیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مسجد نبوی میں ہی نماز پڑھاتے تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی مسجد نبوی میں نماز پڑھتے تھے اور گھر بھی ساتھ ہی تھا تو کس طرح ممکن ہے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی تیمار داری تو زوجہ ابو بکر کریں اور گھر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو ان کی وفات کی خبر نہ ہو ملاحظہ فرمائیے:

[ودر بعضی از کتب معتبرہ از ابن عباس روایت کردہ اند، کہ چوں حضرت فاطمہ علیہا السلام از دنیا رحلت کرد، اسماء بنت عمیس گریبان خود را درید، بجانب مسجد دوید حضرت امام حسن وحضرت امام حسین علیہما السلام درراہ اورا دیدندواحوال مادر خود را ازاو پرسیدنداوساکت شد وجواب نگفت چوں بخانہ آمد ند مادر خود را دیدند کہ درمیان خانہ خوابیدہ است پس بنزدیک او آمد ند و حضرت امام حسین علیہ السلام اورا حرکت داد ثوں دید کہ از دنیا رحلت کردہ است باامام حسن گفت کہ اے برادر خدا ترا مزددہد در مصیبت مادرت وازخانہ بیروں دویدہ فریاد برآورند کہ یامحمداہ یااحمداہ امروز کہ مادر ما از دنیا رحلت کرد مرگ تو برائے ما تازہ شد پس حضرت امیر المومنین را خبر کردند، آں حضرت در مسجد بود چوں ایں خبر جاں سوز را شنید

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مدہوش گرویدند آب بروئے مبارکش پاشید ندتا بھوش بازآمد]

ترجمہ: بعض معتبر کتابوں میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب سیدہ فاطمہ علیہما السلام نے دنیا سے رحلت فرمائی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے اپنا گریبان پھاڑ دیا اور مسجد کی طرف دوڑ پڑیں راستے میں امام حسن و حسین رضی اللہ عنہما نے انہیں دیکھا تو اپنی والدہ کی حالت دریافت کی یہ خاموش رہیں اور جواب میں کچھ نہ کہا جب دونوں (شہزادے) گھر تشریف لائے اپنی والدہ کو گھر کے درمیان سویا ہوا پایا نزدیک آئے اور امام حسین رضی اللہ عنہ نے والدہ ماجدہ کو حرکت دی جب انہیں معلوم ہوا کہ وہ دنیا سے رخصت ہوگئی ہیں تو اپنے برادر اکبر امام حسن رضی اللہ عنہ کو کہا بھائی جان والدہ کی مصیبت میں اللہ تعالیٰ آپ کو صبر عطاء فرمائے گھر سے دوڑتے ہوئے باہر آئے اور زور سے کہا "یا محمداہ، یا احمداہ" آج جب کہ ہماری والدہ ہمیں داغ مفارقت دے گئیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہوگئی، اس کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس امر کی اطلاع دی اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ مسجد میں تھے اس اندوہناک خبر کو سنتے ہی بے ہوش ہوگئے لوگوں نے آپ کے چہرے پر پانی ڈالا تب کہیں ہوش آیا

(جلاء العیون: 1 / 243، 244 زندگانی فاطمہ زہرا علیہا السلام فصل ہفتم کا آخر مطبوعہ تہران)

اسی طرح حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وفات کا تذکرہ ناسخ التواریخ میں بھی ہے ملاحظہ فرمائیے:

[قال ابن عباس قبضت فاطمة من نومها فارتجت المدينة بالبكآء من الرجال والنساء وداهش الناس كيوم قبض فيه رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم فاقبل ابوبكر و عمر تعزيان عليا ويقولون له يا ابا الحسن لاتسبقنا بالصّلوٰة على ابنة رسول الله]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس دن سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کا انتقال ہوا تو مرد و زن کی چیخ و پکار سے پورا مدینہ لرز اٹھا اور لوگوں میں ایسی سراسیمگی پھیل گئی جیسے سراسیمگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے وقت پھیلی تھی سیدہ کی وفات کا سن کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ تعزیت کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور انہیں کہا اے ابوالحسن بنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز جنازہ پڑھنے کے وقت ہمیں پیچھے نہ چھوڑنا

(1) ناسخ التواریخ جزو اول از تاریخ الخلفاء ص 181 مصنفہ مرزا محمد تقی طبع جدید تہران

(2) کتاب سلیم بن قیس: 226 مطبع حیدری نجف

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

{حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کا جنازہ پڑھایا}

(1) أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عُمَرَ، حَدَّثَنَا قَيْسُ بْنُ الرَّبِيعِ، عَنْ مُجَالِدٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ قَالَ: صَلَّى عَلَيْهَا أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَعَنْهَا

ترجمہ: امام شعبی کہتے ہیں کہ (سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا) پر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ پڑھی

(طبقات الکبریٰ لابن سعد: 8/29 رقم 9834 طبع بیروت)

(2) أَخْبَرَنَا شَبَابَةُ بْنُ سَوَّارٍ، حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ أَبِي الْمُسَاوِرِ، عَنْ حَمَّادٍ عَنْ إِبْرَاهِيمَ قَالَ: صَلَّى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقُ عَلَى فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَكَبَّرَ عَلَيْهَا أَرْبَعًا:

ترجمہ: حماد بن ابراہیم سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کی نماز جنازہ کی امامت کرائی اور آپ نے چار تکبیریں کہیں۔

(1) طبقات الکبریٰ لابن سعد: 8/29 رقم 9835 طبع بیروت

(2) کنز العمال: 15/718 رقم 42863

(3) جامع الاحادیث للسیوطی: 36/408 رقم 39630

ان تمام روایات سے بات بالکل واضح ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضرت سیدہ فاطمہ سلام اللہ علیہا کی وفات کا علم بھی تھا اور جنازہ بھی انہوں نے ہی پڑھایا

{نماز جنازہ میں امامت کا دستور}

49ھ میں جب حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کی امامت کے لئے سعید بن العاص اموی کو آگے کر دیا:

وأخبرنا أبو عبد الله الحافظ قال حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب قال حدثنا الحسن بن علي بن عفان قال حدثنا حسين بن علي عن زائدة عن سفيان الثوري عن سالم بن أبي حفصة عن أبي حازم قال رأيت حسين بن علي قدم سعيد بن العاص على الحسن بن علي فصلى عليه ثم قال لولا أنها سنة ما قدمته.

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: ابی حازم کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہ نے حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ عنہ کی نماز پڑھانے کے لئے سعید بن العاص کو آگے کر دیا اور پھر فرمایا کہ یہ طریقہ مجھ سے پہلے جاری نہ ہوتا تو انہیں آگے نہ کرتا

(1)معرفۃ السنن والآثار للبیہقی:3/159 رقم 2131 (2)البدایۃ والنہایۃ:8/48

{اس مسئلہ میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا طریقہ کار}

یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ تمام کتب تواریخ اس پر گواہ ہیں کہ باغ فدک زمانہ مرتضوی میں بھی اسی طرح رہا جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی خلافت میں ایسے ہی جاری رکھا تو اگر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنے دور حکومت میں فدک غصب کرلیا تھا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرض تھا کہ وہ فدک کو تقسیم کرتے اور اس وقت جو وارث موجود تھے ان کو دے دیتے اور شیعہ کے بقول جو بات ناجائز چلی آرہی تھی اس کو درست فرمادیتے کیونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

امام کے لئے پانچ امر ضروری ہیں:

(1)خوب واعظ کرنا (2)لوگوں کی خیر خواہی میں خوب قوت صرف کرنا

(3)نبی کی سنت کو زندہ کرنا (4)سزاؤں کے حق داروں کو سزادینا

(5)حق داروں کو ان کے حقوق واپس لوٹادینا (نہج البلاغہ مصری:1/202)

قال علی علیه السلام: انی اذا أبصرت شیئا منکرا أوقدت ناری ودعوت قنبرا.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب میں شریعت کے خلاف کوئی کام دیکھتا ہوں تو میں آگ جلاتا ہوں اور قنبر بلاتا ہوں (رجال کشی: ص199)

اسی لئے آپ نے ان لوگوں کو جلا دیا جو آپ کو خدا کہنے لگ گئے تھے

دوسرے مقام پر آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **ولا المعطل للسنة فیهلك الامة:**

ترجمہ: امام ایسا نہیں ہونا چاہیے کہ جو نبی کے طریقہ کو چھوڑ دے ورنہ امت ہلاک ہوجائے گی

(نہج البلاغہ:2/10 خطبہ نمبر 131)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا طریقہ عین شریعت کے مطابق تھا ورنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس کو تبدیل فرما دیتے

إِنَّ عَلِيًّا لَمَّا وَلِيَ الْخِلَافَةَ لَمْ يُغَيِّرْهَا عَمَّا عُمِلَ فِيهَا فِي عَهْدِ أَبِي بَكْرٍ، وَعُمَرَ، وَعُثْمَانَ، وَلَمْ يَتَعَرَّضْ لِتَمَلُّكِهَا، وَلَا لِقِسْمَةِ شَيْءٍ مِنْهَا، بَلْ كَانَ يَصْرِفُهَا فِي الْوُجُوهِ الَّتِي كَانَ مَنْ قَبْلَهُ يَصْرِفُهَا فِيهَا، ثُمَّ كَانَتْ بِيَدِ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ حُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ، ثُمَّ بِيَدِ عَلِيِّ بْنِ الْحُسَيْنِ، ثُمَّ بِيَدِ الْحُسَيْنِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ بِيَدِ زَيْدِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ بِيَدِ عَبْدِ اللهِ بْنِ الْحَسَنِ، ثُمَّ تَوَلَّاهَا بَنُو الْعَبَّاسِ عَلَى مَا ذَكَرَهُ أَبُو بَكْرٍ الْبُرْقَانِيُّ فِي "صَحِيحِهِ". وَهٰؤُلَاءِ كُبَرَاءُ أَهْلِ الْبَيْتِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ، وَهُمْ مُعْتَمَدُ الشِّيعَةِ وَأَئِمَّتُهُمْ، لَمْ يُرْوَ عَنْ وَاحِدٍ مِنْهُمْ: أَنَّهُ تَمَلَّكَهَا، وَلَا وَرِثَهَا، وَلَا وُرِثَتْ عَنْهُ، فَلَوْ كَانَ مَا يَقُولُهُ الشِّيعَةُ حَقًّا لَأَخَذَهَا عَلِيٌّ، أَوْ أَحَدٌ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ لَمَّا ظَفِرُوا بِهَا، وَلَمْ فَلَا.

ترجمہ: جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منصب خلافت سنبھالا تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں جاری کسی نظام میں تبدیلی نہیں کی اسکی ملکیت میں کسی قسم کا کوئی تعرض نہیں کیا، نہ اس کی کوئی جائیداد تقسیم کی، بلکہ جو املاک خلافت پہلے سے چلے آرہے تھے انہی میں خرچ کیا، اس کے بعد خلافت حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں منتقل ہوئی، پھر ترتیب وار حسین بن علی رضی اللہ عنہ، علی بن حسین رحمۃ اللہ علیہ، حسین بن حسن رحمۃ اللہ علیہ، زید بن حسن رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن حسن رحمۃ اللہ علیہ اور آل عباس کے ہاتھ میں رہی، جیسا کہ ابوبکر برقانی نے اپنی صحیح میں ذکر کیا یہ سب حکمران اہل بیت کے بزرگ شرفا ہیں، یہ لوگ شیعہ اور ان کے ائمہ کے نزدیک زیادہ معتمد اور قابل قدر ہیں، لیکن ان میں کسی سے کوئی ایک بھی روایت نہیں ملتی کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترکہ کو اپنی وراثت اور ملکیت سمجھا ہو، لہٰذا اگر شیعہ کا دعوی سچ ہے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ یا آپ کے اہل بیت میں سے کسی کو اپنا حق ضرور لینا چاہیے تھا کیونکہ اب حکومت انہی کے ہاتھوں میں تھی ورنہ یہ تسلیم کرنا ہوگا کہ یہ دعوی درست نہیں (المفہم لما اشکل من تلخیص کتاب مسلم: 11/88)

{ کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو باغ فدک ہبہ کر دیا تھا؟ }

ایک طرف تو شیعہ حضرات یہ دعوی کرتے ہیں کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو وراثت کا حق نہیں ملا جب اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے متعلق دلائل کا جواب نہیں دے پاتے تو پھر کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا کو فدک ہبہ کر دیا تھا اگر فدک ہبہ ہوا تھا تو پھر وراثت کے طور پر باغ فدک کا مطالبہ کیسے درست ہوسکتا ہے کیونکہ ہبہ شدہ مال وراثت میں داخل ہی نہیں اس لئے شیعہ کے دونوں دعوی ایک دوسرے کی نقیض ہیں ہبہ والی روایات جو اہل سنت کی کتب سے نقل کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں

[وأخرج البزار وأبو يعلى، وابن أبي حاتم، وابن مردويه عن أبي سعيد الخدري رضي الله عنه قال: لما نزلت هذه الآية {وآت ذا القربى حقه} دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة فأعطاها فدك] (الدر المنثور لسیوطی:9/320)

حَدَّثَنَا عَبَّادُ بْنُ يَعْقُوبَ، ثنا أَبُو يَحْيَى التَّيْمِيُّ، ثنا فُضَيْلُ بْنُ مَرْزُوقٍ، عَنْ عَطِيَّةَ، عَنْ أَبِي سَعِيدٍ، قَالَ: لَمَّا نَزَلَتْ هَذِهِ الآيَةُ: {وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ} دَعَا رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم فَاطِمَةَ فَأَعْطَاهَا فَدَكَ (کشف الاستار:2/390)

وقال الحافظ أبو بكر البزار: حدثنا عباد بن يعقوب، حدثنا أبو يحيى التيمي حدثنا فضيل بن مرزوق، عن عطية، عن أبي سعيد قال لما نزلت، هذه الآية {وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ} دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة فأعطاها "فدك

(تفسیر ابن کثیر:5/68)

سب روایات کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب آیت {وَآتِ ذَا الْقُرْبَى حَقَّهُ} نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو بلوایا اور انہیں فدک عطاء کر دیا

ان جیسی تمام روایات میں فضیل ابن مرزوق، عطیہ العوفی اور ابوسعید راوی ہیں ابوسعید سے مراد یہاں ابوسعید کلبی صاحب تفسیر ہیں ان کا مکمل نام یہ ہے الكَلْبِيُّ مُحَمَّدُ بنُ السَّائِبِ بنِ بِشْرٍ: اس کے متعلق امام ذہبی لکھتے ہیں [العَلاَّمَةُ، الأَخْبَارِيُّ، أَبُو النَّضْرِ مُحَمَّدُ بنُ السَّائِبِ بنِ بِشْرٍ الكَلْبِيُّ، المُفَسِّرُ. وَكَانَ أَيْضاً رَأْساً فِي الأَنْسَابِ، إِلاَّ أَنَّهُ شِيْعِيٌّ، مَتْرُوْكُ الحَدِيْثِ.]

(سیر اعلام النبلاء:11/309 رقم 111)

(1) محمد بن سائب الکلبی کا تعارف:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(1)ابونعیم اصفہانی لکھتے ہیں:

[محمد بن السائب الكلبي عن أبي صالح أحاديثه موضوعة]

محمد بن سائب الکلبی نے ابی صالح سے جو روایات کی ہیں وہ جھوٹی ہیں (الضعفاء للاصفہانی: ص 138)

(2)امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

[محمد بن السائب أبو النضر الكلبي، تركه يحيى بن سعيد، وابن مهدي. حدثنا علي ثنا يحيى بن سعيد عن سفيان قال: قال لي الكلبي: قال لي أبو صالح: كل شيء حدثتك فهو كذب]

ترجمہ: محمد بن سائب الکلبی کو یحییٰ بن سعید اور ابن مہدی نے چھوڑ دیا تھا، امام سفیان کہتے ہیں کہ کلبی نے مجھ سے کہا کہ میں نے ابوصالح سے جو روایات کی ہیں وہ سب جھوٹ ہیں

(الضعفاء للبخاری: ص 121 رقم 337)

(3)امام عقیلی نے اسے ضعفاء میں لکھا (الضعفاء للعقیلی: 4/76 رقم 1632)

(4)ابوزرعہ رازی نے اس کو ضعفاء میں لکھا ہے

(الضعفاء وأجوبہ أبی زرعہ الرازی علی سؤالات البرذعی: 2/654 رقم 289)

(5)امام دارقطنی نے ضعفاء میں لکھا (الضعفاء والمتروکون للدارقطنی: ص 34 رقم 437)

(6)ابوحاتم لکھتے ہیں

محمد بن السائب الكلبي: كنيته أبو النضر، من أهل الكوفة، وهو الذي يروي عنه الثوري ومحمد بن إسحق ويقولان: حدثنا أبو النضر حتى لا يعرف، وهو الذي كناه عطية العوفي أبا سعيد وكان يقول: حدثني أبو سعيد يريد به الكلبي فيتوهمون أنه أراد أبا سعيد الخدري.

یعنی محمد بن سائب الکلبی جس کی کنیت ابونضر ہے جو کوفہ کے رہنے والے ہیں سفیان ثوری اور محمد بن اسحاق کہتے ہیں اس کو نہیں جانتے اور عطیہ عوفی اس کی کنیت ابوسعید بیان کرتا ہے اور کہتا ہے مجھ سے حدیث بیان کی ابو سعید نے اس سے اس کی مراد الکلبی ہوتا ہے لیکن دوسروں کو وہم دیتا ہے کہ اس سے مراد ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہے (المجروحین لابی حاتم:2/253)

(7)امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں:

قال معتمر بن سليمان عن أبيه كان بالكوفة كذابان أحدهما الكلبي ---- وقال الدوري عن يحيى بن معين ليس بشئ وقال معاوية بن صالح عن يحيى ضعيف وقال أبو موسىٰ ما سمعت يحيى ولا عبدالرحمن يحدثان عن سفيان عنه بشئ وقال البخاري تركه يحيى وابن مهدي..... وقال عبد الواحد بن غياث عن ابن مهدي جلس إلينا أبو جزء على باب أبي عمرو بن العلاء فقال أشهد أن الكلبي كافر قال فحدثت بذلك يزيد بن زريع فقال سمعته يقول أشهد أنه كافر قال فماذا زعم قال سمعته يقول كان جبريل يوحي إلى النبي صلى الله عليه وآله وسلم فقال النبي لحاجته وجلس على فأوحى إلى على فقال يزيد أنا لم أسمعه يقول هذا ولكنني رأيته يضرب صدره ويقول أنا سبائي أنا سبائي.

قال العقيلي هم صنف من الرافضة أصحاب عبدالله بن سبأ وقال ابن فضيل عن مغيرة عن ابراهيم أنه قال لمحمد ابن السائب ما دمت على هذا الرأي لا تقربنا وكان مرجئا.....وقال أبو عاصم زعم لي سفيان الثوري قال قال الكلبي ما حدثت عن أبي صالح عن ابن عباس فهو كذب فلا ترووه.وقال الاصمعي عن قرة بن خالد كانوا يرون أن الكلبي يزرف يعني يكذب وقال يزيد ابن هارون كبر الكلبي وغلب عليه النسيان وقال أبو حاتم الناس مجمعون على ترك حديثه هو ذاهب الحديث لا يشتغل به وقال النسائي ليس بثقة ولا يكتب حديثه.....وقال علي بن الجنيد والحاكم أبو أحمد والدارقطني متروك وقال الجوزجاني كذاب ساقط وقال ابن حبان وضوح الكذب فيه أظهر من أن يحتاج إلى الاغراق في وصفه روى عن أبي صالح التفسير وأبو صالح لم يسمع من ابن عباس لا يحل الاحتجاج به وقال الساجي متروك الحديث وكان ضعيفا جدا لفرطه في التشيع وقد اتفق ثقات أهل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

النقل علی ذمه وترکه الروایة عنه فی الاحکام والفروع قال الحاکم أبو عبدالله روی عن أبی صالح أحادیث موضوعة وذکر عبدالغنی بن سعید الازدی أنه حماد بن السائب الذی روی عنه أبو أسامة وتقدم فی ترجمة عطیة أنه کان یکنی الکلبی أبا سعید ویروی عنه.

ترجمہ: معتمر اپنے والد سلیمان سے روایت کرتا ہے کہ کوفہ میں دو کذاب تھے ان میں ایک کلبی تھا اور دوری نے بروایت یحییٰ بن معین روایت کیا کہ کلبی کچھ نہیں ہے اور معاویہ بن صالح بروایت یحییٰ بیان کرتا ہے کہ کلبی ضعیف ہے اور امام بخاری کا بیان ہے کہ کلبی کو یحییٰ اور ابن مہدی نے ترک کر دیا تھا۔ عبدالواحد بن غیاث نے ابن مہدی سے روایت کی کہ ابوجزء نے ابوعمرو بن علاء کے دروازے میں ہمارے پاس بیٹھ کر کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ کلبی کافر ہے ابن مہدی نے کہا کہ میں نے یزید بن زریع سے اس کا تذکرہ کیا وہ بولا کہ میں نے ابوجزء کو کلبی کے متعلق یہ کہتے ہوا سنا ہے کہ حضرت جبرئیل حضور ﷺ پر وحی القاء کر رہے تھے آپ قضائے حاجت کے لئے تشریف لے گئے تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بیٹھ گئے اور جبرئیل نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر وحی القاء کرنا شروع کر دی، اس پر یزید نے کہا کہ میں نے کلبی کو یہ کہتے ہوئے نہیں سنا مگر میں نے دیکھا ہے کہ کلبی سینہ ٹھونک کر کہا کرتا تھا میں سبائی ہوں میں سبائی ہوں، عقیلی کا قول ہے کہ سبائی دراصل رافضیوں کی ایک شاخ ہے اور یہ لوگ عبداللہ بن سباء کے چیلے ہیں، ابن فضیل نے بروایت مغیرہ بیان کیا ہے کہ ابراہیم نے محمد بن سائب سے کہا کہ جب تک تو اس رائے پر ہے ہمارے نزدیک نہ آنا اور وہ مرجئی تھا ابوعاصم کہتے ہیں کہ سفیان ثوری نے مجھ سے بیان کیا کہ کلبی کا قول ہے کہ میں نے جو کچھ بروایت ابوصالح، ابن عباس سے نقل کیا ہے وہ جھوٹ ہے تم اسے روایت نہ کرنا اصمعی نے بروایت قرۃ بن خالد بیان کیا کہ لوگ سمجھتے تھے کہ کلبی جھوٹ بولتا ہے اور یزید بن ہارون کا قول ہے کہ کلبی عمر رسیدہ ہوگیا اور اس پر نسیان غالب ہوگیا ابوحاتم کا بیان ہے کہ لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ کلبی کی حدیث چھوڑ دینی چاہیے اور اس کی طرف توجہ نہیں کرنی چاہیے نسائی کا قول ہے کہ کلبی ثقہ نہیں اور اس کی حدیث نہیں لکھی جاتی اور علی بن جنید اور ابواحمد حاکم اور دارقطنی کہتے ہیں کہ کلبی متروک ہے جوزجانی کہتے ہیں کہ وہ بہت بڑا جھوٹا اور ساقط عن الاعتبار ہے ابن حبان کا قول ہے کہ کلبی کا جھوٹ ایسا ظاہر ہے جو محتاج بیان نہیں اس نے ابوصالح سے تفسیر روایت کی ہے اور ابوصالح نے حضرت ابن عباس سے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

سنا نہیں اس کے ساتھ احتجاج جائز نہیں ساجی کہتا ہے کہ کلبی کی حدیث متروک ہے اور تشیع میں غلو کے سبب نہایت ضعیف ہے اور ثقات ناقلین اس کی مذمت اور احکام وفروع میں اس کی روایت کو چھوڑ دینے پر متفق ہیں اور ابوعبداللہ حاکم کا بیان ہے کہ اس نے ابوصالح سے موضوع حدیثیں روایت کی ہیں اور عبدالغنی بن سعید ازدی نے ذکر کیا کہ وہ حماد بن سائب ہے جس سے ابواسامہ نے روایت کی اور عطیہ عوفی کے حال میں پہلے آچکا ہے کہ مذکور کلبی کو ابوسعید کی کنیت سے یاد کرتا ہے اور اس سے حدیثیں روایت کرتا ہے

(تہذیب التہذیب:9/157 تا159 رقم268)

(2)عطیہ العوفی کا تعارف:

امام ذہبی لکھتے ہیں:

عطية بن سعد العوفي الكوفي تابعي شهير ضعيف.....وقال سالم المرادي: كان عطية يتشيع.وقال ابن معين: صالح.وقال أحمد: ضعيف الحديث.وكان هشيم يتكلم في عطية.وروى ابن المديني، عن يحيى، قال: عطية، وأبو هارون، وبشر بن حرب عندي سواء.وقال أحمد: بلغني أن عطية كان يأتي الكلبي فيأخذ عنه التفسير، وكان يكني بأبي سعيد فيقول: قال أبو سعيد.قلت: يعني يوهم أنه الخدري.وقال النسائي وجماعة: ضعيف.

ترجمہ: عطیہ بن سعید العوفی الکوفی مشہور تابعی ہے اور روایت میں ضعیف ہے سالم المرادی نے کہا کہ عطیہ شیعی تھا اور ابن معین نے کہا کہ صالح ہے امام احمد نے کہا یہ ضعیف الحدیث ہے اور ہشیم کو عطیہ میں کلام ہے یحیٰ سے ابن مدینی نے روایت کیا کہ عطیہ، ابوہارون اور بشری بن حرب میرے نزدیک روایات حدیث میں ایک جیسے ہیں امام احمد نے کہا کہ مجھے پتہ چلا ہے کہ عطیہ، کلبی کے پاس آتا اور اس سے تفسیر قرآن حاصل کرتا تھا اور اس کی کنیت ابوسعید اس لئے ذکر کرتا تا کہ لوگوں کو وہم میں ڈالے کہ اس (ابوسعید) سے مراد ابوسعید الخدری ہیں امام نسائی اور ایک جماعت محدثین نے کہا کہ عطیہ حدیث میں ضعیف ہے

(میزان الاعتدال:3/79 رقم5667)

جب دو راوی اتنے شدید ضعیف ہوں تو اس کو کیسے قبول کیا جائے لہٰذا یہ روایت مردود ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

{اہل تشیع کی کتب سے ہبہ کی روایات اوران کا جواب}

وأخرج البزار وأبو يعلى، وابن أبي حاتم، وابن مردويه، عن أبي سعيد الخدري رضى الله عنه قال: لما نزلت هذه الاية: " وآت ذا القربى حقه " دعا رسول الله صلى الله عليه وسلم فاطمة فأعطاها فدك. (المسترشد-محمد بن جرير الطبری (الشیعی):1/428)

القاسم بن زكريا حدثنا عباد بن يعقوب، حدثنا علي بن عابس عن فضيل بن مرزوق عن عطية عن أبي سعيد قال: لما نزلت: وآت ذا القربى حقه دعا رسول الله (ع) فاطمة فأعطاها فدك: (الغارات، ابراہیم بن محمد الثقفی:1/243)

روى ابن بابويه مرفوعا إلى أبي سعيد الخدري قال: لما نزلت "وآت ذا القربى حقه" (5) قال رسول الله صلى الله عليه وآله: لك فدك، وفي رواية اخرى عنه أيضا مثله، وعن عطية قال: لما نزلت "وآت ذا القربى حقه "دعا رسول الله صلى الله عليه وآله فاطمة فأعطاها فدك: (بحار الانوار مجلسی: جز93/213 مطبوعہ بیروت)

وعن أبي سعيد الخدري قال: (لما نزلت (وآت ذي القربى حقه) قال: دعى رسول الله (صلى الله عليه وآله) فاطمة فأعطاها فدك) (ینابیع المودہ لذوی القربیٰ:1/311)

ان تمام روایات کا مفہوم بھی وہی ہے جو عطیہ عوفی کی سند سے روایات ہیں اوران تمام روایات میں بھی عطیہ عوفی موجود ہے تو ان روایات کا حکم بھی وہی ہے یعنی نامقبول روایات ہیں اسی طرح کی جتنی روایات ہیں ان کا مفصل جواب [آیات بیّنات] میں نواب محسن الملک نے دے دیا ہے جن کو تفصیل چاہیے ہو وہ اس کا مطالعہ کریں

{حدیث قرطاس کی تحقیق}

حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کی تعمیل نہیں کی جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے قلم اور دوات مانگی انہوں نے جواب دیا کہ ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلافت علی رضی اللہ عنہ تحریر میں لانا چاہتے تھے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جواب: سب سے پہلے وہ روایت جو بخاری میں ہے جس کی بنا پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ من وعن آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں:

[حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ سُلَيْمَانَ، قَالَ: حَدَّثَنِي ابْنُ وَهْبٍ قَالَ: أَخْبَرَنِي يُونُسُ، عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: لَمَّا اشْتَدَّ بِالنَّبِيِّ صلی الله علیه وسلم وَجَعُهُ قَالَ ائْتُونِي بِكِتَابٍ أَكْتُبْ لَكُمْ كِتَابًا لاَ تَضِلُّوا بَعْدَهُ قَالَ عُمَرُ إِنَّ النَّبِيَّ صلی الله علیه وسلم غَلَبَهُ الْوَجَعُ وَعِنْدَنَا كِتَابُ اللهِ حَسْبُنَا فَاخْتَلَفُوا وَكَثُرَ اللَّغَطُ قَالَ قُومُوا عَنِّي، وَلاَ يَنْبَغِي عِنْدِي التَّنَازُعُ فَخَرَجَ ابْنُ عَبَّاسٍ يَقُولُ: إِنَّ الرَّزِيَّةَ كُلَّ الرَّزِيَّةِ مَا حَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم وَبَيْنَ كِتَابِهِ.]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا وقت قریب آیا اس وقت آپ کے پاس درِ اقدس پر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سمیت بہت سے افراد حاضر تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرے پاس سامان کتابت لاؤ تاکہ میں تمہیں کچھ لکھ دوں جس کے بعد تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت تکلیف میں ہیں اور تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن ہے وہ ہمیں کافی ہے تو اس پر گھر والوں میں اختلاف رونما ہوگیا ان میں سے بعض نے کہا کہ سامان کتابت آپ کے پاس کردو تاکہ تمہارے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کچھ لکھ دیں جس کے بعد تم گمراہ نہیں ہوگے اور کچھ دیگر حضرات نے وہی کہا جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ان دونوں گروہوں کا شور و اختلاف بڑھ گیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں چلے جانے کو کہا عبید اللہ کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ مصیبت اور بہت بڑی مصیبت وہ چیز ہے جو بوجہ ان کے باہمی اختلاف کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے لکھ کر کچھ دینے میں حائل ہوگئی

(صحیح بخاری: 1/39 رقم 114) اسی طرح یہ روایت صحیح بخاری: 6/12 رقم 4432 میں ہے

اسی طرح ایک دوسری روایت میں یہ الفاظ زیادہ ہیں

[فَقَالَ ذَرُونِي فَالَّذِي أَنَا فِيهِ خَيْرٌ مِمَّا تَدْعُونِي إِلَيْهِ فَأَمَرَهُمْ بِثَلاَثٍ قَالَ أَخْرِجُوا الْمُشْرِكِينَ مِنْ جَزِيرَةِ الْعَرَبِ وَأَجِيزُوا الْوَفْدَ بِنَحْوِ مَا كُنْتُ أُجِيزُهُمْ وَالثَّالِثَةُ خَيْرٌ

إِمَّا أَنْ سَكَتَ عَنْهَا وَإِمَّا أَنْ قَالَهَا فَنَسِيتُهَا.]

ترجمہ: حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اور آپ نے انہیں تین وصیتیں کرنا شروع فرمائیں (1) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (2) ایلچیوں کو اسی طرح انعام دینا جس طرح میں دیا کرتا تھا اور تیسری وصیت سے راوی حدیث خاموش رہے اور بیان نہیں فرمائی یا بیان کی لیکن مجھے بھول گئی (صحیح بخاری:4/120 رقم 3168)

اگر کوئی یہ کہے آپ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام خلافت لکھنی تھی تو اس کا مطلب ہے کہ غدیر خم پر جو خطبہ دیا اور اس کے بارے میں یہ کہنا کہ وہاں پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا تھا غلط ہے کیونکہ اگر اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کر دیا تھا تو اب اس کو لکھنے کا کیا مطلب ہے اس بات سے یہ تو ثابت ہوگیا کہ وہ نظریہ غلط ہے حالانکہ اس کے خلاف حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امامت کے مصلے پر حضور ﷺ کا کھڑا کرنا جب کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی موجود تھے خلیفہ مقرر کرنے کے مترادف ہے اور آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی قابل غور ہے

[فَقَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبَا بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا غَيْرَ رَبِّي لَاتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ وَلَكِنْ أُخُوَّةُ الْإِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهُ لَا يَبْقَيَنَّ فِي الْمَسْجِدِ بَابٌ إِلَّا سُدَّ إِلَّا بَابُ أَبِي بَكْرٍ]

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک صحبت اور مال کے لحاظ سے سب سے زیادہ فائدہ ابوبکر نے مجھے دیا ہے اور اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا البتہ اسلام کی برادری اور مودت ہے اور مسجد میں سب کھڑکیاں بند کر دی جائیں سوائے ابوبکر کی کھڑکی کے۔ (صحیح بخاری:1/126 رقم 466)

{حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے بیعت کرنا}

[فَقَالَ عَلِيٌّ لِأَبِي بَكْرٍ مَوْعِدُكَ الْعَشِيَّةُ لِلْبَيْعَةِ. فَلَمَّا صَلَّى أَبُو بَكْرٍ صَلَاةَ الظُّهْرِ رَقِيَ عَلَى الْمِنْبَرِ فَتَشَهَّدَ وَذَكَرَ شَأْنَ عَلِيٍّ وَتَخَلُّفَهُ عَنِ الْبَيْعَةِ وَعُذْرَهُ بِالَّذِي اعْتَذَرَ إِلَيْهِ ثُمَّ اسْتَغْفَرَ وَتَشَهَّدَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ فَعَظَّمَ حَقَّ أَبِي بَكْرٍ وَأَنَّهُ لَمْ يَحْمِلْهُ عَلَى الَّذِي صَنَعَ نَفَاسَةً عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَلَا إِنْكَارًا لِلَّذِي فَضَّلَهُ اللهُ بِهِ وَلَكِنَّا كُنَّا نَرَى لَنَا فِي الْأَمْرِ نَصِيبًا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فَاسْتُبِدَّ عَلَيْنَا بِهِ فَوَجَدْنَا فِي أَنْفُسِنَا فَسُرَّ بِذَلِكَ الْمُسْلِمُونَ وَقَالُوا أَصَبْتَ. فَكَانَ الْمُسْلِمُونَ إِلَى عَلِيٍّ قَرِيبًا حِينَ رَاجَعَ الأَمْرَ الْمَعْرُوفَ.]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا آج سہ پہر کے وقت ہم آپ سے بیعت کریں گے اور جب حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو گئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ منبر پر چڑھے کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کا معاملہ بیان کیا اور بیعت میں ان کی تاخیر کرنے کا عذر بیان کیا جو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا تھا پھر استغفار کیا (اور منبر سے اتر آئے) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کلمہ شہادت پڑھا اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے حق کی عظمت کو بیان کیا اور یہ بتلایا کہ انہوں نے جو تاخیر کی اس کی وجہ یہ نہیں تھی کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلاف خلافت میں کچھ رغبت رکھتے تھے اور نہ ہی وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خداداد فضیلت کا انکار کرتے تھے لیکن ہم یہ سمجھتے تھے کہ اس حکومت (کے مشورہ) میں ہمارا بھی کچھ حصہ تھا اور ہم سے مشورہ لئے بغیر یہ حکومت بنالی گئی اس وجہ سے ہمارے دلوں کو رنج پہنچا مسلمان اس بیان سے خوش ہوئے اور کہا آپ نے ٹھیک فرمایا اور جب حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اس معروف راستے کو اختیار کرلیا تو لوگ ان کی طرف پھر مائل ہو گئے

(1) صحیح مسلم:5/153 رقم 4679 (2) صحیح بخاری:5/178 رقم 4241

(3) صحیح ابن حبان:11/152 رقم 4823 (4) مسند الشامین:4/198 رقم 3097

شیعہ حضرات کی کتب میں بھی اسی قسم کی بات لکھی ہے ملاحظہ فرمائیے:

[وقال علی والزبیر ما غضبنا إلا فی المشورة وإنا لنری أبا بکر أحق الناس بها إنه لصاحب الغار وإنا لنعرف له سنه ولقد أمره رسول الله ص بالصلاة بالناس وهو حی]

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت زبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہماری ناراضگی تو صرف مشورہ کے بارے میں ہے حالانکہ ہماری رائے یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ خلافت کے لئے لوگوں میں سب سے زیادہ حق دار ہیں بے شک وہ صاحب غار ہیں اور ان کی بزرگی کو بھی ہم پہچانتے ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حیات ظاہرہ میں تھے تو آپ نے ابوبکر رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کا حکم دیا تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ لوگوں میں سب سے زیادہ فضل والے تھے

(شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید:1/376)

حدیث قرطاس میں واضح موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تو سب کو خطاب فرمایا تھا کہ دوات اور قلم لاؤ اس میں صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی تخصیص کرنا یہ صرف تعصب ہے بالفرض اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روکا تھا تو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بعد میں [جب لوگوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ سامان کتابت لے آئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اور آپ نے انہیں تین وصیتیں کرنا شروع فرمائیں (1) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (2) ایلچیوں کو اسی طرح انعام دینا جس طرح میں دیا کرتا تھا اور تیسری وصیت سے راوی حدیث خاموش رہے اور بیان نہیں فرمائی یا بیان کی لیکن مجھے بھول گئی] (صحیح بخاری: 4/120 رقم 3168)

جب آپ ﷺ نے جو کچھ لکھوانا تھا وہ بعد میں آپ ﷺ نے حاضرین کو بتا دیا تو پھر یہ کہنا کہ حضور ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کرنا چاہتے تھے کیا معنی رکھتا ہے؟

اگر ایسا ہی کوئی مسئلہ سمجھا جائے تو سب سے قریب گھر تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی تھا وہ سامان کتابت لے آتے اور اپنی خلافت کے بارے میں لکھوا لیتے یہ واقعہ جمعرات کو پیش آیا اور اس کے تین دن گزرنے کے بعد چوتھے دن سوموار کو حضور ﷺ کا وصال ہوا چار دن تک حضور ﷺ نے اس واقعہ کے بعد بھی اس دنیا میں قیام فرمایا سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے جن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے اور صرف دو شخص آخری وقت تک بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں رہے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ اور دوسرے فضل بن عباس رضی اللہ عنہ اس کے لئے دیکھئے شیعہ کی کتاب حیات القلوب:

[حضرت امیر المؤمنین وفضل پسر عباس از ایں مرض از حضرت جدا نمی شدند وپیوستہ در خدمت آنحضرت بوند]

حضرت علی رضی اللہ عنہ اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کی بیماری کے دوران آپ سے جدا نہیں ہوئے اور لگا تار خدمت اقدس ﷺ میں حاضر رہے

(1) حیات القلوب: 2/983 (2) ارشاد شیخ مفید: ص 99

(3) اعلم الوری باعلام الہدیٰ: ص 142

اسی طرح علامہ باقر مجلسی [بحار الانوار] میں لکھتے ہے:

[فلما كان من الغد حجب الناس عنه وثقل في مرضه وكان أمير المؤمنين (عليه السلام) لا يفارقه إلا لضرورة]

ترجمہ: جب صبح ہوئی تو تمام لوگ جدا ہو گئے اور آپ کی بیماری شدت اختیار کر گئی تو اس دوران حضرت علی رضی اللہ عنہ متواتر آپ کے پاس موجود رہے مگر بوقت ضرورت آپ سے جدا ہوئے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(1) بحار الانوار: جز22/ 469　(2) اعلم الوری باعلام الہدیٰ: 1/ 210

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بعد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رہے تو اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی خلافت کے متعلق لکھوا لیتے جب کہ معاملہ ان کی ذات تھا تو انھوں نے یہ بات کیوں نہیں لکھوائی جب کہ اب تو وہاں پر کوئی اور خاص کر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ بھی موجود نہ تھے اور کوئی ڈر بھی نہ تھا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ایسی تنہائی میں بھی سامان کتابت نہ منگوایا گیا اور نہ ہی اس مسئلہ پر دوبارہ بات چیت ہوئی تو معلوم ہوا کہ یہ حیلہ بھی مخالفین کا صرف لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے بنایا ہوا ہے

یہ سب حیلے اپنے گمراہ کن عقائد کو پھیلانے کے لئے ہیں ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس امر سے بخوبی آگاہ تھے کہ میرے انتقال کے بعد لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نہیں بنائیں گے اور تقدیر الٰہی یہ فیصلہ چکی ہے کہ یہ منصب میرے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دیا جائے گا تو پھر یہ کیسے مانا جا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سامان کتابت اس لئے طلب فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت تحریر فرما دیں اس طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تحریر نہ فرمانا تو معاذ اللہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام آتا ہے کہ آپ نے ایک فریضہ سرانجام نہیں دیا یہ تو توہین رسالت بنتی ہے نہ کہ محبت رسول حالانکہ اس سے قبل ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اس معاملہ میں سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا کو واضح پیش گوئی فرمائی کہ میرے بعد ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے اور اس کے بعد تمہارے والد خلیفہ بنیں گے اس پیش گوئی کا تذکرہ "**وإذ أسر النبي إلى بعض ازواجه حديثا**" آیت کے تحت تفسیر صافی اور تفسیر قمی میں موجود ہے

تفسیر فرات کوفی میں منقول ہے کہ جب کسی نے حضرت امام باقر رحمہ اللہ سے پوچھا

[قال: فقال أبو جعفر عليهم السلام: بلى والله لقد كان له من الامر شئ وشئ، فقلت له: جعلت فداك فما تأويل قوله (ليس لك من الامر شئ) قال: إن رسول الله صلى الله عليه وآله حرص على أن يكون الامر لامير المؤمنين على بن أبي طالب عليه السلام من بعده، فأبى الله]

یعنی امام محمد باقر رحمہ اللہ نے لیس لک من الامر شیء (اور آپ کو اس امر میں کوئی اختیار نہیں) کی تفسیر کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ رسول اللہ کی یہ خواہش تھی کہ آپ کے بعد امر خلافت حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ملے لیکن اللہ رب العزت نے اس سے انکار کر دیا　(بحار الانوار: جز36 ص132)

ان دونوں روایات سے ثابت ہوا کہ خلافت صدیقی اللہ کے نزدیک مقدر ہو چکی تھی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل نہیں ہوں گے اسی بات کو شیعہ علامہ نے بیان کیا ہے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[وبقي عنده العباس والفضل بن العباس وعلي بن أبي طالب وأهل بيته خاصة، فقال له العباس: يارسول الله إن يكن هذا الامر فينا مستقرا من بعدك فبشرنا وإن كنت تعلم أنا نغلب عليه فأوص بنا، فقال: أنتم المستضعفون من بعدي،وأصمت، فنهض القوم وهو يبكون قد يئسوا من النبي (صلى الله عليه وآله)]

ترجمہ: حضور ﷺ کے پاس سے سب لوگوں کے چلے جانے کے بعد صرف حضرت عباس رضی اللہ عنہ، فضل بن عباس رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور آپ کے اہل بیت رضوان اللہ علیہم اجمعین رہ گئے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ! اگر آپ ﷺ کے انتقال کے بعد معاملہ خلافت ہمارے بارے میں مقدر ہو چکا ہے تو آپ ہمیں اس کی خوشخبری سنائیں اور اگر آپ جانتے ہیں کہ ہم امر خلافت کے حصول میں کامیاب نہیں ہوں گے اور لوگ ہم پر زبردستی کریں گے تو آپ ابھی اس حق کی وضاحت فرماتے ہوئے قطعی فیصلہ فرما دیجئے یہ سن کر حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ میرے بعد کمزور رہو جاؤ گے یہ کہہ کر آپ خاموش ہو گئے حاضرین یہ سن کر روتے ہوئے اٹھ گئے

(1) بحار الانوار: جز22/ 469 مطبوعہ بیروت (2) الارشاد فی معرفۃ حجج اللہ علی العباد: جز8/ 14

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں:

[الذليل عندي عزيز حتى آخذ الحق له، والقوي عندي ضعيف حتى آخذ الحق منه رضينا عن الله قضاءه، وسلمناه لله أمره. أتراني أكذب على رسول الله (ص) ! والله لانا أول من صدقه، فلا أكون أول من كذب عليه. فنظرت في أمري، فإذا طاعتي قد سبقت بيعتي، وإذا الميثاق في عنقي لغيري]

ترجمہ: ہر ذلیل میرے نزدیک باعزت ہے جب تک اس کا دوسرے سے حق نہ لے لوں اور قوی میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں مستحق کا حق اس کو نہ دلا دوں ہم اللہ کی قضاء پر راضی ہوئے اور اس کے امر کو اسی کے سپرد کیا اے پوچھنے والے! تو سمجھتا ہے کہ میں نبی پاک پر بہتان باندھوں گا خدا کی قسم! میں نے ہی سب سے پہلے آپ کی تصدیق کی، تو یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ میں ہی سب سے پہلے جھٹلانے والا بنوں، میں نے اپنے معاملے پر غور کیا تو اس نتیجے پر پہنچا کہ میرا ابو بکر رضی اللہ عنہ کی اطاعت کرنا اور ان کی بیعت میں داخل ہونا اپنے لئے بیعت لینے سے بہتر ہے اور میری گردن میں غیر کی بیعت کرنے کا عہد بندھا ہوا ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(نہج البلاغہ: ص218 خطبہ نمبر 37)

اسی خطبہ کی شرح کرتے ہوئے ابن میثم لکھتے ہیں:

[فقوله فنظرت فاذا اطاعتی قد سبقت بیعتی ای طاعتی لرسول الله صلی الله علیه وآله وسلم فیما امرنی به من ترك القتال قد سبقت بیعتی للقوم فلا سبیل الی الامتناع منها وقوله واذا المیثاق فی عنقی لغیری ای میثاق رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم وعهده الی بعدم المشاقة وقیل المیثاق ما لزمه من بیعة ابی بکر بعد ایقاعها ای فاذا میثاق القوم قد لزمنی فلم یمکنی المخالفة بعده]

ترجمہ: (حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں) کہ پس میں نے غور وفکر کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ میرا بیعت لینے سے اطاعت کرنا سبقت لے گیا ہے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ترک قتال کا مجھے حکم فرمایا تھا وہ اس بات پر سبقت لے گیا ہے کہ میں قوم سے بیعت لوں واذا المیثاق فی عنقی لغیر لیسے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مجھ سے وعدہ لینا ہے مجھے اس کا پابند رہنا لازم ہے جب لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت کرلیں تو میں بھی بیعت کرلوں پس جب قوم کا عہد مجھ پر لازم ہوا یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بیعت مجھ پر لازم ہوئی تو اس کے بعد میرے لئے ناممکن تھا کہ میں اس کی مخالفت کرتا (شرح نہج البلاغہ لابن میثم: 2/97 مطبوعہ ایران)

ان تمام باتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر حدیث قرطاس سے یہ مراد لی جائے کہ اس میں سامان کتابت منگوانے کا مقصد یہ تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کو لکھ دیں جس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اور ان کے ساتھیوں نے رکاوٹ کھڑی کر دی تھی تو جب رکاوٹ ڈالنے والوں میں کوئی بھی نہ تھا ایسی پرسکون حالت میں چند حاضرین جو اس منصب کے خواہاں تھے اور ان میں وہ شخصیت بھی تھی جن کی خلافت کو بقول شیعہ حضرات حضور ﷺ لکھنا چاہتے تھے ان حضرات کی طرف سے مطالبہ بھی ہوا اور قارئین نے دیکھا کہ شیعہ حضرات کے گھر کی کتابیں کہہ رہی ہیں کہ حضور نے خلافت بلافصل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نفی فرمادی اس بات سے یہ بھی واضح ہوا حدیث قرطاس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کو لکھوانے کا معاملہ ہی نہیں تھا بلکہ مسئلہ کچھ اور تھا جیسا کہ بیان کردہ روایت میں ہے کہ

[جب لوگوں نے حضور ﷺ کی بارگاہ میں درخواست کی کہ سامان کتابت لے آئیں تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں جس حالت میں ہوں وہ اس سے بہتر ہے جس کی طرف تم مجھے بلا رہے ہو اور آپ نے انہیں تین وصیتیں کرنا شروع فرمائیں (1) مشرکین کو جزیرہ عرب سے نکال دو (2) ایلچیوں کو اسی طرح انعام دینا جس طرح

میں دیا کرتا تھا اور تیسری وصیت سے راوی حدیث خاموش رہے اور بیان نہیں فرمائی یا بیان کی لیکن مجھے بھول گئی]

(صحیح بخاری:4/120 رقم 3168)

بات تو جو بتانی تھی وہ حضور نے بتادی مگر شیعہ حضرات امت میں انتشار ڈالنے کے لئے اس بات کو بتنگڑ بنا کر پیش کیا حالانکہ ان کی کتب سے میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا موقف بھی واضح کر دیا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق بات کو سمجھنے کی توفیق عطاء فرمائے اور حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

07-11-2015

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۳۴)

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ایک عظیم مصنف اور امام ابو مطیع رحمۃ اللہ علیہ بلخی کی توثیق

الحمد للہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین: اما بعد!

امام الائمہ، سراج الامہ، کاشف الغمہ، سر تاج المحدثین، رئیس الفقہاء، حاکم الحفاظ فی الحدیث امام اعظم امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ تمام علماء و مجتہدین کے سردار، ماہرین حدیث کے امام، عابدین و زاہدین کے سردار اور تمام خوبیوں کے جامع، جو ایک بہترین انسان، بہترین محاسن اور فضائل کے حامل تھے اپنے وقت کے عالم تھے جو کہ نہ صرف فقہ بلکہ حدیث، تفسیر، لغت اور دیگر تمام رائج علوم وفنون کے ماہر تھے امام اعظم نے دین کا علم سیکھا اور مسائل کو قرآن وحدیث سے ڈھونڈا اور قرآن وحدیث کی روشنی میں فقہ اور اس کے اصول وضوابط، نیز حدیث وتفسیر کے ضوابط وضع کیے اور ان کے مطابق مسائل کو بیان کیا اور فقہی مسائل کو قرآن وسنت کے مطابق پیش کرنے کی کوشش کی اور اپنے شاگردوں میں بھی یہی صلاحیتیں پیدا کیں اور فقہ کے عنوان سے اسلامی قوانین کا ایسا مجموعہ تیار کیا جس نے بعد میں آنے والوں کے لئے قرآن وسنت پر عمل کرنا آسان کر دیا احناف کے لاکھوں مسائل کا ایک ایک جزیہ شاہد ہے کہ احناف کتاب اللہ اور سنت رسول تو بہت بعید ہے خبر واحد اور حدیث ضعیف پر بھی عمل کرتے ہیں امام اعظم نے اسلامی دفعات کا جو مجموعہ تیار کیا اس میں تقریباً 11,83,000 مسائل کا حل لکھا (عنایہ شرح ہدایہ: 1/ 7 خطبۃ الکتاب)

عام طور پر تالیف یا تصنیف، لوگ اسے ہی قرار دیتے ہیں جو مؤلف یا مصنف نے اپنے ہاتھوں سے لکھی ہو حالانکہ یہ خیال درست نہیں کیونکہ اگر کسی کی تقاریر یا درس کو سن کر کوئی دوسرا آدمی لکھے تو یہ اسی مقرر یا مدرس کی ہی تالیف کہلائے گی پھر دور سابق میں تصنیف کا وہ طریقہ نہ تھا جو آج ہے بلکہ اس دور میں محدثین اپنی تحقیقات املاء کرواتے تھے ظاہر ہے کہ املاء کرانے والا شخص جو کچھ لکھوائے گا وہ اسی کی تالیف کہلائے گی اور اس بات کا اعتبار نہ کیا جائے تو بہت ساری کتب کا انتساب ان کے مصنفین یا مؤلفین کی طرف غلط قرار پائے گا مثلاً موطاء امام مالک، صحیفہ ہمام بن منبہ، مصنف عبد الرزاق، مسند شافعی، مسند احمد، فتح الباری شرح بخاری وغیرہ یہ سب

املاء کروائی گئیں، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ساری دنیا جانتی ہے کہ انہوں نے متعدد کتب تصنیف فرمائی ہیں مگر کچھ کم فہم قسم کے لوگ یہ تاثر دیتے نظر آتے ہیں کہ ان کی کوئی کتاب نہیں اور اگر کوئی دلیل پیش کریں تو اس کی سند مانگتے ہیں اور سند پیش کر دی جائے تو یہ کہتے نظر آتے ہیں کہ اس میں فلاں راوی ضعیف ہے آپ نے فقہ کے علاوہ علم الکلام کے موضوع پر متعدد کتب تصنیف فرمائیں جن میں ان فرقوں کے مقابلے میں اہل سنت و جماعت کے مؤقف کو واضح فرمایا یہ بات کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی کتاب نہیں معتزلہ کی اڑائی بات ہے

چنانچہ عبدالقادر قرشی فرماتے ہیں

[هٰذا كلام المعتزلة ودعواهم انه ليس له في علم الكلام له تصنيف]

ترجمہ: یہ معتزلہ کی بات ہے اور ان کا دعویٰ ہے کہ امام اعظم کی علم کلام کی کوئی کتاب نہیں ہے

(الجواہر المضیہ :2/461)

اس کی وجہ یہ تھی معتزلہ یہ چاہتے تھے کہ اس قسم کی افواہوں سے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے مزعومات کے لئے استعمال کرسکیں

(1) علامہ بیاضی نے اشارات المرام میں علم کلام کے موضوع پر امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی جن تصانیف کی نشاندہی کی ہے وہ یہ ہیں لکھتے ہیں

[املاءها على اصحابه من الفقه الاكبر والرسالة والفقه الابسط وكتاب العالم والمتعلم والوصية]

ترجمہ: امام اعظم نے اپنے اصحاب سے یہ کتاب املاء کروائیں:

(1) الفقہ الاکبر (2) الرسالہ (3) الفقہ الابسط (4) کتاب العالم والمتعلم (5) اور الوصیہ:

(اشارات المرام: ص 21)

(2) صاعد بن محمد بن احمد استوائی النیسا بوری نے بھی اپنی کتاب [الاعتقاد] میں انہی 5 کتب کی نشاندہی کی ہے جن کا دور 343 ہجری سے 432 ہجری کا ہے لکھتے ہیں:

[رسائل الإمام أبي حنيفة الخمس، وهي:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(1)الفقہ الاکبر (2)الفقہ الابسط(3)العالم والمتعلم(4)الوصیۃ(5)رسالۃ]

(الاعتقاد النیسابوری:ص85،86)

(3)اسی طرح محمد بن عبدالرحمٰن الخمیس نے اپنی کتاب [اصول الدین عند الامام ابی حنیفۃ] میں ان پانچ کتب کی نسبت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف کرتے ہوئے ان کے راویوں کی بھی نشاندہی کی ہے لکھتے ہیں

ینسب إلی الإمام أبی حنیفۃ الکتب التالیۃ:

1-الفقہ الأکبر بروایۃ حماد بن أبی حنیفۃ.

2-الفقہ الأکبر بروایۃ أبی مطیع البلخی، ویسمی بالفقہ الأبسط.

3-العالم والمتعلم بروایۃ أبی مقاتل السمرقندی.

4-رسالۃ الإمام أبی حنیفۃ إلی عثمان البتی بروایۃ أبی یوسف.

5-الوصیۃ بروایۃ أبی یوسف.

(اصول الدین عند الامام ابی حنیفۃ:ص115 مطبوعہ سعودی عرب)

اسی طرح انہوں نے فقہ اکبر اور فقہ الابسط دونوں کی شرح بھی فرمائی ہے جس کا نام یہ ہے

[الشرح المیسر علی الفقھین الأبسط والاکبر المنسوبین لأبی حنیفۃ]

جس میں انہوں نے فقہ الابسط کی سند لکھی ہے وہ یہ ہے

[روی الإمام أبو بکر بن محمد الکاسانی عن أبی بکر علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی قال أخبرنا أبو المعین میمون بن محمد بن مکحول النسفی أخبرنا عبد اللہ الحسین بن علی الکاشغری الملقب بالفضل قال أخبرنا ابو مالك نصران بن نصر الختلی عن علی بن الحسن بن محمد الغزال عن أبی الحسن علی بن أحمد الفارسی حدثنا نصیر بن یحیی الفقیہ قال سمعت أبا مطیع الحکم بن عبد اللہ البلخی یقول]

(الشرح المیسر علی الفقھین الأبسط والاکبر المنسوبین لأبی حنیفۃ:ص76)

(4)علامہ بزازی لکھتے ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[یہ قطعاً غلط اور بے بنیاد ہے کہ علم کلام مین امام ابوحنیفہ کی کوئی تصنیف نہیں ہے **الفقه الاکبر** اور **العالم والمتعلم** میں نے خود علامہ شمس الدین کی ارقان فرمودہ دیکھی ہیں ان پر لکھا ہوا تھا کہ یہ امام اعظم کی تصانیف ہیں]

(مناقب کردری:1/108)

(5)علامہ علی بن محمد البزدوی الحنفی لکھتے ہیں:

[وقد صنف أبو حنيفة رضى الله عنه فى ذلك كتاب الفقه الأكبر ..... وصنف كتاب العالم والمتعلم وكتاب الرسالة] (اصول البزدوی:ص3)

ترجمہ: اور تحقیق امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فقہ الاکبر تصنیف کی اور کتاب العالم والمتعلم اور کتاب الرسالہ تصنیف کیا

(6)علامہ زاہد الکوثری لکھتے ہیں:

[علم کلام میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا یہ علمی سرمایہ امت کو وراثت میں ملا ہے [الفقہ الاکبر] اس کی سند یہ ہے **(علی بن احمد الفارسی عن نصیر بن یحییٰ عن ابی مقاتل عن عصام بن یوسف عن حماد بن ابی حنیفة** [الفقہ الابسط] اس کی سند یہ ہے **(ابو زکریا یحییٰ بن مطرف عن نصیر بن یحییٰ عن ابی مطیع البلخی عن ابی حنیفة)** [العالم والمتعلم] اس کی سند یہ ہے **(الحافظ احمد بن علی عن حاتم بن عقیل عن الفتح بن ابی علوان ومحمد بن یزید عن الحسن بن صالح عن ابی مقاتل عن ابی حنیفة)** [الرسالۃ] اس کی سند یہ ہے **(نصیر بن یحییٰ عن محمد بن سماعة عن ابی یوسف عن ابی حنیفة)** (الوصیۃ) اس کی سند کا سلسلہ بھی یہی ہے]

(مقدمہ اشارات زاہد الکوثری:ص5)

الفقہ الابسط کے راوی ابومطیع بلخی کی توثیق پیش خدمت ہے تاکہ کوئی وسوسہ ڈالنے والا آپ کے دل میں شک نہ ڈال سکے:

تعارف الحکم بن عبداللہ ابومطیع بلخی:

(1)صلاح الدین خلیل بن ایبک الصفدی متوفی:764ھ لکھتے ہیں:

[الحكم بن عبد الله أبو مطيع البلخيّ الفقيه، صاحب كتاب الفقه الأكبر. تفقّه بأبي حنيفة، وولي قضاء بلخ. وكان بصيراً بالرأي، وكان ابن المبارك يعظِّمه.]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ترجمہ: الحکم بن عبداللہ ابومطیع بلخی فقیہ فقہ اکبر کے راوی، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ حاصل کیا اور بلخ کے قاضی اور اہل الرائے میں بصیرت والے تھے (الوافی بالوفیات:4/307)

(2) حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

:أبو مطيع له المنة على جميع أهل الدنيا:

ترجمہ: ابومطیع کا ساری دنیا کے لوگوں پر بہت احسان ہے

(1) تاریخ بغداد:8/220 (2) تاریخ الاسلام للذہبی:13/159

(3) علامہ خطیب بغدادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وكان فقيها بصيرا بالرأي:وكان بصيرا بالرأي علامة كبير الشأن،

ترجمہ: آپ فقہاء میں سے تھے اور اہل بصیرت میں بڑے صاحب بصیرت تھے

(1) تاریخ بغداد ت بشار:1/121 (2) میزان الاعتدال:1/574 رقم 2181

(4) علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[وكان ابن المبارك يعظمه ويجله لدينه وعلمه]

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مبارک ان کے دین اور علم کی وجہ سے ان کی تعظیم اور بڑائی کے قائل تھے

(1) لسان المیزان ج2 ص334 (2) میزان الاعتدال:1/574 رقم 2181

(5) علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ ان کے بارے میں فرماتے ہیں:

وكان بصيرا بالرأي علامة كبير الشان:

ترجمہ: اہل رائے میں آپ بڑے صاحب بصیرت تھے اور بڑی شان والے علامہ تھے

(1) لسان المیزان ج2 ص334 (2) میزان الاعتدال:1/574 رقم 2181

(6) حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ:

قال محمد بن فضيل وقال حاتم قال مالك بن أنس لرجل من أين أنت قال من بلخ قال قاضيكم أبو مطيع قام مقام الأنبياء:

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے کسی آدمی سے پوچھا کہاں سے آئے ہو اس نے جواب دیا بلخ سے آیا ہوں جس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے جواب میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تمہارے قاضی ابو مطیع انبیاء کے قائم مقام ہیں

(1) تاریخ بغداد: 8/223 (2) تاریخ الاسلام للذہبی: 13/159

(7) ابن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

وذكر المنذري عن ابن عيينة.... قال: وقال أبو مطيع: كان عندنا ثقة:

ترجمہ: امام منذری نے ابن عیینہ سے ذکر کیا کہ وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ابو مطیع ثقہ ہے

(الایضاح والتبیین: ص 137)

(8) عبداللہ بن حسین الموجان لکھتے ہیں:

أبو مطيع البلخي عنه، وهو إمام مُعْتَمَدُ النقلُ عن أبي حنيفة:

ترجمہ: ابو مطیع بلخی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرنے میں اعتماد والا ہے

(الرد الشامل علی عمر کامل: جز 12/3)

(9) ابوالمؤید محمد بن محمد الخوارزمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وكان أبو مطيع حافظاً متقناً: ترجمہ: اور ابو مطیع ہمارے نزدیک حافظ متقن ہے

(جامع المسانید للخوارزمی: 2/54)

(10) احمد بن محمد بن بن اسماعیل الطحاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قد مر أنه أبو مطيع البلخي تلميذ الإمام وحجته الأمر بها في الحديث:

ترجمہ: بے شک ابو مطیع بلخی شاگرد امام ابوحنیفہ حدیث میں حجت ہے

(حاشیہ مراقی الفلاح شرح نور الایضاح: ص 209)

(11) علامہ مزی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں:

وقال محمد بن عبد الله بن نمير: كان شيخا صالحا صدوقا:

ترجمہ: محمد بن عبداللہ بن نمیر فرماتے ہیں کہ وہ شیخ صالح صدوق تھے (تہذیب الکمال: 8/521)

(12) علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

قال ابن معين: صدوق. ترجمہ: ابن معین نے فرمایا صدوق ہے (العبر فی خبر من غبر: 1/258)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(13) شمس الدین أبو المعالی محمد بن عبد الرحمن بن الغزی فرماتے ہیں:

أبو مطيع البلخي: الحكم بن عبد الله، الإمام الحبر الفقيه، صاحب أبي حنيفة ومصنف الفقه الأكبر.

ترجمہ: ابو مطیع بلخی حکم بن عبداللہ امام الحبر الفقیہ شاگرد امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور فقہ اکبر کے راوی ہیں

(دیوان الاسلام: ص 81)

(14) عبد الحئی بن احمد بن محمد العکری الحنبلی فرماتے ہیں:

أبو مطيع الحكم بن عبد الله البلخي الفقيه صاحب أبي حنيفة وصاحب كتاب الفقه الكبر ....ولي قضاء بلخ وحدث عن ابن عوفا وجماعة قال أبو معين ثقة:

ترجمہ: ابو مطیع حکم بن عبداللہ بلخی فقیہ صاحب ابی حنیفہ اور صاحب فقہ اکبر ہیں اور بلخ کے قاضی تھے اور ابن عوفا سے اور ایک جماعت سے روایت کی، ابو معین فرماتے ہیں کہ ثقہ ہیں

(شذرات الذہب فی اخبار من ذہب: 1/357)

(15) ابو حاتم فرماتے ہیں:

وقال أبو حاتم محله الصدق: ترجمہ: ابو حاتم فرماتے ہیں کہ یہ سچے ہیں

(شذرات الذہب فی اخبار من ذہب: 1/357)

(16) **وهو أبو مطيع البلخي- ثقة.** ترجمہ: یہ ابو مطیع بلخی ثقہ ہے

(أرشیف ملتقی أہل الحدیث- 4: جز 69/65)

(17) علامہ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کتاب العبر میں فرماتے ہیں کہ امام ابوداؤد کہا کرتے تھے:

عن كتاب العبر للذهبي عن أبي داود وبلغنا أنه من كبار الأمارين بالمعروف والناهين عن المنكر

ہمیں یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ ابو مطیع امر معروف اور نہی منکر کرنے کے بہت اعلیٰ درجے پر فائز تھے

(1) العبر فی خبر من غبر: 1/258 (2) حاشیہ لسان المیزان: 2/335

(18) علامہ خلیلی امام ابو مطیع بلخی کے ساتھ علماء کی ناراضگی سے پردہ اٹھاتے ہوئے فرماتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وقال الخليلي في الإرشاد كان على قضاء بلخ وكان الحفاظ من أهل العراق وبلخ لا يرضونه: (لسان المیزان بتحقیق ابوغدہ:3/248)

ترجمہ: ابومطیع بلخی منصب قضا پر فائز تھے اور عراق وبلخ کے حفاظ حدیث آپ سے راضی نہ تھے ۔

جوشخص امر معروف اور نہی منکر کا عادی ہو اور اس میں وہ حاکم وقت کی بھی پرواہ نہ کرتا ہو اور ہو بھی حنفی اس کو برداشت کرنا آسان کام نہیں تھا اس لئے لوگوں نے ان کے بارے میں رنگا رنگ باتیں پھیلانا شروع کر دیں، یہ عادت اہل علم سے مخفی نہیں ہے کہ ایسا ہوتا رہا ہے اور یہ سب حسد اور تعصب کا کرشمہ ہے

(19) شوذب کے نزدیک ابومطیع کا مقام:

[حدثنا عمران بن الربيع أبو نهشل البلخي قال دخلت مع حمويه بن خليد العابد على شوذب بن جعفر سنة الرجفة فقال شوذب لحمويه رأيت الليلة أبا مطيع في المنام فكأني قلت ما فعل بك فسكت حتى ألححت عليه فقال إن الله قد غفر لي وفوق المغفرة]

ترجمہ: شوذب اپنے ساتھی حمویہ سے کہتے ہیں ایک رات میں نے خواب میں ابومطیع کو دیکھا گویا کہ میں ان سے پوچھ رہا ہوں کہ مرنے کے بعد اللہ تعالی کی طرف سے کیسا معاملہ ہوا؟ آپ نے کوئی جواب نہ دیا تو میں نے اصرار کیا تو آپ نے جواب دیا بے شک اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرما دی ہے اور بہت اونچی بخشش فرمائی ہے (تاریخ بغداد:8/223)

ابومطیع بلخی پر محدثین نے کچھ جرحیں بھی نقل کی ہیں جو کہ مبہم اور غیر مفسر ہیں اور ایسی جرحیں اصول حدیث کی روشنی میں قابل قبول نہیں ہوتیں دیکھئے:

[وهذا تقديم للتعديل على الجرح لأن الذي ذكرناه محمول على ما إذا كان الجرح غير مفسر السبب فأنه لا يعمل به]

(1) الکافیہ فی علم الروایہ للخطیب: ص 101 (2) صیانۃ صحیح مسلم من الاخلال والغلط: ص 96

(3) توجیہ النظر: 2/550

اعتراض: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ابومطیع سے روایت کرنا مناسب نہیں کیونکہ ان کے بارے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں یوں کہا جاتا ہے کہ وہ کہتے تھے "جنت اور دوزخ دونوں پیدا کئے گئے ہیں اور عنقریب دونوں فنا ہو جائیں گے"
(تاریخ بغداد:8/235)

جواب: یہ الزام سنی سنائی بات پر مبنی ہے اور ہے بھی سراسر غلط، کاش امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ تک ابو مطیع کی امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کردہ کتاب پہنچی ہوتی جس میں وہ اس عقیدہ کا خود رد کرتے ہیں اور ایسے شخص کو کافر کہتے ہیں۔

[قال إنهما تفنيان بعد دخول اهلهما فيهما فقد كفر بالله تعالى لأنه انكر الخلود فيهما](الفقه الابسط ص157:حكم من كذب بالخلق او انكر معلوما من الدين بالضرورة)

نوٹ: یہ عقیدہ جہمیہ کا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ جنت میں جنتی اور جہنم میں جہنمی ایک وقت تک رہیں گے پھر یہ فنا ہو جائیں گیں۔

جس طرح امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مرجیوں کا رد کیا تو مخالفین نے انہیں ہی مرجئی قرار دے دیا بالکل اسی طرح ابو مطیع بھی جہمیوں کے خلاف تھے لہٰذا مخالفین نے انہیں ہی جہمی قرار دے دیا حالانکہ وہ اس عقیدے کا رد کرتے ہیں مزید تفصیل دیکھنے کیلئے ملاحظہ کیجئے (کتاب الفقہ الابسط مترجم:ص72)

اگر صرف کسی کو مرجئی یا جہمی کے الزام کے سبب ضعیف قرار دیا جائے تو صحیح بخاری میں کتنے ہی ایسے راوی ہیں کہ جن پر مرجئی، جہمی، قدری، ناصبی، شیعہ، خارجی ہونے کا الزام ہے تو کیا ان کو کوئی ضعیف کہہ کر رد کرتا ہے اگر نہیں تو صرف یہی الزام کسی حنفی پر لگا رد کرنا کیا معنی رکھتا ہے تسلی کے لئے صحیح بخاری کے ان رواۃ کی تعداد بتائے دیتا ہوں

(1) صحیح بخاری کے مرجئی رواۃ کی تعداد 16 ہے دیکھئے تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی

(2) صحیح بخاری کے ناصبی رواۃ کی تعداد 4 ہے دیکھئے تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی

(3) صحیح بخاری کے رافضی وشیعہ رواۃ کی تعداد 29 ہے دیکھئے تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی

(4) صحیح بخاری کے قدری رواۃ کی تعداد 23 ہے دیکھئے تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی وکتاب المعارف ،میزان الاعتدال

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(5) صحیح بخاری کے خارجی رواۃ کی تعداد 4 ہے دیکھئے تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی

(6) صحیح بخاری کے جہمی رواۃ کی تعداد 4 ہے دیکھئے تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی

{امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب ایک تحریف شدہ قول اور اس کی حقیقت}

کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جو یہ کہے کہ میں نہیں جانتا کہ اللہ آسمان میں ہے یا زمین میں تو امام صاحب نے فرمایا وہ شخص کافر ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اللہ عرش پر مستوی ہوا۔۔۔۔الخ

حالانکہ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب یہ قول تحریف شدہ ہے اور صریح طور پر ان پر جھوٹ ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا اصل قول یہ ہے کہ:

[قال ابو حنیفۃ من قال لا اعرف ربی فی السماء او فی الأرض فقد کفر و کذا من قال إنہ علی العرش ولا ادری العرش أفی السماء او فی الأرض]

ترجمہ: ابو مطیع بلخی کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے فرمایا جس نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہیں کہ میرا رب آسمان پر ہے یا زمین پر تو اس نے کفر کیا، اسی طرح جو کہتا ہے کہ اللہ عرش پر ہے لیکن مجھے پتہ نہیں ہے کہ عرش آسمان پر ہے یا زمین پر تو یہ بھی کافر ہے۔

(الشرح المیسر علی الفقہین الأبسط والاکبر المنسوبین لأبی حنیفۃ: ص 135 بتحقیق محمد بن عبدالرحمن خمیس)

ابو مطیع کی کتاب کے یہ الفاظ امام بیاضی الحنفی رحمہ اللہ کے نسخے میں صرف اس قدر ہیں اور امام فقیہ ابواللیث سمرقندی کے نسخے میں یہ الفاظ ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے الرحمن علی العرش استوی، پھر اگر وہ شخص کہے میں اس آیت کو مانتا ہوں لیکن مجھے پتہ نہیں کہ عرش آسمان پر ہے یا زمین پر تو اس بات سے بھی اس نے کفر کیا،، اور دونوں نسخوں کے متنوں میں وجہ کفر بیان نہیں کیا گیا کہ ایسا شخص کیوں کافر ہے، تو امام بیاضی اور فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہم اللہ دونوں نے اس کا بیان کر دیا کہ دراصل اس دوسری بات کا مرجع بھی پہلی بات کی طرف ہے کیونکہ جب وہ اللہ کو عرش پر مان کر کہتا ہے کہ مجھے معلوم نہیں کہ عرش آسمان پر ہے یا زمین پر تو اس کا بھی وہی مطلب ہوا جو پہلی عبارت کا ہے کہ اللہ آسمان پر ہے یا زمین پر تب ایسے شخص نے اللہ کے لیے مکان کا عقیدہ رکھا اور اللہ کو مکان سے پاک قرار نہیں دیا، اور ایسا کہنے والا اللہ کو اگر آسمان پر مانتا ہے تو زمین پر نفی کرتا ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور زمین پر ماننا ہے تو آسمان پر نفی کرتا ہے اور یہ بات اللہ کے لیے حد کو بھی مستلزم ہے

اور اسی طرح فقیہ ابو اللیث سمرقندی اور بحوالہ ملا علی قاری رحمہ اللہ حل الرموز میں ملک العلماء شیخ عزالدین بن عبد السلام الشافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ قول اللہ جل جلالہ کے لیے مکان ثابت کرنے کا وہم دیتا ہے تو اس بات سے یہ شخص مشرک ہوگیا یعنی اللہ سبحانہ وتعالی تو ازل سے ہے اگر اللہ کے وجود کے لیے مکان لازم ہے تو یقیناً یہ مکان ازل سے ماننا پڑے گا اور اس طرح ایک سے زائد قدیم ذات ماننا پڑیں گے جو کہ اللہ کے ساتھ شرک ہے۔

اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا جو قول تھا اس سے کچھ آگے چل کے وہ خود ہی اس بات کا جواب دیتے ہیں:

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

[قلت أرأيت لو قيل أين الله تعالى فقال يقال له كان الله تعالى ولا مكان قبل ان يخلق الخلق وكان الله تعالى ولم يكن أين ولا خلق كل شيء]

ترجمہ: ”جب تم سے کوئی پوچھے کہ اللہ (کی ذات) کہاں ہے تو اسے کہو کہ (اللہ وہیں ہے جہاں) مخلوق کی تخلیق سے پہلے جب کوئی جگہ و مکان نہیں تھا صرف اللہ موجود تھا۔ اور وہی اس وقت موجود تھا جب مکان مخلوق نام کی کوئی شے ہی نہیں تھی“

(1) الشرح المیسر علی الفقہین الأبسط والأکبر المنسوبین لأبی حنیفۃ: ص 161

(2) العالم والمتعالم: ص 57

لہذا آج کل جو غیر مقلدین امام صاحب کے اس قول میں الفاظ کے ملاوٹ کے ساتھ معنی میں بھی تحریف کر کے اس کا مطلب اپنی طرف موڑتے ہیں وہ بالکل غلط اور امام صاحب کی اپنی تصریحات کے خلاف ہے اور جس ملاوٹ اور لفظی تحریف کی بات ہم نے کی اس کی تفصیل یہاں ذکر کرتے ہیں

اوپر امام صاحب کا قول ابو مطیع کی روایت سے ہم نے بیان کر دیا کہ وہ کس قدر الفاظ کے ساتھ مروی ہے اور اس کی تشریح فقیہ ابو اللیث اور امام عزالدین بن عبد السلام کے ارشادات کے مطابق بلا غبار واضح نظر آتی ہے لیکن غیر مقلدین میں ایک شخص جن کو یہ لوگ شیخ الاسلام ابو اسماعیل الھروی الانصاری صاحب الفاروق کے نام سے جانتے ہیں اور ان کی کتابوں میں الفاروق فی الصفات اور ذم الکلام شامل ہیں جن میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ جناب اشاعرہ کو مسلم بلکہ اہل کتاب بھی نہیں سمجھتے اور ان کے ذبیحے حرام اور ان سے نکاح بھی حرام کہتے ہیں اور یہ فقیہ ابواللیث سمرقندی رحمہ اللہ کے وفات سنہ 373ھ کے سو سال بعد آئے ہیں اور انہوں نے اسی روایت میں اپنی طرف جو الفاظ چاہے اپنی طرف سے بڑھا دیے حتیٰ کہ ساری بات کا مفہوم ہی بگاڑ دیا اور کلام کا رخ اپنے مطلب کی طرف پھیر دیا چنانچہ ان جناب نے اس عبارت کو اس طرح روایت کیا

[قَالَ سَأَلت أَبَا حنيفَة عَمَّن يَقُول لَا أعرف رَبِّي فِي السَّمَاء أَو فِي الأَرْض فَقَالَ قد كفر لِأَن الله تَعَالَى يَقُول {الرَّحْمَنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوَى} وعرشه فَوق سمواته: فَقلت إِنَّه يَقُول أَقُول على الْعَرْش اسْتَوَى وَلَكِن قَالَ لَا يدْرِي الْعَرْش فِي السَّمَاء أَو فِي الأَرْض قَالَ إِذا أنكر أَنه فِي السَّمَاء فقد كفر]

کیا،،، اس عبارت میں انہوں نے لان اللہ یقول الرحمن علی العرش استوی وعرشہ فوق سموتہ کی تعلیل [یعنی چونکہ اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ رحمن نے عرش پر استواء کرلیا، اور اس کا عرش آسمانوں کے اوپر ہے] اور یہ الفاظ فاذا انکر انہ فی السماء فقد کفر کی تعلیل [یعنی جب اس شخص نے انکار کرلیا کہ وہ آسمان پر ہے تو اس نے کفر کیا] یہ دونوں باتوں کو انہوں نے اس عبارت میں اپنی طرف سے بڑھا دیں جس کی وجہ سے مفہوم بظاہر تجسیمی معنی کی طرف مائل ہوتا نظر آرہا ہے حالانکہ اصلی عبارت اور امام صاحب کی دیگر تصریحات سے امام صاحب کا مسلک اہل سنت کا ہی مسلک ہونے میں واضح ہے، تو یہاں پر کفر کی وجہ یہ نہیں ہے کہ اس شخص نے اللہ کو آسمان پر ماننے سے انکار کردیا اس لیے کافر ہے،، بلکہ یہ الفاظ تو الھروی نے اپنی طرف سے بڑھا دیے اور ان الفاظ کا کوئی وجود ہی نہیں ہے اصل عبارت میں، اور کفر کی وجہ وہی ہے جو امام ابواللیث نے الھروی سے سو سال پہلے بیان کیا اور امام عزالدین بن عبدالسلام نے بھی بیان کیا کہ دراصل یہ بات اللہ کے لیے مکان وجگہ ثابت کررہا ہے اس لیے یہ کفر ہے

اور تعجب یہ ہے کہ یہ شخص ابواسماعیل الھروی ان حضرات کے ہاں بہت بڑے پائے کے ہیں جبکہ ان کے اپنے ہی شیخ الاسلام ابن تیمیہ ان کا مسلک اپنے مجموع الفتاوی میں کلام الہی کے بارے میں یہ نقل کرتے ہیں کہ ان کے ہاں اللہ کا کلام نازل ہوکر مصحف میں حلول ہوگیا والعیاذ باللہ اور ساتھ میں جناب کی یہ عجیب منطق بھی نقل فرمائی ہے کہ یہ وہ والی حلول نہیں جو ممنوع ومضر ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[وَطَائِفَةٌ أَطْلَقَتْ الْقَوْلَ بِأَنَّ كَلَامَ اللهِ حَالٌّ فِي الْمُصْحَفِ كَأَبِي إِسْمَاعِيلَ الْأَنْصَارِيِّ الهروي الْمُلَقَّبِ بِشَيْخِ الْإِسْلَامِ وَغَيْرِهِ وَقَالُوا: لَيْسَ هٰذَا هُوَ الْحُلُولُ الْمَحْذُورُ الَّذِي نَفَيْنَاهُ. بَلْ نُطْلِقُ الْقَوْلَ بِأَنَّ الْكَلَامَ فِي الصَّحِيفَةِ وَلَا يُقَالُ بِأَنَّ اللهَ فِي الصَّحِيفَةِ أَوْ فِي صَدْرِ الْإِنْسَانِ كَذَالِكَ نُطْلِقُ الْقَوْلَ بِأَنَّ كَلَامَهُ حَالٌّ فِي ذَالِكَ دُونَ حُلُولِ ذَاتِهِ]

ترجمہ: ابن تیمیہ کہتے ہیں کہ ایک گروہ نے یہ بات بھی کہی ہے کہ اللہ کا کلام مصحف میں حلول ہوگیا ہے جیسا کہ ابواسماعیل الھروی جوکہ شیخ الاسلام کے لقب سے جانے جاتے ہیں وغیرہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وہ حلول نہیں ہے جومحذور ہے اور جسے ہم نے نفی کیا ہے بلکہ ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ کا کلام صحیفہ میں ہے اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ اللہ صحیفہ میں ہے یا انسان کے سینے میں ہے اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ اس کا کلام اس میں [یعنی مصحف یا صحیفے میں] حلول ہوگیا ہے لیکن اللہ کی ذات حلول نہیں ہوئی (مجموع الفتاوی:12/294)

سبحان اللہ اگر یہی کلام کوئی بھی اہل سنت کا معتقد خدانخواستہ کہہ دیتا تو کیا اس کو کوئی شیخ الاسلام کے لقب سے ملقب کرتا؟ تو خلاصہ کلام یہ ہوا کہ ابومطیع سے امام صاحب کی اس بات کی روایت کو اگر ابواسماعیل الھروی کی من گھڑت زیادتی کے بغیر نقل کیا جائے تو اس میں کوئی خرابی نہیں اور کلام کا مفہوم مکان کی نفی میں واضح ہے خصوصاً جب امام صاحب کے باقی ارشادات کی روشنی میں اس کو قوی قرائن مل جاتے ہیں

اور اسی کلام کو ابن قیم نے ان الفاظ کی زیادتی سے نقل کیا ہے [**لانه انكر ان يكون فى السماء لانه تعالى فى اعلى عليين**] یعنی یہ شخص اس لیے کافر ہے کہ اس نے اللہ کو آسمان پر ماننے سے انکار کردیا، کیونکہ اللہ اعلیٰ علیین میں ہے حالانکہ قرآن وسنت میں کہیں بھی اللہ کو اعلیٰ علیین میں نہیں کہا گیا تو یہ سب تصرفات جناب ابواسماعیل الھروی کی تحریف کردہ ہیں اور ان سے امام ذہبی رحمہ اللہ نے [العلو] میں اور امام ابن قیم نے [اجتماع الجیوش الاسلامیہ: ص 267] میں ان کو اسی طرح نقل کرلیا اسی طرح اسماعیل الہروی کے بعد آنے لوگوں نے اسی کا حوالہ دے کر اسی قول کو نقل کیا ہے جب بنیاد ہی اس قول کی درست نہیں تو اس من گھڑت قول کی بناء پر کسی کو مطعون کرنا درست نہیں، حالانکہ یہ اسماعیل الہروی خود اللہ تعالیٰ کے کلام کے حوالے سے مطعون ہے جیسا کہ اوپر ہم نے حوالے کے ساتھ بتایا

اس تمام بات کا خلاصہ یہ ہے کہ اس من گھڑت بات کی بنا پر ابومطیع کو مطعون کرنا صرف تعصب ہے اور تعصب کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جرح مردود ہے اسی طرح محدثین بلاتحقیق اس بات کو نقل کرتے رہے اور ابو مطیع کو ضعیف قرار دیتے رہے ہم نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے ایک انصاف پسند آدمی کے لئے بات واضح ہو گئی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین

وماتوفیقی الاباللہ العلی العظیم

مورخہ 03-11-2015

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۳۵)

بائبل کے غیر مستند ہونے کے دلائل
ناقابل تردید حقائق کی روشنی میں

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید الانبیاء والمرسلین،

امابعد!

حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو صحیفہ ربانی یا انجیل اپنے حواریوں کو دے کر گئے تھے تاریخ اس کے متعلق بالکل خاموش ہے آپ کے بعد عیسائی آپ کی واپسی کے منتظر تھے اور آپ کے حواریوں پر پریشانی کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا اس لئے اس انجیل کی ترتیب پر توجہ نہ دی گئی

حضرت عیسی علیہ السلام اور آپ کے حواریوں کی زبان آرامی تھی جو 34 انجیل تاریخ انسانی نے پائیں وہ یونانی زبان میں تھیں

ان کے علاوہ بڑی تعداد ان خطوط کی تھی جو حواریوں کے متعلق منسوب کئے گئے اور ان خطوط کی تعداد تقریباً 113 تک تھی نیقیہ کی مشہور کونسل نے 325ء میں ان تمام لٹریچر کو سامنے رکھا اور ان میں چار اناجیل، (متی، مرقس، لوقا اور یوحنا) رسولوں کے اعمال پولوس یعقوب پطرس یوحنا اور یہوداکے خطوط اور مکاشفات یوحنا منتخب کر لیا گئے اور باقی اناجیل اور خطوط کو وضعی (اپوکریفہ) قرار دے دیا گیا اسے عہد نامہ جدید کہا گیا اور انہیں مقدس کتابوں کا درجہ مل گیا چاروں اناجیل حضرت عیسٰی علیہ السلام کی سوانح عمریاں ہیں جنہیں آپ کے حواریوں نے مرتب کیا رسولوں کے اعمال آپ کے حواریوں کے کارناموں کا تذکرہ ہے خطوط وہ ہیں جو مختلف کلیساؤں اور دوسرے لوگوں کے نام تبلیغی طور پر لکھے گئے اور مکاشفات یوحنا حواری کے مکاشفہ پر مشتمل ہے نیقیہ کی مشہور کونسل نے ان کا انتخاب بڑے عجیب وغریب طریقہ استعمال کر کے کیا۔ یہ کونسل شہنشاہ قسطنطین کے زیر اہتمام ہوئی اس میں سلطنت روما کے اطراف سے 2 ہزار 48 مندوبین شامل ہوئے تھے ان میں باہمی سمجھوتے اور ایک متفقہ مذہب تشکیل دینا مقصود تھا مگر کونسل کی بحث وجدل نے ایسی شدت اختیار کر لی کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

1730 مندوبین کو باہر نکال دینا پڑا باقی 318 کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے کہ باقی فرقوں کی اناجیل میں کسے برقرار رکھا جائے اور کس کو مسترد کر دیا جائے

بالآخر انہوں نے ایک رات تمام کتابوں کو فرش پر بکھیر دیا صبح آ کر جو کچھ کتابیں اور خطوط رہ گئے ہیں ان کو مقدس سمجھ لیا گیا اور باقی مسترد قرار پا گئیں اس لئے historical aspect of the council of By rev issac boyle.nicaea کے جو کچھ ان تین سو پادریوں نے مرتب کیا اس کو خدا کی خوشنودی سمجھ لینا چاہئے

(1) متی کی انجیل:

عیسائیوں کے عقیدہ کے مطابق متی کی انجیل سب سے پرانی ہے لیکن اس کے متعلق نہ تو یہی متعین ہو سکا کہ اس کا مؤلف کون ہے اور نہ ہی یہ کہ یہ کس سن میں مرتب ہوئی دور حاضر کی تحقیق کا رجحان اس طرف ہے کہ جس حصہ کا مؤلف حواری متی تھا وہ حصہ اسی زمانے میں شائع ہو گیا اور جو باقی ہے اس کے مؤلف نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا عہد تالیف کے متعلق عام طور پر خیال ہے کہ یہ سن 61ء

اور 65ء کے درمیان مرتب ہوئی لیکن پروفیسر ہارنک کے نزدیک اس کا زمانہ تالیف 80ء اور 100 عیسوی کے درمیان ہے۔

بہر حال زمانہ تالیف 61ء ہو یا 100ء تاریخ کے صفحات میں اس انجیل کا نشان 173ء سے قبل نہیں ملتا یہ انجیل یونانی زبان میں لکھی گئی تھی اور محققین کا خیال ہے کہ اس کو عبرانی ترجمہ۔ جیروم نے سن 400ء میں کیا تھا (اگرچہ اس کا دعویٰ تھا کہ اسنے ترجمہ نہیں کیا بلکہ اس کو خود عبرانی نسخہ مل گیا تھا)

(2) مرقس:

بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ سب سے پہلی قدیمی انجیل، متی کی نہیں بلکہ مرقس کی ہے جس کا ذکر سب سے پہلے [یوسی بس] نے اپنی کتاب [تاریخ کلیسا] میں، چوتھی صدی میں کیا ہے اس کا خیال ہے کہ مرقس نے (جو یہودی الاصل تھا) سن 64ء میں اسے لکھا تھا۔

(3) لوقا:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تیسری انجیل لوقا کی ہے یہ غیر یہودی مؤرخ تھا اور خیال کیا جاتا ہے کہ اس نے پہلی صدی کے اخیر میں اس انجیل کو مرتب کیا

(4) یوحنا:

چوتھی انجیل یوحنا کی ہے اگر چہ اسے حضرت عیسٰی علیہ السلام کے حواری یوحنا کی طرف منسوب کیا جاتا ہے لیکن جدید تحقیق ثابت کرتی ہے کہ اس کا مؤلف ایک ایشیائے کوچک کا رہنے والا تھا اس نے پہلی صدی کے اخیر میں اس انجیل کو مرتب کیا اس انجیل میں فلسفہ یونان کی پوری پوری چاشنی موجود ہے

ان انجیل کے متعلق موسیو رینان کی تحقیق قابل غور ہے وہ لکھتا ہے:

[چونکہ (حضرت عیسٰی کی تشریف برداری کے بعد) لوگوں کا عقیدہ یہ تھا کہ دنیا کا عنقریب خاتمہ ہو جائے گا اور اس لئے انہوں نے مستقبل کے لیے کتابیں تصنیف کرنے کی طرف کوئی دھیان نہ دیا ان کے لئے فقط اتنا کافی تھا کہ جس شخصیت کے متعلق انہیں انتظار تھا کہ وہ بادلوں کے اندر دوبارہ دیکھیں گے اس تصور کو اپنے آئینہ قلب میں آویزاں رکھتے یہی وجہ ہے کہ ابتدائی 150 سال میں انجیل کو کوئی مستند حیثیت حاصل نہ تھی ان میں اضافے کرنے یا اس انداز سے ترتیب دینے، یا ہر ایک کی تکمیل دوسرے سے کرنے میں کوئی باک اور تامل نہ تھا

(حیات مسیح: ص 112)

ابتداء انجیل کی حیثیت بالکل انفرادی تھی اور سن کے اعتبار سے ان کا درجہ روایت سے بھی بہت کم تھا

(حیات مسیح: ص 214)

لوقا کی انجیل کے متعلق موسیو رینان لکھتا ہے کہ.

[میں کبھی یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ چوتھی انجیل تمام کی تمام گیلی کے ماہی گیر کے قلم کی لکھی ہوئی ہے. .... حقیقت یہ ہے کہ اس میں اکثر اضافے بعد کے ہیں] (حیات مسیح: ص 14 سے 18)

سینٹ پال کا سابقہ ڈین iNGE.w.r اپنی کتاب the fall of the idols میں لکھتا ہے کہ بہت کم علماء ایسے ہونگے جو اس باب میں اختلاف کرتے ہوں کہ انجیل چہارم (یوحنا) ایشیائے کوچک کے کسی گمنام تصوف پسند نے 95ء اور سن 125ء کے درمیان لکھی تھی (حیات مسیح: ص 261)

متی اور یوحنا کے بیانات کا ذکر کرنے کے بعد موسیو رینان لکھتا ہے.

[اگر مسیح نے ویسے ہی باتیں کی تھیں جیسے متی نے لکھا ہے تو یقیناً وہ (مسیح) یوحنا کے مطابق باتیں نہیں کرسکتا تھا یعنی متی اور یوحنا کے اسلوب وانداز میں اس قدر بین فرق ہے کہ ایک ہی شخص ایسے متضاد انداز میں باتیں نہیں کرسکتا] (حیات مسیح:ص12)

لوقا کے متعلق رینان کا بیان ہے.

[اس انجیل کی تاریخی حیثیت بہت کمزور ہے یہ صحیفہ ہم تک دوسرے ہاتھ سے پہنچا ہے....اس میں کئی فقرے موڑے توڑے ہوئے مبالغہ آمیز ہیں.....اسے تو (یروشلم) ہیکل کے متعلق بھی صحیح اندازہ نہیں]

ہر چہار انجیل کے متعلق لکھتا ہے.

[یہ انجیل ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں] (حیات مسیح:ص29)

پھر جیسی کچھ کتابیں ہیں ان میں بھی پندونصائح کے اقوال ہیں شریعت اور ضابطہ کے قوانین کوئی نہیں

موسیو رینان لکھتا ہے

[مسیح کی تعلیم میں عملی اخلاقیات یا شرعی قوانین کا کوئی سراغ نہیں ملتا.صرف ایک مرتبہ شادی کے بارے میں آپ نے حتمی طور پر کچھ فرمایا اور طلاق کی ممانعت کی] (حیات مسیح:ص213)

اسی طرح پروفیسر JOAD نے اپنی کتاب GOD AND EVIL میں لکھتا ہے میں کہ انجیل کے باہمی تضاد نے مجھے پریشان کر دیا ہے.میں ان کے متعلق بہت کچھ پڑھ لینے کے بعد اسی نتیجے پر پہنچا ہوں کہ mr bevan کا یہ بیان بالکل صحیح ہے کہ ہماری قدیمی انجیل سینٹ مرقس اور سینٹ پطرس کی یادداشتوں کا مجموعہ ہیں.

پروفیسر JOAD آگے جاکے مزید لکھتا ہے

[حضرت عیسیٰ نے پطرس کی وفات سے اڑتیس سال قبل جو کچھ کہا،اس میں سے جو پطرس کو یاد رہ سکا،وہ بھی آرامی زبان سے یونانی میں ترجمہ شدہ اس لیے (کلیسا کے فیصلہ سے قطع نظر) یہ سمجھنا بالکل حماقت ہے کہ آج جو کچھ (حضرت) عیسیٰ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے وہ اس طرح لفظاً لفظاً انہی کا ہے.گویا کسی شارٹ ہینڈ رائٹر نے اسے لکھ لیا ہو] (گاڈ اینڈ ایول:ص323)

کچھ آگے جاکر پروفیسر صاحب لکھتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[سیاسی اور اقتصادی معاملات کے متعلق (حضرت) عیسیٰ کی تعلیم افسوسناک حد تک مبہم ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسیحی علماء سرمایہ داری، استعماریت، غلامی، جنگ، قیود و بند، دشمنوں کو زندہ جلانا اور تکالیف دینا، غرضیکہ جس چیز کو چاہیں بلاوقت مسیح کی تعلیم ثابت کر سکتے ہیں۔]   (گاڈ اینڈ ایول: ص 331.)

پچھلے حصوں کا خلاصہ:

1-حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے پاس جو انجیل تھی تاریخ اس کے بارے میں بالکل خاموش ہے

2-حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان آرامی تھی جو انجیل ملتی ہے یونانی زبان میں ہے وہ بھی عبرانی زبان کا ترجمہ شدہ

3-trinity سن 325ء میں مقام الوہیت کے مستقل رکن تسلیم کئے گئے۔

4-انجیل متی، لوقا، مرقس اور یوحنا کوئی مستند قرار نہ پاسکی

اب اس کے بعد اگلی بات کو سمجھا جائے

متی، مرقس، لوقا اور یوحنا کے بعد یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ جو نسخے پہلی صدی عیسوی کے اخیر تک مرتب ہوئے یا جنہیں چوتھی صدی میں نیقیہ کی کونسل نے منتخب کیا تھا، وہ اب تک موجود چلے آرہے ہیں۔ دنیا میں انجیل کے تین قدیمی نسخے ہیں۔

(1) ایک ویٹیکن میں، جس کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ غالباً پانچویں یا چھٹی صدی کا ہے اس نسخہ میں عہد نامہ عتیق وجدید کی کتابیں یونانی زبان میں ہیں لیکن مکمل نہیں اور یہ بھی خیال کیا جاتا ہے کہ اس زمانہ میں بائبل میں ہونگی ہی اتنی کتابیں، جتنی اس نسخہ میں موجود ہیں باقی کتابیں بعد کا اضافہ ہیں

(2) دوسرا نسخہ اسکندریہ کا ہے جو آجکل برٹش میوزیم میں ہے اس کے متعلق بھی خیال ہے کہ یہ پانچویں صدی سے پہلے کا نہیں یہ بھی یونانی زبان میں ہے اور ناقص ہے یعنی مکمل نہیں

(3) تیسرا نسخہ سینا میں ہے جو روس کے پایہ تخت پٹروگریڈ میں تھا اور جسے روسیوں نے برطانیہ کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا یہ نسخہ چوتھی صدی کا لکھا ہوا ہے اس میں انجیل مرقس کا آخری باب، جس میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر تشریف لے جانے کا ذکر ہے موجود نہیں۔۔ اس لئے رفتہ رفتہ یہ خیال پختہ ہو رہا ہے کہ یہ قصہ بعد کا اور الحاقی ہے...

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

چوتھی صدی میں، جیروم نے ان انجیل کا ترجمہ یونانی زبان سے لاطینی زبان میں کیا یہی ترجمہ اس انگریزی ترجمہ کا ماخذ ہے جو شاہ جیمس کے عہد میں (1611ء میں) شائع کیا گیا اور جو [مستند ترجمہ] کہلاتا ہے.

1870ء میں کنٹربری میں، 27 علمائے عیسائیت کی ایک میٹنگ ہوئی کہ 1611ء کے ترجمہ کے نقائص کو دور کیا جائے ناقص رہ جانے کی وجہ یہ تھی کہ اس وقت اناجیل کے دو قدیمی نسخے (اسکندریہ اور سینا) دریافت نہیں ہوئے تھے. نیز اس لئے کہ اثری تحقیقات نے دینائے تاریخ میں ایک انقلاب برپا کر دیا تھا، چنانچہ اس کانفرس نے 1881ء میں ایک اردو ترجمہ شائع کیا. جسے revised edition کہا جاتا ہے. اس کانفرس نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا کہ 1611ء کے ترجمہ میں متعدد مقدمات الحاقی ہیں

یہ تو ہے ان دو [مستند] ترجموں کا باہمی موازنہ کا نتیجہ، لیکن انجیل کے جو نسخے بائبل سوسائٹیز کی طرف سے شائع ہوتے رہتے ہیں، ان کی کیفیت بھی یہ ہے کہ ہر نیا ایڈیشن، سابقہ ایڈیشن سے، اور ہر نئی زبان میں ترجمہ، کسی دوسری زبان میں ترجمہ سے مختلف ہوتا ہے حضرت عیسٰی علیہ السلام اپنے حواریوں کو جو انجیل دے کر گئے تھے اس کا کوئی سراغ نہیں ملتا جب کہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زبان آرامی تھی مگر جو انجیل دنیا کو ملتی ہے وہ یونانی زبان میں جو عبرانی زبان کا ترجمہ ہے

{trinity کا عقیدہ 325 عیسوی اس کا جز بنتا ہے}

جرمن ڈاکٹر میل نے جب عہد نامہ جدید کے چند نسخے جمع کر کے ان کا موازنہ کیا تو تیس ہزار اختلافات شمار کیئے اور جان جیمس نے اس سے زیادہ تحقیق کی تو دس لاکھ سے زیادہ اختلافات ابھر کر سامنے آگے

(مزید تفصیلات کے لئے انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کا مضمون gospel

اور انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجیز اینڈ ایتھکس کا مضمون bilble دیکھئے.

بائیل کا مفسر پادری ڈملو لکھتا ہے.

[اناجیل کے لکھنے والوں نے یسوع مسیح کے اقوال کو یونانی زبان میں لکھا ہے حالانکہ وہ (حضرت عیسٰی) آرامی زبان میں گفتگو کرتے تھے نہ ہی اغلب ہے کہ ان کاتبوں کو کبھی یہ خیال تھا کہ ان کی تحریریں ابتدائی کلیساؤں سے آگے بھی جائیں گی یہی حال پولوس کی تحریروں کا ہے اس کے خطوط جن کی اب اس قدر عوت کی جاتی ہے، اصل میں صرف اور صرف ان ہی کلیساؤں کے لیے مخصوص تھے، جن کے نام وہ لکھے گئے تھے جن لوگوں نے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

انہیں سب سے پہلے نقل کیا، وہ ہرگز انہیں ان معنوں میں مقدس نوشتے نہیں سمجھتے تھے جن معنوں میں ہم سمجھتے ہیں]

آگے چل کر یہی پادری لکھتا ہے۔

[ایک نسخہ کا نقل کرنے والا بعض اوقات وہ الفاظ درج نہیں کرتا تھا جو اصل عبارت میں موجود ہوتے تھے بلکہ وہ الفاظ درج کر دیتا جو اس کے خیال میں درج ہونے چاہیے تھے وہ ایک ناقابل اعتبار حافظہ پر بھروسہ کرتا یا بعض اوقات اصل عبارت کو بدل کر اس فرقہ کے خیالات کے مطابق کر دیتا، جس سے وہ خود متعلق ہوتا ابتدائی عیسائی بزرگوں کی عبارات اور حوالہ جات کے علاوہ، عہد نامہ جدید کے قریب چار ہزار مختلف نسخے یونانی زبان میں ہیں نتیجہ یہ کہ اختلاف عبارات بہت زیادہ ہیں]

مستند نسخہ کی کیسے تکمیل ہوئی:

سچائی کتنی ہی تاریخ کے پردوں کے اندر چھپی ہو، اپنا ایک اثر رکھتی ہے۔ جیسے ایک روشنی کی کرن اندھیرے کو ختم کر دیتی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ تاریخ تین اور قدیم انجیل بھی دیتی ہیں۔۔۔۔سب کے اسلوب میں اتنا فرق ہے اور ان میں اتنے تضادات ملے انہوں نے ایک کونسل بٹھائی:

جس طرح چوتھی صدی میں نیقیہ کی کونسل منعقد ہوئی تھی اسی طرح سولہویں صدی میں (1545ء یا 1563ء) میں ٹرنٹ TRENT کے مقام پر ایک اور عظیم الشان کونسل منعقد ہوئی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کونسل میں جو اہم مباحث فیصل ہوئے تھے، ان کا اجمالی ذکر اس مقام پر کر دیا جائے یہ بیان اس روئیداد سے ماخوذ ہے، جسے ریلجیس ٹریکٹ سوسائٹی (لندن) نے شائع کیا تھا اس کونسل میں دیگر امور کے علاوہ، ذیل کے تین اہم باتیں زیر بحث آئی

1- اپوکریفہ کی حیثیت کیا ہے؟

2- کیا روایات اور انجیل ہم پلہ ہیں؟

3- انجیل کے مختلف نسخوں میں جو اختلافات ہیں، انہیں کس طرح ختم کیا جائے؟

(1) شق اول کے متعلق اس روئیداد میں مذکور ہے:-

[اگرچہ اپوکریفہ کتابوں کو جیروم نے بائبل کے ولگیٹ ایڈیشن میں شامل کر دیا تھا لیکن یہ ہر شخص کو معلوم ہے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کہ وہ انہیں مستند نہیں سمجھتا تھا......لیکن کونسل میں (بحث کے بعد) سیٹا کروس کی رائے سب پر غالب آگئی اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ ولگیٹ ایڈیشن میں جس قدر کتابیں بھی شامل ہیں، انہیں آسمانی کتابیں تصور کیا جائے]

(صفحہ 27،28)

اس طرح اپوکریفہ کی جعلی کتابیں آسمانی قرار پاگئیں:

(2) شق دوم کے متعلق کونسل کے اراکین میں بہت اختلاف تھا چنانچہ جب یہ مسئلہ بحث کے لیے پیش ہوا اور حصہ پڑھا گیا جس میں درج تھا کہ اناجیل اور روایات کو یکساں تقدس اور عظمت کی نگاہ سے دیکھا جائے تو برٹنی نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ اگر چہ مجھے یہ تسلیم ہے کہ ان دونوں کا مصنف خدا ہی ہے کیونکہ سچائی جو بھی ہو اس کا سر چشمہ وہی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ جو کچھ بھی سچ ہے وہ سب الہامی ہے..(مزید برآں) یہ حقیقت ہے کہ بہت سی روایات اب استعمال میں نہیں رہی، اس امر پر دال ہے کہ خدا کا یہ قطعاً منشا نہ تھا کہ انھیں تقدس وعظمت میں اناجیل کا ہم پلہ سمجھا جائے (صفحہ 29)

لیکن اس کے خلاف مخالفت کا ایسا سیلاب امڈ آیا کہ اس بچارے کو معافی مانگنا پڑی اور یہ وعدہ کرنا پڑا کہ جو کچھ بھی فیصلہ ہوگا وہ اسے تسلیم کرے گا چنانچہ یہی قرار پایا کہ روایات کو وحی کا ہم پلہ سمجھا جائے

(3) شق سوم کے متعلق ایک کمیٹی مقرر کی گئی، جس نے اپنی رپورٹ میں بیان کیا کہ:

[اس قدر مختلف نسخوں کا وجود اناجیل کے معانی کو غیر متیقن کر دیتا ہے اس کا علاج صرف یہ ہے کہ ایک متفقہ علیہ نسخہ شائع کر دیا جائے جسے مستند سمجھا جائے] (صفحہ 29)

چنانچہ یہ طے ہوا کہ 6 ارکان پر مشتمل ایک اور کمیٹی متعین کی جائے جو ولگیٹ کے مختلف نسخوں سے ایک متفقہ نسخہ مرتب کرے (صفحہ 30)

pallvicint کا بیان ہے اس کمیٹی نے ایک طویل رپورٹ پیش کی، جس میں اغلاط واختلافات کی ایک بہت لمبی چوڑی فہرست درج تھی اس کثافت کے ڈھیر کو کوئی سیلاب ہی صاف کر سکتا تھا

(صفحہ 32)

اس کمیٹی نے بڑی محنت اور جانفشانی کے بعد ایک نسخہ مرتب کیا لیکن وہ پوپ کو پسند نہ آیا اور بالآخر 1590ء ایک نسخہ شائع ہوا اس مستقل مزاج پوپ نے نہ صرف اپنے گرد وپیش بڑے بڑے علماء اور نقاد کی جماعت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہی جمع کی بلکہ خود بھی بڑے جذب وشوق سے اس کام میں منہمک ہوگیا اس نے پریس سے بھیجنے سے پہلے اس نسخہ کو حرف بہ حرف پڑھا اور اس کی تصحیح کی دوران طباعت میں اسے دوبارہ پڑھا جب چھپ کر آیا تو اسے دوبارہ پڑھا اس کو مستند قرار دے کر شائع کیا گیا لیکن ابھی یہ نسخہ شائع ہی ہوا تھا کہ معلوم ہوا کہ اس میں بہت سی غلطیاں رہ گئی ہیں چنانچہ اسے واپس لے لیا گیا اور 1592ء میں اس سے زیادہ صحیح ایک اور نسخہ شائع کیا گیا ان دونوں نسخوں میں نمایاں اختلاف ہے اس کے بعد 1593ء میں ایک اور نسخہ شائع کیا گیا۔ جو 1592ء والے نسخہ سے بھی مختلف تھا ڈاکٹر جیمس نے ان دونوں نسخوں کا مقابلہ کیا تو اس میں قریب دو ہزار اختلافات نظر آئے جن میں بعض آیات پوری کی پوری ایک دوسرے سے مختلف تھیں اور بہت سی آیات ایک دوسرے سے متضاد تھیں بایں ہمہ ان دونوں نسخوں کو یکساں طور پر مستند تصور کیا گیا (صفحہ 33,34)

غور فرمایا قارئین نے اناجیل کے [مستند] نسخے کس طرح وجود میں آتے رہے یہی مستند نسخے تھے جن کا انگریزی ترجمہ شاہ جیمس کے عہد (1611ء میں ہوا اور جسے 1881ء میں ترمیم وتنسیخ کے بعد شائع کیا گیا سوچئے کہ اس آخری نسخہ کو (جو پھر ہر نئے ایڈیشن کے وقت بدلا جاتا ہے) حضرت عیسیٰ کی انجیل سے کیا نسبت باقی رہ جاتی ہے؟

غالباً 1961ء میں بائبل کا ایک جدید انگریزی ایڈیشن شائع کیا گیا ہے، یہ ماڈرن انگلش زبان میں ہے سابقہ انگریزی ایڈیشنوں کی خاص زبان تھی جسے بائیبلی زبان کہا جاتا ہے انجیل کے اندر اختلاف یا اغلاط کے متعلق یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ یہ دور حاضرہ کی پیداوار ہیں؟ یہ تو اناجیل کی تالیف کے ساتھ ہی شروع ہو گئے تھے۔

مشہور نقاد [celsose] قریب سن 200ء میں لکھتا ہے کہ

[عیسائیوں نے اپنی مقدس کتابوں میں دیدہ ودانستہ فریب کارانہ انداز سے ردوبدل کر ڈالا ہے]

اس ردوبدل کے انداز کیا تھے؟

سب سے پہلے تو یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں کے متعلق تحقیق یہ ہے کہ وہ عام طور ناخواندہ تھے چنانچہ مشہور عیسائی مورخ MOSHEIM اپنی تاریخ کے حصہ اول (پہلی صدی) باب 4/4 میں لکھتا ہے

[یہ تمام شاگرد تعلیم سے بے بہرہ اور فلسفہ اور دیگر علوم سے نا آشنا تھے]

اس سے ظاہر ہے کہ اناجیل کے نسخے ان کے ہاتھوں میں محفوظ نہیں رہ سکتے تھے اس سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

موجودہ نسخے جوان حواریوں کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں دراصل ان کی تالیف نہیں ہیں کیونکہ وہ تو تعلیم سے بے بہرہ تھے،لیکن اس تحریف اور تغیر و تبدل کی اس سے کہیں گہری وجہ ایک اور تھی یہ وجہ کیا تھی؟ اسے غور سے سنیے؛ سینٹ پال (موجودہ عیسائیت کا بانی) انجیل (خطوط پال) میں لکھتا ہے:

[اگر میرے جھوٹ کے سبب سے، خدا کی سچائی اس کے جلال کے واسطے زیادہ ظاہر ہوئی تو پھر کیوں گناہگار کی طرح مجھ پر حکم دیا جاتا ہے] (رومیوں کے نام 7:3)

غور فرمایا آپ نے یہ عقیدہ کیا ہے؟ اگر جھوٹ بولنے سے خدا کی بڑائی ظاہر ہوتی ہو تو بلا تکلف جھوٹ بولئے جب جھوٹ کا دروازہ اس طرح چوپٹ کھول دیا جائے تو اس سے جو نتائج پیدا ہوں گے، ظاہر ہیں

MOSHEIM چوتھی صدی کے متعلق لکھتا ہے

[مذہبی صداقت اور پاکبازی کو ان دو خطرناک حماقتوں سے سخت ٹھیس لگی جو اس صدی میں عام طور پر مروج ہو چکی تھیں اول یہ عقیدہ کہ اگر جھوٹ بولنے اور دھوکا دینے سے کلیسا کے مفاد کو تقویت پہنچتی ہو تو کذب و فریب بڑے ثواب کا درجہ رکھتا ہے یہ عقیدہ ایک عرصہ سے مروج چلا آتا ہے اور اس نے استثناء میں بے شمار مضحکہ انگیز روایات، افسانہ طرازیاں اور مقدس فریب (عیسائیت میں داخل کر کے) رکھ دیے ہمیں اس حقیقت کا اعتراف کھلے بندوں کر لینا ہو گا کہ اس صدی (چوتھی صدی) میں بڑی بڑی جلیل القدر ہستیاں اور بڑے بڑے مقدس ولی بھی اس دروغ گوئی اور کذب تراشی سے بری نہ تھے اور اس کا ثبوت ان کی تحریروں سے اور ان کے کارناموں سے بآسانی مل سکتا ہے جی چاہتا ہے کہ اس الزام سے کم از کم بڑی بڑی ہستیوں (مثلاً فلاں اور فلاں) کو مستثنیٰ قرار دے دیں لیکن کیا کیا جائے، سچائی ان بزرگوں کی عقیدت سے کہیں زیادہ قابل احترام ہے اور سچائی کا تقاضا ہے کہ انہیں بھی اس الزام کا مورد قرار دیا جائے] (چوتھی صدی باب:16/3)

یہی مورخ تیسری صدی کے متعلق لکھتا ہے:

[جو لوگ یہ چاہتے تھے کہ نیکیوں میں دوسروں سے سبقت لے جائیں، وہ اس چیز کو نہ صرف جائز ہی سمجھتے تھے بلکہ قابل تحسین بھی کہ نیکی کے مشن کو تصنع اور فریب سے تقویت دی جائے] (حصہ دوم: باب 11/3)

عیسائیوں کی دنیا کا ایک بڑا مورخ جسکی [تاریخ کلیسا] ایک مستند صحیفہ سمجھی جاتی ہے اور پر چوتھی اور تیسری صدی کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ذکر آچکا ہے اب دوسری صدی کو لیجیے:-

[افلاطونی اور فیثاغورثی مسلک کے پیرو، صداقت اور نیکی کے مشن کو، جھوٹ اور فریب سے فروغ دینے کو نہ صرف جائز بلکہ قابل ستائش خیال کرتے تھے جو یہودی مصر میں رہتے تھے، انھوں نے (حضرت) مسیح سے پیشتر ان لوگوں سے یہ اصول مستعار لے رکھے تھے، جیسا کہ ازمنہ قدیمہ کی بے شمار دستاویزات سے صاف طور پر ثابت ہے عیسائیوں نے اس اصول کو ان دونوں سرچشموں سے حاصل کیا جیسا کہ ان کی کثیر تعداد کتابوں سے ظاہر ہے، جنہیں تصنیف کسی نے کیا اور منسوب کسی اور کی طرف کی] (حصہ دوم:15/3)

اس سے پیچھے چلئے اور پہلی صدی کی حالت دیکھئے:-

[(حضرت) مسیح کے آسمان پر تشریف لے جانے کے تھوڑا عرصہ بعد، آپ کی زندگی اور تعلیم کے متعلق بہت سی سیرت کی کتابیں لکھی گئیں جو مقدس فریبیوں اور عجوبہ نگاروں سے بھرپور تھیں یہ کتابیں ان لوگوں نے تصنیف کیں، جن کی شاید نیت تو خراب نہ تھی لیکن ان کی تحریروں سے سخت اوہام پرستی اور جہالت کا مظاہرہ ہوتا ہے یہیں پر بس نہیں، بہت سے فریب کاروں نے خود کتابیں لکھیں اور انہیں مقدس حواریوں کی طرف منسوب کر کے دنیا کے حوالے کر دیا] (پہلی صدی حصہ دوم 17/2)

کم و بیش 50 انجیلیں آج بھی موجود ہیں جنہیں اپو کریفہ کی فہرست میں داخل کیا جاتا ہے لیکن جن کتابوں کو اصل سمجھ کر مقدس آسمانی خیال کیا جاتا ہے اندازہ فرمائیے کہ اس [مقدس جھوٹ] کو سینٹ پال نے بہت بڑا کار ثواب قرار دیا تھا، اس کے علاوہ کیا کیا گل کھلائے ہوں گے اور یہ سلسلہ پہلی صدی ہی سے شروع ہو گیا لکھے گئے مندرجات صرف پہلی چار صدیوں کے متعلق ہیں اس کے بعد جو کچھ ہوا اس کا اندازہ اس سے لگا لیجیے ان ہی حقائق کے پیش نظر خود عیسائیوں کے علماء اب اس امر کا اعلانیہ اعتراف کرنے پر مجبور ہو رہے ہیں کہ موجودہ اناجیل ناقابل اعتبار ہیں:

انگلیکن چرچ کا بشپ charles gorg لکھتا ہے:-

[سینٹ کرسٹم کی طرح میرے لئے بھی اس امر کا تسلیم کرنا ناممکن ہے کہ اناجیل غلطی سے مبرا ہیں]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(The holy spirit and the church)

{ عیسائیوں کے عقائد }

پہلے تحریر کئے گئے تجزیہ سے آپ خود فیصلہ کریں کہ اس مجموعہ کو کس طرح الہامی اور آسمانی قرار دیا جا سکتا ہے ان تصرفات سے صرف یہی نہیں ہوا کہ تاریخی حقائق افسانوں میں بدل گئے بلکہ مذہب نے ایک ایسی صورت اختیار کر لی، جسے کسی طرح بھی خدا کے رسول کی اصلی تعلیم قرار نہیں دیا سکتا مذہب کا مدار ہے عقائد اور اعمالِ صالحہ پر، عقائد کے بارے میں، جیسا کہ آپ پہلے دیکھ چکے ہیں، عیسائیت کی بنیاد تثلیث قرار پا گئی اور اعمال کی جگہ کفارہ کے عقیدہ نے لے لی جس کی رو سے نجات کا مدار، اعمال کی بجائے حضرت عیسٰی علیہ السلام کی تصلیب کا عقیدہ قرار پا گیا عقیدہ کی رو سے عیسائیوں کے اصول مذہب یہ ہیں

[ہم ایمان لائے:

1- خدا، قدرت والے باپ پر، جو ظاہر اور پوشیدہ چیزوں کا خالق ہے اور

2- رب یسوع مسیح ابن اللہ پر جو باپ کا اکلوتا بیٹا ہے، جو باپ (خدا) کے ہاں جملہ کائنات سے پہلے پیدا ہوا عین ذات ہے اللہ اللہ ہے، نور نور ہے۔ عین خدا ہے مولود مولود ہے مخلوق نہیں باپ اور اس کا جوہر ایک ہے اس کی وساطت سے تخلیق اشیاء ظہور میں آئیں یعنی جو کچھ زمین اور آسمان میں ہے ہم انسانوں کی نجات کے واسطے اس کا نزول وحلول ہوا اور وہ انسان بن کر آیا مبتلائے بلا ہوا اور تیسرے دن اٹھ کھڑا ہوا اور آسمان پر چڑھ گیا، اور اب زندوں اور مردوں کا انصاف کرنے پھر آئے گا]

page.161(council of trent)

LESSLIE PAUL لکھتا ہے:-

[مادہ اور کائنات کے تخلیق وتعمیر کے متعلق عیسائیت کے نظریئے غلط ہو سکتے ہیں لیکن خدا کے متعلق تصور اور اس کے متعلق تعلیم غلط نہیں ہو سکتی]

(P:175:THE ANNIHILATION OF MAN)

یعنی دنیائے علم میں اناجیل کے بیان کردہ حقائق، عصر حاضر کے انکشافات وتحقیقات کے پیشِ نظر مسترد کئے جا سکتے ہیں لیکن خدا کے متعلق اس کی تعلیم ناقابل تردید ہے لیکن ایک دوسرا عیسائی محقق SIRRICHARD

GREGORY خدا کے متعلق اناجیل کی تعلیم کے بارے میں جس نتیجہ پر پہنچا ہے وہ قابل غور ہے وہ لکھتا ہے:-

[بائبل میں خدا کا تصور یکساں نہیں (کہیں کچھ اور کہیں کچھ) اور یقین کے ساتھ بتایا جا سکتا ہے کہ فلاں مقام پر کون غیر مسیحی اثر کارفرما ہے اور فلاں مقام پر کون]

(P 87.RELIGION IN SCIENCE AND CIVILISATION)

لیجیے: خدا کے متعلق تعلیم، جسے سینٹ پال نے قابل اعتنا بتایا ہے وہ مزید تحقیق کے مطابق یکسر خارجی اثرات کا مجموعہ بن کر سامنے آ گئی اسی بنا پر gregory لکھتا ہے کہ:-

[بائبل حسب ذیل وجوہ کی بنا پر اپنی صحت کے عقیدہ کو ثابت کرنے میں ناکام رہ جاتی ہے]

(1) اس کا خود باہمی تضاد۔

(2) مذہب عیسائیت کی بنیاد کن چیزوں پر ہونی چاہیے اور اخلاق کا ضابطہ کیا ہے اس کے متعلق جو نظریات آجکل مروج ہیں ان سے بائیبل کا اختلاف ہے

(3) جو واقعات اس میں بیان کیے گئے ہیں، سائنس کے موجودہ انکشافات ان کی تغلیط کر رہے ہیں

(4) اس کی تدوین و تالیف اور جمع و تدوین کے متعلق جو کچھ پیش کیا جاتا ہے، جب اسے تنقید کی کسوٹی پر پرکھا جائے، وہ بالکل باطل نظر آتا ہے اس لئے جب بنیادیں ہی غلط ثابت ہوتی ہوں تو اس کی صحت کیسے تسلیم کی جا سکتی ہے (صفحہ 86)

کفارہ کے عقیدہ کا بانی مبلغ سینٹ پال ہے عہد نامہ جدید میں پولوس (سینٹ پال) کے خطوط پڑھیے، ہر جگہ اسی عقیدہ کی تبلیغ دکھائی دے گی:-

[تم کو ایمان کے وسیلہ ہی سے نجات ملی ہے اور تمہاری طرف سے نہیں خدا کی بخشش ہے اور نہ اعمال کے سبب سے ہے] (افسیون: 2:8 تا 9)

[چنانچہ ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان، شریعت کے اعمال کے بغیر ایمان کے سبب سے راست باز ٹھہرتا ہے] (رومیوں کے نام خط: 3:38)

آگے جانے سے پہلے پچھلی باتوں کا خلاصہ ذہن میں رکھیے:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

1-حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان آرامی تھی مگر تاریخ انسانی نے جو پہلی بائبل پائی وہ لاطینی زبان میں تھی:

2-نیقیہ کی کونسل منعقدہ 325ء اور ٹرنٹ کی کونسل (1545ء-1563ء) کس طرح تباہ حال بائبل کا اور برا حال کیا:

3-جھوٹ کو کیسے مذہبی لبادہ اوڑھا گیا...اب آگے پڑھیے...

جب شریعت کے اعمال کے بغیر راست باز ہونے کے راستے کھل گئے تو اسی عقیدہ نے رفتہ رفتہ معافی ناموں (Indulgence) کی صورت اختیار کر لی ان کی ابتداء یوں ہوئی کہ صلیبی جنگوں کے دوران پوپ اربن دوم (urban II) نے حکم جاری کیا کہ جو لوگ بذات خود شریک جنگ نہیں ہو سکتے، وہ اپنی طرف سے کسی اور کو بھیج دیں اور اس کے بدلے میں انہیں [معافی نامہ] دے دیا جائے گا جو ان کی نجات کا کفیل ہوگا جب پوپ لیو دہم (LEO X) نے روما میں سینٹ پیٹر کا گرجا بنوانا چاہا تو اس نے نے بھی اسی قسم کے [معافی نامے] بیچنے شروع کر دیئے بس پھر کیا تھا؟ ان معافی ناموں نے عام تجارت کی صورت اختیار کر لی قریہ قریہ ہر مقام پر ان معافی ناموں کی ایجنسیاں قائم ہو گئیں سولھویں صدی عیسوی میں اس تجارت نے ایک طوفانی صورت اختیار کر لی ہر گناہ کی معافی کے لیے الگ الگ قیمت کا معافی نامہ موجود تھا آپ

(BUCKS THEOLOGICAL DICTIONARY)

اٹھائیے اور اس میں INDULGENCE کے زیر عنوان دیکھیے کہ کیسی عجیب وغریب منڈی کا نقشہ نظر آتا ہے معافی نامہ کی عام فارم یہ ہوا کرتی تھی:-

[تم پر خداوند یسوع مسیح کی رحمت ہو اور تمہیں اپنے مقدس ترحم (سروانہ) سے (تمام گناہوں کی پاداش سے) آزاد کر دے میں اس کی اور اس کے بابرکت شاگرد پطرس، پولوس اور مقدس پوپ کی اس سند کی رو سے جو مجھے عطا فرمائی ہے تمہیں آزاد کرتا ہوں سب سے پہلے کلیسا کی تمام ملامتوں سے خواہ وہ کسی شکل میں ہوں پھر تمہارے ہر گناہ، حدود شکنی اور زیادتی سے خواہ وہ کیسے ہی مہیب اور شدید کیوں نہ ہوں اور میں وہ سزا تم سے اٹھا لیتا ہوں، جو تمہیں تمہارے گناہوں کی پاداش میں جہنم میں ملنے والی تھی تاکہ تم جب مرو تو جہنم کے دروازے تم پر بند ہوں اور جنت کی راہیں کشادہ باپ بیٹے اور روح القدس کے نام]

جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے ان معافی ناموں کے لئے مختلف گناہوں کی قیمتیں الگ الگ ہوتی تھیں اور ہر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ایجنٹ کے پاس ان کی فہرست موجود ہوتی تھی جس کی اصل

tax of the sacred roman chancery

کی کتاب میں مصدقہ طور پر محفوظ ہوتی تھی چند ایک گناہوں کی معافی کی قیمتیں ملاحظہ فرمائیے:-

1-اسقاط حمل 6 پینس 3 شلنگ

2-عدالت میں جھوٹی گواہی 6 پینس 9 شلنگ

3-چوری 6 پینس 12 شلنگ

4-کسی عفیفہ کی عصمت دری 6 پینس 9 شلنگ

5-زنائی اور بھیانک صورتوں میں 6 پینس 7 شلنگ

6-قتل 6 پینس 7 شلنگ

7-لونڈی رکھنے کے لئے 6 پینس 10 شلنگ وغیرہا

یہ معافی نامے نہ صرف اپنے گناہوں کی بخشش کے لئے خریدے جاتے تھے بلکہ مردوں کے گناہوں کے لئے بطور کفارہ بھی خریدے جاسکتے تھے چنانچہ ان معافی ناموں کے ایجنٹ کچھ اس قسم کی آوازیں لگایا کرتے تھے [آو بڑھو! جنت کے دروازے کھل رہے ہیں اگر تم اب بھی داخل نہ ہوگے تو کب داخل ہوگے تم بارہ پنس کے عوض اپنے باپ کی روح کو جہنم سے نکلوا سکتے ہو، کیا تم ایسے ناخلف ہو کہ اپنے باپ کے لئے اس قدر سستی نجات بھی نہیں خرید سکتے؟ اگر تمہارے پاس اور کچھ نہیں فقط ایک کوٹ ہے تو وہی اتار دو تاکہ اس قدر گراں بہا متاع خرید سکو] (buck dictionary)

آکسفورڈ کا چانسلر thomas gascuigne سن 1450ء میں لکھتا ہے:-

[آج کل گناہگار (ہر جگہ) کہتے سنائی دے رہے ہیں کہ ”میں اس کی کوئی پرواہ نہیں کرتا کہ میں خدا کے حضور کتنے گناہ کرتا ہوں اس لئے کہ میں ہر وقت بلا وقت ہر گناہ اور جرم کے لئے معافی نامہ خرید سکتا ہوں کبھی چار پنس میں کبھی دو دو پنس میں کبھی ایک جام شراب کے بدلے میں یا جوئے میں ہاری ہوئی رقم کے معاوضہ میں اور گاہے کسی رنڈی کے خرچہ کے عوض میں بیچ دیتے ہیں]

(quoted by menchen in treatise on right and wring pp.187,188)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ خرابیاں بازاری لوگوں تک محدود نہ تھیں بلکہ نظام کلیسا کی بنیاد میں داخل تھیں:

چنانچہ اس باب میں DR.INGE لکھتا ہے:-

[جس عہد میں کلیسا، سیاسی طور پر صاحب اقتدار رہا، وہی عہد سب سے زیادہ بدمعاشیوں کے لئے بدنام رہا]

(صفحہ 290)

اسی کو mencken ان الفاظ میں دہراتا ہے:-

[یونیورسل چرچ کے اقتدار کا زمانہ درحقیقت بے مثال جرائم و بدنظمی، ظلم وتعدی اور فسادات اور بدکاریوں کا زمانہ تھا]

(صفحہ 105)

اعمال و اعتقادات کی دنیا میں یہی قیامت خیزیاں تھیں جن سے متاثر ہو کر مارٹن لوتھر نے پروٹسٹنٹ کے اصلاح یافتہ فرقہ کی بنیاد رکھی لیکن تنقید محض عقل پر تھی اس لئے وحی کی سچی تعلیم تو ان کے ہاں کہیں موجود ہی نہ تھی جس کی روشنی میں وہ اپنے فرقہ کی عمارت آسمانی خطوط پر تعمیر کرسکتا اناجیل ان کے ہاں بھی وہی ہے جو دوسروں کے ہاں ہیں لہٰذا کفر و شرک ادھر بھی ایسا ہی ہے بس ذرا نام بدلا ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کہ حق واضح ہونے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین

(30 اگست 2015ء)

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم

مقالہ نمبر (۳۶)

موجودہ مسیحیت (Christianity) ایک تجزیہ

ناقابل تردید حقائق کی روشنی میں

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الانبیاء والمرسلین وعلیٰ اٰلہٖ

واصحابہ واھل بیتہ وازواجہ اجمعین۔اما بعد!

میرا ایک مسیحی پادری سے جس کا نام شمعون ہے کبھی کبھی جب ہم ملتے ہیں تو اسلام اور مسیحت پر تبصرہ ہوتا ہے یقینی بات ہے کہ وہ اپنے خیالات کو ہی بہتر سمجھتا ہے لیکن ان ملاقاتوں سے مجھے یہ فائدہ ہوا کہ میں نے مسیحت کو غور سے پڑھا اور جو کچھ شمعون پادری سے مجھے مواد ملا اور جو میرے پاس مواد تھا ان سب کا میرا جو تجزیہ ہے وہ قارئین کے سامنے حاضر خدمت ہے مسلمانوں کے ساتھ ساتھ اگر مسیحی حضرات اس کو کھلے دل کے ساتھ پڑھیں اور بے لاگ طریقہ سے تجزیہ کو دیکھیں تو انہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے ہدایت ملنے میں ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑے گا ان شاءاللہ۔

{سینٹ پال (پولس) کون تھا؟}

موجودہ مسیحی (عیسائی) مذہب میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد دوسری اہم شخصیت سینٹ پال کی ہے جس کا نام اکثر مسلمانوں نے بھی سنا ہوگا اس شخصیت کے نام سے بیشتر مسیحی ادارے اس وقت دنیا میں کام کر رہے ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو محض عقیدت کے لئے نظریاتی طور پر باقی رہ گئے ہیں ورنہ عملی طور پر تو سارا مذہب سینٹ پال کے گرد گھوم رہا ہے سینٹ پال کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے کوئی تعلق نہیں تھا بلکہ جب تک آپ علیہ السلام دنیا میں موجود رہے، وہ ان کا کٹر مخالف رہا، حتیٰ کہ ان کے آسمان پر اٹھائے جانے کے چودہ سال بعد تک وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی سخت مخالفت کرتا رہا یہ ایک کٹر یہودی فرد تھا، (حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل دنیا میں یہودیت ہی کا راج تھا) جو رومی بادشاہت کے ایک شہر ترسس کا ایک باشندہ تھا جیسا کہ اعمال: باب 22 آیت 28 سے ظاہر ہے، اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی میں ان کے پیروکاروں پر سخت تشدد کیا تھا اور بعض کو شہید بھی کر دیا تھا وہ خود اقرار کرتا ہے کہ" میں کبھی حضرت عیسیٰ کے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

خلاف بدزبان، ظالم اور تشدد پسند شخص تھا" (اعمال: باب 26 آیت 9 تا 19)

اس کا اصل نام ساؤل ہے دیکھئے اعمال: 58:7 اور یہ بنیامین قبیلے کا ایک کٹر فریسی یہودی تھا جیسا کہ فلپیوں: باب 5:3 میں ہے اور بائبل میں پولس کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے یہودی ہونے کی حیثیت سے وہ پابندی سے اپنی عبادت گاہ (Synagouge) میں جایا کرتا تھا جہاں اس کی شناسائی چیف ربیؒ کی ایک بیٹی سے ہوئی جس سے وہ شادی کا خواہش مند ہوگیا لیکن ربیؒ نے اسے سختی کے ساتھ جھڑک دیا اس کے بعد وہ دلبرداشتہ ہوگیا حتیٰ کہ اسے اپنی زندگی سے بھی دلچسپی باقی نہ رہی آہستہ آہستہ اس نے عبادت گاہ (Synagouge) میں بھی جانا ترک کر دیا اس مایوسی کو دور کرنے کے لئے اس نے دوسرے لوگوں کو بے وقوف بنانے کا ارادہ کیا اس نے عیسائی پیروکاروں کو بتایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے چودہ سالوں بعد ایک دن آپ اس کے خواب میں آئے اور اس سے اپنے ماننے والوں پر تشدد ترک کر دینے کا مطالبہ کیا سینٹ پال نے کہا کہ اس کے بعد اس کی دنیا ہی بدل گئی اور اس نے اپنے تمام ظلم وستم سے توبہ کر لی وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک سچا پیروکار بن گیا چنانچہ اس حربے سے آخرکار وہ عیسائیوں کے دلوں میں اپنا مقام بنانے میں کامیاب ہوگیا۔ (اعمال: باب 26 آیت 9 تا 19)

مختلف علاقوں میں سفر کے دوران اس کا واسطہ ایسی قوموں سے پڑتا رہا تھا جو منکرین خدا تھے یا سورج اور چاند کی پوجا کرتے تھے ان قوموں میں کسی اور انداز سے تثلیث کا عقیدہ بھی پہلے سے کام کر رہا تھا سینٹ پال چونکہ ایک چالاک اور شاطر آدمی تھا اور عیسائی پیروکاروں میں اپنا مقام بنانا چاہ رہا تھا، اس لئے اس نے ان عقائد کو عیسائی افراد میں پھیلانے کا منصوبہ بنایا وہ تحریر و تقریر کا ماہر تھا لہٰذا اس صلاحیت سے جلد ہی اس نے مسیحت میں اپنا مقام بنا لیا اس نے کہنا شروع کیا کہ ایک فرشتہ اسے خواب میں آتا ہے جو چاہتا ہے کہ مسیحی تعلیمات میں مزید بہتری آئے اس طرح اس نے مسیحت میں بھی تبدیلی شروع کر دی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اصل تعلیمات سے بالکل مختلف تھی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحی قوم دو فرقوں میں بٹ گئی اور تنازع پیدا ہوگیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اصل ماننے والے نہ صرف ایک خدا کے قائل تھے بلکہ روزے بھی رکھا کرتے تھے سینٹ پال نے مخالفت کے باوجود اپنی مہم جاری رکھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل میں مسیحوں کو ایک نیا خدا دے دیا تثلیث کا نظریہ جو بت پرستوں اور یونانیوں میں کسی اور شکل میں موجود تھا، سینٹ پال نے اسے "خدائی تثلیث" کی شکل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

میں تبدیل کر دیا، یعنی ''خدا، خدا کا بیٹا اور روح'' یہ ایک بالکل غیر عقلی عقیدہ تھا جس کے بارے میں ایک مسیحی مفکر ''رینڈولف راس'' خود کہتا ہے کہ ''تثلیث پر ایمان رکھنا ایسا ہی ہے جیسے آپ یہ تسلیم کریں کہ دائرہ چوکور بھی ہوسکتا ہے''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے انجیل میں بعض مقامات پر خود کہا ہے کہ وہ خدا کے بندے، پیغمبر، طالب علم اور آدمی کے بیٹے ہیں، انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ وہ نعوذ باللہ خدا کے بیٹے ہیں، شریعت عیسیٰ میں اس تحریف کے باعث سینٹ پال کی شدید مخالفت ہوئی خصوصاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے شاگرد برناس نے اس کی شدید مزاحمت کی،لیکن شریعت کی قید سے آزادی کا جو راستہ اس نے کھولا تھا، وہ بہر حال تیزی سے آگے بڑھتا رہا اور مزاحمت کرنے والے ناکام رہے یہ عقیدہ بھی سینٹ پال کا تصنیف کردہ تھا کہ انسان پیدائشی طور پر گناہ گار ہے کیونکہ اس کے باپ حضرت آدم علیہ السلام نے گناہ کیا تھا، تاہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نعوذ باللہ صلیب پر جان دے کر ہر انسان کی جانب سے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے وہ کہتے ہیں کہ یہی وجہ ہے کہ ''باپ نے بیٹے کو انسانی باپ کے ذریعے پیدا نہیں کیا تاکہ آدم کا گناہ اُمیں داخل ہی نہ ہوسکے'' اس کے برعکس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھایا ہے کہ پیدا ہونے والا ہر بچہ مسلمان اور نیک ہوتا ہے آگے جا کر ماں باپ اور ماحول اسے عیسائی اور یہودی بنا دیتے ہیں، مسیحت میں پہلے اتوار ایک مقدس دن نہیں ہوتا تھا کیونکہ مسیحی بھی بنی اسرائیل ہیں اور بنی اسرئیلیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے صرف ہفتے کا دن (سبت) محترم قرار پایا تھا اس لحاظ سے مسیحوں کو بھی سبت کے دن ہی کو محترم ماننا چاہئے، مگر چونکہ سورج پرست قومیں اتوار کو خدا کا دن قرار دیتی تھیں اس لئے سینٹ پال نے بھی مسیحوں کے لئے اتوار (Sunday سورج دن) کو مقدس دن قرار دیا اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش کے لئے 25 دسمبر کا دن بھی اس نے سورج پرست قوموں سے حاصل کیا جو وہاں مقدس دن کے طور پہلے سے مقرر تھا

آج کے مسیحی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے پیروکار نہیں بلکہ وہ سینٹ پال کی تعلیمات کے ماننے والے ہیں، لیکن حیرت ہے کہ اس کے باوجود وہ خود کو ''پالی'' کہلانے کے بجائے ''عیسائی یا مسیحی'' کہلواتے ہیں حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہیں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو شفقت، رحم، ایثار اور قربانی کی تعلیم دیتے تھے، جبکہ ان کے ماننے والے آج کی دنیا کے سب سے بڑے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

دہشت گرد ہیں انسانوں کو سسکا سسکا کر مارنے والے ہر قسم کے مہلک ہتھیار ان کے پاس موجود ہیں جنہیں وہ انسانیت بالخصوص مسلمانوں کے خلاف استعمال کر رہے ہیں اور پہلے بھی کرتے رہے ہیں

ایسٹر کا تہوار بھی پال کے ذہن کی پیداوار ہے اس کے عقائد کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام، تدفین کے تین دنوں بعد قبر سے نکل آئے تھے اور پھر انہیں آسمان پر لے جایا گیا تھا گویا وہ دوبارہ زندہ ہوئے تھے، ایسٹر کا تہوار دراصل حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ جنم کی خوشی میں منایا جاتا ہے حالانکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو مصلوب ہی نہیں ہوئے تھے واضح رہے کہ مسلمانوں کی طرح مسیحی بھی آسمان سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ واپسی کے قائل ہیں جسے وہ "The Second Coming of Jesus" کہتے ہیں گویا مسیحیوں کے دونوں بڑے تہوار کرسمس اور ایسٹر بالکل لغو اور بے بنیاد ہیں۔

سینٹ پال نے زندگی بھر شادی نہیں کی اس لئے اس کی زندگی کا پاک صاف رہنا کوئی یقینی امر نہیں ہے اس نے خود اقرار کیا ہے کہ میرے اندر کوئی نیکی نہیں ہے اور میری طبیعت گناہوں پر مائل رہتی ہے اور یہ کہ میرے لئے ہر چیز جائز ہے۔ (کتاب رومنس اور کورنتھینیز) اسی لئے سینٹ جان پال کی شدید مخالفت ہوئی خاص کر پہلے تین صدیاں اس کی گواہ ہیں تفصیل کے لئے دیکھئے

انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا: 9 / 971 اور مسٹر جے ایم رابرٹسن کی کتاب،

(Histry of christianty,london1913,page:5)

61ء اور 68ء عیسوی کے دوران نامعلوم وجوہ کی بنیاد پر سینٹ جان پال کا سر قلم کر دیا گیا کل کا فتین یہودی نژاد شخص آج مسیحیوں کا سب سے زیادہ قابل احترام مذہبی رہنما بنا ہوا ہے مسیحت میں تبدیلی کی تفصیلی داستان دیکھئے مسیحیوں کی مشہور انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا: 1 / 395 مقالہ پولس، میں

{مسیحت ......حقائق وواقعات کے پس منظر میں}

موجودہ مسیحت (عیسائیت) جو گزشتہ سترہ سو سالوں سے دنیا میں جاری ہے، یہ وہ اصل مسیحت نہیں ہے جو اللہ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام لے کر آئے تھے بلکہ یہ ایک مفروضہ اور ملغوبہ دین ہے جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے چودہ سال بعد ایک یہودی فرد "سینٹ پال" نے اپنی مقبولیت کی خاطر ایجاد کیا تھا حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی زندگی میں یہ شخص ان کا کٹر مخالف تھا اور اس کی ملاقات بھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ان سے کبھی نہیں ہوئی تھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد اس شخص نے یکا یک ان کی ہمدردی اور موافقت میں راگ الاپنے شروع کر دیئے اور ان سے حد سے زیادہ عقیدت کا اظہار کرنے لگا اس نے لوگوں کو بتایا کہ عیسیٰ علیہ السلام اس کے خواب میں آئے ہیں اور اس پر دستِ شفقت رکھا ہے اس نے اپنے عقائد کی وسیع اشاعت کی خاطر یونانیوں، عیسائیوں اور سورج پرستوں کے دل پسند عقائد کا ایک ملغوبہ بنایا اور اسے عین مسیحت قرار دیا اس نے کہا کہ مذہب ایسا ہونا چاہئے جو زیادہ سے زیادہ لوگوں کیلئے قابل قبول ہو یہی وجہ ہے کہ اس نے مسیحت کی نئی تعریف میں توحید کا عقیدہ مسترد کر کے تثلیث کا عقیدہ رائج کیا اس نے اعلان کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے نعوذ باللہ پھانسی پر چڑھ کر تمام انسانوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے، لہٰذا اب کسی گناہ پر ان کی باز پرس نہیں ہوگی اس نے ختنے کا طریقہ مسترد کیا اور ایک سے زائد شادیوں پر پابندی لگائی اسی طرح اس نے حلال وحرام کی بنیاد ختم کر کے سؤر اور شراب کو جائز قرار دیا اور واضح طور پر کہا کہ مسیحت شریعت کی قید سے آزاد ہے (کرنتھیوں:9:19 تا21)

ظاہر ہے کہ ان عقائد میں غیر یہودی لوگوں کے لئے بڑی کشش تھی اس لئے ہر قسم کے فاسق وفاجر اور بدکار اس مذہب میں جوق در جوق داخل ہونے لگے حتیٰ آج یہ دنیا کا سب سے بڑا مذہب بن گیا ہے اس کی وسعت کی ایک اور وجہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی کرشماتی شخصیت بھی ہے جس میں تمام تر رحمت وشفقت، معافی اور انسانیت کے لئے ہمدردی کے جذبات ہیں بعد میں سینٹ پال کو ایک مذہبی تقدس والی شخصیت کا درجہ حاصل ہوگیا یہاں تک کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام محض عقیدت مندی کے لئے باقی رہ گئے جبکہ سینٹ پال عملی مذہب کا نمائندہ بن گیا اسی وجہ سے مسیحوں نے بعد میں اسے ''ولی اللہ'' یعنی ''سینٹ'' کا خطاب دیا اسی طرح کل کا گمنام و بے نام پال آج کا ''سینٹ پال'' بن گیا اس سارے عمل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شخصیت دب گئی اور سینٹ پال کی شخصیت ابھر کر سامنے آگئی

نئے مذہب کی خاطر سینٹ پال نے کئی غلط اقوال حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب کئے اور کہیں اپنے کشف و الہام کو بنیاد بنایا حالانکہ اصل پیغمبرانہ تعلیمات سے ان کا دور کا بھی واسطہ نہ تھا ابتدائی تین سو سالوں تک مخلص مسیحوں نے پالی عقائد کی سخت مزاحمت کی لیکن چونکہ یہ مخلصین دن بدن اقلیت میں ہوتے جا رہے تھے اس لئے پال کے عقائد کے آگے وہ بے بس نظر آتے تھے کئی مواقع پر مخلص مسیحوں اور پالی عیسائیوں کے درمیان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مذہب کی بنیاد پر جھگڑے اور مار پیٹ بھی ہوئی چوتھی صدی کے ابتدائی دو عشروں تک خالص مذہبی عقائد کے لوگ موجود تھے لیکن آخر کار انہیں ان کے آگے ہتھیار ڈالنے پڑے یہ بات بھی خاصی دلچسپی کا باعث ہے کہ ابتداً کسی علیحدہ عبادت گاہ (چرچ) کا کوئی تصور نہیں تھا بلکہ مخلص مسیحی یہودیوں کی عبادت گاہوں (Synagogues) ہی میں جا کر عبادت کرتے تھے، نیز مذہبی حیثیت سے مسیحت الگ سے اپنا کوئی وجود نہ رکھتی تھی۔ (عیسائی بھی فی الاصل بنی اسرائیل ہیں) لیکن سینٹ پال نے آخر کار نئی عبادت گاہ (چرچ) کے تصور کو جنم دیا اور خود کو حضرت عیسیٰ (Christ) سے منسوب کر کے کرسچن کہلانا شروع کر دیا، 325 عیسوی میں روم کے لادین بادشاہ کونسٹنٹائن (جس کے نام پر آج قسطنطنیہ کا شہر موجود ہے) نے مسیحیوں کے درمیان بڑھتے ہوئے جھگڑوں کو روکنے کیلئے نیقیہ (Nicea) میں ایک کانفرنس بلائی جس میں دونوں طرف کے لوگوں کو بلایا تا کہ وہ کوئی متفقہ فیصلہ کر کے اٹھیں تاہم بہت سارے الزامات اور جوابی الزامات کے بعد پالی عقیدہ ہی حاوی رہا جس کے بعد شاہ کونسٹنٹائن نے خود بھی اپنا وزن سینٹ پال کے حامیوں کے پلڑے میں ڈال دیا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سینٹ پال والی عیسائیت مملکت روم (بے وحد وسیع وعریض) کا سرکاری مذہب قرار پائی شاہ کونسٹنٹائن نے خود بھی عیسائیت قبول کر لی اور یوں سلطنت روم پوری کی پوری عیسائیت میں تبدیل ہوگئی ظاہر ہے کہ اس کے بعد سینٹ پال کے عقائد کے خلاف جتنی بائبلیں اور مقدس کتابیں تھیں شہنشاہ نے ان سب کو جلا دینے کا حکم دیا انہی کتابوں میں ایک برناباس کی انجیل بھی تھی

برناباس وہ مخلص شخص تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے گنے چنے حواریوں میں شامل تھے انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے براہ راست فیض پایا تھا، اس لئے انہوں نے اپنی یادداشتوں کو جمع کر کے ایک مقدس کتاب ترتیب دی تھی جسے گوسپل آف برناباس کہا جاتا ہے زمانے کی سختیوں کے باوجود یہ گوسپل کسی نہ کسی طرح محفوظ رہ گئی اور آج بھی اس کے نسخے تھوڑی بہت تلاش کے بعد دستیاب ہو جاتے ہیں۔

چونکہ مسیحیوں کے لئے برناباس کی انجیل پڑھنا ممنوع قرار دیا گیا تھا اس لئے مسیحی یا تو آج اس کتاب کے نام ہی سے واقف نہیں ہیں یا وہ اس کتاب کو اہمیت نہیں دیتے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ برناباس کی انجیل بڑی حد تک توحیدی عقائد پر مشتمل ہے اور اس میں نبی کریم ﷺ کا ذکر ان کے نام کے ساتھ کم از کم تین دفعہ آیا ہے اور استعاروں میں آپ ﷺ کی آمد کے لئے کم از کم 34 مقامات پر ذکر موجود ہے اسی انجیل میں ختنے کا حکم بھی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

موجود ہے اور اسی انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان پر بغیر مصلوب ہوئے تشریف آوری کا بھی حال بیان ہوا ہے مثلاً ایک جگہ بیان ہوا ہے کہ ''میں (عیسیٰ علیہ السلام) ایک اور آنے والے نبی (مراد حضور ﷺ) کی آمد کا راستہ ہموار کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں جو دنیا کو لوگوں کی غلامی (اور دوزخ کی آگ) سے نجات دلائے گا'' اس لحاظ سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ خود انجیل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا دین بھی اصل دین اسلام تھا جسے بعد کے نفس پرستوں نے ذاتی تشہیر کے لئے کچھ کا کچھ کر دیا

رائج الوقت بائبل دو حصوں پر مشتمل ہے، پہلا حصہ عہد نامہ قدیم کہلاتا ہے اور دوسرا حصہ عہد نامہ جدید (Old & New Testaments) یہی وجہ ہے کہ ہم قرآن پاک کو Final Testament بھی کہہ سکتے ہیں یہ دونوں انجیلیں بھی ذیلی طور پر بہت ساری دیگر کتابوں پر مشتمل ہیں مثلاً بائبل پیدائش، بائبل خروج اور بائبل گنتی وغیرہ ان انجیلوں میں بے شمار تضادات ہیں جس سے کھلے ذہن کا قاری سخت الجھن کا شکار رہتا ہے ایک ہی واقعے کا بیان ایک انجیل میں کسی اور طرح ہے اور دوسری انجیل میں کسی اور طرح بلکہ تیسری انجیل میں وہی واقعہ ایک بالکل مختلف انداز میں بیان ہوتا ہے۔ مثلاً سیموئیل 1:24 میں لکھا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کو اسرائیلیوں کی گنتی کرنے کو کہا'' لیکن دوسری جانب کرانیکل 1:21 میں درج ہے کہ ''شیطان نے حضرت داؤد سے اسرائیلیوں کی گنتی کرنے کو کہا'' اسی طرح سیموئیل 18:10 میں کہا گیا ہے کہ ''حضرت داؤد (علیہ السلام) نے سات سو گاڑی بانوں کو ہلاک کیا'' جبکہ کرانیکل 18:19 میں اس تعداد کو سات ہزار بتایا گیا ہے۔

انجیلوں میں یہ غلطیاں عام اور واضح ہیں اور عام عقیدت مند کو سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ بائبل کی کس بات کو درست مانے اور کس کو مسترد کرے لیکن چونکہ مسلمانوں کی طرح مسیحی بھی کتاب کو محض زبانی پڑھتے ہیں اور پڑھ کر صرف سر دھنتے ہیں لیکن اس کی تفسیر اور تحقیق میں نہیں جاتے لہٰذا اگر وہ انہیں محسوس کرتے بھی ہیں تو یہ کہہ کر گزر جاتے ہیں کہ اس بارے میں ''فادر'' زیادہ بہتر طور پر جانتے ہوں گے

یہی وہ کمزوریاں اور تضادات ہیں، نیز چونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اقتدار میں نہ آسکے تھے (یہودیوں نے انہیں محض 33 سال کی عمر میں صلیب پر چڑھانے کی کوشش کی تھی جبکہ ابھی آپ کی شادی بھی نہ ہوئی تھی) اور اصل مسیحت میں سوائے اخلاق و محبت کے درس کے اور کچھ بھی نہیں ہے اس لئے عیسائی آبادی آج کل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نسبتاً تیزی سے اسلام قبول کر رہی ہے جہاں انہیں اپنے تقریباً تمام سوالوں کے جواب مل جاتے ہیں۔
ضرورت اس امر کی ہے کہ عیسائیوں کو دوبارہ بائیبل آف برنباس کی طرف رجوع کی دعوت دی جائے تاکہ وہ اپنے دین کی طرف لوٹ سکیں، مسلم دنیا کے محققین پہلے ہی اس جانب توجہ مرکوز کئے ہوئے ہیں تاہم اس میں مزید اضافے کی ضرورت ہے۔ بہت سارے حقائق کی بنیاد پر ہم کہہ سکتے ہیں کہ محنت کی جائے تو مسیحت نسبتاً آسانی سے مغلوب ہوجانے والا مذہب ہے۔

{مسیحی مذہب......تضادات اور ان کے کمزور پہلو}

ذیل میں ہم مسیحی مذہب کی چند اہم غلطیاں اور تضادات پیش کر رہے ہیں تاکہ قارئین کو مسیحت زیادہ بہتر انداز میں سمجھ آسکے ان نکات کا مطالعہ ہمارے لئے غیر مذاہب کے لوگوں خصوصاً مسیحوں کے ساتھ مکالے میں بہت زیادہ مددگار ثابت ہوگا۔

(۱)صلیب پر چڑھایا جانا

......''صلیب'' مسیحی مذہب کی جان و بنیاد ہے سوال یہ ہے کہ آخر اللہ تعالیٰ نے اپنے ہی'' بیٹے'' کو پھانسی پر کیوں چڑھ جانے دیا اور اسے صلیب کی موت سے کیوں نہ بچایا؟ اللہ تعالیٰ نے تو انسانی جانوں کو ہلاک کرنے سے منع فرمایا ہے بقول بائیبل حضرت عیسیٰ علیہ السلام بڑی بے تابی سے خدا کو پکار رہے تھے (نعوذ باللہ) تو خدا نے اس موقع پر ان کی مدد کیوں نہ کی؟

(۲)حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات اور پھر ان کا اٹھایا جانا......

ان کے مذہبی پیشوا بیان کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام صلیب پر وفات پاگئے تھے جس کے بعد قبر میں ان کی تدفین کر دی گئی تھی لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ تین دن کے بعد پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قبر سے زندہ کر کے نکالا اور پھر انہیں آسمان پر بلا لیا اس امر سے قطع نظر کہ جو اللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قبر سے زندہ نکال سکتا ہے اس نے آخر انہیں صلیب پر مرنے ہی کیوں دیا؟ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو قبر سے کس نے نکالا اور انہیں آسمان پر کون لے گیا؟ ظاہر ہے کہ وہ کوئی اور خدا ہے اور وہی اکیلا واحد و قہار ہے جس کا مسیحی انکار کرتے ہیں مزید یہ بات بھی حیرت انگیز ہے کہ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہی خدا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہیں تو پھر قبر میں تین دن رہنے کے دوران یہ ساری کائنات آخر کون چلاتا رہا؟ کیا خدا خود بھی نعوذ باللہ قبر میں دفن ہوسکتا ہے؟ مسیحت اسی طرح کی تمام تر غیر عقلی باتوں سے بھری ہوئی ہے۔

(۳) گڈ فرائیڈے یا غمناک فرائیڈے؟......

مسیحوں کا عقیدہ ہے کہ جس دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے صلیب پر جان دی وہ جمعہ کا دن تھا، چنانچہ اس لحاظ سے یہ ایک بہت غمگین اور رلا دینے والا جمعہ تھا، لیکن مسیحت کہتی ہے کہ یہ ایک بہت نیک جمعہ تھا کیونکہ صلیب پر جان دے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے تمام مسیحوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا تھا اس لحاظ سے یہ فرائیڈے مسیحوں کے لئے غم وگداز نہیں بلکہ شادیانے کا دن ہے، یہ ''سیڈ'' نہیں بلکہ ''گڈ'' فرائیڈے ہے کسی پیغمبر پر یقین رکھنے والی کوئی قوم کیا اس کی وفات پر خوشی کا بھی اظہار کر سکتی ہے؟ مگر مسیحی ایسا ہی کرتے ہیں۔

(۴) خدا کا بیٹا......

بائیبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے متعدد مرتبہ خود کو ''آدم کا بیٹا'' (The son of Man) کہا ہے جس سے مراد غالباً حضرت آدم علیہ السلام کی نسل ہے، انہوں نے پوری بائیبل میں ایک بار بھی خود کو ''خدا کا بیٹا'' یعنی (The son of God) نہیں کہا ہے اس کے باوجود مسیحی پادری انہیں مسلسل ''خدا کا بیٹا'' کہہ کر پکارتے ہیں عہد نامہ جدید میں متعدد جگہ درج ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اپنے آپ کا شکر ادا کر رہے تھے اور خود اپنے آپ سے دعا مانگ رہے تھے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیحت متضاد اور نا قابل فہم باتوں کا مجموعہ ہے۔

(۵) گرجاؤں کے وعظ......

عام طور پر گرجا گھروں میں جو واقعات زور وشور کے ساتھ بیان کئے جاتے ہیں وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے، صلیب، پھانسی، تدفین اور پھر ان کا قبر سے اٹھایا جانا وغیرہ ہیں گرجاؤں میں شاذ ونادر ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات بیان کی جاتی ہیں پادریوں کا ایک کُلیہ یہ ہے کہ جتنا زیادہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیبی موت اور قبر میں تدفین کا ذکر کیا جائے گا اسی قدر مسیحوں کے اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ہمدردی کے جذبات پیدا ہوں گے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۶) نیک و بدافراد......

مسیحت میں نیک و بدافراد کی کوئی تخصیص نہیں ہے کوئی کتنا ہی برا ہو بہر حال وہ بخشا ہوا ہے آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نجات دہندہ تسلیم کرلیں بس آپ کے لئے اتنا ہی کافی ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا خون دے کر آپ کے تمام گناہوں کو اپنے سر لے لیا ہے آخر کوئی صالح معاشرہ اس طرح کیسے وجود میں آسکتا ہے؟

(۷) چار انجیلیں......

مسیحی مذہب کی بنیاد چار قسم کی انجیلوں پر ہے یوحنا یعنی John۔ لوقس (Lukes)، مارک یعنی مرقس اور میتھیو یعنی مَتی۔ سوال یہ ہے کہ اگر یہ سب خدا کے کلام ہیں تو پھر ایک ہی انجیل کیوں نہیں؟ مزید یہ کہ ان انجیلوں میں بھی باہمی تضادات ہیں اگر یہ خدا کا کلام ہے تو خدا نے مختلف اوقات میں متضاد باتیں کیوں کیں؟ مزید سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اصل اور ابتدائی انجیل کہاں ہے؟ یقیناً اصل آسمانی کتاب انگریزی یا یونانی میں نہ تھی، تو پھر اصل کتاب کہاں ہے؟ اصل میں یہ چاروں انجیلیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے 40 سے 80 سالوں کے بعد لکھی گئی تھیں جس کے بھی کافی عرصے بعد ان کا انگریزی میں ترجمہ کیا گیا اور آج تک ان ساری انجیلوں کے مختلف ایڈیشن نکلتے رہتے ہیں اس کا آسان سا مطلب یہ ہوا کہ ان سب میں انسانی ملاوٹیں شامل ہوئی ہیں۔

(۸) طلاق/خلع......

انجیل میں طلاق یا خلع کی کوئی گنجائش نہیں ہے، سوائے مرد یا عورت کی بدکاری کے اس کے بعد ہی کہیں جا کر میاں بیوی میں علیحدگی کروائی جاسکتی ہے لیکن آج پورے مسیحی معاشرے میں طلاق بالکل عام ہے دنیا میں سب سے زیادہ طلاق کی شرح مسیحی دنیا ہی میں پائی جاتی ہے تو آخر وہ کس مذہب سے طلاق اور خلع کا قانون حاصل کر رہے ہیں؟

(۹) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محبت......

گرجا گھروں میں بس یہ سکھایا جاتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آپ (مسیحوں) سے محبت کرتے تھے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آپ کے کسی فعل سے کوئی غرض نہیں ہے وہ بس آپ سے محبت کرتے ہیں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ محض ''محبت اور محبت'' سے معاشرہ کیسے سدھر سکتا ہے جبکہ مجرموں کے لئے وہاں آخرت کی کوئی سزا نہ ہو؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۱۰) مسیحت میں روحانیت نہیں ہے......

مسیحت میں یا تو محض ڈالر اور آمدنی کا تصور ہے یا تنخواہ، پیداوار، برآمدات، صنعت وتجارت اور ٹیکسوں کا نظام ہے اس کے اندر روحانیت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ مسیحی کالجوں اور جامعات میں سارے مضمون سکھائے جاتے ہیں، بس ایک اللہ ہی کا ذکر نہیں کیا جاتا، تعلیمی ادارے اور والدین اخلاقی اور روحانی اعتبار سے محض کھوکھلی نسل پیدا کر رہے ہیں

(۱۱) لفظ God (گاڈ) بذاتِ خود کوئی نام نہیں ہے......

اس کی جمع بھی بنائی جا سکتی ہے یعنی Gods اس کی مؤنث بھی بنائی جا سکتی ہے یعنی Goddes اور اسے چھوٹے اور بڑے تمام حروف سے لکھا جا سکتا ہے یعنی God یا god اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کا یہ کوئی نام نہ ہوا، انجیل میں اللہ کے لئے اصل نام "ہیلولویاہ" یا "ایلوہا" آیا ہے لیکن پادری حضرات یہ نام مسیحوں کو بتاتے ہی نہیں ہیں۔

(۱۲) بائیبل......

مسیحت میں اس کی مقدس کتاب کو "بائیبل" کہا جاتا ہے لیکن حیرت انگیز طور پر کسی بھی بائیبل میں یہ نام موجود نہیں ہے اللہ جانے مسیحوں نے یہ نام کہاں سے اخذ کیا ہے؟ دوسری طرف "قرآن" کا لفظ خود قرآن پاک میں موجود ہے، اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو خود ہی ایک نام دیا ہے۔

(۱۳) مسیحت ......

حیرت انگیز طور پر لفظ (Christianity) بھی انجیلوں میں کہیں موجود نہیں ہے بائیبل کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ "میں صرف بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے بھیجا گیا ہوں" (متی 24:15) انہوں نے بنی اسرائیل سے ہٹ کر کوئی نیا فرقہ نہیں بنایا تھا لیکن سینٹ پال نے بعد میں اپنی قوم کے لئے "کرسچن" کا لفظ خود ایجاد کیا جبکہ اس کے مقابلے میں قرآن پاک نے ہمارا (اور تمام سابقہ اطاعت گزار بندوں کا) نام "مسلم" ہی ذکر کیا ہے۔

(۱۴) چرچ......

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے لئے کبھی کوئی علیحدہ عبادت گاہ نہیں بنائی تھی بلکہ وہ ہمیشہ انہی مسجدوں میں اپنے فرائض ادا کرتے رہے جو بنی اسرائیل کے لئے وقف تھیں یہ تو سینٹ پال تھا جس نے ایک علیحدہ چرچ کی بنیاد رکھی البتہ قرآن پاک نے مسلمانوں کی عبادت گاہ ''مسجد'' کا باقاعدہ نام لے کر ذکر کیا ہے

(۱۵) حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل کے افراد کی بخشش......

مسیحت کے بقول اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیبی پھانسی ہی مسیحوں کی نجات کا سبب ہے تو پھر ان لوگوں کا کیا ہوگا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قبل زندگی بسر کر رہے تھے؟ مسیحی پیشواؤں کے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہے نیز بائیبل خود متی 21:7 میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ بیان نقل کرتی ہے کہ ''ہر وہ فرد جو مجھے آقا آقا کہہ کر پکارتا ہے، وہ لازماً آسمان کی بادشاہت میں داخل نہیں ہوگا صرف وہی شخص اس میں جائے گا جو میرے آسمانی باپ کی ہدایات پر عمل کرے گا'' اس لحاظ سے ہم دیکھ سکتے ہیں کہ مسیحی پادری نجات کے لئے کچھ اور کہہ رہے ہیں جبکہ انجیل کچھ اور بات کہہ رہی ہے۔

ہم نے مسیحی مذہب کے چند تضادات اور پریشان خیالیاں واضح کی ہیں ورنہ موجودہ مسیحت سراسر غیر منطقی، غیر عقلی اور غیر مدلل ہے صرف اسلام ہی ایک کامل و دانشمندانہ دین ہے

{صلیب کی کہانی......انجیل برنباس کی زبانی}

جوڈاس ایسکاریٹ ایک یہودی فرد تھا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکاروں میں سے تھا تاہم دل سے یہ شخص حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہیں لایا تھا اور ان کی صحبت میں رہنے کے باوجود بہت خود غرض اور لالچی تھا یہودی ربیوں اور فریسیوں نے جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف تہذیب کی مہم تیز کی اور شبہ کیا جانے لگا کہ عنقریب وہ انہیں گرفتار کر کے سزا دلوا دیں گے تو جوڈاس نے ان ربیوں کے اجلاس میں جا کر دریافت کیا کہ اگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کے حوالے کر دے، تو وہ اسے اس کی کیا قیمت ادا کریں گے؟ انہوں نے کچھ دیر کے مکالمے کے بعد اسے سونے کی تیس ٹکیاں دینے کا وعدہ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک معتقد نیکوڈیمس نے جب آپ کے خلاف سازشیں پروان چڑھتی دیکھیں تو آپ کو یروشلم سے نکل جانے اور سیڈرون ندی کے کنارے اپنے گھر میں قیام کی دعوت دی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے قبول کر لی یہ منتقلی چونکہ انتہائی خفیہ طور پر ہوئی تھی، اس لئے فریسیوں اور ربیوں نے اس پر خوب واویلا کیا اور کہا کہ اپنی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جادوگری کی وجہ سے عیسیٰ علیہ السلام نے خود کو ساری دنیا سے چھپا لیا ہے انہوں نے کہا کہ وہ خود کو تمام بنی اسرائیل کا بادشاہ بنانا چاہتا ہے، اور وہ ہمارے خدا اور پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے خلاف نعوذ باللہ بہتان تراشیاں کرتا ہے اس کے بعد وہ رومی بادشاہ ہیروڈ کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکایت لے کر گئے (اس دور میں فلسطین سلطنت روم کا ایک حصہ تھا) جہاں سے آپ علیہ السلام کے خلاف یہ سرکاری حکم لے کر واپس آئے کہ آئندہ سے کوئی شخص (حضرت) عیسیٰ (علیہ السلام) کو نہ تو پیغمبر کہہ کر پکارے گا اور نہ خدا کا بیٹا، اور اگر کسی نے ایسا کیا تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔

ادھر جو چند اصحاب نیکوڈیمس کے گھر میں آپ علیہ السلام کے ساتھ موجود تھے، آپ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے واضح کیا کہ اب دنیا سے میری روانگی کا وقت قریب آ گیا ہے پھر انہوں نے جوڈاس منافق سے مخاطب ہو کر کہا کہ دوست اب جاؤ اور جو کام تمہیں کرنا ہے وہ کر لو بعد ازاں آپ علیہ السلام نے اپنے مصاحبین سے کہا کہ جو شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا ہے، اسے سمندر کا پانی بھی پاک نہیں کر سکتا دیکھو تم میں سے ایک شخص مجھ سے غداری کرے گا اور مجھے ایک بھیڑ کی مانند فروخت کر دے گا لیکن آپ علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کا مقولہ یاد دلایا کہ جو شخص دوسروں کے لئے گڑھا کھودے گا وہ خود بھی اس میں جا گرے گا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی محفل سے نکل کر جوڈاس سیدھا بڑے ربی کے پاس پہنچا اور اسے سونے کی ٹکیوں کا وعدہ یاد دلایا اس نے وہاں انکشاف کیا کہ وہ آج رات کو ”مطلوبہ شخص“ اس کے حوالے کر سکتا ہے بڑے ربی نے یہ سن کر بادشاہ ہیروڈ کو مطلع کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے کا آج اچھا موقع ہے چنانچہ اس نے بادشاہ سے چند مسلح سپاہی حاصل کر لئے اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام گھر سے باہر عبادت میں مشغول تھے انہیں جب آدمیوں کی آہٹ سنائی دی تو فوراً گھر کے اندر چلے گئے ٹھیک اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے چند فرشتوں کو حکم دیا کہ وہ زمین میں جا کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بحفاظت اوپر اٹھا لائیں چنانچہ فرشتوں نے کمرے کے اندر آ کر انہیں ایک کھڑکی کے ذریعے باہر نکال لیا۔

ادھر جوڈاس بڑی بے تابی سے اس کمرے میں داخل ہوا جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام قیام کیا کرتے تھے لیکن جیسے ہی وہ داخل ہوا تو اللہ تعالیٰ نے اس غدار کا چہرہ اور آواز ہو بہو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مانند کر دی۔

یہ مشابہت اتنی حیرت ناک تھی کہ کسی کو بھی اسکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہونے پر شک نہ ہو سکتا تھا دوسری طرف

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رومی سپاہی جیسے ہی اندر کمرے میں داخل ہوئے تو انہوں نے جوڈاس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھتے ہوئے فوراً دبوچ لیا یہ دیکھ کر جوڈاس کے ہوش اڑ گئے اور اس نے چیخنا اور چلانا شروع کر دیا کہ ''اے احمق سپاہیو، کیا تم جوڈاس ا لیسکا ریٹ کو نہیں پہچانتے کہ تم نے خود مجھ ہی کو گرفتار کر لیا ہے؟'' حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جو حوارین وہاں موجود تھے سپاہیوں کو دیکھ کر باہر نکل گئے

بعد میں یہودیوں نے جوڈاس کو رسیوں سے باندھ دیا اور اسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سمجھتے ہوئے طنزاً کہا کہ ''عالی مقام، آپ ہرگز پریشان نہ ہوں ہم آپ کو بنی اسرائیل کا بادشاہ بنانے کے لئے لے جا رہے ہیں ہم نے آپ کو رسیوں سے اس لئے بندھا ہے کہ آپ باشاہ بننے سے ہمیشہ انکار کرتے ہیں'' اس نے جھنجھلا کر کہا ''کیا تم ہوش وحواس سے بھی گزر گئے ہو؟ تم تو عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کرنے آئے تھے، اس کے برعکس تم الٹا مجھ ہی کو گرفتار کر کے لے جا رہے ہو؟'' یہ سن کر سپاہیوں کا پیمانہ صبر سے لبریز ہو گیا اور انہوں نے اس پر لاتوں اور گھونسوں کی بارش کر دی عدالت نے جب اس (جوڈاس) کو موت کی سزا سنائی تو جوڈاس ا لیسکا ریٹ غصے سے پاگل ہو گیا حتیٰ کہ لوگ اس کی اول فول حرکتوں کے باعث ہنسی سے لوٹ پوٹ ہو گئے لوگ اس کے ساتھ بہت حقارت سے پیش آنے لگے جب کہ کئی افراد نے اس کے چہرے پر غصے سے تھوک بھی دیا، ربیوں اور فریسیوں نے جوڈاس کو (حضرت عیسیٰ سمجھ کے) مخاطب کر کے کہا اے وہ دھوکہ باز شخص کہ جس نے اپنے جادو اور دعوؤں سے سارے بنی اسرائیل کو دھوکہ دیا آج خود کو پاگل بنا کر تو چاہتا ہے کہ موت کی سزا سے بچ جائے؟ ہم تجھے ہرگز بچنے نہیں دیں گے اور اس کے بعد وہ سب مل کر اس پر لاتوں اور گھونسوں کے ساتھ پھر پل پڑے علاقے کا گورنر اندر ہی اندر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عقیدت رکھتا تھا، اس لئے جوڈاس کی یہ اچھل کود اور درگت بنتی دیکھ کر اس نے اسے اندر اپنے کمرے میں بلایا اور اصل واقعہ دریافت کیا جوڈاس نے کہا کہ یہ فریسی اور سپاہی دھوکہ کھا گئے ہیں اور اسے (جوڈاس کو) عیسیٰ سمجھ رہے ہیں تب گورنر نے ربیوں سے کہا کہ یہ شخص کہتا ہے کہ وہ عیسیٰ نہیں ہے اس لئے اگر اس شخص کو موت کی سزا دی گئی تو ہم ایک غلط فرد کو موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور اگر یہ شخص فی الحقیقت پاگل ہو گیا ہے تو اس صورت میں بھی کسی معصوم کو پھانسی دینا درست نہ ہو گا یہودی ربی اور فریسی اس فیصلے سے ناراض ہوئے اور معاملہ گورنر کی عدالت تک لے گئے جس نے لالچ میں آ کر ان سے مزید رقم طلب کی اور جوڈاس کے لئے موت کی سزا کا اعلان کیا، ربیوں نے اس

کے لئے کانٹوں کا تاج تیار کیا اور انہیں یہ کہہ کر پیش کیا کہ لے اسے پہن کیونکہ ہم تجھے اسرائیل کا بادشاہ بنانا چاہتے ہیں پھر وہ اسے کلوری پہاڑ پر لے گئے جہاں باغیوں کو عموماً پھانسی پر لٹکایا جاتا تھا یہی وہ موقعہ تھا جب اس نے وہ مشہور الفاظ کہے تھے کہ ''ایلی ایلی لما سبقتنی؟'' واضح رہے کہ اس شکوے کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منسوب کیا جاتا ہے حالانکہ پیغمبر کسی بھی حال میں خدا سے اپنی تقدیر کا شکوہ نہیں کرتا ہے دوسرے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری حضرت مریم کے ساتھ کلوری پہاڑ پر گئے اور گورنر سے درخواست کرکے جوڑا اس (حضرت عیسیٰ سمجھ کر) کی لاش وصول کرلی جسے انہوں نے ایک قبر میں دفنا دیا تاہم ان میں سے بعض نے آخرکار ان کی لاش غائب کردی اور مشہور کردیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قبر سے نکل کر آسمان پر چلے گئے ہیں اس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دوبارہ زندہ ہونے اور آسمان کی طرف اٹھائے جانے کی افواہ حقیقت بن کر گردش کرنے لگی۔

جب یہ اطلاع حضرت مریم سلام اللہ علیہا تک پہنچی تو وہ خوش ہو کر واپس یروشلم آئیں تاکہ کسی طرح ان کی اپنے بیٹے سے ملاقات ہو جائے اس وقت جو فرشتے حضرت مریم علیہ السلام کی حفاظت کر رہے تھے، انہوں نے تیسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جا کر ان کی والدہ کی آمد کا قصہ بیان کیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اپنی والدہ سے ملنے کی درخواست کی جسے اللہ تعالیٰ نے منظور کرلیا تب فرشتے انہیں اپنے جلو میں لے کر زمین پر آئے اور انہیں حضرت مریم سلام اللہ علیہا کے پاس اتارا جہاں تین دن تک وہ فرشتوں اور اپنے بیٹے کو دیکھتی رہیں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی والدہ سے معانقہ کیا اور یقین دلایا کہ انہیں پھانسی نہیں ہوئی ہے ان کی اس بات کی تائید وہاں موجود چاروں فرشتوں نے بھی کی اس وقت ان کی والدہ کے ساتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے جانثار صحابی حضرت برناباس بھی موجود تھے جنہیں آپ علیہ السلام نے بطور خاص ہدایت کی کہ وہ ان کی زندگی پر گزرے ہوئے تمام واقعات لکھ کر ساری دنیا کے سامنے پیش کریں انہوں نے حضرت برناباس سے کہا کہ اگرچہ گمراہی کے طور پر بیشتر دنیا انہیں خدا اور خدا کا بیٹا کہہ کر پکارتی رہے گی اور اس بات کا عقیدہ رکھے گی کہ مجھے صلیب پر چڑھایا گیا ہے، تاہم یہ سلسلہ اس وقت رک جائے گا جب اللہ کے ایک اور رسول ''محمد'' (صلی اللہ علیہ وسلم) دنیا میں تشریف لائیں گے وہی آکر دنیا کو میری اور میری ''مصلوبیت'' کی اصل حقیقت سے آگاہ کریں گے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

پھر اس کے بعد چاروں فرشتے حضرت مریم سلام اللہ علیہا اور برناباس کی نظروں کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اٹھا کر دوبارہ آسمان کی طرف لے گئے۔

یہ ہیں وہ لمحہ بہ لمحہ اصل حقائق جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے متعلق عیسائی دنیا میں توڑ مروڑ کر پیش کرتے ہیں برناباس کی انجیل نے اپنے باب 206 تا 222 میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی روپوشی، جوڈاس اسکاریوٹ کی بغاوت اور اس کے صلیب پر چڑھائے جانے کے تمام واقعات جزئی تفصیل کے ساتھ بیان کئے ہیں جس سے قرآن پاک کے بیان کی بڑی حد تک تصدیق ہوتی ہے لیکن افسوس کہ مسیحی دنیا میں اس صحیح انجیل کو کہیں بھی کوئی اہمیت حاصل نہیں ہے بلکہ اس کے بدلے چار جعلی انجیلیں، لوقس، مرقس، متی اور یوحنا تمام تر گردش میں ہیں، آج مسیحوں میں سے شاید ہی کوئی انجیل برناباس کے نام سے واقف ہو حالانکہ اگر وہ قرآن پاک نہیں بلکہ صرف برناباس کی انجیل ہی اپنے مطالعے میں رکھ لیں تو ان کے بہت سارے گمراہ عقائد کی اصلاح ہو جائے گی اب سے قبل برناباس کی یہ انجیل ناپید تھی لیکن اب یہ اردو میں بھی آسانی سے دستیاب ہے اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۳۷)

علم وعرفان کی عبقری شخصیت

اعلیٰ حضرت امام اہل سنت الشاہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ

الحمدللہ ربّ العالمین والصّلوٰۃ والسّلام علیٰ سیّد الانبیاء والمرسلین:

امابعد!

مجھ کو تاریخ اسلام میں بہت ساری شخصیات کو پڑھنے کا موقعہ ملا ان میں بہت سی شخصیات کی بے پناہ خوبیوں اور ان کے کارناموں سے میں متاثر ہوا مگر انبیاء کرام اور صحابہ کرام کے بعد جن دو شخصیات سے میں زیادہ متاثر ہوا ان کے انداز تحریر اور علمی سمندر کو دیکھتے ہوئے کوئی بھی صاحب عقل اور صاحب ایمان ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا وہ دو شخصیات یہ ہیں ایک امام اعظم امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے امام اہل سنت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، جس طرح ہر دور میں اچھے انسانوں کے خلاف محاذ کھڑا کیا جاتا رہا ہے ان دونوں شخصیات کے خلاف بھی آج تک جھوٹا پروپیگنڈہ جاری ہے لیکن جس طرح جھوٹ زیادہ دیر نہیں چلتا اور سچ ہمیشہ زندہ رہتا ہے اسی طرح ان کے مخالفین مٹ گئے مگر ان کے ماننے والوں میں کمی کی بجائے اضافہ ہی ہوتا جارہا ہے، علم تاریخ نے اپنے دامن میں اچھی اور بُری ہر دو صفت کی حامل شخصیات کو سمیٹ کر پناہ دی ہے اس طرح انہیں زمانے کی دست برد اور شکستگی سے محفوظ کردیا ہے تاکہ آئینہ تاریخ میں ماضی کے عکس و نقش کا مشاہدہ حال و استقبال کو جاندار اور شاندار بنانے میں معاون ہو لیکن بعض شخصیات کا پیکرِ احساس اتنا جاندار و شاندار ہوتا ہے کہ جنہیں تاریخ محفوظ رکھنے کا اہتمام کرے یا نہ کرے وہ شخصیات اپنی تاریخ آپ مرتب کرلیتی ہیں اس لئے کہ وہ عہد ساز اور تاریخ ساز ہستیاں ہوتی ہیں یہ شخصیات اپنی پہچان کیلئے مؤرخ کی محتاج نہیں ہوتیں بلکہ ان نادر زمن ہستیوں کے خوبصورت تذکرے کو تاریخ اپنے صفحات کی زینت بنانے کیلئے خود محتاج ہے اور مؤرخ ان کے تذکرے لکھ کر خود کو متعارف کرانے کا محتاج ہوتا ہے ایسی ہی عہد ساز ہستیوں میں ایک مہر درخشاں وہ بھی ہے جسے شرق تا غرب شیخ الاسلام والمسلمین، محدث عصر، فقیہہ دہر، مجدد دین وملت، حامی سنّت، قاطع بدعت، پاسبان توحید وسنت اعلیٰ حضرت وغیرہم القابات وخطابات سے پہچانا جاتا ہے امام

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

احمد رضا فاضل و محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اسم گرامی کے اعزاز و اکرام کے بارے میں علامہ ہدایت اللہ بن محمود سندھی حنفی قادری مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں وہ (امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ) اس کے اہل ہیں کہ ان کے نام سے قبل اور بعد میں کوئی بھی فضیلت کا خطاب لگایا جائے (معارف رضا 1986ء، صفحہ 102)

مجدد اسلام امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ علم و فضل کا وہ خورشید درخشاں ہیں کہ جس کی جلوہ گری انیسویں صدی عیسوی کے نصف آخر تا بیسویں صدی کے ربع اوّل کے عرصہ کو محیط ہے، آپ کی ولادت 10 شوال المکرم 1272ھ / 14 جون 1856ء اور سالِ وصال 25 صفر المظفر 1340ھ / 28 اکتوبر 1921ء بروز جمعہ ہے آپ کی زندگی کا یہ دور جس قدر پر آشوب تھا بلاد اسلامیہ میں کوئی دور بھی ایسا نہیں گذرا فتنوں کی بیخ کنی اور فسادِ اُمت کے ذمہ دار مفسدین کو بے نقاب کرنے کیلئے امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے فقہی بصیرت اور مدبرانہ فراست کے ذریعے ملت کی راہنمائی کا جو فریضہ انجام دیا وہ صرف آپ ہی کا خاصہ تھا آپ نے جو شمع عشق رسالت فروزاں کی وہ آج بھی ملتِ اسلامیہ کیلئے مینارۂ نور کی حیثیت رکھتی ہے اور آئندہ بھی اس کی چمک دمک ماند نہیں پڑے گی ان شاء اللہ۔

میں نے جب اعلیٰ حضرت امام اہل سنت امام احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کو پڑھا تو ان کے سمندر جیسے علوم کو دیکھ کر حیران رہ گیا، میں ہی کیا بڑے بڑے دانشور اور علوم کے ماہرین بھی حیران رہ گئے آج میں آپ کو ان کے علوم کے بارے بتاتا ہوں امام احمد رضا کا سینہ علوم و معارف کا خزینہ اور دماغ فکر و شعور کا گنجینہ تھا، اپنے بیگانے سب ہی معترف ہیں کہ شخصی جامعیت، اعلیٰ اخلاق و کردار، قدیم و جدید علوم و فنون میں مہارت، تصانیف کی کثرت، فقہی بصیرت، احیاے سنت کی تڑپ، قوانین شریعت کی محافظت، زہد و عبادت اور روحانیت کے علاوہ سب سے بڑھ کر قیمتی متاع و سرمایہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ان کے معاصرین میں ان کا کوئی ہم پلہ نہ تھا اور نہیں ہے، بلکہ یقیناً اور بعد میں آج تک سطور بالا صفات میں عالم اسلام میں امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کا ہمسر کوئی پیدا نہیں ہوا آپ کی اسی انفرادیت کے بارے میں سید ریاست علی قادری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

[امام احمد رضا کی شخصیت میں بیک وقت کئی سائنس داں گم تھے، ایک طرف ان میں ابن الہیثم جیسی فکری بصارت اور علمی روشنی تھی تو دوسری طرف جابر بن حیان جیسی صلاحیت، الخوارزمی اور یعقوب الکندی جیسی کہنہ مشقی تھی، تو دوسری طرف الطبری، رازی اور بو علی سینا جیسی دانشمندی، فارابی، البیرونی، عمر بن خیام، امام غزالی اور

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ابن رُشد جیسی خداداد ذہانت تھی دوسری طرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیض سے فقیہانہ وسیع النظری اور غوث الاعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ سے روحانی وابستگی اور لگاؤ کے تحت عالی ظرف، امام احمد رضا کا ہر رخ ایک مستقل علم وفن کا منبع تھا ان کی ذہانت میں کتنے ہی علم وعالم گُم تھے](معارف رضا جلد ششم صفحہ 124)

شمسی تقویم کی بیسویں صدی عیسوی اور قمری تقویم کی چودھویں صدی ہجری میں شانِ تجدّد اور محی ملت و دین کی حامل ذات امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے سوا کسی اور کی قرار نہیں دی جا سکتی، اور اس صدی کو جیسے مجدّد و مصلح کی ضرورت تھی وہ تمام کمالات واوصاف بدرجہ اتم اعلیٰ حضرت میں نظر آتے ہیں دین اسلام کی اساسیات اور ایمان کی جملہ فروعات وجُزئیات پر بیک وقت مشرق ومغرب سے حملے ہو رہے تھے، ایسے موقع پر ضرورت تھی کہ مشرق میں فتنہ اُٹھانے والے مُنافقین کا مقابلہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لازوال ہتھیار سے کیا جائے اور مغرب کے مُلحد سائنس دانوں کے کائنات سے متعلق گمراہ کن نظریات کا مقابلہ کلامِ الٰہی کی شایانِ شان تفسیر، لَا تَبْدِیْلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہ کی بدیہیات ویقینیات کے اجالے میں کیا جائے چودھویں صدی ہجری میں ملت اسلامیہ کی اصلاح کیلئے جن علمی گوشوں اور شعبہ ہائے حیات میں قولاً وعملاً کام کی ضرورت تھی وہ تمام تقاضے امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے پورے کئے ایک ایک علم پڑھا اور ایک ایک فن پڑھا اور لکھتے ہی چلے گئے مردہ علوم کو کئی صدیوں بعد زندہ کیا، بعض علوم اپنی اختراعات سے خود ایجاد فرمائے امام کے اسلوب تحریر میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر دیگر علماء ودانشور اور ہیئت دانوں کے کارناموں سے مزین دوسری صدی تا ساتویں صدی ہجری کی تصویر نظر آنے لگی، اسلامیان ہند ہی نے نہیں بلادِ عرب ومغرب اور افریقہ نے بھی اپنے اسلاف کے ماضی کو جیتا جاگتا محسوس کیا، تہذیب وتمدنِ اسلامی کے تابناک دور کی روشنی امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی تحریروں سے پھوٹتی محسوس ہوئی ہے۔

ماہر رضویات، پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد مظہری نقش بندی مجدّدی ایجاد واختراع کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں:

[ایجاد واختراع کا دارومدار فکروخیال پر ہے، خیال کو اساسی حیثیت حاصل ہے، قرآن کریم میں خیالوں کی ایک دنیا آباد ہے اور عالم یہ ہے کہ مجبوریک نظر آ مختارصد نظر جا۔ ہر خیال اپنے دامن میں صدیوں کے تجربات و مشاہدات سمیٹے ہوئے ہے، جس نے قرآن کی بات مانی اس نے مختصر زندگی میں صدیوں کی کمائی کمالی امام

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

احمد رضا انہی سعادت مندوں میں سے تھے جنہوں نے سب کچھ قرآن سے پایا، وہ قرآن کا زندہ معجزہ تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو علم لدنی اور فیض سماوی سے نوازا تھا]

(امام احمد رضا اور علوم جدیدہ وقدیمہ، مطبوعہ ادارہ مسعودیہ کراچی، صفحہ ۷ / ۸)

زمانہ طالب علمی میں ایک مرتبہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کو جیومیٹری کی گتھیاں سلجھاتے ہوئے دیکھ کر والد گرامی حضرت مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

[بیٹا! یہ تمام علوم تو ذیلی وضمنی ہیں تم علوم دینیہ کی طرف متوجہ رہو، بارگاہِ رسالت سے یہ علوم تمہیں خود عطا کر دیے جائیں گے]

پھر واقعی دنیا نے دیکھا کہ کسی کالج و یونیورسٹی اور کسی سائنسی علوم میں ماہر کی شاگردی کے بغیر تمام سائنسی علوم عقلیہ ونقلیہ حاصل ہوئے اور ایسے مشاق ہوگئے کہ تحقیق و ریسرچ کے مطابق صرف سائنسی علوم میں آپ کی کتابوں کی تعداد 150 کے قریب پہنچتی ہے

(امام احمد رضا اور سائنس، از: پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری، کراچی یونی ورسٹی)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے علوم سائنس میں اپنی خداداد مشاقی کی بنیاد پر ان علوم کی قد آور شخصیات بابائے طبعیات ڈیموقریطس (370 قبل مسیح) بطلمیوس (قبل مسیح)، ابن سینا (980 تا 1037ء) نصیر الدین طوسی (متوفی 672ء)، کوپرنیکس (1473ء تا 1542ء) کیپلر (1571ء تا 1630ء)، ولیم ہرشل (سترہویں صدی عیسویں)، نیوٹن (متوفی 1727ء) ملا جونپوری (متوفی 1652ء) گلیلیو (1642ء) آئن اسٹائن (1879 تا 1956ء) اور البرٹ ایف پورٹا (1919ء) کے نظریات کارڈ اور ان کا تعاقب کیا ہے، جبکہ ارشمیدس (متوفی 212 قبل مسیح) کے نظریہ وزن، حجم وکمیت محمد بن موسیٰ خوارزمی (215ھ/ 831ء) کی مساوات الجبراء اور اشکال جیومیٹری، یعقوب الکندی (235ھ/ 850ء)، امام غزالی (450ھ تا 505ھ/ 1059ء تا 1112ء)، امام رازی (544ھ تا 606ھ/ 1149ء تا 1210ء) کے فلسفہ الٰہیات، ابوریحان البیرونی (351ھ تا 440ھ/ 973ء تا 1048ء)، ابن الہیثم (430ھ/ 1039ء)، عمر الخیام (517ھ/ 1123ء) کے نظریات ہیّت وجغرافیہ، ڈیموقریطس کے نظریہ ایٹم اور جے جے ٹامس کے نظریات کی تائید کی اور دلائل عقلیہ سے پہلے آیات قرآنیہ پیش کیں جس کا مشاہدہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی

ان علوم پر لکھی گئی کتابوں میں کیا جا سکتا ہے

جیسا کہ عرض کیا گیا کہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ نے علوم دینیہ کے ہر شعبے کے علاوہ صرف سائنسی علوم وفنون سے متعلق جو کتابیں تصنیف کیں ان کی تعداد 150 تک پہنچتی ہے جو آپ کی منفرد قوت متخیلہ اور مہتم بالشان تحقیقی ذہن کی نشان دہی کرتی ہیں مثلاً فزکس، کیمسٹری، بیالوجی، میتھس، جیومیٹری، لوگارتھم، ٹوپولوجی، سائکولوجی، پیراسائکولوجی، فونیٹکس، فونالوجی، اسٹرالوجی، اسٹرانومی وغیرہ وغیرہ علوم وفنون پر آپ کی تصانیف مشتمل ہیں۔

ایٹم کے انشقاق Nuclear Fission سے متعلق آٹو ہان نے 1938ء میں جب کہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے 1919ء میں اس موضوع پر اپنی کتاب [الکلمۃ الملہمہ فی الحکمۃ المحکمہ] میں کافی تفصیل سے بحث کی ہے کو ویلنٹ بانڈ سے متعلق جی این لیوس نے 1916ء میں جب کہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے 1919ء میں کو ویلنٹ بانڈ کے ساتھ ساتھ لونز ڈ بانڈ کے بارے میں بھی کافی کچھ تحریر فرمایا ہے۔

دنیاوی علوم میں آپ کی مہارت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں ان میں چند علوم پر آپ کی تصانیف یہ ہیں

(1) ریاضی:

(1) المعنی المجلی (فارسی) 1909ء

(2) وجوہ زو یا مثلث کروی (فارسی) 1911ء

(3) مبحث المعادلہ ذات الدرجۃ الثانیہ (عربی) 1912ء

(4) زوایۃ الاختلاف المنظر 1914ء

(5) رجب الساحۃ فی میاہ لایستوی وجھاو جوفھا فی المساحۃ

(2) جبر ومقابلہ:

(6) رسالہ جبر ومقابلہ (فارسی) 1911ء

(7) حل سادتہائے درجہ سوم (فارسی) 1911ء

(8) حل المعادلات القوی المعکبات (فارسی)

(3) تکسیر:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(9)1152 مربعات (اردو) 1909ء

(4)مثلث:

(10)رسالہ درعلم مثلث (فارسی) 1901ء

(11)تلخیص علم مثلث کروی (فارسی) 1912.13

(5)ہیاۃ:

(12)استخراج وصول قمر ارخ (فارسی) 1901ء

(13)الکسری العشری (عربی) 1912ء

(14)معدن علومی در سنین ہجری وعیسوی ورومی (اردو) 1908ء

(15)طلوع وغروب کواکب وقمر (اردو) 1918ء

(16)قانون رویت اہلہ (اردو) 1919ء

(17)رویت الہلال (اردو) 1919ء

(6)توقیت:

(18)البرہان القویم علی العرض والتقویم (فارسی) 1903ء

(19)تسہیل تعدیل (اردو) 1911ء

(20)المجمل الدائرہ فی خطوط الدائرہ (فارسی) 1911ء

(21)اوقات صلوۃ مکہ معظمہ (اردو) 1912ء

(22)استخراج تقویمات کواکب (فارسی) 1912ء

(23)طلوع وغروب نیرین (اردو) 1913ء

(24)سیول کواکب وتعدیل الایام (اردو) 1919ء

(25)الجواہر والیواقیت فی علم التوقیت

(7)ارثماطیقی:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(26)الموہبات فی المربعات 1901ء

(8)ردفلسفہ قدیمہ وجدیدہ:

(27)الکلمة الملهمه فی الحکمة المحکمه لوهاء الفلسفة المشئمة (فلسفہ قدیمہ)1919ء

(28)فوز مبین در حرکت زمین (فلسفہ جدیدہ)(اردو)1919ء

(29)معین مبین ،بہر دور شمس وسکون زمین (فلسفہ جدیدہ)(اردو)1919ء

(9)علم جفر:

(30)الجلد الاول الرضویه لاعمال الجفریه(عربی)1904ء

(31)سفر السفر عن الجفر بالجفر

(32)الرسائل الرضویه للمسائل الجفریه(عربی)1904ء

(33)اسهل الکتب فی جمیع المنازل(عربی)1912ء

(10)علم نجوم:

(34)مسؤلیات اسہام(فارسی)1911ء

(11)علم صوتیات:

(35)البیان شافیا لفونوجرافیا:1908ء

(12)علم طبیعات:

(36)الدقة والتبیان لعلم الرقة والسیلان

(13)ارضیات:

(37)المطر السعید علی بنت جنس الصعید

طاعون، جذام کے علاوہ میڈیکل ایمبریالوجی گیسٹروانٹیسٹی نل فزیولوجی سے متعلق اپنی کتاب [مقامع الحدید علیٰ خد المنطق الجدید] میں خوب صورتی اور دلکش اسلوب میں بحث کی ہے اسی طرح امام احمد رضا خاں علیہ الرحمہ پہلے مسلم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مفکر ہیں جنھوں نے اپنی کتاب [الصمصام علیٰ مشکک فی آیۃ علوم الارحام] 1896ء میں الٹرا ساونڈ مشین کا فارمولا بیان کیا ماڈرن کمیونیکیشن سسٹم، آڈیٹری تھیوری، wave sound وغیرہ سے متعلق آپ کی کتاب [الکشف الشافیہ] پڑھنے سے تعلق رکھتی ہے

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ پر یہ عطا، یہ نوازش، یہ کرم، یہ عنایت، یہ التفات، یہ فیض، سب کچھ محض اس بنا پر تھا کہ اعلیٰ حضرت کو اسلام کی عظیم انقلابی قوت جذبہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل تھا اور اسی والہانہ عشق سے مسلمانوں کی دینی ترقی، سیاسی کامیابی، علم کی ترویج، معاشی وعمرانی استحکام اور ثقافتی وتمدنی الغرض ہر سطح کی کامیابیاں وکامرانیاں وابستہ ہیں حقیقت ہے کہ جسے محبت رسول کا صادق جذبہ ہاتھ آگیا دین ودنیا کی تمام دولت اسی کے دامن میں آکر سمٹ جاتی ہیں، امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کا یہی تجدیدی کارنامہ ہے جس کے سب ہی معترف ہیں دنیا میں جہاں کہیں بھی غلبہ دین اسلام یا احیاء اسلامی کی تحریکیں اٹھی ہیں وہ عشق رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مرہونِ منت رہی ہیں انگلستان کے ایک مشہور مستشرق پروفیسر ایچ۔ اے گب نے اپنی کتاب اسلامک کلچر میں لکھا ہے،

[تاریخ اسلام میں بارہا ایسے مواقع آئے ہیں کہ اسلام کے کلچر کا شدت سے مقابلہ کیا گیا ہے لیکن بایں ہمہ مغلوب نہ ہوسکا اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ صوفیہ کا اندازِ فکر فوراً اس کی مدد کو آجاتا تھا اور اس کو اتنی قوت وتوانائی بخش دیتا تھا کہ کوئی طاقت اس کا مقابلہ نہ کرسکتی تھی] (اسلامک کلچر، ص 265، مطبوعہ لندن 1942ء)

صوفیہ کا یہی پیغام [محبت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم] تھا کہ جسے اعلیٰ حضرت نے اپنی تمام زندگی اپنا کر اپنی تصنیفات وتالیفات کی روشنائی کے ذریعے ملت اسلامیہ کو منور کیا، آپکو معلوم تھا کہ اگر مسلمانوں کے دل عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے خالی ہوگئے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت بھی نہ تو انہیں اپنی کھوئی عظمت واپس دلاسکتی ہے اور نہ اصلاح وتجدید کی ہزاروں تحریکیں انہیں اپنی منزل مراد تک پہنچاسکتی ہیں مغربی استعمار کی مذموم سازش یہی تھی کہ مسلمانوں میں سے جذبہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو نکال دیا جائے، جس کی طرف شاعر مشرق ڈاکٹر علامہ اقبال نے بھی یوں اشارہ کیا ہے:۔

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا ۔۔۔ روح محمد اس کے بدن سے نکال دو
فکر عرب کو دے کے فرنگی تخیلات ۔۔۔ اسلام کو حجاز ویمن سے نکال دو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ تجدیدی کارنامہ ہے کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بشری و انسانی اوصاف وکمالات کے ساتھ ساتھ معجزاتی ونورانی پہلوؤں کے بلند و بالا کمالات نبوت اور فضائل وشمائل کو احاطہ تحریر میں لا کر ملت اسلامیہ کی روحانی اقدار کو تنزلی کا شکار ہونے سے بچالیا، آپ نے اپنی علمی درسگاہ اور روحانی خانقاہ بریلی سے، اس پرفتن دور میں ملت اسلامیہ کے سفینے کو ساحل مراد تک پہنچانے کیلئے جو کچھ ضروری تھا وہ اقدامات کیے حقیقت تو یہ ہے کہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے تمام مجددانہ کمالات جذبہ عشق رسول میں مضمر ہیں۔

امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی لگ بھگ ایک ہزار تصنیفات (مطبوعہ وغیر مطبوعہ) کے جائزہ کے بعد محققین کی قطعی جدید تحقیق کے مطابق یہ بات پورے وثوق سے کہی جا سکتی ہے کہ ایک سو بیس 120 قدیم وجدید، دینی، ادبی، اور سائنسی علوم پر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو دسترس حاصل تھی زیر نظر مضمون کے آخر میں 120 علوم وفنون کا شمار یاتی جدول دے دیا ہے تاکہ کوئی اس تعداد کو مبالغہ نہ سمجھے۔

120 علوم میں 40 یا اس سے زائد کا تعلق دینی علوم کی اساس وفروع سے ہے جبکہ ادب سے متعلق 10 روحانیت سے متعلق 8 تنقیدات وتجزیہ وموازنہ سے متعلق 6 اور طب وادویات سے متعلق 2 علوم کے علاوہ بقایا 54 علوم کا تعلق علوم عقلیہ (سائنس) سے ہے امام احمد رضا محدث ومجدد بریلوی کی سائنسی علوم پر کتب ورسائل کی تعداد ایک سو پچاس سے زائد ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب لکھتے ہیں:

[امام احمد رضا نے یہ رسائل (جدید علوم وسائنس) اُردو، فارسی، اور عربی تینوں زبانوں میں تحریر فرمائے ہیں بعض رسائل وکُتب کی ضخامت سو صفحات سے بھی زیادہ ہے] (دیباچہ حاشیہ جامع الافکار ص 3)

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم کی فہرست دیکھنے سے قبل قارئین کے علم میں یہ بات ضرور ہونی چاہئے کہ محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے حافظ کتب الحرم شیخ اسماعیل خلیل مکی کو جو عربی میں سند اجازت دی ہے اس میں خود اپنے قلم سے اُن کے 55 علوم وفنون کا ذکر فرمایا ہے جن میں آپ کو مکمل عبور حاصل تھا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے قلم فیض رقم سے مندرجہ 55 علوم وفنون کی فہرست نہایت جامع ہے جس میں بعض علوم فی زمانہ متعدد شاخوں وشعبوں میں تقسیم ہو گئے ہیں اور ان کی شناخت کیلئے علیحدہ عنوانات ماہرین تعلیم مختص کر چکے ہیں امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات میں مرقوم مضامین ان علوم سے بھی بحث کرتے نظر آتے ہیں کہ جن کا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تذکرہ امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے علوم کی فہرست میں نہیں کیا ہے آپ کو ان پر دسترس حاصل تھی مثلاً، معیشت اور اس کے ضمنی علوم تجارت، بینکاری، اقتصادیات اور مالیات کا اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے شمار نہیں کیا لیکن اسلامیان ہند کی فلاح کیلئے تدابیر بیان کرتے ہوئے مجدد اعظم کی ذات میں ماہر بنکار، وزیر خزانہ و مالیات اور معلم اقتصادیات کی جھلک صاف نظر آتی ہے امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کردہ علوم کی ترتیب یوں ہے۔

(1) علم القران (2) حدیث (3) اصول حدیث (4) فقہ حنفی
(5) کتب فقہ جملہ مذاہب (6) اصولِ فقہ (7) جدل مہذب (8) علم تفسیر
(9) عقائد و کلام (10) نحو (11) صرف (12) معانی
(13) بیان (14) بدیع (15) منطق (16) مناظرہ
(17) فلسفہ (18) تکسیر (19) ہئیات (20) حساب
(21) ہندسہ (22) قرأت (23) تجوید (24) تصوف
(25) سلوک (26) اخلاق (27) اسماء الرجال (28) سیر
(29) تاریخ (30) لغت (31) ادب معہ جملہ فنون (32) ارثما طیقی
(33) جبر و مقابلہ (34) حساب سینی (35) لوگارثمات (36) توقیت
(37) مناظرہ مرایا (38) علم الاکر (39) زیجات (40) مثلث کروی
(41) مثلث سطح (42) ہیاۃ جدیدہ (43) مربعات (44) جفر
(45) زائرچہ (46) نظم عربی (47) نظم فارسی (48) نظم ہندی
(49) نثر عربی (50) نثر فارسی (51) نثر ہندی (52) خط نسخ
(53) نستعلیق (54) تلاوت مع تجوید (55) علم الفرائض

[الاجازۃ الرضویہ]

آج پوری دنیا میں جدید دانش گاہوں کے پروفیسرز اور اساتذہ امام احمد رضا کی طرف متوجہ ہو چکے ہیں اور آپ کی تصنیفات و تالیفات پر سرعت رفتاری کے ساتھ تحقیق و ریسرچ جاری ہے حتیٰ کے بیشتر کتابیں ایسی ہیں جن

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے کئی زبانوں میں تراجم بھی ہو چکے ہیں جدید ریسرچ کے مطابق دنیا بھر کی یونیورسٹیز میں امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ کی جامع الصفات اور گوناگوں شخصیت کے مختلف النوع پہلوؤں کا احاطہ کرتے ہوئے اب ڈی لٹ، پی ایچ ڈی، ایم ایس اور ایم فل لیول کے مقالات کی تعداد 67 سے متجاوز کر چکی ہے واضح ہو کہ یہ مقالہ جات عربی، اردو، فارسی، انگریزی، سندھی، بنگلہ وغیرہ زبانوں میں پیش کیے گئے ہیں اس امر سے امام احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ کی شہرۂ آفاق علمی مقبولیت کا اندازہ بھی لگایا جا سکتا ہے۔

اب آپ 120 علوم کی مفصل فہرست ملاحظہ فرمائیں جسے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف سے اخذ کیا گیا ہے

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کے علوم کی فہرست

(1) قرآت (2) تجوید (3) تفسیر (4) اصولِ تفسیر
(5) رسم الخط القرآن (6) علم حدیث (7) اصول حدیث (8) اسانید حدیث
(9) اسماء الرجال (10) جرح وتعدیل (11) تخریج احادیث (12) لغت حدیث
(13) طرق حدیث (14) مطالب حدیث (15) ناسخ ومنسوخ (16) راجح ومرجوح
(17) مشکلات حدیث (18) علم مختلف الحدیث (19) علم الانساب (20) علل الحدیث
(21) رسم المفتی (22) علم طبقات (23) مخطوطات کا علم (24) تقابل ادیان
(25) علم قیافہ (26) علم میراث (27) فقہ (28) اصول فقہ
(29) جزئیات فقہ (30) متون فقہ (31) علم الفرائض (32) علم الکلام
(33) علم البیان (34) علم المعانی (35) علم البلاغت (36) علم المباحث
(37) علم الاوزان (38) علم الصرف (39) علم النحو (40) علم الادب
(41) علم العروض (42) علم البر (43) علم البحر (44) علم الحساب
(45) ریاضی (46) زیجات (47) تکسیر (48) علم الہندسہ
(49) جبر ومقابلہ (الجبراء) (50) مثلثات (51) ارثماطیقی (52) علم تقویم
(53) لوگارتھم (54) علم جفر (55) رمل (56) توقیت

(57)اوفاق (علم الوفق) (58) نجوم (59)فلکیات (60)معدنیات

(61)طب وحکمت (62)ادویات (63)نباتات (64)اسٹرانومی

(65)پیراسائکولوجی (66)فونالوجی (67)شماریات (68)اقتصادیات

(69)معاشیات (70)مالیات (71)تجارت (72)بنکاری

(73)ارضیات (74)علم مساحت الارض (75)جغرافیہ (76)طبیعات

(77)کیمیا (78)فزیولوجی (79)شہریات (80)علم عملیات

(81)سیرت نگاری (82)حاشیہ نگاری (83)زراعت (84)صوتیات

(85)ماحولیات (86)سیاسیات (87)موسمیات (88)رڈات

(89)شاعری (90)حمد (91)فلسفہ (قدیم وجدید) (92)منطق

(93)نثرنگاری (94)تعلیقات (95)تشریحات (96)تحقیقات

(97)تنقیدات (98)تاریخ گوئی (99)علم الایام (100)استعارات

(101)خطبات (102)مکتوبات (103)تعبیر الرویاء (104)رسم الخط نستعلیق

(105)شکستہ ومستقیم (106)مناظرہ مرایا (107)علم الاکر (108)مربعات

(109)ادب معہ جملہ فنون (110)جدل مہذب (111)بدیع (112)علم الاحجار

(113)تصوف (114)سلوک (115)اخلاق (116)حساب سینی

(117)زائرچہ (118)جملہ مذاہب (119)نعت (120)مناظرہ

یہی وجہ ہے کہ امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ پر لکھے گئے رسائل ومقالات وکتب کی تعداد تقریباً 800 کے قریب ہے اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری ہے ذیل میں امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ پر داخل شدہ پی ایچ ڈی، ایم فل اور ایم ایس مقالات کی ایک فہرست (1979ء سے 2011ء تک) راقم کے علم جو آسکی پیش خدمت ہے

{امام احمد رضا خان رحمہ اللہ پر پی ایچ ڈی مقالات}

(1)فقیہ اسلام، ڈاکٹر حسن رضا خان اعظمی، پٹنہ یونیورسٹی، انڈیا 1979ء

In the path of the prophet maulana ahmad raza khan (2)

barelwi Ahl-e-sunnat wa jama,at movment in British india,c,1870-1921 ڈاکٹر اوشیا سانیال، نیویارک، امریکہ 1990ء

(3) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں اور ان کی نعت گوئی، ڈاکٹر سید جمیل الدین راٹھوری، ایم پی 1992ء

(4) حضرت رضا بریلوی بحیثیت شاعر نعت محمد امام الدین جوہر شفیع آبادی، مظفر پور، انڈیا 1992ء

(5) امام احمد رضا۔ حیات و کارنامے، طیب علی رضا انصاری، بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا 1993ء

(6) کنز الایمان اور دیگر اردو تراجم کا تقابلی مطالعہ، پروفیسر مجید اللہ قادری، جامعہ کراچی، پاکستان 1993ء

(7) امام کے حالات، افکار اور اصلاحی کارنامے پروفیسر عبد الباری صدیقی، سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان 1993ء

(8) اردو نعت گوئی اور امام احمد رضا، ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی، روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا 1994ء

(9) مولانا احمد رضا بریلوی کی نعتیہ شاعری، ڈاکٹر سراج بستوی، کانپور یونیورسٹی، انڈیا 1995ء

(10) مولانا احمد رضا خان کی فقہی خدمات، ڈاکٹر محمد انور خاں، سندھ یونیورسٹی، جامشورو، پاکستان 1998ء

(11) امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں، ڈاکٹر امجد رضا امجد، ویرکنور سنگھ یونیورسٹی آرہ، انڈیا 1998ء

(12) امام احمد رضا کا تصور عشق، ڈاکٹر غلام مصطفیٰ نجم القادری، میسور یونیورسٹی، انڈیا 2002ء

(13) روہیل کھنڈ کے نثری ارتقاء میں مولانا احمد رضا خاں کا حصہ، ڈاکٹر رضا الرحمٰن عاکف سنبھلی روہیل کھنڈ، بریلی، انڈیا 2003ء

(14) امام احمد رضا کی انشا پردازی، ڈاکٹر غلام غوث قادری، رانچی یونیورسٹی بہار، انڈیا 2003ء

(15) اردو کی نعتیہ شاعری میں مولانا احمد رضا خان کی انفرادیت واہمیت ڈاکٹر تنظیم الفردوس جامعہ کراچی، پاکستان 2004ء

(16) **الشیخ احمد رضا شاعراً عربیاً مع تدوین دیوانہ العربی**، ڈاکٹر شاہد علی نورانی، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان 2004ء

(17) امام احمد رضا اور ان کے مکتوبات، ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی، برآر امبیڈکر بہار یونیورسٹی مظفر پور انڈیا 2004ء

(18) امام احمد رضا کی ادبی ولسانی خدمات، ڈاکٹر ریاض احمد 2005ء

(19) برصغیر کی سیاسی تحریکات میں فتاویٰ رضویہ کا حصہ: ایک تحقیقی جائزہ، ڈاکٹر محمد اسحاق مدنی، جامعہ کراچی 2006ء

(20) مولانا احمد رضا کی خدمت علوم حدیث کا تحقیقی اور تنقیدی جائزہ، مولانا منظور احمد سعیدی، جامعہ کراچی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

،پاکستان2006ء

(21)الزال الانقی من بحر سبقة الاتقی (الشیخ احمد رضا خاں) پروفیسر مولانا اشفاق احمد جلالی، پنجاب یونیورسٹی لاہور، پاکستان2006ء

(22)امام احمد رضا کی محدثانہ حیثیت، اے پی عبدالحکیم، بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا2006ء

(23)امام احمد رضا کی نعتیہ شاعری میں عشق رسول کا عنصر، ڈاکٹر آدم رضا، شیواجی یونیورسٹی، مہاراشٹر، انڈیا2008ء

(24)امام احمد رضا بریلوی، حیات اور ادبی خدمات، ڈاکٹر نورالدین محمد نوری، بھاگلپور یونیورسٹی، انڈیا2008ء

(25)اُردو نثر نگاری اور مولانا احمد رضا خاں، ڈاکٹر حامدہ بی بی، روہیل کھنڈ یونیورسٹی، بریلی، انڈیا2009ء

(26)امام احمد رضا بحیثیت مفسر قرآن، ڈاکٹر عبدالعلیم رضوی، بہار یونیورسٹی، مظفر پور، انڈیا2010ء

(27)مولانا احمد رضا خاں کی عربی زبان وادب میں خدمات، ڈاکٹر شبنم خاتون، بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا2011ء

(28)آثار القرآن والسنة فی شعر الشیخ احمد رضا خان دراساته تحلیلیه فی شعر الاردی والعربی والفارسی، ڈاکٹر ظفر اقبال جلالی، فیصل آباد یونیورسٹی، پاکستان2011ء

(29)مولانا احمد رضا کی تحریک، اسباب اثرات، ڈاکٹر صادق الاسلام، جامعہ ملیہ اسلامیہ نیو دہلی، انڈیا2011ء

(30)مولانا احمد رضا بریلوی کی اردو ادب میں خدمات، ڈاکٹر سعید احمد، کلبار یونیورسٹی کرناٹک، انڈیا

(31)جدالممتار علی ردالمحتار کی تخریج وتحشی، ڈاکٹر محمد عارف جامی، جامعہ کراچی پاکستان

(32)بیسویں صدی میں امام احمد رضا اور علمائے اہلسنت کی ادبی ودینی خدمات، ڈاکٹر شفیق اجمل، بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا

(33)عربی زبان میں مولانا احمد رضا خاں کا حصہ، ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی، جواہر لال یونیورسٹی، نیو دہلی، انڈیا

(34)فارسی ادبیات میں مولانا احمد رضا خاں کا حصہ، ڈاکٹر محمد حنیف رضوی رامپوری، جامعہ ملیہ اسلامیہ نیو دہلی، انڈیا

(35)ترجمہ کنزالایمان اور بیان القرآن کا تقابلی جائزہ، ڈاکٹر بدیع العالم رضوی، اسلامک یونیورسٹی کشٹیا، بنگلہ دیش

(36)الشیخ احمد رضا خاں شاعر من الهند، ڈاکٹر ابا قسم ضیائی، جامعة البغداد للعلوم الاسلامیہ، عراق

(37)فتاوٰی رضویہ کی روشنی میں مناکحت کا جائزہ، ڈاکٹر عابدہ تسنیم، یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(38)اردو نعت گوئی اور امام احمد رضا کی نعت نگاری، ڈاکٹر محمد نظام الدین رضوی مہاتما گاندھی، بنارس انڈیا

(39)فرہنگ رضا، ڈاکٹر محمود عالم، بنارس ہندو یونیورسٹی، انڈیا

(40)**تحقیق وتعریب ودراسة جزء من الفتاوٰی الرضویه** محمد مہربان باروی، ام درمان یونیورسٹی، سوڈان

(41)امام احمد رضا کی اردو لسانی خدمات، ڈاکٹر فضل رب، ممبئی یونیورسٹی ممبئی، انڈیا

{امام احمد رضا خان رحمہ اللہ پر ایم ایس اور ایم فل مقالات}

(1)امام احمد رضا کے حالات اور ادبی خدمات، آر بی مظہری، سندھ یونیورسٹی، پاکستان 1981ء

(2)**الشیخ احمد رضا خان حیاته واعماله**، سید غوث محی الدین اعظم پاشا، عثمانیہ یونیورسٹی حیدر آباد انڈیا 1990ء

(3)محمد احمد رضا کی عربی زبان وادب میں خدمات، محمود حسین بریلوی، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، انڈیا 1990ء

(4)**الامام احمد رضا خان البریلوی الحنفی وخدماته العلمیه والادبیه**، محمد اکرم، اسلامیہ یونیورسٹی آف بہاولپور، پاکستان 1995ء

(5)**الامام احمد رضا خان واثره فی الفقه الحنفی**، مشتاق احمد شاہ، جامعۃ الازہر قاہرہ، مصر 1997ء

(6)**الامام احمد رضا خان البریلوی الهندی، شاعراً عربیاً** ممتاز احمد سدیدی جامعۃ الازہر یونیورسٹی، قاہرہ، مصر 1999ء

(7)**النثر الفنی عند الشیخ احمد رضا خان دراسته الفنیه واسلوبیه**، سید عتیق الرحمٰن شاہ، انٹر اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد پاکستان 2003ء

(8)**اثر الثقافة العربیة فی المدائح النبویه الاردیه للشیخ احمد رضا خان** ظفر اقبال جلالی، انٹر اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد پاکستان 2003ء

(9)**الشیخ احمد رضا خان القادری وجهوده فی مجال العقیدة الاسلامیة فی شبه القارة الهندیة**، سید جلال الدین، قاہرہ یونیورسٹی، مصر 2006ء

(10)**مساهمة الشیخ احمد رضا خان فی الادب العربی**، **محمد مصطفٰی علی مصباحی**، مدراس یونیورسٹی، انڈیا 2006ء

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(11) دراسة عن الحواشي للعلامة احمد رضا خان علی امهات الکتب فی الحدیث الشریف، محمد عرفان محی الدین، عثمانیہ یونیورسٹی، حیدر آباد انڈیا 2009ء

(12) The Quranic Hermeneutics of Imam Ahmed Raza Barelvi محمد علی رضوی، یونیورسٹی آف لیڈز، انگلینڈ 2010ء

(13) مولانا احمد رضا خاں اور تیمم کے فقہی مسائل، دور جدید کے تناظر میں، اقرار علی قریشی، وفاقی اردو یونیورسٹی، کراچی، پاکستان 2010ء

(14) علم مختلف الحدیث اور اس کا فتاویٰ رضویہ میں اطلاق، عبد القوی، یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان 2011ء

(15) امام احمد رضا کے تعلیمی افکار کا تحقیقی جائزہ، سید محمد فراز، یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان 2011ء

(16) امام احمد رضا کے معاشی نظریات: اجارہ و مضاربت اور عصر حاضر میں ان کی افادیت، صبا نور، یونیورسٹی آف فیصل آباد، پاکستان 2011ء

(17) امام احمد رضا کی عربی خدمات، فیض الحسن فیضی، پشاور یونیورسٹی پاکستان

(18) الشیخ احمد رضا خان وخدماتہ فی نشر العلم الاحادیث، ڈاکٹر تاج محمد خاں، جامعہ الازہر قاہرہ، مصر

(19) فتاویٰ رضویہ، فتاویٰ ثنائیہ اور امداد الفتاویٰ کے مناہج کا تقابلی جائزہ، ڈاکٹر قیصر ایوب، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد، پاکستان

(20) فتاویٰ رضویہ میں فن حدیث کے اہم مباحث کا تحقیقی مطالعہ، ڈاکٹر عبد المصطفیٰ، گفٹ یونیورسٹی گوجرانوالہ، پاکستان

(21) فتاویٰ رضویہ میں مذکور 30 مجروح رواۃ صحیح بخاری، ایک تحقیقی اور تجزیاتی مطالعہ، حامد علی علیمی، جامعہ کراچی پاکستان

(22) مولانا احمد رضا خان، رشید گنگوہی اور عبد الحئی لکھنوی کے نظریات کرنسی کا تقابلی جائزہ، ڈاکٹر خواجہ فاروق احمد، جامعہ کراچی پاکستان

(23) امام احمد رضا اور ادبیات فارسی، ڈاکٹر طاہرہ سلطانہ، جامعہ پنجاب لاہور، پاکستان

(24) مولانا احمد رضا خاں کی علم الطبیعات میں خدمات کا جائزہ، ڈاکٹر عمر شہزاد، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد، پاکستان

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(25) حدائق بخشش میں قرآنی تلمیحات، ڈاکٹر سارہ شرافت، جی سی یونیورسٹی فیصل آباد، پاکستان

(26) خصوصی افراد اور امام احمد رضا، جامعہ کراچی، پاکستان

(ماہنامہ معارف رضا کراچی: ص 41 تا 46 دسمبر 2011ء)

اس کے علاوہ بھی اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ پر تحقیقی مقالے لکھے جا رہے ہیں یہ ان کی شخصیت کا کمال ہے کہ ابھی تک ان پر تحقیقی کام جاری ہے اور نت نئے پہلو اجاگر ہو رہے ہیں ان کی پیدائش سے لے کر آج تک اتنے علوم کا ماہر اور ان کی شخصیت پر اتنے مقالات لکھے گئے ہوں، کوئی حضرت ہے تو دکھائے ورنہ ماننا پڑے گا کہ وہ واقعی اعلیٰ حضرت ہیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا اعلیٰ حضرت امام اہل سنت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کی ذات پر لاکھوں برکات نازل فرمائے اور ان کے درجات کو بلند فرمائے آمین

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

02-11-2015 بروز سوموار

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر(۳۸)

تقلید آئمہ اربعہ اقوال سلف کی روشنی میں

الحمد لله رب العالمين، والصلوة والسلام على سيد المرسلين، اما بعد!

آج کے اس پرفتن دور میں جب کہ لوگ دین سے دور ہوتے جا رہے ہیں تقلید اور بھی زیادہ ضروری ہوگئی ہے کیونکہ لوگوں کے پاس وقت کی کمی ہوگئی ہے ہر آدمی تو تحقیق کر نہیں سکتا اور اگر ہر ترجمہ پڑھنے والے کو مفتی کا درجہ دے دیا جائے تو سوائے گمراہی کے اور کچھ ہاتھ نہ آئے گا اور اوپر سے تقلید ائمہ کو شرک کا درجہ دے دیا جائے تو گمراہی تو عام ہوگی اس لئے ضروری تھا کہ اہل سنت کے عوام کو تقلید ائمہ کے بارے میں سلف صالحین کا مؤقف واضح کیا جائے اور خاص کر چار ائمہ کی ہی تقلید کیوں کی جاتی ہے باقی لوگوں کی نہیں، اور جب بات صحابہ کی آجائے تو وہم اور بڑھ جاتا ہے لہٰذا اس مختصر مضمون میں اس بات کو واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ سلف صالحین، محدثین، مفسرین اس بارے میں کیا فرماتے ہیں ملاحظہ فرمائیے:

امام برہان الدین ابراہیم بن علی المالکی رحمہ اللہ (المتوفی ۷۹۹ھ) حضرات ائمہ اربعہ اور دیگر ائمہ کرام کا اور ان کے مقلدین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

[وغلب مذهب الأوزاعي رحمه الله على الشام وعلى جزيرة الأندلس إلى أن غلب عليها مذهب مالك بعد المائتين فانقطع منها وأما مذهب الحسن والثوري فلم يكثر أتباعهما ولم يطل تقليدهما وانقطع مذهبهما عن قريب. وأما الشافعي رحمه الله فكثر أتباعه وظهر مذهبه ظهور مذهبي مالك وأبي حنيفة قبله وكان أول ظهوره بمصر وكثر أصحابه بها مع المالكية ثم بالعراق وبغداد وغلب عليها وعلى كثير من بلاد خراسان والشام واليمن إلى وقتنا هذا ودخل ما وراء النهر وبلاد فارس ودخل شيء منه أفريقية والأندلس بأخرة بعد ثلاثمائة. وأما مذهب أحمد بن حنبل رحمه الله فظهر ببغداد ثم انتشر بكثير من بلاد الشام وغيرها وضعف الآن. وأما أصحاب الطبري وأبي ثور فلم يكثروا ولا طالت مدتهم. وانقطع أتباع

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

أبي ثور بعد ثلاثمائة وأتباع الطبري بعد أربعمائة.وأما داود فكثر أتباعه وانتشر ببلاد بغداد وبلاد فارس مذهبه وقال به قوم قليل بأفريقية والأندلس وضعف الآن.فهؤلاء الذين وقع إجماع الناس على تقليدهم مع الاختلاف في أعيانهم واتفاق العلماء على اتباعهم والاقتداء بمذاهبهم ودرس كتبهم والتفقه على مآخذهم والبناء على قواعدهم والتفريع على أصولهم دون غيرهم لمن تقدمهم أو عاصرهم للعلل التي ذكرناها.وصار الناس اليوم في أقطار الأرض على خمسة مذاهب:مالكية حنبلية وشافعية وحنفية وداودية وهم المعرفون بالظاهرية.]

ترجمہ: کہ شام اور جزیرہ اندلس میں حضرت امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب غالب تھا اور دو صدیوں کے بعد ان کا مذہب ختم ہوگیا اور وہاں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب غالب ہوگیا اور امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ اور امام سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار زیادہ نہ تھے اور نہ ان کی تقلید کا زمانہ لمبا تھا بلکہ جلدی ہی ان کا مذہب ختم ہوگیا (پھر آگے فرمایا) باقی رہے امام طبری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تو یہ بھی زیادہ نہ تھے اور نہ ان کی تقلید کا زمانہ لمبا تھا اور امام ابوثور رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد تیسری صدی کے بعد اور امام طبری رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار چوتھی صدی کے بعد ختم ہوگئے اور امام داؤد ظاہری کے اتباع زیادہ تھے بغداد اور فارس کے شہروں میں ان کا مذہب پھیلا اور افریقہ اور اندلس میں کچھ تھوڑے سے لوگ بھی ان کے مسلک پر تھے اور اب وہاں بھی یہ مذہب کمزور ہوگیا ہے پس یہ وہ حضرات ائمہ کرام ہیں کہ باوجود ان کی شخصیتوں میں اختلاف کے لوگوں کا ان کی تقلید پر اجماع ہے اور سب علماء کا اتفاق ہے کہ ان کی پیروی اور ان کے مذہب کی اقتداء کی جائے اور ان کی کتابیں پڑھی جائیں اور ان کے دلائل پر فقہ کی بنیاد رکھی جائے اور ان کے قواعد کو مبنیٰ قرار دیا جائے اور صرف انہیں کے اصول پر تفریعات کی جائیں نہ کہ دوسروں کے اصول پر دوسرے خواہ ان سے پہلے ہوں یا ان کے معاصر ہوں، ان اسباب کی وجہ سے جن کا ذکر ہم نے کر دیا ہے اور اب تو تمام اطراف عالم میں پانچ ہی مذہب ہیں مالکی، حنبلی، شافعی، حنفی، اور داؤدی جو ظاہری مشہور ہیں

(الدیباج المذہب في معرفۃ أعیان علماء المذہب: ص3،2)

اس عبارت سے بھی واضح ہوا کہ باقی حضرات ائمہ کرام کی نہ تو کتب باقی رہیں نہ مقلد رہے اس لیے ان کی تقلید کو

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

فروغ حاصل نہ ہوسکا بخلاف ان پانچ مذاہب کے جن کا تذکرہ ہوا کہ دُنیا کے بیشتر علاقوں میں یہی پائے جاتے ہیں اور لوگ انہیں کے پیرو ہیں اور جن جن ملکوں اور علاقوں میں وہ پائے جاتے ہیں ان کا بھی انہوں نے قدرے تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ (الدیباج المذہب في معرفة أعیان علماء المذہب: ص 3)

گو انکی تحقیق میں اہل الظاہر موجود تھے لیکن علامہ ابن خلدون کی تحقیق سے وہ بھی مٹ گئے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ:

[ثم درس مذهب أهل الظاهر اليوم بدروس أئمته]

اب اہل الظاہر کا مذہب باقی نہیں رہا اس لیے کہ اس مذہب کے ائمہ مٹ گئے

(مقدمۃ ابن الخلدون: ص 256)

علامہ ابوعبداللہ محمد بن ابراہیم الوزیر الیمانی رحمہ اللہ (المتوفی ۸۴۰ھ) مقلدین کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

(لأنّ الإحاطة بأعمال المقلّدين متعذّرة مع انتشارهم في أقطار الإسلام شرقاً وغرباً وشاماً ويمناً)

مقلدین کے اعمال کا احاطہ کرنا مشکل ہے اس لیے کہ وہ تمام اسلامی ممالک میں مشرق و مغرب اور شمال و جنوب میں پھیلے ہوئے ہیں۔ (الروض الباسم في الذب عن سنۃ ابی القاسم ﷺ: 1/249)

اس عبارت سے مقلدین کی کثرت اور کل جہاں میں پھیلاؤ روز روشن کی طرح واضح ہے۔

اسلامی ممالک اور باقی ملکوں میں مقلدین:۔

اس وقت دنیا میں تقریباً ایک ارب سے زیادہ مسلمان بیان کیے جاتے ہیں اور ان میں اکثریت مقلدین کی ہے اور ان میں بھی علی الخصوص حنفیوں کی اکثریت ہے اور پہلے بھی تھی

چنانچہ علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں کہ:

(وأما أبو حنيفة فقلده اليوم أهل العراق ومسلمة الهند والصين، وما وراء النهر وبلاد العجم كلها.)

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد اس وقت عراق، ہندستان، چین ماوراء النہر اور عجم کے سب شہروں میں پھیلے ہوئے ہیں (مقدمہ ابن خلدون، ص 257)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

علامہ شکیب ارسلان (المتوفی ۱۳۶۶ھ) فرماتے ہیں کہ:

مسلمانوں کی اکثریت حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیرو اور مقلد ہے یعنی سارے ترک اور بلقان کے مسلمان روس اور افغانستان کے مسلمان چین کے مسلمان ہندوستان اور عرب کے اکثر مسلمان شام و عراق کے اکثر مسلمان فقہ حنفی مسلک رکھتے ہیں اور سوریہ (شام) کے بعض اور حجاز یمن، حبشہ، جاوا، انڈونیشیا اور کروستان کے مسلمان حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور مغرب کے مسلمان مغربی اور وسط افریقہ کے مسلمان اور مصر کے کچھ لوگ حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں اور عرب کے بعض مسلمان اور شام کے بعض باشندے جیسے نابلس اور دومہ کے رہنے والے حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد ہیں (حاشیہ حسن المساعی ص 69)

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[فی الاخذ بهذه المذاهب الاربعة مصلحة عظيمة و فی الاعراض عنها مفسدة كبيرة الخ]

"ان چاروں مذاہب کو لینے میں بڑی مصلحت اور ان سے اعراض کرنے میں بڑا فساد اور خرابی ہے"

(عقید الجید ص 36)

اور ہندوستان وغیرہ ان علاقوں میں جہاں دیگر حضرات ائمہ کرام رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ اور کتابیں رائج نہیں ہیں اور ان کی تعلیم و تدریس نہیں ہوتی تو بقول شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ان علاقوں میں جاہل انسان کے لیے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید واجب اور اس سے نکلنا حرام ہے

[فان كان انسان جاهلاً فی بلاد الهند الی قوله وجب عليه ان يقلد بمذهب ابی حنيفة ويحرم عليه الخروج من مذهب الخ]

جب کوئی انسان ہندوستان (وغیرہ علاقوں) میں جاہل ہو (آگے فرمایا) تو اس کے لیے واجب ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی تقلید کرے اور اس کے لیے اس سے نکلنا حرام ہے

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[لان الناس لم يزالوا من زمن الصحابة الی ان ظهرت المذاهب الاربعة يقلدون من اتفق من العلماء من غير نكير يعتبر]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لے کر مذاہب اربعہ کے ظہور تک لوگ علماء کرام میں سے جس کا بھی اتفاق ہوتا برابر تقلید کرتے رہے اور بغیر کسی قابل اعتبار انکار کے یہ کاروائی ہوتی رہی اگر تقلید باطل ہوتی تو وہ حضرات ضرور اس کا انکار کرتے (عقد الجید ص 29)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

بے شک امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ شریعت کی معرفت میں حضرات سلف پر اعتماد ضروری ہے حضرات تابعین نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد کیا اور حضرات تبع تابعین نے حضرات تابعین پر اعتماد کیا اور اسی طرح ہر دور کے علماء نے اپنے زمانہ سے ماقبل دور کے علماء پر اعتماد کیا اور عقل بھی اس کی خوبی پر دلالت کرتی ہے اس لیے شریعت صرف نقل اور استنباط سے ہی معلوم کی جا سکتی ہے اور نقل اس وقت تک درست نہیں ہو سکتی جب تک کہ بعد کو آنے والا ہر طبقہ ماقبل کے حضرات سے اتصال کے ساتھ شریعت حاصل نہ کرے اور جب حضرات سلف کے اقوال پر اعتماد کرنا متعین ہو گیا تو ضروری ہے کہ ان کے وہ اقوال جن پر اعتماد کیا گیا ہو صحیح اسانید سے مروی ہوں اور مدونۃ فی الکتب المشہورۃ ہوں یا اگر ان کی اسانید متصل نہ ہوں تو ان کے اقوال مشہور کتابوں میں مدون اور درج ہوں،

آگے ارشاد فرماتے ہیں کہ:

[ولیس مذھب فی ھذہ الازمنۃ المتاخرۃ بھذہ الصفۃ الا ھذہ المذاھب الاربعۃ الخ]

اور ان آخری زمانوں میں ان مذاہب اربعہ کے اور کوئی مذہب اس صفت پر نہیں ہے

(عقد الجید ص 31، 32)

اور نیز فرماتے ہیں کہ:۔

[ولما اندرست المذاھب الحقۃ الا ھذہ الاربعۃ کان اتباعھا اتباعاً للسواد الاعظم والخروج عنھا خروجاً عن السواد الاعظم]

جب اب چار مذاہب کے علاوہ دیگر مذاہب حقہ مٹ گئے تو انہی کی اتباع سواد اعظم کی اتباع ہوگی اور ان سے خروج سواد اعظم سے خروج ہوگا (عقد الجید ص 38)

نیز فرماتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[ان ھذہ المذاھب الاربعۃ المدونۃ قد اجتمعت الامۃ او من یعتد بہ منھا علی جواز تقلیدھا الی یومنا ھذا]

بے شک ان چاروں مذاہب مدونہ کی تقلید کو امت یا امت میں سے قابل اعتماد لوگوں نے جائز قرار دیا ہے اور اس پر آج تک اجماع ہے۔ (الانصاف: ص97)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

[اور پھر یہ بات بھی ہے کہ ہر شخص کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سلوک کا طریقہ یا فقہ کا مذہب یونہی نہیں مل جایا کرتا اللہ کے ہاں اندھیر نہیں، نہ اس کے ہاں کسی چیز میں گڑ بڑ ہوتی ہے چنانچہ یہ نعمت اسی کو ملتی ہے جو اپنی جبلت سے مبارک اور پاک ہو اور اس کو سات آسمانوں سے ملاء اعلیٰ اور ملاء سافل سے مدد ملے نیز وہ تدلی اعظم کی مخصوص رحمت سے بہرہ یاب ہو] (فیوض الحرمین: ص172،173)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

[اور ان امور میں سے دوسرا امر جس کے لیے مجھے کہا گیا وہ یہ ہے کہ میں فقہ کے یہ جو چار مذاہب ہیں ان کا پابند رہوں اور ان کے دائرہ سے باہر نہ نکلوں اور جہاں تک ممکن ہو ان سے موافقت پیدا کروں لیکن اس معاملہ میں میری اپنی طبیعت کا یہ حال تھا کہ وہ تقلید سے انکار کرتی تھی اور اسے سرے سے تقلید سے انکار تھا لیکن چونکہ یہ چیز خود میری اپنی طبیعت کے خلاف اطاعت و عبادت کی طرح مجھ سے طلب کی گئی تھی اس لئے مجھے اس سے جائے مفر نہیں تھی بہر حال اس میں بھی ایک نقطہ ہے جس کا میں اس وقت ذکر نہیں کرتا لیکن اللہ کے فضل سے میں اس بات کو پا گیا ہوں کہ میری طبیعت کو کیوں مذاہب فقہ کی تقلید سے انکار ہے اور اس کے باوجود مجھے کس لیے مذاہب فقہ کی پابندی کا حکم دیا گیا ہے] (فیوض الحرمین: ص172،173)

تیسرے مقام پر لکھتے ہیں:

[اس سلسلہ میں اب ہم ایک اور بات کہتے ہیں کہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ حنفی مذہب میں ایک عمیق راز ہے چنانچہ میں اس عمیق راز کو برابر غور سے دیکھتا رہا اور میں نے اس میں وہ بات پائی جس کا ذکر میں پہلے کر چکا ہوں میں نے دیکھا کہ کسی فقہی مذہب کے حق ہونے کا جو دقیق پہلو ہے اس کے لحاظ سے آج اس زمانے میں حنفی مذہب کو باقی مذاہب پر ترجیح حاصل ہے] (فیوض الحرمین: ص227،228)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[گو بعض دوسرے مذاہب فقہ کسی مذہب کے حق ہونے کا جو جلی پہلو ہے اس کے اعتبار سے حنفی مذہب پر ترجیح رکھتے ہیں میں نے اس مضمون میں اس بات کا مشاہدہ کیا ہے کہ حنفی مذہب کا یہی وہ عمیق راز ہے جس کا بسا اوقات ایک صاحب کشف کسی حد تک ادراک کرتا ہے اور اپنے اسی ادراک کی بنا پر وہ حنفی مذہب کو باقی مذاہب فقہ پر ترجیح دیتا ہے اور کبھی کبھی اس صاحب کشف کو اس امر کا الہام بھی ہوتا ہے کہ مذہب حنفی کا سختی سے پابند ہو اور کبھی یہ صاحب کشف رؤیا میں کوئی ایسی چیز دیکھتا ہے جو اسے مذہب حنفی کو اختیار کرنے پر آمادہ کرتی ہے] (فیوض الحرمین: ص336،337)

جیسا کہ شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ظاہری نعمت کے ساتھ باطنی دولت سے بھی نوازا ہوتا ہے وہ فقہ حنفی کو ہی ترجیح دیتے ہیں اور تاریخ کے مطالعہ سے بھی یہ بات واضح تر ہو جاتی ہے کہ جلیل القدر اولیاء کرام ہر دور میں مذہب حنفی پر ہی رہے ہیں ۔ فللّٰہ الحمد

علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[جب میں چلتے چلتے ان مراتب کو پہنچ گیا اس وقت میں نے دل کی آنکھ سے شریعت طاہرہ کے اس سرچشمہ کو دیکھا جہاں سے ہر مجتہد کا قول نکلا ہے اور مجتہد کے لئے وہاں ایک ایک نالی بنی ہوئی ہے تب مجھ کو کامل یقین ہوا کہ تمام اقوال علماء برحق کے شریعت ہی شریعت ہیں اور ہر مجتہد حق کو پہچاننے والا ہے اور کوئی مذہب شریعت سے بہ نسبت دوسرے مذہب کے زیادہ قریب نہیں ہے اگرچہ ایک ہزار شخص میرے مقابلے کے لئے جدال کی غرض سے اٹھیں اور کہیں کہ فلاں مذہب کو فلاں مذہب پر ترجیح ہے تو میں دل سے ان کے قول کو ہرگز قبول نہ کروں گا] (مواہب رحمانی ترجمہ اردو میزان شعرانی: 1/ 91)

مزید لکھتے ہیں:

[جب باری تعالیٰ نے مجھ پر یہ احسان فرمایا کہ مجھ کو شریعت کے سرچشمہ پر آگاہ کر دیا تو میں نے تمام مذاہب کو دیکھا کہ وہ سب اسی چشمہ سے متصل ہیں اور ان تمام میں سے ائمہ اربعہ کے مذاہب کی نہریں خوب جاری ہیں اور جو مذاہب ختم ہو چکے وہ خشک پتھر بن گئے ہیں اور ائمہ اربعہ میں سب سے زیادہ لمبی نہر حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی دیکھی پھر اسکے قریب قریب احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی اور سب سے چھوٹی نہر امام داؤد کے مذہب کی پائی جو پانچویں قرن میں ختم ہو چکا ہے تو اس کی وجہ میں نے یہ سوچی کہ ائمہ اربعہ رضی اللہ عنہم کے

مذہب پر عمل کرنے کا زمانہ طویل ہے اور امام داؤد کے مذہب پر تھوڑے دن عمل رہا پس جس طرح امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کی بنیاد تمام مذاہب مدونہ سے پہلے قائم ہوئی ہے اس طرح وہ سب سے آخر میں ختم ہوگا اور اہل کشف کا بھی یہی مقولہ ہے] (میزان شعرانی: ص 1/107)

مزید اپنے مختلف کشائف میں مذاہب فقہ کے بارے میں لکھتے ہیں اور آخر میں اپنے نویں کشف میں فرماتے ہیں:

[ہم نے اس مجال میں مجتہدین میں سے صرف ائمہ اربعہ پر اقتصار اس لیے کیا ہے کہ یہی وہ حضرات ہیں جن کے مذاہب کی تدوین ہمارے زمانہ تک ہمیشہ رہی ہے اور امت کو آپ ﷺ کی شریعت کی طرف ہدایت کرنے میں رسول اللہ ﷺ کے یہ حضرات قائم مقام اور نائب ہیں تو گویا رسول اللہ ﷺ قیامت تک حیات ہی رہیں گے اس لئے ہم نے ان کے قبوں کو، رسول خدا ﷺ کے پہلو میں رقم کیا ہے تو یہ لوگ آنحضرت ﷺ سے نہ دنیا میں جدا ہوئے اور نہ آخرت میں جدا ہوں گے اور یہ قبے میں نے اپنی عقل سے رقم نہیں کئے ہیں بلکہ میں نے بعض دفعہ جنت میں اسی صورت میں دیکھا ہے اسی لئے اس طرح لکھ دیا ہے۔ فالحمد للہ رب العالمین] (میزان شعرانی: ص 1/150)

آگے اپنے مقلد ہونے کا فخریہ اعلان کرتے ہیں اور مخالفین کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

[اور من جملہ ان انعامات کے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر کئے ایک یہ ہے کہ جب میں ائمہ مجتہدین کے تمام مذاہب میں متبحر ہوگیا تو ان کے تمام مذاہب کی توجیہات اور تقاریر اس طرح کرتا تھا کہ وقت تقریر میں ان مجتہدین میں سے ایک سمجھا جاتا تھا اور اگر کوئی اس وقت میرے پاس آجاتا تو اگر میں مذہب حنفی کی تقریر کرتا تو وہ مجھے حنفی سمجھتا اور اگر میں مذہب حنبلی کی تقریر کرتا ہوتا تو حنبلی اور اگر مذہب مالکی کی تقریر کرتا تو مالکی سمجھتا حالانکہ میں مقلد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ہوں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ میں تمام اماموں کے اقوال کے مناشی اور اصول سے پورے طور پر واقف ہوگیا ہوں اور ان کے تمام ادلہ کا میں نے احاطہ کرلیا ہے یہی وجہ ہے جو بعض دریدہ دہنوں نے میری نسبت یہ بہتان باندھا کہ یہ کسی خاص مذہب کا پابند نہیں ہے حالانکہ میں اپنی وسعت معلومات کی بنا پر ایسا کرتا ہوں] (میزان شعرانی: ص 1/47)

علامہ ابن خلدون فرماتے ہیں:۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[ولم يبق إلا مذهب أهل الرأي من العراق وأهل الحديث من الحجاز .]

"اور باقی نہ رہا مگر مذہب اہل الرائی (فقہا، احناف) کا جو عراقی ہیں اور محدثین کا جو حجازی ہیں"

(مقدمہ ص 256)

یعنی جن حضرات پر باوجود محدث ہونے کے فقہ کا غلبہ تھا وہ اہل الرائے کہلائے اور جن پر باوجود فقیہ ہونے کے فن حدیث کا غلبہ تھا وہ محدثین کہلائے پہلے گروہ کا مرکز عراق تھا اور دوسرے کا حجاز تھا اور ان ہی کے حوالہ سے پہلے گزر چکا ہے کہ ان کے دور میں نہ تو اہل الظاہر کا بالعموم مذہب رہا اور نہ ان کے ائمہ رہے۔

علامہ تاج الدین السبکی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۷۱ھ) فرماتے ہیں کہ:۔

[وهذه المذاهب الاربعة ولله تعالى الحمد في العقائد واحدة الا من لحق منها باهل الاعتزال او التجسم والا فجمهورها على الحق يقرون عقيدة ابى جعفر الطحاوى التى تلقاها العلماء سلفاً و خلفاً بالقبول الخ]

"اللہ تعالیٰ ہی کے لیے تعریف ہے یہ چاروں مذاہب عقائد میں ایک ہی ہیں ہاں مگر ان میں سے جو معتزلہ یا مجسمہ سے جا ملے ورنہ ان کی اکثریت حق پر ہے اور یہ سب اس عقیدہ کا اقرار کرتے ہیں جو امام ابوجعفر الطحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے (عقیدۃ الطحاوی کے نام سے) لکھا ہے جس کو سلفاً اور خلفاً علماء نے قبول کیا ہے

(معید النعم ومبید النقم: ص 32 طبع مصر)

اس سے معلوم ہوا کہ یہ مذاہب اربعہ اصول میں متفق ہیں ان میں جو اختلاف ہیں وہ صرف فروعی ہیں اس کی مزید تشریح انہوں نے اپنی کتاب طبقات الشافعیہ الکبریٰ: 2/261 طبع مصر میں کی ہے حافظ ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل انتہائی لطیف ومفید رسالہ لکھ کر غیر مقلدین پر رد کیا ہے، اس رسالہ کا نام ہے: [**الرد على من اتبع غير المذاهب الاربعة**] یعنی ان لوگوں پر رد جو مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے علاوہ کسی اور کی اتباع کرتے ہیں اس رسالہ شریفہ میں ابن رجب الحنبلی رحمہ اللہ نے دو اہم فیصلے سنائے ہیں:

1) فروعی مسائل میں صرف اور صرف مذاہب الاربعہ کی اتباع

2) غیر مذاہب الاربعہ کی اتباع نہ کرنا

حافظ ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[الرد علی من اتبع غیر المذاهب الاربعة: فاقتضت حکمة الله سبحانه أن ضبط الدین وحفظه بأن نصب للناس أئمة مجتمعاً علی علمهم ودرایتهم وبلوغهم الغایة المقصودة فی مرتبة العلم بالأحکام والفتوی من أهل الرأی والحدیث فصار الناس کلهم یعولون فی الفتاوی علیهم ویرجعون فی معرفة الأحکام إلیهم وأقام الله من یضبط مذاهبهم ویحر قواعدهم حتی ضبط مذهب کل إمام منهم وأصوله وقواعده وفصوله حتی ترد إلی ذلك الأحکام ویضبط الکلام فی مسائل الحلال والحرام وکان ذالك من لطف الله بعبادہ المؤمنین ومن جملة عوائدہ الحسنة فی حفظ هذا الدین ولولا ذلك لرأی الناس العجاب من کل أحمق متکلف معجبٍ برأیه جریءعلی الناس وثّاب فیدعی هذا أنه إمام الأئمة ویدعی هذا أنه هادی الأمة وأنه هوالذی ینبغی الرجوع دون الناس إلیه والتعویل دون الخلق علیه ولکن بحمد الله ومنته انسد هذا الباب الذی خطرہ عظیم وأمرہ جسیم وانحسرت هذہ المفاسد العظیمة وکان ذلك من لطف الله تعالی لعبادہ وجمیل عوائدہ وعواطفه الحمیمة ومع هذا فلم یزل یظهر من یدعی بلوغ درجة الاجتهاد ویتکلم فی العلم من غیر تقلیدٍ لأحد من هؤلاء الأئمة ولا انقیاد فمنهم من یسوغ له ذلك لظهور صدقه فیما ادعاہ ومنهم من رد علیه قوله وکذب فی دعواہ وأما سائر الناس ممن لم یصل إلی هذہ الدرجة فلا یسعه إلا تقلید أولئك الأئمة والدخول فیما دخل فیه سائر الأمة انتهی۔]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے کہ اس کے دین کی حفاظت وضبط اس طرح ہوئی ہے کہ لوگوں کے لیے آئمہ کرام کھڑے کیے جن کا علم وفضل اور درایت احکام وفتویٰ میں انتہائی درجہ کو پہنچا ہوا ہے وہ آئمہ اہل الرائے میں بھی ہوئے اور اہل الحدیث یعنی محدثین میں بھی، اس طرح سب لوگ ان کے فتاوی پر چلنے لگے اور احکام معلوم کرنے کے لیے ان آئمہ کرام کی طرف رجوع کرتے ہیں اور پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ایسے افراد پید اکیے جنہوں نے ان کے مذاہب کو احاطہ تحریر میں لایا اور ان کے قواعد لکھے حتیٰ کہ ہر ایک امام کا مسلک اور اس

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

کے اصول وقواعد اور فصول مقرر کر دیے کہ احکام معلوم ہوں اور حلال وحرام کے مسائل معلوم وضبط کیے جاسکیں یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر مہربانی ورحمت کی اور اس دین کی حفاظت میں ایک اچھا احسان تھا، اگر یہ نہ ہوتا تو لوگ ہر احمق کی جانب سے عجیب وغریب اشیاء دیکھتے جو بڑی جرات کے ساتھ اپنی احمقانہ رائے لوگوں کے سامنے بیان کرتا پھرتا اور اس رائے پر فخر بھی کرتا، اور امت کے امام ہونے کا دعویٰ کر دیتا، اور یہ باور کراتا کہ وہ اس امت کا راہنما ہے، اور لوگوں کو اسی کی طرف رجوع کرنا چاہیے کسی اور کی جانب نہیں لیکن اللہ کا فضل اور اس کا احسان ہے کہ اس نے اس خطرناک دروازے کو بند کر دیا، اور ان عظیم خرابیوں کو جڑ سے کاٹ پھینکا، اور یہ بھی اللہ کی اپنے بندوں پر مہربانی ہے لیکن اسکے باوجود ایسے افراد اب تک ظاہر ہوتے اور سامنے آتے رہتے ہیں جو اجتہاد کے درجہ تک پہنچنے کا دعویٰ کرتے، اور ان آئمہ اربعہ کی تقلید کیے بغیر علم میں باتیں کرتے ہیں، اور باقی سارے لوگ جو اس درجہ تک نہیں پہنچے انہیں ان چاروں کی تقلید کیے بغیر کوئی چارہ نہیں، بلکہ جہاں ساری امت داخل ہوئی ہے انہیں بھی داخل ہونا ہوگا۔ انتہیٰ۔

حافظ صاحب رحمۃ اللہ علیہ آگے خود ایک سوال نقل کرتے ہیں پھر اس کا جواب دیتے ہیں اور اس کا رد کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ:

[فإن قيل: فما تقولون في نهي الإمام أحمد وغيره من الأئمة عن تقليدهم و كتابة كلامهم، وقول الإمام أحمد: لا تكتب كلامي ولا كلام فلان وفلان وتعلم كما تعلمنا. وهذا كثير موجود في كلامهم؟ قيل: لا ريب أن الإمام أحمد رضي الله عنه كان ينهى عن آراء الفقهاء والاشتغال بها حفظاً وكتابة ويأمر بالاشتغال بالكتاب والسنة حفظاً وفهماً وكتابة ودراسة وبكتابة آثار الصحابة والتابعين دون كلام مَن بعدهم ومعرفة صحة ذلك من سقمه والمأخوذ منه والقول الشاذ المطرح منه ولا ريب أن هذا مما يتعين الاهتمام به والاشتغال بتعلمه أولاً قبل غيره فمن عرف ذالك وبلغ النهاية من معرفته كما أشار إليه الإمام أحمد فقد صار علمه قريباً من علم أحمد فهذا لا حجر عليه ولا يتوجه الكلام فيه إنما الكلام في منع من لم يبلغ هذه الغاية ولا ارتقى إلى هذه النهاية ولا فهم من هذا إلا النزر

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الیسیر کما هو حال أهل هذا الزمان بل هو حال أکثر الناس منذ أزمان مع دعوی کثیر منهم الوصول إلی الغایات والانتهاء إلی النهایات وأکثرهم لم یرتقوا عن درجة البدایات، انتهی۔]

سوال: اگر یہ کہا جائے کہ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے جو اپنی کتاب اور کلام میں تقلید کرنے سے منع کیا ہے اس کے متعلق آپ کیا کہتے ہیں؟ اور پھر امام احمد رحمہ اللہ کا قول ہے میرا اور فلان اور فلان کا کلام مت لکھو، بلکہ جس طرح ہم نے سیکھا ہے اور تعلیم حاصل کی ہے اس طرح تم بھی تعلیم حاصل کرو آئمہ کے کلام میں یہ بہت موجود ہے؟

جواب: اس کے جواب میں کہا جائیگا کہ بلاشک و شبہ امام احمد رحمہ اللہ فقہاء کی آراء لکھنے اور حفظ کرنے میں مشغول ہونے سے منع کیا کرتے تھے بلکہ کہتے کہ کتاب وسنت کی فہم اور تعلیم و تدریس اور حفظ میں مشغول ہوا جائے اور صحابہ کرام اور تابعین عظام کے آثار لکھا کریں ان کے بعد والوں کی نہیں اور اس میں سے صحیح اور ضعیف شاذ و مطروح قول کو معلوم کریں بلاشک اس سے یہ تعین ہو جاتا ہے کہ کتاب وسنت کی تعلیم کا اہتمام کرنا کسی دوسرے کام میں مشغول ہونے سے بہتر ہے بلکہ پہلے اس کی تعلیم حاصل کی جائے۔ لہذا جو یہ جان لے اور اس کی معرفت کی انتہاء تک پہنچ جائے جیسا کہ امام احمد رحمہ اللہ نے اشارہ کیا ہے تو اس کا علم تقریباً امام احمد رحمہ اللہ کے قریب ہو گیا تو اس پر کوئی روک ٹوک نہیں ہے اور نہ ہی اس کے متعلق کلام کی جا رہی ہے، بلکہ کلام تو اس شخص کے متعلق ہے جو اس درجہ تک نہیں پہنچا اور نہ ہی وہ اس کی انتہاء کو پہنچا ہے اور نہ اس نے کوئی سمجھا ہے ہاں تھوڑا سا علم ضرور ہے جیسا کہ اس دور کے لوگوں کی حالت ہے بلکہ کئی زمانوں سے اکثر لوگوں کا یہی حال ہے کہ وہ انتہاء درجہ تک پہنچنے اور غایت کو پانے کا دعوی کرتے ہیں حالانکہ وہ تو ابتدائی درجات تک بھی نہیں پہنچ سکے۔ (مجموع رسائل ابن رجب: 2/ 629 رسالہ: الرد علی من اتبع غیر المذاہب الاربعة)

آئمۃ الکبار نے مذاہب غیر مشہورہ کی عدم تقلید کا فتوی دیا حتیٰ کہ امام الحرمین الجوینی رحمہ اللہ (المولود سنہ 417ھ، المتوفی سنہ 478ھ) نے محققین کا اجماع اس پر نقل کیا ہے، لہذا امام الحرمین اپنی کتاب (البرہان :2/ 744) میں فرماتے ہیں کہ:

[أجمع المحققون علی أن العوام لیس لهم أن یتعلقوا بمذاهب أعیان الصحابة

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

رضی الله تعالی عنهم، بل علیهم أن یتبعوا مذاهب الأئمة الذین سبروا ونظروا وبوبوا الأبواب وذکروا أوضاع المسائل، وتعرضوا للکلام علی مذاهب الأولین، والسبب فیه أن الذین درجوا وإن کانوا قدوة فی الدین وأسوة للمسلمین، فإنهم لم یفتنوا بتهذیب مسالك الاجتهاد، وإیضاح طرق النظر والجدال وضبط المقال، ومن خَلَفَهم مِنْ أئمةِ الفقهِ کَفَوا مَنْ بَعْدَهُمُ النظرَ فی مذاهبِ الصحابةِ، فکان العامیُ مأموراً باتباعِ مذاهبِ السابرین.]

اور امام الحرمین یہ اجماع چوتھی صدی ہجری میں نقل کر رہے ہیں آج پندرہویں صدی میں جو لوگ مختلف شیطانی وساوس کے ذریعے عوام کو دین میں آزاد کر رہے ہیں اور ہر کس و ناکس کو مجتہد و امام کا درجہ دے رہے ہیں، ایسے لوگ کتنی بڑی غلطی کے اندر مبتلا ہیں اس کا اندازہ آپ خود لگا لیں

ابن حجر الہیتمی السعدی الانصاری ایک سوال کے جواب میں امام الحرمین کا قول نقل فرماتے ہیں

[بِقَوْلِهِ نَقَلَ إمَامُ الْحَرَمَيْنِ عن الْمُحَقِّقِينَ امْتِنَاعَهُ علی الْعَوَامّ لِارْتِفَاعِ الثِّقَةِ بِمَذَاهِبِهِمْ إذْ لم تُدَوَّنْ وَتُحَرَّرْ وَجَزَمَ بِهِ ابن الصَّلَاحِ وَأَلْحَقَ بِالصَّحَابَةِ التَّابِعِينَ وَغَيْرَهُمَا مِمَّنْ لم يُدَوَّنْ مَذْهَبُهُ وَبِأَنَّ التَّقْلِيدَ مُتَعَيِّنٌ لِلْأَئِمَّةِ الْأَرْبَعَةِ فَقَطْ قال لِأَنَّ مَذَاهِبَهُمْ انْتَشَرَتْ حتی ظَهَرَ تَقْيِيدُ مُطْلَقِهَا وَتَخْصِيصُ عَامِّهَا بِخِلَافِ غَيْرِهِمْ فَفِيهِ فَتَاوَى مُجَرَّدَةٌ لَعَلَّ لها مُكَمِّلًا أو مُقَيِّدًا لو انْبَسَطَ كَلَامُهُ فيها لَظَهَرَ خِلَافُ ما يَبْدُو منه فَامْتَنَعَ التَّقْلِيدُ إذًا لِتَعَذُّرِ الْوُقُوفِ علی حَقِيقَةِ مَذَاهِبِهِمْ]

یعنی امام الحرمین کی اس قول کے متعلق امام ابن حجر ہیتمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام المحدث ابن الصلاح رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الفتاوی (کتاب الفتیا) میں امام الحرمین کے اس قول پر ہی جزم و اعتماد کیا ہے، اور مزید یہ بھی فرمایا کہ تابعین کی بھی تقلید نہ کرے اور نہ اس امام کی جس کا مذہب مدوّن و جمع نہیں ہوا، تقلید صرف ان آئمہ کی کرے گا جن کے مذاہب مدوّن و جمع اور پھیل گئے ہیں۔

(الفتاوی الفقہیۃ الکبریٰ: 4/307)

خلاصہ و حاصل ان آئمہ اسلام کے اقوال و تصریحات کا یہ ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید کے علاوہ کسی اور امام و مجتہد کی

تقلید ممنوع ہے کیونکہ آئمہ اربعہ کے علاوہ کسی اور امام ومجتہد کی تمام اجتہادات ومذہب جمع ومحفوظ نہیں رہا، اور یہ جو کچھ میں نے ذکر کیا ہے علماء امت نے یہی تصریح کی ہے۔اب ان غیر مقلدین کے لئے خصوصی طور پر یہ بات لکھی جاتی ہے جو ابن تیمیہ حرانی کے سخت مداح ہیں بلکہ اکثر غیر مقلدین کا کل سرمایہ یہی ہیں تقلید ائمہ کے بارے ان کی رائے پیش کی جاتی ہے اور جو وسوسے وہ عوام کو ڈالتے ہیں جو ان کے چھوٹے مجتہدوں نے رافضیوں سے چوری کر رکھے ہیں ان کا جواب بھی انہی کی زبانی سنیئے گا:

علامہ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب (منہاج السنۃ النبویۃ) جوکہ روافض وشیعہ کی رد میں کتاب ہے، اس میں رافضی وسوسہ نقل کرنے کے بعد اس کا رد کرتے ہیں:

[1. رافضی وسوسہ۔ یہ مذاہب حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں موجود نہیں تھے؟

جواب از ابن تیمیہ: حضرات آئمہ اربعہ رحمہم اللہ کے مسائل وہی ہیں جو حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نقل در نقل ہوتے چلے آرہے ہیں، باقی یہ بات کہ آئمہ اربعہ حضور ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھے تو اس میں کیا حرج ہے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ امام ابوداود رحمۃ اللہ علیہ امام حفص رحمۃ اللہ علیہ یا امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور امام نافع رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم آئمہ کرام بھی حضور ﷺ کے زمانہ میں نہیں تھے۔

2. رافضی وسوسہ۔ مقلدین نے اقوال صحابہ کو چھوڑ دیا اور قیاس کو پکڑ لیا؟

جواب از ابن تیمیہ: یہ رافضی کا جھوٹ ہے مذاہب اربعہ کی کتابوں کو دیکھ لیجیے کہ وہ اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھری پڑی ہیں لہذا وہ آئمہ اربعہ اور جمیع اہل سنت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال سے باقاعدہ استدلال کرتے ہیں، اور ان کے اقوال کو اپنے لئے حجت ودلیل سمجھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں، اور اہل سنت کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے اجماع سے خروج ومخالفت جائز نہیں ہے، حتیٰ کہ عام آئمہ مجتہدین نے یہ تصریح کی ہے کہ ہمارے لئے اقوال صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے بھی خروج ومخالفت جائز نہیں ہے۔

(اسی طرح فرقہ جدید نام نہاد اہل حدیث نام نہاد غیر مقلدین کا مذہب یہ ہے کہ صحابی کا قول، فعل، فہم، حجت ودلیل نہیں ہے، لہذا اہل سنت کے طریق پر کون ہوا فرقہ جدید نام نہاد اہل حدیث یا مذاہب اربعہ؟)

3. رافضی وسوسہ: مقلدین نے چار مذاہب گھڑ لئے جو حضور ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ میں نہیں تھے؟

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جواب از ابن تیمیہ: اگر رافضی کی مراد یہ ہے کہ آئمہ اَربعہ نے یہ مذاہب گھڑ لئے ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کی مخالفت کی تو یہ رافضی کا جھوٹ ہے آئمہ اَربعہ پر بلکہ ان آئمہ میں سے ہر ایک نے کتاب وسنت کی اتباع کی دعوت ہی دی ہے۔ (کیا کتاب وسنت کے داعی کی تقلید واتباع کرنے والا (معاذ اللہ) مشرک و بدعتی ہوتا ہے؟)

4. رافضی وسوسہ: مقلدین اپنے آپ کو ابوبکری، عمری، وغیرہ نہیں کہتے یعنی مذہب اَبی بکر وعمر کیوں اختیار نہیں کرتے؟

جواب از ابن تیمیہ: سبب اس کا یہ ہے کہ ابوبکر وعمر وغیرھما رضی اللہ عنھم نے دینی مسائل کتابی شکل میں جمع نہیں کئے، بخلاف آئمہ اربعہ کے کہ خود انہوں نے اور ان کے معتمد ومعتبر شاگردوں نے ان کے بیان کردہ تمام مسائل واجتہادات کو کامل طور پر جمع کر دیا، اس لئے ان مسائل کی نسبت آئمہ اربعہ کی طرف ہوگئی اور ان مسائل میں ان آئمہ کی تقلید واتباع کرنے والے حنفی شافعی وغیرہ کہلائے (یہاں سے ابن تیمیہ نے فرقہ جدید نام نہاد اہل حدیث میں شامل بعض جہلاء کا یہ وسوسہ بھی کافور کر دیا کہ لوگوں نے بعد میں یہ مسائل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی طرف منسوب کر لئے ہیں یہ ان کے اپنے مسائل نہیں ہیں)۔

جس طرح بخاری، مسلم، ابی داود وغیرہ کتب امام بخاری امام مسلم امام ابوداود نے مرتب ومُدَوَّن وجمع کئے ہیں، اور انتہائی امانت ودیانت کے ساتھ انہوں احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کیا ہے اس لئے ان کتب کی نسبت انہی کی طرف کی جاتی ہے، یہ نسبت ایسی نہیں ہے کہ (معاذ اللہ) ان کتب میں ان کی اپنی اختراعی وایجاد کردہ باتیں ہیں، جیسے کتاب صحیح بخاری کو امام بخاری کی طرف منسوب کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ اس میں درج شدہ احادیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے اپنے اقوال وآراء ہیں، احادیث نہیں ہیں، اسی طرح حضرات آئمہ اربعہ کی طرف مسائل کی نسبت سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم وحضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے آثار نہیں ہیں، جس طرح امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے سولہ (16) سال کی کمال محنت ومشقت کے ساتھ ان احادیث کو جمع کرنے پر لگائے، اسی طرح مسائل فقہ کی جمع وتدوین میں حضرات آئمہ اربعہ وغیرہم مجتہدین نے انتہائی کوشش ومحنت کی ہے، اسی وجہ سے ان مسائل کی نسبت ان کی طرف ہوئی، اس لئے نہیں کہ یہ ان کی اپنی ایجاد واختراع ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اسی طرح امام حفص رحمۃ اللہ علیہ یا امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ اور امام نافع رحمۃ اللہ علیہ وغیرھم قُراء کرام کی قراءت ان کی اپنی ایجاد نہیں ہے بلکہ ان قُراء کرام کی قراءت تو خود حدیث صحیح سے ثابت ہیں۔

[قال ﷺ: إن هذا القرآن أنزل على سبعة أحرف فاقرؤوا ما تيسر منه أخرجه البخاري ومسلم عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه وأخرجه البخاري من حديث ابن عباس عن النبي ﷺ قال: أقرأني جبريل على حرف فراجعته فلم أزل أستزيده ويزيدني حتى انتهى إلى سبعة أحرف]

اور حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے تواتر سے منقول ہوتی چلی آرہی ہیں، لہٰذا ان قراءت کی نسبت حضرات قُراء کرام کی طرف ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ قراءت تو ان کی اپنی ایجاد ہیں، اسی طرح فقہ اور مذاہب اربعہ کی ائمہ کی طرف نسبت سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ فقہ ومسائل تو آئمہ کی اپنی ایجاد ہیں۔

5. رافضی وسوسہ: صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے قیاس کو چھوڑنے کی تصریح کی ہے، اور انہوں نے فرمایا اول من قاس ابلیس سب سے پہلے قیاس ابلیس نے کیا تھا۔

جواب از ابن تیمیہ: جمہور علماء قیاس کا اثبات کرتے ہیں اور انہوں نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے اجتہاد بالرائی اور قیاس ثابت ہے، جیسا کہ ان سے قیاس کی مذمت بھی ثابت ہے لہٰذا دونوں قول صحیح ہیں، پس مذموم قیاس وہ ہے جو کسی نص کے مخالف ومعارض ہو جیسے ان لوگوں کا قیاس جنہوں نے کہا (إنما البيع مثل الربا) الخ۔ (لہٰذا ائمہ اربعہ و دیگر ائمہ مجتہدین کا قیاس کسی نص کے مخالف نہیں ہوتا)

(منہاج السنۃ النبویہ: 3/ 236 تا 243 مؤسسۃ قرطبۃ، الطبعۃ الأولی)

علامہ عبدالحیٔ لکھنوی نے لکھا ہے۔

قال بحر العلوم العلامة اللكنوي: لم يوجد بعد الأربعة مجتهد اتفق الجمهور على اجتهاده وسلَّموا استقلاله كاتفاقهم على اجتهادهم، فهو مسلم، وإلا فقد وجد بعدهم أيضاً أرباب الاجتهاد المستقل: كأبي ثور البغدادي، وداود الظاهري، ومحمد بن إسماعيل البخاري، وغيرهم على ما لا يخفى على من طالع كتب الطبقات، كما في (النافع الکبیر: ص16)

حکیم الہند حضرت الشیخ شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب (الانصاف ص 97) میں یہی فرمایا کہ:

[إن هذه المذاهب الأربعة المدونة قد اجتمعت الأمة أو من يُعتدّ به منها، على جواز تقليدها، وفي ذلك من المصالح ما لا يخفى، لا سيما في هذه الأيام التي قصرت الهمم، وأشربت النفوس الهوى، وأعجب كل ذي رأي برأيه]

حضرت علامہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اتنی بہترین بات بیان کی ہے جو سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے:

[وقال الإمام السيوطي رضي الله عنه: (اعلم أن اختلاف المذاهب في هذه الملّة نعمة كبيرة وفضيلة عظيمة، وله سرٌّ لطيف أدركه العالمون، وعمي عنه الجاهلون، حتى سمعت بعض الجهال يقول: النبي ﷺ جاء بشرع واحد، فمن أين مذاهب أربعة) كما في]

ترجمہ: خوب جان لو کہ اختلاف المذاہب ملت اسلام میں بہت بڑی نعمت اور عظیم فضیلت ہے، اور اس میں ایک لطیف راز ہے جس کو علماء ہی جانتے ہیں، اور جاہل لوگ اس راز سے غافل و بے خبر ہیں، حتیٰ کہ میں نے بعض جاہل لوگوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ تو ایک شریعت لے کر آئے یہ مذاہب اربعہ کہاں سے آگئے؟ (أدب الاختلاف: ص 25)

علامہ مناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[ہم پر یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ آئمہ اربعہ، سفیان ثوری و سفیان بن عیینہ، امام اوزاعی، اسحٰق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہم اور تمام ائمہ راہ راست پر تھے۔۔۔ اور غیر مجتہد پر لازم ہے کہ کسی معین مذہب کی تقلید کرے۔۔۔ لیکن صحابہ رضی اللہ عنہم کی تقلید جائز نہیں، اسی طرح تابعین کی تقلید بھی جیسا کہ امام الحرمین کی تحقیق سے واضح ہے کہ جس امام کا مذہب مدون نہ ہو اس کی تقلید جائز نہیں لہٰذا قضاء و افتاء میں ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی اور کی تقلید جائز نہیں کیونکہ مذاہب اربعہ اس حد تک مشہور اور پھیل گئے کہ ان میں مطلق کی قیودات، عموم کی تخصیصات بھی واضح ہیں، برخلاف دیگر مذاہب کے کہ ان میں یہ چیز نہیں کیونکہ ان کے پیروکار جلد ہی ختم ہو گئے تھے امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اجماع نقل کیا ہے کہ عوام کو اکابر صحابہ کی تقلید سے منع کیا جائے گا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(فیض القدیر:1/ 401، 402، مکتبۃ نزار مصطفی الباز)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ اسی بات کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

[اکابرین صحابہ رضی اللہ عنہ وغیرہ اگرچہ بعد والوں سے علم وعمل میں بہت آگے ہیں لیکن پھر بھی کسی کے لیے جائز نہیں کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مذہب کو اپنائے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اتنا موقع نہیں ملا کہ وہ اپنے مذہب کو مدون کرتے اور اس کے اصول و فروع کو محفوظ کرتے، اسی وجہ سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی بھی صحابی رضی اللہ عنہ کا مذہب مدون و منقح نہیں، ہاں بعد میں آنے والے آئمہ امام مالک، امام ابوحنیفہ رحمہم اللہ وغیرہ نے اس کام کا بیڑا اٹھایا اور باقاعدہ مذاہب مدون کر کے ان کے اصول وفروع کو محفوظ کیا اور مسائل کے وقوع سے پہلے ان کا حل تلاش کیا۔ (المجموع شرح المہذب:1/ 54، 55، فصل فی آداب المستفتی)

علامہ نووی رحمۃ اللہ علیہ مزید فرماتے ہیں:

[اگر یہ جائز ہوتا کہ جس مذہب کی تقلید کرنی ہے کر سکتے ہیں، تو اس کا نتیجہ یہ نکلتا کہ نفس وخواہشات کی پیروی میں مختلف مذاہب سے رخصتوں کو تلاش کیا جاتا تحلیل وتحریم، واجب وجائز میں جو دل کو بھاتا اسی کو اختیار کیا جاتا تو اس طرح شریعت کی پابندی سے بھی آزادی مل جاتی، صحابہ وتابعین کے زمانے میں ایک امام کی تقلید موجودہ شکل میں اس لئے نہیں تھی کہ اس وقت مذاہب پوری طرح منقح نہیں تھے، اب جب کہ مذاہب واضح و منقح ہو گئے اور ماقبل میں ذکر کئے گئے خطرات بھی موجود ہیں اس لئے غیر مجتہد کے لیے لازم ہے کہ کسی مذہب معین کی پیروی کرے] (المجموع شرح المہذب:1/ 55 فصل فی آداب المستفتی)

علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[اگر مقلدین کو یہ اختیار ملتا کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب میں سے، جس مسئلے کو چاہیں اختیار کر سکتے ہیں تو اس کا حاصل سوائے نفس وخواہشات کی پیروی کے کچھ نہ ہوتا اور یہ مقاصد شرع کے خلاف ہے] (الموافقات:4/ 82)

علامہ ابن خلدون نے فرمایا:

[ومدعی الاجتهاد لهذا العهد مردود علی عقبه ومهجور تقلیده وقد صار اهل الاسلام الیوم علی تقلید هؤلاء الائمة الاربعة]

(مقدمہ ابن خلدون، الفصل السابع فی علم الفقہ، جلد 1 ص 448)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس زمانے میں جو بھی دعوی اجتہاد کرے گا اس کا دعوی ناقابل قبول ہوگا اور نہ ہی اس کی تقلید کی جائے گی کیونکہ اب اہل اسلام صرف ائمہ اربعہ کی تقلید کرتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

[ولا يخلو امر الداعي من امرين: الاول ان يكون مجتهداً او مقلداً فالمجتهد ينظر في تصانيف المتقدمين من القرون الثلاثة ثم يرجع ما ينبغي ترجيحه .الثاني: المقلد يقلد السلف: اذ القرون المتقدمة افضل مما بعدها]

ترجمہ: دین کا داعی دو حال سے خالی نہیں، مجتہد ہوگا یا مقلد، مجتہد قرون ثلاثہ کے متقدمین کی تصانیف سے مستفید ہو کر راجح قول کو ترجیح دیتا ہے اور مقلد سلف کی تقلید کرتا ہے، کیونکہ ابتدائی صدیاں بعد والوں سے افضل ہیں

(مجموعۃ الفتاوی جلد 20 صفحہ 9)

سعودیہ کے مشہور عالم شیخ صالح بن فوزان نہ صرف علامہ ابن تیمیہ کو حنبلی کہتے ہیں بلکہ علامہ ابن قیم کو بھی حنبلی مقلد ثابت کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ چاروں مذاہب سے نکلنے والے کو گمراہ کہتے ہیں۔

[وها هم الأئمة من المحدثين الكبار كانوا مذهبيين، فشيخ الإسلام ابن تيمية وابن القيم كانا حنبليين، والإمام النووي وابن حجر كانا شافعيين، والإمام الطحاوي كان حنفيا، والإمام ابن عبد البر كان مالكيا. ليس التمذهب بأحد المذاهب الأربعة ضلالا حتى يعاب به صاحبه. بل إن الذي يخرج عن أقوال الفقهاء المعتبرين وهو غير مؤهل للاجتهاد المطلق هو الذي يعتبر ضالا وشاذا]

ترجمہ: اور یہ ہمارے پاس ائمہ محدثین ہیں جو مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کی پیروی کرتے تھے علامہ ابن تیمیہ اور علامہ ابن قیم حنبلی تھے، امام نووی رحمہ اللہ اور ابن حجر رحمہ اللہ شافعی تھے، امام طحاوی رحمہ اللہ حنفی تھے اور امام ابن عبد البر رحمہ اللہ مالکی تھے۔ چاروں مذاہب میں سے کسی ایک مذہب کی پیروی کرنا گمراہی نہیں ہے جس کی بدولت کسی کو تنقید کا نشانہ بنایا جائے۔ بلکہ جو شخص معتبر فقہاء کے اقوال کے باہر جاتا ہے اور اس میں اجتہاد کی صلاحیت نہیں ہے اس کا حق بنتا ہے کہ اس کو گمراہ کہا جائے۔

(اعانۃ المستفید بشرح کتاب التوحید، شیخ صالح الفوزان: 10/1)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[أَنَّ الأُمَّةَ قَدْ اجْتَمَعَتْ عَلَى أَنْ يَعْتَمِدُوْا عَلَى السَّلَفِ فِيْ مَعْرِفَةِ الشَّرِيْعَةِ، فَالتَّابِعُوْنَ اعْتَمَدُوْا فِيْ ذٰلِكَ عَلَى الصَّحَابَةِ، وَتَبَعُ التَّابِعِيْنَ اعْتَمَدُوْا عَلَى التَّابِعِيْنَ، وَهٰكَذَا فِيْ كُلِّ طَبَقَةٍ إِعْتَمَدَ الْعُلَمَاءُ عَلَى مَنْ قَبْلِهِمْ.]

ترجمہ: امت نے اجماع کرلیا ہے کہ شریعت کی معرفت میں سلف صالحین پر اعتماد کیا جائے تابعین نے اس معاملہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا اسی طرح ہر طبقہ میں علماء نے اپنے سے پہلے آنے والوں پر اعتماد کیا۔ (عقد الجید :31/1)

[وهذه المذاهب الأربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الأمة أو من يعتد بها منها على جواز تقليدها إلى يومنا هذا]

ترجمہ: یعنی یہ مذاہب اربعہ جو مدون و مرتب ہو گئے ہیں، پوری امت نے یا امت کے معتمد حضرات نے ان مذاہب اربعہ مشہورہ کی تقلید کے جواز پر اجماع کرلیا ہے۔ (اور یہ اجماع) آج تک باقی ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ: ۱/ ۳۶۱)

مشہور محدث و مفسر قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[فإن أهل السنة والجماعة قد افترق بعد القرن الثلثة أو الأربعة على أربعة المذاهب، ولم يبق فى فروعالمسائل سوى هذه المذهب الأربعة فقد انعقد الإجماع المركب على بطلان قول من يخالف كلهم]

ترجمہ: یعنی تیسری یا چوتھی صدی کے فروعی مسائل میں اہل سنت والجماعت کے مذاہب رہ گئے، کوئی پانچواں مذہب باقی نہیں رہا، پس گویا اس امر پر اجماع ہوگیا کہ جو قول ان چاروں کے خلاف ہے وہ باطل ہے (تفسیر مظہری: ۲/ ۶۴)

علامہ ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[وعلى هذا ما ذكر بعض المتأخرين منع تقليد غير الأربعة لانضباط مذاهبهم وتقليد مسائلهم وتخصيص عمومها ولم يدر مثله فى غيرهم الآن لانقراض

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اتباعهم وهو صحيح]

اور اسی بنیاد پر آئمہ اربعہ ہی کی تقلید متعین ہے نہ کہ دوسرے ائمہ کی، اس لیے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب مکمل منضبط ہو گئے ہیں اور ان مذاہب میں مسائل تحریر میں آچکے ہیں اور دوسرے ائمہ کے مذاہب میں یہ چیز نہیں ہے اور ان کے متبعین بھی ختم ہو چکے ہیں اور تقلید کا ان چار اماموں میں منحصر ہو جانا صحیح ہے۔

(التحریر فی اصول الفقہ: ۵۵۲)

علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

[وما خالف الأئمة الأربعة فهو مخالف للإجماع]

یعنی ائمہ اربعہ کے خلاف فیصلہ اجماع کے خلاف فیصلہ ہے۔ (الأشباہ: ص ۱۳۱)

شیخ احمد المعروف بملاجیون رحمۃ اللہ علیہ تفسیرات احمدیہ رقم طراز ہیں:

[قد وقع الإجماع على أن الاتباع إنما يجوز للأربع الخ]

یعنی اس پر اجماع منعقد ہو چکا ہے کہ اتباع صرف ائمہ اربعہ کی ہی جائز ہے آگے فرماتے ہیں:

[و كذا لا يجوز الاتباع لمن حدث مجتهدًا مخالفًا لهم]

یعنی اسی بنا پر جو مجتہد نیا پیدا ہوا اور اس کا مذہب ان ائمہ اربعہ کے خلاف ہو تو اس کی اتباع بھی جائز نہیں۔

(فتاوی رحیمیہ: ۱/ ۷۹)

امام ابراہیم سرخسی مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[روأما في ما بعد ذلك فلا يجوز تقليد غير الأئمة الأربعة]

یعنی دورِ اول کے بعد ائمہ اربعہ کے سوا کسی کی تقلید جائز نہیں۔

(فتاوی رحیمیہ: ۱/ ۸۰ بحوالہ الفتوحات الوہبیہ: ۱۹۹)

محدث ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[أما في زماننا فقال أئمتنا لا يجوز تقليد غير الأئمة الأربعة: الشافعي ومالك وأبي حنيفة وأحمد رضوان الله عليهم أجمعين]

یعنی ہمارے زمانے میں مشائخ کا یہی قول ہے کہ ائمہ اربعہ یعنی امام شافعی، امام مالک، امام ابوحنیفہ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تقلید جائز ہے اور ان کے علاوہ کسی اور امام کی جائز نہیں

(فتح المبین ۱۶۶)

محمد بن اسماعیل الصنعانی لکھتے ہیں:

[أما الاجتهاد المطلق فقالوا اختتم بالأئمة الأربعة الخ]

یعنی اجتہادِ مطلق کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ پر ختم ہوگیا حتیٰ کہ ان تمام مقتدر محققین علماء نے ان چار اماموں میں سے ایک ہی امام کی تقلید کو امت پر واجب فرمایا ہے اور امام الحرمین نے اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ (ارشاد النقاد الی تیسر الاجتہاد: ص 26، 27، جامع الصغیر للعبد الحیٔ لکھنوی: ص 7)

سید احمد طحطاوی رحمۃ اللہ علیہ فرقہ ناجیہ میں شامل ہونے کی تاکید کرتے ہوئے فرقہ ناجیہ کے بارے میں بتلاتے ہیں کہ وہ کون لوگ ہیں:

[وهذه الطائفة الناجية قد اجتمعت اليوم فى المذاهب الأربعة هم الحنيفون والمالكيون والشافعيون والحنبليون ومن كان خارجًا من هذه المذاهب الأربعة فى ذلك الزمان فهو من أهل البدعة والنّار]

اور یہ نجات پانے والا گروہ آج مجتمع ہوگیا ہے چار مذاہب میں اور وہ حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی ہیں اور جو شخص اس زمانہ میں ان چار سے خارج ہے وہ اہل بدعت اور اہل نار سے ہے۔

(طحطاوی علی الدر المختار: ۴/ ۱۵۳)

سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام اولیاء دہلوی رحمہ اللہ کتاب راحۃ القلوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

[حضرت خواجہ سید العابدین شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ نے بتاریخ ۱۱/ ماہ ذی الحجہ ۶۵۵ھ فرمایا کہ ہر چار مذہب برحق ہیں]

(فتاویٰ رحیمیہ: ۱/ ۸۱)

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ (حنبلی) فرماتے ہیں:

[تقلید تو اجماع صحابہ سے بھی ثابت ہے، کیونکہ وہ عوام کو فتویٰ دیتے اور عوام کو یہ حکم نہیں دیتے تھے کہ تم (خود عربی دان ہو) اجتہاد کرو، اور یہ بات ان کے علماء اور عوام کے تواتر سے مثل ضروریات دین ثابت ہے]

(المستصفی فی علم الاصول: 1/ 372 مطبوعہ بیروت)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

یہ سارے اہل علم سلف صالحین جن پر تمام امت اعتماد کرتی ہے اور ان کو انعام یافتہ لوگوں میں شمار کرتی ہے اور ان کے راہ پر چلنے کو ذریعہ نجات سمجھتی ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ ہمیں چند شر پسندوں کے وسوسے سے بچائے اور ان صالحین کے راستے پر چلائے آمین

بروز منگل رات گیارہ بج کر چار منٹ 2015-11-10

وماتوفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۳۹)

اہل الرائے (علمائے فقہ) اور اہل الحدیث (علمائے حدیث)

کا مقام وفرق

الحمد للہ رب العالمین، والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین: اما بعد!

بعض لوگ اہل الرائے اور اہل الحدیث کے بارے میں چند غلط فہمیاں پھیلاتے ہیں اور عوام کو اس کی خبر نہیں ہو پاتی جس کی وجہ سے وہ فقہاء سے متنفر نظر آتے ہیں در اصل یہ لوگ ایسے ہی متنفر نہیں ہوتے بلکہ لوگوں کو اہل الرائے سے متنفر کیا جاتا ہے اور یہ باور کرایا جاتا ہے کہ یہ دین میں اپنی رائے پر عمل کرتے ہیں اور قرآن وسنت کے مخالف چلتے ہیں اس لئے اہل الرائے اور اہل الحدیث کا فرق آپ کے سامنے پیش خدمت ہے۔

اسلام کے کامل ضابطہ حیات ہونے کی علمی راہ:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے فقہ واجتہاد کی راہ سے اسلامی تعلیمات کے دریا بہائے اور اجتہاد کے اسی چشمہ سے لاکھوں لوگوں کو سیراب کیا، ہر پیش آمدہ ضرورت پر ان کے اہل الرائے حضرات نے اپنی رائے پیش کی،

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [**إِنِّي إِنَّمَا أَقْضِي بَيْنَكُمْ بِرَأْيِي فِيمَا لَمْ يُنْزَلْ عَلَيَّ فِيهِ.**]

ترجمہ: جس امر کے بارے میں کوئی وحی نازل نہیں ہوتی ہے تو میں اپنی رائے سے تمہارے درمیان فیصلہ کیا کرتا ہوں (سنن ابو داؤد: 3/ 329 رقم 358)

رائے کے قابل شخص کو خود فیصلہ کرنے کا سلیقہ سکھانا:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ روزہ کی حالت میں، میں خود پر قابو نہ پاسکا، اور اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا، پھر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ مجھ سے ایک بڑی غلطی ہوگئی ہے اور اپنا واقعہ سنایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے دریافت فرمایا:

[**أَرَأَيْتَ لَوْ تَمَضْمَضْتَ بِمَاءٍ وَأَنْتَ صَائِمٌ فَقُلْتُ: لَا بَأْسَ بِذَالِكَ. فَقَالَ رَسُولُ اللهِ**

صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: فَفِيمَ.]

ترجمہ: تمہاری کیا رائے ہے کہ اگر تم روزہ کی حالت میں پانی سے کلی کرو؟ تو میں نے عرض کیا کہ اس سے تو روزہ نہیں ٹوٹتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بوسہ سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا

(1) مسند احمد: 1/52 رقم الحدیث: 372

(2) مصنف ابن ابی شیبہ: 3/60 رقم الحدیث 9498

(3) مستدرک للحاکم: 1/431 رقم الحدیث 1572

(4) سنن الکبریٰ للنسائی: 2/198 رقم الحدیث 3048

امام زرقانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں:

[فكما ثبت أن أوائل الشرب لا يفسد الصيام فكذلك أوائل الجماع ففيه اعتبار القياس]

گویا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پینے کی تمہید، منہ میں پانی ڈالنے کے عمل پر جماع کی تمہید بوسہ کو قیاس فرمایا۔

(شرح الزرقانی علی الموطا: 2/221)

دوسرے کے اجتہاد پر عمل کرنا:

کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے ایک حکم دیا صحابہ نے اس پر عمل کیا لیکن کسی صحابی نے اپنے اجتہاد سے کوئی دوسری رائے دی اور اس میں خیر کا پہلو نظر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد کو چھوڑ کر ان کے اجتہاد پر عمل فرماتے تھے، جیسا کہ غزوۂ بدر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اجتہاد سے ایک جگہ کا انتخاب فرمایا اور اس جگہ پڑاؤ ڈالا، تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین اسی مقام پر ٹھہر گئے؛ لیکن حباب بن منذر رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور باادب عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کا قیام یہاں پر بذریعہ وحی ہوا ہے یا بطور اجتہاد؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اجتہاد سے میں نے اس جگہ کا انتخاب کیا ہے، یہ سن کر حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اس جگہ کے بجائے اگر فلاں مقام پر قیام کیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا، اس لئے کہ اس صورت میں پانی ہمارے قبضے میں رہے گا اور کفار مکہ کو پانی نہ مل سکے گا، ان کی رائے سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: [لقد اشرت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بالرأی]

واقعی تمہاری رائے بہت اچھی ہے

(1)السیرۃالنبویہ لابن ہشام:3/168 (2)الروض الانف:3/62

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ پر پڑاؤ ڈالا جس کے متعلق حضرت حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے رائے دی تھی اور اپنی رائے اور اجتہاد سے رجوع فرمالیا (حوالہ سابق) اور اس کی تائید بذریعہ وحی بھی ہوئی، چنانچہ ایک فرشتہ آیا اور اس نے عرض کیا کہ اے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے رب نے آپ کو سلام بھیجا ہے اور یہ پیغام بھیجا ہے: [ان الرای ما اشاربه الحباب بن المنذر] حباب بن منذر کی رائے بڑی اچھی رائے ہے (تفسیر ابن کثیر:4/24)

حیات نبوی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد:

مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا معلم (تعلیم دینے والا) اور حاکم بنا کر بھیجا تا کہ وہ لوگوں کو دین کے مسائل بتائیں اور فیصلہ کریں:

[مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم لَمَّا أَرَادَ أَنْ يَبْعَثَ مُعَاذًا إِلَى الْيَمَنِ قَالَ كَيْفَ تَقْضِي إِذَا عَرَضَ لَكَ قَضَاءٌ. قَالَ أَقْضِي بِكِتَابِ اللَّهِ. قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللَّهِ. قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم. قَالَ: فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم وَلاَ فِي كِتَابِ اللَّهِ. قَالَ أَجْتَهِدُ رَأْيِي وَلاَ آلُو. فَضَرَبَ رَسُولُ اللَّهِ صلى الله عليه وسلم صَدْرَهُ وَقَالَ: الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ لِمَا يُرْضِي رَسُولَ اللَّهِ]

ترجمہ: جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کا حاکم بنا کر بھیجنے کا ارادہ کیا فرمایا تم کس طرح فیصلہ کرو گے جب تمہارے پاس کوئی مقدمہ پیش ہو جائے انہوں نے عرض کیا کہ اللہ کی کتاب سے فیصلہ کروں گا آپ نے فرمایا اگر تم اللہ کی کتاب میں وہ مسئلہ نہ پاؤ تو عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اگر سنت رسول میں بھی نہ پاؤ تو اور کتاب اللہ میں بھی نہ پاؤ تو انہوں نے کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کمی کوتاہی نہیں کروں گا، رسول اللہ صلی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کے سینہ کو تھپتھپایا اور فرمایا کہ اللہ ہی کیلئے تمام تعریفیں ہیں جس نے اللہ کے رسول کے رسول (معاذ) کو اس چیز کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔

(سنن ابو داؤد:3/330 رقم الحدیث:3594)

حیاتِ نبوی کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجتہاد:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو کوئی مسئلہ پیش آتا تو اہل الرائے اور اہل الفقہ کو مشورہ کے لیے بلاتے، مہاجرین وانصار میں سے اہلِ علم کو بلاتے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ اور حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو بلاتے، یہی لوگ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانہ خلافت میں فتوٰی دیا کرتے تھے، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے وہ بھی انہی حضرات سے مشورہ لیا کرتے تھے اور فتویٰ کا مدار انہی حضرات پر تھا۔

(کنز العمال:3/134)

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ علماء حدیث سب صحابہ کرام تھے، مگر اہل الرائے اور اہل الفقہ صرف فقہاء صحابہ رضی اللہ عنہم ہی تھے، فقہ حدیث سے جدا کوئی چیز نہ تھی، یہ حدیث کی ہی تفسیر ہوتی تھی، اسے محض رائے سمجھ لینا بہت بڑی غلطی ہے، فقہ حدیث سے الگ کوئی چیز نہیں فقہ کے خلاف ذہن بنانا خود حدیث سے بدگمان کرنا ہے، لفظ رای یہ فقہی استنباط کا ہی دوسرا نام ہے، اجتہاد رائے سے ہی تو ہوتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاضی شریح کو لکھا تھا:

[فَاخْتَرْ أَيَّ الْأَمْرَيْنِ شِئْتَ: إِنْ شِئْتَ أَنْ تَجْتَهِدَ رَأْيَكَ]

ترجمہ ان دو کاموں میں سے، جس کو چاہے اختیار کرلے چاہے تو اپنی رائے سے اجتہاد کر لینا۔

(سنن الدارمی:1/71 رقم 167)

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے اس کے ساتھ دوسرے مجتہدین سے معلوم کر لینے کی بھی تعلیم دی ہے۔

[فَادْعُ أَهْلَ الرَّأْيِ ثُمَّ اجْتَهِدْ وَاخْتَرْ لِنَفْسِكَ وَلَا حَرَجَ]

دوسرے اہل الرائے سے بھی پوچھ لینا پھر اجتہاد کرنا اور اپنا موقف اختیار کرنا اور اس میں کوئی حرج نہیں۔

(سنن کبری بیہقی:10/115 رقم 20132)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صحابہ کرام میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ (مستدرک حاکم: 4/ 340) حضرت عمر رضی اللہ عنہ (میزان کبری للشعرانی: 1/ 49) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ (شرح فقہ اکبر: 79) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت ابوالدردا رضی اللہ عنہ، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ، حضرت عبداللہ عباس رضی اللہ عنہ (سنن دارمی: 1/ 59، مستدرک: 1/ 127، سنن بیہقی: 10/ 115) اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ (مستدرک حاکم: 3/ 447) سب اہل الرائے تھے۔

سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۳۲ھ) نے ہدایت فرمائی۔

[فَمَنْ عَرَضَ لَهُ مِنْكُمْ قَضَاءٌ بَعْدَ الْيَوْمِ فَلْيَقْضِ بِمَا فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَإِنْ جَاءَ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ فَلْيَقْضِ بِمَا قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صلی اللہ علیہ وسلم فَإِنْ جَاءَ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صلی اللہ علیہ وسلم فَلْيَقْضِ بِمَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ فَإِنْ جَاءَ أَمْرٌ لَيْسَ فِي كِتَابِ اللّٰهِ وَلَا قَضَى بِهِ نَبِيُّهُ صلی اللہ علیہ وسلم وَلَا قَضَى بِهِ الصَّالِحُونَ فَلْيَجْتَهِدْ رَأْيَهُ]

ترجمہ: جب تمہارے سامنے کوئی مقدمہ آئے تو کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرنا چاہئے ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کیا جائے، اگر وہ فیصلہ کتاب وسنت میں نہ ملے تو پھر بزرگوں (اکابر صحابہ کرام) کے فیصلوں کو لیا جائے اور اگر کوئی ایسا معاملہ آجائے جو ان بزرگوں کے فیصلوں میں بھی نہ ملے تو (اجتہاد کی اہلیت رکھنے والا) اپنی علمی رائے سے اجتہاد کرے۔ (سنن نسائی: 8/ 230 رقم 5397)

چنانچہ ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ (۶۸ھ) قرآن وحدیث کے بعد حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے فیصلوں سے ہی فتویٰ دیتے تھے (منہاج السنۃ: 3/ 213) اگر وہاں بھی نہ ملتا پھر اجتہاد کرتے، اس تفصیل کا حاصل یہ ہے کہ قرآن پاک کی جامعیت امور کلیہ میں ہیں اور انہی کلیات میں سے ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت لازمی کی جائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کلیدی احادیث آئندہ رہنمائی کے لیے صحابہ کو پیش کرتی ہیں اور ضرورت آمدہ پر اجتہاد کی راہیں کھولتی ہیں اور یہ ساری شاہراہ قرآن پاک کے چشمہ فیض سے ہی مستفیض اور اسی منبع نور سے ہے

حضرت امام مالک رحمہ اللہ (۱۷۹ھ) فرماتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[قَالَ: أَنْزَلَ اللهُ كِتَابَهُ، وَتَرَكَ فِيهِ مَوْضِعًا لِسُنَّةِ نَبِيِّهِ، وَسَنَّ نَبِيُّهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ السُّنَنَ، وَتَرَكَ فِيهَا مَوْضِعًا لِلرَّأْيِ وَالْقِيَاسِ]

ترجمہ: اللہ تعالی نے قرآن نازل فرمایا اور اس میں اپنے نبی ﷺ کی سنت کے لیے جگہ رہنے دی اور حضور ﷺ نے سنن قائم کیں اور ان میں رائے اور اجتہاد کے لیے گنجائش رکھی۔ (نصب الرایہ: 4/64)

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ساتھ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ (۲۰۴ھ) کی رائے بھی سن لیجئے:

[جمیع ما تقول الائمة شرح للسنة وجمیع السنة شرح للقران]

ترجمہ: ائمہ کرام جو کچھ کہتے ہیں وہ سنت کا بیان ہے اور ساری سنت قرآن پاک کی تشریح ہے۔

(الاتقان لسیوطی: 2/330 رقم 5325)

جامعیت قرآن کے سلسلے میں یہ ایک سوال کا جواب تھا، اصل موضوع زیر بحث نہ تھا کہ قرآن پاک کے احکامات کچھ اس طرح کے ہیں کہ جب تک قرآن پاک کے ساتھ کوئی اور جزو لازم اور علم کا ماخذ آگے نہ لایا جائے ان احکامات پر عمل نہیں ہوسکتا۔

حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ابوعبدالرحمن العدوی المدنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے محمد بن الحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ انہیں [حبر هذه الامة] (اس اُمت کے بڑے عالم) کہا کرتے تھے، امام زہری فرماتے ہیں:

[لا تعدلن برای ابن عمر فانه اقام ستین سنة بعد رسول الله ﷺ فلم یخف علیه شیء من امره ولا من امر اصحابه]

ترجمہ: نہ برابر سمجھ ابن عمر کے ساتھ کسی کو رائے میں اس لیے کہ وہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد ساٹھ سال تک زندہ رہے اس لیے نہیں مخفی رہا، آپ رضی اللہ عنہ پر حضور ﷺ کے امر سے اور نہ ہی آپ کے صحابہ کے امر سے۔

(تذکرۃ الحفاظ: 1/38)

اہل الرائے ہونا کوئی عیب نہیں جو امام زہری، عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کر رہے ہیں، یہ علم کا وہ درجہ ہے جو مجتہد کو ہی نصیب ہوتا ہے، آپ رضی اللہ عنہ سے کثیر تعداد احادیث منقول ہیں؛ لیکن علامہ ذہبی نے انہیں الفقیہ کے پر اعزاز لقب سے ذکر کیا ہے،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

محدثین میں اہل الرائے ائمہ حدیث میں اہل الرائے صرف وہی حضرات ہوئے جو مجتہد کے درجہ تک پہنچے تھے،نص صریح نہ ہونے کی صورت میں کسی مسئلہ میں رائے دینا کوئی معمولی کام نہ تھا،ابن قتیبہ نے معارف میں اصحاب الرائے کا عنوان قائم کرکے اِن میں سفیان الثوری، امام مالک اور امام اوزاعی کو بھی ذکر کیا ہے سوا گرکسی نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اہل الرائے میں لکھ دیا تو یہ ان کے مجتہدانہ مقام کا ایک علمی اعتراف ہے،محدث ہونے کا انکار نہیں پھر صرف حنفیہ میں ہی اہل الرائے نہیں، حافظ محمد بن الحارث الخشنی نے قضاۃ قرطبہ میں مالکیہ کو بھی اصحاب الرائے میں ذکر کیا ہے،علامہ سلیمان بن عبدالقوی الطوقی الحنبلی نے اصولِ حنابلہ پر مختصر الروضہ کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے،اس میں ہے:

[وَاعْلَمْ أَنَّ أَصْحَابَ الرَّأْيِ بِحَسَبِ الْإِضَافَةِ هُمْ كُلُّ مَنْ تَصَرَّفَ فِي الْأَحْكَامِ بِالرَّأْيِ، فَيَتَنَاوَلُ جَمِيعَ عُلَمَاءِ الْإِسْلَامِ، لِأَنَّ كُلَّ وَاحِدٍ مِنَ الْمُجْتَهِدِينَ لَا يَسْتَغْنِي فِي اجْتِهَادِهِ عَنْ نَظَرٍ وَرَأْيٍ، وَلَوْ بِتَحْقِيقِ الْمَنَاطِ وَتَنْقِيحِهِ الَّذِي لَا نِزَاعَ فِي صِحَّتِهِ.]

ترجمہ: جان لو کہ اصحاب الرائے باعتبار اضافت کے تمام وہ علماء ہیں جو احکام میں فکر کو راہ دیتے ہیں سو یہ لفظ تمام علماء اسلام کو شامل ہوگا کیونکہ مجتہدین میں سے کوئی بھی اپنے اجتہاد میں نظر و رأی سے مستغنی نہیں گو وہ تحقیق مناط سے ہو اور اس تنقیح سے ہو جس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔(شرح مختصر الروضۃ:3/289)

تدوین فقہ کے کام کو سر انجام دینے کے باعث حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کا کوئی مجموعہ مرتب نہیں کیا لیکن فقہی مباحث کے ضمن میں بہت سی احادیث آپ نے اپنے تلامذہ کے سامنے روایت کیں، آپ کی جو روایات آپ سے آگے آپ کے تلامذہ میں چلتی رہیں انہیں امام حصفکی رحمۃ اللہ علیہ نے جمع کیا ہے پھر ابو المؤید محمد بن محمود الخوارزمی نے تمام مسانید کو سنہ ۶۶۵ھ میں یکجا جمع کیا اِسی مجموعہ کو[جامع المسانید] کہا جاتا ہے، اِس کے لائق اعتماد ہونے کے لیئے موسیٰ بن زکریا الحصفکی کی ثقہ شخصیت کے علاوہ یہ بات بھی لائق غور ہے کہ عمدۃ المحدثین ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابر نے اس مسند امام کی شرح لکھی ہے، جو[سند الانام] کے نام سے معروف ہے اور علماء میں بے حد مقبول ہے، امام وکیع بن الجراح کی علمی منزلت اور فن حدیث میں مرکزی حیثیت اہلِ علم سے مخفی نہیں ہے، صحیح بخاری اور صحیح مسلم آپ کی مرویات سے بھری پڑی ہیں، علمِ حدیث کے ایسے بالغ نظر علماء کا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے حدیث سننا اور پھر ان کے اس قدر گرویدہ ہوجانا کہ انہی کے قول پر فتویٰ دینا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی علمی منزلت کی ناقابل انکار تاریخی شہادت ہے،

حافظ ابن عبدالبر مالکی، امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن معین سے نقل کرتے ہیں:

[وکان (وکیع) یفتی برأی أبی حنیفة وکان یحفظ حدیثه کله وکان قد سمع من ابی حنیفة حدیثاً کثیراً]

ترجمہ: حضرت وکیع حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی فقہ کے مطابق فتویٰ دیتے تھے اور آپ کی روایت کردہ تمام احادیث یاد رکھتے تھے اور انہوں نے آپ سے بہت سی احادیث سنی تھیں۔

(1) کتاب الانتقاء:2/150 (2) جامع بیان العلم:2/149

حافظ شمس الدین الذہبی (۷۴۸ھ) بھی وکیع کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

[وقال یحیی: مارأیت افضل منه یقوم اللیل ویسرد الصوم ویفتی بقول ابی حنیفة]

وکیع جیسے حافظ الحدیث اور عظیم محدث کا آپ کی تقلید کرنا اور فقہ حنفی پر فتویٰ دینا حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقام حدیث کی ایک کھلی شہادت ہے (تذکرۃ الحفاظ:1/224)

پھر چند نہیں آپ نے ان سے کثیر احادیث سنیں، علم حدیث اور علم فقہ کے علاوہ آپ کی علم کلام پر بھی گہری نظر تھی، عراق کے کوفی اور بصری اعتقادی فتنوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو اس طرف بھی متوجہ کر دیا تھا، آپ نے محدثین کے مسلک پر رہتے ہوئے ان الحادی تحریکات کا خوب مقابلہ کیا خطیب بغدادی (۴۶۳ھ) لکھتے ہیں:

[علمِ عقائد اور علمِ کلام میں لوگ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے عیال اور خوشہ چیں ہیں] (تاریخ بغداد:13/161)

علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں:

[والامام أبوحنیفة إنما قلت روایته لما شدد فی شروط الروایة والتحمل]

ترجمہ: اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی روایت قلیل اس لیے ہیں کہ آپ نے روایت اور تحمل روایت کی شرطوں میں سختی کی ہے۔ (مقدمہ تاریخ ابن خلدون:1/445)

بایں ہمہ آپ کثیر الروایۃ تھے، وکیع نے آپ سے کثیر احادیث سنی ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

محدثین کا آپ کے متعلق اس قسم کی آراء کا اظہار کرنا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ آپ رواۃ حدیث کے فہم و درایت پر کتنی گہری نظر رکھتے تھے، حضرت سفیان الثوری کے علمی مرتبہ اور شانِ علم حدیث سے کون واقف نہیں، اتنے بڑے محدث کے بارے میں آپ سے رائے لی گئی کہ ان سے حدیث لی جائے یا نہیں؟ امام بیہقی لکھتے ہیں:

[عبد الحميد قال: سمعت أباسعد الصاغاني يقول: جاء رجل إلى أبي حنيفة فقال: ما ترى في الأخذ عن الثوري؟ فقال: اكتب عنه ماخلا حديث أبي إسحاق عن الحارث عن علي، وحديث جابر الجعفي]

ترجمہ: عبدالحمید الحمانی کہتے ہیں میں نے ابوسعد صاغانی کو کہتے ہوئے سنا کہ ایک شخص امام ابوحنیفہ ﷫ کے پاس آیا اور پوچھا سفیان ثوری ﷫ سے روایت لینے میں آپ کی رائے کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: ان سے حدیث لے لو ماسوائے ان حدیثوں کے جنھیں وہ ابواسحاق عن الحارث کی سند سے روایت کریں یا جنھیں وہ جابر جعفی سے نقل کریں۔ (کتاب القراۃ للبیہقی: 1/343)

غور کیجئے جب حضرت امام سفیان ثوری ﷫ جیسے محدث کے بارے میں بھی آپ سے رائے لی جا رہی ہے تو آپ کا اپنا مقام حدیث میں کیا ہوگا؟ اجتہاد و استنباط یا تطبیق و ترجیح میں تو مجتہدین آپ سے اختلاف کر سکتے ہیں لیکن کسی مقام پر یہ کہہ دینا کہ یہ حدیث حضرت امام کو نہ پہنچی ہوگی ہرگز درست نہیں اس دور میں یہ بعض الظن اثم کے قبیل میں سے ہے، محدث جلیل ملا علی قاری احیاء العلوم کی ایک عبارت پر تنقید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[فالظن بأبي حنيفة أن هذه الأحاديث لم تبلغه ولو بلغته لقال بها قلت هذا من بعض الظن فإن حسن الظن بأبي حنيفة أنه أحاط بالأحاديث الشريفة من الصحيحة والضعيفة، لكنه مارجح الحديث الدال على الحرمة أوحمله على الكراهة جمعا بين الأحاديث وعملا بالرواية والدراية]

الحافظ اور الحجۃ کے درجے کے محدثین تو بہت ہوئے: لیکن بہت کم ہوئے جن کا علم تمام احادیث کو محیط مانا گیا ہو، حضرت امام ابوحنیفہ ﷫ ان کبارِ محدثین میں سے ہیں، جن کا علم تمام احادیثِ صحیحہ اور ضعیفہ کو محیط مانا گیا۔

(سند الانام: ص52)

مشہور ثقہ محدث علی بن خشرم کا بیان ہے کہ:

[کنا فی مجلس سفیان بن عیینة فقال: یا اصحاب الحدیث تعلموا فقه الحدیث لا یقھرکم اصحاب الرأی، ما قال ابو حنیفة شیئاً الا ونحن نروی فیه حدیثا او حدیثین]

یعنی ہم سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں تھے تو انھوں نے کہا اے حدیث سے اشتغال رکھنے والو، حدیث میں تفقہ حاصل کروایسا نہ ہو کہ تم پر اصحاب الرائے غالب ہو جائیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ نے کوئی بات ایسی نہیں بیان کی ہے کہ ہم اس سے متعلق ایک، دو حدیثیں روایت نہ کرتے ہوں۔

(معرفۃ علوم الحدیث للحاکم: ص66)

(تشریح: امام سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے اس ارشاد میں حاضرین مجلس کو دو باتوں کی طرف متوجہ کیا ہے ایک یہ کہ وہ الفاظ حدیث کی تحصیل و تصحیح کے ساتھ حدیث کے معنی وفقہ کے حاصل کرنے کی بھی سعی کریں دوسرے امام صاحب کی اصابت رائے اور بصیرت فقہ کی تعریف میں فرمایا کہ ان کی رائے وفقہ حدیث کے مطابق ہے کیوں کہ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں اس کی تائید وتوثیق کسی نہ کسی حدیث سے ہو جاتی ہے۔ اس کمال اصابت رائے اور بے نظیر فقہی بصیرت کے باوصف تواضع و بے نفسی اور وسعت نظری وکشادہ ذہنی کا یہ عالم تھا کہ برملا فرماتے تھے۔)

امام الجرح والتعدیل یحییٰ بن سعید القطان (۱۹۸ھ) فرماتے ہیں کہ ہم خدائے قدوس کی تکذیب نہیں کرتے، ہم نے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے بہتر رائے اور بات کسی سے نہیں دیکھی (تہذیب التہذیب: 10/449)

آپ بھی حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر فتویٰ دیتے تھے، حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

[کان یحییٰ القطان یفتی بقول ابی حنیفه ایضا] (تذکرۃ الحفاظ: 1/282)

یہ اس درجہ کے امام تھے کہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[ما رأیت بعینی مثل یحییٰ بن سعید القطان]

میں نے اپنی آنکھوں سے یحییٰ بن سعید کی مثال کسی کو نہ دیکھا۔ (تذکرۃ الحفاظ: 1/275)

اس درجے کے عظیم القدر محدث کا فقہی مسائل میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی پیروی کرنا اور اُن کے قول پر فتویٰ دینا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ حدیث وفقہ میں کتنا اونچا مقام رکھتے تھے، حضرت

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

عبداللہ بن داؤد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

[جب کوئی آثار یا حدیث کا قصد کرے تو (اس کے لیے) سفیان رحمۃ اللہ علیہ ہیں اور جب آثار یا حدیث کی باریکیوں کو معلوم کرنا چاہے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ ہیں] (سیر الاحناف:29)

حضرت سوید بن نصر رحمۃ اللہ علیہ جو کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اور امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ کے شیوخ میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے:

[لاتقولوا رای ابو حنیفة ولکن قولوا تفسیر الحدیث]

ترجمہ: یہ نہ کہا کرو ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے ہے بلکہ کہو یہ حدیث کی شرح اور تفسیر ہے۔

(کتاب المناقب للموفق:2/51)

علامہ ابن تیمیہ کا فتویٰ:

[ومن ظنّ بأبي حنيفة أوغيره من أئمة المسلمين أنهم يتعمدون مخالفة الحديث الصحيح لقياس أو غيره فقد أخطأ عليهم، وتكلّم إما بظنّ وإما بهوى، فهذا أبو حنيفة يعمل بحديث التوضي بالنبيذ في السفر مع مخالفته للقياس، وبحديث القهقهة في الصلاة مع مخالفته للقياس لاعتقاده صحتهما وإن كان أئمة الحديث لم يصححوهما]

اور جس نے بھی امام اَبی حنیفہ یا ان کے علاوہ دیگر آئمہ المسلمین کے متعلق یہ گمان کیا کہ وہ قیاس یا (رائے) وغیرہ کی وجہ سے حدیث صحیح کی مُخالفت کرتے ہیں تو اس نے ان ائمہ پر غلط (وجھوٹ) بات بولی، اور محض اپنے گمان وخیال سے یا خواہش وہوٰی سے بات کی، اور امام اَبی حنیفہ تو نبیذُ التمر کے ساتھ وضو والی حدیث پر باوجود ضعیف ہونے کے اور مخالف قیاس ہونے کے عمل کرتے ہیں الخ۔

(مجموع الفتاوٰی لابن تیمیہ:20/305،304)

حافظ ابن القیم اپنی کتاب {إعلام الموقعین} فرماتے ہیں کہ:

[وأصحاب أبي حنيفه رحمه الله مجمعون على أن مذهب أبي حنيفة أن ضعيف الحديث عنده أولى من القياس والرأي، وعلى ذلك بنى مذهبه كما قدّم حديث

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

القهقهة مع ضعفه على القياس والرأي ، وقدّم حديث الوضوء بنبيذ التمر في السفر مع ضعفه على الرأي والقياس .... فتقديم الحديث الضعيف وآثار الصحابة على القياس والرأي قوله وقول الإمام أحمد]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے اصحاب کا اس بات پر اجماع ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مذہب یہ ہے کہ ان کے نزدیک ضعیف حدیث بھی رائے وقیاس سے اَولیٰ و بہتر (ومقدم) ہے،اور اسی اصول پر امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مذہب کی بنیاد و اساس رکھی گئی ، جیسا قہقہہ والی حدیث کو باوجود ضعیف ہونے کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قیاس ورائے پر مقدم کیا،اور سفر میں نَبِیذُ التَّمر کے ساتھ وضووالی حدیث کو باوجود ضعیف ہونے کے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے قیاس ورائے پر مقدم کیا، پس حدیث ضعیف وآثارُ الصحابہ کو رائے وقیاس پر مقدم کرنا یہ اِمام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور اِمام احمد رحمہ اللہ کا قول (وعمل وفیصلہ) ہے۔

(إعلام الموقعین عن رب العالمین :1 / 77)

اہلحدیث یا اہل الرائے آپ مجھے صرف ایک حدیث ایسی لکھوائیں جس کو اللہ یا رسول ﷺ نے صحیح فرمایا ہو اور ایک حدیث ایسی جس کو اللہ یا رسول ﷺ نے ضعیف یا من گھڑت فرمایا ہو قیامت تک ایک حدیث بھی نہیں لاسکتے جس کو اللہ یا رسول ﷺ نے صحیح یا ضعیف کہا ہو میں پوچھتا ہوں کہ پھر تم کسی حدیث کو صحیح کسی کو حسن ،کسی کو ضعیف ،کسی کو من گھڑت کس دلیل سے کہتے ہو؟ یقیناً اپنی رائے یا کسی امتی اہل الرائے محدث کی رائے سے احادیث کو صحیح وضعیف وغیرہ کہتے ہو تو پھر جناب اہل الرائے ہوئے یا کسی اہل الرائے کے مقلد ہوئے، اہل حدیث تو نہ ہوئے؟

دورِ جدید میں ایک چھوٹا سا طبقہ علماءِ سلف کی علم، دیانت وتحقیقات کو غیر معصوم کہہ کر ان کے اقوال کے خلاف منسوخ/ شاذ/ مضطرب احادیث پھیلا کر ان کو غلطی پر ہونے کا تاثر دیتے ہیں دنیوی تعلیم یافتہ غیر عالم عوام کو گمراہ کرتے انھیں ان ائمہ کی پیروی (تقلید) کرنے کو شرک کہہ کر روکتے ہیں اور اپنی اس شرارت کو معصومانہ تحقیق باور کراتے اپنی رائے کو قرآن واحادیث پر مبنی ہونے کا دعوٰی کرتے عوام کو اپنی تقلید کی طرف مائل کرتے ہیں، لیکن جب انھیں ان ائمہ کرام کے دلائل احادیث سے دیے جاتے ہیں تو انھیں بعض غیر معصوم امتی (محدثین) کی رائے کی تقلید کرتے ان احادیث کا رد/ انکار ضعیف کہہ کر کر دیتے ہیں، جبکہ اپنے ہی فتاوی میں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اپنے مخصوص مسائل میں خود ضعیف حدیث کے مقبول ہونے کا اصول بلا دلیل قرآن و حدیث کے بھی لکھتے، مانتے اور منواتے ہیں جب انھیں اللہ و رسول کا قرآن و حدیث کافی ہے تو مزید کتابیں و فتاویٰ لکھ کر اپنی رائے سے اس کے مفہوم میں گڑبڑ کرنے کا کیا مطلب و مقصد ہے؟ جب دونوں حالتوں میں تقلید ہی کرنا ہے تو نبوی صحبت یافتہ لوگوں کے مستند سلسلہ سے تعلیم حاصل کرنے والے مستند علماء و ائمہ کی تقلید (پیروی) کرنا اس چھوٹے جدید غیر مستند طبقہ کی ماننے سے بہتر ہی نہیں بلکہ جدید گمراہی سے بچنے کو ضروری بھی ہے جب ان میں سے بعض صرف عوام کے سامنے اس بات کو مانتے بھی ہیں کہ وہ ائمہ ہدایت پر تھے تو ان ہدایت یافتہ لوگوں کے راستہ پر چلنے کی قرآنی دعا (سورہ فاتحہ:5-7) ہر نماز کی ہر رکعت میں انھیں ان شرارتوں سے کیوں نہیں باز رکھتی؟ دراصل جسے اللہ گمراہ کرنا چاہے تو اسے کون ہدایت دے سکتا ہے قرآن: اصول تفسیر و اصول حدیث محض اجتہادی ہیں، جسے حدیث کے علماء نے خود تسلیم کیا ہے:

خطیب بغدادی اصولِ حدیث پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

[وجب الاجتهاد فی علم اصولها] (الکفایہ فی علوم الروایہ:ص 3)

جس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس موضوع کی ہر بات میں اجتہاد سے کام لیا گیا ہے، فقہاء حدیث نے اپنے اپنے تفقہ کی روشنی میں اس کے اصول طے کئے ہیں؛

[وقال العلامة بدر الدين بن بهادر فی النكت علی مقدمة ابن الصلاح (3/ 341-342): "فلا شك أن فی الجرح والتعديل ضربين من الاجتهاد، وأئمة النقل يختلفون فی الأكثر فبعضهم يوثق الرجل إلى الغاية وبعضهم يوهنه إلى الغاية وهما إمامان إليهما المرجع فی هذا الشأن.]

علم جرح و تعدیل میں ناقدین رجال کے احکام ظنی اور اجتہادی ہیں اور یہ ان کے رواۃ کے حالات، روایات کا استقراء اور تتبع پر مبنی ہے یہ بات حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی کہی ہے چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

[الحافظ الذهبی فی الموقظة: "هذا الدين مؤيد محفوظ من الله تعالى، لم يجتمع علماؤه على ضلالة، لا عمدا ولا خطأ، فلا يجتمع اثنان على توثيق ضعيف، ولا على تضعيف ثقة، وإنما يقع اختلافهم فی مراتب القوة أو مراتب الضعف، والحاكم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

منهم يتكلم بحسب اجتهاده وقوة معارفه فإن قدر خطؤه في نقده فله أجر واحد]

یہی بات حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے مقام پر بھی اس کو بیان کی ہے چنانچہ وہ ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل میں کہتے ہیں:

[فمن أئمة الجرح والتعديل بعد من قدمنا يحيى بن معين، وقد سأله عن الرجال عباس الدوري وعثمان الدارمي وأبو حاتم وطائفة، وأجاب كل واحد منهم بحسب اجتهادات الفقهاء المجتهدين، وصارت لهم في المسألة أقوال]

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات میزان الاعتدال میں بھی دہرائی ہے چنانچہ وہ میزان الاعتدال میں ہشام بن عمار السلمی الدمشقی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

[ومازال العلماء الاقران يتكلم بعضهم في بعض بحسب اجتهادهم وكل احد يوخذ منه قوله ويترك الارسول الله صلى الله عليه وسلم]

ترجمہ: اس امر کا اعتراف حافظ الدنیا حافظ ابن حجر کو بھی ہے کہ ناقدین رجال اور جرح وتعدیل کے ائمہ کے اقوال بعینہ اسی طرح اجتہادی ہیں جس طرح کے فقہاء کے اقوال اجتہادی اور استنباطی ہوتے ہیں۔

(میزان الاعتدال:3/256)

وقال الحافظ ابن حجر فی لسان المیزان:1/3:

[أقام الله طائفة كثيرة من هذه الأمة للذب عن سنة نبيه صلى الله عليه وسلم فتكلموا في الرواة على قصد النصيحة، ولم يعد ذلك من الغيبة المذمومة بل كان ذلك واجبا عليهم وجوب كفاية ثم ألف الحفاظ في أسماء المجروحين كتبا كثيرة كل منهم على مبلغ علمه ومقدار ما وصل اليه اجتهاده]

حافظ سخاوی کہتے ہیں کہ جرح وتعدیل کے ائمہ کے اختلافی کلام میں اسی طرح اجتہادی ہیں جس طرح کے فقہاء کرام کے مختلف اقوال کسی ایک مسئلہ میں اجتہادی ہوتے ہیں اسی طرح کسی ایک مسئلہ میں ایک فقیہہ کا مختلف قول اجتہادی ہوتا ہے اسی طرح ایک راوی پر ایک ناقد حدیث کے مختلف احکام بھی اجتہادی ہوتے ہیں۔ جیسا کہ ابن معین سے ایک ہی راوی کے سلسلہ میں مختلف احکام منقول ہیں۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وقال السخاوی فی فتح المغیث :3/ 352:

[وولاة الجرح والتعديل بعد من ذكرنا يحيى بن معين، وقد سأله عن الرجال غير واحد من الحفاظ ،ومن ثم اختلفت آراؤه وعباراته في بعض الرجال كما اختلف اجتهاد الفقهاء وصارت لهم الأقوال والوجوه فاجتهدوا في المسائل كما اجتهد ابن معين في الرجال.]

سلفی علماء میں سے اس امر کا اعتراف شیخ جمال الدین قاسمی نے بھی کیا ہے کہ حدیث کی تصحیح وتضعیف کا معاملہ ہو یا پھر بات راوی پر کلام کی ہو یہ اجتہادی امر ہے اور قائل کی اپنے معلومات، دائرہ اطلاع ،فکر ونظر کی گہرائی وگیرائی کے اعتبار سے ہے۔

[ومعرفة الرجال علم واسع-ثم قد يكون المصيب من يعتقد ضعفه لاطلاعه على سبب جارح وقد يكون الصواب مع الآخر لمعرفته أن ذلك السبب غير جارح إما لأن جنسه غير جارح أو لأنه كان له فيه عذر يمنع الجرح وهذا باب واسع وللعلماء بالرجال وأحوالهم في ذلك من الإجماع والاختلاف مثل ما لغيرهم من سائر أهل العلم في علومهم] (قواعد التحدیث من فنون مصطلح الحدیث :ص 290)

حقیقت اجماع اصل میں محض رائے ہے؛ جیسا کہ قیاس رائے ہے؛ البتہ اجماع وقیاس کے درمیان فرق یہ ہے کہ قیاس کے تحت جو رائے ہوتی ہے وہ انفرادی یا زیادہ سے زیادہ چند افراد کی ہوتی ہے اور [اجماع] ایک زمانے کے تمام مجتہدین کی متفقہ رائے کا نام ہے اسی اجتماعیت کی وجہ سے اس کو قیاس پر فوقیت حاصل ہے

(1) المدخل :ص 193 (2) اصول الفقہ عبید اللہ الاسعدی :ص 212

[بدعتی اور فاسق مجتہد کا اجماع میں تقویٰ اور تدین بھی ضروری ہے کیونکہ ایسے شخص کی رائے اجماع میں قابل اعتبار نہ ہوگی جو دین کا پابند نہ ہو یا دین کی قطعی اور اصولی باتوں کی کوئی پرواہ نہ کرتا ہو اور فسق وفجور اور بدعت میں مبتلا ہو کیونکہ ایسا شخص شریعت کی نگاہ میں لائق مذمت ہے امام مالک، امام اوزاعی، محمد بن حسن رحمہم اللہ وغیرہ ایسے شخص کو اہل ہوی وضلال کہتے ہیں اور اس کے اجماع کو معتبر نہیں مانتے]

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(1)الاحکام فی اصول الاحکام لابن حزم:1/237 (2)المستصفی للغزالی:1/183

[البتہ علامہ صیرفی رحمہ اللہ کا خیال ہے کہ ایسے شخص کا اجماع بھی معتبر ہے یہی قول امام غزالی، علامہ آمدی اور دیگر اصولی حضرات کا ہے کیونکہ فاسق اور اہل بدعت بھی ارباب حل وعقد میں سے ہوتے ہیں اور لفظ [امت] کے مصداق میں شامل ہیں اور یہ بات بھی طے ہے کہ تقوی وتدین جب ہوگا تو لوگوں کو اس کی رائے پر اعتماد ہوگا، جب تقوی کی شرط صرف رائے پر اعتماد کی خاطر ہے تو ظاہر ہے کہ تقوی اگر نہ بھی ہو تب بھی استنباط کی صلاحیت وصحت پر فی نفسہ کوئی اثر مرتب نہ ہوگا]

(1)ارشاد الفحول:ص 131 (2)المستصفی من علم الاصول الغزالی:1/183

(3)البحر المحیط:4/467 (4)الاحکام فی اصول الاحکام للآمدی:1/326

اجماع میں اکثریت واقلیت کی بحث اجماع کے انعقاد کے لیے پوری امت کے مجتہدین کا متفق الرائے ہونا ضروری ہے، محض اکثریت کی رائے کو اجماع کے لیے جمہور کافی نہیں سمجھتے لیکن ابوبکر رازی، ابوالحسن خیاط معتزلی اور ابن جریر طبری کا خیال ہے کہ محض ایک دو آدمی مخالفت کریں تو اجماع کے انعقاد پر اس سے کوئی اثر مرتب نہیں ہوگا، بعض حضرات کی رائے ہے کہ موافقین کے مقابلہ میں اگرچہ مخالفین کی تعداد کم ہو لیکن حد تواتر تک پہنچی ہوئی ہو تو اجماع منعقد نہیں ہوگا اگر تواتر تک نہیں پہنچی ہو تو اجماع منعقد ہو جائے گا۔

(1)فواتح الرحموت:2/322 (2)المستصفی الغزالی:1/174

اقلیت واکثریت کی اس بحث میں یہ بھی ذہن میں رکھنا چاہیے کہ مخالفت اگر اخلاص واجتہاد کی بناء پر ہو تو وہ اجماع کے انعقاد وعدم انعقاد میں ملحوظ ہوگی ورنہ اگر اخلاص واجتہاد کے بجائے حب جاہ یا کوئی دوسرا جذبہ مخالفت کے پیچھے کارفرما ہو تو ایسی مخالفت کا بالکل اعتبار نہ ہوگا یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اول کے انتخاب کے موقعہ پر حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے مخالفت کی تھی لیکن وہ معتبر نہیں مانی گئی اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت بالاجماع منعقد ہوئی۔

(1)اصول الفقہ الاسلامی:1/521 (2)فقہی خدمات وتقاضے:ص 185

اجماع کے اعتبار کے لیے کیا مجتہدین کی موت ضروری ہے چونکہ زندگی میں انسان کی رائے بدلتی رہتی ہے اور ہو سکتا ہے کہ اجماع کے بعد کسی مجتہد کی رائے میں تبدیلی ہو جائے، جس کی وجہ سے اتفاق باقی نہ رہ سکے،

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اس لیے اصولی حضرات نے یہ بحث بھی کی ہے کہ کیا اس احتمال سے کہ کسی مجتہد کی رائے بدل سکتی ہے، اجماع غیر معتبر ہوگا؟ اس سلسلہ میں اصولی حضرات میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

(1) الاحکام آمدی: 1/366 (2) اصول الفقہ الاسلامی: 1/527

امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، اشاعرہ، معتزلہ اور اکثر شوافع کا مسلک یہ ہے کہ اجماع کرنے والے مجتہدین کی وفات اجماع کے اعتبار کے لیے ضروری نہیں ہے کیونکہ جس لحہ میں اتفاق وجود میں آتا ہے، اس لحہ میں اجماع منعقد ہوجاتا ہے، اتفاق ہوجانے کے بعد مسئلہ نزاع سے خارج ہوجاتا ہے اور سب کے لیے لازم ہوجاتا ہے اس لیے بعد میں رائے کی تبدیلی کا کوئی اثر اجماع کے انعقاد پر نہیں پڑے گا یہاں تک کہ اجماع کے متصلاً بعد اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی قدرت ورحمت سے مجتہد بن جائے تو اس کی بھی رائے کا اجماع کے لیے اعتبار نہیں ہوگا اور یہی موقف صحیح معلوم ہوتا ہے کیونکہ جن نصوص سے اجماع کا حجت ہونا ثابت ہوتا ہے ان میں اطلاق ہے، مجتہدین کی وفات کی قید نہیں ہے، اس لیے ملا محب اللہ بہاری نے بجا لکھا ہے:

[الانقراض لامدخل له في الاصابة ضرورة]

ترجمہ: وفات کا اجماع کی حجت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ کی عبارت اس موقع پر کافی وضاحت سے روشنی ڈالتی ہے، فرماتے ہیں:

[الحجة في اتفاقهم لا في موتهم وقد حصل قبل الموت]

ترجمہ: اجماع تو ان کے اتفاق سے حجت بن جاتا ہے، موت سے اس کا کیا سروکار ہے۔

(1) نفائس الاصول فی شرح المحصول: 6/2786

(2) المستصفی للغزالی: 1/182

اجماع کی بنیاد اجماع کے لیے ضروری ہے کہ اس کی بنیاد کسی نہ کسی اصل شرعی پر ہو کیونکہ اجماع اور قیاس خود کوئی مستقل دلیل نہیں ہیں، اجماع کے لیے ضروری ہے کہ اس کی اصل کتاب وسنت یا پھر قیاس میں موجود ہو، اجماع کی اصل کی ضرورت اس لیے ہے کہ اہل اجماع بنفس نفیس احکام کو بیان نہیں کرسکتے کیونکہ انشاء شریعت کا حق صرف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد ﷺ کو حاصل ہے یہی وجہ ہے کہ جن مسائل پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اجماع کیا ہے ان سب میں وہ کسی نہ کسی اصل پر بحث کرتے ہوئے انہی پر اپنی آراء کی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بنیاد رکھتے اور اس طرح اجماع کا انعقاد ہو جاتا ہے، میراث جدہ کے بارے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی خبر پر اعتماد کیا اور جمع بین المحارم کی حرمت کے سلسلہ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت پر اعتماد کیا، اسی طرح حقیقی بھائیوں کی عدم موجودگی میں علاتی بھائیوں کا وراثت میں اعتبار کیا گیا، اس مسئلہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعبیر پر اعتماد کیا جس میں یہ بیان کیا گیا ہے: [**وَدخولهم في عموم الاخوة**] اور جمہور علماء کرام کا کتاب وسنت کو اجماع کی اصل قرار دینے پر اتفاق ہے، جیسا کہ سطور بالا میں اس کی وضاحت ہو چکی ہے، ان میں اجماع کی اساس سنت ہے۔

(1) اصول الفقہ اسعدی: ص 215 (2) اصول الفقہ ابوزہرہ: ص 165
(3) البحر المحیط: 4/450 (4) الکوکب المنیر: 2/228

اجماع کی بنیاد قیاس پر:

فقہاء کرام کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ قیاس واجتہاد بھی اجماع کی اصل بن سکتے ہیں یا نہیں؟ اس سلسلے میں تین اقوال ملتے ہیں؛ لیکن دلیل کے اعتبار سے وزنی وہ بات معلوم ہوتی ہے جو علامہ آمدی نے بیان کیا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ اجتہاد وقیاس کو بھی اجماع کی اصل قرار دیا جا سکتا ہے اور اس کی کئی مثالیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگی سے ملتی ہیں، مثلاً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر اتفاق کرنا یہ محض اجتہاد اور رائے کی وجہ سے تھا حتیٰ کہ بعض صحابہ کرام نے یہ الفاظ تک کہے: [**رضيه رسول الله لديننا افلا نرضاه لدنيانا**]۔ترجمہ: اور بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے یہ جملہ کہا [**ان تولوها ابابكر تجدوه قويا في امر الله ضعيفاً في بدنه**] (الاحکام آمدی: 1/280)

اسی طرح مانعین زکوٰۃ سے قتال کرنے پر ان حضرات کا اجماع ہوا وہ بھی قیاس ورائے کی بناء پر تھا، خنزیر کی چربی کی حرمت پر اجماع اس کے گوشت پر قیاس کے ذریعہ کیا گیا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں شراب پینے والے کی حد اسی (۸۰) کوڑے بالاجماع مقرر کی گئی یہ بھی اجتہاد کی روشنی میں تھا چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ اس پر حد قذف جاری کرنی چاہیے کیونکہ شرب خمر کے بعد عام طور پر تہمت زنی کی باتیں سرزد ہوتی ہیں، حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اس پر حد جاری کرنی چاہیے اور اقل حد اسی کوڑے ہیں، ان کے علاوہ جنایت کا تاوان قریبی رشتہ داروں کا نفقہ اور ائمہ وقضاۃ کی عدالت کے متعلق جو اجماع دورِ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کیا گیا یہ سب بطریق اجتہاد وقیاس تھا لہٰذا اجتہاد اور قیاس کو بنیاد بنا کر جو اجماع کیا جاتا ہے وہ بھی شرعاً قابل حجت ہے اور اس کی اتباع ضروری ہے۔

(1) الاحکام آمدی: 1/ 280 (2) اصول الفقہ اسعدی: ص 166

(3) نفائس الاصول: 6/ 2874

اہل الرائے (علماء فقہ) اور اہل الحدیث (علماء حدیث) میں فرق:

بعض حدیث کے حافظ فقیہ (سمجھ رکھنے والے) نہیں ہوتے اور بعض محدث فقیہ (سمجھ رکھنے والے) ہوتے ہیں لیکن ان سے سننے والے زیادہ فقیہ ہوتے ہیں:

الحدیث: [أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ خَالِدٍ حَدَّثَنَا مُحَمَّدٌ هُوَ ابْنُ إِسْحَاقَ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جُبَيْرِ بْنِ مُطْعِمٍ عَنْ أَبِيهِ قَالَ: قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم بِالْخَيْفِ مِنْ مِنًى فَقَالَ: نَضَّرَ اللّٰهُ عَبْداً سَمِعَ مَقَالَتِي فَوَعَاهَا ثُمَّ أَدَّاهَا إِلَى مَنْ لَمْ يَسْمَعْهَا فَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ لاَ فِقْهَ لَهُ. وَرُبَّ حَامِلِ فِقْهٍ إِلَى مَنْ هُوَ أَفْقَهُ مِنْهُ. ثَلاَثٌ لاَ يُغِلُّ عَلَيْهِنَّ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ: إِخْلاَصُ الْعَمَلِ لِلّٰهِ، وَطَاعَةُ ذَوِي الأَمْرِ، وَلُزُومُ الْجَمَاعَةِ فَإِنَّ دَعْوَتَهُمْ تَكُونُ مِنْ وَرَائِهِمْ]

ترجمہ: محمد بن جبیر بن مطعم اپنے والد کا یہ بیان نقل کرتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم منی میں خیف کے مقام پر کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش رکھے گا جو ہماری بات (حدیث) سن کر اسے محفوظ (یاد) کرلے اور اسے پھر دوسرے اس شخص تک پہنچادے جس نے اسے براہ راست نہیں سنا کیونکہ بہت سے فقہ (علم حدیث) کے محافظ حقیقتاً فقیہ (علمِ حدیث کی فقہ رکھنے والے) نہیں ہوتے اور بہت سے فقیہ (علمِ حدیث کی فقہ رکھنے والے) تو ہیں لیکن جن کی طرف (یہ فقہ) منتقل کر رہے ہیں وہ ان سے زیادہ فقیہ ہیں.... تین باتوں میں مسلمان کا دل دھوکا نہیں دیتا ایک عمل کا اللہ تعالیٰ کے لیے خاص ہونا، دوسرا حاکم وقت کی پیروی کرنا اور تیسرا مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ رہنا چونکہ انکی غیر موجوگی میں انکی دعا موجود لوگوں کے لیے بھی ہوتی ہے۔

(1) سنن دارمی: 1/ 259 رقم 234 إسنادہ حسن

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(2)سنن ابن ماجہ:1/157رقم 231 تبلیغ علم کے فضائل

(3)مسند احمد:4/80رقم 16859

(4)اخبار مکہ للفاکہی::4/269رقم 2604

(5)سنن ابو داؤد:3/360رقم 3662

(6)جامع ترمذی:5/33رقم 2656

اس حدیث کے ان صحابہ سے شواہد ملتے ہیں:

(1)حضرت جبیر بن مطعم، حضرت زید بن ثابت، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت سعد بن مالک، حضرت عبد اللہ بن عباس، حضرت نعمان بن بشیر، حضرت ربیعہ بن عثمان، حضرت معاذ بن جبل، حضرت عبداللہ بن عمرو، حضرت ابو ہریرہ عبدالرحمن بن صخر رضی اللہ عنہم۔

مشہور ثقہ محدث علی بن خشرم کا بیان ہے کہ:

[کنا فی مجلس سفیان بن عیینة فقال: یا اصحاب الحدیث تعلموا فقه الحدیث لا یقهرکم اصحاب الرأی، ما قال ابو حنیفة شیئاً الا ونحن نروی فیه حدیثا او حدیثین]

یعنی ہم سفیان بن عیینہ کی مجلس میں تھے تو انھوں نے کہا اے حدیث سے اشتغال رکھنے والو، حدیث میں تفقہ حاصل کرو ایسا نہ ہو کہ تم پر اصحاب فقہ غالب ہو جائیں، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ علیہ نے کوئی بات ایسی نہیں بیان کی ہے کہ ہم اس سے متعلق ایک، دو حدیثیں روایت نہ کرتے ہوں۔ (معرفۃ علوم الحدیث للحاکم، ص 66)

(تشریح: امام سفیان بن عیینہ نے اپنے اس ارشاد میں حاضرین مجلس کو دو باتوں کی طرف متوجہ کیا ہے ایک یہ کہ وہ الفاظ حدیث کی تحصیل و تصحیح کے ساتھ حدیث کے معنی وفقہ کے حاصل کرنے کی بھی سعی کریں دوسرے امام صاحب کی اصابت رائے اور بصیرت فقہ کی تعریف میں فرمایا کہ ان کی رائے وفقہ حدیث کے مطابق ہے کیوں کہ وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں اس کی تائید وتوثیق کسی نہ کسی حدیث سے ہو جاتی ہے۔ اس کمالِ اصابت رائے اور بے نظیر فقہی بصیرت کے باوصف تواضع و بے نفسی اور وسعت نظری وکشادہ ذہنی کا یہ عالم تھا کہ برملا فرماتے تھے)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امام عبداللہ بن وہب خود کہتے ہیں کہ: [**لولا مالك والليث لضللت**]
اگر مالک اور لیث نہ ہوتے تو میں گمراہ ہو جاتا ہے اور ایک دوسرے مقام پر اس کی وضاحت یوں کی ہے کہ احادیث کی کثرت نے مجھے حیرت میں ڈال دیا تھا اور میں پریشان ہو گیا تھا امام مالک نے میری رہنمائی کی کہ فلاں حدیث قابل اخذ ہے اور فلاں قابل ترک ہے یہ معمول بہا ہے وہ غیر معمول بہا ہے۔

[**لولا ان الله انقذني بمالك والليث للضللت، فقيل له كيف ذالك؟ قال: اكثرت من الحديث فحيرني، فكنت اعرض ذالك على مالك والليث، فيقولان لي: خذ هذا ودع هذا**]

اگر مجھے امام مالک اور امام لیث بن سعد کی جانب سے رہنمائی نہ ملتی تو میں گمراہ ہو جاتا پوچھا گیا وہ کیسے؟ تو فرمایا میں نے حدیث کی خوب تحصیل کی جس کے بعد متضاد حدیثوں کی وجہ سے میں حیرت میں پڑ گیا پھر میں ان حدیثوں کو امام مالک اور لیث بن سعد کے سامنے پیش کرتا اور وہ مجھے بتاتے کہ اس پر عمل کیا جائے گا اور یہ حدیث متروک اور نا قابل عمل ہے۔ (ترتیب المدارک: 3/ 231-236)

اور یہی چیز حضرت ابو نعیم فضل بن دکین کو بھی پیش آئی کہ وہ احادیث کی روایت تو کرتے تھے لیکن ان میں سے کون سی قابل اخذ و عمل ہے اور کون سی قابل ترک ہے اس سے لاعلم تھے اور اس باب میں ان کی رہنمائی امام ابو زفر بن الهذیل فرماتے تھے۔

[**قال ابو نعيم الملائي الفضل بن دكين كنت امر على زفر فيقول لي: تعال حتى اغربل لك ما سمعت، وكنت اعرض عليه الحديث فيقول: هذا ناسخ، هذا منسوخ، هذا يوخذ به، هذا يرفض**] (تاریخ الاسلام للذہبی: 6/ 178)

محدثین کرام میں حفظ حدیث کا رواج زیادہ رہا ہے اور احادیث سے مسائل کا استنباط و اخراج کم رہا ہے اس کا اعتراف امام احمد بن حنبل نے بھی کیا ہے چنانچہ ان سے جب مشہور محدث عبدالرزاق بن ہمام کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا وہ فقیہ بھی تھے تو فرمایا کہ اہل حدیث میں فقاہت بہت کم ہوتی ہے۔

[**قال محمد بن يزيد المستملي رحمه الله تعالى: سألت أحمد عن عبدالرزاق كان له فقه؟ فقال: ما أقل الفقه في أصحاب الحديث**] (طبقات الحنابلہ لابن أبی یعلی: 1/ 328)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

امام ترمذی رحمہ اللہ کسی حدیث کے مطلب کو اس وقت تک بیان نہیں فرماتے جب تک اس پر فقہاء کرام کے سمجھنے سمجھانے اور عملی فیصلہ کی مہر نہیں لگ جاتی، چنانچہ ایک مقام پر آپ نے فرمایا:

[و کذلك قال الفقهاء وهو أعلم بمعاني الحديث]

یعنی فقہاء کرام نے یہی فرمایا ہے اور وہ حدیث کے معانی کو سب سے زیادہ سمجھتے ہیں.

(جامع ترمذی:1/193)

خطیب بغدادی صاف اور صریح الفاظ میں بغیر کسی لگی لپٹی کے کہتے ہیں کہ کتب حدیث کے جمع کرنے یا اس کی روایت کرنے سے کوئی فقیہہ نہیں بن جاتا بلکہ اس کیلئے احادیث کے معنی و مراد میں غور وفکر کرنا ضروری ہوتا ہے۔

[وليعلم ان الاكثار من كتب الحديث وروايته لايصير بها الرجل فقيها، انما يتفقه باستنباط معانيه وانعام التفكر فيه]

(شرف اصحاب الحدیث ونصیحۃ اھل الحدیث:ص252)

امام ابن جوزی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

[وكل من لم يخالط الفقهاء وجهد مع المحدثين تأذى وساء فهمه.]

اور جو شخص بھی فقہاء سے نہیں ملا بلکہ صرف محدثین کے ساتھ محنت کرتا رہا، وہ نقصان اٹھائے گا اور اس کا فہم خراب ہو جائے گا۔ (صید الخاطر لابن جوزی:ص82)

محدث جلیل امام اعمش رحمہ اللہ نے اپنے وقت کے محدث وفقیہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کہا تھا

[نَحْنُ الصَّيَادِلَةُ وَأَنْتُمُ الأَطِبَّاءُ.]

ترجمہ: آپ طبیب ہیں اور ہم لوگ عطار ہیں۔ (جامع بیان العلم وفضلہ لابن عبدالبر:2/131)

یعنی ہمارا (محدث کا) کام عطار کا ہے، جڑی بوٹی لانا، پتوں پودوں کو جمع کرنا، اور انھیں مرتبان میں رکھ کر دکان سجانا ہمارا کام یہ نہیں کہ ہم یہ بتائیں کہ بخار میں کونسا جوشاندہ استعمال کیا جاتا ہے، ہمارا کام تو یہ ہے کہ ہم دوائیں اکٹھا کر دیں اس کے بعد آپ ڈاکٹر وحکیم (فقہاء) سے نسخہ لائیں، ہم اس نسخہ کے مطابق آپ کو دوا دیں گے یعنی فقیہ جب کوئی مسئلہ بتائے گا تو اس مسئلے کے مستدلات آپ کے سامنے پیش کر سکتے ہیں، اجتہاد و گہری وگیرائی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

ہمارے بس کی بات نہیں، فقہاء ومحدثین میں یہ فرق ہے۔اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ حق واضح ہوجانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے آمین

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

14-11-2015 بروز ہفتہ رات 11 بج کر 15 منٹ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۴۰)

خرگوش حلال ہے

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین: اما بعد!

اَلْاَرْنَبُ کیا ہے؟:

یہ بکری کے بچہ کے مشابہ ایک چھوٹا سا جانور ہے مگر اس کے پیر بہ نسبت ہاتھوں کے ذرا طویل ہوتے ہیں الارنب اسم جنس ہے مذکر مؤنث دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے مگر الجاحظ (عمرو بن بحر الفقیمی ایک ماہر حیوانات پ160ھ وفات255ھ) کی رائے یہ ہے کہ ارنب کا استعمال صرف مؤنث کے لئے ہے اور مذکر کے لئے [الخزر] بالخاء والزین بروزن عمر اور مؤنث کے لئے عکرشہ کا لفظ آتا ہے اور چھوٹے بچے کے لئے خرنق بکسر الخاء المعجمہ والسکون الراء وفتح النون بعد ہا قاف مستعمل ہے (حیاۃ الحیوان:1/19)

اردو میں اس کو خرگوش کہتے ہیں، بنگالی میں کھرگوش، بلوچی دھرگوش، پشتو سویہ، پنجابی سہیا، سندھی سہو، فارسی خرگوش، کشمیری میں خرگوش اور انگلش میں ریبٹ (Rabbit) کہتے ہیں

(ہفت زبانی لغت: ص291)

خرگوش کے خواص:

خرگوش جانوروں میں سب سے بزدل کثیر الشہوت جانور ہے علامہ دمیری نے نقل کیا ہے کہ اس کی مؤنث کو حیض آتا ہے جس طرح دیگر بہت سے جانوروں کو حیض آتا ہے چنانچہ علامہ قسطلانی نے شرح بخاری میں لکھا ہے کہ اونٹنی کو بھی منجملہ دوسرے جانوروں کے حیض آتا ہے، حیوانات اور ذی روح جانداروں میں عورت، بجو، چمگادڑ، خرگوش، کتیا، چھپکلی اور اونٹنی کو حیض آتا ہے جاننا چاہیے کہ حیض کا باہر ٹپکنا صرف عورت کے لئے خاص ہے جانوروں میں نہیں بقراط کہتے ہیں کہ اس کا گوشت گرم اور خشک ہے پیٹ کے لئے صفائی کا ذریعہ ہے اور پیشاب کثرت سے بہانے والا ہے اور اگر رات کو بستر پر پیشاب کرنے والے کو اس کا گوشت کھلایا جائے تو اس کے لئے نہایت نافع ہے جنگلی خرگوش کا بھنا ہوا دماغ ایسے رعشہ کے لئے مفید ہے، جو کسی بیماری کی وجہ سے پیدا ہو گیا ہو۔ (حیاۃ الحیوان:1/21)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

جس کو زیادہ تفصیل درکار ہو تو وہ حیاۃ الحیوان کا مطالعہ کرے

فقہ حنفی:

فقہ حنفی کی معتبر کتب میں یہ مسئلہ واضح طور پر موجود ہے چنانچہ ہدایہ میں ہے:

[قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِأَكْلِ الْأَرْنَبِ) لِأَنَّ {النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَكَلَ مِنْهُ حِينَ أُهْدِيَ إِلَيْهِ مَشْوِيًّا وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ بِالْأَكْلِ مِنْهُ}، وَلِأَنَّهُ لَيْسَ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا مِنْ أَكَلَةِ الْجِيَفِ فَأَشْبَهَ الظَّبْيَ]

ترجمہ: فرمایا کہ خرگوش کو کھانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ جب نبی کریم ﷺ کو بھنا ہوا خرگوش ہدیہ کیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے اس میں سے تناول فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس سے کھانے کا حکم فرمایا تھا اور یہ بھی دلیل ہے کہ خرگوش نہ تو درندوں میں سے ہے اور نہ ہی گندگی کھانے والے جانوروں میں سے ہے پس یہ ہرن کے مشابہ ہو جائے گا (الہدایۃ شرح البدایۃ: 4/69)

علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[قَالَ رَحِمَهُ اللهُ: (وَحَلَّ الْأَرْنَبُ) {لِأَنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَمَرَ أَصْحَابَهُ أَنْ يَأْكُلُوهُ حِينَ أُهْدِيَ إِلَيْهِ مَشْوِيًّا} رَوَاهُ أَحْمَدُ وَالنَّسَائِيُّ وَلِأَنَّهُ لَيْسَ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا يَأْكُلُ الْجِيَفَ فَأَشْبَهَ الظَّبْيَ.]

ترجمہ: اور (خرگوش) حلال ہے کیونکہ نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے صحابہ کرام کو اس کے کھانے کا حکم فرمایا جو انہیں بھنا ہوا ہدیہ کیا گیا تھا اس کو روایت کیا مسند احمد اور سنن نسائی میں اور یہ بھی دلیل ہے کہ خرگوش نہ تو درندوں میں سے ہے اور نہ ہی گندگی کھانے والے جانوروں میں سے ہے پس یہ ہرن کے مشابہ ہو جائے گا۔

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق: 8/196)

المبسوط میں ہے:

[(وَعَنْ) مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ أَنَّ {أَعْرَابِيًّا أَهْدَى إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَرْنَبًا مَشْوِيًّا قَالَ: لِأَصْحَابِهِ كُلُوا قَالَ الْأَعْرَابِيُّ: إِنِّي رَأَيْتُ دَمًا قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَيْسَ بِشَيْءٍ، وَقَالَ لِلْأَعْرَابِيِّ: إِذَنْ فَكُلْ فَقَالَ: إِنِّي

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

صَائِمٌ ، قَالَ: صَوْمَ مَاذَا ؟ قَالَ: صَوْمَ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ ، فَقَالَ: هَلَّا جَعَلْتَهَا الْبِيضَ } ، وَبِهِ نَأْخُذُ فَنَقُولُ: الْأَرْنَبُ مَأْكُولٌ ، وَقَدْ قَبِلَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْهَدِيَّةَ فِيهِ وَأَكَلَ مِنْهُ ، وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ بِذَلِكَ]

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نے (دیہاتی) رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں بھنا ہوا خرگوش ہدیہ پیش کیا آپ ﷺ نے اسے فرمایا کھاؤ تو وہ کہنے لگا کہ میں اس کا خون دیکھا ہے فرمایا کچھ نہیں آپ ﷺ نے اس اعرابی کو کھانے کو فرمایا تو وہ کہنے لگا کہ میں روزے سے ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کیسا روزہ تو اعرابی نے کہا کہ میں مہینے کے تین روزے رکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو بیض (چاند کی 13،14،15 تاریخ) کے روزے رکھا کر، اور اسی پر عمل کرتے ہیں کہ خرگوش کھایا جائے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہدیہ کو قبول فرمایا خود بھی اس میں سے کھایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کا حکم فرمایا

(المبسوط للسرخسی: 14/70)

علامہ ابو بکر بن مسعود بن احمد الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ (م 587ھ) لکھتے ہیں:

[وَلَا بَأْسَ بِأَكْلِ الْأَرْنَبِ لِمَا رُوِيَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُ قَالَ { : كُنَّا عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَهْدَى لَهُ أَعْرَابِيٌّ أَرْنَبَةً مَشْوِيَّةً فَقَالَ: لِأَصْحَابِهِ كُلُوا } ، وَعَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ أَوْ صَفْوَانَ بْنِ مُحَمَّدٍ أَنَّهُ قَالَ { : أَصَبْتُ أَرْنَبَتَيْنِ فَذَبَحْتُهُمَا بِمَرْوَةٍ وَسَأَلْتُ عَنْ ذَلِكَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَأَمَرَنِي بِأَكْلِهِمَا]

ترجمہ: خرگوش کھانے میں کوئی حرج نہیں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے روایت کیا فرماتے ہیں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے پس ایک اعرابی نے بھنا ہوا خرگوش ہدیہ کیا تو آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کا فرمایا، اور محمد بن صفوان یا صفوان بن محمد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مروہ کے مقام پر ہم نے دو خرگوش پکڑے اور ان کو ذبح کیا اور رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے پوچھا تو آپ ﷺ نے اس کے کھانے کا حکم فرمایا

(بدائع الصنائع: 10/138)

امام کمال الدین محمد بن عبدالواحد المعروف بابن الہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[قَالَ (وَلَا بَأْسَ بِأَكْلِ الْأَرْنَبِ) لِأَنَّ { النَّبِيَّ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَكَلَ مِنْهُ حِينَ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

أُهْدِيَ إِلَيْهِ مَشْوِيًّا وَأَمَرَ أَصْحَابَهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ بِالْأَكْلِ مِنْهُ } ، وَلِأَنَّهُ لَيْسَ مِنَ السِّبَاعِ وَلَا مِنْ أَكَلَةِ الْجِيَفِ فَأَشْبَهَ الظَّبْيَ]

ترجمہ: فرمایا کہ خرگوش کو کھانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ جب نبی کریم ﷺ کو بھنا ہوا خرگوش ہدیہ کیا گیا تھا تو آپ ﷺ نے اس میں سے تناول فرمایا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس سے کھانے کا حکم فرمایا تھا اور خرگوش نہ تو درندوں میں سے ہے اور نہ ہی گندگی کھانے والے جانوروں میں سے ہے پس یہ ہرن کے مشابہ ہو جائے گا

(فتح القدیر لابن الہمام: جز 22/68)

فقہ مالکی:

[أكل الأرنب ولا بأس عند مالك]

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خرگوش کے کھانے میں کوئی حرج نہیں

(الکافی فی فقہ اہل المدینۃ: 1/437 مطبوعہ الریاض)

فقہ شافعی:

ابو اسحاق، ابراہیم بن علی بن یوسف الشیرازی رحمۃ اللہ علیہ الشافعی لکھتے ہیں:

[فصل ويحل أكل الأرنب لقوله تعالى { ويحل لهم الطيبات } والأرنب من الطيبات ولما روى جابر أن غلاما من قومه أصاب أرنبا فذبحها بمروة فسأل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن أكلها فأمره أن يأكلها]

ترجمہ: فصل، خرگوش کھانا حلال ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے [کہ وہ تمہارے لئے پاک چیزیں حلال فرماتا ہے] اور خرگوش طیبات میں سے ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے ایک قوم نے خرگوش پکڑا اور اس کو ذبح کیا پس رسول اللہ ﷺ سے اس کے کھانے بارے میں سوال کیا آپ ﷺ نے حکم فرمایا کہ کھاؤ

(المہذب فی فقہ الامام الشافعی: 1/247)

فقہ حنبلی:

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[قال سألت ابي عن الأرنب قال أرجو أن لا يكون به بأس]

ترجمہ: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے عبداللہ کہتے ہیں کہ میں اپنے باپ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے خرگوش کے بارے سوال کیا تو آپ نے فرمایا اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں

(مسائل احمد بن حنبل روایۃ ابنہ عبداللہ: ص 270 رقم 1005)

{احادیث مبارکہ سے خرگوش کے حلال ہونے کا ثبوت}

امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ سنن نسائی میں لکھتے ہیں:

(1) [أخبرنا إسماعيل بن مسعود قال حدثنا خالد عن شعبة عن هشام وهو بن زيد قال سمعت أنسا يقول: أنفجنا أرنبا بمر الظهران فأخذتها فجئت بها إلى أبي طلحة فذبحها فبعثني بفخذيها ووركيها إلى النبي صلى الله عليه وسلم فقبله قال الشيخ الألباني: صحيح]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مرالظہران نامی جگہ (جو مکہ سے ایک منزل پر ہے) ایک خرگوش کو بھگایا پھر اس کو پکڑ لیا اور اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کی رانیں اور سرین میرے ہاتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجیں تو آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا، البانی نے اسے صحیح کہا۔ (سنن نسائی: 7/ 197 رقم 4312)

(2) [حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الدُّورِيُّ، قَالَ: حَدَّثَنَا شَبَابَةُ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، يَقُولُ: أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا وَأَنْفَجَ الْقَوْمُ، فَسَعَوْا فِي أَثَرِهَا، فَأَدْرَكْتُهَا، فَجِئْتُ بِهَا إِلَى أَبِي طَلْحَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، فَبَعَثَ بِفَخِذَيْهَا وَوَرِكَيْهَا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم. فَقَبِلَهُ.]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں خرگوش کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کی رانیں اور سرین میرے ہاتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجیں تو آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا (مستخرج ابی عوانۃ: 8/ 441 رقم 6213)

(3) [حَدَّثَنَا سَعِيدُ بْنُ مَسْعُودٍ، قَالَ: أَنْبَأَ النَّضْرُ بْنُ شُمَيْلٍ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا وَنَحْنُ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ، فَسَعَوْا عَلَيْهَا حَتَّى لَغِبُوا، فَسَعَيْتُ حَتَّى أَدْرَكْتُهَا، فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ، فَذَبَحَهَا، فَبَعَثَ بِوَرِكِهَا، أَوْ فَخِذِهَا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَأَتَيْتُ بِهَا أَنَا رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم، فَقَبِلَهَا، حَدَّثَنَا أَبُو قِلَابَةَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، قَالَ: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، بِإِسْنَادِهِ، فَبَعَثَ بِفَخِذِهَا وَوَرِكَيْهَا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم، فَقَبِلَهُ، رَوَاهُ غُنْدَرٌ مِثْلَ رِوَايَةِ النَّضْرِ، وَقَالَ: بِفَخِذَيْهَا، وَرَوَاهُ يَحْيَى الْقَطَّانُ، عَنْ شُعْبَةَ، فَقَالَ: بِوَرِكِهَا، أَوْ فَخِذِهَا.]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مرالظہران نامی جگہ ایک خرگوش کو بھگایا پھر اس کو پکڑ لیا اور اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کی رانیں اور سرین میرے ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا۔ ابوالولید، شعبہ کی سند سے بھی یہی روایت ہے اور یحییٰ القطان عن شعبہ کی سند سے بھی یہ روایت ہے (مستخرج ابی عوانہ: 8/442 رقم 6215)

(4)[حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَعَبْدُ الرَّحْمَنِ بْنُ مَهْدِيٍّ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: مَرَرْنَا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ، فَأَنْفَجْنَا أَرْنَبًا، فَسَعَوْا عَلَيْهَا، فَلَغِبُوا، فَسَعَيْتُ، حَتَّى أَدْرَكْتُهَا، فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ، فَذَبَحَهَا، فَبَعَثَ بِعَجُزِهَا، وَوَرِكِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَبِلَهَا.]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مرالظہران نامی جگہ میں نے ایک خرگوش کو بھگایا پھر اس کو پکڑ لیا اور اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کی رانیں اور سرین میرے ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا

(سنن ابن ماجہ: 4/390 رقم 3243)

(5)[حَدَّثَنَا أَبُو بَكْرِ بْنُ أَبِي شَيْبَةَ، حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، أَخْبَرَنَا دَاوُدُ بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ، أَنَّهُ مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِأَرْنَبَيْنِ، مُعَلِّقُهُمَا، فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ، إِنِّي أَصَبْتُ هَذَيْنِ الْأَرْنَبَيْنِ، فَلَمْ أَجِدْ حَدِيدَةً

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

أَذْ كِّيهِمَا بِهَا، فَذَكَّيْتُهُمَا بِمَرْوَةٍ، أَفَآكُلُ قَالَ: كُلْ.]

ترجمہ: حضرت محمد بن صفوان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے پاس سے دو خرگوش لٹکائے ہوئے گزرے تو میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں نے یہ دو خرگوش پکڑے ہیں مجھے لوہے کی کوئی چیز نہ ملی کہ ذبح کروں تو میں نے سفید تیز دھار پتھر سے ان کو ذبح کیا، کیا میں اسے کھالوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کھالو۔

(سنن ابن ماجہ:4/390 رقم 3244)

(6)[حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنَّى حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ مَرَرْنَا فَاسْتَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَسَعَوْا عَلَيْهِ فَلَغَبُوا. قَالَ فَسَعَيْتُ حَتَّى أَدْرَكْتُهَا فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا فَبَعَثَ بِوَرِكِهَا وَفَخِذَيْهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَأَتَيْتُ بِهَا رَسُولَ اللهِ صلى الله عليه وسلم فَقَبِلَهُ.]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مرالظہران نامی جگہ ایک خرگوش کو بھگایا پھر اس کو پکڑ لیا اور میں اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کی رانیں اور سرین میرے ہاتھ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجیں تو آپ ﷺ نے اسے قبول فرمایا

(صحیح مسلم:6/71 رقم 5160)

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح صحیح مسلم میں خرگوش والی حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں:

[وَأَكْل الْأَرْنَب حَلَال عِنْد مَالِك وَأَبِي حَنِيفَة وَالشَّافِعِيّ وَأَحْمَد وَالْعُلَمَاء كَافَّة، إِلَّا مَا حُكِيَ عَنْ عَبْد اللَّه بْن عَمْرو بْن الْعَاص وَابْن أَبِي لَيْلَى أَنَّهُمَا كَرِهَاهَا. دَلِيل الْجُمْهُور هٰذَا الْحَدِيث مَعَ أَحَادِيث مِثْله، وَلَمْ يَثْبُت فِي النَّهْي عَنْهَا شَيْء.]

ترجمہ: امام مالک اور امام ابوحنیفہ اور امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ ان تمام کے نزدیک خرگوش کا کھانا حلال ہے، عبداللہ بن عمرو بن العاص اور ابن ابی لیلیٰ کے نزدیک مکروہ ہے، جمہور کی دلیل یہ حدیث ہے اور اس کے ساتھ اس جیسی دوسری احادیث ہیں اور اس کی ممانعت میں کوئی شے ثابت نہیں

(شرح مسلم للنووی:6/442 تحت رقم 3611)

(7)[حَدَّثَنَا مَحْمُودُ بْنُ غَيْلَانَ، قَالَ: حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامٍ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

بْنِ زَيْدِ بْنِ أَنَسٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسًا يَقُولُ: أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ، فَسَعَى أَصْحَابُ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَلْفَهَا، فَأَدْرَكْتُهَا فَأَخَذْتُهَا، فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا بِمَرْوَةٍ، فَبَعَثَ مَعِي بِفَخِذِهَا أَوْ بِوَرِكِهَا إِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَأَكَلَهُ. قَالَ: قُلْتُ: أَكَلَهُ؟ قَالَ: قَبِلَهُ. وَفِي البَابِ عَنْ جَابِرٍ، وَعَمَّارٍ، وَمُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ، وَيُقَالُ: مُحَمَّدُ بْنُ صَيْفِيٍّ، هٰذَا حَدِيثٌ حَسَنٌ صَحِيحٌ وَالعَمَلُ عَلَى هٰذَا عِنْدَ أَكْثَرِ أَهْلِ العِلْمِ: لَا يَرَوْنَ بِأَكْلِ الأَرْنَبِ بَأْسًا]

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے مر الظہران نامی جگہ میں ایک خرگوش کو بھگایا اور دیگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام نے بھی پیچھا کیا میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کی رانیں اور سرین میرے ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں تو پس آپ نے اس میں سے کھایا میں (راوی ہشام) نے پوچھا کیا اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھایا تو میں (حضرت انس رضی اللہ عنہ) نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا (سنن ترمذی:3/303 رقم 1789)

(8)[حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ طَلْحَةَ بْنِ يَحْيَى، عَنْ مُوسَى بْنِ طَلْحَةَ؛ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ عُمَرَ عَنِ الأَرْنَبِ؟ فَقَالَ عُمَرُ: لَوْلَا أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أَزِيدَ فِي الْحَدِيثِ، أَوْ أَنْقُصَ مِنْهُ، وَسَأُرْسِلُ لَكَ إِلَى رَجُلٍ، فَأَرْسَلَ إِلَى عَمَّارٍ فَجَاءَ، فَقَالَ: كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَنَزَلْنَا فِي مَوْضِعِ كَذَا وَكَذَا، قَالَ: فَأَهْدَى إِلَيْهِ رَجُلٌ مِنَ الأَعْرَابِ أَرْنَبًا فَأَكَلْنَاهَا، فَقَالَ الأَعْرَابِيُّ: إِنِّي رَأَيْتُ دَمًا، فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: لَا بَأْسَ.]

ترجمہ: حضرت موسیٰ بن طلحہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے سوال کیا

(مصنف ابن ابی شیبہ:8/59 رقم 24760)

(9)24761[حَدَّثَنَا وَكِيعٌ، عَنْ هَمَّامٍ، عَنْ قَتَادَةَ، عَنْ سَعِيدِ بْنِ الْمُسَيَّبِ، عَنْ سَعْدٍ؛ أَنَّهُ أَكَلَهَا، قَالَ: فَقُلْتُ لِسَعِيدٍ: مَا تَقُولُ فِيهَا؟ قَالَ: كُنْتُ آكُلُهَا.]

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب رحمۃ اللہ علیہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ پس (خرگوش) کھایا جائے گا حضرت سعید بن المسیب فرماتے ہیں میں کہتا ہوں اس میں سے فرمایا ہاں اس میں سے کھایا جائے گا۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(10)24762- حَدَّثَنَا الْفَضْلُ بْنُ دُكَيْنٍ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ مُسْلِمٍ، عَنْ إِبْرَاهِيمَ بْنِ مَيْسَرَةَ، عَنْ عُبَيْدِ بْنِ سَعْدٍ؛ أَنَّ بِلاَلاً رَمَى أَرْنَبًا بِعَصى، فَكَسَرَ قَوَائِمَهَا، فَذَبَحَهَا فَأَكَلَهَا۔

ترجمہ: عبید بن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے خرگوش کو ذبح کیا اور اس کو کھایا

(مصنف ابن ابی شیبہ: 8/59)

(11)24763- حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ، عَنْ هِشَامٍ، عَنِ الْحَسَنِ، قَالَ: كَانَ لاَ يَرَى بِأَكْلِ الأَرْنَبِ بَأْسًا.

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خرگوش کے گوشت کے کھانے میں کوئی حرج نہیں

(12)24764- حَدَّثَنَا أَبُو دَاوُدَ، عَنْ زَمْعَةَ، عَنِ ابْنِ طَاوُوسٍ، عَنْ أَبِيهِ، قَالَ: الأَرْنَبُ حَلاَلٌ.

ترجمہ: حضرت ابن طاوس رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ خرگوش حلال ہے

(13)24765- حَدَّثَنَا زَيْدُ بْنُ الْحُبَابِ، عَنْ أَبِي الْوَسِيمِ، قَالَ: سَأَلْتُ حَسَنَ بْنَ حَسَنِ بْنِ عَلِيٍّ عَنِ الأَرْنَبِ؟ فَقَالَ: أَعَافُهَا، وَلاَ أُحَرِّمُهَا عَلَى الْمُسْلِمِينَ.

ترجمہ: حضرت حسن بن حسن بن علی رحمۃ اللہ علیہ سے خرگوش کے بارے پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس میں عافیت ہے اور مسلمان اس کو حرام نہیں جانتے۔

(14)24766- حَدَّثَنَا أَبُو الأَحْوَصِ، عَنْ عَاصِمٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَيْفِي، قَالَ: أَتَيْتُ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم بِأَرْنَبَيْنِ قَدْ ذَبَحْتُهُمَا بِمَرْوَةٍ، فَأَمَرَنِي بِأَكْلِهِمَا.

ترجمہ: محمد بن صیفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں دو خرگوش پکڑے اور ان کو ذبح کیا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے کا حکم فرمایا

(15)24767- حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ، قَالَ: أَخْبَرَنَا دَاوُد بْنُ أَبِي هِنْدٍ، عَنِ الشَّعْبِيِّ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ صَفْوَانَ، عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم؛ مِثْلَ حَدِيثِ أَبِي الأَحْوَصِ.

ترجمہ: محمد بن صفوان رضی اللہ عنہ نے ابو الاحوص کی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(مصنف ابن ابی شیبہ:8/60رقم 24760تا 24767)

(16)(13430)13464-حَدَّثَنَا عَلِيٌّ، حَدَّثَنَا عُبَيْدُ اللهِ بْنُ أَبِي بَكْرٍ، قَالَ: سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يَقُولُ: ثَارَتْ أَرْنَبٌ فَتَبِعَهَا النَّاسُ، فَكُنْتُ فِي أَوَّلِ مَنْ سَبَقَ إِلَيْهَا فَأَخَذْتُهَا، فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ قَالَ: فَأَمَرَ بِهَا فَذُبِحَتْ، ثُمَّ شُوِيَتْ قَالَ: ثُمَّ أَخَذَ عَجُزَهَا فَقَالَ: ائْتِ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: فَأَتَيْتُهُ بِهِ قَالَ: قُلْتُ: إِنَّ أَبَا طَلْحَةَ أَرْسَلَ إِلَيْكَ بِعَجُزِ هٰذِهِ الْأَرْنَبِ قَالَ: فَقَبِلَهُ مِنِّي.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ لوگوں ایک خرگوش کو بھگایا میں نے اس کو پکڑ لیا اور میں اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کا کچھ حصہ میرے ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا (مسند احمد:3/232رقم 13464)

(17)(12747)12777-حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ جَعْفَرٍ، وَحَجَّاجٌ، قَالَا: حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ: مَرَرْنَا فَأَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ، فَسَعَوْا عَلَيْهَا فَلَغَبُوا، فَسَعَيْتُ حَتَّى أَدْرَكْتُهَا، فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ، فَذَبَحَهَا، فَبَعَثَ بِوَرِكِهَا، أَوْ فَخِذِهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَبِلَهُ. قَالَ حَجَّاجٌ: قُلْتُ لِشُعْبَةَ: فَقُلْتُ: أَكَلَهُ؟ قَالَ: نَعَمْ، أَكَلَهُ. قَالَ: لِي بَعْدُ قَبِلَهُ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے مرالظہران نامی جگہ میں ایک خرگوش کو بھگایا اور میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کی رانیں اور سرین میرے ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں تو پس آپ نے قبول فرمایا حجاج کہتے ہیں کہ شعبہ کہتے ہیں کہ کیا اس میں سے کھایا فرمایا ہاں اس میں سے کھایا اور فرمایا اس کو قبول فرمایا

(مسند احمد:3/171رقم 12777)

(18)5535-حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسٍ، رَضِيَ اللهُ عَنْهُ، قَالَ: أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا وَنَحْنُ بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَسَعَى الْقَوْمُ فَلَغِبُوا فَأَخَذْتُهَا فَجِئْتُ بِهَا إِلَى أَبِي طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا فَبَعَثَ بِوَرِكَيْهَا، أَوْ قَالَ بِفَخِذَيْهَا إِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

وسلم فقبلها.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے مرالظہران نامی جگہ میں ایک خرگوش کو بھگایا اور میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کی رانیں اور سرین میرے ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں تو پس آپ نے قبول فرمایا

(صحیح بخاری:7/125رقم5535)

(19)3793- حدثنا موسى بن إسماعيل حدثنا حماد عن هشام بن زيد عن أنس بن مالك قال كنت غلاما حزورا فصدت أرنبا فشويتها فبعث معي أبو طلحة بعجزها إلى النبي صلى الله عليه وسلم فأتيته بها فقبلها.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ میں ایک طاقتور لڑکا تھا لہٰذا میں نے ایک نر خرگوش پکڑا اور اسے بھونا پس ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے اس کا پچھلا حصہ میرے ہاتھ اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجا پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قبول فرمایا (سنن ابو داؤد:3/414رقم3793)

(20)3243-حدثنا محمد بن بشار، حدثنا محمد بن جعفر، وعبد الرحمن بن مهدي، قالا: حدثنا شعبة، عن هشام بن زيد، عن أنس بن مالك، قال: مررنا بمر الظهران، فأنفجنا أرنبا، فسعوا عليها، فلغبوا، فسعيت، حتى أدركتها، فأتيت بها أبا طلحة، فذبحها، فبعث بعجزها، وبوركيها إلى النبي صلى الله عليه وسلم، فقبلها.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے مرالظہران نامی جگہ میں ایک خرگوش کو بھگایا اور میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کی رانیں اور سرین میرے ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں تو پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرمایا

(سنن ابن ماجہ:4/390رقم3243)

(21)19874-أخبرنا أبو الحسن: علي بن أحمد بن عبدان أخبرنا أحمد بن عبيد حدثنا إبراهيم بن عبد الله أبو مسلم حدثنا سليمان بن حرب حدثنا شعبة عن هشام بن زيد بن أنس عن أنس رضي الله عنه قال: أنفجنا أرنبا بمر الظهران فسعى

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الْقَوْمُ فَلَغِبُوا فَأَدْرَكْتُهَا فَأَخَذْتُهَا فَذَهَبْتُ بِهَا إِلَى أَبِي طَلْحَةَ فَذَبَحَهَا وَبَعَثَ مِنْهَا إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِوَرِكِهَا وَفَخِذِهَا قَالَ فَخِذَهَا لَا أَشُكُّ فِيهِ فَقَبِلَهُ قُلْتُ: وَأَكَلَ مِنْهُ؟ قَالَ: أَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ قَبِلَهُ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے مرالظہران نامی جگہ میں ایک خرگوش کو بھگایا اور میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کو حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کی رانیں اور سرین میرے ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں تو پس آپ نے قبول فرمایا اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے اس کو قبول فرمایا میں نے پوچھا کہ کیا اس میں سے کھایا فرمایا ہاں اس میں سے کھایا اور فرمایا اس کو قبول فرمایا (سنن الکبریٰ للبیہقی:9/320رقم 19874)

(22)19880- وَأَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ حَدَّثَنَا عَبَّاسٌ الدُّورِيُّ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ أَخْبَرَنَا سُفْيَانُ عَنْ جَابِرٍ عَنِ الشَّعْبِيِّ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ قَالَ: جَاءَ غُلَامٌ مِنْ بَنِي هَاشِمٍ بِأَرْنَبٍ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم يَتُلُّهَا فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنِّي دَخَلْتُ أُحُدًا فَاصْطَدْتُ هٰذِهِ الْأَرْنَبَ فَلَمْ أَجِدْ مَا أَذْبَحُهَا بِهِ فَذَكَّيْتُهَا بِمَرْوَةٍ قَالَ: » كُلْهَا ترجمہ: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ بنی ہاشم کا ایک آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے ایک خرگوش کو پکڑا اور اس کو ذبح کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو کھاؤ (سنن الکبریٰ للبیہقی:9/321رقم 19880)

(23)19881- أَخْبَرَنَا أَبُو عَبْدِ اللهِ الْحَافِظُ وَأَبُو بَكْرٍ: أَحْمَدُ بْنُ الْحَسَنِ الْقَاضِي قَالَا حَدَّثَنَا أَبُو الْعَبَّاسِ: مُحَمَّدُ بْنُ يَعْقُوبَ حَدَّثَنَا الْحَسَنُ بْنُ عَلِيِّ بْنِ عَفَّانَ الْعَامِرِيُّ حَدَّثَنَا أَبُو يَحْيَى الْحِمَّانِيُّ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ حَدَّثَنِي مُوسَى بْنُ طَلْحَةَ عَنِ ابْنِ الْحَوْتَكِيَّةِ قَالَ: سُئِلَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ عَنِ الْأَرْنَبِ فَقَالَ: لَوْلَا أَنِّي أَكْرَهُ أَنْ أَزِيدَ فِي هٰذَا الْحَدِيثِ أَوْ أَنْقُصَ مِنْهُ لَحَدَّثْتُكُمْ بِهِ وَلَكِنْ سَأُرْسِلُ إِلَى مَنْ شَهِدَ ذٰلِكَ فَأَرْسَلَ إِلَى عَمَّارِ بْنِ يَاسِرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ فَقَالَ لَهُ: حَدِّثْ هٰؤُلَاءِ حَدِيثَ الْأَرْنَبِ. فَقَالَ عَمَّارٌ: أَهْدَى أَعْرَابِيٌّ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَرْنَبًا مَشْوِيَّةً وَأَمَرَنَا بِأَكْلِهَا وَلَمْ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

يَأْكُلْ وَاعْتَزَلَ رَجُلٌ فَلَمْ يَأْكُلْ فَقَالَ لَهُ: مَا لَكَ؟ فَقَالَ: إِنِّي صَائِمٌ فَقَالَ: » صَوْمُ مَاذَا؟ «. فَقَالَ: صَوْمُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ مِنْ كُلِّ شَهْرٍ قَالَ فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: » أَفَلَا جَعَلْتَهُنَّ الْبِيضَ «. فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ: إِنِّي رَأَيْتُ بِهَا دَمًا فَقَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم: {لَيْسَ بِشَيْءٍ}.

ترجمہ: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے خرگوش کے بارے پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا میرے نزدیک مکروہ ہے اس حدیث میں یہ زیادہ الفاظ ہیں پس عمار بن یاسر سے یہی سوال ہوا تو انہوں نے یہ بیان فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی بھنا ہوا خرگوش ہدیہ لایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو کھانے کا حکم فرمایا تو اس نے نہیں کھایا پوچھا کیوں نہیں کھاتے ہو تو کہنے لگا کہ میں روزے سے ہوں فرمایا کیسا روزہ؟ کہنے لگا کہ مہینے میں تین روزے رکھتا ہوں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بیض (چاند کی 13،14،15 تاریخ) کے روزے رکھا کر، اعرابی کہنے لگا میں نے دیکھا ہے کہ اس کو خون آتا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کوئی شیء نہیں

(سنن الکبریٰ للبیہقی: 9/321 رقم 19881)

(24) 2801- أَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ بْنُ أَحْمَدَ الْمَلِيحِيُّ، أَخْبَرَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ النُّعَيْمِيُّ، أَخْبَرَنَا مُحَمَّدُ بْنُ يُوسُفَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ إِسْمَاعِيلَ، حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، حَدَّثَنَا شُعْبَةُ، عَنْ هِشَامِ بْنِ زَيْدٍ، عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ، قَالَ: أَنْفَجْنَا أَرْنَبًا بِمَرِّ الظَّهْرَانِ فَسَعَى النَّاسُ، فَلَغَبُوا، فَأَدْرَكْتُهَا، فَأَخَذْتُهَا، فَأَتَيْتُ بِهَا أَبَا طَلْحَةَ، فَذَبَحَهَا، وَبَعَثَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم بِوَرِكِهَا، أَوْ فَخِذَيْهَا، قَالَ: فَخِذَيْهَا لَا شَكَّ فِيهِ، فَقَبِلَهُ قُلْتُ: وَأَكَلَ مِنْهُ؟ ثُمَّ قَالَ بَعْدُ: قَبِلَهُ. هٰذَا حَدِيثٌ مُتَّفَقٌ عَلَى صِحَّتِهِ، أَخْرَجَهُ مُسْلِمٌ، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُثَنَّى، عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ جَعْفَرٍ، عَنْ شُعْبَةَ.

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے مرالظہران نامی جگہ میں ایک خرگوش کو بھگایا اور میں نے اس کو پکڑ لیا اور اس کو حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے پاس لایا تو انہوں نے اس کو ذبح کیا اور اس کی رانیں اور سرین میرے ہاتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجیں تو پس آپ نے قبول فرمایا اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے اس کو قبول فرمایا میں نے پوچھا کہ کیا اس میں سے کھایا فرمایا ہاں اس میں سے کھایا

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

اور بعد میں کہا کہ اس کو قبول فرمایا اس حدیث کی صحت پر اتفاق ہے امام مسلم نے عن محمد بن المثنی عن محمد بن جعفر عن شعبہ کی سند سے اس کی تخریج کی (شرح السنہ للبغوی:11/242رقم 2801)

(25)4788- حَدَّثَنَا أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللهِ بْنِ مُحَمَّدٍ النَّحَّاسُ، حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ دَاوُدَ، حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الْعَزِيزِ الرَّمْلِيُّ، حَدَّثَنَا الشَّيْبَانِيُّ عَبْدُ اللهِ بْنُ يَزِيدَ بْنِ الصَّلْتِ عَنْ يَزِيدَ بْنِ عِيَاضٍ عَنْ عَبْدِ الْمَجِيدِ بْنِ سُهَيْلِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ عَوْفٍ عَنْ عِكْرِمَةَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ أُهْدِيَ إِلَى رَسُولِ اللهِ صلى الله عليه وسلم أَرْنَبٌ وَأَنَا نَائِمَةٌ فَخَبَأَ لِي مِنْهَا الْعَجُزَ فَلَمَّا قُمْتُ أَطْعَمَنِي۔ (سنن دارقطنی:5/524رقم 4788)

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں خرگوش کا ہدیہ آیا میں سوئی ہوئی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے لئے اس کا پچھلا حصہ رکھا جب میں نیند سے بیدار ہوئی تو میں اسے کھایا

(26)8692- عبد الرزاق عن معمر عن عاصم عن الشعبي أن صفوان بن فلان أو فلان بن صفوان اصطاد ارنبين فسأل النبي صلى الله عليه و سلم فأمره بأكلهما وقال معمر وأما جابر فحدثني عن الشعبي قال سأل جابر بن عبد الله النبي صلى الله عليه وسلم عن الأرنب فأمره بأكلها۔

ترجمہ: عبدالرزاق نے اپنی سند سے روایت کیا کہ خرگوس کھانے کے بارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے کا حکم فرمایا اور حضرت جابر بن عبداللہ سے رضی اللہ عنہ روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے کھانے کا حکم فرمایا (مصنف عبدالرزاق:4/516رقم 8692)

(27)8697- عبد الرزاق عن محمد بن مسلم عن إبراهيم بن ميسرة عن عبيد بن سعد قال رمى بلال أرنبا بعصا فكسر قوائمها ثم ذبحها فأكلها

ترجمہ: عبید بن سعد فرماتے ہیں کہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے خرگوش کو ذبح کیا اور اس کو کھایا

(مصنف عبدالرزاق:4/517رقم 8697)

(28)8698- عبد الرزاق عن الأسلمي عن عبد الحميد بن سهيل عن عكرمة عن بن عباس قال سألت عائشة هل رأيت رسول الله صلى الله عليه و سلم يأكل

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الأرنب فقالت ما رأيته يأكلها غير أنها قد أهديت لنا وأنا نائمة فرفع لي منها العجز فلما استيقظت أعطانيه فأكلته

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عباس نے حضرت عائشہ سے سوال کیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے خرگوش کا گوشت کھایا تو حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ خرگوش کا ہدیہ آپ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو میں اس وقت سوئی ہوئی تھی پس جب میں نیند سے بیدار ہوئی تو مجھے اس کا پچھلا حصہ دیا گیا تو میں نے اسے کھایا

(مصنف عبدالرزاق:4/518رقم8698)

{کراہیت کی روایات اوران کے جوابات}

خرگوش کی کراہیت پر تین ضعیف روایات ہیں جن کے جوابات ملاحظہ فرمائیے

(1) نسائی کی ایک روایت (حدیث نمبر 2429) میں ہے کہ ایک اعرابی بھنا ہوا خرگوش لایا اور حضور ﷺ کے سامنے رکھا تو آپ ﷺ نے ہاتھ روک لیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کھانے کا حکم دیا

جواب: یہ روایت ضعیف ہے البانی نے اس کو ضعیف کہا ہے، اس کے علاوہ اس میں ممانعت کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ اگر خرگوش کا گوشت منع ہوتا تو نبی ﷺ صحابہ کرام کو کھانے کو کیوں کہتے لہذا اس سے ممانعت کا استدلال درست نہیں جبکہ احادیث صحیحہ سے اس کا حلال ہونا ثابت ہے

(2) ابن ماجہ حدیث نمبر 3245 میں حضرت خزیمہ بن جزء رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے خرگوش کے بارے پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا [**لا آكُلُهُ، وَلا أُحَرِّمُهُ**] میں نہ تو اس کو کھاتا ہوں اور نہ اس کو حرام قرار دیتا ہوں، حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جب آپ ﷺ اس کو حرام قرار نہیں دیتے تو میں اس کو کھاؤں گا، پھر حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ! آپ ﷺ اس کو کیوں نہیں کھاتے، تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ مجھے بتایا گیا ہے کہ اس کو خون آتا ہے

جواب: اس روایت کی سند ایک راوی عبدالکریم بن ابی المخارق سخت ضعیف ہے اس کو امام نسائی نے [الضعفاء والمتروکین: رقم 401] کے تحت متروک الحدیث لکھا اس کے علاوہ یحییٰ بن معین نے [تاریخ: 3/ 178] امام احمد بن حنبل نے [علل: 1/ 15] امام بخاری نے [تاریخ

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

الکبیر:3/89]البسوی نے[المعرفۃ والتاریخ:3/45]العقیلی نے[الضعفاء الکبیر: رقم 1027]ابن ابی حاتم نے [الجرح والتعدیل: 3/ 59]ابن حبان نے [المجروحین: 2/ 122]ابن عدی [الکامل الضعفاء: 5/ 1976]امام ذہبی نے [المیزان الاعتدال: 2/ 446]دارقطنی نے [الضعفاء والمتروکین: رقم 361]اور ابن حجر نے[تہذیب التھذیب:6/ 378]میں ضعیف قرار دیا ہے لہٰذا یہ روایت ان صحیح روایات کا مقابلہ نہیں کرسکتی جن میں خرگوش کا حلال ہونا ثابت ہے، جب کہ اس میں بھی حرمت کی کوئی دلیل نہیں، اس میں زیادہ سے زیادہ طبعی کراہت کا بیان ہے جو کہ حرمت کی دلیل نہیں

(3) سنن ابوداؤد رقم 3794 میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ تھا کہ ایک خرگوش شکار کرکے آپ ﷺ کے پاس لایا گیا تو حضور ﷺ نے نہ اس کو کھایا اور نہ اس سے منع فرمایا فرمایا اس کو حیض آتا ہے

جواب: اس روایت میں ایک راوی محمد بن خالد مستور یعنی مجہول ہے، پھر اس روایت میں بھی حرمت کی کوئی دلیل نہیں یہ استدلال درست نہیں، حیض آنا کوئی حرمت کی دلیل نہیں ورنہ اونٹنی کو بھی حیض آتا تو کیا اس کا گوشت کھانا بھی ناجائز ہے

خلاصہ کلام:

خلاصہ کلام یہ ہے کہ احادیث مطہرہ میں خرگوش کا حلال ہونا واضح ہے اور اس کے ساتھ ساتھ چاروں ائمہ مجتہدین کے ہاں اس کا کھانا حلال ہے امت کا اسی پر عمل ہے امت میں سوائے رافضیوں کے کوئی بھی اس کی حرمت کا قائل نہیں لہٰذا اس کا گوشت کھانا حلال ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس تحریر کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس پر ہم سب کو عمل کی توفیق عطاء فرمائے اور حق واضح ہوجانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے

وماتوفیقی الاباللہ العلی العظیم

04ربیع الثانی 1437ھ، مورخہ 15 جنوری 2016ء بروز جمعہ 8 بجے رات

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

مقالہ نمبر (۴۱)

مروجہ آٹھ رکعات تراویح بدعت ہیں

نحمدہٗ ونصلی ونسلم علی رسولہ الکریم امابعد:

امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ حضور ﷺ کے صدقے میں اس امت کی بخشش کا سامان وافر مقدار میں فراہم کیا ہے اور حضور ﷺ کے چاہنے والوں نے ہر دور میں حضور ﷺ کی سنت کو محفوظ رکھا مگر دوسری طرف باطل قوتوں نے ہمیشہ سے ایمان والوں کی بربادی کا سامان کیا اور سنت کو مٹانے کی ہر قسم کی سعی کی کبھی حق کے ساتھ باطل کو ملا کر پیش کیا تو کبھی حق کو چھپایا یعنی ہر طرح سے باطل نے ایمان والوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالا حتی کہ جو عمل بدعت تھا سنت کو ختم کرنے والا تھا اسی کے اوپر ملمع کر کے سنت کے نام سے پیش کیا انھی باطل پرستوں میں اس دور کے مرکزی کردار ادا کرنے والوں میں غیر مقلدین کے سبھی گروہ پیش پیش ہیں رمضان المبارک کا مقدس مہینہ، رحمتوں اور برکتوں والا، بخشش اور درجات کی بلندی والا مہینہ جب بھی آتا ہے تو یہ باطل پرست گروہ مسلمانوں کو خراب کرنے کے لئے اپنی باطل مہم کو تیز کر دیتے ہیں

حضور ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

[فعليكم بسنتي وسنة خلفآء الراشدين المهديين،تمسكوا بها وعضوا عليها بالنواجذ،واياكم ومحدثات الامور،فان كل محدثة بدعة،وكل بدعة ضلالة،سنده]

ترجمہ: تم پر لازم ہے میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء راشدین کی سنت پر عمل کرو، اس کے ساتھ چمٹے رہو اور اسے مضبوطی سے پکڑے رکھو اور نئے نئے کاموں سے بچ کے رہنا ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے [یہ روایت بقول امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کے حسن صحیح ہے]

(۱) سنن الواردۃ فی الفتن للدانی: ۲/ ۳۷۳ رقم ۱۲۳ (۲) جامع ترمذی: ۵/ ۴۴ رقم ۲۶۷۶
(۳) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۱۰/ ۱۱۴ رقم ۲۰۸۳۵ (۴) المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۳/ ۱۶۸ رقم ۱۵۰۲۷
(۵) مسند احمد: ۴/ ۱۲۶ رقم ۱۷۱۸۲ (۶) سنن ابن ماجہ: ۱/ ۲۸ رقم ۴۲
(۷) السنۃ لابن ابی عاصم: ۱/ ۳۰ رقم ۵۹ (۸) السنۃ للمروزی: ۱/ ۲۷ رقم ۷۰
(۹) سنن الدارمی: ۱/ ۵۷ رقم ۹۵ (۱۰) مسند الدارمی: ۱/ ۲۲۹ رقم ۹۶
(۱۱) المستدرک للحاکم ۱/ ۹۵ رقم ۳۲۹ (۱۲) جامع بیان العلم وفضلہ: ۲/ ۱۱۶۴ رقم ۲۳۰۵
(۱۳) الشریعۃ للآجری ۱/ ۹۸ رقم ۸۶ (۱۴) المنہج الصحیح: ۱/ ۵۷

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۵) نور السنۃ وظلمات البدعۃ: ۱/ ۲۶ رقم ۶ (۱۶) شرح النووی علی مسلم: ۶/ ۱۲۹ تحت حدیث ۳۲۲۰
(۱۷) ریاض الصالحین: ۱/ ۱۲۸ (۱۸) ظلال الجنۃ: ۱/ ۲۴ رقم ۵۹

اس فرمان عالیشان سے یہ بات واضح ہوئی کہ حضور ﷺ کے طریقے کے ساتھ ساتھ خلفاء راشدین کا طریقہ بھی سنت ہے بدعت نہیں جبکہ غیر مقلدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کو بھی بدعت میں شمار کرتے ہیں اور اس کے مقابلے میں اپنے اجتہاد کو سنت کا درجہ دیتے ہیں حالانکہ غیر مقلدین خود حقیقی بدعتی ہیں

تراویح کے معاملے میں نبی ﷺ کی سنت کیا ہے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خصوصًا خلفاء راشدین کی سنت کیا ہے اور بدعت کہتے ہی اس کو ہیں جو نبی ﷺ یا صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت کے مخالف ہو تو نبی ﷺ اور صحابہ کرام علیہم الرضوان کی سنت کیا ہے؟ ملاحظہ فرمائیے

۱۔[حدثنا یزید بن ھارون، قال أخبرنا ابراھیم بن عثمان عن الحکم، عن مقسم عن ابن عباس أن رسول اللہ ﷺ کان یصلی فی رمضان عشرین رکعۃ والوتر]

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رمضان المبارک میں بیس رکعات (تراویح) اور وتر پڑھتے تھے

(۱) مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/ ۳۹۴ رقم ۷۷۷۴ (۲) المنتخب من مسند عبد بن حمید: ۱/ ۲۱۸ رقم ۶۵۳
(۳) المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۰/ ۸۶ رقم ۱۱۹۳۴ (۴) سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/ ۴۹۶ رقم ۴۷۹۹
(۵) مجمع الزوائد ومنبع الفوائد: ۳/ ۲۲۴ رقم ۵۰۱۸ (۶) المطالب العالیۃ: ۴/ ۴۲۵ رقم ۵۹۸
(۷) شرح صحیح بخاری لابن بطال: ۳/ ۱۴۱ (۸) التمہید لابن عبد البر: ۸/ ۱۱۵
(۹) الاستذکار لابن عبد البر: ۲/ ۵۴ (۱۰) شرح الزرقانی علی موطا امام مالک: ۱/ ۳۵۱
(۱۱) سبل السلام: ۲/ ۱۰ (۱۲) تہذیب الکمال: ۲/ ۱۴۹
(۱۳) الفتاوی الفقہیۃ الکبریٰ ابن حجر الہیتمی: ۱/ ۱۹۴ (۱۴) الحاوی للفتاوی لسیوطی: ۱۱/ ۳۳۴
(۱۵) المعجم الاوسط للطبرانی: ۵/ ۳۲۴ رقم ۵۴۴۰

اعتراض: اس کی سند میں ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ ضعیف ہے

جواب: ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان اگرچہ مجروح ہے مگر ان کو بالکل رد کرنا یا اس روایت کو موضوع قرار دینا درست نہیں کیونکہ ائمہ رجال نے ان کی توثیق بھی کی ہے

(۱)۔امام بن شعبہ بن الحجاج جن کی جرح پر ابوشیبہ کو ضعیف قرار دیا ہے وہ خود ابوشیبہ سے روایت کرتے ہیں دیکھئے تہذیب الکمال: ۲/ ۱۴۹ ترجمہ ابراہیم بن عثمان رقم ۲۱۲، تہذیب التہذیب ابن حجر عسقلانی

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

:۱/۲۶ارقم ۲۵۷اور غیر مقلدین کے ہاں یہ مسلمہ قاعدہ ہے کہ امام شعبہ صرف اسی راوی سے روایت لیتے ہیں جو ثقہ ہو اور اس کی حدیث صحیح ہوں دیکھئے نیل الاوطار: ۱/۱۶، ابکار المنن ص ۱۴۷، ۱۵۰

(۲)۔امام ابن عدی ابوشیبہ کے بارے میں لکھتے ہیں [**له أحاديث صالحة**] ان کی احادیث صالح ہیں

(تہذیب الکمال: ۲/۱۵۱)

(۳)۔یزید بن ہارون جو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے استاذ الاستاذ ہیں ابوشیبہ کے بڑے مداح تھے فرماتے ہیں

[**ما قطى على الناس رجل يعني في زمانه اعدل في قضاء منه**]

ترجمہ: ابراہیم بن عثمان سے بڑھ کر اپنے زمانے میں کوئی قاضی عادل نہیں ہوا

(تہذیب الکمال: ۲/۱۵۱)

(۴)۔امام ابن عدی ہی لکھتے ہیں

[**وهو وان نسبوه الى الضعف خير من ابراهيم بن ابي حية**]

ترجمہ: لوگوں نے اگرچہ ابوشیبہ کو ضعف کی طرف منسوب کیا ہے لیکن وہ ابراہیم بن حیۃ سے بہتر ہیں

(تہذیب الکمال: ۲/۱۵۱)

اور ابراہیم بن حیۃ کے بارے میں امام یحییٰ بن معین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''**شیخ ثقة کبیر**''

(لسان المیزان ۱/۷۲ رقم ۱۱۶، ترجمہ ابراہیم بن حیۃ)

(۵)۔تواتر عملی بھی اس روایت کا ساتھ دیتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک مسلمان اسی روایت پر عمل کرتے آرہے ہیں تفصیل کے لئے آئندہ صفحات ملاحظہ فرمائیے لہٰذا یہ روایت قابل عمل اور قابل حجت ہے

جہاں تک ان پر جرح کا تعلق ہے وہ تمام جرحیں غیر مفسر ہیں سوائے امام شعبہ کے، اور امام شعبہ خود ان سے روایت کرتے ہیں لہٰذا باقی لوگوں کی جرحیں غیر مفسر ہو کر غیر مقبول ہوئیں اور امام شعبہ نے ان سے روایت لے کر خود ان کی تعدیل فرمائی لہٰذا ان کی جرح بھی ختم ہوئی

۲۔[**عن جابر بن عبد الله رضى الله عنه خرج النبى صلی اللہ علیہ وسلم ذات ليلة فى رمضان فصلى الناس اربعة وعشرين ركعة واوتر بثلاثه**]

ترجمہ: حضرت جابر عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رمضان المبارک میں ایک رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم باہر تشریف لائے اور صحابہ کرام کو چوبیس رکعتیں (۴ عشاء کی اور ۲۰ تراویح) پڑھائیں اور تین رکعات وتر پڑھے]

(تاریخ جرجان ابوالقاسم حمزہ بن یوسف الجرجانی ۱/۳۱۶)

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳۔حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ امام رافعی رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں:

[انه ﷺ صلی بالناس عشرین رکعة لیلتین فلما کان فی اللیلة الثالثة اجتمع الناس فلم یخرج الیهم ثم قال من الغد خشیت ان تفرض علیهم فلا تطیقوها]

ترجمہ: نبی ﷺ نے صحابہ کرام کو (رمضان کی) دو راتوں میں بیس بیس رکعتیں (تراویح کی) پڑھائیں جب تیسری رات آئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پھر جمع ہوئے لیکن نبی ﷺ تشریف نہیں لائے پھر دوسرے دن فرمایا کہ مجھے یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں یہ نماز تم پر فرض نہ ہو جائے اور پھر تم اس کی طاقت نہ رکھو۔

(تلخیص الحبیر: ۲/ ۵۳ رقم ۵۴۰)

یہ تینوں روایتیں تلقی بالقبول سے مؤید ہونے کی وجہ سے صحیح ہیں

{خلفاء راشدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت}

(۱) **[حدثنا وکیع، عن مالك بن أنس، عن یحیی بن سعید أن عمر بن الخطاب أمر رجلا یصلی بهم عشرین رکعة]**

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن انصاری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) پڑھائے، یہ مرسل روایت ہے اور مرسل روایت عندالجمہور حجت ہے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/ ۳۹۳ رقم ۷۷۶۴)

(۲) **حدثنی عن مالك، عن یزید بن رومان، أنه قال کان الناس یقومون فی زمان عمر بن الخطاب فی رمضان، بثلاث وعشرین رکعة]**

ترجمہ: حضرت یزید بن رومان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لوگ (صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے زمانہ (خلافت) میں ماہ رمضان میں تیئیس رکعات (۲۰ تراویح، ۳ وتر) پڑھتے تھے یہ مرسل روایت ہے اور مرسل روایت عندالجمہور حجت ہے۔

(موطا امام مالک ص ۱۲۲، المغنی فی فقہ امام احمد: ۳/ ۳۸۹)

(۳) **[حدثنا حمید بن عبدالرحمن، عن حسن، عن عبدالعزیز بن رفیع، قال کان أبی بن کعب یصلی بالناس فی رمضان بالمدینة عشرین رکعة ویوتر بثلاث سنده صحیح]**

ترجمہ: حضرت عبدالعزیز بن رفیع (تابعی) رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (عہد فاروقی میں

)لوگوں کو مدینہ میں بیس رکعات (تراویح) اور تین وتر پڑھاتے تھے اس کی سند صحیح ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ:۲/۳۹۳رقم ۷۷۶۶)

(۴)[حدثنا شجاع بن مخلد حدثنا هیشم انا یونس بن عبید، عن الحسن أن عمر بن الخطاب جمع الناس علی أبی بن کعب فی قیام رمضان، فکان یصلی بهم عشرین رکعة سنده حسن]

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ (کی اقتداء) پر اکٹھا فرمایا تو وہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) پڑھاتے تھے اس کی سند حسن ہے۔

(۱)سنن ابوداؤد:۱/۲۰۳ طبع دہلی (۲)سیر أعلام النبلاء:۱/۳۵۰

(۳) جامع المسانید والسنن ابن کثیر:۱/۸۶رقم ۳۱ مطبوعہ مکہ مکرمہ

اسی طرح حضرت سائب بن یزید رحمۃ اللہ علیہ کی روایت میں بھی اسی طرح مذکور ہے دیکھئے [معرفۃ السنن والآثار للبیہقی:۲/۳۰۵رقم ۱۳۶۵، المغنی فی فقہ الامام احمد بن حنبل:۳/۸۸ ۳، سنن الکبریٰ للبیہقی:۲/۴۹۶رقم ۴۸۰۱]

{بیس رکعات تراویح حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہد میں}

۱۔[عن ابی عبد الرحمن السلمی عن علی رضی الله عنه قال: ودعا القراء فی رمضانفامر منهم رجلا یصلی بالناس عشرین رکعه قال: وکان علی رضی الله عنه یوتر بهم]

ترجمہ: حضرت ابوعبدالرحمن السلمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے رمضان المبارک میں قاریوں کو بلایا اور ان میں سے ایک کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعات (تراویح) پڑھائے اور ان کو وتر خود حضرت علی رضی اللہ عنہ پڑھاتے تھے۔ (سنن الکبریٰ للبیہقی:۲/۴۹۶رقم ۴۸۰۴)

۲۔[حدثنا وکیع عن حسن بن صالح عن عمرو ابن قیس عن ابی الحسناء أن علیاً أمر رجلا یصلی بهم فی رمضان عشرین رکعة]

ترجمہ: حضرت ابوالحسناء رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص (حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ) کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو رمضان میں بیس رکعات (تراویح) پڑھائے۔

(۱)مصنف ابن ابی شیبہ:۲/۳۹۳رقم ۷۷۶۳ (۲)سنن الکبریٰ للبیہقی:۲/۴۹۷رقم ۴۳۹۷

(۳)التمهید لابن عبدالبر:۸/۱۱۵ (۴)سبل السلام:۲/۱۰

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۵) المغنی لابن قدامۃ: ۱/ ۴۵۶ قال هذا کالاجماع

{ بیس رکعات تراویح عہد صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم میں }

(۱) حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ:

[أخبرنا یحیی بن یحیی أخبرنا حفص بن غیاث عن اعمش عن زید بن وهب قال کان عبدالله بن مسعود صلی لنا فی شهر رمضان فینصرف علیه لیل قال اعمش کان یصلی عشرین رکعة ویوتر بثلاث]

ترجمہ: حضرت (اعمش) زید بن وہب سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے فرمایا کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہم کو رمضان المبارک میں نماز پڑھاتے اور جب ہم نماز سے فارغ ہوکر لوٹتے تو ابھی رات باقی ہوتی تھی حضرت اعمش یہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیس رکعات (تراویح) اور تین وتر پڑھتے تھے۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری: ۱۷/۷/ ۱۵۷)

(۲) حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ:

[حدثنا ابن نمیر عن عبدالمالك، عن عطاء قال: ادرکت الناس وهم یصلون ثلاثا وعشرین رکعة بالوتر]

ترجمہ: حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ میں نے (صحابہ وتابعین رضی اللہ عنہم) کو وتر سمیت تیئیس (3+20) رکعات (تراویح) پڑھتے پایا اسکی سند حسن ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/ ۳۹۳ رقم ۷۷۷۰)

(۳) حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ:

[عن ابیه عن أبی حنیفة عن حماد عن ابراهیم ان الناس کانوا یصلون خمس ترویحات فی رمضان]

ترجمہ: امام حماد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابراہیم نخعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کرتے ہیں کہ لوگ (صحابہ وتابعین) پانچ ترویح (بیس رکعات) پڑھا کرتے تھے۔ (کتاب الآثار لابی یوسف ص ۴۱ رقم ۲۱۱)

غرض یہ کہ تمام لوگ بیس رکعات تراویح ادا کرتے تھے مثلاً

۱۔ عبداللہ بن ملیکہ رحمۃ اللہ علیہ — دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ: ۲/ ۳۹۳ رقم ۷۷۶۵

۲۔ امام سوید بن غفلۃ رحمۃ اللہ علیہ — سنن الکبریٰ للبیہقی: ۲/ ۴۹۶ رقم ۴۸۰۳

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

۳۔حضرت شتیر بن شکل رحمۃ اللہ علیہ — مصنف ابن ابی شیبہ:۲/ ۳۹۲رقم ۷۷۶۲

۴۔حضرت حارث رحمۃ اللہ علیہ — مصنف ابن ابی شیبہ:۲/ ۳۹۳رقم ۷۷۶۷

۵۔حضرت ابوالبختری رحمۃ اللہ علیہ — مصنف ابن ابی شیبہ:۲/ ۳۹۳رقم ۷۷۶۸

{صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بیس رکعات تراویح پر اجماع}

امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں!

[لما كان فعل اصحاب رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم جميعًا فعلا يجب به الحجة ،كان كذلكايضًا اجماعهم على القول اجماعًا يجب به الحجة]

ترجمہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام صحابہ کرام کسی ایک امر پر متفق ہوجائیں تو وہ لازما حجت ہے اسی طرح ان کا کسی قول پر اجماع بھی لازما حجت ہے (شرح معانی الآثار للطحاوی:۳/ ۵۵ تحت حدیث ۴۴۷۵)

اب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع ملاحظہ فرمائیے

۱۔علامہ ابن حجر مکی شافعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

[ولكن اجمعت الصحابة رضى الله عنهم على ان التراويح عشرون ركعة]

ترجمہ:صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر اجماع کیا ہے کہ تراویح بیس رکعات ہیں۔

(مرقات المفاتیح للملا علی قاری:۳/ ۱۹۴)

۲۔محدث ابن قدامہ حنبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[لكان مافعله عمر رضى الله عنه واجمع الصحابة فى عصره اولى بالاتباع]

ترجمہ: جوطریقہ بیس تراویح کا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رائج کیا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان کے زمانہ میں اس پر اجماع کیا ہے وہ اتباع کے زیادہ لائق ہے۔ (المغنی لابن قدامہ:۳/ ۳۸۹)

۳۔شارح بخاری علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

[ثم قاموا بعشرين وأوتروا بثلاث،وقد عدواما وقع فى زمن عمر رضى الله عنه كالاجماع]

ترجمہ: پھربیس رکعات اور تین وتروں کے ساتھ قیام کیا اور تحقیق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اس پر بمنزلہ اجماع شمار کیا گیا۔ (ارشاد الساری شرح بخاری:۳/ ۴۲۶ مطبوعہ مصر)

۴۔امام تقی الدین ابوبکر الدمشقی الشافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[فجمعهم على أبي رضي الله عنه ووضب لهم عشرين ركعة وأجمع الصحابة معه على ذلك]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع فرمایا اور بیس تراویح ان کے لئے ہمیشہ ہمیشہ کیلئے مقرر فرمائیں اور سب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بیس تراویح پر اجماع کرلیا

(کفایۃ الاخیار:۱/ ۸۹ مطبوعہ دمشق)

۵۔علامہ ابن عبدالبر مالکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[وهو قول جمهور العلماء وبه قال الكوفيون والشافعي واكثر الفقهاء وهو الصحيح عن ابي بن كعب رضي الله عنه من غير خلاف من الصحابة]

ترجمہ: اور وہی قول جمہور علماء کا ہے اور اہل کوفہ اور شافعی اور اکثر فقہاء یہ قول ہے کہ (بیس رکعات تراویح ہی) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے صحیح طور پر ثابت ہے اور کوئی صحابی اس کے خلاف نہیں۔

(عمدۃ القاری شرح بخاری: جز۱۷/ ۱۵۷)

۶۔علامہ علاء الدین الکاسانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

[أن عمر رضي الله عنه جمع اصحاب رسول الله ﷺ في شهر رمضان على ابي بن كعب رضي الله عنه فصلى بهم كل ليلة عشرين ركعة ،ولم ينكر احد عليه فيكون اجماعا منهم على ذلك]

ترجمہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو رمضان المبارک میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ پر جمع کیا تو انھوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ہر رات کو بیس رکعات (تراویح) پڑھائیں اور اس پر کسی صحابی نے انکار نہیں کیا تو یہ صحابہ کرام کا بیس رکعات پر اجماع ہوگیا۔ (بدائع الصنائع: ۳/ ۱۴۴)

۷۔غیر مقلدین کے ممدوح اور مسلمہ شیخ الاسلام حافظ ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

[فانه قد ثبت ان أبي بن كعب رضي الله عنه كان يقوم بالناس عشرين ركعة ويوتر بثلاث فرأى كثر من العلماء ان ذلك هو السنة ،لانه اقامه بين المهاجرين والانصار ولم ينكره منكر]

ترجمہ: یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حضرت أبی بن کعب رضی اللہ عنہ نے لوگوں (صحابہ کرام وتابعین) کو رمضان المبارک میں بیس رکعات تراویح اور تین وتر پڑھاتے تھے اس لئے اکثر علماء کے نزدیک یہی سنت ہے کیونکہ انھوں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

نے یہ کام مہاجرین اور انصار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے کیا اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا۔

(الفتاوی الکبری: ۲/ ۲۵۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ)

{امت مسلمہ کا تواتر وتوارث بیس رکعات تراویح}

جس کام کو پوری امت مسلمہ یا امت مسلمہ کی اکثریت مسلسل سرانجام دیتی رہے اس کو تواتر یا توارث کہتے ہیں امت مسلمہ کا کسی عمل پر تواتر یا توارث بھی اجماع کی طرح ٹھوس دلیل ہے اور حجت قاطعہ ہے حضور ﷺ کا فرمان عالیشان ہے:

[ان اللہ لا یجمع امتی، أو قال: امۃ محمد ﷺ علی ضلالۃ، وید اللہ مع الجماعۃ، ومن شذ شذ الی النار]

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ میری امت کو یا فرمایا امت محمد ﷺ کو گمراہی پر جمع نہیں کرے گا جماعت پر اللہ تعالیٰ کا دست حفاظت ہے جو شخص جماعت سے علیحدہ ہوا وہ آگ (جہنم) میں داخل ہوا۔

(۱) جامع ترمذی: ۴/ ۳۶ رقم ۲۱۶۷ (۲) شرح السنۃ للبغوی: ۱/ ۲۱۵

(۳) المستدرک للحاکم: ۱/ ۱۱۶ رقم ۳۹۷ (۴) مشکوٰۃ المصابیح: ۱/ ۷۳ رقم ۱۷۳

لہٰذا امت کا اجماعی عمل بھی ایک ٹھوس دلیل ہے

{خیر القرون سے لے کر تیسری صدی ہجری تک بیس رکعات تراویح}

(۱) امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: **[واکثر اھل العلم علی ما روی عن علی رضی اللہ عنہ وعمر رضی اللہ عنہ وغیرھما من اصحاب النبی ﷺ عشرین رکعۃ وھو قول سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی وھکذا ادرکت ببلدنا بمکۃ یصلون عشرین رکعۃ]**

ترجمہ: اکثر اہل علم بیس رکعات تراویح کے قائل ہیں جیسا کہ حضرت علی، حضرت عمر رضی اللہ عنہم، اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے اور یہی امام سفیان ثوری، امام عبداللہ بن مبارک اور امام شافعی رحمہم اللہ کا قول ہے اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ میں لوگوں کو بیس رکعات تراویح پڑھتے پایا ہے۔

(سنن الترمذی مع حواشی: ۲/ ۱۶۲ تحت حدیث رقم ۸۰۶ طبع بیروت)

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات ۲۰۴ ہجری اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ کی ۲۷۹ ہجری یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر تیسری صدی ہجری تک بیس رکعات تراویح ہی ادا فرماتے تھے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۲) چوتھی اور پانچویں صدی ہجری کے عظیم محدث ومحقق علامہ ابن عبد البر مالکی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۴۶۳ھ) فرماتے ہیں:

[وقد استقر العمل على هذا]

ترجمہ: بیشک اُمت (مسلمہ) کا عمل (بیس رکعات تراویح) پر ہی مستقر ہوگیا

(ہدایۃ السائل للنواب صدیق حسن: ص ۱۳۸)

(۳) ساتویں صدی ہجری کے مشہور محدث شارح مسلم امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۶۷۶ھ) فرماتے ہیں:

[ثم استقر الامر على العشرين فانه هو المتوارث]

ترجمہ: پھر (بیس رکعات تراویح) پر ہی معاملہ مستقر یعنی پختہ ہوگیا پس امت کا یہی متوارث عمل ہے

(فتح القدیر لابن ہمام: ۲/۴۴۸)

(۴) آٹھویں اور نویں صدی ہجری کے محدث ومحقق حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۸۸۲ھ) فرماتے ہیں:

[ولعلهم فی وقت اجازوا تطویل القیام علی عدد الرکعات فجعلوها عشرین رکعة وقد استقر العمل علی هذا]

ترجمہ: شاید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیام کی طوالت کو مختصر کر کیا اور رکعتیں بڑھا کر بیس کر دیں اور بیس پر ہی معاملہ ہمیشہ کے لئے محکم ہوگیا۔ (المصابیح: ص ۱۶)

(۵) دسویں صدی کے حضرت عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۹۷۳ھ) فرماتے ہیں:

[وقد استقر العمل على ذلك فی الامصار]

ترجمہ: اور بے شک تمام شہروں میں (بیس رکعات تراویح) پر ہی ہمیشہ کے لئے عمل قرار پایا۔

(کشف الغمہ ۱/۱۴۷)

دسویں صدی ہجری ہی کے مشہور فقیہہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۹۷۰ھ) لکھتے ہیں:

[وعليه عمل الناس شرقاً وغرباً]

ترجمہ: اور اس (بیس رکعات تراویح) پر مشرق ومغرب میں (تمام مسلمانوں کا) عمل ہے

(البحر الرائق شرح کنز الدقائق ۴/۳۱۳)

(۶) گیارہویں صدی کے مشہور محدث شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) لکھتے ہیں

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

[ولذی استقر عله الامر واشتهر من الصحابۃ والتابعین ومن بعدھم ھو العشرون]

ترجمہ: جس قول پر ہمیشہ کے لئے عمل رہا اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین اور ان کے بعد آنے والے لوگوں میں جو بات مشہور ہو چکی ہے وہ بیس رکعات تراویح یہ ہے۔ (ماثبت بالسنۃ مترجم: ص ۳۶۴)

(۷) بارہویں صدی کے مالکی فقیہہ علامہ الدردیر مالکی (المتوفی ۱۲۰۱ھ) لکھتے ہیں:

[لکن الذی جری علیه العمل سلفًا وخلفًا هو الاول]

ترجمہ: لیکن جس (عدد التراویح) پر سلف اور خلف کا ہمیشہ عمل رہا وہ پہلا (بیس تراویح کا) قول ہے۔

(شرح کبیر مع حاشیہ الدسوقی ۱/۳۱۵)

(۸) تیرہویں صدی کے عظیم فقیہہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۲۵۲ھ) لکھتے ہیں:

[وعلیه عمل الناس شرقًا وغربًا]

ترجمہ: اور اس (بیس رکعات تراویح) پر مشرق ومغرب میں (تمام مسلمانوں کا) عمل ہے

(ردالمحتار: ۵/۲۴۶)

(۹) چودھویں صدی ہجری کے مجدد محقق ومفسر امام اہل سنت الشاہ احمد رضا خان محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

[تراویح سنت مؤکدہ ہے محققین کے نزدیک سنت مؤکدہ کا تارک گناہ گار ہے خصوصًا جب ترک کی عادت بنا لے تراویح کی تعداد جمہور امت کے ہاں بیس ہی ہے۔

(فتاوی رضویہ ۷/۴۵۷ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور)

(۱۰) عطیہ محمد سالم مدرس المسجد النبوی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے [**التراویح أكثر من ألف عام في مسجد النبي عليه الصلوٰة والسلام**] جس میں ہے کہ ہزار سال سے زیادہ عرصہ سے مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیس رکعات تراویح ہی ادا کی جاتی رہی ہیں ایک ماہ بھی ایسا نہیں گزرا کہ جس میں آٹھ رکعات تراویح کی گئی ہو

ان تمام دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بیس رکعات تراویح ہی سنت مؤکدہ ہیں اور یہ بات مسلم ہے کہ جو کام کو ختم کرنے والا ہو وہ ہی بدعت سئیہ ہوتا ہے لہٰذا مروجہ آٹھ رکعات تراویح بدعت ہیں کیونکہ یہ سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سنت خلفاء راشدین، دیگر صحابہ وتابعین، چاروں فقہاء، جمہور علماء امت، امت مسلمہ کے تواتر عملی کے مخالف ہے لہٰذا بدعت ہے اور بدعت گمراہی ہے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

{غیر مقلدین کا مغالطہ}

غیر مقلدین کا کام ہی لوگوں کو مغالطے میں ڈالنا ہے اپنے اس کام کو سرانجام دینے کے لئے پہلا کام وہ یہ کرتے ہیں کہ [قیام رمضان، قیام اللیل، تراویح، تہجد] سب ایک ہی ہیں لہٰذا سب سے پہلے اس کا جواب ملاحظہ فرمائیے

{تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں}

نماز تراویح اور تہجد دو الگ الگ نمازیں ہیں اس کے متعلق چند دلائل یہ ہیں:

(۱) تراویح کو قیام رمضان اور تہجد کو قیام اللیل کہتے ہیں غیر مقلدین کے علامہ وحید الزماں بھی اس فرق کو تسلیم کرتے ہیں (نزل الابرار:۱/۱۲۶،۱۲۷)

(۲) تراویح اور تہجد کا وقت بھی جدا جدا ہے [فتاوی علمائے حدیث ۱/۴۳۱] میں ہے تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد اول شب کا ہے اور تہجد کا آخری شب کا ہے

(۳) غیر مقلدوں کے مشہور مناظر ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں [تہجد کا وقت ہی صبح سے پہلے کا ہے اول شب میں تہجد نہیں ہوتی] (فتاوی ثنائیہ:۱/۴۳۱)

(۴) غیر مقلدین کے مشہور رائٹر صلاح الدین یوسف لکھتے ہیں

[بہر حال تہجد کا مفہوم رات کے پچھلے پہر اٹھ کر نفل پڑھنا ہے ساری رات قیام اللیل کرنا خلاف سنت ہے نبی ﷺ رات کے پہلے حصے میں سوتے اور پچھلے حصے میں اٹھ کر تہجد پڑھتے، یہی طریقہ سنت ہے] (تفسیر حواشی قرآن مجید ص ۷۸۹ مطبوعہ سعودی عرب)

(۵) تراویح بالاتفاق سنت مؤکدہ ہے جبکہ نماز تہجد کسی کے نزدیک بھی سنت مؤکدہ نہیں بلکہ مستحب ہے دونوں کا حکم جدا جدا ہے تو پھر یہ ایک کیسے ہے؟

(۶) نماز تہجد کی مشروعیت بنص قرآنی ہوئی سورۃ بنی اسرائیل ۷۹ جبکہ نماز تراویح کی مشروعیت احادیث سے ہوئی (سنن نسائی ۴/۱۵۸ رقم ۲۲۱۰)

(۷) تہجد کی نماز مکہ مکرمہ میں نبی ﷺ پر فرض ہوئی اور تراویح آپ ﷺ نے اُمت پر سنت قرار دی۔

(۸) تہجد کی فرضیت مکہ مکرمہ میں ہی منسوخ ہوگئی (صحیح مسلم:۲/۱۶۸ رقم الحدیث ۱۷۷۳)

(۹) حضور ﷺ، حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر ائمہ محدثین تراویح کے بعد تہجد بھی پڑھا کرتے تھے۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۱۰) سب ائمہ حدیث بھی تراویح اور تہجد میں مغایرت کے قائل ہیں چنانچہ تمام مشہور محدثین نے تراویح کا الگ باب قائم کیا ہے اور تہجد کا الگ باب قائم کیا ہے مثلاً صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابو داؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، موطا امام مالک، موطا امام محمد، سنن الکبریٰ للبیہقی، سنن دار القطنی مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآثار، مسند امام اعظم للخوارزمی، قیام اللیل للمروزی، منتقی الاخبار، بلوغ المرام، وغیرہ میں۔

(۱۱) تمام فقہاء کرام بھی تراویح اور تہجد کے الگ الگ ابواب قائم کرتے ہیں دیکھئے کتب فقہ۔

{تراویح کے بعد تہجد کا ادا کرنا}

(۱) حضور ﷺ نے جن تین راتوں میں تراویح کی نماز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو پڑھائی ان میں سے ایک رات آپ ﷺ نے علیحدہ نماز بھی ادا فرمائی وہ تہجد کی نماز تھی۔ دیکھئے [صحیح مسلم ۳/ ۱۳۴ رقم الحدیث ۲۶۲۵)

(۲) صحابی رسول ﷺ حضرت طلق بن علی رضی اللہ عنہ بھی تراویح کے بعد تہجد کی نماز پڑھتے تھے دیکھئے [سنن ابو داؤد: ۱/ ۵۴۰ رقم ۱۴۴۱]

(۳) امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی تراویح کے بعد تہجد ادا کیا کرتے تھے (المدخل لابن الحاج: ۲/ ۲۹۹)

(۴) امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ بھی تراویح کے بعد تہجد پڑھتے تھے (تیسر الباری شرح بخاری: ۱/ ۴۹)

(۵) امام ابو محمد اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ بھی تراویح کے بعد تہجد ادا کرتے تھے (تاریخ بغداد: ۱۰/ ۱۴۳)

(۶) غیر مقلدین کے شیخ الکل سید نذیر حسین دہلوی بھی تراویح کے بعد تہجد ادا کرتے تھے (نتائج التقلید ص ۲۹)

{مروجہ آٹھ رکعات تروایح بدعت ہیں}

(۱) آٹھ رکعت تراویح سنت نبوی نہیں کیونکہ حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا وحدیث جابر رضی اللہ عنہ صحیح بھی ہو اور تراویح کے متعلق بھی ہو تو پھر بھی اس سے مواظبت ثابت نہیں ہوتی جو ثبوت سنیت کے لئے ضروری ہے۔

(۲) آٹھ رکعات تراویح سنت خلفاء راشدین بھی نہیں۔

(۳) آٹھ رکعات تراویح صحابہ وتابعین کی بھی سنت نہیں۔

(۴) مشرق ومغرب، مکہ ومدینہ کے مسلمانوں کا ہر دور میں اس پر عمل نہیں بلکہ ۲۰ رکعات تراویح پر عمل ہے۔

(۵) یہ اجماع امت کے خلاف ہے نہ کہ آٹھ رکعات تراویح پر اجماع امت ہے بلکہ ۲۰ رکعات تراویح پر اجماع امت ہے۔

(۶) ہر دور کی امت مسلمہ کے علماء، محققین، محدثین، مفسرین، مجتہدین نے بیس رکعات تراویح ہی کو سنت مؤکدہ قرار دیا ہے نہ کہ آٹھ رکعات تراویح کو۔

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

(۷) غیر مقلدین بیس رکعات تراویح کو بدعت عمر رضی اللہ عنہ کہہ کر چھوڑ دیتے ہیں مگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پورا ماہ رمضان تراویح کی جماعت کا حکم دیا اس پر عمل کرتے ہیں یعنی خود بدعتی ہیں اپنی زبان سے۔

جو دلائل غیر مقلدین دینے کی کوشش کرتے ہیں وہ یا تو ضعیف روایات ہوتیں ہیں یا پھر شاذ روایات یا ان کا تعلق تراویح سے نہیں ہوتا اگر کسی غیر مقلد میں جرأت ہے تو ہر صدی سے مستند اہل سنت کے علماء محدثین سے آٹھ رکعات تراویح کا ادا کرنا اور اس کو سنت مؤکدہ کہنا ثابت کرے اگر ایسا نہ کرسکے تو وہ مانے کہ وہ پکا بدعتی ہے ۔اسی طرح جو لوگ ۲۰ رکعات تراویح کو سنت مؤکدہ تو مانتے ہیں مگر آٹھ یا دس رکعات پڑھ کر بھاگ جاتے ہیں اور اس عمل کو معمول بنا لیتے ہیں اور غیر مقلدین کے عمل کو قبول کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ بھی جائز ہے تو ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے کیونکہ سنت موکدہ کو مکمل ادا کرنا تب ہی عمل پورا ہوتا ہے نہ کہ آدھا عمل اور سنت مؤکدہ کا تارک گناہ گار ہے۔ذرا مثال سے سمجھیں'' اگر ایک مسلمان جو ظہر کی پہلی چار رکعات کو سنت مؤکدہ تو مانتا ہو مگر ہر روز پہلی سنتیں دو رکعت پڑھ کر بھاگ جائے اپنے ایمان سے بتائیں کیا اس کی نماز ادا ہوئی یا نہیں یقیناً نہیں ہوئی کیونکہ سنت مؤکدہ ۴ رکعات تھیں اور وہ آدمی ۲ رکعت پڑھ کے بھاگ گیا اور سنت مؤکدہ کا تارک گناہ گار ہے نہ کہ ثواب کا مستحق بالکل اسی طرح آدھی تراویح پڑھ کر بھاگنے والے سنت مؤکدہ کے تارک ہیں ثواب کے مستحق نہیں بلکہ گناہ گار ہیں کیونکہ سنت مؤکدہ ۲۰ رکعات تراویح ہے جیسا کہ پچھلے صفحات میں دلائل سے گزرا۔

{ آٹھ رکعات تراویح کو سنت کہنے والوں سے آٹھ سوال }

(۱) بیس رکعات تراویح پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟ اگر کوئی غیر مقلد بقول آپ کے اہلحدیث ۲۰ رکعات تراویح ادا کرے یہ جان کر کہ صحابہ کرام،ائمہ مجتہدین کا عمل تھا وہ غیر مقلد گناہگار ہوگا یا نہیں؟ اور پھر بقول آپ کے وہ اہلحدیث رہے گا یا نہیں؟

(۲) تراویح کے کیا معنی ہیں؟ شرعاً اس کا اطلاق کم از کم کتنی رکعات پر ہوتا ہے؟

(۳) صحاح ستہ یا دیگر کتب حدیث میں کیا کوئی حدیث صحیح الاسناد بالاتفاق صریح الدلالت مرفوع متصل ہے؟ جس کا مضمون یہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رمضان میں آٹھ رکعات تراویح ادا کی ہیں؟

(۴) پورے رمضان المبارک میں تراویح باجماعت پڑھنا کس کی سنت ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت پر عمل سنت ہے یا بدعت؟

(۵) غیر مقلدین کے ممدوح وشیخ الاسلام ابن تیمیہ،حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ،امام نووی وغیرھا نے

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com

تراویح کی کتنی رکعات بتائی ہیں جو سنت ہیں؟

(۶) آج کل حرم شریف کی مسجد میں اور مسجد نبوی میں تراویح کی کتنی رکعات پڑھائی جاتی ہیں کیا وہ بیس رکعات تراویح پڑھا کر بدعتی ہیں نہیں؟

(۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ماہ رمضان میں کتنی شب تراویح ادا ہیں جس حدیث میں اس کا ذکر ہے اس میں تعداد رکعات بیان کی ہیں یا نہیں؟

(۸) جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کو بدعت کہے وہ خود بدعتی ہے کہ نہیں؟ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ایک عمل کو بدعت کہے اور دوسرے عمل کو قبول کرے تو وہ خود بدعتی ہیں؟۔

اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ اس تحریر کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور اس پر ہم سب کو عمل کی توفیق عطاء فرمائے اور حق واضح ہو جانے کے بعد اس کو قبول کرنے کی توفیق عطاء فرمائے

وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم

PDF created with pdfFactory Pro trial version www.pdffactory.com